بعد از تمہید محامد و محاسن الٰہی و تاسیس ثنائے حضرت رسالت پناہی علیہ و علیٰ

آلہ و صحبہ صلوات مصوٗنتہ عن التناہی ؎

اشہب روز و ادہم شب را　　　پیشہ لیل و نہار لگام تو باد

ما ذکر بیوفائی و شورش نخواندہ ایم　　　از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

بحضور لامع النور، فیض گنجور، امارت پناہ، ایالت دستگاہ، معالی صفات مناقب

سمات، زبدۃ الاماثل والاقران　　　عمدۃ العشائر والاعیان نجابت عصر

و دوراں، حسانِ عہد و آوان، بانیٔ فروغِ فروع و اصول، ناہجِ مناہجِ معقول

و منقول۔ مظہرِ کمالاتِ ملکوتی۔ مصدرِ فیوضاتِ لاہوتی عضدۃ الدولۃ القاہرہ۔ مالکِ

السلطنت الزاہرہ اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر مؤید الاسلام

والمسلمین۔ نظام الدولہ والامارۃ والدنیا والدین شہریار حیدرآباد دکن و برار خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

گوہرِ برجِ کرامت اخترِ برجِ کمال — آفتابِ اوجِ حشمت سایۂ لطفِ الٰہ

شہسوارِ عرصۂ تمکین عثماں آنکہ ہست — والیٔ والاجناب داورِ دوراں پناہ

مستفیض از نفحۂ گلزارِ فضلش جان و دل — مستنیر از لمعۂ رائے منیرش مہر و ماہ

دولتِ تو با جہان و رفعتِ تو با سپہر — فاش میگویند ہر دم از سرِ تمکین و جاہ

کائے جہاں از دولتِ ما ہرچہ میجوئی بجو — وے سپہر از رفعتِ ما ہرچہ میخواہی بخواہ

اعزہ اللہ العزیز بعزت الدارین و وفقہ بتکمیل اسبابِ سعادات المنزلین

فضائے عالم کی پہنائیوں میں جذباتِ نوعِ انسانی بوقلمونی اور مناظرِ قدرت کی گوناگونی کا کیا

حساب، گل و نسرین کی شمیم بیزیاں، جوانانِ چمن کی شیوا بیانیاں، بلبلوں کی سحر شماریاں گنت

لق و دق صحرا اور بے پتہ بے آب و گیاہ بیابانوں کی کسنے رہ نوردی کی ہے خیالی دنیا کی وسعت اور ذہنی ارتقاء کی بلندیوں کو کسنے ناپا ہے سچ ہے خلق الانسان ضعیفا انسان بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے - اس سے ارنگا رنگ کی نظارگی میں اسکی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا -

چناں محوم کہ اشک تلخ در چشمم نمی گردد قیامت گر نمکداں بشکند در چشم حیرانم

غایت مافی الباب یہ کہ عبد اپنی عبودیت کے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑے اپنی فرصت کا آخری لمحہ اور اپنے جسم کے آخری قطرۂ خون کی بقا تک مالکِ حقیقی کے حضور سر تسلیم خم کرتا رہے اس حقیر اور قصیر زندگی کا اگر کوئی کمال ہو سکتا ہے اور کوئی علتِ غائی بتلائی جا سکتی ہے تو یہی ہے ہر کام کا ایک طریقہ معین ہے ہر امر فعل کا ایک نہج مدون ہے - خدائے قدوس کے آگے ہدیۂ نیاز کی پیشکشی اور اپنی مخلوقیت کا شایستہ عجز کس نوع سے گزرانا جائے اِس مقدس درس کی ابجد مالکِ مجازی کی حمد و توصیف اور اطاعت و وفاداری ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تعلیم و تدریس اپنے ظل سبحانی آیت رحمانی کی بہی خواہی و امتثال امر کی طرف کھلا اشارہ ہے -

اس نمک خوار فدوی کا فرض اور عین فرض بجز اسکے کیا ہو سکتا تھا

مرتبہٗ
محمد فاضل

کہ اپنے آقا و ولی النعمی کی پہنچی اور بے لوث خوبیاں اور بے حد
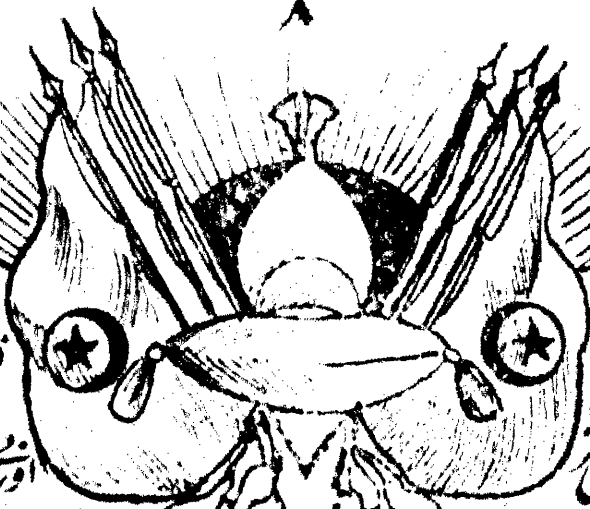
کچھ زیادہ ہی شفقت آمیز حکمرانیوں کی تصویر بناکر پیش کردے جسنے دنیا کے تمام ممالک میں اپنا آوازہ اپنی شہرت

خدا ترسی و ملک رانی پھیلا رکھی ہے۔ ذات والا نے ملک اور رعایا کی خاطر بڑی بڑی زحمتوں کا مقابلہ کیا اور کبھی اپنی

راحت طلبی کو (جو ایک بادشاہ وقت کیلئے ضروری بھی ہے) ترجیح نہ دی۔ اقلیم دل از دیر میسر نشود — این فتح بے شکست میسر نشود

دوسروں کی راحت رسانی میں خود کی تکلیف کا مقدم رکھا۔ اگر نعمت کسانے ہنر خوش فارغ شود — بکا کس نیاید انچہ بالخود داری

ذات اقدس کا سلوک ہر مذہب اور ملت کی رعایا کے ساتھ یکساں رہا۔ قدردانی اور حوصلہ افزائی میں حضور والا نے ہمیشہ عمل

فرمایا ہے — زنہار بد نظر مرحمت دریغ مدار — حیات بخش گل و خار ہمچون باران باش۔

آخر میں فدوی دعاگوئے دولت دوام اپنا مختصر ہدیہ تصنیف اپنے مالک اپنے آقا کے حضور میں بصد آداب

و الحاح پیش کرتا ہے۔ اگر گوشۂ چشم ہمایونی اس جانب ملتفت ہوجائے تو اس خادم کو اپنی محنت کا صلہ مل جائیگا

فدوی

محمد فاضل

مرتبہ

محمد فاضل

۹
یادگار سلور جوبلی
کلام فیض التیام اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
در تہنیت جشن سیمیں
25
(مطلع) سحر کہ نغمۂ بلبل مرا بگوش آمد
رسید مژدہ کہ رنگ چمن بجوش آمد
چناں طیور نوا سنج و زمزمہ پرداز
کہ جان زاہد صد سالہ در خروش آمد
بہار سبزہ و گل ہم کنار موج شراب
از انکہ ساقی میخانہ سبز پوش آمد
بنوش بادہ و ہنگام گل غنیمت داں
کہ لالہ جام بکف غنچہ خم بدوش آمد
مرنج و غصہ مدہ جان و چشم ساقی بیں
بہوش آئے کہ داروئے رفع ہوش آمد
زحال بلبل و پروانہ کیست کو پرسد
زبان شمع و لب برگ گل خموش آمد
(مقطع) عزیز خلق خود او را خدا کند عثماں
ہر آنکہ جرم فراموش و عفو کوش آمد

یادگار سلور جوبلی
۱۰
آصف سابع
کلام فضا التیام اعلیٰحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
تہنیت در ۲۵ جوبلی
دیدنِ حسنِ رخِ یار مبارک باشد
گویا ایں طالعِ بیدار مبارک باشد
مژده اے باده کشاں آمده ایام بہار
جام در کف ہمہ سرشار مبارک باشد
نرگس و سنبل و نسرین و ریاحین و سمن
ہر طرف ایں گل و گلزار مبارک باشد
کف کشاده که عروسانِ چمن استاده
بارشِ ابرِ گہربار مبارک باشد
نغمۂ چنگ و دف و بادۂ رنگیں عثماں
در چنیں جشن بہ ہر بار مبارک باشد
مرتبہ محمد فاضل

یادگار سلور جوبلی
آصفیہ اسلامی
۱۱
کلامِ فصاحت التیام اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
در تہنیت جشن سیمیں
سایۂ احمدِ مختار مبارک باتو
مددِ حیدرِ کرّار مبارک باتو
ایں ندا آمدہ از طرفِ گلستانِ سپہر
ساغر و نیز لبِ یار مبارک باتو
جامۂ حشمت و اقبال کہ زیبا تنت
طرۂ دلکش و دستار مبارک باتو
اے خوشا بخت و خوشا تخت و خوشا ملکِ دکن
ساعتِ فرخ و دربار مبارک باتو
جوبلی دورِ حکومت بہ بہاراں عثماں
۲۵ سالہ
قصرِ نو ہم گل و گلزار مبارک باتو
(جوبلی ہال) (باغ عامہ)

کلام فصاحت التیام اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

جوبلی ہال باغ عامہ
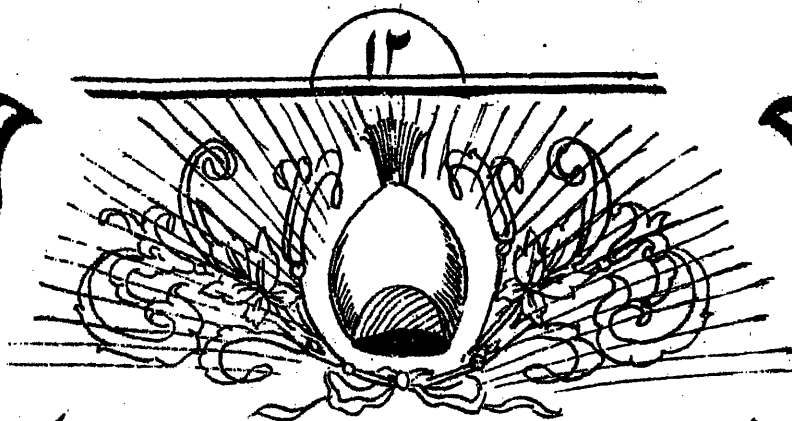
در توصیف

جو کہ عمارت پر کندہ ہوئی ہے

(مطلع) چہرۂ قصرِ نو کہ رخشان است | کرمکِ شب مثالِ افشان است
قمری و عندلیب نغمہ کناں | کیسۂ غنچہ ہم زر افشان است
خط و خالش ہمہ نمایاں شد | مثل آئینہ روئے جانان است
رقص پیمانہ گوید اے ساقی | گرد شمشاد بیں چہ ریحان است
آمد ماہِ دے کہ کرد ستم | پُر ز نسرین و لالہ بستان است
چاک شد در بہار جامۂ گل | دامنش نیز چوں گریبان است

(مقطع) عید عثماں غدیر و ہم نوروز (ذی‌حجہ)
عیش و عشرت کہ در بہاران است

مرتبہ محمد فاضل
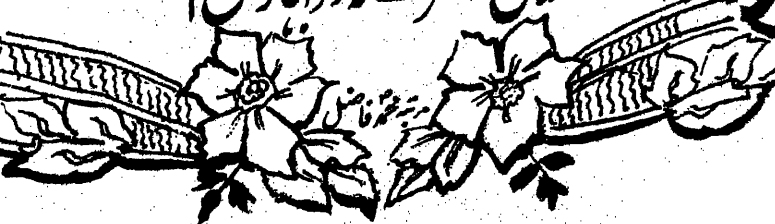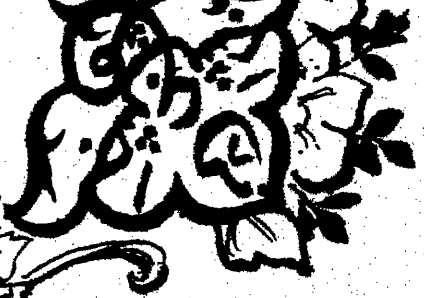
کلام فصاحت التیام اعلیٰحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
مادۂ تاریخ جشن جوبلی
بہ جشن جوبلی شد عشرت افزون
کند مسعود حق بالصّاد والنّون
چنیں سال درخشاں گفت عثمان
قرانا مرحبا خمس و عشرون
۳۵ ۶۱۹

کلام فصاحت التیام اعلیحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

قومی ترانہ فارسی

الٰہی تا جہاں باشد شہنشاہِ جہاں باشی
خدایت مہرباں و تو بہ عالم مہرباں باشی

نفس تا برہمی آرم دعا کردن بود کارم
ہمیں وردِ زباں دارم کہ دائم حکمراں باشی

کند تا زمزمہ بلبل خورد تا پیچ و خم سنبل
زند تا خندہ خوش گل بہارِ بوستاں باشی

دمد تا سبزہ و ریحاں بود تا سرو در بستاں
بباغِ دہر اے سلطاں بہارِ بےخزاں باشی

نظام الملک عثمان علیخاں آصفِ سابع خلد اللہ ملکہ
سراجِ دینِ اسلامی امیرِ مومناں باشی

مرقومہ محمد فاضل

جشن عثمانی — یادگار سلور جوبلی آصف سابع

کلام حقائق التیام اعلیحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ترانۂ جوبلی

(مطلع) اے خوشا دور حکومت کہ تو داری امروز
بست و ہم پنج شد از رحمت باری امروز

جوشِ عشرت چہ بگوئیم بہر چہرہ شد است
مستی و سرخوشی و عیش کہ طاری امروز

معجزہ شد ز بیان و ز کتابِ فرقاں
نعت قدسی کہ رواں بر لبِ قاری امروز

با وفورِ طرب از جامۂ خود بیروں است
لالہ و نرگس و ہم فصلِ بہاری امروز

چشمۂ کوثر و تسنیم کہ در خلدِ بریں
بر سرِ جوئے لبن آمدہ جاری امروز

جوششِ الفت آل نبوی را بنگر
در رگِ قلب و جگر ہست چہ ساری امروز

(مقطع) ز تولائے علی فاتحِ خیبر عثمان
می وزد در چمن ایں بادِ بہاری امروز

کلام فصاحت التیام اعلیحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

قومی ترانہ

مطلع — تا ابد خالقِ عالم یہ ریاست رکھے ۔۔۔ تجھکو عثماں (خلد اللہ ملکہ) بصد اجلال سلامت رکھے

جیسے تو فخرِ سلاطیں ہے بفضلِ یزداں ۔۔۔ یوں ہی ممتاز ترا دورِ حکومت رکھے

آل و اولاد کو اللہ دے عمرِ خضرؑ ۔۔۔ ان سے آباد ترا خانۂ دولت رکھے

جودِ حاتم رہے شرمندۂ احساں تیرا ۔۔۔ عدلِ کسریٰ کو خجل تیری عدالت رکھے

خندہ زن صورتِ گل تیرے ہوا خواہ رہیں ۔۔۔ آکے قدموں پہ عدو فرقِ اطاعت رکھے

سب رعایا کو تری سالگرہ کی تقریب ۔۔۔ با نشاط و طرب و عیش و مسرت رکھے

مقطع — بن کے ساقی ترا اقبال نظامِ سابع ۔۔۔ تجھکو صہبائے خمخانۂ عشرت رکھے

مرتبہ محمد فاضل

از خسروِ شیریں سخن اعلیٰحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

غزل

دیکھکر چہرہ ترا ماہِ درخشاں کی قسم
پھنس گئے دام میں ہم زلفِ پریشاں کی قسم

اور ہونگے گہر و لعل پہ مرنے والے
ہم مٹے لب پہ ترے لعلِ بدخشاں کی قسم

مثلِ پروانہ ہیں نے دیکھکے صورت تیری
جل کے ہم خاک ہوئے شمعِ شبستاں کی قسم

موسمِ گل کا نیا تو بھی دکھادے نقشہ
پی لے اے شیخ تجھے سبزہ و ریحاں کی قسم

پھنکے سو بار رہِ عشقِ بتاں میں اکسیر
بن گئی خاک ہماری درِ جاناں کی قسم

دیکھ اے قیس اسے جامہ دری کہتے ہیں
تار باقی نہ رہا جیب و گریباں کی قسم

ہوگئی ختم نبوّت جو نبیؐ پر عثمانؔ
ہے یہ ایمان ازل سے مرا قرآں کی قسم

از خسرو شیرین سخن اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

غزل

(مطلع) زیر تربت بھی مرے دل کو جلانے کے لئے
آگئی باد صبا شمع بجھانے کے لئے

قصر دل تاکتی رہتی ہے بڑی رغبت سے
نگہہ ہوش ربا اور بھی ڈھانے کے لئے

وادئ عشق و محبت میں خدا حافظ ہے
مثل دل کوئی نہیں راہ بتانے کے لئے

رند اور شیخ کو ساقی کی نگاہ بدمست
دیتی ہے جام پہ جام اور پلانے کے لئے

دیکھتے دیکھتے پھر ہوا اسیر قفس
آگیا موسم گل یاد دلانے کے لئے

بلبلوں کے جگر و دل میں ہمیشہ کے لئے
رہ گئی باد خزاں آگ لگانے کے لئے

(مقطع) دونوں ہاتھوں سے ترے کاخ شرف میں عثمان
باری اب آگئی نوبت بھی بجانے کے لئے

مرتبہ محمد فاضل

کلام فصاحت التیام اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

غزل

محبت میں نہ دل باقی نہ ہے تاب و تواں باقی
ابھی حصے میں ہیں کیا جانے کیا کیا سختیاں باقی

گل و ریحان و سنبل سب خزاں میں ہو گئے رخصت
مگر بلبل کے لب پر رہ گئی آہ و فغاں باقی

شبِ دوشینہ کی بدمستیاں ہیں کیا کہوں ساقی
نکل آیا ہے دن اور ہے ابھی خوابِ گراں باقی

زبانِ شمع سے سنتا ہوں قصہ سوزِ الفت کا
شب آخر ہو گئی لیکن ابھی ہے داستاں باقی

خدا ہی کشتیِ دل کا ہے حافظ بحرِ الفت میں
نہ لنگر جس کا باقی ہے نہ جس کا بادباں باقی

سراغ آخر کو مل ہی جائے گا یارانِ رفتہ کا
غنیمت ہے جہاں تک ہے نشانِ کارواں باقی

سلاطینِ سلف سب ہو گئے نذرِ اجل عثماںؔ
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

مرقومہ محمد فاضل

از میجر جنرل والاشان پرنس آف برار نواب اعظم جاہ بہادر

ولیعہد سلطنت آصفیہ متخلص بہ اعظم

غزل

مار ہی ڈالا مجھے ناز و ادا سے پہلے
جان دینا ہی پڑا مجکو قضا سے پہلے

آمدِ فصلِ بہاری کی کرامت ہے نئی
گل کھلے جاتے ہیں گلشن میں صبا سے پہلے

نہیں اُمید کہ ہو دستِ مسیحا سے شفا
کام یاں ہو ہی گیا اپنا دوا سے پہلے

ہو گیا عشق میں اب خونِ جگر بھی اپنا
رنگ طرفہ ہوا پیدا یہ حنا سے پہلے

اے تقاضائے محبت میں تصدق تجھ پر
اثرِ آہ نمایاں ہے قضا سے پہلے

ہائے اوس شوخ جفا جو کے ستم کا انداز
اُس نے دی مجکو سزا بھی تو خطا سے پہلے

زمزم و کوثر و تسنیم سے تو اے اعظم
دھو لے منہ اپنا ذرا حمد و ثنا سے پہلے

از جنرل شہزادۂ والاشان نواب معظم جاہ بہادر
متخلص بہ شجیع

جشنِ سیمیں میں نیا رنگ جمانے کے لئے
نو بہار آئی گلِ تازہ کھلانے کے لئے

گل اگر جام بکف ہیں تو تعجب کیا ہے
عام فرمان ہے اب عیش منانے کے لئے

آج اترائی ہوئی بادِ صبا پھرتی ہے
زرِ گل صحنِ گلستاں میں لٹانے کے لئے

بوئے مے لیکے نسیمِ سحری آپہونچی
درِ میخانہ کھلا پینے پلانے کے لئے

نغمہ زن جوشِ طرب سے ہیں جو مرغانِ چمن
گل بھی ہنستے ہیں زمانہ کو ہنسانے کے لئے

نقرئی جشن کی تکمیل فلک نے کردی
چاند تارے بھی ہیں محفل کو سجانے کے لئے

شاہِ عثمان سلامت رہیں عالم میں شجیع
انکی ذات آیۂ رحمت ہے زمانے کے لئے

از نواب کاظم جاہ بہادر متخلص بہ کاظم

غزل

آئے ہیں صبح پر نور دکھانے کے لئے　　دل سے نقشِ غم اندوہ مٹانے کے لئے

ان پریزادوں سے سیکھے نہ شکار کوئی　　سر چڑھاتے ہیں نگاہوں سے گرانے کے لئے

دل ہی چھینے ہم سے جو لی وہ تو کوئی چیز نہیں　　درد اک دے گئے احسان جتانے کے لئے

ہے ادھر تیرِ نظر اور ادھر خنجرِ ناز　　کوئی پہلو ہی نہیں دل کے بچانے کے لئے

علم و حکمت میں سیاست میں اولوالعزمی میں　　فخر ہیں شاہِ دکن سارے زمانے کے لئے

بزم میں ساقیٔ کوثر کا خیال آیا ہے　　بادۂ خمِ غدیر آج پلانے کے لئے

لاج امت کی یہ تھی سبطِ پیمبر کاظم　　بدل آمادہ تھے سر اپنا کٹانے کے لئے

از نواب تقی جاہ بہادر متخلص بہ تقی

غزل

وہ جو آمادہ ہیں فتنوں کو جگانے کے لئے　　حشر کیا چال چلے رنگ جمانے کے لئے

زلف بکھری تھی عارض پہ اندھیرا چھایا　　رات آئی رخِ خورشید چھپانے کے لئے

میری افسردہ دلی سن کے ترس کیا آیا　　غنچے تھے قہقہے گلشن میں لگانے کے لئے

غمزہ و عشوہ گری کی نہ ضرورت کچھ تھی　　نازکافی تھا انہیں شوخ بنانے کے لئے

تسلی نہ دلاسا نہ کوئی چارہ گری　　آئے ہیں مفت کا احسان جتانے کے لئے

ابتدا عشق کی ہے حالتِ دل کیا کہیے　　انتہا کے ابھی صدمے ہیں اٹھانے کے لئے

مدعا ہے کہ مریں حسن پہ عشاق تقی　　دل بڑھاتے ہیں وہ شان اپنی بڑھانے کے لئے

از نواب ہاشم جاہ بہادر متخلص بہ ہاشم

غزل

چشم آمادہ ہے سیلاب بہانے کے لئے
عشق کی بھڑکی ہوئی آگ بجھانے کے لئے

جمع ہیں لالہ و گل ساغر و دل چنگ و رباب
جشنِ سیمیں کی خوشی آج منانے کے لئے

شاخِ گلشن پہ عنادل نے نشیمن باندھا
ہر گل و غنچہ سے دل اپنا لگانے کے لئے

آئے دنیا میں تھے کب اپنی رضامندی سے
رنج کس بات کا پھر کیجیے جانے کے لئے

ہوں وہ آلودۂ عصیاں کہ مجھے داورِ حشر
شرم آتی ہے ترے سامنے آنے کے لئے

چاہیے خامۂ نقاشِ ازل اے بہزاد
کسی انسان کی تصویر بنانے کے لئے

جز علی تھا نہ سزاوار کوئی اے ہاشم
دوشِ نبی بارِ امانت کو اٹھانے کے لئے

از نواب بشارت جاہ بہادر متخلص بہ بشارت

غزل

بحرِ نیرنگ کو کوزے میں دکھانے کے لئے
جام بھرتا ہے کوئی دور میں لانے کے لئے

نازشِ غنچہ و گل کی ہے حقیقت معلوم
حوصلہ چاہیے جامہ میں سمانے کے لئے

باغِ عالم میں جسے شوق ہو گل چینی کا
وہی آئے خلشِ خار اٹھانے کے لئے

ترجمانی مری اے دیدۂ گریاں کر دے
غایتِ سوزِ دلِ زار بتانے کے لئے

پھونکنے کو جگر و دل ہیں آہیں میری
سوزِ پروانہ پر و بال جلانے کے لئے

گرم نالوں سے ہے اس درجہ نشیمن میرا
برق کی تاب نہیں آنکھ ملانے کے لئے

چرخ سے کہہ دو بشارت کہ ہیں نالے دل کے
صورتِ حرفِ غلط بخت کو مٹانے کے لئے

از نواب سعادت جاہ بہادر متخلص بہ سعادت

رباعی

سیمین جشن نکو مبارک بادا — در نخل طرب نمو مبارک بادا
آید روزے کہ جشن زرین بینیم — ایں مژدہ ز چار سو مبارک بادا

غزل

تجھکو پھر کوئی ملے گا نہ ستانے کے لئے — میں غنیمت ہوں بہت ایسے زمانے کے لئے
پھول دے پھول کہ مستی کو ہے کافی ساقی — مے کو گر حکم نہیں ہاتھ لگانے کے لئے
کثرت حسرت و ارماں سے میں کیوں گھبراؤں — دل میں گنجائش عالم ہے سمانے کے لئے
مجھکو رسوائی کے پردے میں ہے شہرت حاصل — کیوں کہے مجھ سے کوئی عشق چھپانے کے لئے
لذت بیخودی عشق کہوں کیا ہمدم — ہوش آمادہ نہیں آپ میں آنے کے لئے
حسن کا رعب مجھے رخصت گفتار تو دے — میں بھی کچھ سوچ کے بیٹھا ہوں سنانے کے لئے
اے سعادت ہے مدام اسم علی ورد زباں — اپنی بگڑی ہوئی تقدیر بنانے کے لئے

جشنِ عثمانی
یادگار سلور جوبلی آصف سابع
سیرتِ شاہانہ
و
دورِ عثمانی کے درخشاں کارنامے
نوٹ
اس خصوصی نمبر کی تکمیل چونکہ بالکل قلیل مدت میں ہوئی ہے اس لئے دورِ عثمانی کے بہت سے کارنامے
درج نمبر نہ ہو سکے اس ادارہ سے آئندہ اشاعت پانے والے دوسرے مصوّر خصوصی نمبر "یادگارِ جوبلی کے شاہکار"
(جلد دوم) میں ان تمام ابواب مثلاً تعمیرات، عدالت، آبپاشی، آرایش، لاسلکی، ڈاکٹری، طب یونانی، سفر شاہانہ وغیرہ اور دیگر
کارناموں کو تفصیل وار تاریخی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے

از مولانا سید ناظر الحسن صاحب ہوش بلگرامی

حیات انسانی کی تاریخ پر غور کرنیوالے جانتے ہیں کہ کائنات کے موجودہ تمدن و تہذیب کا نظام ہزار ہا سال کی تدریجی ترقی کا نتیجہ ہے ابتدا میں جب انسان نے حیوانیت کی کچھ حدیں توڑنی شروع کیں اور لبوں کو نطق سے آشنا کیا اور کھلے میدانوں میں وحشت و بہیمت کی زندگی گزارنے کی بجائے منظم آبادیاں قائم کیں تو پہلے پہل اسکے نو آموز دماغ نے باہمی نزاعات اور آپس کی ناخوشگواریوں کو دور کرنے پر توجہ کی، جذبات انسانی کے جو پیچ و خم آج حیات بشری کے شریک غالب ہیں وہی ابتدائے آفرینش کے معصوم اور بھولے بھالے انسان کی فطرت میں کارفرما تھے اسلئے اسکی ضرورت ہوئی کہ ایک ایسے دماغ کا انتخاب کیا جائے جو انسانیت کی سطح کو ناہمواریوں سے بچا سکے اور غیر سنجیدہ احساسات کو عقل سلیم کی حدوں سے آگے نہ بڑھنے دے، یہی پیغمبروں کی بعثت کا راز ہے اور یہی حکماء و عقلاء کی تخلیق کا بنیادی سبب ہے جنھوں نے انسان کو روحانی ارتقاء کی حقیقتیں سمجھائیں، جنھوں نے سیرت و کردار کے گر سکھلائے، جنھوں نے سرداری اور حکمرانی کی داغ بیل ڈالی اور جنھوں نے انسان گوئیکی اور خوش اخلاقی کی حدوں میں رکھا

جس شخصیت کو سردار یا حکمران تسلیم کیا جاتا تھا وہ ایسی ہوتی تھی جسمیں احکام و انتظام کی خصوصیات، عقل و علم کے احساسات اور تدبیر و تعمیر کے ارادات عام انسانوں کے مقابلہ میں پایندہ اور قوی تر پائے جاتے تھے، جیسے جیسے تہذیب و تمدن کے دائرے پھیلتے گئے نظام عالم کے حدود بھی وسیع ہوتے گئے اسلئے رفتہ رفتہ اس نظام نے ایک مستقل صورت اختیار کرلی اور ایک راعی کی شخصیت کو ماننے اور ایک رہبر کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر انسانیت کو مجبور ہونا پڑا۔

عہد گزشتہ کی تاریخ حکمرانی آپکو بتائیگی کہ نوع انسان کے وہی ارباب دولت دنیا میں حیات ابدی پاسکے ہیں جنھوں نے اپنے ذمہ داریوں کو محسوس کیا جنھوں نے اپنے ممالک کی علمی اور اخلاقی سطح کو ہموار کیا، جنھوں نے خود اپنی سیرت سے ایک عالم کو نیکی اور اخلاق کا عملی درس دیا، ایسے لوگ ہر قوم اور ہر ملک میں ہوتے آئے ہیں اور فطرت کی یہ عالمگیر فیاضی ہر خشک و تر کو سیراب کرتی رہی ہے، یاد ش بخیر، اسلامی حکومتوں کے وہ عالی فطرت حکمراں ابھی دنیا کے حافظوں سے محو نہیں ہوئے ہیں جنھوں نے قرطبہ و بغداد کی جیسی درسگاہیں قائم کیں، جنھوں نے جامعہ ازہر سے دریائے نیل کے تٹ آباد کئے، جنھوں نے آتش کدوں کو ٹھنڈا کیا، جنھوں نے ابا صوفیہ کی آرزوئے توحید پوری کی، جنھوں نے بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیے، جنھوں نے غلاموں کے سر پر تاج رکھا، جنھوں نے گنگا جل کو آب زمزم سے ملا دیا، جنھوں نے گلہ بانوں کو دنیا کا راعی بنایا جنھوں نے دنیا کے بعید گوشوں سے بھی
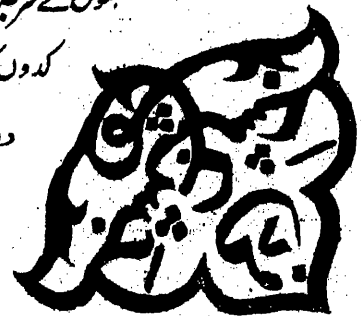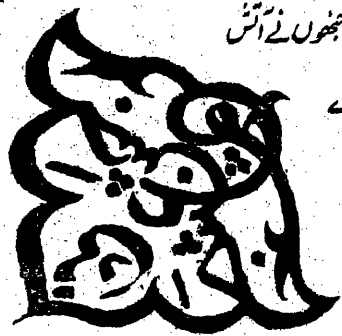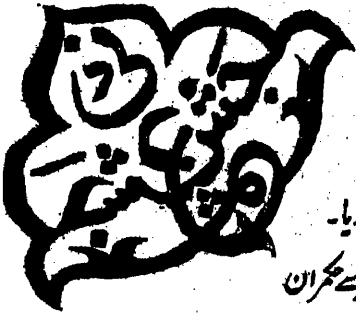
تاریکیوں کے پردے اٹھا دئے، جنھوں نے یورپ کو تہذیب کو آئین سکھلائے، جنھوں نے ایشیا کو جینے کے ڈھنگ بتلائے اور جنھوں نے آفریقہ میں اپنی سطوت کے ڈنکے بجوائے اور اپنی بادیہ پیمائی سے ہندوستان ایسے خطہ کو بھی نہ معلوم کیا سے کیا بنا دیا۔

اسلام نے جو نظام تمدن دنیا کو دیا تھا انہیں احساس فرض کو پہلی جگہ دی گئی ہے اور اسی لئے ایسے حکمران جو اسلامی تعلیمات کو اپنا نصب العین بنا کر اپنے فرائض ادا کرتے رہے ہیں انکی مبارک زندگیاں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ:-

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تاریخ انہیں بھلا نہیں سکتی، موت ان پر قابو پا نہیں سکتی اور گردش زمانہ انہیں مٹا نہیں سکتی، لیکن تاریخ اقوام و ملل کا ہر ورق بتاتا ہے کہ اقبال کا ابر گہر بار کسی قوم پر مسلسل نہیں برستا، مسلمان بھی زمانہ کے اس مستقل آئین سے محفوظ نہ رہ سکے اور دورِ آخر میں عنانِ سلطنت ایسے ہاتھوں میں چلی گئی جو نہ سیاست کے ماہر تھے اور نہ ملک کی ترقی کے راز جانتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی صدیوں کی سطوت و جلالت کو لہو لعب میں گم کر دیا۔ عرب کے ایمان والے، عراق میں خون بہانے والے، ترکی کے بہادر، اسپین کے غازی، ایران کے صف شکن، مصر کے مجاہد اور ہندوستان کے مردان کارزار اب کہاں ہیں، زمانہ کا ورق الٹ چکا، ہواؤں کا رخ بدل چکا، نہ بابر کی فتحمندی رہی، نہ اکبر کی وسیع المشربی، نہ جہانگیر کی رندانہ عدل گستری رہی اور نہ عالمگیر کی مذہبی عالی خیالی ع

نہ اب وہ زمیں ہے نہ وہ آسماں ہے

لیکن اسی کے ساتھ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فطرت اپنی طرف سے نوع انسان کی تعمیر و ترقی میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتی اور جب دنیا جہل و باطل کی تاریکیوں میں گم ہو جاتی ہے تو پھر کسی کو خلعت حیات سے آراستہ کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ بگڑے ہوئے آئین حیات کو بدل دے اور بکھرے ہوئے اجزائے ہستی کو مرتب کر دے، جادہ اعتدال سے نکلی ہوئی عیش و عشرت کو بھٹکے ہوئے دماغوں سے نکالدے اور نیند کی ماتی دنیا کو از سر نو بیدار کردے۔ سرزمین ہند مدت سے کسی ایسی ہستی کی محتاج تھی جو اسکے کھوئے ہوئے عہد کو زندہ کر دے اور جو اس کی مرجھائی ہوئی فضا کو تازگی بخش دے، فطرت نے آخر اس ضرورت کا احساس کیا اور افق دکن سے **اعلیحضرت** میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ کا آفتاب اقبال طلوع ہوا، جن کی سیرت کی بلندی اور عقل و فراست کی ہمہ گیری نہ صرف دکن اور اہل دکن کے لئے لائق فخر بن گئی بلکہ اس کا غلغلہ دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک پہنچ کر رہا، بہمنی بھی گزرے اور عادل شاہی بھی، بریدیوں نے حکومت کی اور قطب شاہیوں نے بھی، لیکن ان کو بخت و اتفاق سے جو زمانہ ملا تھا اس سے عہد حاضر کا مقابلہ کیجئے اور پھر سوچئے کوئی ہے جو سلسلہ آصفجاہی کے اقبال مند بادشاہ کی علمی برتری فراست و دانائی کی ہمسری کر سکے۔

جن لوگوں نے **اعلیحضرت** کی سیرت شاہانہ کا مطالعہ غور و فکر سے کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ میں اپنے اس ادعا میں کسقدر حق بجانب ہوں مگر کیا آپ نے کبھی اس کے اسباب پر بھی غور کیا ہے کہ سطوت و عظمت اور جاہ و جلال قدرت کسی کو بلا وجہ سونپ دیتی ہے، یقین کیجئے کہ یہ نام و نمود اس نیکی و نکوکاری، اس دانشمندی اور ہوشیاری اور اس علم و خبرداری کا نتیجہ ہے جو عہد حاضر میں حضرت اقدس و اعلیٰ کی ذات کیلئے مخصوص ہیں۔

میں آج کی صحبت میں حضرت بندگانعالی کے بعض وہ روز آنہ مشاغل بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں جن پر عام نظریں نہیں پڑتی ہیں اور دکھلانا چاہتا ہوں کہ باوجود اس سطوت شاہانہ کے حضرت اقدس و اعلیٰ کی سادہ زندگی، فرض شناسی، باخبری و نکوکاری کا کیسا مکمل نمونہ ہے اور قدرت نے کیسے کیسے اوصاف حمیدہ اور خصائل برگزیدہ حضرت پیر و مرشد کی ذات گرامی میں جمع کر دئے ہیں۔ باور کیجئے کہ سیرت شاہانہ پر جسقدر غور کرتا ہوں اوسی قدر مجھ پر اپنی گمراہانہ روش کے نقائص ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور میں نہ جانے کتنی مرتبہ اپنے اخلاق و عادات پر نفرین کرتا ہوں، کاش اسیطرح برادران ملک بھی اپنے آقا کے اسوۂ عالی پر چلنے کی توفیق حاصل کریں اور اسی کو اپنے لئے مشعل ہدایت بنائیں۔

مرتبہ محمد فاضل

دستگیریاں

آپ جانتے ہیں کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ممالک میں بھی حضرت اقدس و اعلیٰ کا فیض عام مصروف دستگیری ہے، جہانتک میں نے غور کیا ہے، مدرسوں، خانقاہوں، معابد و مساجد، بزرگان مذہب اور اہل علم کیلئے جسقدر وظائف بلا امتیاز مذہب و ملت عہد عثمانی میں عطا ہوئے ہیں وہ کسی زمانہ ماضی میں نہیں ہوئے، شاید کوئی ایسا ہو جو آستانہ عثمانی سے محروم پھرا ہو، جس کسی کے علم و فضل کی بلندی اور اخلاق و عادات کی برتری نگاہ سلطانی میں کبھی وہ کسی نہ کسی قسم کا صلہ پا کر رہا، کسی کے نام وظیفہ جاری فرما دیا گیا، کسی کو ملازمت دیدی گئی، غرض وہ کیا گیا جو ایک بیدار فطرت کا احساس کر سکتا تھا، اسی کے کیساتھ کفایت شعاری کے بھی عاقبت اندیشانہ اصول کو پیش نظر رکھا اور اس لئے رکھا کہ زمانے کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے ابنائے ملک مسرفانہ حماقتوں میں گرفتار نہ ہو جائیں اور انہیں اطمینان سے جینے کا موقع ملے، کفایت شعارانہ زندگی نہ صرف حسن ہے بلکہ زندگی کا اولین اصول ہے جس کو عقلا جزو ضروری سمجھتے ہیں۔

اخلاق سلطانی

میری ناچیز زبان اُن اخلاق شاہانہ کو کیا بیان کر سکے گی جنہیں فطرت نے انسانی ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے اور جو تمام تر عہد اول کی اسلامی محبت و ہمدردی کا ایک عملی ثبوت ہے، پیکر اخلاق بادشاہ کسی کو دھوپ میں کھڑا رہنا گوارا نہیں فرماتے، برساتی پانی میں کسی کے بھیگنے کو جائز نہیں رکھتے، ملازمین میں سے اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو اسے فوراً آرام لینے کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں۔ اور خدمت گزاروں کے ایک ہجوم کے ہوتے ہوئے (جو ہمہ وقت بنا کھڑا رہتا ہے) سلطان دکن اپنی معمولی ضرورتوں کی تکمیل خود فرماتے ہیں، کاغذات کی رسید دست مبارک سے تحریر فرمائی جاتی ہے، یہاںتک کہ لفافوں کو گوند سے خود بند فرماتے ہیں، بار بار کرسی سے اُٹھنے کی زحمت کا ذرا بھی خیال نہیں فرمایا جاتا، پاکیزگی اور طہارت کا اسدرجہ لحاظ ہے کہ دست مبارک بار بار دھولئے جاتے ہیں۔

تیمارداریاں اور بزرگ و خرد کا پاس

شہزادگان بلند اقبال میں سے خدا نا کردہ کسی کی طبیعت ناساز ہو تو تیمارداری ذات شاہانہ سے فرمائی جاتی ہے اور اس طرح فرمائی جاتی ہے کہ اپنی راحت و آرام کی بھی مطلق پروا نہیں ہوتی، خود علاج کا انتظام، غذا کی فراہمی، غرض ہر چیز شاہانہ حکم و ہدایت کے ماتحت کیجاتی ہے، اولاد کی تمام ضرورتیں، محلات کی تمام خواہشیں سب "حکم نگاہ" سے پوری ہوتی رہتی ہیں اور کوئی ایسی جنبش نہیں ہے جس کی اطلاع پیشگاہ اقدس میں نہ ہوتی ہو اسی طرح چھوٹوں کا لحاظ اور بڑوں کا احترام اس طرح کیا جاتا ہے کہ اسلامی آداب کی شائستگی تاریخ کے اوراق میں بے چین نظر آتی ہے، والدۂ معظمہ کے ادب و لحاظ میں خسرو دیجاہ ایک مسلمان سعادت مند بیٹے کے سادہ لباس میں جلوہ گر رہتے ہیں جب والدۂ معظمہ کا سامنا ہوتا ہے تو ناممکن ہے کہ ماں کی عظمت کو جاننے والے خسرو عالم پناہ اُن سے سبقت کرنے کی جسارت فرما سکیں، یقین کیجئے کہ انیسویں صدی کے اِس سرکش زمانہ میں پاس و لحاظ کی یہ صورت معمولی گھرانوں میں بھی نظر نہیں آتی۔

مذہب کا احترام

کبھی پاؤں پر پاؤں رکھکر مذہبی تذکرہ نہیں فرمایا جاتا، اسمائے محمودہ اور اسمائے حُسنیٰ اسوقت زبان پر نہیں آسکتے جب سگریٹ نوش فرمایا جا رہا ہو، مذہب کے شیدائی بادشاہ ہمیشہ اُن موقعوں پر مودب ہو جاتے ہیں جب بزرگان دین کے اسمائے مبارک زبان پر آتے ہیں، یا خدا اور رسول کا تذکرہ کیا جاتا ہے، آپ جانتے ہیں کہ اسلامی تہذیب کے یہ آداب دنیا میں اب مفقود ہیں، میری نظر میں تو کوئی ایسا نہیں ہے جو ان خصائل حمیدہ کا اس خلوص نیت سے پابند ہو اور اُن پر اس سختی کیساتھ عمل کرتا ہو۔

خاصہ

خدام سلطانی صبح کو بیداری کے بعد نہایت مختصر ناشتہ فرماتے

ہیں اور حسب رواج دوپہر اور شام کو خاصہ تناول فرمایا جاتا ہے جسکی مقدار اسقدر قلیل ہوتی ہے کہ شاید پانچ سال کی عمر کے بچے بھی اس سے زیادہ کھاتے ہونگے، میں نے بعض کتابوں میں پڑھا تھا کہ بڑے بڑے عالی دماغ انسان اور اہل اللہ کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ دماغ کو تازہ رکھنے اور ذکر و شغل میں مصروف رہنے کے لئے غذا صرف اوسی قدر استعمال کرتے تھے جس سے پیٹ کی فطری بے چینی دور ہو جائے، حفظان صحت کے اصول بھی اسی کے موید ہیں، کسی فارسی شاعر کا یہ شعر بھی مشہور ہے کہ

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است ؛ تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

لیکن صرف یہ پڑھا اور سنا تھا میں نے تو کسی کو بھی نہ دیکھا کہ غذائیں "برائے زیستن و ذکر کردن است" پر عمل ہو، میں نے تو سبھی کو "زیستن از بہر خوردن است" کی عامیانہ کیفیات میں گرفتار پایا، الا حضرت بندگانعالی کہ وہ صرف "برائے زیستن و ذکر کردن است" کے فلسفہ پر بلا ناغہ عامل ہیں۔

دسترخوان شاہی پر طرح طرح کی شریفانہ نعمتیں چنی ہوتی ہیں، میں نے دیکھا کہ حضرت بندگانعالی اُن کو صرف بطور ذائقہ چکھ لیتے ہیں اور جسقدر رخاصہ ہوتا ہے وہ وابستگان دولت میں تقسیم ہو جایا کرتا ہے، کسی دن کسی کو، اسطرح شاہانہ عنایات کا اظہار ہوتا رہتا ہے، غذائیں بالعموم بہت سادہ ہوتی ہیں، جن کی تیاری میں حفظان صحت کے طبی اصولوں کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے، مرچ برائے نام اور ترشی صرف اتنی ہوتی ہے کہ مشکل سے محسوس کیجاسکتی ہے لیکن اس سادگی کے باوجود ہر چیز ایسی لطافت اور نفاست کے ساتھ تیار کیجاتی ہے کہ ایک مرتبہ اسکے ذائقہ سے آشنا ہو کر زبان مدتوں تک چٹخارے لیتی رہتی ہے پراٹھوں پر ریشمی رومالوں کا شبہ ہوتا ہے اور بالائی تو اسقدر لطیف تر ہوتی ہے کہ مبادا یہ انسان تو اسے کھاتے کھاتے جان دیسکتا ہے اور یہ کہکر دیسکتا ہے کہ ایسی شیریں موت کہاں نصیب ہو سکتی ہے، بیضاوی پتوں کی شکل کے کباب ایسے لذیذ و خستہ ہوتے ہیں جن کی تعریف قلم کی نا واقف زبان کیا کر سکتی ہے، غرض ہر غذا اپنی خصوصیات خاصہ کے لحاظ سے منفرد ہوتی ہے معمولاً تو سگریٹ نوش فرماتے ہیں لیکن خاصہ کے بعد حقہ نوش فرمایا جاتا ہے، کافی اور چاء سے رغبت کافی ہے، غرض حضرت جہاں پناہی کا ہر عمل ایک ایسا درس ہے جسے دیکھ دیکھکر انسان اپنی عقلی اور ذہنی خامیوں کو "دور باش" کہہ سکتا ہے۔

کاروبار مملکت

بیداری اور ناشتہ کے بعد دس بجے تک خادمان بارگاہ کو شرف باریابی عطا ہوتا ہے اوس کے بعد قلم تحریر کی سے عقدہ کشا انگلیاں کھیلتی رہتی ہیں، ملاقاتوں کی تفریحی گفتگو کے دوران میں بھی ایسے حکیمانہ اور ادیبانہ نکتے ارشاد فرمائے جاتے ہیں کہ بیساختہ استقلال ذہنی کی داد دینی پڑتی ہے، سرکاری معاملات میں بڑے سے بڑا انگریزی یا اردو مسودہ برداشتہ قلم تحریر فرمایا جاتا ہے، دفتر پیشی سے جو کاغذات ۵ بجے تک پیش ہوتے رہتے ہیں وہ آج کل پر نہیں رکھے جاتے بلکہ اوسیوقت بلا کسی ادنی فکر و تامل کے ہر مقدمہ کی حقیقت کو سمجھکر تجویز فرما دیجاتی ہے اور ایک سرسری نظر مقدمہ کی جزئیات تک سے واقف کرا دیتی ہے، ۵ بجے کے بعد سواری مبارک علیا حضرت والدۂ معظمہ کے قصر کیطرف روانہ ہو جاتی ہے جہاں سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے اندر مراجعت فرمائی کے بعد ۱۰ بجے شب تک دماغ سلطانی ملکی نظم و نسق اور معمولی کاروبار کی تکمیل میں مصروف رہتا ہے۔

سیاسی دماغ

کون نہیں جانتا کہ حکومت آصفیہ میں سیاسیات کا ایک مکمل محکمہ قائم ہے لیکن اوسکی گتھیاں سوائے ناخن سلطانی کے اور کون سلجھا سکتا ہے بڑے بڑے اہم اور سنجیدہ ملکی اور خارجی مسائل میں حضرت اقدس و اعلی کی صائب رائے مشعل ہدایت کا کام دیتی ہے اور شعبہ کے ارباب حل و عقد بندگانعالی سے مشورہ کے بعد ہی اپنے فرائض کے بار سے سبکدوش ہو سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ سیاسی مسایل میں روشن دماغی کا یہ عالم ہے کہ اکثر اوقات ادنی غور و فکر سے اُس کی تہ پر پہنچ جاتے ہیں اور نتیجہ ہاتھ باندھکر مودبانہ سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔

اور پھر لطف یہ ہے کہ ایسا کوئی پہلو فکر عالی سے نہیں چھوٹتا جس کسی مسئلہ سے کوئی دور کا تعلق بھی ہو

یہ ہے نہایت مختصر روئداد بندگانعالی کے روزآنہ مشاغل کی جنھیں
میرا کمزور حافظہ محفوظ رکھ سکا، آپ نے دیکھا کہ بیداری کے بعد سے تا استراحت
کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں ذات شاہانہ کسی نہ کسی کام میں مصروف نہ رہتی
ہو اور پھر سادگی کا یہ عالم ہے کہ نشست میں ایک کرسی پر رونق افروزی ہوتی ہے،
نہ وہاں میز ہے اور نہ کوئی اور سامان آرائش، قرون اولی کی سادگی در و دیوار سے ظاہر ہوتی ہے، اسی کرسی پر
بیٹھے بیٹھے امور سیاست کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں، حقائق و معارف کے دریا بہائے جاتے ہیں، علم و اخلاق کی شرح کیجاتی
ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی کو انسان بننے کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔

ناممکن ہے کہ بارگاہ سلطانی میں کسی کو شرف باریابی عطا ہو اور وہ اپنے دل پر اخلاق خسروی کا ایک گہرا
نقش لیکر واپس نہ ہو، علم و فضل کا اثر لیکر نہ جائے، ہر شخص کو اسکے مرتبہ، وجاہت اور علم و عقل کے لحاظ سے شرف ہمکلامی
بخشا جاتا ہے، اگر جوانوں کو اس فریبستان رنگ و بو کے نتائج سے آگاہ کیا جاتا ہے تو سن رسیدہ اشخاص کو عاقبت کی
ابدی زندگی کے اسرار بتائے جاتے ہیں۔ باخبری کا یہ عالم ہے کہ جس طرح محل شاہی کے ہر گوشہ کی حالت طبع عالی پر بر ہن
ہوتی ہے، کون بیمار ہے کون اچھا ہے، کس کو کس چیز کی ضرورت ہے، کہاں کس قسم کی دوا جانی چاہیے، کیسی غذا درکار ہے،
غرض پورا انتظام ذات شاہانہ کی ہدایت اور رہنمائی میں ہوتا ہے، بالکل اسی طرح شہر کے چپہ چپہ کا حال حضرت بندگانعالی کو
معلوم ہے۔ شہر کے اشراف و اعیان کی حالت، ان کے مزاج کی رفتار، ان کا طریقہ معیشت نگاہ سلطانی سے پنہاں نہیں ہے،
ارباب اقتدار اور ارکین سلطنت کے استعداد و فکر علمی لیاقت اور سلیقہ کاروبار سے بھی حضرت جہاں پناہی باخبر ہیں۔

یوں تو حضرت بندگانعالی کا دردمند دل اپنے حدود سلطنت میں بسنے والے ہر انسان کا دکھ
محسوس فرماتا ہے لیکن امرا و ارکین سلطنت کے یہاں جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو ذات شاہانہ حد درجہ ملول
ہو جاتی ہے اور اس خانوادہ شاہی کی روایات قدیم کے خلاف شرع اسلامی کے لحاظ سے میت میں شرکت سے
بھی تامل نہیں فرمایا جاتا اور قدم دو قدم نہیں بلکہ میلوں پیدل چلے جاتے ہیں۔ پسماندگاں کی تشفی جس انتہائی ہمدردی
سے کیجاتی ہے، اس سے انکے آنسو خشک ہو جاتے ہیں، دل قابو میں آجاتا ہے۔ اور یاس دور ہو جاتی ہے، اسی طرح شادی کو
کے موقعوں پر بھی اہل شادی کی مسرت و شادمانی کو دوبالا فرما دیا جاتا ہے، یہ ہیں آپ کے امیر المسلمین کے اخلاق، جن
پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔

مذہبی رواداری کے اعتبار سے خسرو دکن کا مرتبہ اسقدر بلند ہے کہ عہد حاضر میں اسکی مثال دنیا کا کوئی
حکمران خاندان پیش نہیں کر سکتا، عیسائی ہوں یا مسلمان، ہندو ہوں یا پارسی سب کو یکساں نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور
سب کی حاجتیں پوری کیجاتی ہیں باوجودیکہ اپنے عقائد کی یہ پابندی ہے کہ مجلس عزا میں حسین مظلوم کی صف ماتم میں محزون و مغموم
نظر آتے ہیں اور محفل میلاد میں اپنے پیغمبر برحق کی ولادت باسعادت کی خوشیاں منانے میں سب سے پیش
پیش ہوتے ہیں، مساجد میں نماز کیلیے سربسجدہ ہو کر اس طرح اپنی عبودیت کا اظہار فرماتے
ہیں کہ بادشاہ تو ایک طرف کوئی ادنی بندہ بھی طاعت کا حق اس طرح ادا
نہ کر سکیگا۔

یہ ہے نہایت مختصر روئداد بندگانعالی کے روزانہ مشاغل کی جنھیں میرا کمزور حافظہ محفوظ رکھ سکا، آپ نے دیکھا کہ بیداری کے بعد سے تا استراحت کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں ذات شاہانہ کسی نہ کسی کام میں مصروف نہ رہتی ہو اور پھر سادگی کا یہ عالم ہے کہ نشست میں ایک کرسی پر رونق افروزی ہوتی ہے، نہ وہاں میز ہے اور نہ کوئی اور سامان آرائش، قرون اولی کی سادگی در و دیوار سے ظاہر ہوتی ہے، اسی کرسی پر بیٹھے بیٹھے امور سیاست کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں، حقائق و معارف کے دریا بہائے جاتے ہیں، علم و اخلاق کی شرح کیجاتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی کو انسان بننے کی توفیق عطا کی جاتی ہے۔

ناممکن ہے کہ بارگاہ سلطانی میں کسی کو شرف باریابی عطا ہو اور وہ اپنے دل پر اخلاق خسروی کا ایک گہرا نقش لیکر واپس نہ ہو، علم و فضل کا اثر لیکر نہ جائے، ہر شخص کو اسکے مرتبہ، وجاہت اور علم و عقل کے لحاظ سے شرف ہمکلامی بخشا جاتا ہے، اگر جوانوں کو اس فرہستان رنگ و بو کے نتائج سے آگاہ کیا جاتا ہے تو سن رسیدہ اشخاص کو عاقبت کی ابدی زندگی کے اسرار بتائے جاتے ہیں۔ باخبری کا یہ عالم ہے کہ جس طرح محل شاہی کے ہر گوشہ کی حالت طبع عالی پر مبرہن ہوتی ہے، کون بیمار ہے کون اچھا ہے، کس کو کس چیز کی ضرورت ہے، کہاں کس قسم کی دوا جانی چاہیے، کیسی غذا درکار ہے، غرض پورا انتظام ذات شاہانہ کی ہدایت اور رہنمائی میں ہوتا ہے، بالکل اسی طرح شہر کے چپہ چپہ کا حال حضرت بندگانعالی کو معلوم ہے۔ شہر کے اشراف و اعیان کی حالت، ان کے مزاج کی رفتار، ان کا طریقہ معیشت نگاہ سلطانی سے پنہاں نہیں ہے، ارباب اقتدار اور اراکین سلطنت کے استعداد و فکر علمی لیاقت اور سلیقہ کار و بار سے بھی حضرت جہاں پناہی باخبر ہیں۔

یوں تو حضرت بندگانعالی کا درد مند دل اپنے حدود سلطنت میں بسنے والے ہر انسان کا دکھ محسوس فرماتا ہے لیکن امراء و اراکین سلطنت کے یہاں جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو ذات شاہانہ حد درجہ ملول ہو جاتی ہے اور اس خانوادہ شاہی کی روایات قدیم کے خلاف شرع اسلامی کے لحاظ سے میت میں شرکت سے بھی تامل نہیں فرمایا جاتا اور قدم دو قدم نہیں بلکہ میلوں پیدل چلے جاتے ہیں۔ پسماندگاں کی تشفی جس انتہائی ہمدردی سے کیجاتی ہے، اس سے انکے آنسو خشک ہو جاتے ہیں، دل قابو میں آجاتا ہے۔ اور یاس دور ہو جاتی ہے، اسی طرح شادی کے موقعوں پر بھی اہل شادی کی مسرت و شادمانی کو دوبالا فرما دیا جاتا ہے، یہ ہیں آپ کے امیر المسلمین کے اخلاق، جن پر جتنا بھی ناز کیا جائے کم ہے۔

مذہبی رواداری کے اعتبار سے خسرو دکن کا مرتبہ اسقدر بلند ہے کہ عہد حاضر میں اسکی مثال دنیا کا کوئی حکمران خاندان پیش نہیں کر سکتا، عیسائی ہوں یا مسلمان، ہندو ہوں یا پارسی سب کو یکساں نظروں سے دیکھا جاتا ہے اور سب کی حاجتیں پوری کیجاتی ہیں باوجود اس کے اپنے عقائد کی یہ پابندی ہے کہ مجلس عزا میں حسین مظلوم کی صف ماتم میں محزون و مغموم نظر آتے ہیں اور محفل میلاد میں اپنے پیغمبر برحق کی ولادت باسعادت کی خوشیاں منانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں، مساجد میں نماز کیلیے سر بسجدہ ہو کر اس طرح اپنی عبودیت کا اظہار فرماتے ہیں کہ بادشاہ تو ایک طرف کوئی ادنی بندہ بھی طاعت کا حق اس طرح ادا نہ کر سکیگا۔

انسانی ہمدردی کا یہ عالم ہے کہ عفو و کرم کے بحر موّاج کے سامنے
عتاب و خطاب کی ناتواں لہریں ہمیشہ سسکتی نظر آتی ہیں، ملازمین اور خدام
کی بے راہ روی پر ہلکا سا عتاب بھی ہوتا ہے لیکن صرف انکی اصلاح اور احتیاط
کے جذبات کو چونکانے کے لئے تخریب یا تباہی کا خیال ضمیر منیر میں کبھی آتا ہی نہیں،

غرض حضور اقدس و اعلیٰ کا خالص اسلامی شعار ناخوشی کے بعد عفو کے بہانے ڈھونڈھتا ہے، کسی اور بادشاہ کی سیرت بھی ایسی نظر آتی ہے جس میں طنطنہ خسروی کے ساتھ ایسا فقر و استغنا بھی ہو، جس میں دبدبہ سلطانی کے دوش بدوش یہ اخلاق و انکسار بھی ہو، جس میں باوجود تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کے انسانیت کا اس درجہ احترام بھی ہو، دنیا مامون کی عالمانہ شخصیت کا تذکرہ کرتی ہے، کاش وہ دیکھ سکے کہ خسرو دکن کی عالی سیرت علم و عقل کے کس مرتبہ پر فائز ہے، زمانہ اکبر کی رواداری کا گیت گاتا ہے کاش اسے معلوم ہو کہ عہد حاضر میں اکبر کے جانشین کی صفات کس بلند نقطے پر قائم ہیں۔

میں تو یہ کہونگا اور ببانگ دہل کہونگا کہ عہد گذشتہ کے تمام بادشاہوں کے فضائل اعلیٰحضرت میر عثمان علیخان خسرو دکن کی ذات گرامی میں جمع کر دئے گئے ہیں، میرے دوستو! سنو اور کان لگا کر سنو کہ تمہارا بادشاہ تمہارا بادشاہ ہی نہیں رحم و کرم کا مجسمہ اور اخلاق و ہمدردی کا پیکر ہے، علم و فضل کی دیوی اس کے آستانے کو بوسہ دیتی ہے، اور میدان سیاست میں اس کی یکہ تازی بڑے سے بڑے حریفوں کے حواسوں میں ابتری پیدا کر دیتی ہے، وہ اگر نثر میں فیضی دوراں ہے تو نظم میں عرفی و نظیری کا ہمسر، یہ ہی نہیں بلکہ ان کے لئے بھی تجاہل رشک، نفس امارہ کی گرفت سے آزاد اور عیش فانی کی فضولیوں سے دور، مذہبیات کے صحیح مجتہد اور رواداری کے بادشاہ ہیں۔ کیا پوچھنا اس دولت ابد مدت کا اور کیا کہنا اس خوش نصیب ملک کا جس کو ایسا حکمران نصیب ہو، اب آؤ اور میرے ساتھ اپنے بادشاہ کی عمر و اقبال کی دعا کے لئے ہاتھ اٹھاؤ اور اپنے بادشاہ کی مبارک زندگی کی تقلید سے اپنے افعال و کردار کی اصلاح کرو۔ اس سے تم زندگی کا مقصد حاصل کر سکو گے اور اپنے اطوار کا ایک نہ مٹنے والا نقش صفحۂ کائنات پر چھوڑ سکو گے۔

(بقیہ حصہ مضمون)

انسداد خرافات صفحہ نمبر (۱۰۷)

(۱۳) پہلے حیدرآباد میں مرغ بازی، بٹیر بازی، بلبل بازی وغیرہ کا عوام کو اسقدر شوق تھا کہ ہمہ تن سکم پا نتو جانوروں کو لڑا کر حسب استطاعت بڑی بڑی شرطیں باندھی جاتی تھیں اور اسمیں زیادہ تر فارغ البال طبقہ ہی مشغول تھا۔ حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنے عہد میں باتباع اس حدیث شریف کے جو ابو داؤد میں ہے کہ سرکار دو عالم صلعم نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے قطعاً ممانعت فرمادی۔ (۱۴) قمار خانوں کی مسدودی (۱۵) شوارع عام پر گداگری کی ممانعت (۱۶) نیز ہر قسم کے لغویات، اسرافات، منکرات پر حسب ضرورت بندش و مواقع انسدادات کئے گئے۔ تاکہ رعایا کی اخلاقی پستی دور ہو جائے۔ ان ضروری انسدادات و نگرانی کا بدیہی نتیجہ ہے کہ اب اہل حیدرآباد تہذیب و شائستگی کا قابل فخر نمونہ ہیں (۱۷) شرعی احکام کی حمایت کیا۔ خلاف شرع تہوار و رسوم و دیگر خرافات کی ممانعت۔ (۱۸) ذی وجاہت خاندانوں کے نوجوان افراد کے نازیبا افعال کی فرمان مبارک کے ذریعہ معقول اصلاح کیگئی اور ان کے تعیش پر نگرانی۔ (۱۹) اوراق متبرکہ کی حرمت کا مستقلاً معقول انتظام کیا گیا۔ (۲۰) قبور کی حرمت کا علحدہ پر انتظام کیا گیا۔ قبرستانوں کی حصار بندی کیجا کر بے حرمتی سے محفوظ کیا گیا۔ ....

نقشہ ممالک محروسہ سرکار عالی
شمال
ضلع جلگاؤں
ضلع اکولہ
ضلع چاندہ
ضلع گوداوری
ضلع کرشنا
ضلع گنٹور
ضلع کرنول
ضلع بلاری
شرح
علامات
مستقر ضلع
مستقر تعلقہ
ندی و دریا
ریلوے لین
حدود تعلقہ
ضلع

مرتبہ محمد فاضل
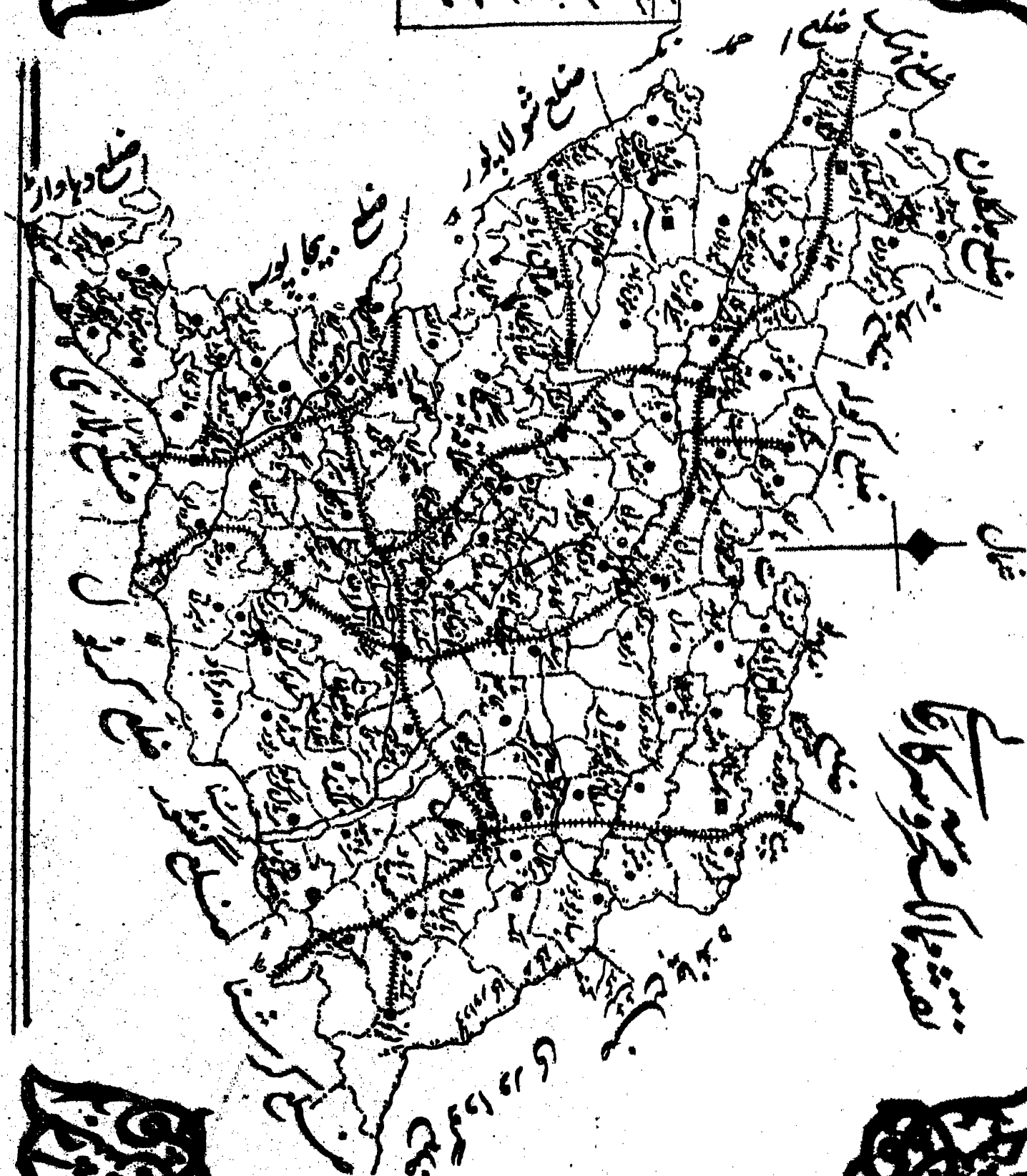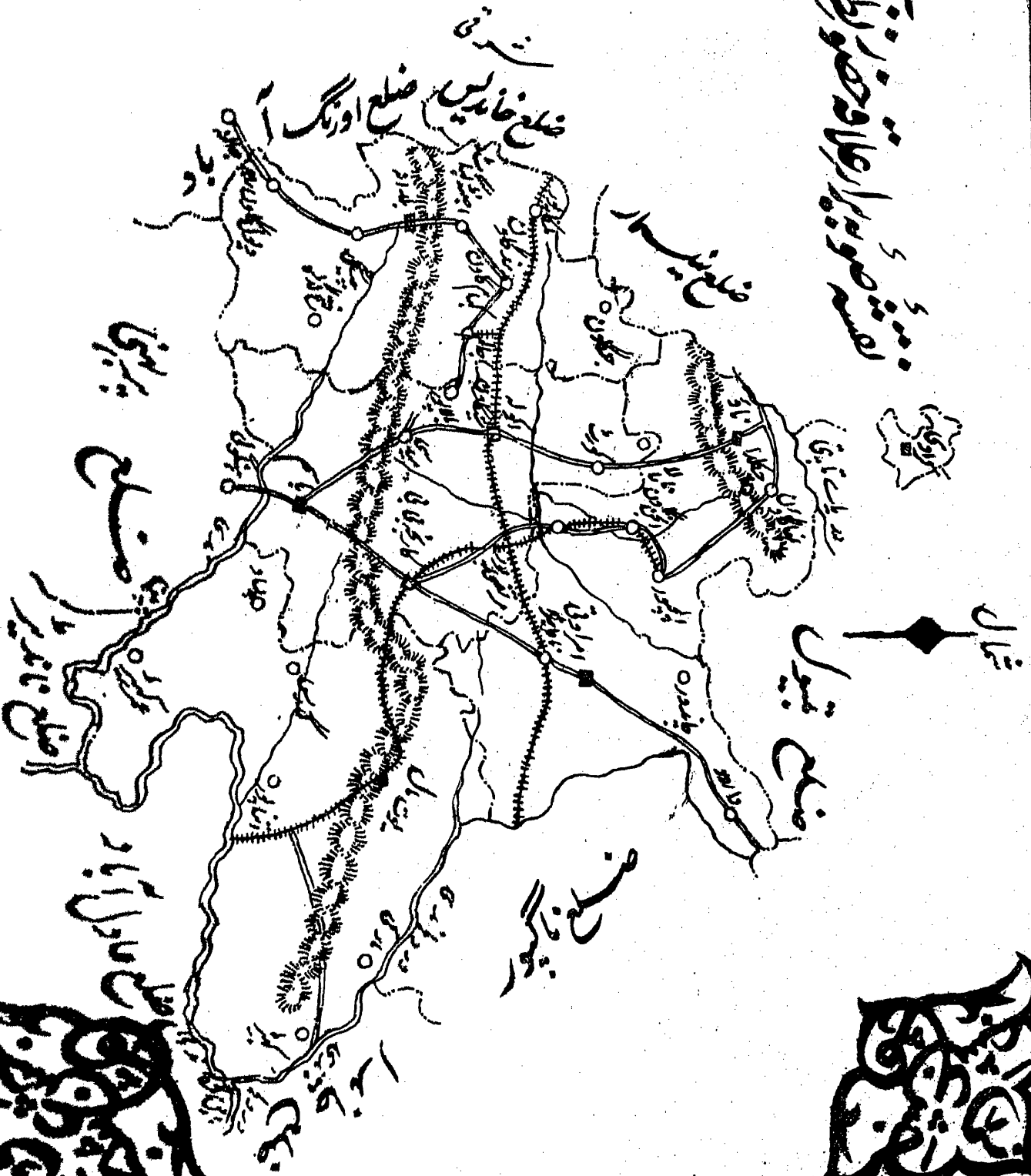
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بلحاظ تقسیم

تعلقات و اضلاع و صوبہ جات حیدرآباد دکن

نام صوبہ	نام ضلع	نام تعلقات	تعداد تعلقات
اورنگ آباد	اورنگ آباد	اورنگ آباد۔ انبڑ۔ بھوکردن۔ گنگاپور۔ جالنہ۔ کنڑ۔ ویجاپور۔ پٹن۔ خلد آباد* سلوڑ*	۱۰
	بیڑ	بیڑ۔ مومن آباد۔ آشٹی۔ گیورائی۔ منجلے گاؤں۔ پاٹودہ*........	۶
	پربھنی	پربھنی۔ بسمت۔ ہنگولی۔ جینتور۔ کلمنوری۔ پاتھری۔ پالم*........	۷
	ناندیڑ	ناندیڑ۔ بلولی۔ دیگلور۔ حدگاؤں۔ قندھار۔ مدھول........	۶
گلبرگہ	گلبرگہ	گلبرگہ۔ چینچولی۔ کوڑنگل۔ سیڑم۔ یادگیر۔ اندولہ* شاہ پور* شوراپور*.....	۸
	رائچور	رائچور۔ عالم پور۔ دیودرگ۔ کشٹگی۔ لنگسگور۔ مانوی۔ سندھنور۔ گنگاوتی	۸
	عثمان آباد	عثمان آباد* کلم* پرینڈہ* تلجاپور۔ لاتور........	۵
	بیدر	بیدر۔ نیلنگہ۔ احمد پور۔ اودگیر۔ جنواڑہ*........	۵
ورنگل	ورنگل	ورنگل۔ کھمم۔ محبوب آباد۔ مدھرہ۔ پاکھال۔ پالونچہ۔ ملگ۔ یلندو...	۸
	نظام آباد	نظام آباد۔ آرمور۔ کاماریڈی۔ یلاریڈی۔ بودھن........	۵
	کریم نگر	کریم نگر۔ جگتیال۔ حضور آباد۔ مہادیوپور۔ پرکال۔ سرسلہ۔ عثمان نگر (سلطان آباد)	۷
	عادل آباد	عادل آباد۔ چنور۔ آصف آباد۔ لکشٹی پیٹھ۔ کنوٹ۔ نرمل۔ راجورہ۔ سرپور۔ اڈمنور۔ بوتھ	۱۰
میدک	میدک	میدک۔ اندول۔ کلبگور۔ سدی پیٹھ........	۴
	محبوب نگر	محبوب نگر۔ ناگر کرنول۔ اُمرآباد۔ کلواکرتی۔ مکتھل۔ پرگی........	۶
	نلگنڈہ	نلگنڈہ۔ بھونگیر۔ جنگاؤں۔ دیورکنڈہ۔ حضور نگر۔ مریال گوڑہ۔ سوریاپیٹھ	۷
	باغات	باغات........	۱
جملہ ۴	۱۶		۱۰۳

نوٹ

جن تعلقات کے آگے پھول کا نشان ہے وہ علاقے صرف خاص مبارک کے ہیں

مرتبہ محمد فاضل

سلطنت آصفیہ کے مختصر جغرافیائی حالات

ارضی و ملکی عظمت
سلطنت آصفیہ ہندوستان کی سب سے بڑی دیسی اور اسلامی ریاست ہے اس کا رقبہ انگلستان اور اسکاٹلینڈ دونوں کے مجموعی رقبہ سے بھی زیادہ ہے اس سرزمین کی سطح سمندر سے ساڑھے بارہ ہزار فٹ بلند ہے اس کا اکثر علاقہ ایک سطح مرتفع اور میدانی حصہ پر مشتمل ہے۔

رقبہ و حدود
سلطنت آصفیہ کا رقبہ بحالت موجودہ تقریباً (۸۲۶۹۸) مربع میل ہے اور اس کے حدود یہ ہیں شمال میں صوبۂ متوسط اور برار جنوب میں صوبہ مدراس مغرب میں بمبئی اور مشرق میں صوبۂ متوسط اور مدراس ہے۔

دریا
شمالی سرحد سے ملا ہوا ایک دریا بہتا ہے جس کو گوداوری کہتے ہیں اور اس کو ہندو گنگا کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں جنوبی سرحد کے برابر دریائے کرشنا بہتا ہے یہ دونوں دریا اپنے معاونوں کے ساتھ جو سرزمین دکن میں بہتے اور علاقہ سرکار آصفیہ کو سیراب کرتے ہیں یہ صوبۂ مدراس میں سے ہوتے ہوئے خلیج بنگالہ میں جا گرتے ہیں۔ گوداوری کا منبع علاقہ ناسک اور کرشنا کا مغربی گھاٹ میں ہے۔ ان کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی ندیاں بھی ہیں۔

پہاڑ
پہاڑ اور پہاڑیاں بھی بہت ہیں ان میں بالا گھاٹ جو ضلع ناندیڑ پربھنی وغیرہ میں پھیلا ہوا ہے اور سیادری پربت جو عادل آباد سے ہوتا ہوا اجنٹہ تک پہنچتا ہے اور جالنہ کی پہاڑیاں قابل ذکر ہیں پہاڑوں کی اونچائی ڈھائی ہزار فیٹ سے ساڑھے تین ہزار فیٹ تک ہے۔

تالاب
اس ریاست میں سترہ سو تالاب ہیں جو ندیوں نالوں کو روک کر بنائے گئے ہیں۔ جن کا پانی آبپاشی اور آبرسانی کے کام میں لایا جاتا ہے اور ان میں بڑے تالاب یہ ہیں۔ پاکھال۔ رامپا لکنوارام۔ حسین ساگر۔ میر عالم عثمان ساگر حمایت ساگر اور نظام ساگر۔ نظام ساگر سب سے بڑا تالاب ہے۔

نہریں
ملک دکن میں چار بڑی نہریں ہیں (۱) محبوب نہر (۲) آصف نہر (۳) گنگاوتی نہر (۴) بیجل نہر ان کا مجموعی طول تقریباً ایک سو دس میل سے زیادہ ہے کئی اور نہریں اس وقت زیر تعمیر ہیں یہ تمام نہریں بھی زراعت اور آبپاشی کے کام میں لائی جاتی ہیں۔

ذرائع حمل و نقل راستے اور ریلیں
ریلیں:۔ ریاست حیدرآباد میں سڑکوں اور ریلوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے اس وقت ریلوے لائنیں جن پر آمد و رفت حمل و نقل ہوتی ہے ان کا طول علاوہ زیر تعمیر ریلوں کے

مرتبہ محمد فاضل

تیرہ سو (۱۳۰۰) میل سے زیادہ ہے۔ جو ریلیں ریاست میں دوڑتی ہیں
دو قسم کی ہیں۔ چھوٹی پٹڑی اور بڑی پٹڑی حسب ذیل ہیں
جی آئی پی ریلوے۔ نظام گیارنٹیڈ ریلوے۔
گودا وری ریلوے بلہار شاہ گدک پورنا ہنگولی لائین ایم
ایس ایم بارسی لائٹ ڈورنکل وغیرہ۔ ان کے علاوہ وقار آباد تا
بیدر ریلوے لائین اور پرلی لائین وغیرہ بھی ہیں۔

سڑکیں:۔ یہاں سڑکیں ریاست کے ہر گوشہ اور کونہ میں بنائی گئی ہیں جن کا طول تین ہزار میل سے بھی زیادہ ہے جن پر موٹریں مسافروں کو لئے ہوئے دوڑتی پھرتی ہیں۔ ہر شخص ریاست کے مختلف حصوں میں بذریعہ موٹر یا ریل بہ آسانی سفر کر سکتا ہے اور ہر قسم کا آرام میسر ہے۔

جنگلات اور سبزہ زار ریاست میں جنگلات کے رقبہ کی مجموعی تعداد نو ہزار تین سو اکسٹھ مربع میل ہے بڑے بڑے جنگل اضلاع عادل آباد کریم نگر محبوب نگر نظام آباد میں ہیں۔ ان جنگلوں سے زیادہ تر ساگوان بیجا سال شیشم وغیرہ کا چوبینہ نکلتا ہے۔

ریاست میں خوشنما پرفضا مقامات بھی ہیں جو عمدہ سے عمدہ سینری پیش کرتے ہیں۔ خاص کر عادل آباد کے سین اور اورنگ آباد میں اجنٹہ اور ایلورا کے قریب کے دلفریب نظارے لاثانی اور بے نظیر ہیں۔

ملک کی قدرتی تقسیم اور زبان و مذاہب قدرتی طور پر ملک دو حصوں پر منقسم ہے مرہٹواڑی اور تلنگانہ اس کے علاوہ جنوب کا کچھ حصہ کرناٹک کے نام سے موسوم ہے۔ تلنگانہ میں تلنگی اور مرہٹواڑی میں مرہٹی کرناٹک میں کنڑی بولی جاتی ہے۔ مگر عام طور پر تمام ریاست میں اردو زبان بولی جاتی ہے۔ شہر میں تو عموماً اردو ہی کا زیادہ رواج ہے اور حکومت کی دفتری زبان بھی یہی ہے۔

ریاست حیدرآباد میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں مرہٹے تلنگے اور کنڑے تو ہیں ہی ان کے علاوہ سکھ عرب پٹھان ہندو مسلمان عیسائی پارسی وغیرہ بھی رہتے بستے ہیں۔

زمین اور اسکی اقسام تلنگانہ کی زمینات ویسی زرخیز نہیں ہیں جیسی کہ مرہٹواڑی کی۔ علاقہ مرہٹواڑی کی زمین کالی اور ریگڑ کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں زراعت بارش کے پانی ہی سے ہوتی ہے یہاں تالاب وغیرہ بہت کم ہیں مگر تلنگانہ میں جس کا اکثر حصہ پہاڑی پتھریلا اور بنجر ہے۔ تالابوں کنٹوں نہروں کے ذریعہ اس کو قابلِ کاشت بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور قسم کی زمین بھی ہے جس کا شمار مرہٹواڑی میں ہی ہوتا ہے وہ سرخ زمین ہے۔

موسم اور آب وہوا سال کے زیادہ حصہ میں یہاں کی آب وہوا خوشگوار اور معتدل رہتی ہے اور تین موسم ہیں سرما گرما اور بارش (۱) موسم بارش ماہ امرداد سے ختم ماہ آبان تک (۲) سرما۔ ماہ آذر سے ختم ماہِ اسفندار تک (۳) گرما۔ ماہ فروردی سے ختم ماہ تیر تک ہر موسم خوشگوار رہتا ہے ریاست میں گرمی کا اوسط (۸۱) ڈگری اور بارش کا اوسط (۳۳) انچ ہے۔

بقیہ حصہ مضمون صفحہ نمبر ۳۸ پر ملاحظہ ہو

نشان سلسلہ	نام فرمانروا	تاریخ ولادت	تاریخ جلوس	تاریخ تخت نشینی	تاریخ وفات	مدت عمر: سال	ماہ	یوم	مدت حکومت: سال	ماہ	یوم
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲
۱	نواب میر قمر الدین خان فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ اول مغفرت مآب	۱۴ ربیع الاول ۱۰۸۲ھ	۱۱۳۷ھ ۱۷۲۴ء	۰	۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء	۷۹	۲	۱۰	۲۴	۰	۰
۲	نواب میر احمد خان ناصر جنگ نظام الدولہ شہید خلف دوم	۱۸ محرم ۱۱۲۴ھ	۹ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء	۰	۱۷ محرم ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۰ء	۳۹	۱۱	۲۹	۲	۷	۸
۳	نواب ہدایت محی الدین خان مظفر جنگ	۰	۱۷ محرم ۱۱۶۴ھ ۱۷۵۰ء	۰	۱۷ ربیع الاول ۱۱۶۵ھ ۱۷۵۱ء	۰	۰	۰	۰	۲	۰
۴	نواب سید محمد خان صلابت جنگ آصف الدولہ امیر الممالک خلف سوم	۱۱۳۰ھ	۲۰ ربیع الاول ۱۱۶۵ھ	۱۴ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ	۲۰ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۱ء	۴۷	۰	۰	۱۱	۸	۲۶
۵	نواب نظام علیخان اسد جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ ثانی غفران مآب	یکم شوال ۱۱۴۶ھ	۴ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ ۱۷۶۱ء	۰	۱۷ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ ۱۸۰۳ء	۷۱	۶	۱۶	۴۲	۴	۳
۶	نواب میر اکبر علیخان فولاد جنگ اسد الدولہ آصف الملک سکندر جاہ آصفجاہ ثالث	یکم رجب ۱۱۸۲ھ	۲۲ ربیع الثانی ۱۲۱۸ھ ۱۸۰۳ء	۰	۱۷ ذی الحجہ ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء	۶۲	۴	۱۶	۲۶	۶	۲۵
۷	نواب میر فرخندہ علیخان ناصر جنگ ناصر الدولہ مظفر الممالک نظام الملک مغفرت منزل	۱۴ رمضان ۱۲۰۸ھ	۲۰ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء	۰	۲۲ رمضان ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء	۶۴	۱۱	۲۸	۲۸	۱۰	۲
۰	آصف جاہ رابع غفران منزل	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
۸	نواب میر تہنیت علیخان افضل الدولہ نظام الملک آصفجاہ خامس مغفرت مکان	۲۰ ربیع الاول ۱۲۴۳ھ	۲۴ رمضان ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء	۰	۱۳ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء	۴۲	۷	۱۳	۱۲	۱	۹
۹	نواب میر محبوب علیخان آصفجاہ سادس غفران مکان	۵ ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ	۱۳ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۸ء	۰	۴ رمضان ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء	۴۵	۴	۲۸	۴۳	۹	۲۲
۱۰	اعلیحضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ	۳۰ جمادی الثانی ۱۳۰۳ھ	۷ رمضان ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء								

(ماخوذ از بستان آصفیہ و دیگر تواریخ دکن)

مرتبہ محمد فاضل

از۔ جناب مولوی حکیم شفا صاحب معتمد انجمن مجددیہ (حیدرآباد)

تاریخ عرب قبل بعثت حضرت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں عربوں نے دنیا کی بھر کی ملکی۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ معاملات میں اپنے آپ کو بام عروج پر پہونچایا تھا۔ وہاں علم الانساب کو بڑی ترقی دی تھی۔ عرب اپنے حسب و نسب کے معاملہ میں نہایت محتاط تھے۔ نسب نامہ کی حفاظت کا طریقہ جب تک کہ طریقہ نوشت و خواند رائج نہ ہوا یہ تھا کہ پورا سلسلہ حفظ کیا جاتا تھا بعد میں چمڑے پر لکھنے کا رواج ہوا۔ اُس زمانے میں عرب میں ہر قبیلہ کا ایک گروہ رہتا تھا۔ جو "نساب" کے نام سے موسوم تھا جس کا کام صرف یہی تھا کہ اپنے قبیلہ کا نسب نامہ زبانی ذہن نشیں رکھے۔ یہ طریقہ عربوں میں ترقی کرتے کرتے ایک مستقل فن بن گیا جس کو فن انساب کہتے ہیں۔ اب تک اس فن میں عربوں نے کثیر تصانیف مرتب کی ہیں عرب اپنے پالتو جانوروں یعنے اونٹ۔ گھوڑے وغیرہ کا نسب نامہ تک محفوظ رکھا کرتے تھے۔ اس کی مثال کسی دیگر قوم اور ملک میں پائی نہیں جاتی یہی وجہ تھی کہ شعراء عرب شرفاء قبائل عرب کے حسب و نسب پر فخریہ اشعار اور قصائد لکھا کرتے تھے۔ ملک عرب میں بڑے بڑے شرفا۔ فضلا۔ علماء اور سرداران قبائل گذرے ہیں جن میں سے مشہور سردار عرب "حضرت عبدالمناف" کی اولاد سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے۔ آپ کے مشہور جاں باز۔ جان نثار۔ یار غار اور سب سے پہلے جانشین حضرت امیرالمومنین سیدنا ابو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے اعلحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ ہیں۔

خاندان آصفیہ کا شجرہ بھی ایک عرصہ سے تاریخ کے اوراق میں محفوظ چلا آرہا ہے۔ جوں جوں عرصہ گذرتا جارہا ہے قلمی بیاضوں سے نقولات ہوکر مختلف مطبوعات میں شجرہ آصفیہ شایع ہوتا ہے اور مخطوطہ اور مطبوعہ تاریخ میں کچھ نہ کچھ اختلاف ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی صحت کی جانب میں ایک عرصہ سے متوجہ تھا۔ اور حسب ذیل مطبوعات اور مخطوطات کو پیش نظر رکھکر نہایت محنت شاقہ برداشت کرکے اس مبارک شجرہ کو الحمدللہ اس "دور مسعود" میں مکمل کیا گیا ہے۔ توقع ہے کہ آیندہ تاریخ عہد آصفیہ پر کام کرنے والوں کو یہ عتبار شجرہ زیادہ دقتیں محسوس نہ ہونگی۔

(ماخذ)

(۱) شجرہ آصفیہ کے ابتدائی حصہ کی تصحیح "تذکرہ ابو النجیب عبدالقاہر سہروردی" مؤلفہ شاہ حسن میاں پھلواری سے کی گئی شاہ صاحب نے بحوالہ کتب تذکرہ ذیل سے "حضرت شیخ" کے شجرہ کی تصحیح فرمائی ہے۔ مراۃ الجنان (مولفہ امام یافعیؒ) بہجۃ الاسرار (علامہ شطنوفی) کتاب الانساب (امام سمعانیؒ) نفحات الانس (حضرت جامیؒ) تاریخ البغداد (ابن النجارؒ) طبقات الکبریٰ (امام تاج الدین سبکیؒ) لطائف اشرفی اور ابن خلکانؒ وغیرہ۔

(۲) "التنبیہ والاشراف" تصنیف علی بن حسن مسعودی (مطبوعہ جامعہ عثمانیہ ۱۳۴۵ھ)

(۳) "مرات الاخبار" مصنفہ منشی فیض اللہ چشتی سن تصنیف ۱۲۴۴ھ عہد آصفیہ کی تاریخ ہے جو ابتدائے عہد سے نواب ناصر الدولہ بہادر کے عہد پر ختم ہوتی ہے۔ مصنف نے جو کچھ لکھا ہے بہت سلیقہ اور جامعیت کے ساتھ لکھا ہے کتاب کمیاب ہے مخطوطہ دفتر دیوانی و مال و ملکی سرکار عالی)
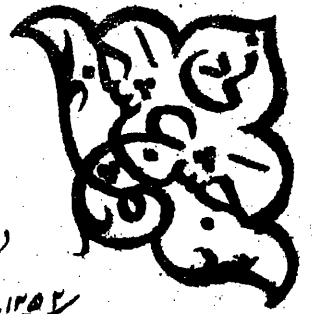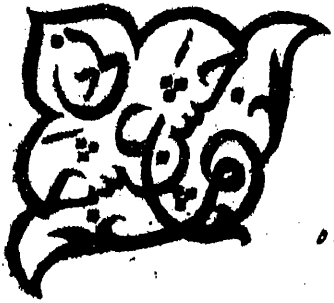
(۴) "سیر ہند مع گلگشت دکن"، مصنفہ منشی غلام قادر صاحب بدری (ضلع بیدر) ۱۲۴۰ھ مخطوطہ دفتر دیوانی و مال و ملکی و خطابات سرکار عالی

(۵) "شجرۂ آصفیہ" تصنیف الحاج نواب بدر الدین خاں بہادر تمیز معظم الدولہ امیر پائیگاہ ۱۲۵۲ھ مخطوطہ دفتر دیوانی و مال و ملکی و مواہیر سرکار عالی۔

(۶) "ماثر الامراء" تصنیف صمصام الدولہ شاہ نواز خاں بہادر دیوان دکن (مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال

(۷) "تاریخ خورشید جاہی" مولفہ غلام امام خاں مطبوعہ ۱۲۵۴ھ

(۸) "تاریخ دکن" مصنفہ ڈپٹی نصر اللہ خاں مطبوعہ ۱۲۸۵ھ

(۹) "تاریخ ریاست حیدر آباد" مولفہ نجم الغنی مطبوعہ ۱۹۳۰ء۔

(۱۰) "تاریخ دکن" مولفہ اختر یار جنگ بہادر مطبوعہ ۱۳۴۸ھ۔

(۱۱) "تذکرۂ اولیاء" مولفہ عبد الجبار صاحب ملکاپوری

(۱۲) "شجرۂ اعظم جاہ آصفیہ عکسی" مرتبہ مولوی میر لطف علی صاحب عارف ابو العلائی

(۱۳) "قاموس الاعلام" از حکیم شمس اللہ صاحب قادری۔

(۱۴) "اخبار رہبر دکن" مورخہ ۲۲ رجادی الثانی ۱۳۵۳ھ مضمون مولوی ابو الخیر خیر اللہ صاحب وکیل ورنگل۔

(۱۵) "اخبار صبح دکن" سالگرہ نمبر بابتہ ۱۳۵۴ھ شجرۂ آصفیہ مرتبہ حکیم مولوی شمس اللہ صاحب قادری مورخ تاریخ دکن"

(۱۶) "باغ چار چمن" مصنفہ مولانا عباس مطبوعہ ۱۲۹۰ھ ف (کتب خانہ دفتر دیوانی و مال و ملکی وغیرہ سرکار عالی۔

(۱۷) "سوانح نظام علی خاں بہادر" مصنفہ مولوی سراج الدین صاحب طالب۔

(۱۸) "بستان آصفیہ حصہ اول" مصنفہ جناب مانک راؤ وٹھل راؤ صاحب جاگیردار۔

(۱۹) "مختلف شجرہ خاندان عالیہ نقشبندی و سہروردیہ وغیرہ۔

(۲۰) "گلزار اولیاء" مولفہ حضرت حاجی ابو الحسنات سید عبد اللہ صاحب نقشبندی۔

(۲۱) "جواہر مجددیہ" مصنفہ مولوی خواجہ احمد حسین خاں صاحب مجددی۔

نوٹ۔ ملاحظہ ہو شجرہ بر صفحہ آیندہ

بقیہ حصہ مضمون صفحہ نمبر ۳۵

معدنیات

سرزمین حیدر آباد میں کئی قسم کی معدنیات ہیں۔ سونا۔ چاندی۔ ہیرا۔ ابرق۔ لوہا۔ تانبا۔ کوئلہ۔ اور مختلف قسم کی دھاتوں سے زمین قدرتی طور پر زرخیز ہے۔ جس کا تفصیلی اظہار بجائے خود ایک علحدہ باب کی حاجت رکھتا ہے۔

پہاڑی سلسلے

پہاڑی سلسلے کثرت سے ہیں۔ اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں و پہاڑ بیشمار۔ اکثر ان میں سے قدرتی طور پر ایسے واقع ہیں۔ جو دلفریب منظر پیش کرتے ہیں ماہران ارضی و معدنیات نے اس بارے میں سرزمین حیدر آباد سے متعلق بارہا زرین خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ وہ استعجاب کیساتھ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ حیدر آباد

قدرت آباد ہے

مرتبہ محمد فاضل

شجرہ خاندان آصفیہ

حصہ اوّل

مرہ

کلاب	(۱)	تیم
قصی	(۲)	سعد
عبد المناف	(۳)	کعب
ہاشم	(۴)	عمر
عبد المطلب	(۵)	عامر
عبد اللہ	(۶)	عثمان
حضرت رسول اکرم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم	(۷)	حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

سلسلۂ جدی

(۱) حضرت امیر المومنین خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲ حضرت محمد بن ابوبکر صدیق رضؓ
۳ " ابو القاسم رضؓ
۴ " عبد الرحمٰن مکی رضؓ
۵ " عبد اللہ النفر رضؓ
۶ " محمد قاسم رضؓ
۷ " نصیر الدین النفر رضؓ
۸ " قاسم (علی مکی) رضؓ
۹ " حسین رضؓ
۱۰ " سعد رضؓ
۱۱ " عبد اللہ بعویہ رضؓ
۱۲ " محمد عبد الرزاق رضؓ
۱۳ " عبد اللہ بغدادی رضؓ
۱۴ " محمد الکبری السہروردی رضؓ
۱۵ " شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی
۱۶ " ابو الحفص محمد رحؒ
۱۷ " قطب الاقطاب میر الدین رحؒ
۱۸ حضرت شیخ علاء الدین رحؒ
۱۹ " شیخ تاج الدین رحؒ
۲۰ " شیخ فتح اللہ رحؒ
۲۱ " شیخ نجیب اللہ رحؒ
۲۲ " شیخ فتح اللہ ثانی رحؒ
۲۳ " شیخ جاوید ملقب سرمست رحؒ
۲۴ " شیخ فتح اللہ شیخ ثانی رحؒ
۲۵ " شیخ جاوید شاہ ثانی رحؒ
۲۶ " شیخ محمد درویش رحؒ
۲۷ " شیخ محمد مومن رحؒ
۲۸ " شیخ محمد عالم شیخ رحؒ
۲۹ " خواجہ عزیزان سمرقندی رحؒ
۳۰ " شیخ خواجہ میر اسمٰعیل ملک العلما عالم العلماء رحؒ
۳۱ " نواب الحاج خواجہ میر عابد قلیچ خاں بہادر
۳۲ " غازی الدین خاں فیروز جنگ بہادر
۳۳ " قمر الدین خاں آصف جاہ اول نور اللہ مرقدہٗ
۳۴ " میر نظام علیخاں آصف جاہ ثانی "
۳۵ " سکندر جاہ آصف جاہ ثالث "
۳۶ " ناصر الدولہ آصف جاہ رابع "
۳۷ " افضل الدولہ بہادر آصفجاہ خامس "
۳۸ نواب میر محبوب علیخاں آصفجاہ سادس "
۳۹ نواب میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ

سلسلۂ بیعت وخلافت

(۱) حضرت امیر المومنین خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ
۳ " خواجہ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضؓ
۴ " سیدنا امام جعفر صادق رضؓ
۵ " خواجہ بایزید بسطامی "
۶ " خواجہ ابو الحسن خرقانی "
۷ " ابو القاسم گرگانی "
۸ " ابو علی فارمدی "
۹ " ابو یوسف ہمدانی "
۱۰ " عبد الخالق غجدوانی "
۱۱ " خواجہ عارف ایوگیری "
۱۲ " خواجہ محمود الخیر فغنوری "
۱۳ " خواجہ علی رامتنی "
۱۴ " خواجہ بابا سماسی "
۱۵ " خواجہ امیر سید کلال "
۱۶ " خواجہ خواجگان خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ
۱۷ " خواجہ علاء الدین عطار "
۱۸ " خواجہ یعقوب چرخی "
۱۹ " سید عبید اللہ احرار "
۲۰ " ملا محمد قاضی "
۲۱ " خواجہ دہ بیدی "
۲۲ " خواجہ کلاں جویباری "
۲۳ " خواجہ کلاہ دہ بیدی "
۲۴ حضرت خواجہ ہاشم دہ بیدی رحؒ
۲۵ " خواجہ سنگین دہ بیدی "
۲۶ " خواجہ سید محترم "
۲۷ " خواجہ شیخ کلیم اللہ "
۲۸ " خواجہ شیخ نظام الدین "
۲۹ " خواجہ میر شہاب الدین "
۳۰ " خواجہ عزیزان ثانی نقشبندی "
۳۱ " خواجہ محمد ثانی "حضرت الشان" "
۳۲ " خواجہ امان نگہبان "
۳۳ " خواجہ مکی عزیزان نقشبندی "
سلہ " خواجہ امین بابا کلاں مکی "
نواب الحاج خواجہ عابد قلیچ خاں شہید "
(خلیفہ وسجادہ نشین)

(ختم شریف سی و سہ خواجگان)

حضرت نظام الملک آصفجاہ اول نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی بیاض خاص میں اس ختم شریف سی و سہ خواجگان کے ورد کے نسبت خاص ہدایت فرمائی ہے اور خود بھی ضرور پڑھا کرتے تھے وہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت لیا کرتے تھے۔

"سبحان اللہ"

سلہ۔ خواجہ امین بابا کلاں مکی نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۱۶۲ہجری میں بمقام حرمین الشریفین نواب خواجہ عابد قلیچ خاں بہادر کو بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

آصف سابع
یادگار سلور جوبلی
۴۰
شجرۂ خاندان آصفیہ
حصہ دوم
نواب الحاج میر خواجہ عابد قلیچ خان بہادر شہید
نواب میر غازی الدین خان فیروز جنگ بہادر
مجاہد خان معزز الدولہ
محمد علیم خان نصیر الدولہ
خدیجہ بیگم
فاطمہ بیگم
بیر جنگ
شیر جنگ
دلیر جنگ
عمدۃ الملک
مجاہد الملک
پیدائش ۱۴ ربیع الثانی ۱۰۸۲ھ
نواب میر قمر الدین خان نظام الملک آصف جاہ اول
وفات ۴ جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ
۱۷۴۸ء
نظام الدولہ ناصر جنگ
۱۷۴۸ تا ۱۷۵۰ء
امیر الممالک آصف الدولہ صلابت جنگ
۱۷۵۱ تا ۱۷۶۱
نواب نظام علیخان آصف جاہ ثانی
۱۷۶۱ تا ۱۸۰۳ء
شجاع الملک بسالت جنگ
ہمایوں جاہ
مظفر جنگ
نواب سکندر جاہ آصف جاہ ثالث
۱۸۰۳ تا ۱۸۲۹
فریدوں جاہ
اکبر جاہ
جمشید جاہ
جہاندار جاہ
سلیمان جاہ
کیوان جاہ
نواب ناصر الدولہ آصف جاہ رابع
۱۸۲۹ تا ۱۸۵۷ء
صمصام الدولہ صمصام الملک
مبارز الدولہ مبارز الملک
ذوالفقار الدولہ
قطب الدولہ
قمر الدولہ
منور الدولہ منور الملک
نواب افضل الدولہ آصف جاہ خامس
۱۸۵۷ تا ۱۸۶۸ء
روشن الدولہ
نواب میر محبوب علی خان غفران مکان آصف جاہ سادس
۱۸۶۸ تا ۱۹۱۱ء
اعلیٰحضرت بندگان عالی متعالی نواب میر عثمان علیخان بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ
(سن جلوس ۱۹۱۱ء)
میر احمد محی الدین خان نواب صلابت جاہ
میر محمد محی الدین خان نواب بسالت جاہ بہادر
گل و گلزار آصفجاہ این است
مرتبہ محمد فاضل

حضرت آصفجاہ اول کے آب و جد

از مولوی ابوالمحاسن محمد محسن خاں صاحب متین

(۱) خواجہ میر عابد قلیج خاں بہادر
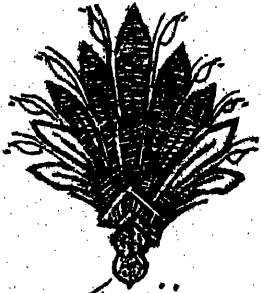
سلطنت آصفیہ کا آغاز، یوں تو ۱۷۲۴ء سے ہوتا ہے اور اس کے بانی حضرت نواب میر قمر الدین خاں بہادر نظام الملک فتح جنگ آصفجاہ اول ہیں لیکن خانوادۂ آصفی کے اولین رکن، خواجہ میر عابد قلیج خاں بہادر ان اشخاص میں سے ہیں جنھوں نے سرزمینِ دکن میں قدم رکھا اور دکن ہی کی سرزمین میں مدفون ہوئے۔

خواجہ میر عابد، حضرت آصف جاہ اول کے جد بزرگوار ہیں۔ ان کا نسبی سلسلہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی تک پہنچتا ہے۔ خواجہ میر عابد کا وطنِ مالوف سمرقند تھا۔ ان کے والد ماجد خواجہ میر اسمعیل سمرقند کے اعاظم رجال میں سے تھے۔ شاہِ توران کے دربار سے انہیں عالم العلماء کا خطاب مرحمت ہوا تھا۔ تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد بخارا تشریف لے گئے اور وہاں اولاً منصبِ قضاء پر فائز ہوئے پھر ترقی کر کے شیخ الاسلام کے واجب الاحترام عہدہ پر ممتاز ہوئے جب وہ بخارا سے بہ قصدِ حج بیت اللہ وار دِ ہندوستان ہوئے تو شاہ جہاں نے اُن کی تعظیم و تکریم کی۔ اور خلعتِ خاص سے سرفراز فرما کر چھ ہزار روپیہ نقد مرحمت کئے۔ پھر اس کے بعد شاہزادۂ اورنگ زیب کا مصاحب مقرر فرمایا۔ خواجہ میر عابد کو اولاً اورنگ زیب ہی کی ہمراہی میں دکن جانے کا اتفاق ہوا۔

جب شاہ جہاں کے بیٹوں میں ولی عہدی کی نسبت نزاع ہوئی اور اورنگ زیب نے ان کا استیصال کر کے باپ کو قید کر لیا اور تختِ سلطنت پر قابض ہو گیا تو اس نے خواجہ میر عابد کو خطاب خانی اور اضافہ منصب سے سرفراز فرمایا اور ۱۶۵۸ء میں صدر الصدور کے جلیل القدر عہدہ پر بجائے شیخ میرک مامور فرمایا۔ اس کے چھ سال بعد صوبہ داری اجمیر پر عطا خلعت و فیل کے ساتھ تقرر ہوا۔ ۱۶۶۰ء میں ملتان کی صوبہ داری پر مبارز خاں کے بجائے مقرر کئے گئے۔

جب اورنگ زیب بیجاپور کی تسخیر کے لئے کوچ کر رہا تھا تو خواجہ میر عابد خاں بھی اس کے ہمرکاب تھے۔ بیجاپور پہنچنے کے بعد اورنگ زیب نے ان کو کمان و ترکش سرفراز فرمایا اور شہر پناہ کے محاصرے میں ایک مورچے پر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد بادشاہ کے دل پر کچھ ملال آ گیا تھا اسی وجہ سے ۱۶۷۰ء میں ملتان کی صوبہ داری سے معزول کئے گئے اور دہلی آ کر بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئے اس کے بعد حاجیوں کے

قافلہ سالار مقرر ہو کر راہی مکہ مکرمہ ہوئے۔ وہ ابھی حج سے واپس ہی ہوئے تھے کہ ۱۶۷۷ء میں قلیج خاں کے معزز خطاب سے سرفراز فرمائے گئے۔ دہلی پہنچ کر باریابی کا شرف حاصل فرمایا اور تھوڑے ہی دن کے بعد شاہزادہ محمد اکبر کے تعاقب میں جسکو اودے پور کے راجہ نے بہکا کر باپ سے باغی کر دیا تھا روانہ کئے گئے لیکن اس مہم سے شاہزادہ محمد معظم کی بغیر اجازت کسی مذہبی بحث کی بنا پر رنجیدہ ہو کر واپس چلے آئے۔ اُدھر محمد اکبر بھاگ کر ایران چلا گیا۔ اس واقعہ سے اورنگ زیب کو ملال ہوا لیکن چار مہینے کے بعد صدر الصدور کے جلیل القدر عہدہ پر مقرر کئے گئے۔

۱۶۸۰ء میں شاہزادہ محمد معظم کی ہمراہی میں میر عابد قلیج خاں دکن کی مہم پر روانہ ہوئے۔ اس وقت ان کو خلعت خاص اور اسپ و نقارہ کے اعزاز بھی مرحمت ہوئے۔ ۱۶۸۳ء میں ظفر آباد و بیدر کی صوبہ داری پر مقرر کئے گئے۔

گولکنڈہ کے محاصرۂ ۱۶۸۵ء میں اورنگ زیب کی ہمراہی میں خواجہ میر عابد قلیج خاں بہادر سپہ سالار کی حیثیت سے شریک تھے۔ بادشاہ کے حکم سے دیوار قلعہ کے باہر جو بھیڑ پڑی تھی اسے منتشر کر رہے تھے کہ اچانک زنبورک کا ایک گولہ اُن کے داہیں شانہ کے جوڑ پر پڑا اور ہاتھ اڑ گیا مگر اس کاری زخم پر بھی انکی ثابت قدمی دیکھو کہ وہ گھوڑے پر سوار اپنے خیمہ میں واپس آکر زخم میں ٹانکے دلوائے مگر تین ہی دن میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو سدھار ے بعطاپور میں جو گولکنڈہ کے عقب میں حیدرآباد سے تین کوس کے فاصلہ پر شمال و مغرب کی طرف واقع ہے، سپرد خاک کئے گئے۔

میر عابد قلیج خاں کی عجیب جامع شخصیت تھی۔ اُن کو مبدء فیاض نے جوہر قلم اور جوہر سیف دونوں مرحمت فرمائے تھے۔ اگر ایک طرف انھوں نے شیخ الاسلامی اور صدر الصدوری کی خدمات کو خوبی کے ساتھ انجام دیا ہے تو دوسری طرف میدان کارزار میں صف آراء ہو کر وہ جوہر شجاعت دکھائے ہیں کہ آج تک تاریخ کے صفحات ان کے زریں کارناموں سے درخشاں نظر آتے ہیں۔ افسوس کہ ہم ایسے شجاعانِ روزگار کے عزم و استقلال کے نمونوں کو جو ہمارے لئے سبق آموز ہیں بھول گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج احساس پستی ہمارے دل میں اس قدر جاگزین ہو گیا ہے کہ میدانِ ترقی میں ایک قدم بھی آگے رکھنا ہمارے لئے بار معلوم ہوتا ہے۔
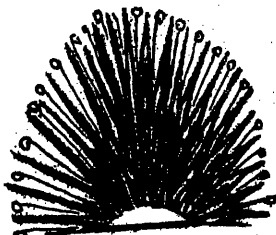
(۲)
نواب غازی الدینخاں بہادر فیروز جنگ
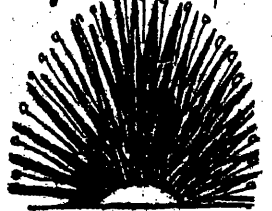
خانوادۂ آصفی کے دوسرے رکن، میر شہاب الدین المخاطب بہ غازی الدینخاں بہادر فیروز جنگ ان نامور ہستیوں میں سے ہیں جنھوں نے گولکنڈہ کی فتح میں جان توڑ کوششیں کیں اور عالمگیر اعظم اور بہادر شاہ اوّل کے عہد حکومت میں مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ میر شہاب الدین حضرت آصف جاہ اول کے پدر نامدار ہیں۔ انکی ولادت توران میں ہوئی اور تعلیم و تربیت بھی انھوں نے وہیں پائی۔ انکی والدۂ ماجدہ سادات سے تھیں۔ خواجہ میر عابد قلیج خاں بہادر نے انہیں توران میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ میر شہاب الدین اپنے والد بزرگوار کی طلبی پر ۱۶۶۸ء میں وارد ہندوستان ہوئے۔

دربار عالمگیری میں ملازمت اختیار کی۔ ایک مینا کاری ڈھال جس کو وہ سمرقند سے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ دربار شاہی میں بطور نذر گزرانی۔

پہلے پہل میر شہاب الدین جس کام پر مقرر کئے گئے وہ عالمگیری دربار کے ایک امیر حسن علی خاں کی خبر کا دریافت کرنا تھا جو رانائے اودے پور کے تعاقب میں جنگلوں اور پہاڑوں میں گم ہوگئے تھے۔ آدھی رات میں میر شہاب الدین کو حکم دیا گیا۔ ملک بیگانہ راہوں سے ناآشنا اور قدم قدم پر دشمن کا خطرہ ہونے کے باوجود انھوں نے کوہستان کی کنترلوں اور بھیر کی راہوں سے گزرتے ہوئے دو ہی دن میں حسن علی خاں کا پتہ لگالیا اور ان کی عرضداشت لیکر اورنگ زیب کے حضور میں آپہنچے اور اس خدمت کے صلہ میں بادشاہ نے ان کے منصب میں اضافہ کیا اور خطاب خانی وفیل وکمان وترکش مرحمت ہوا۔

مذکورۂ بالا مہم کے بعد راٹھوروں کی اس جماعت کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے گئے جو شاہزادہ محمد اکبر کی امداد کی بناپر بادشاہ سے منحرف ہوگئی تھی۔ باغی شہزادہ نے میرک خاں کو بھیجکر اس امر کی کوشش کی کہ میر شہاب الدین خاں بہادر بادشاہ سے انحراف کرکے اس کے جانب دار ہوجائیں اور اس کے صلہ میں بہت کچھ انعام واکرام دینے اور جاہ وعزت کو بڑھانے کی ترغیب دی۔ مگر وہ دوہی روز میں ساٹھ کوس زمین طے کرکے میرک خاں کو ہمراہ لئے ہوئے بارگاہ عالمگیری میں حاضر ہوے۔ اور اس مہم کے من وعن واقعات بادشاہ کے گوش گزار کردئے۔ عالمگیر نے انکی اس وفاشعاری کی بہت تحسین وآفریں کی اور دارونگی عرض مکرر کے عہدے سے سرفراز فرمایا۔

۱۶۸۱ء میں جھبیر کے سرکشوں کی گوشمالی کے لئے میر شہاب الدین خاں مقرر ہوے۔ قلعۂ رام سیج کا مالک ایک نہایت کارآزمودہ مرہٹہ تھا جس کا سر کرنا آسان کام نہ تھا اس لئے اس مہم میں میر شہاب الدین خاں کو ناکامی ہوئی تو دربار عالمگیری سے خان جہاں کو روانہ کیا گیا مگر حملہ مکرر میں میر شہاب الدین خاں نے مرہٹوں کے زیر کرنے کے لئے ایسی جانبازی ومردانگی دکھائی کہ قلعہ فتح ہوگیا جس کے صلہ میں ۱۶۸۲ء میں غازی الدینخاں کا خطاب سرفراز ہوا۔

۱۶۸۳ء میں نواب غازی الدین خاں بہادر قلعہ راہیر کی فتح کے لئے جو سنبھا مرہٹہ کا جائے پناہ تھا مقرر کئے گئے۔ اُنھوں نے محاصرہ کرنے سے پہلے اس گڑھی کے اطراف کی باڑی کو آگ لگادی۔ پھر بہت سے مرہٹوں کو قتل کرکے قلعہ مذکور کو فتح کرلیا اس کامیابی کے صلہ میں نوبت ونقارہ اور خطاب "فیروز جنگ" سے مفتخر کئے گئے۔

بیجاپور کے محاصرہ میں جب شاہزادہ محمد اعظم کی فوج کمی رسد کے باعث بھوکوں مررہی تھی اور سپاہیوں اور گھوڑوں کے جسم بہت لاغر وناتوان ہوگئے تو اس صورت میں مجبوراً محاصرہ سے دست بردار ہونا پڑرہا تھا۔ فوج کی اس ابتر حالت کی خبر اورنگ زیب کو ہوئی۔ اس نے فوراً فیروز جنگ بہادر کو ماہی مراتب سے سرفراز کرکے انتظام رسد کے لئے مقرر کیا۔ فیروز جنگ بہادر نے حکمت عملی سے بنجاروں کو فراہم کرکے رسد مہیا کرلی۔ اور راہی بیجاپور ہوے اس موقع پر پاریا نائک زمیندار نے بھی محصورین کی امداد کے لئے چھ ہزار پیادہ فوج کے ساتھ رسد روانہ کی تھی اثنائے راہ میں غازی الدین بہادر نے اسپر حملہ کرکے سب رسد چھین لی اور مخالفین کو شکست دی اور اس کثیر سامان رسد کو بھی لئے ہوے جب پرگنہ اندی کے قریب پہونچے تو بیجاپور کے ان سرداروں سے مڈبھیڑ ہوئی جو اطراف وجوانب کے زمینداروں کے ساتھ شاہزادہ محمد اعظم کو گھیرے ہوئے تھے۔

اس جنگ میں فیروز جنگ اوران کے برادر مجاہد خاں بہادر نے وہ داد شجاعت
دی کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے اور بجز فرار کے انکے لئے کوئی بچاؤ کی صورت
نہ تھی۔ آخر کار صحیح وسالم تمام مال غنیمت اور سامان رسد لئے ہوے شاہزادہ
محمد اعظم کے لشکر میں داخل ہوے شاہ زادے کی مسرت کی کوئی حد نہ رہی اور وہ اُٹھ کر
غازی الدین خاں بہادر کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور اپنا ملبوس خاص مرحمت فرمایا۔ اورنگ زیب کو خبر پہونچی تو
اس نے بھی فیروز جنگ کے مراتب اور اعزاز میں اضافہ کیا اور یہ دعا دی کہ "جس طرح فیروز جنگ نے تیموری خاندان کی
عزت بچائی ہے خدا اُسے اور اس کی اولاد کو بھی تا قیامت باآبرو رکھے"! اس مسرت میں بادشاہ نے انکو "فرزند رشید" کا
خطاب مرحمت کیا اور وقایع نگار کو یہ حکم دیا کہ بیجاپور کی فتح کو فیروز جنگ کے نام لکھے اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ خود اُس نے
اپنے قلم سے سیاہے میں یہ فقرہ درج کر دیا کہ "قلعہ بیجاپور بہ دستیاری فرزند بے ریو زنگ غازی الدین بہادر فیروز جنگ
مفتوح شد"۔ اس کارنمایاں کے بعد فیروز جنگ بہادر نے قلعہ ادوگیر (فیروزگڑھ) کو فتح کیا۔ اس کے بعد گولکنڈہ کی فتح میں
بھی بہت نمایاں حصہ لیا۔ انگریز حکومت گولکنڈہ کو مدراس کا سالانہ خراج ادا کرتے تھے۔ لیکن جب ابوالحسن تاناشاہ نے
گولکنڈہ کے محاصرۂ ۱۶۸۵ء میں انگریزوں کو اپنی رعایا جانکر اُن سے کمک چاہی تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم تمھاری رعایا
رہنا نہیں چاہتے اور اسی معرکہ میں خان فیروز جنگ اپنے والد ماجد کی طرح سے سخت زخمی ہوئے بادشاہ نے خود انہیں لکھا
کہ "میں خود تمھاری مزاج پرسی کو آتا مگر تمھیں زخمی دیکھکر مجھے تاب نہ رہے گی اسلئے میری طرف سے سعادت خاں مزاج پرسی
کے لئے آتے ہیں"۔ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب کے دل میں فیروز جنگ کی کتنی وقعت اور محبت تھی گولکنڈہ کے فتح
ہونے پر انہیں ہفت ہزاری منصب مرحمت ہوا۔

گولکنڈہ کی فتح کے بعد نواب فیروز جنگ نے ادھونی کے قلعہ کو فتح کیا قلعہ مذکور حکومت بیجاپور کی جانب سے سیدی مسعود کے
سپرد تھا۔ قلعہ کی نسبت یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ نہایت مستحکم ہے فیروز جنگ ہی کی سعی سے مع مفصلات کے اورنگ زیب
کی سلطنت میں شامل ہوا۔

۱۶۹۵ء میں سنتھا مرہٹہ کی سرکوبی کے لئے فیروز جنگ بہادر روانہ کئے گئے۔ اورنگ زیب نے اسکی شرارتوں سے تنگ آکر
اس کا نام سنتھا شیطان ہتبار رکھا تھا۔ اتفاق سے ایک مرہٹہ اس کا سر کاٹ کر اسکے ایک دشمن کے پاس لے جا رہا تھا۔ راہ
میں فیروز جنگ کے لشکریوں نے اُس سے چھین لیا۔ فیروز جنگ نے اس سر کو خواجہ بابا تورانی کے ذریعہ اورنگ زیب کے حضور میں روانہ
کیا۔ اورنگ زیب نے مسرور ہو کر خواجہ کو خوش خبر خان کا خطاب مرحمت فرمایا۔ فیروز جنگ بہادر اس مہم میں مرض مہلک میں مبتلا ہوے
جو اس نواح میں پھیلا ہوا تھا۔ اس مرض میں انہیں شفا تو حاصل ہوئی مگر آنکھوں کی بصارت زایل ہو گئی حضوری دربار سے
معذور رکھے گئے پھر بھی بڑی بڑی مہموں پر ان کا تقرر ہوتا رہا۔ نابینا ہونے کے بعد دیوگڑھ کی فتح اور اسلام پور کی محافظت پر
مقرر ہوئے۔ ۱۷۰۱ء میں جب عالمگیر قلعہ کھیلنا کو فتح کر کے بہادر گڑھ کی طرف واپس ہوا تو فیروز جنگ بہادر کا
لشکر نظر پڑا کیا دیکھتا ہے کہ چار کوس تک ڈیرے ہی ڈیرے لگے ہوئے ہیں۔ انکی فوج کیا بلحاظ
سامان اور کیا باعتبار قواعد جنگ تمام امراء کی فوج سے بڑھی ہوئی ہے معائنہ
کے بعد ان کا توپخانہ لے لیا اور اپنے فرزند بیدار بخت کو اس مضمون کا رقعہ لکھا کہ

تمہیں فیروز جنگ سے زیادہ آمدنی ہے۔ پھر بھی تمھاری فوج اُن کی
فوج سے مقابلہ کوئی ہستی نہیں رکھتی تھوڑی سی آمدنی میں خان موصوف
نے ضرورت سے زیادہ اپنی فوج کو بڑھایا ہے۔"

سنہ ۱۷۰۴ء میں فیروز جنگ بہادر پاپا نائک کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے گئے جو واکن کھیڑ
راجا اور بیڈر قوم سے تھا۔ اُس نے اس موقعہ پر اطاعت قبول کر لی لیکن پھر دوسرے سال آمادۂ بغاوت ہوا
اُس کے فرو کرنے کے لئے اورنگ زیب بنفس نفیس روانہ ہوا تھا۔

سب سے اخیر مہم جس کو فیروز جنگ نے سنہ ۱۷۰۶ء میں سر کیا تھا نیما سندھیا کی سرکوبی تھی۔ یہ جنگ مالوہ میں ہوئی۔ اور اس
مرہٹہ سردار کو پوری شکست اٹھانی پڑی جس کے صلہ میں اورنگ زیب نے فیروز جنگ کو سپہ سالار کے خطاب سے سرفراز
فرمایا۔ جب عالمگیر اس سرائے فانی سے کوچ کر گیا تو اس وقت فیروز جنگ بہادر ایلچ پور ہی میں تھے۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد جب شاہزادہ محمد اعظم نے تاج شاہی سر پر رکھ لیا اور اپنے بھائی بہادر شاہ کے مقابلہ کا
انتظام کرنے لگا تو اورنگ زیب کے ایک جہاندیدہ سپہ دار ذوالفقار خاں کی رائے کی بنا پر فیروز جنگ بہادر اور ان کے
فرزند میر قمر الدین چین قلیچ خاں بہادر بمقام برہان پور شاہزادہ مذکور کے لشکر میں حاضر ہوئے مگر اس کے غرور اور بے توجہی
کے باعث علانیہ طور پر اُس سے علحدہ ہو کر اورنگ آباد چلے گئے۔ محمد اعظم کا فیروز جنگ کے ساتھ بے التفاتی سے پیش آنا
تمام تورانی امراء کو ناگوار معلوم ہوا اس لئے وہ اس معرکہ میں شریک نہیں ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ اس جنگ میں شاہزادہ مارا گیا۔

جب بہادر شاہ تخت نشین ہوا تو اس نے سنہ ۱۷۰۸ء میں گجرات کی صوبہ داری پر فیروز جنگ بہادر کا تقرر فرمایا جہاں دو برس
بعد انھوں نے اس دار ناپائدار کو چھوڑ کر عالم بقاء کا رخ کیا ان کا جنازہ دہلی لایا گیا اور اجمیری دروازہ کے پاس کی
اپنی تعمیر کردہ خانقاہ میں دفن کئے گئے۔

فیروز جنگ بہادر بڑے باوقار امیر تھے۔ وفاداری، دیانت اور خوش خلقی میں شہرۂ آفاق تھے۔ خدا نے انھیں فتح و
کامرانی کے لئے پیدا کیا تھا۔ جس لڑائی پر روانہ کئے جاتے اس کو فتح ہی کر کے آتے۔ انتظام مملکت اور فوجی نظم و نسق
میں غیر معمولی قابلیت کے انسان تھے اور اپنی خوبیوں کے اعتبار سے تمام امراء میں ان کے مقابل کا کوئی نہ تھا۔

فیروز جنگ بہادر کی شادی نواب عمدۃ الملک سعد اللہ خاں بہادر مدار المہام شاہجہانی کی صاحبزادی سے
ہوئی تھی جن کے بطن سے نواب میر قمر الدین خاں بہادر نظام الملک آصفجاہ اول پیدا ہوئے۔ فقط

آصف جاہ اول کی رواداری کا ایک بہترین نمونہ

مدراس۔ ایک اطلاع سے ظاہر ہے شیو مندر کی تحقیقات کے دوران میں جو دستاویزات کہ
عدالت میں پیش ہوئے تھے ان میں سے ایک دستاویز کے معائنہ سے اس امر کا ثبوت بہم
پہونچا ہے کہ والیٔ دکن مغفرت مآب نظام الملک آصف جاہ اول نے
دو ہزار ایکر اراضی کا بیش قیمت عطیہ اس مندر کو عطا فرمایا تھا۔

مرتبہ محمد فاضل
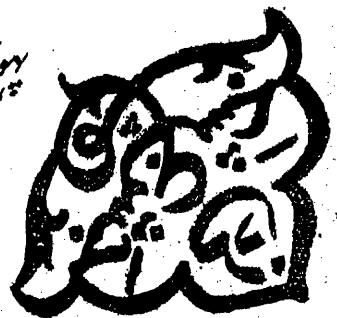
از پروفیسر مولوی محمد عبدالمجید صدیقی صاحب ام اے۔ ال ال بی (عثمانیہ)

دکن عہد قدیم و وسطی میں

اور تاریخوں کی طرح تاریخ دکن کے بھی تین دور ہیں۔ قدیم وسطی اور حالیہ اور ایسے بیّن ہیں کہ ایک نظر میں واضح ہو جاتے ہیں۔ دور قدیم قبل اسلامی زمانہ ہے یہ کچھ روشن ہے اور کچھ تاریک۔ سلطنت چالوکیہ کے قیام سے پہلے کا حصہ نہیں معلوم کب سے شروع ہوتا ہے تاریخ نہ ہونے سے اس زمانہ کا حال تاریکی میں پڑا ہوا ہے۔ چند دھندے نشانات کے سوا کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ سلطنت چالوکیہ چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں قائم ہوئی تھی۔ گو اسکی تاریخ بھی دھندلی ہے لیکن۔ اس کے بعض حکمران ایسے جلیل القدر تھے کہ ان کے حالات تھوڑی سی کوشش سے روشنی میں آجاتے ہیں انکو زوال ہوا تو ایک نئے قبیلہ نے ان کی جگہہ لی جو راشٹرا کت کہلاتا ہے۔ اس قبیلہ نے بھی بہت کچھہ آب و تاب کیساتھ حکومت کی اور بہت سے تمدنی ذخیرے چھوڑے۔ دو صدی کی حکومت کے بعد ان لوگوں نے بھی اپنا میدان چھوڑا اور چالوکیوں کے پچھلے خاندان نے پھر جنم لیا۔ یہ اور ان کے متفرق اجزا مسلمانوں کے آنے تک دکن میں متسلط رہے۔ جس زمانہ میں مسلمان دکن میں آئے ہیں چالوکیوں کی مجموعی سلطنت تو باقی نہ تھی بلکہ اسکی جگہ دولت آباد، ورنگل اور دوار سمدر کی تین راجدھانیاں قائم تھیں جو ایک دوسرے سے الگ تھیں۔

مسلمان تیرہویں صدی کے آخری عشرہ سے دکن میں آنے لگے اور یہیں سے دکن کا وسطی زمانہ شروع ہوتا ہے۔ ۱۳۴۵ء تک ابتدائی پچاس سال تو صرف توطن کے تھے۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کے کئی خاندان مختلف اوقات میں دکن میں

مرتبہ محمد فاضل

بس گئے اور دکن کے ماحول میں ایک نئی روح پھونک دی اور
جب ان کی تعداد کافی ہوگئی تو انہوں نے دہلی سے کنارہ کشی اختیار کرلی
اور دکن میں ایک اپنی جداگانہ سلطنت قائم کرلی جو سلطنت بہمنی کے نام سے موسوم
ہوئی ۔ اس سلطنت نے دکن کی جسقدر عمرانی خدمت کی ہے اس کے اظہار کے لئے ایک مستقل مضمون
کی ضرورت ہے ۔ یہاں اسقدر کہنا کافی ہے کہ اس سلطنت نے دکن کو دکن بنادیا اس کے کئی حکمراں ایسے ہیں جو اپنی
سیاسی اور تمدنی حیثیت میں دکن کے مشاہیر ہیں ۔ انکو دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی ۔ دیکھئے تو یہ لوگ ہندوستان کے صرف ایک
خطہ کے حکمراں تھے لیکن ان کا عہد آخر میں اثر ہندوستان تو کیا ایران اور ترکستان پر بھی چھایا ہوا تھا جسطرح اس سلطنت کی تاسیس
خوش آیند تھی اس کا ٹوٹنا بھی دکن کیلئے بہت ہمت شکن تھا لیکن اسکے منتشر اجزا بیجاپور ۔ احمدنگر ۔ گولکنڈہ کی صورت میں تقریباً دوسو
سال تک قایم رہے اور مقدور بھر پچھلی سلطنت کی روایت قائم رکھی اور دکن کی تمدنی خدمت کی ۔ ان کے آثار قدیمہ اب بھی ان
سلطنتوں کی یاد تازہ کردیتے ہیں ۔ یوں تو سولہویں صدی کے اواخر سے مغلوں کی یورشیں شروع ہوگئی تھیں لیکن سترہویں سے
مغلوں کا دکن میں اتنا سیلاب آنے لگا کہ بالاخر وہ ان سلطنتوں کو بہالے گیا ۔ سترہویں صدی کے آخری عشرہ میں ان دکھنی سلطنتوں کا
بالکلیہ خاتمہ ہوگیا اور دکن کا سلطنت مغلیہ سے براہ راست الحاق ہوگیا ۔ شہنشاہ اورنگ زیب کی زندگی تک تو یہ الحاق بہت امید افزا
معلوم ہوتا تھا لیکن شہنشاہ کے جانشین اس قابل نہ تھے کہ وہ اس عظیم الشان سلطنت کی طنابیں کھینچی رکھتے اس کے علاوہ دکن کی مرکز
گریز طاقتیں اپنا دامن چھڑانے لگیں ۔ مرہٹوں نے اپنی طاقت سنبھالی اور سلطنت آصفیہ کے مقدس بانی حضرت مغفرت مآب نظام الملک
آصفجاہ نے دکن میں خودمختاری حاصل کرلی اور سلطنت آصفیہ کی تاسیس ہوگئی ۔

سلطنت آصفیہ کا آغاز

سلطنت آصفیہ کی تاسیس ایسے ماحول میں ہوئی تھی جو سیاسی اور تمدنی اعتبار سے منتشر تھا ۔ ۱۷۰۷ء عیسوی میں
شہنشاہ اورنگ زیب کا انتقال ہوا ۔ شہنشاہ کا مرنا ہندوستان کی تمام ریاست کیلئے بہت مہلک ثابت ہوا
سلطنت اتنی پھیلی ہوئی تھی کہ اسکی سنبھال کیلئے اورنگ زیب جیسی شخصیتوں کی ضرورت تھی جو پھر نہیں پیدا ہوئیں ۔ اس کے علاوہ ہندوستان
کے طول و عرض میں نئی نئی طاقتیں پیدا ہورہی تھیں ، انکی روک تھام اورنگ زیب کے کمزور جانشینوں کے بس کی بات نہ تھی ۔ دس
پندرہ سال کی مدت میں سلطنت کے حصے بکھرے ہونے لگے ۔ خود شمالی ہند میں کئی عملداریاں ہونے لگیں چہ جائیکہ دکن جو مرکزی
حکومت سے بہت دور تھا ، یہاں سب سے زیادہ پریشان کن طاقت مرہٹوں کی تھی ۔ خود شہنشاہ کو اس طاقت نے ستایا اور برسوں
تک پریشان رکھا ۔ شہنشاہ کے جانشینوں کی غفلت اور ان کے ارباب سیاست کی خودغرضی نے انتظام سلطنت
میں خرابی پیدا کردی مرہٹہ پیشواؤں کی حکومت تمام دکن پر چھانے لگی اور حضرت مغفرت مآب
نظام الملک آصفجاہ اپنی عملداری قایم نہ کرتے تو دکن میں سوائے مرہٹوں کے اور کچھ نہ
ہوتا ۔ اورنگ زیب کے تسلط سے پہلے ہی یہاں مرہٹوں کا جال پھیلا
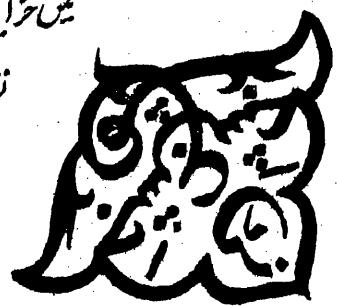
ہوا تھا۔ بیجا پور اور گولکنڈہ کی نیم جان سلطنتیں ان کے دام میں تھیں اگر اورنگ زیب کا تسلط نہ ہوتا تب بھی بیجا پور اور گولکنڈہ کی سلطنتیں آہستہ آہستہ مرہٹہ عملداری میں آجاتیں۔ اسطرح اورنگ زیب کا تسلط نہ صرف دکن کے اسلامی تمدن کیلئے مفید ثابت ہوا بلکہ آیندہ سلطنت آصفیہ کی تاسیس کے لئے راستہ صاف ہوگیا۔ حضرت مغفرت مآب نے دکن کو الگ کر کے شہنشاہ اورنگ زیب کے منصوبہ کی تکمیل کر دی اور اسلامی تمدن کی بڑی حد تک حفاظت کی۔

نظام الملک کے آبا و اجداد سہرورد کے رہنے والے تھے جو ترکستان کا مشہور مقام ہے یہ بہت ہی معزز اور مفتخر خاندان تھا جس کے افراد ترکستان کے بڑے عہدوں پر فائز تھے ترکستان کی قضا انہیں کے ہاتھ میں تھی۔ نظام الملک کے دادا خواجہ میر عابد اس وقت ہندوستان آئے تھے جب کہ اورنگ زیب کی فوجیں جنگ برادرانہ کے لئے دکن سے شمال جارہی تھیں اور اس کے چند روز کے بعد خواجہ میر عابد کے بیٹے شہاب الدین خاں بھی ہندوستان آگئے اور مستقل ملازمت اختیار کر لی۔ اورنگ زیب ان دونوں باپ بیٹوں کی علمی قابلیت اور پاکیزہ زندگی سے بہت متاثر تھے اور ان کے خاندانی اعزاز کے مطابق ان کو ترقی کرنے کا موقعہ دیا۔ خواجہ میر عابد کو مذہبی صدارت کی خدمت پر فائز کیا گیا۔ دکن کی تمام مہمات میں جو اورنگ زیب کے عہد میں ہوئی ہیں یہ دونوں باپ بیٹے برابر کے شریک تھے۔ یوں تو تمام مرہٹہ لڑائیاں قابل ذکر ہیں لیکن بیجا پور اور گولکنڈہ کا محاصرہ اور ان کی تسخیر خاص طور پر خواجہ میر عابد اور شہاب الدین کے نام سے وابستہ ہے۔ بیجا پور کے محاصرہ میں شہاب الدین خاں نے ایسے آڑے وقت رسد پہنچائی تھی جبکہ سارا کام اسی رسد پر منحصر تھا ورنہ شاہزادہ اعظم کی تمام فوج ہلاک ہوجاتی اور مغل سلطنت بہت رسوا ہوتی۔ نہ صرف شاہزادہ اعظم بلکہ خود شہنشاہ نے اسکی دل کھول کے داد دی شہنشاہ نے تو اس خدمت کے صلہ میں شہاب الدین خاں کو خلوص دل سے ان الفاظ میں دعا دی تھی "چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ از ترو خان فیروز جنگ شرم اولاد تیمور بہ نگاہ داشت آبروئے اولاد او تا روز قیامت خدا نگاہ دارد" یہ دعا اب تک اس خاندان کے شامل حال ہے۔ خواجہ میر عابد گولکنڈہ کے محاصرہ میں کام آئے اور یہیں سرزمین دکن میں اس وقت مدفون ہوئے تھے جبکہ سلطنت آصفیہ کا سان و گمان نہ تھا لیکن قدرت نے خواجہ میر عابد کو سرزمین دکن میں مدفون کر کے سلطنت آصفیہ کا قبل از وقت علم نصب کو دیا تھا شہاب الدین خاں اورنگ زیب کے انتقال کے بعد بھی زندہ رہے اور برار و گجرات کی صوبہ داری کی واس طریقہ سے اورنگ زیب کا تمام عہد حکومت ان دو شخصیتوں کے کارناموں سے پر ہے اور عجیب اتفاق ہے کہ ان لوگوں کی اکثر خدمات دکن کیلئے وقف تھیں۔ گویا یہ ترکستان سے دکن کیلئے آئے تھے۔

حضرت مغفرت مآب نواب نظام الملک آصفجاہ اوّل کا عہد حکومت

نظام الملک کا نام قمر الدین خاں تھا۔ یہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ شہاب الدین خاں جنکا اوپر ذکر ہوا تھیٹ ترکمان تھے لیکن ان کی ماں ہندوستانی یعنے سعد اللہ خاں کی بیٹی تھیں۔ یہ ہی اتفاق کی بات ہے کہ نظام الملک کی تمام تر تعلیم و تربیت دکن کے ماحول میں ہوئی تھی۔ کیونکہ شہنشاہ اورنگ زیب سنہ ۱۶۸۴ء سے مرہٹوں کے مقابلہ کیلئے دکن آگئے تھے اور ان کے ساتھ خواجہ عابد اور شہاب الدین خاں بھی دکن میں تھے اس لئے نظام الملک بھی یہیں رہے اور بچپن سے ان کو دکن سے ہی سابقہ پڑا۔ چونکہ یہ دکن کے
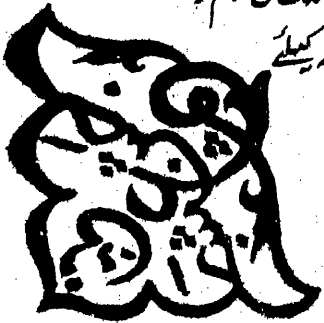
فرمانروا ہونے والے تھے اس لئے قدرت نے ان کی تمام تر
نشو و نما دکن میں کی تھی تاکہ یہاں کے پورے ماحول سے یہ واقف
ہوں - یہی وجہ ہے کہ جب نظام الملک نے واقعی دکن کی عنانِ حکومت
اپنے ہاتھہ میں لی ہے اسوقت یہ دکن کی جغرافی اور سیاسی فضا سے اور یہاں کی مختلف
قومیتوں سے اس قدر واقف تھے کہ گویا یہ خاندانی دکھنی تھے دکن کی بہت سی لڑائیاں اِن کی آنکھوں
کے سامنے ہوئی تھیں ۔ اکثر ارباب سیاست جو دکن میں متعین تھے ان کے جان پہچان اور دیکھے بھالے تھے اور ان لوگوں کے
ذریعہ نظام الملک کو معلومات کا بہت کچھہ ذخیرہ فراہم ہوگیا تھا اور یہ سن شعور کو پہنچتے ہی کام پر لگادئے گئے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ
شہنشاہ نے نوعمری میں اِن کو منصب اور سوار عطا کئے تھے ۔ جو اس عمر میں کسی مغل امیر کو نہیں ملتے تھے اس کا باعث کچھہ تو
انکی ذاتی قابلیت اور کچھہ ان کے باپ دادا کی زرین خدمات تھیں جنکو سلطنت کبھی فراموش نہیں کرسکتی تھی اور بعد کو خطاب
چین قلیچ خاں ملگیا ۔ اورنگ زیب کے انتقال کے وقت یہ بیجاپور کے گورنر تھے ۔ فرخ سیر کے عہد میں ان کو نظام الملک
کا خطاب ملا اور دکن کے گورنر بنائے گئے ۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں جب کہ مرہٹوں کا چوطرف سے غلبہ ہو رہا تھا نظام الملک کا
دکن میں رہنا بہت کچھہ قرین مصلحت تھا کیونکہ اس وقت یہی تنہا مرہٹوں کی طاقت کا جواب دے سکتے تھے ۔ لیکن سادات بارہہ کی
تنگ نظری اور خودغرضی نے تمام کام خراب کیا ۔ سادات بارہہ اس ترکمان خاندان کے دشمن ہوگئے کیونکہ ان لوگوں کی ترقی
سادات کیلئے مضر تھی ۔ نظام الملک کو دکن میں آئے ہوئے مشکل سے دو سال ہوئے ہونگے کہ ان کو یہاں سے معزول کردیا گیا اور
حسین علیخاں خود دکن کا گورنر ہوگیا ۔ یہ ۱۷۱۵ء کا واقعہ تھا جب کہ نظام الملک دکن سے شمال آگئے ۔ یہاں یہ بہت دنوں تک
خاموش رہے ۔ کچھہ دنوں کے لئے ان کو مراد آباد کی گورنری دی گئی ۔ لیکن تمام سیاسی حالات سادات بارہہ کے ہاتھہ میں تھے
اور نظام الملک کو آگے بڑھنے کا کوئی موقعہ نہ تھا ۔ سادات اسقدر چھاگئے تھے کہ تختِ دہلی ان کے ہاتھہ میں تھا جسکو چاہتے تخت نشین
کرتے ۔ فرخ سیر کو قتل کردیا رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کو تخت نشین کردیا اور جب یہ مرگئے تو ۱۷۲۰ء میں روشن اختر محمد شاہ کو تخت نشین کردیا ۔
محمد شاہ کی تخت نشینی ہونا کچھہ زیادہ امید افزا نہ تھا کیونکہ یہ بھی دوسروں کیطرح غافل آدمی تھے ۔ ان کی ماں کبھی کبھی ان کو خواب
غفلت سے چونکاتی تھی اور نظام الملک اور ان کا وفادار خاندان شہنشاہ کی تائید کے لئے تیار تھا ۔ حسین علی خاں اور قطب الملک بھی اس
راز سے واقف تھے کہ ترکمان کس طرح تخت دہلی کے ہواخواہ اور سادات کے دشمن ہیں ۔ اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے نظام الملک کو
مرکزی حکومت سے دور رکھنا ضروری سمجھا گیا ۔ پہلے ان کو پٹنہ کی گورنری پیش کی گئی ۔ لیکن نظام الملک بہت بیدار مغز آدمی تھے
وہ سمجھتے تھے کہ پٹنہ ان کے لئے مفید مطلب نہ ہوگا اس لئے پٹنہ جانے سے انکار کردیا اس انکار کے بعد ان کو مالوہ جانے کے لئے کہا گیا
مالوہ جنوب میں پڑتا تھا اور یہاں سے دکن جانے کے لئے راستہ صاف تھا اس لئے نظام الملک نے اس کو خوشی سے قبول کرلیا ۔ اور
اپنے اہل و عیال کے ساتھ مالوہ چلے گئے لیکن شرط یہ تھی کہ ان کو وہاں سے معزول نہ کیا جائے ۔ مگر چند روز کے بعد ہی سادات نے
محسوس کیا کہ نظام الملک کو مالوہ بھیجنا بڑی غلطی تھی کیونکہ اس طریقہ سے ان کو دکن کا راستہ دیدیا گیا ۔ افسوس کرنا
لاحاصل تھا ۔ تاہم انہوں نے نظام الملک کو معزول کرنے کے لئے احکام بھیجدئے ۔ لیکن نظام الملک نے
دکن کا راستہ اختیار کرلیا ۔ پہلے برہانپور اور قلعہ اسیرگڈھ میں مستحکم ہوگئے اور
شمال کی فوج کو شکست دیدی جو دلاور علیخاں کے تحت آئی تھی ۔ اس کے بعد
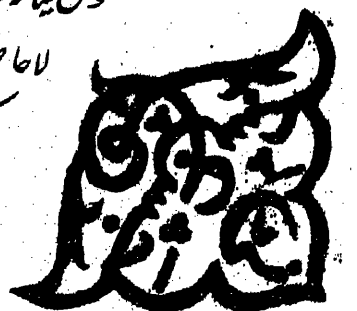
دکن کیطرف پیشقدمی کی۔ بالاپور میں عالم علی خاں نے مزاحمت کی تو اسکا ڈٹ کے مقابلہ کیا اور اورنگ آباد پر قابض ہوگئے۔ اس طریقہ سے نظام الملک نے سادات بارہہ کے تمام منصوبے خاک میں ملادئے۔ حسین علی خاں نے شہنشاہ کو ساتھ لیکر دکن پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن ابھی فوج راستہ میں ہی تھی کہ سازش کرکے حسین علی خاں کو ماردیا گیا اور اس میں بھی نظام الملک کے اہل خاندان کا ہاتھ تھا۔ ان لوگوں نے شاہی تخت وتاج کے ساتھ انتہائی وفاداری کا ثبوت دیا۔

سنہ ۱۷۲۱ء میں نظام الملک اورنگ آباد پہنچے تھے اور ان کی یہ تنگ و دو سادات بارہہ کی مخالفت میں ہوئی تھی۔ اور اس نقل و حرکت سے شہنشاہ بہت خوش تھے۔ جب سادات بارہہ کا خاتمہ ہوگیا تو محمد شاہ ذی اختیار ہوگئے اور سلطنت کی سنبھال کرنے لگے۔ لیکن اس وقت مرکزی حکومت میں کوئی شخصیت ایسی نہ تھی جو امور سلطنت انجام دیسکتی تھی۔ ناچار سب کی نظر نظام الملک پر پڑھنے لگی جو اس زمانہ میں تنہا مدبر تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ اورنگ زیب کے انتقال کے بعد ہندوستان کا سیاسی مطلع ایسا صاف ہوگیا کہ اس وقت نظام الملک کے سوا کوئی مدبر نہیں تھا۔ یہ اکیلے آدمی تھے جو اورنگ زیب کے عہد کو دیکھتے ہوئے آئے تھے اور مغلوں کی سیاست دانی کو جانتے تھے۔ مرکزی حکومت کی تمام کمزوریوں کا یہی علاج کرسکتے تھے۔ چنانچہ یہ سنہ ۱۷۲۲ء میں دہلی بلائے گئے۔ آصفجاہ کا خطاب دیا گیا اور وزارت کی خدمت جلیلہ سے سرفراز کیا گیا۔ نظام الملک اس خدمت کو اپنا عین فرض سمجھتے تھے اس لئے وہ فوراً اپنے فرائض میں مصروف ہوگئے۔ آیندہ اصلاح نظم و نسق کا ایک بڑا پیشنامہ مرتب کرلیا پیشنامہ نہایت غور و خوض کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا اگر اسکی پابندی ہوتی تو مغل سلطنت ہمیشہ کیلئے نہیں تو کم از کم اور ایک صدی کیلئے مستحکم ہوجاتی لیکن محمد شاہ اور ان کا نااہل دربار اس کی قدر کرنے سے قاصر تھا کہ قدم قدم پر نہ صرف مخالفت ہوتی تھی بلکہ ہنسی اڑائی جاتی تھی۔ بیچارے نظام الملک بہت پریشان تھے۔ وہ کام کرنا چاہتے تھے اور اپنی وفاشعاری کا ثبوت دینا چاہتے تھے مگر یہاں معاملہ الٹا ہوتا تھا۔ اس عالم مجبوری اور یاسی میں انہوں نے دو سال گذارے اور بالآخر مجبور ہوکر چپکے سے دکن کی راہ لی۔ یوں تو مرادآباد جانے کا بہانہ کیا تھا کیونکہ شہنشاہ جانے کی اجازت نہ دیتے۔ لیکن شہنشاہ نے اس حرکت کو بھی مقاومت پر محمول کیا اور مبارز خاں صوبہ دار اورنگ آباد کو لکھا کہ نظام الملک کی مزاحمت کریں۔ چنانچہ سنہ ۱۷۲۳ء ایش سکر کیڑہ کے مقام پر مبارز خاں اور نظام الملک میں گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں مبارز خاں کھیت رہا۔ نظام الملک سنہ ۱۷۲۴ء میں کامیاب فاتح کی حیثیت سے اورنگ آباد میں داخل ہوگئے اور یہی سلطنت آصفیہ کی تاسیس کی مبارک تاریخ ہے۔ اسی تاریخ سے سلطنت آصفیہ کی ابتدا ہوتی ہے۔

نظام الملک کی عدیم المثال وفاداری
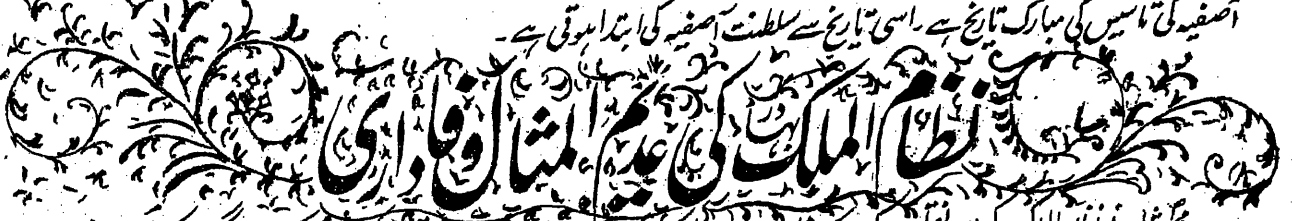
محمد شاہ نے نظام الملک کی اس نقل و حرکت کو بغاوت پر محمول کیا تھا اور وہ سخت ناراض تھے۔ ممکن ہے کہ اور لوگوں کو بھی یہ غلط فہمی ہو۔ لیکن پوست کندہ واقعات کو دیکھنے کے بعد صحیح حقیقت سامنے آجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نقل و حرکت سے بغاوت تو درکنار نظام الملک نے مغل سلطنت اور ہندوستان کی سچی خدمت کی تھی مرکزی حالات سے واضح ہوگیا تھا کہ وہ روبراہ ہونے والے نہ تھے اور وہاں نظام الملک بے بس تھے۔ ایسی صورت میں دکن کو مرہٹوں کے حرص و آز کا شکار بنانا کہاں تک مناسب تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر نظام الملک دکن میں خودمختار نہ ہوتے تو یہاں مرہٹوں کا تسلط یقینی تھا کیونکہ حسین علی خاں نے

ان کو چوتھہ اور سردیشمکھی کی سند لکھدی تھی اور قانوناً دکن ان کے ہاتھ میں تھا نظام الملک کے خود مختار ہونے سے نہ صرف دکن کی حفاظت ہوگئی بلکہ مغل سلطنت کی صدہا روایتیں بچ گئیں جو آج بھی صاف نظر آتی ہیں اس کے علاوہ دکن کی تمدنی اور علمی بساط بھی از سر نو بچھ گئی اور صدہا اہل علم وفن سلاطین آصفیہ کے اردگرد جمع ہونے لگے۔ کیونکہ تسخیر گولکنڈہ کے بعد سے علم و فن کی یہ شمع گل ہوگئی تھی۔ نیز یہ چیز بھی مد نظر رہنی چاہیئے کہ نظام الملک نے خود مختاری کا اعلان کبھی نہیں کیا تخت شاہی اور چتر نہیں استعمال کئے۔ مغلوں کا سکہ جوں کا توں رکھا۔ ان چیزوں کو وہ اپنی وفاداری کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ مغل سلطنت کی آئندہ ہر خدمت کے لئے تیار تھے شکر کھیڑہ کی جنگ کے بعد انہوں نے شہنشاہ کو نہایت وفادارانہ الفاظ میں مخاطب کیا تھا کہ میں حالت مجبوری میں دکن آیا ہوں کیونکہ شاہی دربار نے مجھ سے کوئی کام نہیں لیا اور وہاں میں اپنی وفاداری کا ثبوت نہیں دے سکتا تھا لیکن میں یہاں سے شہنشاہ اور مغل سلطنت کی ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ نظام الملک نے ان الفاظ کی پوری پابندی کی۔ جب ۱۷۳۹ء میں نادر شاہ نے دہلی پر حملہ کیا تو شہنشاہ کے بلانے سے نظام الملک فوراً دہلی چلے گئے حالانکہ اس وقت وہ باجی راؤ پیشوا کے مقابلہ میں سخت لڑائی میں مصروف تھے اور اس میں ان کا بہت نقصان ہوا۔ مگر نادری حملہ کے مقابلہ میں شہنشاہ کی مدد بھی ضروری تھی جسطرح ان کے بس میں تھا ایرانی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ عین قتل عام میں بھی نظام الملک کی تنہا شخصیت تھی جو جرات کے ساتھ نادر شاہ سے شفاعت کی درخواست کر سکتی تھی۔ انتقال کے وقت بھی نظام الملک جو اپنی فطری وفاداری سے متاثر تھے۔ اپنے جانشین نواب ناصر جنگ کو جو وصیتیں فرمائی تھیں ان میں ایک وصیت اظہار وفاداری کی تھی کہ ان کے جانشین بھی تخت دہلی کے ساتھ وفادار رہیں۔ ان حالات میں نظام الملک کی نقل و حرکت کو بغاوت پر محمول کرنا بے معنی چیز ہوگی۔

نواب نظام الدولہ ناصر جنگ بہادر کا عہد حکومت

(سازش و قتل)

۱۷۴۸ء میں نظام الملک کا انتقال ہوا۔ چونکہ ان کے بڑے بیٹے غازی الدین خاں ثانی دہلی میں تھے اور وزارت پر فائز تھے اس لئے مغفرت مآب کی وصیت کے مطابق ناصر جنگ دکن میں ان کے جانشین ہوئے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب ناصر جنگ اچھے سپاہی اور اچھے مدبر تھے اور دکن کے تمام سیاسی ماحول سے اچھی طرح واقف تھے اور ایسے خاص موقعہ پر جبکہ سلطنت حیدرآباد کو ہندوستانی اور غیر ہندوستانی مختلف طاقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا یہی سلطنت کی کمان کر سکتے تھے۔ باہر کے دشمن تو تھے ہی لیکن خود گھر کے اندر ایسے دشمن تھے کہ ان کی بیخ کنی ضروری تھی۔ نظام الملک کے نواسے مظفر جنگ نے ایسی خود غرضی دکھائی کہ اس سے دکن کا سیاسی مطلع بہت غبار آلود ہوگیا۔ مظفر جنگ خود سلطنت حیدرآباد کے دعویدار ہوگئے اور اپنی طاقت بڑھانے کے لئے چندا صاحب اور ڈوپلے کو اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ چندا صاحب کرناٹک کے پچھلے نواب کے خاندان سے تھا اور کرناٹک کی نوابی چاہتا تھا۔ ڈوپلے ہندوستان کی فرانسیسی عملداری کا رہنما تھا اور دکن کی سیاست اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا تھا۔ تین آدمیوں کا یہ

اتحاد پیچیدہ ضرور تھا لیکن ناصر جنگ کی فوجی طاقت اور سیاسی قابلیت
اس اتحاد کا پورا جواب دے سکتی تھی چنانچہ جب ناصر جنگ نے اپنی پوری
طاقت کیساتھ پانڈیچری پر یلغار کیا تو تمام متحدین کے چھکے چھوٹ گئے اور مظفر جنگ
گرفتار ہوگیا۔ ڈوپلے کے تمام منصوبے خاک میں مل رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ناصر جنگ کے
مقابلہ میں اسکی تلوار بیکار ہے تو سازش کے ذریعہ نواب کا خاتمہ کرنا چاہا کرنول کے بیوفا نواب ہمت خاں کو مختلف ترغیبوں
سے نواب کو قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ جب ناصر جنگ قلعہ جنجی کے محاصرہ کے لئے پہنچے تو ہمت خاں نے نواب کو گولی ماردی اور یہ عین
جوانی میں ڈوپلے کی سازش کا شکار ہو گئے۔ اب ڈوپلے کی بن آئی۔ اس نے ایکطرف مظفر جنگ کو حیدرآباد دکن کا والی بنادیا تو
دوسری طرف چندا صاحب کو کرناٹک کا صوبہ دار مقرر کیا جو ڈوپلے کے ہوا خواہ تھے اس طریقہ سے ڈوپلے تمام دکن کے سیاہ و سفید
کا مالک ہو گیا لیکن مظفر جنگ کی بادشاہی صرف چند دنوں کے لئے تھی ابھی راستہ میں تھا کہ رائچوٹی کے مقام پر ہمت خاں سے جھڑپ
ہوگئی اور اس کا راستہ ہی میں خاتمہ ہوگیا۔ پھر ابتری پیدا ہوگئی۔ اس وقت دو فوجیں ان کے رہنما حالات کے مالک تھے۔ حیدرآباد کی
فوج کے رہنما راجہ رگھناتھ داس صلابت جنگ اور نظام علی خاں تھے اور فرانسیسی فوج جو مظفر جنگ کی رہنمائی اور حفاظت کے لئے
ساتھ کردی گئی تھی وہ موسی بسی کی رہنمائی میں تھی۔ ان دونوں کے مشورہ سے صلابت جنگ کی بادشاہی کا اعلان کردیا گیا
اگرچہ بعض عمائد نظام علیخاں کی بادشاہی کے طرف دار تھے مگر نظام علیخاں نے اپنے بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے عنان حکومت
اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کردیا۔

حضرت غفرانمآب نواب امیر الممالک صلابت جنگ بہادر کا عہد حکومت

صلابت جنگ سنہ ۱۷۵۱ء میں دکن کے حکمراں بنائے گئے تھے اور تقریباً ۱۷۶۲ء تک بارہ سال انہوں نے حکومت کی۔ یہ بارہ
سال کا دور حیدرآباد کی تاریخ کا بہت تاریک زمانہ ہے۔ صلابت جنگ بہت کمزور آدمی تھے اور یہ آسانی سے لوگوں کے
اثر میں آجاتے تھے۔ اورنگ آباد پہنچنے کے چند ہی روز کے بعد فرانسیسی جنرل بسی نے ایسا اقتدار بڑھایا کہ خود ہی حاکم وقت بنگیا۔ اور
صلابت جنگ اس وجہ سے اس کے زیر اثر تھے کہ اس کو بادشاہ گر سمجھتے تھے اور یہ خیال تھا کہ بسی نے ان کو بادشاہ بنایا ہے حالانکہ
وہ اپنی کلانیت کی بنا پر تخت نشین ہوے تھے۔ ایک طرف بسی نے اپنے فرانسیسی فوج کے گذارہ کے لئے شمالی دکن کے زرخیز
اضلاع جو شمالی سرکار کہلاتے ہیں دبالئے جو بالآخر انگریزوں کے ہاتھ میں چلے گئے دوسری طرف مرہٹوں کی یورشیں آئے دن حیدرآباد
کی نوخیز سلطنت کو دق کرتی تھیں سنہ ۱۷۶۰ء کی جنگ اودگیر میں جو مرہٹوں سے ہوی تھی حیدرآباد کا بہت نقصان ہوا
حیدرآباد کو شکست ہو گئی اور مرہٹوں نے (۶۲) لاکھ روپے سالانہ آمدنی کے زرخیز علاقے حاصل کرلئے ان
علاقوں میں قلعہ دولت آباد، قلعہ بیجاپور، اسیر گڑھ ہرسول، ستارہ، احمد نگر، صوبہ اورنگ آباد کے بہت سے علاقے
صوبہ برہانپور اور صوبہ بیدر کے کچھ حصے شامل تھے۔ ان علاقوں کے نکل جانے کے
بعد سلطنت آصفیہ کے قبضہ میں صرف تھوڑا سا ملک باقی رہگیا تھا اور ان علاقوں
میں بھی مرہٹوں کو چوتھ وصول کرنے کا حق حاصل ہوگیا تھا۔ اور یہ سب

کچھ اس وجہ سے تھا کہ مرکزی حکومت صلابت جنگ کے ہاتھ میں تھی اور وہ سیاسی عقدہ کشائی کے کسی طرح اہل نہیں تھے۔ تاہم خوش قسمتی کی بات تھی کہ ان حالات میں حضرت غفراں مآب نواب نظام علی خاں بھی سلطنت کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور انہوں نے بارہا مدد کی گو صلابت جنگ کی تنگ نظری اور برادرانہ رقابت سے کام خراب ہوتا تھا اور غفراں مآب کو کما حقہٗ کام کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ لیکن سلطنت آصفیہ کی جو شکل باقی رہی سب اسی وجہ سے تھا کہ وقتاً فوقتاً غفراں مآب نظم و نسق میں دخیل ہو جاتے تھے۔ غفراں مآب نے ہی بسی کے ہاتھ پیر توڑے اور جب پانی پت کی جنگ میں مرہٹوں کو بڑی ہزیمت اٹھانی پڑی تو اس سے فائدہ اٹھا کر ۱۷۶۱ء میں پونا پر حملہ کر دیا اور مرہٹوں سے جنگ اودگیر کا بدلہ لے لیا اور اس جنگ کے اکثر کھوئے ہوئے علاقے حاصل کر لئے یعنی اورنگ آباد اور بیدر کے علاقے جنکی آمدنی ۲۷ لاکھ تھی دوبارہ حاصل کر لئے۔

حضرت غفراں مآب نواب میر نظام علیخاں بہادر آصف جاہ ثانی کا عہد حکومت

صلابت جنگ کے عہد حکومت کا یہ ایک نچوڑ تھا۔ اگر صلابت جنگ اس سے زیادہ برسر حکومت رہتے تو حیدرآباد کو برے دن دیکھنے پڑتے۔ ۱۷۶۱ء میں سلطنت آصفیہ کے تمام ارباب حل و عقد اس بات پر متفق ہوئے کہ صلابت جنگ کو تخت سے علیحدہ کر کے نظام علی خاں کو تخت نشین کرنا چاہئے کیونکہ صلابت جنگ کا اور زیادہ دنوں تک برسر حکومت رہنا اس ملک کے لئے بیحد مضر تھا سلطنت آصفیہ پر ایسے دن ناگوار گھٹائیں چھا رہی تھیں اور اسکو ان حالات میں ایک اچھے سیاسی رہنما کی ضرورت تھی اور ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت غفراں مآب نواب نظام علیخاں سے بہتر آدمی نہیں تھا۔ اگر مظفر جنگ کے مارے جانے کے بعد ہی ان کو تخت نشین کر دیا جاتا تو حیدرآباد کے حالات اتنے خراب نہ ہوتے جو صلابت جنگ کی وجہ سے ہوئے اور غفراں مآب کی سیاسی قابلیت صلابت جنگ کے عہد میں ہر طرح ظاہر ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود کہ صلابت جنگ ان کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کرتے تھے نظام علی خاں اپنے فرض سے نہیں چوکے بلکہ ہر آڑے وقت سلطنت کی مدد کی اور جہاں تک ہو سکا ملک کو بچایا۔ اس لئے ۱۷۶۱ء میں صلابت جنگ کو نظر بند کر کے حضرت غفراں مآب کو تخت نشین کیا گیا۔

حضرت غفراں مآب کا عہد حکومت بہت طویل ہے اس میں صدہا مسائل ملک کے سامنے درپیش تھے اور قدم قدم پر ان مسائل کو سلجھانا پڑتا تھا اور سچ پوچھو تو غفراں مآب کا عہد حکومت حیدرآباد کی تاریخ کا بنیادی زمانہ ہے۔ اس میں جو مسائل درپیش ہوئے اور جس طرح ان کو سلجھایا گیا وہی بعد کے زمانہ کے لئے مستقل مسلک بن گیا۔ ہندوستان کی دیگر طاقتوں کے ساتھ جو تعلقات اس وقت پیدا کئے گئے یا پیدا ہوئے وہ ہمیشہ کے لئے مستقل ہو گئے اس وقت سلطنت آصفیہ کے اردگرد تین طاقتیں تھیں ایک انگریز کمپنی تھی جو فرانسیسیوں کو مغلوب کر کے ہندوستان میں مقتدر ہو رہی تھی۔ کرناٹک میں محاصرہ ارکاٹ ۱۷۵۱ء اور ہنگامہ جنگ بکسر ۱۷۶۴ء جیتنے کے بعد انگریز کمپنی اتنی طاقتور ہو گئی تھی کہ اس کا کوئی مد مقابل نہ تھا۔
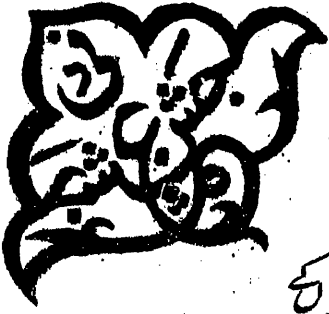
سلطنت آصفیہ کا سب سے زیادہ تعلق اسی سے تھا۔ اور اسکی
ابتدا شمالی سرکاروں سے ہوئی۔ یہ صلابت جنگ کے عہد میں تفویض
کو دئیے گئے تھے۔ لیکن انگریزوں کی رقابت نے اسکی دوسری شکل کر دی
خود صلابت جنگ کے عہد میں کلائیو نے ان پر قبضہ کرلیا تھا کیونکہ ان کا فرانسیسیوں کے
قبضہ میں رہنا انگریزوں کے مفاد کے منافی تھا۔ لیکن جب ۱۷۶۵ء میں شاہ عالم ثانی سے دیوانی بنگالہ کی سند لکھائی
گئی اس میں شمالی سرکاروں کا بھی ذکر تھا یعنی یہ علاقے سلطنت حیدرآباد سے نکال کر کمپنی کو دئیے گئے۔ ظاہر ہے کہ اس سے حیدرآباد کا
بہت نقصان تھا اس لئے غفرانمآب نے بنفس نفیس شمالی سرکاروں پر حملہ کرنا چاہا اور فوج کی نقل و حرکت کی لیکن اس زمانہ میں
کمپنی حیدرآباد کی سی بڑی سلطنت کے ساتھ آویزش کرنا نہیں چاہتی تھی لڑائی نہیں ہوئی بلکہ کمپنی نے غفرانمآب کے مطالبات منظور
کرلئے۔ طے پایا کہ شمالی سرکار کے علاقے کمپنی کے تصرف میں رہیں گے لیکن ان کے معاوضہ میں ایک کثیر رقم سالانہ بطور پیشکش اور
ایک دستہ فوج کمپنی کی طرف سے حیدرآباد کو دئے جائینگے اس طرح معاملہ رفع دفع ہوا اور حیدرآباد کے اقتدار پر کوئی ضرب
نہیں لگی۔

مرہٹوں کا معاملہ بہت پیچیدہ تھا۔ نانا فرنویس کی رہنمائی میں مرہٹوں کی طاقت غیر معمولی طور پر بڑھی ہوئی تھی اور یہ نہ صرف
دکن اور جنوب ہند بلکہ شمالی سلطنتوں کو بھی دق کرتے تھے۔ اور ان لوگوں کی یورشوں سے بچنے کے لئے اکثر ویسی رئیس کمپنی کی حمایت
اختیار کر رہے تھے سلطنت آصفیہ پر مرہٹوں کو چوتھ کا دعویٰ تھا اور بڑی رقم کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اعظم الامراء ارسطو جاہ نے
جو اس زمانہ میں حیدرآباد کے جلیل القدر وزیر تھے اس رقم کے دینے سے انکار کردیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نانا فرنویس نے اپنی پوری
طاقت کے ساتھ حیدرآباد پر یلغار کردیا۔ دربار حیدرآباد نے بھی مدافعت کا سامان کیا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ اس وقت حیدرآباد کو
صرف اپنے پیروں پر کھڑے ہونا پڑا کیونکہ کمپنی اپنے پچھلے معاہدہ کے خلاف مدد کے لئے آمادہ نہ ہوئی۔ سر جان شور گورنر جنرل
تھے۔ یہ عدم مداخلت کے اصول سے ایسے متاثر تھے کہ حیدرآباد کو انہوں نے اپنے حال پر چھوڑ دیا ۱۷۹۵ء میں لڑائی ہوئی جو
جنگ کھرلہ کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ کا پہلا حصہ تو حیدرآباد کے موافق تھا۔ لیکن بعد کو پانسہ پلٹ گیا۔ بعض لوگوں کو اعظم الامراء
سے عداوت تھی۔ وقت پر کمک نہیں پہنچائی اور حیدرآباد کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ سوائے صلح کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ لیکن اس
وقت جو شرائط صلح طے ہوئے تھے وہ بہت سخت اور حیدرآباد کے لئے بہت وقت آمیز تھے۔ دولت آباد کا قلعہ اور دریائے تاپتی سے
لیکر پرینڈہ تک کا سارا علاقہ مرہٹوں کو دینا پڑا جسکی آمدنی ۳۵ لاکھ سالانہ تھی پچھلا بقایا اور تاوان جنگ کی بابت تین کروڑ کی
رقم قرار پائی۔ ایک کروڑ تو نقد دلائے گئے اور باقی دو کروڑ براحتیاط سالانہ دینے کا وعدہ ہوا۔ اسی طرح یہ کہ مرہٹوں نے اسکی
ضمانت طلب کی ان کے لئے ارسطو جاہ سے بہتر ضمانت نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ مرہٹے انہیں کو جنگ کا بانی مبانی سمجھتے تھے اور ان پر
خار کھائے بیٹھے تھے۔ ان کا مطالبہ کیا۔ اس وفادار وزیر نے حیدرآباد کو آئندہ مصائب سے بچانے کے لئے کسی ایثار سے دریغ نہیں کیا اور
اسی وقت مرہٹوں کی نظر بندی کے لئے تیار ہو گئے حالانکہ حضرت غفرانمآب ارسطو جاہ جیسے مدبر سلطنت کو مرہٹوں کے
حوالہ کرنا نہیں چاہتے تھے بلکہ اس مطالبہ سے آبدیدہ ہو گئے اور پھر لڑنے کے لئے تیار تھے
"لیکن آں نمکخوار خیرخواہ و خیراندیش بممانعت پیش آمدہ عرض کرد کہ ملال خاطر نصیب
اعدا باشد غلام در عرصہ یک دو روز تصفیہ ایشاں کردہ حاضر دربار میشود"
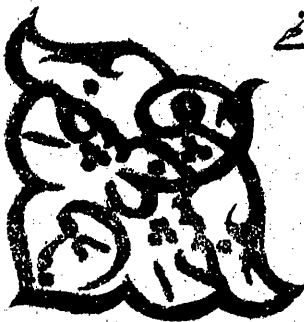
ہرگز قصد دیگر نباید فرمود" اسطرح ارسطو جاہ حیدرآباد کو آئندہ مصیبتوں سے بچانے کے لئے فوراً مرہٹوں کے پاس چلے گئے اور انتہائی ایثار اور قربانی کا ثبوت دیا جو حیدرآباد کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیگی۔

ارسطو جاہ مرہٹوں کے ہاتھ میں دو سال نظربند رہے جو ملک و مالک دونوں کے لئے دردناک تھا۔ لیکن ان کے نظربند رہنے سے وہ فائدہ ہوا جو کسی دوسرے شخص سے نہ ہوتا۔ ان کی تمام زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے فریس مدبر تھے۔ اپنی نظربندی میں انہوں نے ایسے جوڑ توڑ کئے کہ نہ صرف خود رہا ہوگئے بلکہ جنگ کھرڈلہ کی بڑی حد تک تلافی کردی۔ مادہو راؤ پیشوا کا انتقال ہوگیا تھا۔ پیشوا کی جانشینی زیربحث تھی۔ نانا فرنویس رگھناتھ راؤ کے ایک چھوٹے بچے کو گدی نشین کرکے اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کے فیصلہ کے خلاف باجی راؤ دوم اور اس کے بعد جمناجی آپا پیشوا بنائے گئے۔ اس سے نانا فرنویس کی طاقت پر بڑی ضرب لگی۔ دولت راؤ سندھیا سے علحدہ رقابت تھی ارسطو جاہ نے اپنے باغ میں سے جہاں یہ نظربند تھے ایسے ڈورے ڈالے کہ نانا فرنویس اور دولت راؤ دونوں ایک دوسرے سے خائف ہوگئے اور نانا فرنویس کو بالآخر پونا چھوڑکر بھاگنا پڑا اور اس سے ایسا سیاسی انتشار پیدا ہوا کہ بالآخر پونا کے عمائد ارسطو جاہ کو پونا میں رکھنا خطرناک سمجھنے لگے اور ان کو رہا کردیا اور جب نانا فرنویس نے ان سے مدد چاہی تو انہوں نے اپنے مطالبات پیش کرئے پونا کی مدد کیلئے حیدرآباد سے ایک فوج منگوائی اور اس کے معاوضہ میں جنگ کھرڈلہ کے کھوئے ہوئے علاقے اور قلعہ دولت آباد واپس لے لئے۔ صوبہ بیدر کی چوتھ سے مرہٹوں کی دست برداری حاصل کرلی۔ ایک کروڑ روپئے نقد حاصل کئے اور تین کروڑ روپیوں کی سند لکھوادی اور اس طریقہ سے جنگ کھرڈلہ کی تمام رسوائیوں کی خاطر خواہ تلافی ہوگئی اور یہ کام صرف ارسطو جاہ کرسکتے تھے جب یہ اسطرح حیدرآباد کو ۱۷۹۷ء میں واپس آئے تو ملک میں انکا بڑا خیر مقدم ہوا اور ان کو غیر معمولی اعزازات عطا ہوئے تھے۔ تیسرا مسئلہ میسور کا تھا۔ دکن کی بڑی سلطنتوں میں ایک میسور کی سلطنت تھی جس کے حدود سلطنت آصفیہ سے ملتے تھے اور اس لئے میسور سے اچھے اور برے تعلقات ہونے ضروری تھے۔ مشکل یہ تھی کہ والیان میسور ہندوستان کے دیسی رئیسوں کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں پیدا کرسکے اور یہ ان کی بہت بڑی غلطی تھی۔ ٹیپو سلطان نے فرانسیسیوں اور ان کے زبردست رہنما نپولین کے ساتھ تو روابط پیدا کرلئے تھے لیکن خود ہندوستان کی طاقتوں کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے نہ تھے حالانکہ ان کو گھر والوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات پیدا کرنا چاہئے تھا۔ حیدرآباد کو بھی میسور سے بہت شکایتیں تھیں۔ کیونکہ جب یہ نئے والیان میسور میں خود مختار ہوے تو انہوں نے پچھلے راجگان کیطرح حیدرآباد کی سیادت تسلیم نہیں کی اور حضرت غفرانمآب کے عہد میں تو یہ رشتہ کچھ بری طرح ٹوٹ گیا تھا اور یہ میسور کے لئے بہت برا ہوا کمپنی اس سلطنت سے بہت خائف تھی۔ اپنے مفاد کے لئے اس کا خاتمہ ضروری سمجھتی تھی اور حیدرآباد کو بھی اس زمانہ کے عام سیاسی رجحان کا ساتھ دینا پڑا۔

ان تمام واقعات کا ایک سرسری مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت غفرانمآب نے اپنی ان تھک کوششوں سے حیدرآباد کی ہستی قائم رکھی ورنہ حالات اسقدر تشویشناک تھے کہ قدم قدم پر ملک کو خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ خود جنگ کھرڈلہ کے واقعات بتاتے ہیں کہ اس جنگ میں حیدرآباد کو کسقدر نقصان پہنچا تھا اگر اس زمانہ میں حضرت غفرانمآب اور ارسطو جاہ جیسی شخصیتیں نہ ہوتیں تو حیدرآباد کی تاریخ کچھ دوسری ہوتی۔ نیز غفرانمآب کی علم دوستی نے

ملک کی علمی خدمت بھی کی تھی علماء اور صوفیا کی بڑی قدر کی اگرچہ علمی چہل پہل سب کچھ حضرت مغفرت مآب کے عہد سے شروع ہوگئی تھی۔ اکثر علماء اورنگ آباد میں جمع ہونے لگے تھے تاہم اس عہد میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا شعر و سخن کی خدمت ہوئی اور اکثر تاریخیں لکھی گئیں

حضرت مغفرت منزل نواب سکندر جاہ بہادر آصفجاہ ثالث کا عہد حکومت

۱۸۰۳ء میں غفرانمآب کا انتقال ہوا۔ چونکہ غفرانمآب کے بڑے فرزند عالیجاہ کا پہلے انتقال ہوچکا تھا اس لیے دوسرے فرزند سکندر جاہ بہادر جانشین قرار پائے اس عہد میں ایسے واقعات اور لڑائیاں نہیں ہوئیں جیسے گذشتہ عہد میں ہوئی تھیں۔ صرف بعض رخ اندرونی نظم و نسق کے ایسے ہیں جن پر کچھ تبصرہ ہوسکتا ہے۔ حضرت مغفرت منزل سکندر جاہ بہادر غیر معمولی طور پر نیک نفس اور تمام برگزیدہ صفات کے مجسمے تھے۔ اتنے اچھے اخلاق تھے کہ اس کے بہت سے قصے اور افسانے اب بھی حیدرآباد میں بہت سوں کو یاد ہیں۔ ان اخلاق سے کچھ تو بیرونی حکومت نے بڑا فائدہ اٹھایا اور کچھ اندرونی وزراء نے کام خراب کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ مغفرت منزل کو اچھے وزرا نہیں ملے۔ غفرانمآب کے انتقال کے بعد میں ارسطو جاہ کا بھی انتقال ہوگیا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد مدت تک حیدرآباد کو اچھا وزیر نہیں ملا یوں تو اس عہد کے اکثر وزرا سب قابل گرفت ہیں لیکن چندو لال کی وزارت نے تو بہت کام خراب کیا۔ انہیں وزراء کی کمزوری سے انگریزی فوجوں میں زیادتی ہوگئی اور اس کا غیر معمولی بار سلطنت پر پڑھنے لگا۔ نیز ان اخراجات کی پابجائی کی کوئی سبیل نہ تھی۔ کیونکہ سلطنت میں آمد و خرچ کا ایسا باضابطہ انتظام نہ تھا جس کو موازنہ کہتے ہیں فوجی اخراجات کی سالانہ پابجائی نہیں ہوسکتی تھی اور یہ رقم بڑھتے ہوئے خطرناک صورت اختیار کرلی گئی اور بالآخر جب اس کا مطالبہ ہوا تو اس کے لئے آگے چلکر برار انگریزی کمپنی کو دینا پڑا۔ خود اندرونی اخراجات کا انصرام بھی بے ڈھنگا تھا۔ وزراء اندھا دھند روپیہ لیتے تھے اور خرچ کرتے تھے۔ گھر کی آمدنی کافی نہ ہوتی تھی تو قرض لے لیتے تھے اور اس کے لئے حیدرآباد میں پامر کے نام سے ایک بڑا ساہوکارہ کھل گیا اور وہ حکومت کو حسب ضرورت قرض دینے لگا۔ یہ قرض اور اس کا سود ملاکر اتنا تشویشناک ہوگیا کہ اگر چارلس مٹکاف جو اس وقت کے رزیڈنٹ تھے۔ بیچ بچاؤ نہ کرتے تو اس سے سلطنت کو بڑا نقصان پہنچتا۔ رزیڈنٹ مذکور نے شمالی سرکاروں کی رقم سے جو سلطنت حیدرآباد کو آتی تھی قرضہ کی پابجائی کردی اور پامر اینڈ کو کا قصہ ختم کردیا جو سلطنت کو گھن کیطرح لگ رہا تھا

حضرت غفرانمنزل نواب ناصر الدولہ بہادر آصفجاہ رابع کا عہد حکومت

۱۸۲۹ء میں حضرت مغفرت منزل کا انتقال ہوا اور غفرانمنزل

ناصر الدولہ بہادر تخت نشین ہوئے۔ غفران منزل اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بیدار مغز حکمراں تھے۔ ان کی بیدار مغزی سے سلطنت آصفیہ کے بہت سے مفاد محفوظ ہو گئے۔ گذشتہ عہد حکومت کی کمزوریوں سے ملک کو جو نقصان پہنچ رہا تھا اس کا بڑی حد تک سدّباب ہو سکا۔ غفران منزل نے اپنی خاص بیدار مغزی اور قوت فیصلہ سے کام لیکر مرکزی حکومت کو مضبوط کر دیا۔ بیرونی حکومت کا دباؤ جو غیر معمولی طور پر بڑھ رہا تھا۔ اس کا راستہ بند کر دیا۔ یہ کمزوریاں سب کچھ وزرا کی بیوفائی کی وجہ سے ہوئی تھیں جو اپنے ذاتی مفاد کو سلطنت کے مفاد پر ترجیح دیتے تھے۔ غفران منزل نے اچھے آدمیوں کا انتخاب کیا۔ ایسے لوگوں کو سلطنت کے کام پر لگایا کہ جو واقع میں ملک کے وفادار تھے۔ ۱۸۵۳ء میں سراج الملک کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ وزارت کا سوال درپیش تھا اور اچھے آدمی کی ضرورت تھی۔ غفران منزل کی نظر تراب علی خاں سالار جنگ پر پڑی جو سراج الملک کے بھتیجے تھے۔ اگرچہ سالار جنگ کی عمر اس وقت بیس بائیس سال سے زیادہ نہ تھا اسں نو عمری میں وزارت کے جلیل القدر عہدہ کی گرانباری بالعموم بے موقع ہوتی ہے۔ لیکن غفران منزل نے یہ محسوس کیا کہ سالار جنگ سے بہتر آدمی ملک کو نہیں ملسکتا۔ چنانچہ تقرر کے وقت غفران منزل نے فرمایا تھا کہ میں گھوڑے میں سے ہیرا چنا ہوں"۔ اور واقعات بتاتے ہیں کہ یہ انتخاب کس قدر قابل قدر تھا۔ یہی سالار جنگ جو اس قدر نو عمری میں وزیر اعظم حیدر آباد ہوئے تھے۔ سر تاج وزرائے حیدر آباد ہیں جن کا یہ ملک ہمیشہ ممنون رہے گا۔ اگر ہم غفران منزل کے اور کام کو بھول جائیں تو کم از کم اس کارنامہ کو تو کبھی نہیں بھول سکتے کہ انھوں نے حیدر آباد کے مستقبل کا خیال کر کے ایک بہترین آدمی کا انتخاب کیا تھا۔ جو سلطنت آصفیہ کیلئے بسمارک سے زیادہ کام کر گیا۔

حضرت مغفرت مکاں نواب افضل الدولہ بہادر آصفجاہ خامس کا عہد حکومت

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۸۵۷ء میں غفران منزل کا انتقال ہوا جس کے بعد ہی ہندوستان کے آسمانِ سیاست پر غدر کے مہیب بادل چھانے لگے۔ یہ انگریزی کمپنی کے لئے بہت نازک موقع تھا کیونکہ اس میں اہل غدر کی بڑی تعداد تھی۔ اگر اس موقع پر حیدر آباد کی امداد نہ ہوتی تو کمپنی کو اس دارو گیر میں سے صحیح سالم نکلنا بہت مشکل تھا۔ حضرت مغفرت مکاں افضل الدولہ بہادر اور ان کے وزیر سالار جنگ کا انگریزی حکومت پر بڑا احسان ہے۔ جو کبھی فراموش نہیں ہو سکتا۔ ان ارباب سیاست کی حسن تدبیر سے حیدر آباد نہ صرف غدر سے علیحدہ رہا بلکہ وقت پر کمپنی کی مدد بھی کی اور اس سے غدر کی آگ فرو ہو گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ جنگ عظیم تک حیدر آباد نے متعدد مرتبہ انگریزی حکومت کی نازک موقعوں پر مدد کی ہے۔ اور خود غدر کے زمانہ میں اس کی چنگاریاں حیدر آباد میں بھی پہنچ گئی تھیں اور شعلے بھڑکنے کیلئے کچھ دیر نہ تھی۔ لیکن حسن تدبیر سے ان کو بہت جلد فرو کر دیا گیا۔

حضرت مغفرت مکاں افضل الدولہ بہادر اپنے وقت کے بہت ہر دلعزیز حکمراں تھے۔ ان کی داد و دہش حیدر آباد تو کیا تمام ہندوستان میں ضرب المثل ہے، بیشمار اہل اللہ اور اہل علم کی مدد کی گئی اور ان کو معاشی جد و جہد سے
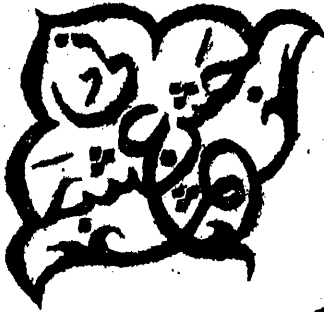
بے نیاز کر دیا گیا۔ اس وقت حیدر آباد میں علم و فضل کے بیشمار
گھرانے بہت ایسے ہیں جو اسی عہد کی دریا دلی سے سیراب ہیں اور
اطمینان کے ساتھ علم و مذہب کی خدمت کرتے ہیں۔ لیکن افسوس اس بات کا
ہے کہ حضرت مغفرت مکاں کا بیوقت انتقال ہو گیا حالانکہ جسمانی صحت و قویٰ کے
اعتبار سے اس وقت تو کیا خود اس زمانہ میں بھی مغفرت مکاں کا کوئی جواب نہ تھا۔ یہ اپنے غیر معمولی جثہ اور تاب و
توانائی میں اپنے زمانہ کے شیر دکن تھے لیکن باوجود اس کے یہ برا اتفاق ہے کہ ان کا بہت جلد انتقال ہو گیا اور یہ انتقال اس
وجہ سے بھی افسوسناک تھا کہ حضرت غفراں مکاں اعلیٰحضرت مرحوم جو ان کے جانشین ہوئے بالکل شیر خوار تھے یعنے ان کی عمر
بمشکل دو سال کی تھی اور یہ چیز دکن کی تاریخ میں بالکل نئی تھی کہ ایک دو سال کے شیر خوار بچے کو تخت نشین کیا گیا۔

حضرت غفراں مکاں نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصفجاہ سادس کا عہد حکومت

اگرچہ دکن کی سیاست کے لئے دو سال کے ایک شیر خوار بچے کو تخت نشین کرنا بہت کچھ ہمت شکن تھا لیکن سر سالار جنگ
کی وزارت اس کمی کو پوری کر سکتی تھی۔ سر سالار جنگ نے اپنی زندگی تک حیدر آباد کی مخلصانہ خدمت کی۔ یہ نہ صرف وزیر تھے بلکہ
متولی اور نائب سلطنت تھے اور اس حیثیت میں ان کو اپنے پورے صوابدید سے کام کرنے کا موقع تھا اور اس مخلص اور وفادار وزیر
نے حیدر آباد کی وہ زرین خدمت کی جو بسمارک نے جرمنی کے لئے کی تھی۔ اس چھوٹے مضمون میں سالار جنگ اول کے تمام کارناموں کو
گنانا ناممکن ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ سالار جنگ کی اصلاحات تک حیدر آباد میں قرون وسطیٰ کی سی کیفیت تھی۔ حکومت کی کوئی تنظیم
اور عضویت نہ تھی۔ حکومت کے تمام شعبوں کو الگ الگ ان کے جداگانہ سررشتے قائم کرنے تھے۔ اور ان کو لائق لوگوں کے تفویض
کرنا تھا۔ دوسرے ممالک اور حکومتی عضویتوں کا مطالعہ کر کے سالار جنگ نے حیدر آباد کی تنظیم کر دی۔ عدالت۔ کوتوالی۔ مال
اور تعلیم کے بڑے شعبے تھے ان کے علاوہ پٹہ اور سکہ وغیرہ کے چھوٹے شعبے یہ سب منظم کئے گئے اور ان پر لائق لوگ مامور کئے گئے سالار جنگ
کے احکام و جرائد دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں کس قدر قابل قدر کام ہوئے تھے۔ جن کا یہاں حصر کرنا ناممکن ہے ۱۸۸۲ء
تک سالار جنگ کی تمام عمر اسی کام میں گزری اور بالآخر حیدر آباد کا یہ بہی خواہ حصول برار کی ناکامیوں کی کوفت میں داعی اجل کو
لبیک کہہ گیا۔ سالار جنگ کے انتقال کے بعد امرائے پائیگاہ نواب رشید الدین خاں بہادر اور ان کے بعد نواب آسمانجاہ بہادر نے
تولیت کی خدمات انجام دیں اور مقدور بھر یہ کمی پوری کر دی۔

سنہ ۱۸۸۴ء میں اعلیٰحضرت غفراں مکاں سن شعور کو پہنچے اور لارڈ رپن نے حیدر آباد آ کر اعلیٰحضرت کو اختیارات سلطنت تفویض
کئے تھے۔ اور رسم تخت نشینی باضابطہ طور پر انجام پائی۔ حضرت غفراں مکاں نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں
لینے کے بعد سالار جنگ کے بنائے ہوئے نظم و نسق کی پوری حفاظت کی سلطنت آصفیہ
کی پہلی روایتوں کی پوری پابندی کی اور شاہانہ رعب و داب کے جتنے اسلوب
تھے پورے کر کے پورے جاری کر دئے۔ اگرچہ غفراں مکاں بہت صغر سنی میں

تخت نشین کردئے گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس عمر میں پچھلے
حالات کا کیا احساس ہو سکتا ہے۔ دربار کیسے ہونا چاہئے اور بادشاہِ
وقت کو کس طرح جلوس کرنا چاہئے۔ لیکن یہ حیرت کی بات ہے کہ باوجود
اس لاعلمی اور عدم مشاہدہ کے عفرانمکان نے پچھلی روایتوں کو اس خوبی سے جاری
کردیا کہ گویا وہ پچھلے زمانہ سے بخوبی واقف تھے۔ شاہی رعب وداب اور شاہی آداب کا اس قدر پاس ولحاظ
ہوتا تھا کہ قرونِ وسطیٰ کی شان وشکوہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ اور مغل شہنشاہیت کا رنگ جمتا تھا۔ لوگ دور دور سے
یہ پُر رعب شاہی دربار اور شاہی جلوس دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عفرانمکان کا شاہی رکھ رکھاؤ
قرونِ وسطیٰ کی تنہا یادگار تھا جو اب ہندوستان میں کبھی نصیب نہیں ہوتا۔ گزشتہ بیس پچیس سال سے معاشی سادگی کیساتھ
یورپ کا اثر اس قدر چھا رہا ہے کہ شاہی درباروں کے اثر پھیکے پڑ رہے ہیں۔ وہ شان وشوکت کسی جگہ نہیں پائی جاتی۔

چونکہ حضرت عفرانمکان کو بچپن سے سیاسی تعلیم وتربیت دی گئی تھی۔ اس لئے وہ اچھے خاصے ماہر سیاست تھے۔ ان کو
امورِ سلطنت پر کافی مہارت حاصل تھی۔ یوں دیکھنے کو بہت کم کام کرتے معلوم ہوتے تھے لیکن جب وہ کام کرنے بیٹھ جاتے تو اس قدر
دلچسپی کا اظہار فرماتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ ہر امر جزئی وکلی سے کماحقہ واقف تھے۔ سر سالار جنگ نے جو نظام حکومت
حیدرآباد کے لئے تجویز کیا تھا اس کا پورا پورا لحاظ رکھا اور حسب ضرورت اس میں اضافے کئے۔ علم وفن کی کافی ترقی دی گئی بیشمار
اہلِ علم وفضل کی مالی امداد اور حوصلہ افزائی کی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ دہلی ولکھنو کے اُجڑنے کے بعد حیدرآباد ہی تنہا اہلِ علم کی
پناہ گاہ باقی رہ گئی ہے۔ جو اپنی پچھلی روایتوں کے مطابق علم وفضل کی قدر کرتی ہے۔ حضرت عفرانمکان کے عہد میں صدہا عالم و
شاعر یہاں آئے ان کی تنخواہیں اور وظائف مقرر ہوئے۔ ہندوستان کی اکثر درسگاہوں اور علمی حلقوں کی مالی اعانت کی گئی
اس کے علاوہ عفرانمکان کی امتیازی خصوصیات ان کی رعایا پروری اور دلجوئی ہے جو حقیقت میں حیدرآباد کے لئے طغرائے
امتیاز ہے۔ یہ تو تمام سلاطین آصفیہ کی خصوصیت ہے کہ اپنی رعایا کو اولاد کے برابر سمجھتے رہے ہیں۔ لیکن عفرانمکان نے اس میں
اس قدر دلچسپی دکھائی تھی جو ان کی خاص فطری چیز معلوم ہوتی تھی۔ اس میں کسی مذہب وملت کا امتیاز نہیں کیا گیا اس حقیقت کا
صحیح امتحان اس وقت ہوا ہے جبکہ ۱۹۰۸ء میں رود موسیٰ کی طغیانی ہوئی تھی۔ رود موسیٰ کا یہ بڑا سیلاب تھا جس میں ہزاروں جانیں
تلف ہوئیں اور ہزارہا مکان ندی کے نذر ہوگئے۔ طغیانی کے ان مصیبت زدگان کے ساتھ حکومت نے جس قدر سچی ہمدردی کی تھی
تاریخ میں اس کی بہت کم مثال ملے گی۔ شاہراہوں پر ایسے بے خانماں افراد کا ٹھٹ لگا ہوتا تھا۔ طغیانی کے دوسرے یا تیسرے
دن حضرت عفرانمکان چارمینار کے پاس سے گزر رہے تھے۔ سواری مبارک کو دیکھکر ان لوگوں نے دردبھری آواز سے چلایا
کہ ہم بے خانماں ہوگئے" اس پر اعلیحضرت آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا کہ "غلام کا گھر حاضر ہے"۔ یہ صرف الفاظ نہ تھے بلکہ ان
میں بہت بڑی حقیقت تھی ان مصیبت زدگان کے لئے محلات کے تمام دروازے کھول دئے گئے تھے۔ شاہی میزخانہ سے
ان کو کھانا ملتا تھا۔ یہ انتظام برسوں تک ہوتا رہا اور اس میں ہندو اور مسلمان کا کوئی امتیاز نہیں تھا
جو گھر طغیانی میں بہے تھے ان سب کا سرکار سے معاوضہ دلایا گیا۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ اس کو ہم بھلائے
نہیں بھول سکتے۔ اگر حضرت عفرانمکان کی اور خصوصیات بھول جائیں تو کم از کم ان کی بلا
امتیاز رعایا پروری کبھی فراموش نہیں ہو سکتی اب بھی بہت سے دردمند دل
اس یاد سے تڑپ کر رہ جاتے ہیں۔

اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع کا مبارک عہد حکومت
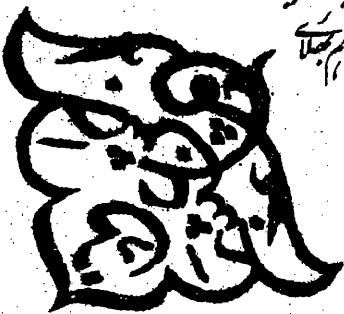
موجودہ اعلیٰحضرت قدر قدرت خلد اللہ ملکہ ۱۹۱۱ء میں سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ یہ عہد مسعود جس کے پچیس سال نہایت آب و تاب کیساتھ ابھی ہماری آنکھوں کے سامنے گزرے بہت بڑی عظمت کا حامل ہے۔ اسی مبارک عہد میں حیدرآباد کی سلطنت پچھلی روایتوں کا پورا لحاظ کرتے ہوئے ترقی کی اس شاہراہ پر پہنچ رہی ہے جو زمانہ حال کے لئے ضروری ہے۔ بات یہ ہے کہ ہر سلطنت مختلف ادوار میں سے گزرتی ہے اور ہر دور اپنی جداگانہ خصوصیات رکھتا ہے۔ اور سلطنت کی ترقی کا اصل راز یہ ہے کہ وہ ان تمام خصوصیات کا پورا جواب دے۔ زمانہ حال کی گوناگوں خصوصیات ہیں۔ انگریزی عملداری میں ہندوستان ایک عبوری دور سے گزر رہا تھا لیکن اب نظر غائر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبور ختم ہو گیا ہے۔ اور اب سیاست اور معاشرت کا ایک مستقل نصب العین قرار پا رہا ہے۔ حیدرآباد کو بھی پہلے عبوری دور سے نکال کر ایک مستقل نصب العین پر ڈالنا ضروری تھا اور یہ حیدرآباد کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اس زمانہ میں سیاست کی باگ ایک بہت ہی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور روشن خیال حکمران کے ہاتھ میں ہے۔ یہ ہم سب جانتے ہیں کہ اعلیٰحضرت قدر قدرت کی تعلیم و تربیت کس وسیع پیمانہ پر ہوئی تھی۔ وسیع علم و فضل کے اعتبار سے ہندوستان کا کوئی رئیس اعلیٰحضرت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ زمانہ حال کی پیچیدہ سیاست میں امور مملکت کی گہرائیوں تک پہنچنا اور رعایا و برایا کے جملہ حقائق سے واقفیت پیدا کرنا وسیع علمیت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور یہ علمیت ہم اعلیٰحضرت بندگان عالی میں بدرجۂ اتم پاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ملک کو غیر معمولی ترقیاں حاصل ہوئیں اور ہر روز ترقی کا نیا دروازہ کھل رہا ہے۔

جہاں تک غور کیا جائے ہر مملکت کا صحیح مقصد ایک طرف یہ ہے کہ افراد مملکت کی کماحقہ ذہنی و جسمانی تربیت ہو تاکہ خود افراد اور بہ حیثیت مجموعی مملکت ان ترقی یافتہ جسمانی اور دماغی قویٰ سے پورا فائدہ اٹھا سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ مملکت انہیں قویٰ سے بنتی ہے۔ اگر یہ قویٰ کمزور ہوں تو مملکت بھی کمزور ہوتی ہے اور اس کو آگے بڑھنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا اور جس مملکت کو ترقی کے یہ راستے نہیں ملتے اس کو مملکت کہنا بے معنی ہے۔ دوسری طرف مملکت کا کام یہ ہے کہ ملک کے تمام قدرتی ذرائع سے پورا فائدہ اٹھائے ملک کی زمین اور اس کے ذرائع پیدائش اہل ملک کے استفادہ کے لئے ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اپنا دامن امید بھر لیتے ہیں۔ مزروعہ اراضی۔ جنگل معدنیات اور پانی کی سوتیں اور چشمے صدہا چیزیں قدرت کی ودیعت ہیں اور وہ استفادہ کی طالب ہوتی ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔ مملکت کا بڑا مقصد یہی ہوتا ہے۔ مملکت کی تمام طاقت اسی میں مضمر ہے۔ اس وقت یورپ کی تمام مملکتوں پر نظر ڈالنے سے
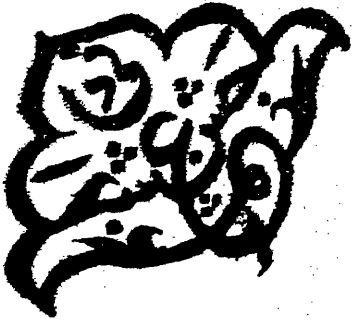
معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نصب العین میں یہ دو مقصد شامل ہیں
اور ان کی تکمیل ہر مملکت کا پیش نہاد ہمت ہے اور ان کی ترقی کا
راز یہی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سلطنت حیدر آباد نے ان دو مقاصد کی
کہاں تک تکمیل کی۔

ذہنی وجسمانی تربیت جو ہر ملک کا اولین مقصد ہونا چاہئے حیدر آباد کے ہمیشہ پیش نظر رہا ہے اور اس
پچیس سال کے عہد مبارک میں اس کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ ذہنی تربیت بلند پایہ درسگاہوں اور علمی حلقوں سے
ہو سکتی ہے۔ جب سے سلطنت آصفیہ قایم ہوئی ہے اس مقصد کی تکمیل کے لئے صدہا علماء کو یہاں دعوت دیگئی اور علمی حلقے زندہ
کئے گئے۔ سالار جنگ اول نے حیدر آباد کی مشہور درسگاہ دار العلوم کی بنیاد رکھی تھی۔ جو برسوں تک اس ملک کی علمی ضروریات
پوری کرتی رہی۔ آج سے بیس سال پہلے اکثر ارباب سیاست جو چھوٹی بڑی خدمات پر نظر آتے تھے وہ سب اسی درسگاہ کے
تعلیم یافتہ تھے۔ اس لئے دار العلوم نے ملک کی بڑی خدمت کی تھی۔ لیکن بیسویں صدی میں تعلیمی ضروریات بہت بڑھ گئیں اور ہر قسم
کے علوم وفنون کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حضرت بندگان عالی نے جامعہ عثمانیہ قایم کردیا۔ اس وقت
جامعہ عثمانیہ کو قایم ہوئے کم وبیش بیس سال ہوتے ہیں۔ اس مختصر دوران میں اس جامعہ نے ملک کی جس قدر علمی خدمت کی ہے وہ
کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ غالباً چند سال پہلے تک اس میں قیل وقال تھا اور بعض طبیعتیں اس کو مشتبہ نظر سے دیکھتی تھیں۔ لیکن
اس کے اصول اب مسلمہ ہو چکے ہیں۔ اور اس کا ذریعہ تعلیم حیدر آباد تو کیا ہندوستان کے دوسرے حصوں کو بھی قائل کر چکا ہے اسی
اصول تعلیم کا نتیجہ ہے کہ اس قلیل مدت میں اس جامعہ نے اچھے عالم۔ ادیب اور انشا پرداز اور شاعر پیدا کر دئے جو کسی اور جامعہ
سے نہیں پیدا ہوئے۔ جامعی تعلیم کے ساتھ زراعت اور صنعت وحرفت کے ذیلی شعبے بھی قائم کر دئے گئے۔ گو ان کی تعلیم جامعی نہیں
ہوئی مگر اس سے ذیلی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کا قیام عہد مسعود کا زرین کارنامہ ہے جس کو آیندہ نسلیں ہمیشہ یاد رکھیں گی
ذہنی تربیت کا اس سے بڑھکر اور کیا انتظام ہو سکتا ہے۔

ذہنی تربیت میں اخلاقی ومعاشرتی تعلیم بھی شامل ہے اور یہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس عہد مسعود نے اس
خصوص میں بھی کافی اہتمام کیا۔ گزشتہ زمانہ کی بے ڈھنگی معاشرت درست کی گئی۔ اس کے جتنے برے مشاغل تھے سب بند
کردئے گئے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ حیدر آباد میں کھیل تماشے اور بے معنی لہو ولعب کے ایسے بدنما مشاغل تھے کہ ان کو ایک زمانہ میں
سرمایۂ فخر ومباہات سمجھا جاتا تھا۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں نہ صرف عمر ضائع ہوتی تھی بلکہ روپیہ برباد جاتا تھا اور
اس سے حال وستقبل کا کوئی تعمیری کام نہیں ہو سکتا تھا۔ اعلیحضرت بندگان عالی نے متعدد فرمان کے ذریعہ یہ سب مشاغل بند
کر دیئے اور اس اصلاح کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو دماغ ان بے نتیجہ مشاغل میں لگے ہوے تھے وہ آج تعمیری کام میں لگے ہوئے ہیں اور ملک کو
غیر معمولی فائدہ پہنچ رہا ہے۔ جو روپیہ برباد جاتا تھا وہ پیدا آور ذرائع میں صرف ہو رہا ہے۔ نیز اعلیحضرت بندگان عالی نے
اپنی بے نظیر مثال سے زندگی سادہ اور پاکیزہ بنانے کی ہر وقت کوشش فرمائی اور اس کے بیش بہا
نتائج برآمد ہوئے۔ ظاہر ہے کہ لفظی تلقین سے اتنا گہرا اثر نہیں پڑتا جتنا عملی
مثال سے ہوتا ہے۔ حضرت بندگان عالی کی سادہ زندگی نے برے رسم
ورواج اور فضول خرچیوں کا ہمیشہ خاتمہ کر دیا اور ملک کو معاشرت کے
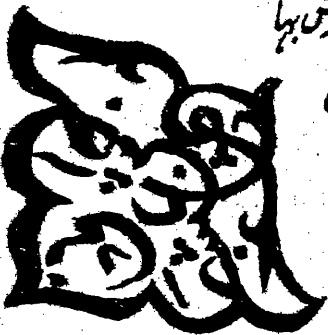
یسے صحیح اسلوب پر ڈالدیا ہے کہ اس کو کوئی فراموش نہیں
کرسکتا اور یہ بھی ملک کی بہت بڑی دینی خدمت ہے۔
جس طرح اوپر ذکر ہوا مملکت کا دوسرا مقصد ملک کے قدرتی ذرائع
سے فائدہ اٹھانا ہے۔ اس پچیس سال کے عہد مسعود میں اس خصوص میں بھی
غیر معمولی کام ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ دکن میں بیشمار قدرتی ذرائع آب مزارع۔ جنگلات اور معدنیات
کی شکل میں موجود ہیں اور ان کو روبراہ کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا اس عہد کا کام ہے قدرتی دولت کے یہ سرچشمے
معاشی جدوجہد کے محتاج تھے جن سے مزروعہ زمین کو ان سے خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچا تھا۔ اور غیر مزروعہ زمینوں کو اپنے
حال پر چھوڑدیا گیا تھا۔ اس کے لئے پانی کے خزانوں کا انتظام کرنا تھا۔ سلطنت آصفیہ میں سوتوں کی کمی نہیں ہے۔
ان کا پانی بیکار جاتا تھا۔ لیکن پندرہ بیس سال کے دوران میں عثمان ساگر۔ حمایت ساگر اور نظام ساگر کی صورت میں پانی
کے بند بنادئے گئے۔ نظام ساگر کا بند تو بہت بڑا ہے اور اس کے جیسے بند ہندوستان میں بہت کم ہیں۔ ان کی تعمیر میں
لکھوکھا روپے صرف ہوئے اور غیر معمولی قابلیت کا اظہار ہوا لیکن اگر ان کے فائدوں کو دیکھا جائے تو غالباً ان کی اہمیت کا
صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ ان سے آبرسانی کی تمام مشکلات حل ہوگئیں اور ہزارہا ایکڑ زمینیں جو بنجر پڑی ہوئی تھیں سب پیداآور
ہوگئیں جو اس وقت اور آیندہ ملک کی عام معاشی ترقیوں کی ضامن ہیں۔ بنجر اراضی کو پیداآور بنانے سے نہ صرف اراضی کی
اصلاح ہوئی اور ملک کی معاشی دولت میں اضافہ ہوا بلکہ بے روزگاروں کے لئے روزگار پیدا ہوگیا۔ بے روزگاروں کیلئے
ملازمت کے سوا اور ذرائع معاش بھی پیدا ہوگئے۔ چنانچہ نہر نظام ساگر کے اردگرد معاشی اور زراعتی جدوجہد کے خوشگوار
مناظر دکھائی دے رہے ہیں۔ اور جو خوش آیند مستقبل کی پیشینگوئی کر رہے ہیں۔ اگر تنگبھدرا کا کام بھی یہ چل پڑے تو اس سے
بھی غیر معمولی اضافہ ہوسکتا ہے۔ اس کے ساتھ معدنیات کی صحیح دیکھ بھال اور صنعت وحرفت کی خاطر خواہ گرفت اور ترقی
قابل ذکر ہے اور یہ روز افزوں ہیں۔ صنعت وحرفت کے مختلف شعبوں میں تعلیم دی جارہی ہے اور پیداوار خام خاطر خواہ استعمال
ہورہی ہے۔ آمدورفت کے وسائل میں توسیع اور ترقی ہورہی ہے۔ ان وسائل سے ملک کے طول وعرض کو آپس میں ملایا جارہا ہے
اس سے نہ صرف ملک کی دولت میں اضافہ ہورہا ہے بلکہ تمام افراد مملکت کا ذہنی اور معاشرتی ربط وضبط بڑھ رہا ہے جو تمدنی ترقی کا صحیح
ضامن ہے اس سرسری خاکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مملکت کے دونوں مقصد نہ صرف پیش نظر ہیں بلکہ ان کو اسی طرح عملی جامہ پہنایا جارہا
ہے جو دنیا کی بڑی مملکت کرتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مختصر خاکہ میں دور عثمانی کی تمام ترقیوں کا جو بجائے خود ایک کتاب کی
طالب ہیں۔ حصر کرنا مشکل ہے۔ یہاں صرف اس خاکہ پر اکتفا کی جاتی ہے اور مضمون کو شہنشاہ اورنگ زیب کی اس دعا پر
ختم کیا جاتا ہے جو شہنشاہ نے نظام الملک کے پدر بزرگوار غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ کو دی تھی اور اس میں غازی الدین خاں کی
کی تمام اولاد امجاد شامل ہے " چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ ازمردخان فیروز جنگ شرم اولادِ تیموریہ نگاہ داشت آبروئے اولادِ
او تا روزِ قیامت نگاہ دارد " فقط

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

کرنل نواب مکرم جاہ بہادر شہریار دادا جان کی آغوش میں

ہز ہائینس پرنس آف برار و ولیعہد سلطنت آصفیہ
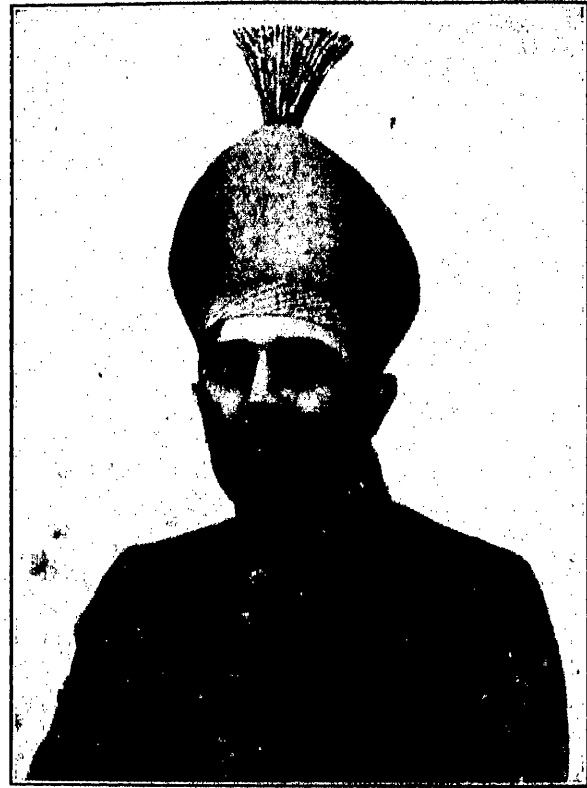
پرنسس حضرتہ درشہوار دردانہ بیگم صاحبہ

حضرت والاشان نواب معظم جاہ بہادر

حضرتہ نیلوفر فرحت بیگم صاحبہ
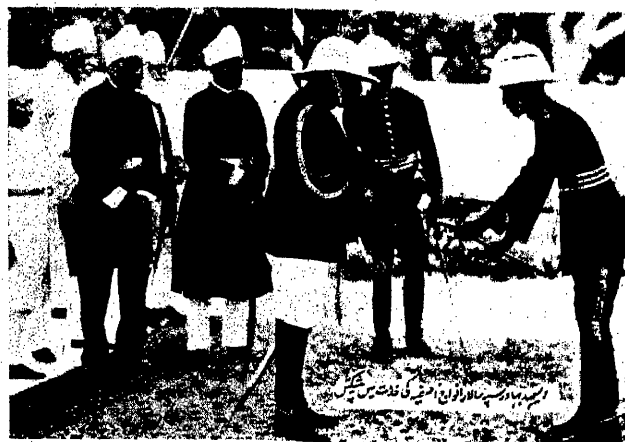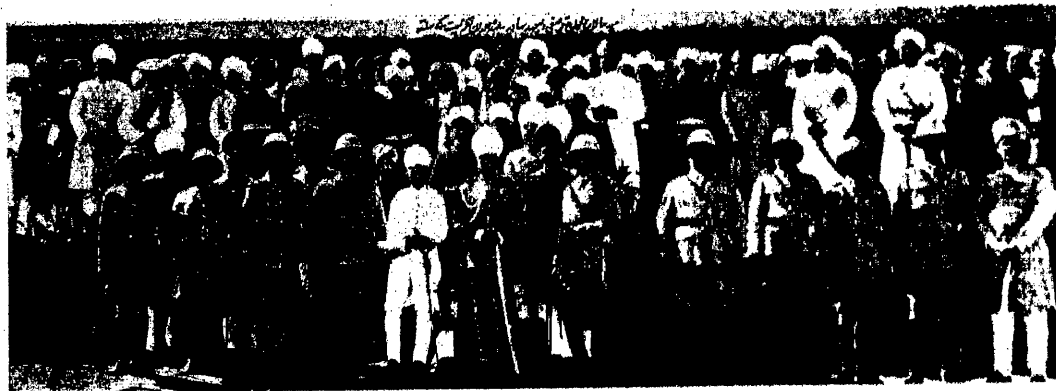
حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

ولیعہد بہادر سپہ سالار افواج باقاعدہ سرکار عالی

اس گروپ میں امراء عظام اور عہدہ داروں کے لڑکے لڑکیاں موجود ہیں

ایوانات شاہی

ان عالیشان نواب اعظم جاہ بہادر والاشان (بلاوسٹا)

ایوان عالیشان شاہزادہ نواب معظم جاہ بہادر والاشان

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

والاشان نواب معظم جاہ بہادر مجلس آرایش کی صدارت کے حصول جائزہ کے بعد ارکان مجلس اور خصوصی عہدہ داروں کے ساتھ
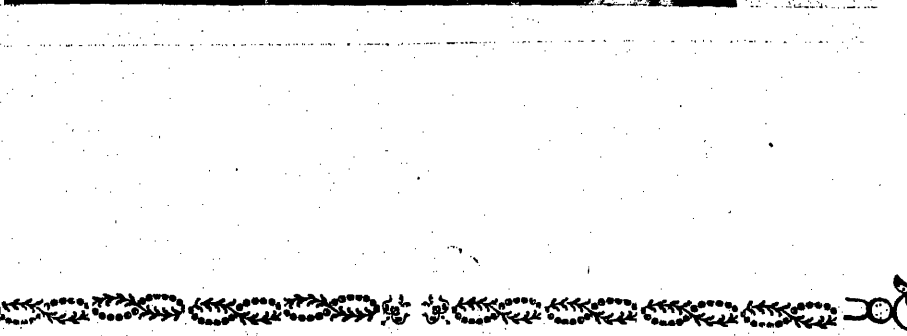
ایوانات شاہی
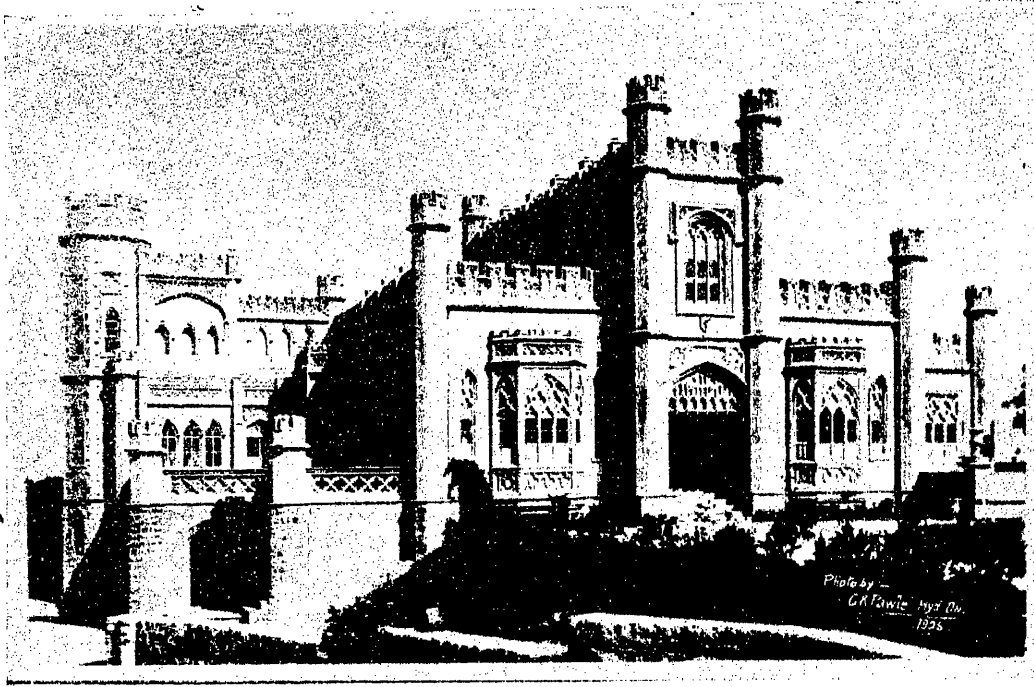
ہل فورٹ کا ایک رخ

ہل فورٹ کا دوسرا رخ

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

شہزادگانِ والاشان

شہزادہ نواب میر حمایت علیخاں میجر جنرل والاشان اعظم جاہ بہادر ہز ہائینس پرنس آف برار و ولیعہد سلطنت آصفیہ ۶ محرم ۱۳۲۵ھ کو بمقام نیک ساعت تولد ہوئے اور دس ماہ کے فرق سے شہزادہ نواب میر شجاعت علیخاں والاشان معظم جاہ بہادر کی ولادت باسعادت عمل میں آئی۔ شہزادگان والاشان کی تعلیم و تربیت خود بہ نفس نفیس اعلیٰ حضرت بندگانعالی کی نگرانی میں خاص انتظام و اہتمام کے ساتھ منتخب و قابل علما و اردو، فارسی، عربی، انگریزی ہوئی۔ ہر دو شہزادگان والاتبار جو دولتِ آصفیہ کے چشم و چراغ ہیں اپنے قابل فخر خاندان اور نامدار تاجدار پدر کی شاندار روایات و سیرت کا صحیح صحیح نمونہ ہیں۔ بعد فراغ تعلیم حضرت اقدس و اعلیٰ نے ریاست کے تمام شعبہ جات کا عملی تجربہ بھی لائق و ماہر عہدہ داران کے زیر نگرانی کروایا۔ ۱۹۳۱ء میں دونوں شہزادگان والاتبار یورپ تشریف لے گئے۔ اس مبارک سفر میں ہر دو شہزادگان والاشان کی شادی ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء مطابق یکم رجب ۱۳۵۰ھ روز پنجشنبہ بمقام نیس ہوئی (جو فرانس کے جنوبی حصہ میں واقع ہے) ہز ہائینس پرنس آف برار نواب میر حمایت علیخاں والاشان اعظم جاہ بہادر کی شادی جلالتمآب خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالمجید خاں بہادر سابق سلطان ترکی کی اکلوتی شہزادی حضرت درِ شہوار المخاطب دردانہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اور نواب میر شجاعت علیخاں والاشان معظم جاہ بہادر کی شادی خلیفہ ممدوح الشان کی حقیقی بھانجی اور سلطان مرادخانِ دوم کی نواسی حضرت شہزادی نیلوفر المخاطب فرحت بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ یہ ہر دو شہزادیاں ترک، ترکی سلاطین کے اعلیٰ تمدن کا بہترین اور قابل فخر نمونہ ہیں۔ ہز ہائینس پرنس آف برار شہزادہ والاشان نواب اعظم جاہ بہادر کے مشکوئے معلیٰ میں بمقام نیس ۵ ا جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ ۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء یکم آذر ۱۳۴۳ف یوم جمعہ صبح ساڑھے نو بجے نواب میر برکت علیخاں المخاطب نواب مکرم جاہ بہادر تولد ہوئے۔ آپ کے محبوب نانا خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالمجید خاں بہادر نے اپنے نام کی رعایت کیساتھ آپکا عرف مجیدی پادشاہ رکھا جو نہایت پیار سے پکارا جاتا ہے یکم ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ۸ شہریور ۱۳۴۲ف کو اعلیحضرت بندگانعالی نے میجر جنرل حضور والاشان نواب اعظم جاہ بہادر کو افواج آصفی کے جلیل القدر عہدہ کمانڈر ان چیف پر مامور فرما کر افواج آصفی کو معزز فرمایا اور اسی ماہ میں حضرت والاشان نواب معظم جاہ بہادر کو مجلس آرایش بلدہ کی صدر نشینی پر مامور فرما کر ارکان مجلس کو شرف افتخار بخشا۔ چنانچہ ان ہر دو جلیل القدر خدمات کو شہزادگان والاتبار اپنے موروثی آئین و دستور کے تحت قابل فخر فرائض کے ساتھ نہایت خوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ جب سے ہر دو شہزادگان والاشان نے ان اہم ذمہ دارانہ خدمات کا جائزہ حاصل فرمایا ہے اپنے عملی کامیاب فرایض سے متعلقہ شعبوں کو غیر معمولی ترقی دیکر تحت شعبہ جات کو چار چاند لگایا اور اپنے بزرگوں کے نقش قدم کو حیات جاوید بخشی شہزادگان والاشان کے زیر نگین ماتحت شعبوں کی ترقی سرعت کیساتھ بام اوج پر نظر آرہی ہے۔ شہزادگان والاشان کی خدمات جلیلہ سے وابستگی حضرت اقدس و اعلیٰ کی بیدار مغز شاہیت کا بے نظیر نظریہ ہے نیز بیقین تصفیہ برار ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کے معاہدہ کی رو سے حضرت والاشان ولیعہد بہادر کو "ہز ہائینس دی پرنس آف برار" کا جو لقب برٹش گورنمنٹ سے ملا ہے۔ اسبارے میں ۴ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کو مصدرہ فرمان مبارک درج ذیل ہے۔

نقل فرمان مبارک

چونکہ میں نے برار کے جدید معاہدہ پر ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو دستخط کیا ہے لہذا سال آئندہ سے بطور یادگار ہر سال علیوی کی ۲۴ اکتوبر کو ممالک محروسہ سرکار عالی میں عام تعطیل قرار دیجائے

دیگر چونکہ اسی معاہدہ کی رو سے ولیعہد حیدرآباد کو "ہز ہائینس دی پرنس آف برار" کا لقب برٹش گورنمنٹ سے ملا ہے لہذا انکے نام کیساتھ لقب بھی استعمال ہو اور اسکے علاوہ صاحبزادی دردانہ بیگم صاحبہ پرنسس در شہوار کے نام کے ساتھ "ہز ہائینس دی پرنسس آف برار" بھی استعمال ہو۔

پبلک کی اطلاع کی غرض سے یہ جریدہ غیر معمولی میں شائع کیا جائے۔

شرح دستخط مبارک اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی

۴ رمضان المبارک ۱۳۵۵ہجری

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حیدرآباد دکن کا بیدار مغز شاہنشاہ

جہاں آفریں تا جہاں آفرید ۔ چنیں شہریارے نہ آمد پدید

یوں تو دنیا بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہوں اور زبردست شاہنشاہوں اور سلطنتوں کے وجود کیلئے شہرت تامہ رکھتی ہے۔ چنانچہ شاہانِ اولوالعزم و فرمانروایان باہمت و حوصلہ نے اپنی حکمرانی کے حدود کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچایا۔ اور تاریخ میں ابدالآباد شہرت دوام چھوڑ گئے۔ جہاں یہ سب کچھ ہے وہاں اس سے بھی کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سرزمین ہند میں دکن بھی دورِ اسلامی کی ایک سلف السنہ نامور یادگار ہے جو قابل فخر شہریاروں کا گہوارہ رہا اور ہے۔ دکن کی تاریخ سے دنیا کی مخلوق یوں تو واقف ہے۔ اور یہاں کے شاہانِ آصفیہ سے بخوبی آشنا۔ مگر دنیا کے شش جہت میں آج سرزمین دکن کو جو اوج و عروج نصیب ہے اور دنیا کے ہر ایک فرد کی زبان پر نام جاری و ساری ہے۔ فی زمانہ دکن کا یہ طرۂ امتیاز محض اعلیحضرت نواب سرمیر عثمان علیخان بہادر تاجدار دکن کے قدوم میمنت لزوم کی برکت اور نقش وفادر خشاں دورِ حکمرانی کے کامیاب نتائج ہیں۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ سلطنتیں بڑھیں اور مٹ گئیں۔ شاہنشاہیاں بام عروج تک پہونچیں اور فنا ہو گئیں۔ مگر اون کے مستقل دیرپا اثرات و روایات کی اگر کوئی اس وقت یادگار ہے تو وہ سرزمین دکن اور نظام حیدرآباد ہے۔ اور اب زمانہ کا ہر فرد بشر ان دو ناموں سے اچھی طرح واقف و آشنا ہے۔ جس ہستی نے دکن کو دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کے بمقابل کھڑا کیا۔ اور دنیا کے نہ ماننے والوں کو قائل اور دنیا سے روشناس کرایا۔ وہ **اعلیحضرت آصفجاہ سابع ہی کی ذات فیضدرجت ہے۔**

دورِ عثمانی کی محیرالعقول ترقیاں اور دکن کا غیر معمولی ارتقاء و عروج اور ملک کے چپہ چپہ کے نقوش بیدار مغز شہنشاہ کی مدحت کے گیت گا رہے ہیں۔ اور اپنی ساکت زبان حال سے عثمانی شان و عظمت کے نواسنج ہو کر عوام سے دکن کی سطوت و برتری کا لوہا منوا رہے ہیں۔ دنیا کا کونسا ایسا گوشہ ہے جہاں گمنام دکن یشہرہ آفاق نہ ہو گیا ہو۔ مدبران رہے ہیں۔ دنیا پہچان رہی ہے۔ اور ہر نوع کاروبار میں حیدرآباد کی ترقی نمایاں نظر آرہی ہے۔ یہ تمام فوق الفطرت تحفے کس کی بدولت اہل دکن کو نصیب ہیں۔ جس کے ہم عاشق و شیدا ہیں۔ جان نثار و مرید ہیں۔ اور جس کے ایک اشارہ پر جان فدا کرنا اپنا مقصد زیست سمجھتے ہیں۔ آج اسی ظل سبحانی کے ۲۵ سالہ مسعود دورِ حکومت کا جشن سیمیں منا رہے ہیں۔ جوشِ عقیدت سے رقص رہے ہیں۔ فقط

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہد عثمانی کا خصوصی و زریں کارنامہ برار

خطاب یافتگی ہز ہائینس اور پرنس آف برار بہ ولیعہد دربار سلطنت آصفیہ

چو محلہ مبارک میں خریطہ دربار

جمعہ ۹ اردی ۱۳۴۶ف کو پونے تین بجے چو محلہ مبارک میں خریطہ دربار منعقد ہوا - جس میں والاشان ولی عہد بہادر کو ملک معظم کے عطا کردہ خطاب "ہز ہائینس اور پرنس آف برار" کا اعلان کیا گیا - اور برار کا معاہدہ (جو جریدہ میں شائع ہو چکا ہے) پڑھا گیا -

دربار کے انتظامات صبح سے کئے جارہے تھے - دو بجے سے قبل گارڈ آف آنر اور فوجی دستوں کی ایستادگی شروع ہوئی اور دو بجے سے اعلیٰ عہدہ دار جمع ہونا شروع ہوئے -

سواری شاہانہ

۲/۳۵ کو سواری شاہانہ رونق افروز ہوئی پونے تین بجے تک والاشان ولیعہد بہادر والاشان نواب معظم جاہ بہادر، دلہن شہزادیاں نواب بسالت جاہ بہادر تشریف فرما ہو چکے اس کے بعد آنریبل رزیڈنٹ مسٹر ڈی، جی، میکنزی اپنے اسٹاف کے ساتھ خریطہ لیکر تشریف لائے - گارڈ آف آنر نے سلامی دی - نواب مہدی یار جنگ بہادر نواب حامد یار جنگ بہادر، نواب ناصر نواز الدولہ بہادر وغیرہ نے خیر مقدم کیا -

خریطہ کی خواندگی -

تین بجے آنریبل رزیڈنٹ بہادر نے بارگاہ خسروی میں خریطہ پیش کیا جس کو نواب مہدی یار جنگ بہادر نے پڑھا ۳/۲۰ کو خریطہ کی خواندگی ختم ہوئی - اور شرکاء دربار کو عطر اور پان پیش کئے گئے رزیڈنٹ بہادر کی واپسی کے بعد سواری شاہانہ اور شہزادگان والاشان کی مراجعت عمل میں آئی - رزیڈنسی کے اسٹاف اور یوروپین فوجی عہدہ داروں کے علاوہ تمام عمائدین و امراء اور عہدہ داران خصوصی شریک دربار تھے -

ہز ہائی نس پرنس آف برار

سررشتہ معلومات عامہ کا ایک "پریس نوٹ" مورخہ ۹ اردی ۱۳۴۶ف مظہر ہے۔"

"ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر و گورنر جنرل آف انڈیا نے ملک معظم کی طرف سے ایک جانب اور حضرت اقدس و اعلیٰ نے دوسری جانب ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو معاہدہ برار پر دستخط ثبت فرمائے ہیں - اور جریدہ غیر معمولی جس میں حضرت اقدس و اعلیٰ کا فرمان مبارک نیز معاہدہ و ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر و گورنر جنرل آف انڈیا کے متعلقہ مکتوب کا متن درج ہے - آج پبلک کی اطلاع کے لئے شائع کر دیا گیا ہے -

آج چو محلہ مبارک میں ایک خریطہ دربار تین بجے منعقد ہوا - اس موقع پر معاہدہ و متعلقہ مکتوب نیز اس امر کا اعلان کیا گیا کہ ملک معظم نے بندگان عالی کے برار پر اقتدار اعلیٰ کا مزید اعتراف فرماتے ہوئے اعلیٰحضرت اقدس و اعلیٰ کے موروثی لقب شاہی میں حیدرآباد کے ساتھ برار کو بھی شریک فرمایا ہے اور بندگان عالی کے

ولی عہد اور بندگانعالی کے جانشینوں کے ولی عہد کو ہز ہائی نس
دی پرنس آف برار" کا خطاب عطا فرمایا ہے۔"

جریدۂ غیر معمولی

جلد (۶۸) حیدرآباد دکن ۹ر دی ۱۳۴۶ف م ۲۷ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ یوم جمعہ نمبر (۱)

بہ حکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سر کشن پرشاد یمین السلطنت بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

اعلیحضرت مظفر الملک والممالک فتح جنگ آصف جاہ سابع کے آستان شرف ورود لایا ہوا فرمان نصرت نشان مورخہ ۲۷ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ اطلاع عام کے لئے شائع کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے فقط

حیدر نواز جنگ۔ صدر المہام متعلقہ امور دستوری۔

فرمان مبارک

میں نے اپنے فرمان مورخہ ۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ میں لارڈ ولنگڈن کی حیدرآباد سے روانگی سے قبل اون انتظامات کے متعلق اپنا اطمینان ظاہر کیا تھا جو سرکار عظمت مدار کے ساتھ گفت و شنید کے نتیجہ کے طور پر ہندوستان میں نئے دستور قائم ہونے پر میرے ملک برار کے آئندہ نظم و نسق کی نسبت عمل میں آئیں گے۔ اوسی فرمان میں میں نے یہ لکھا تھا کہ میری رعایا کو اون تدابیر کے تفصیلی اعلان کا سخت انتظار رہے گا۔ جن کی رو سے میرے ملک برار کا نظم و نسق ملک معظم کے اس ملک کے ساتھ جو بنام ممالک متوسط موسوم ہے مثل ایک صوبہ واحد کے ہوگا۔ جس کا نام "ممالک متوسط و برار" رہے گا اور برار پر میری سلطنت عملاً اس طرح مخیر ہوگی کہ اوس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے گی نیز یہ بھی ظاہر کیا تھا کہ برٹش گورنمنٹ اور میری گورنمنٹ دونوں کی امید ہے کہ ہندوستان کا دستوری نشوونما بزودی حکمۃ اعلان مذکور کی اجازت دے گا تا کہ ابواب طے شدہ سے مجھے جو اطمینان حاصل ہوا اوس میں میری رعایا بھی شریک ہو سکے۔

چونکہ گفت و شنید اب بحمد اللہ کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ اور میں نے بتاریخ ۷ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۴ر اکتوبر ۱۹۳۶ء عہد نامہ برار پر جو ملک معظم کے ساتھ ہے دستخط بھی ثبت کر دئے ہیں۔ اس لئے بفضلہ تعالیٰ اب وقت آگیا ہے جبکہ عہد نامہ کی دفعات اور نیز منسلکہ مکتوب جو منجانب ملک معظم بدستخط ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر میرے نام وصول ہوا ہے عوام کی اطلاع کی غرض سے شائع کردئے جائیں موجودہ عہد نامہ اور اس کے منسلکہ مکتوب کے ذریعہ یہ قدیم تصفیہ طلب مسائل جس طرح طے پائیں ہیں نیز معاہدہ ۱۹۰۲ء کی تنسیخ سے مجھے کمال اطمینان ہوا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس یادگار موقع پر میری عزیز رعایائے حیدرآباد و برار میرے اطمینان و مسرت میں شریک ہوگی۔

میرا یہ فرمان مع منسلکات جریدۂ غیر معمولی کے ذریعہ بغرض اطلاع عام شائع کیا جائے۔

۲۷ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ

شرح دستخط مبارک

معاہدہ جو آج بتاریخ ۲۴ر ماہ اکتوبر سنہ عیسوی انیس سو چھتیس مابین ہز مجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند و عظمت جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصف جاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی۔ ایس آئی۔ جی۔ بی۔ ای نظام حیدرآباد دکن تکمیل پایا۔

اور ہرگاہ اون ممالک محروسہ میں جو ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظام
حیدرآباد کے اقتدار اعلیٰ کے تحت ہیں۔ چند علاقہ جات موسوم بنام برار شامل ہیں۔
اور ہرگاہ بذریعہ معاہدہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۲ء یہ قرار پایا تھا کہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس
کے علاقہ جات موسوم بنام برار میں، جن پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ کے متعلق اوس
معاہدہ میں مکرر اقرار کیا گیا تھا، سرکار عظمت مدار جس طریق سے مناسب تصور کرے انتظام نظم و نسق عمل میں لائے گی۔
اور ہرگاہ ایک ایسے وفاق ہند کے قیام سے متعلق تجاویز پر جو مشتمل ہو اون ریاستہائے ہند پر جو وفاق مذکور میں شرکت پر
رضامند ہوں اور ان صوبہ جات برطانوی ہند پر جو بطور صوبجات خود مختار قایم ہیں نمایندگان حکومت ہز مجسٹی و پارلیمنٹ سلطنت متحدہ
و برطانوی ہند و والیان ریاست ہائے ہند میں مباحث ہو چکے ہیں۔
اور ہرگاہ وفاق ہند کے لئے پارلیمنٹ نے ایک دستور منظور کیا ہے اور وہ قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء میں مدون کیا جا چکا
ہے لیکن اوس میں اس امر کا انتظام کیا گیا ہے کہ قانون مذکور کے مختلف حصے مختلف تواریخ سے نافذ کئے جا سکیں گے۔
اور ہرگاہ قانون مذکور کے کسی حکم کا ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے کسی علاقہ پر اون کی رضامندی و اتفاق کے بغیر اطلاق نہ ہوگا۔
اور ہرگاہ قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء میں اس امر کا انتظام کیا گیا ہے کہ مابین ہز مجسٹی و ہز اگزالٹیڈ ہائینس ایک معاہدہ
بدیں غرض طے پانے کی صورت میں صوبہ جات متوسط اور برار کا نظم و نسق جبتک کہ ایسا معاہدہ نافذ العمل رہے تحت قانون مذکور بطور
ایک گورنر کے صوبہ کے مشترکہ طور پر عمل میں آئے گا۔

اور ہرگاہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس اس امر کے خواہشمند ہیں کہ اون کے علاقہ جات موسوم بنام برار کا نظم و نسق بمعیت اون علاقہ جات
ہز مجسٹی موسوم بہ صوبہ جات متوسط کے حسب احکام قانون مذکور عمل میں آئے اور وہ بمعیت علاقہ جات مذکور اوس وفاق کی جو تحت قانون
مذکور قائم ہونے والا ہے ایک وحدت قرار دیجائے اور بدیں غرض یہ قرین مصلحت سمجھا گیا ہے۔ کہ بعوض معاہدہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۲ء
ایک نئے معاہدہ کی تکمیل ہو لہٰذا اب اس تحریر کے ذریعہ سے حسب ذیل قرار داد کی جاتی ہے۔

فقرۂ اول ہز مجسٹی برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم اور اوس کا مکرر اقرار فرماتے ہیں۔

فقرۂ دوم ہز اگزالٹیڈ ہائینس اپنی اور اپنے ورثاء اور جانشینوں کی جانب سے بذریعہ ہذا اس امر کا اظہار فرماتے ہیں کہ بمتابعت و مطابقت
شرائط مندرجہ معاہدہ ہذا وہ اپنے اون علاقہ جات کے متعلق جو بنام برار موسوم اور آئندہ تحریر ہذا میں اوسی نام سے مذکور ہیں
وفاق ہند میں جو تحت قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء تجویز کیا گیا ہے شرکت پر رضامند ہیں اور ہز مجسٹی بذریعہ ہذا اوس رضامندی کی
نسبت اپنی قبولیت کا اظہار فرماتے ہیں۔

فقرۂ سوم ہز اگزالٹیڈ ہائینس اپنی اور اپنے ورثاء اور جانشینوں کی جانب سے بذریعہ ہذا قانون مذکور کے اون احکام کے متعلق
جن کا برار پر اطلاق ہو اس غرض سے اظہار قبولیت فرماتے ہیں کہ بمتابعت و مطابقت شرائط معاہدہ ہذا اور باوجود اس کے کہ
برار پر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کا اقتدار اعلیٰ برقرار رہیگا اور ہز مجسٹی کے وہ علاقہ جات جو صوبہ جات متوسط کے نام سے
موسوم ہیں دونوں کا نظم و نسق اس طرح عمل میں آئے کہ گویا وہ ایک ہی صوبہ ہیں جو بنام صوبہ جات
متوسط و برار موسوم ہوگا اور ہز مجسٹی اور جملہ وفاقی مرکزی و صوبجاتی ادارہ ہائے حکومت
صوبہ جات متوسط و برار کی نسبت وہ تمام اختیارات و فرائض انجام دیں جن کے
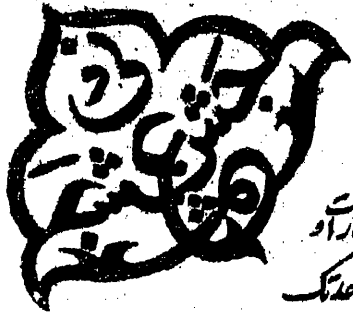
وہ قانون مذکور کی رو سے یا اوس کے تحت حاصل ہیں۔

فقرہ چہارم | صوبہ جات متوسط و برار کے گورنر کا تقرر بجانب ہز مجسٹی بعد مشورہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس عمل میں آئیگا۔ اور گورنر جو اختیارات و فرائض تحت قانون مذکور بجانب یا بہ نیابت ہز مجسٹی انجام دے سکیں گے وہ برار کی حد تک ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اس معاہدہ کو منظور فرمانے کی بناء پر انجام دئے جائیں گے۔

فقرہ پنجم | برار میں جب کبھی اور جہاں کہیں گورنر صوبہ جات متوسط و برار کے احکام کی بناء پر برطانوی پرچم بلند کیا جائیگا تو اس کے پہلو بہ پہلو ہز اگزالٹیڈ ہائینس کا پرچم بھی بلند کیا جائے گا۔

فقرہ ششم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس کا یہ حق بذریعہٰذا تسلیم کیا جاتا ہے کہ حیدرآباد کے اعزازی خطابات باشندگان برار کو عطا فرمائیں بشرطیکہ ہز مجسٹی کے اوس قائم مقام کا اتفاق قبل از قبل حاصل کیا جائے جو ریاستہائے ہند سے تاج برطانیہ کے تعلقات کے ضمن میں تاج کے اختیارات و فرائض انجام دینے کا مجاز ہو۔

فقرہ ہفتم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اس حق کو ہز مجسٹی تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ برار میں دربار منعقد فرمائیں بشرطیکہ ہر مرتبہ ہز مجسٹی کے قائم مقام مذکور کا اتفاق حاصل کیا جائے۔

فقرہ ہشتم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو اختیار ہوگا کہ ہز مجسٹی کے قایم مقام مذکور کے اتفاق سے گورنر صوبہ جات متوسط و برار کو موزوں تقاریب میں رسمی شرکت کیلئے حیدرآباد آنے کی دعوت دیں۔

فقرہ نہم | برار کی کسی مسجد میں ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے نام سے خطبہ پڑھے جانے پر ہز مجسٹی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

فقرہ دہم | باوجود اختتام معاہدہ مذکور مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۲ء ہز مجسٹی سالانہ رقم پچیس لاکھ روپیہ جو برار کی بابتہ اس وقت تک ادا ہوتی رہی ہے ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو ادا فرماتے رہیں گے۔

فقرہ یازدہم | ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو یہ حق ہوگا کہ صوبہ جات متوسط و برار کے مستقر حکومت میں اپنا ایک ایجنٹ بدیں اغراض قائم رکھیں کہ وہ کسی ایسے معاملہ سے متعلق اپنی حکومت کے خیالات کی نمایندگی کرے جو صوبہ جات متوسط و برار اور حیدرآباد دونوں کے مشترکہ اغراض پر مشتمل ہو یا جو حیدرآباد کے اغراض پر بلاواسطہ موثر ہو۔ لیکن بجز صورت مصرحہ بالا ایجنٹ مذکور کو صوبہ جات متوسط و برار کے کسی داخلی معاملہ سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔

فقرہ دوازدہم | گورنر صوبہ جات متوسط و برار نظم و نسق برار میں اپنی اوس خاص ذمہ داری کو ادا کرتے ہوے جو کسی ریاست ہند کے حقوق کی حفاظت سے متعلق ہو ریاست حیدرآباد کے تجارتی و معاشی اغراض کا لحاظ واجب رکھیں گے۔

فقرہ سیزدہم | گورنر جنرل کو لازم ہوگا کہ مجلس وضع قوانین صوبہ جات متوسط و برار کے کسی ایسے مسودہ قانون کی نسبت جس کا اطلاق برار پر ہوتا ہو اور جو اون کے غور کے لئے محفوظ کیا گیا ہو ہز مجسٹی کے نام سے اپنی منظوری کا اعلان کرتے ہوئے اس امر کی صراحت کریں کہ جہانتک اوس کا اطلاق برار پر ہوگا مسودہ قانون کو جو منظور کیا گیا وہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اس معاہدہ کو منظور فرمانے کی بناء پر ہے۔

فقرہ چہاردہم | گورنر صوبہ جات برار کو لازم ہوگا کہ مجلس وضع قوانین صوبجات متوسط و برار کے کسی ایسے مسودہ قانون کی نسبت جسکا اطلاق برار پر ہوتا ہو ہز مجسٹی
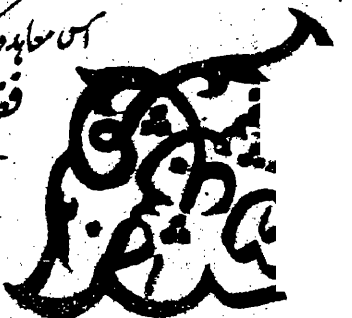
کے نام سے اپنی منظوری کا اعلان کرتے ہوے یا اس قسم کے کسی ایسے مسودہ قانون کی نسبت جو ہز میجسٹی کے اظہار پسندیدگی کیلئے محفوظ کیا گیا ہو ہز میجسٹی کی منظوری کا اظہار کرتے ہوے اس امر کی صراحت کریں کہ جہاں تک اوس کا اطلاق برار پر ہوگا مسودہ قانون کو جو منظور کیا گیا وہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اس معاہدہ کو منظور فرمانے کی بناء پر ہے۔

فقرۂ پانزدہم | معاہدہ ہذا میں کوئی امر کسی طرح اون فوجی کفالتوں پر موثر نہیں ہے اور نہ اون میں تخفیف کرتا ہے جن سے ہز اگزالٹیڈ ہائینس کسی موجودہ عہد نامہ یا معاہدہ کے تحت مستفید ہو رہے ہیں اور معاہدہ ہذا میں کسی امر کی ایسی تعبیر نہ کی جائے گی جس سے قومی جمعیت موسوم بنام حیدرآباد کنٹنجنٹ کو یا اوس کے جدید قائم مقام جمعیت کو برقرار رکھنے کیلئے ہز اگزالٹیڈ ہائینس پر آئندہ کوئی ایسی ذمہ داری جو تاریخ معاہدہ ہذا موجود نہ ہو عاید کیجائے۔

فقرۂ شانزدہم | مجلس وضع قوانین صوبہ جات متوسط برار کے انتخابات کے متعلق اور بعد قیام وفاق انتخاب کونسل اسٹیٹ کے متعلق احکام مندرجۂ ذیل کے بموجب عمل ہوگا۔

(الف) جس حد تک کہ رائے دہندوں کی قابلیت کسی امتحان کی کامیابی پر منحصر ہو حیدرآباد کے کسی مساوی درجہ کے امتحان کی کامیابی کا برار کے حلقہ ہائے انتخاب کی نسبت وہی اثر ہوگا جو کسی ایسے امتحان کی کامیابی کا ہوتا ہے جو عموماً صوبجات متوسط و برار میں فی الوقت رائے دہندوں کو رائے دہی کے قابل بناتی ہو۔

(ب) جس حد تک رائے دہندہ کی قابلیت کسی فوج باقاعدہ یا کسی جمعیت پولیس میں اوس کی یا کسی اور شخص کی شرکت پر منحصر ہو ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے افواج باقاعدہ کی اور جمعیت پولیس ریاست حیدرآباد کی رکنیت برار کے حلقہ ہائے انتخاب کی نسبت ایسی ہی تصور کیجائے گی جیسی کہ علی الترتیب ہز میجسٹی کے افواج باقاعدہ کی اور کسی جمعیت پولیس برطانوی ہند کی رکنیت تصور کی جاتی ہو۔

فقرۂ ہفدہم | قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء کے حوالہ جات مندرجہ معاہدہ ہذا کی یہ تعبیر کیجائے گی کہ اون حوالہ جات کا اطلاق قانون مذکورہ بشمول ایسی جملہ ترمیمات کے ہوگا جو مابعد کے کسی قانون کی روسے یا اوس کے تحت ہوی ہوں لیکن اگر کوئی ایسی ترمیم عمل میں آئے جو اس معاہدہ کی کسی شرط کے متناقض ہو یا جس سے قانون مذکور کے کسی حکم مصرحۂ ضمیمہ معاہدہ ہذا کی ترمیم ہوتی ہو اور یہ ترمیم ایسی نہ ہو جس کا برار پر اطلاق ہونا ہز اگزالٹیڈ ہائینس نے منظور فرمایا ہو یا جس کا اطلاق صرف علاقہ جات ماسوائے برار پر ہوتا ہو تو ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو اختیار ہوگا کہ تاریخ ترمیم مذکور سے چھ ماہ کے اندر کسی وقت اسبارہ میں اطلاع دیکر معاہدہ ہذا کو ختم فرما دیں۔

فقرۂ ہیجدہم | معاہدہ ہذا بعوض معاہدہ مورخہ ۵ر نومبر ۱۹۰۲ء نافذ العمل رہیگا اور اوس میں بجز رضامندی فریقین کوئی تغیر یا ترمیم نہ ہو سکے گی اور بہ رعایت شرائط مندرجہ آخر فقرہ ماسبق کسی ایک فریق کی جانب سے اوس وقت تک ختم نہ کیا جا سکے گا جب تک کہ اوس کے محفوظہ حقوق فریق ثانی کو پابندی کے ساتھ ملحوظ رہیں اور وہ اوس تاریخ سے نافذ ہوگا جو حصہ سوم قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء کے نفاذ کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود تاریخ مذکور کے قبل قانون مذکور کو صوبجات متوسط برار میں نافذ کرنے کی غرض سے برار میں ایسے تدابیر اختیار کئے جا سکیں گے جن کا قانون مذکور کی روسے یا اس کے تحت کسی آرڈر انکونسل کی رو سے اختیار دیا جائے۔

فقرۂ نوزدہم | قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء کی دفعہ (۶) کے

احکام کا معاہدہ ہذا پر اطلاق نہ ہوگا اور نہ وفاقی عدالت کا اختیار سماعت کسی ایسی نزاع پر حاوی ہوگا جو اوس کے تحت پیدا ہو۔

فقرہ ہفتم | معاہدہ ہذا کا کوئی امر ہز اگزالٹیڈ ہائینس کے اون حقوق پر جو اون کے علاقہ جات ماسوائے برار سے متعلق ہوں موثر نہ ہوگا اور نہ بیدا

اس امر کا اظہار کیا جاتا ہے کہ قانون حکومت ہند نافذہ ۱۹۳۵ء کے حصہ دوم کے احکام کی رو سے جس وفاق ہند کی تجویز ہوئی ہے اوس میں شرکت کے متعلق خواہ ہز اگزالٹیڈ ہائینس دستاویز کی تکمیل فرمائیں یا نہ فرمائیں اور خواہ ہز میجسٹی ایسی دستاویز قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں بہر حال اقرار نامہ ہذا نافذ العمل رہے گا۔

بہ توثیق امور مصرحہ صدر معاہدہ ہذا ہز اکسلنسی دی موسٹ آنریبل دی مارکوئیس آف لنلتھگو پی۔سی۔کے۔ٹی۔جی۔ایم۔ایس آئی۔جی۔ایم۔آئی۔ای۔او۔بی۔ای۔ڈی۔ایل۔ٹی۔ڈی۔جو ہز میجسٹی کے وائسرائے اور گورنر جنرل کشور ہند ہیں بجانب ہز میجسٹی اپنے دستخط ثبت فرمائے ہیں اور لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصف جاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر میر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی۔سی۔ایس۔آئی۔جی۔بی۔ای۔نظام حیدرآباد دکن نے اپنے دستخط ثبت فرمائے ہیں۔

ضمیمہ

(ضمیمہ ہذا میں جہاں صوبہ اور گورنر کا ذکر آئے اوس سے صوبہ جات متوسط و برار اور وہاں کا گورنر مراد ہے)

قانون کے حصہ اول کا اوس قدر جزو جو ہز میجسٹی سے اور گورنر جنرل سے اور ہز میجسٹی کے اوس قایم مقام سے متعلق ہو جو بہ نسبت ہند سے تاج برطانیہ کے متعلقات کی ضمن میں تاج کے فرائض و اختیارات کے استعمال کرنے کا مجاز ہے۔

حصہ جات دوم و سوم کے محولہ ذیل احکام۔

دفعہ (۷) ضمن (۱) و ضمن (۲) دفعہ (۹) ضمن (۳) دفعہ (۱۲) ضمن (۲) دفعہ (۱۴) ضمن (۱) دفعات (۳۲) (۴۳) (۴۴) (۴۹) دفعہ (۵۰) ضمن (۳) دفعہ (۵۲) ضمن (۳) دفعات (۵۴) (۵۷) (۷۶) (۷۷) (۸۹) (۹۰)

(جو عام احکام امور ذیل کے متعلق ہیں یعنے صوبہ میں وفاق کے انتظامی اختیار کا استعمال کارروائی منجانب گورنر جنرل یا گورنر بہ لحاظ ان کے صوابدید کے یا باستعمال اون کی انفرادی قوت فیصلہ کے وزیر ہند کا گورنر جنرل پر اور گورنر جنرل کا گورنر پر اختیار نگرانی، آرڈیننس جو گورنر جنرل یا گورنر اپنے صوابدید سے نافذ کرے اور گورنر جنرل و گورنر کے نافذ کردہ قوانین)

دفعہ (۱۱) ضمن (۱) جس حد تک کہ اوس میں یہ حکم ہے کہ گورنر جنرل مدافعت کے معاملات میں اپنے حسب صوابدید عمل کریں۔

دفعات (۱۲) و (۵۲) جس حد تک کہ اون کی رو سے دفعہ (۱۲) ضمن (۱) کے فقرات (اے) و (جی) کی متذکرہ خاص ذمہ داریاں گورنر جنرل پر اور دفعہ (۵۲) ضمن (۱) کے فقرات (اے) (الف) اور (جی) کی متذکرہ خاص ذمہ داریاں نیز وہ خاص ذمہ داری متعلقہ برار متذکرہ ضمن (۲) دفعہ مذکور جو گورنر پر عائد ہوتی ہے۔

دفعہ (۴۸) ضمن (۱) اور دفعہ (۸۴) ضمن (۱) کی متعلقہ شرط کا اوس قدر حصہ جس میں گورنر جنرل یا گورنر کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنے صوابدید کے لحاظ سے امور ذیل کے متعلق قواعد وضع کرے۔

مرتبہ محمد ...

(الف) متذکرہ بالا خاص ذمہ داریوں کی ادائی سے متعلق وفاقی یا صوبہ جاتی مجلس وضع قوانین کے ضابطہ کارروائی اور طریق کار کو منضبط کرنا ۔
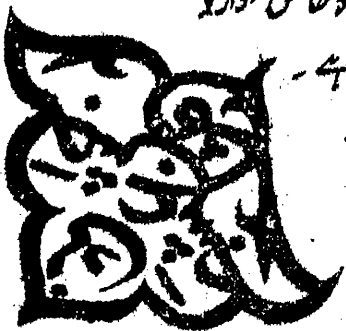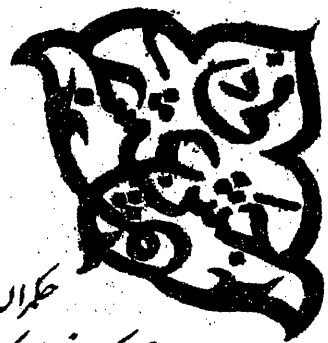
(ب) اون امور پر جو والیاں ہند سے یا کسی والی ریاست یا ریاست کے حکمراں خاندان کے کسی فرد کی ذاتی روش سے متعلق ہوں بحث کرنے یا سوالات پیش کرنے کی تا بحد محکومہ شرط مذکورہ ممانعت ۔

اور دفعہ (۳۸) کے مذکورہ ضمن (۱) کی شرط کا اوس قدر حصہ جس میں گورنر جنرل کیلئے یہ حکم ہے کہ اون کے حسب صوابدید اس غرض سے قواعد وضع کریں کہ مدافعت سے متعلق وفاقی مجلس وضع قوانین کے ضابطہ کارروائی اور طریق کار کو منضبط کریں اور صوبہ کے معاملات سے متعلق کسی کارروائی پر جو وہ اپنے حسب صوابدید عمل میں لائیں بحث کرنے یا سوالات پیش کرنے کی تا بحد محکومہ شرط مذکور ممانعت کی جائے ۔

دفعہ (۸۴) ضمن (۲) اور دفعہ (۸۶) ضمن (۲) جن کے تحت گورنر جنرل یا گورنر مجاز ہیں کہ وفاقی یا صوبہ جاتی مجلس وضع قوانین میں ایسے مباحث پر قیود عاید کریں جو دفعہ (۱۲) ضمن (۱) کے فقرہ (اے) اور دفعہ (۵۲) (۱) کے فقرہ (اے) کی متذکرہ خاص ذمہ داریوں کی ادائی پر موثر ہوتے ہوں ۔ (دفعہ (۴۷) جو برار سے متعلق ہے)

دفعہ (۱۰۸) جس حد تک کہ اوس کی رو سے محکوم ہے کہ ایسے مسودات قوانین یا ترمیمات کی پیشی یا اون کے متعلق تحریک کرنے کے لئے اولاً گورنر جنرل کی منظوری اون کے حسب صوابدید یا گورنر کی منظوری اون کے حسب صوابدید حاصل کی جائے جن سے گورنر جنرل یا گورنر کے قوانین یا آرڈیننسز کی جو انھوں نے اپنے حسب صوابدید مشتہر کرائے ہوں تنسیخ یا ترمیم ہوتی ہو یا جو قوانین یا آرڈیننسز مذکورہ کے مخالف ہوں یا جو مدافعت سے متعلق امور پر موثر ہوں ۔

دفعہ (۱۱۰) باستثناء اون صورتوں کے جن میں وہ ایسے قوانین کے وضع کرنے سے متعلق ہوتی ہوں ۔ جو لا آف برٹش نیشنلٹی، آرمی ایکٹ ایرفورس ایکٹ، نیول ڈسپلین ایکٹ، لا آف پرائیز آر پرائیز کورٹس پر یا مرافعات مرجوعہ پریوی کونسل باجازت خاص پر موثر ہوں ۔

باب اول حصہ نہم جو وفاقی عدالت سے متعلق ہے باستثناء دفعہ (۲۰۶) باب مذکور ۔

دفعات (۴۲ و ۶۷) دفعہ (۲۲۰) ضمن (۴) دفعہ (۳۱۱) ضمن (۷) اور ضمیمہ چہارم جس حد تک کہ وہ اون حلفوں اور اقرارات صالح سے متعلق ہیں جو ایسے اشخاص کو اٹھانے یا کرنے ہوں جو برطانوی رعایا نہ ہوں شرح دستخط مبارک اعلیٰحضرت میر عثمان علی خاں بہادر

میرے مواجہ میں

شرح دستخط ڈی ۔ جی میکنزی رزیڈنٹ متعینہ حیدرآباد ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۳۶ء

شرح دستخط لنلتھگو

بخدمت

لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائی نس آصفجاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب میر عثمان علیخاں بہادر فتح جنگ وفادار سلطنت برطانیہ جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی جی ۔ بی ۔ ای نظام حیدرآباد (دکن)

میرے معزز و ذی قدر دوست

ہز مجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند کیجانب سے مجھے حکم ہوا ہے کہ دربارہ معاہدہ جدید مورخہ ۲۴ ر ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء جو برار کے آئندہ نظم ونسق سے متعلق ہے میں یور اگزالٹیڈ ہائی نس کو اس غرض سے مخاطب کروں کہ صورت حال واضح اور اس طرح

آئندہ غلط فہمی کا سدِ باب ہو جائے۔
ہز مجسٹی نہیں چاہتے کہ معاہدہ میں کوئی ایسی چیز درج فرمائیں جس سے
اس کے اختتام کے امکان غالب کا تصور پیدا ہو سکے یا بطور اس کے لازمی نتیجہ کے
ایسے تجاویز شریک فرمائیں جو اوس صورت میں برار کے مابعد کے انتظام کے لئے ہوں۔ تاہم اس غرض سے
کہ شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے ہز مجسٹی اس امر کی صراحت کر دینا مناسب خیال فرماتے ہیں کہ وہ اس معاہدہ میں اس نظریہ کے مجوزہ
شریک ہو رہے ہیں کہ اگر آئندہ کسی امر کی وجہ سے معاہدہ کا بدقسمتی سے اختتام ہو جائے تو ہز مجسٹی کو اختیار رہو گا کہ ایک نئے معاہدہ کی عدم تعمیل
کی صورت میں یا اس کے تکمیل یا اپنے نظم و نسق برار کے لئے باوجود کسی امر کے جو تہ ناجات بابتہ ۱۸۵۳ء و ۱۸۶۰ء میں اس کے برخلاف ہو
ایسے انتظامات جو وہ ضروری تصور فرمائیں قائم کریں اور وہاں بلا شرکت غیرے کامل اختیارات استعمال فرمائیں لیکن مجھے یہ واضح کر دینے کا حکم
ہوا ہے کہ اس سے نہ تو یور اگزالٹیڈ ہائی نس کے برابر اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کیا جانا نہ سالانہ رقم پچیس لاکھ روپیہ کی ادائی اور نہ کوئی فوجی تعلق
جس سے اس وقت یور اگزالٹیڈ ہائی نس تحت عہد ناجات موجود مستفید ہو رہے ہیں کسی طرح متاثر ہوں گی۔ اور نہ ہز مجسٹی یور اگزالٹیڈ
ہائی نس کی رضامندی کے بغیر اپنے کو اس کا مجاز تصور فرمائیں گے کہ نظم و نسق برار کیلئے کوئی انتظامات کسی ایسی بنیاد پر قائم کریں جو اوس بنیاد
سے اصولاً مختلف ہو جو اس وقت قائم ہے۔

یور اگزالٹیڈ ہائی نس کی جو اعلیٰ وقعت میرے نزدیک ہے اوس کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں اور یور اگزالٹیڈ ہائی نس کے مخلص
دوست کی حیثیت سے دستخط کرتا ہوں۔ لنلتھگو وائسرائے و گورنر جنرل ہند (نئی دہلی) مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۶ء

جریدہ غیر معمولی جلد (۶۸) حیدر آباد دکن ۱۱ اردی ۱۳۴۶ف م ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ یوم یکشنبہ نمبر (۲)
بحکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ یا تقاہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی۔

ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر و گورنر جنرل ہند نے اعلان شائع کیا ہے کہ ہز امپیریل مجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند نے بکمال الطاف
و مراحم یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ بہ اعتراف اس اقتدار اعلیٰ کے جو ہز اگزالٹیڈ ہائینس کو علاقہ برار پر حاصل ہے ہز اگزالٹیڈ ہائینس دی نظام آف حیدر آباد
اور ان کے جانشینوں کا خاندانی لقب شاہی آئندہ سے ہز اگزالٹیڈ ہائینس دی نظام آف حیدر آباد اینڈ برار ہو گا۔ فقط
حیدر نواز جنگ - صدر المہام متعلقہ امور دستوری

جریدہ غیر معمولی جلد (۶۸) حیدر آباد دکن ۱۱ اردی ۱۳۴۶ف م ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ یوم یکشنبہ نمبر (۳)
بحکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ یا تقاہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر و گورنر جنرل ہند نے اعلان شائع کیا ہے کہ ہز امپیریل مجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند نے بکمال الطاف
و مراحم ہز اگزالٹیڈ ہائی نس دی نظام آف حیدر آباد اینڈ برار کے ولی عہد کو ہز ہائی نس دی پرنس آف برار کا لقب عطا فرمایا ہے جو ہز اگزالٹیڈ
ہائی نس کے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہو گا۔ حیدر نواز جنگ صدر المہام متعلقہ امور دستوری۔

جریدہ غیر معمولی جلد (۶۸) حیدر آباد دکن ۱۶ اردی ۱۳۴۶ف م ۵ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ یوم جمعہ نمبر (۴)
بحکم عالیجناب مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ یا تقاہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی
اعلیٰحضرت واقدس بندگانعالی مدظلہ العالی کے پیشگاہ سطوت آستان سے ہز ہائینس
میجر جنرل والاشان پرنس اعظم جاہ بہادر ولیعہد حکومت حیدر آباد و برار اور
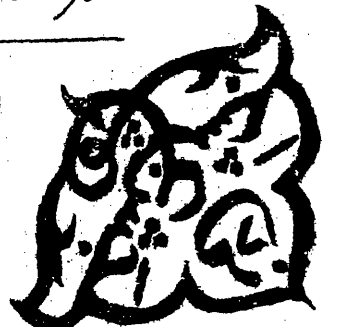
ہر ہائینس علیا شہزادی دردانہ بیگم پرنسز درشہوار کے نئے اعزاز اور تعطیل یادگار حصول برار کی نسبت عز ورود لایا ہوا۔ عالی شان فرمان رفعت نشان مشرشدہ ۴ رمضان اطلاع عام کیلئے شائع کرنے عزت حاصل کی جاتی ہے۔ سید محمد مہدی
معتمد صدر اعظم و باب حکومت

فرمان مبارک

چونکہ میں نے برار کے جدید معاہدہ پر ۲۴ اکٹوبر ۱۹۳۶ء کو دستخط کیا ہے۔ لہذا اسال آئندہ سے بطور یادگار ہر سال عیسوی کی ۲۴ اکٹوبر کو ممالک محروسہ سرکار عالی میں عام تعطیل قرار دیجائے۔

دیگر چونکہ اسی معاہدہ کی روسے ولیعہد حیدر آباد کو "ہز ہائینس دی پرنس آف برار" کا لقب برٹش گورنمنٹ سے ملا ہے لہذا ان کے نام کے ساتھ لقب بھی استعمال ہو اور اس کے علاوہ صاحبزادی دردانہ بیگم صاحبہ بینیر پرنسز درشہوار کے نام کے ساتھ "ہر ہائینس دی پرنسز آف برار" بھی استعمال ہو۔

پبلک کی اطلاع کی غرض سے یہ جریدہ غیر معمولی میں شائع کیا جائے۔

۴ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ

اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی
ثبت دستخط مبارک

نقل جریدہ غیر معمولی

جلد (۶۸) حیدر آباد دکن ۲۶ راسفندار ۱۳۴۶ف م ۱۴ ر ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ یوم پنجشنبہ نمبر (۷)

بحکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنۃ بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی بتعمیل فرمان اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی مرقومہ ۷ ر ذیقعدۃ الحرام ۱۳۵۵ھ معاہدہ برار مورخہ ۲۴ ر اکٹوبر ۱۹۳۶ء اور اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی کے خاندانی لقب شاہی میں لفظ "برار" کے اضافہ اور حضرت ولیعہد بہادر کو عطائے لقب "ہز ہائینس پرنس آف برار" کے متعلق جو مراسلت اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی وسابق ملک معظم و ہز اکسلنسی وائسرائے و گورنر جنرل ہند کے مابین ہوئی اس کو مع ترجمہ پبلک کی اطلاع کے لئے شائع کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے۔ فقط حیدر نواز جنگ

صدر المہام متعلقہ امور دستوری

بخدمت لیفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصفجاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی ایس آئی جی بی ای نظام حیدر آباد (دکن) میرے معزز و ذی قدر دوست۔

ہز مجسٹی ملک معظم شہنشاہ کشور ہند کی جانب سے مجھے حکم ہوا ہے کہ درباره معاہدہ جدید مورخہ ۲۴ ر ماہ اکٹوبر ۱۹۳۶ء جو برار کے آئندہ نظم ونسق سے متعلق ہے میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کو اس غرض سے مخاطب کروں کہ صورت حال واضح اور اس طرح آئندہ غلط فہمی کا سد باب ہو جائے

ہز مجسٹی نہیں چاہتے کہ معاہدہ میں کوئی ایسی چیز درج فرمائیں جس سے

اوس کے اختتام کے امکان غالب کا تصور پیدا ہو سکے یا بطور اوس کے
لازمی نتیجہ کے ایسے تجاویز شریک فرمائیں جو اوس صورت میں برار کے مابعد کے
انتظام کیلئے ہوں تاہم اس غرض سے کہ شبہ کی گنجایش باقی نہ رہے ہز میجسٹی اس
امر کی صراحت کردینا مناسب خیال فرماتے ہیں کہ وہ اس معاہدہ میں اس صاف و صحیح سمجھوتہ پر
شریک ہو رہے ہیں۔ کہ اگر آئندہ کسی امر کی وجہ سے معاہدہ کا بدقسمتی سے اختتام ہو جائے تو ہز میجسٹی کو اختیار ہوگا کہ ایک نئے معاہدہ کی
عدم تکمیل کی صورت میں اسکے تکمیل پا لینے تک نظم و نسق برار کے لئے باوجود کسی امر کے جو تہ نامجات بابتہ ۱۸۵۳ء و ۱۸۶۰ء میں اوس کے برخلاف ہو ایسے انتظامات
جو وہ ضروری تصور فرمائیں قایم کریں اور وہاں بلاشرکت غیرے کامل اختیارات استعمال فرمائیں لیکن مجھے یہ واضح کردینے کا حکم ہوا ہے کہ اس
سے نہ تو یور اگزالٹیڈ ہائینس کے برار پر اقتدار اعلیٰ کا تسلیم کیا جانا نہ سالانہ رقم پچیس لاکھ روپیہ کی ادائی اور نہ کوئی فوجی کفالتیں جن سے اس وقت
یور اگزالٹیڈ ہائینس تحت عہدنامجات موجودہ مستفید ہو رہے ہیں۔ کسی طرح متاثر ہونگی اور نہ ہز میجسٹی یور اگزالٹیڈ ہائینس کی رضامندی
کے بغیر اپنے کو اس کا مجاز تصور فرمائیں گے کہ نظم و نسق برار کے لئے کوئی انتظام کسی ایسی بنیاد پر قایم کریں جو اوس بنیاد سے اصولاً مختلف ہو
جو اس وقت قایم ہے۔

یور اگزالٹیڈ ہائینس کی جو اعلیٰ وقعت میرے نزدیک ہے اوسکا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے مخلص دوست کی
حیثیت سے دستخط کرتا ہوں۔ (شرح دستخط) لنلتھگو

نئی دہلی مورخہ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۳۶ء
والسرائے و گورنر جنرل ہند

یور اکسلنسی

میرے علاقہ برار کے بابتہ معاہدہ جدید آئندہ نظم و نسق کے متعلق یور اکسلنسی کے مکتوب مورخہ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۳۶ء کے وصول ہونے کا
میں شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔

مجھے اس مرحمت آمیز لحاظ کا احساس ہے جسکی بناء پر ہز میجسٹی کنگ امپرر نے نہیں چاہا کہ معاہدہ میں کوئی ایسی چیز درج کی جائے جس سے
اس کے اختتام کے امکان غالب کا تصور پیدا ہو سکے یا بطور اس کے لازمی نتیجہ کے ایسے تجاویز شریک کئے جائیں جو اس صورت میں میرے علاقہ برار
کے مابعد کے انتظام کے لئے ہوں میں بخوبی واقف ہوں کہ ہز میجسٹی اس معاہدہ میں اس صاف و صحیح سمجھوتہ پر شریک ہوئے ہیں کہ اگر آئندہ کسی امر کی
وجہ سے معاہدہ کا بدقسمتی سے اختتام ہو جائے تو ہز میجسٹی کو اختیار ہوگا۔ کہ ایک نئے معاہدہ کی عدم تکمیل کی صورت میں اس کے تکمیل پا لینے تک میرے
علاقہ برار کے نظم و نسق کے لئے باوجود کسی امر کے جو تہ نامجات بابتہ ۱۸۵۳ء و ۱۸۶۰ء میں اس کے برخلاف ہو ایسے انتظامات جو وہ ضروری تصور فرمائیں
قائم کریں اور وہاں بلاشرکت غیرے کامل اختیارات استعمال فرمائیں میں اس امر سے بھی واقف ہوں کہ اس سے نہ تو میرے علاقہ برار پر میرے
اقتدار اعلیٰ کا کماحقہ تسلیم کیا جانا سالانہ رقم پچیس لاکھ روپے کی ادائی اور نہ کوئی فوجی کفالتیں جن سے میں اس وقت تحت عہدنامجات موجودہ
مستفید ہو رہا ہوں کسی طرح متاثر ہونگی اور نہ ہز میجسٹی میری رضامندی کے بغیر اپنے کو اس کا مجاز تصور فرمائیں گے کہ میرے علاقہ برار
کے نظم و نسق کے لئے کوئی انتظام کسی ایسی بنیاد پر قایم کریں جو اس بنیاد سے اصولاً مختلف ہو جو
اس وقت قایم ہے۔ میں ہوں یور اکسلنسی کا مخلص دوست
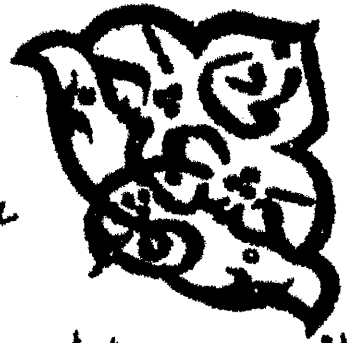
۲۳ر نومبر ۱۹۳۶ء (شرح دستخط) میر عثمان علی خان

بخدمت لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصف جاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر میر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ بی۔ ای نظام آف حیدرآباد اینڈ برار۔

میرے معزز و ذی قدر دوست۔

میں بڑی مسرت کیساتھ یور اگزالٹیڈ ہائینس کی خدمت میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کا موسومہ ہز امپیریل مجسٹی ملک معظم و شہنشاہ کشور ہند کا ملفوفہ خط ارسال کرتا ہوں جس میں ہز امپیریل مجسٹی نے نہایت درجہ اطمینان اوس معاہدہ کی منسبت ظاہر فرمایا ہے جسکی رو سے علاقہ برار کا نظم و نسق باوجود اس کے علاقہ مذکور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ ہی کے تحت رہے گا جس کی توثیق معاہدہ مذکور سے ہوئی ہے اوس طریقہ کے موجب جو قانون حکومت ہند بابتہ ۱۹۳۵ء میں تجویز کیا گیا ہے ممالک متوسط کے ساتھ جاری رہے گا ہز امپیریل مجسٹی نے اس موقع سے استفادہ کر کے علاقہ برار پر یور اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ کا مزید اعتراف اس طرح فرمایا ہے کہ یور اگزالٹیڈ ہائینس کے خاندانی لقب شاہی میں حیدرآباد کے ساتھ برار کو شامل اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے ولیعہد کو ہز ہائینس دی پرنس آف برار کا لقب عطا فرمایا جو یور اگزالٹیڈ ہائینس کے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا۔

ہز امپیریل مجسٹی کا مکتوب اوس دوستی کی ایک نمایاں علامت ہے جو سلطنت برطانیہ اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے نامی گرامی خانوادہ کے مابین اس قدر عرصہ سے قائم ہے اور میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کی خدمت میں نہایت گرمجوشی کے ساتھ ہز امپیریل مجسٹی کے اس نشان الطاف کی تہنیت پیش کرتا ہوں۔

یور اگزالٹیڈ ہائینس کی بلحاظ یار وفادار سلطنت برطانیہ جو اعلیٰ وقعت میرے نزدیک ہے اوس کا میں اظہار کرنا چاہتا ہوں اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے مخلص دوست کی حیثیت سے دستخط کرتا ہوں۔ (شرحد دستخط) لنلتھگو

نئی دہلی۔ ۷ نومبر ۱۹۳۶ء
والسرائے و گورنر جنرل ہند

بخدمت۔ لفٹننٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائینس آصفجاہ مظفر الملک والممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب سر میر عثمان علی خاں بہادر فتح جنگ یار وفادار سلطنت برطانیہ جی سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ بی۔ ای۔ نظام آف حیدرآباد اینڈ برار۔

یور اگزالٹیڈ ہائینس

مجھے یہ معلوم کر کے نہایت درجہ اطمینان ہوا ہے کہ ہز اکسلنسی دی وائسرائے اینڈ گورنر جنرل نے میری جانب سے اور خود یور اگزالٹیڈ ہائینس نے اوس معاہدہ پر دستخط ثبت کر دیئے ہیں جس کی رو سے علاقہ برار کا نظم و نسق باوجود اس کے کہ علاقہ مذکور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ ہی کے تحت رہے گا جس کی توثیق معاہدہ مذکور سے ہوئی ہے اوس طریقہ کے بموجب جو قانون حکومت ہند بابتہ ۱۹۳۵ء میں تجویز کیا گیا ہے۔ ممالک متوسط کے ساتھ جاری رہے گا۔

مجھے خوشی ہوئی کہ میں اس موقع سے استفادہ کر کے علاقہ برار پر یور اگزالٹیڈ ہائینس کے اقتدار اعلیٰ کا مزید اعتراف اس طرح کروں کہ یور اگزالٹیڈ ہائینس کے خاندانی لقب شاہی میں حیدرآباد کے ساتھ برار کو شامل کیا جائے اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کے ولیعہد کو ہز ہائینس پرنس آف برار کا لقب عطا کیا جائے جو یور اگزالٹیڈ ہائینس کے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا۔

میں امید کرتا ہوں کہ یور اگزالٹیڈ ہائینس عرصہ دراز تک صحت و اقبال سے لطف اندوز ہونگے

اور میں آپ کے مخلص دوست اور شہنشاہ کی حیثیت سے دستخط کرتا ہوں۔
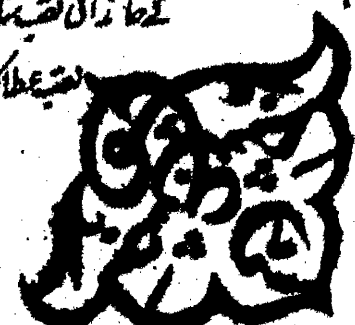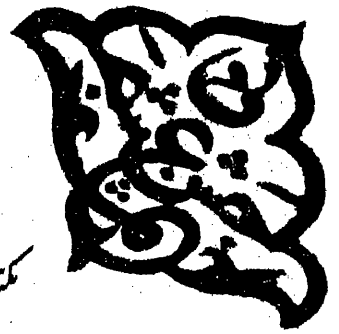
۲۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء (شرحد دستخط) ایڈورڈ۔ آر۔ آئی۔

یور اکسلنسی

میں یور اکسلنسی کے خریطہ مورخہ ۷؍ نومبر ۱۹۳۶ء کے وصول ہونے کا بڑی مسرت کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔ جس کے ساتھ ہز امپیریل مجسٹی کنگ امپرر کا مکتوب روانہ فرمایا گیا ہے۔

یہ امر میرے لئے دشوار ہے کہ میں کافی طور پر اس کا اظہار کروں کہ ہز امپیریل مجسٹی کنگ امپرر کے اس مرحمت آمیز پیام سے جو اُن کے مکتوب میں درج ہے میں کس قدر مسرور ہوا ہوں۔ اور کس درجہ اس نمایاں اعزاز کی قدر کرتا ہوں۔ جو ہز مجسٹی نے میرے خانوادہ کو اس کے خاندانی لقب شاہی میں حیدر آباد کے ساتھ برار کو شامل کر کے اور میرے ولی عہد کو ہز ہائینس دی پرنس آف برار کا لقب دیکر جو میرے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا عطا فرمایا ہے۔

میں یور اکسلنسی کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میں کسی اور چیز کی اتنی قدر نہیں کرتا جتنی کہ اُس دوستی کی قدر کرتا ہوں۔ جو حکومت برطانیہ اور میرے خاندان کے مابین اس قدر عرصہ سے قائم ہے۔ اور جس کو اب دوبارہ اس نشان الطاف کے ذریعہ سے نمایاں کیا گیا ہے۔ جو ہز مجسٹی کنگ امپرر نے میرے خانوادہ کو عطا فرمایا ہے۔

میں یور اکسلنسی کا بھی اس تہنیت کیلئے جو یور اکسلنسی کے مکتوب میں مرقوم ہے نہایت خلوص سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ و نیز اس ہمدردانہ طرز عمل کیلئے جو یور اکسلنسی اور یور اکسلنسی کی حکومت نے اختیار کیا جس کی وجہ سے برار کے متعلق گفت و شنید کا یہ خوشگوار نتیجہ برآمد ہوا ہے۔

میں ہوں یور اکسلنسی کا مخلص دوست

۲۳؍ نومبر ۱۹۳۶ء (شرحِ دستخطِ مبارک) اعلیحضرت میر عثمان علی خاں

یور امپیریل مجسٹی

میں یور امپیریل مجسٹی کے عنایت نامہ مورخہ ۲؍ اکتوبر ۱۹۳۶ء کا جس کو ہز اکسلنسی وائسرائے بہادر نے میرے پاس روانہ فرمایا ہے وفادارانہ مخلصانہ شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ یہ امر میری انتہائی مسرت کا موجب ہے۔ کہ یور امپیریل مجسٹی نے میرے علاقہ برار پر میرے اقتدار اعلیٰ کا اس قدر بین طریقہ پر اعتراف اور اس کی کماحقہ توثیق اُس معاہدہ میں فرمائی ہے۔ جس پر حال میں ہز اکسلنسی وائسرائے و گورنر جنرل نے امپیریل مجسٹی کی جانب سے دستخط کئے ہیں۔ نیز یہ امر میرے اور میرے جانشینوں کے کمال اطمینان کا باعث ہوگا۔ کہ یور امپیریل مجسٹی نے یہ فرط الطاف و مراحم میرے خاندانی لقب شاہی میں حیدر آباد کے ساتھ برار کو شامل اور میرے ولیعہد کو ہز ہائینس دی پرنس آف برار کا لقب عطا کر کے جو میرے جانشینوں کے ولیعہد کا بھی لقب ہوگا میرے علاقہ برار پر میرے اقتدار اعلیٰ کا مزید اعتراف فرمایا ہے۔ یہ ایک اہم علامت اس رشتہ کی ہے۔ جو تاج برطانیہ نظام آف حیدر آباد کے مابین ایک زمانہ دراز سے قائم ہے۔ اور میں یور امپیریل مجسٹی کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے اس رشتہ کی بہت قدر ہے۔

میں یور امپیریل مجسٹی کے مخلص دوست اور یار وفادار سلطنت برطانیہ کی حیثیت سے دستخط کرتا ہوں۔
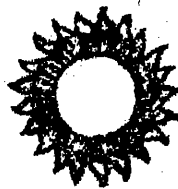
۲۳؍ نومبر ۱۹۳۶ء (شرحِ دستخطِ مبارک) اعلیحضرت میر عثمان علی خاں

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس

امرائے پائیگاہ

امیر کبیر عالیجناب نواب لطف الدولہ بہادر

امیر کبیر عالیجناب نواب اعانت جنگ معین الدولہ بہادر دام اقبالہ و اجلالہ

امیر کبیر نواب ولی الدولہ مرحوم و مغفور
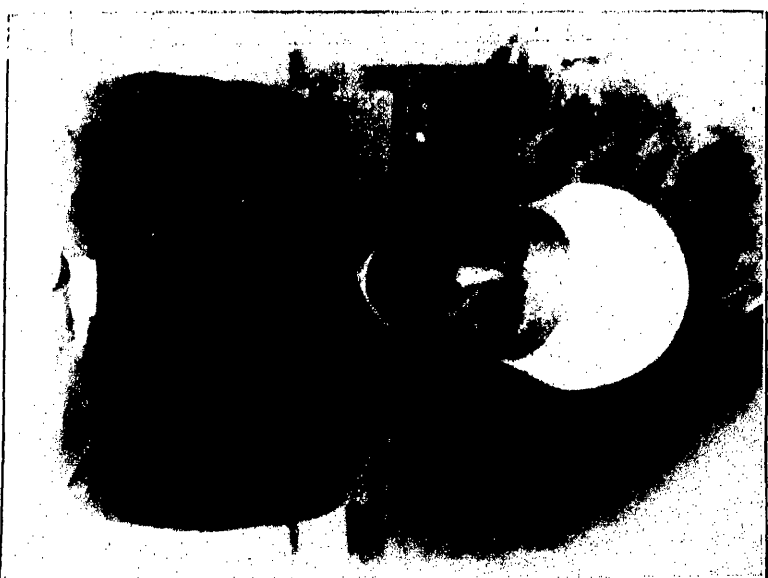
امیر اعظم حیدر آباد

امیر کبیر نواب میر یوسف علیخان بہادر سر سالار جنگ ثالث

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس

خاندان سر سالار جنگ بہادر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

جریدہ غیر معمولی

جلد (۶۸) حیدرآباد دکن ۶ - اردی بہشت سنہ ۱۳۴۶ ف م ۲۶ ذیحجۃ الحرام سنہ ۱۳۵۵ھ روز چہارشنبہ نمبر (۱۰)

بہ حکم عالیجناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنت بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی پیشگاہ اعلحضرت واقدس سے عزورود لایاھوا فرمان عطوفت نشان مترشدۂ ۲۵ - ذیحجۃ الحرام اطلاع عام کے لئیے شائع کرنیکی عزت حاصل کی جاتی ھے فقط

شرحد ستخط
مولوی سید محمد مہدی صاحب
معتمد صدر اعظم وباب حکومت سرکار عالی

(فرمان مبارك)

مہاراجہ یمین السلطنۃ نے جن وجوہ کی بناء پرخود کو اپنی مفوضہ خدمت صدر اعظمی سے سبکدوش کرنے سے متعلق جو معروضہ میرے ھاں پیش کیا ھے ۔ اسکی نقل منسلك ھے ۔ اور ان کی درخواست کو بادل ناخواستہ منظور کرتاھوں ۔ کہ انسان کے لئیے ایك وقت اپنی عمر میں ایسا آتا ھے ۔ جبکہ بھاری ذمہ داریوں سے پیرانہ سالی یا دوسرے اسباب کے تحت سبکدوشی اختیار کرنا پڑتا ھے ۔ بہرحال ان کے سابقہ وفادارانہ خدمات کی قدر کرتے ھوے (جس میں انہوں نے اپنی عمر کو صرف کیاھے) ۲۹ - ذیحجہ یوم شنبہ سے ارام لینے کی اجازت دیتا ھوں

ف ۲ - چونکہ اراکین کونسل میں اس وقت سراکبر حیدر نواز جنگ سینیر ممبر ھیں ۔ اور انہوں نے اب تك جو خدمات ملك و مالك کے بجالائے ھیں ۔ وہ قابل قدر ھیں ۔ لہذا اس کے مدنظر ان کو پانچ سال کے لئیے پرزیڈنٹ کونسل مقرر کرتا ھوں ۔

ف ۳ - فینانس ممبر کی خالی شدہ خدمت پر فخر یار جنگ کا تقرر امتحاناً تین سال کے لئیے کیا جاتا ھے ۔ البتہ لطف الدولہ کی واپسی تك (جو کہ رخصت پر یورپ گئیے ھوئے ھیں) ان کو صیغہ عدالت کا کام بھی عارضی طور پر کرنا ھوگا ۔

پبلك کی اطلاع کی غرض سے جریدۂ غیر معمولی میں یہ طبع کردیا جائے ۔

شرحد ستخط مبارك اعلحضرت بندگان عالی متعالی مدظلہم العالی

۲۵ - ذیحجہ الحرام سنہ ۱۳۵۵ھ

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام سیاسیات اجلاس صدر المہامی پر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

انٹرمیڈیٹ کالج اورنگ آباد کے جشن یوم کلیہ کے تقریب کے موقعہ پر زیر صدارت عالیجناب نواب
سر حیدر نواز جنگ بہادر پہلی مرتبہ "یوم حالی" منایا گیا تھا۔جس میں مولانا مولوی عبد الحق
صاحب بی۔اے سکرٹری انجمن ترقی اردو تقریر کر رہے ہیں

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

وزرائے اعظم حیدرآباد

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تاریخ سرفرازی	تاریخ علیحدگی	تاریخ وفات
۱	راجہ رگھوناتھ داس بہادر	•	۱۰ محرم ۱۱۶۳ھ	۱۳ جمادی الثانی ۱۱۶۳ھ
۲	سید لشکر خان رکن الدولہ بہادر	۲۷ جمادی الثانی ۱۱۶۵ھ	۲۵ جمادی الثانی ۱۱۶۵ھ	۱۰ رجب ۱۱۶۶ھ
۳	سید شہنواز خان صمصام جنگ صمصام الدولہ بہادر	۲ رجب ۱۱۶۷ھ	۷ ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ	۳ رمضان ۱۱۷۱ھ
۴	نواب بسالت جنگ بہادر	۷ ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ	ذیقعدہ ۱۱۷۱ھ	ذی الحجہ ۱۱۹۶ھ
۵	راجہ پرتاب ونت بہادر	ذیقعدہ ۱۱۷۳ھ	۱۱۷۷ھ	آخر ذی الحجہ ۱۱۷۷ھ
۶	احتشام جنگ رکن الدولہ بہادر	۷ صفر ۱۱۷۷ھ	•	۲۶ صفر ۱۱۹۰ھ
۷	نواب ارسطو جاہ بہادر	یکم شوال ۱۱۹۵ھ	•	۲۸ محرم ۱۲۱۹ھ
۸	میر عالم سید ابوالقاسم بہادر	۴ ربیع الثانی ۱۲۱۹ھ	•	۲۱ شوال ۱۲۲۳ھ
۹	نواب میر سعادت علی خان منیر جنگ شجاع الدولہ منیر الملک بہادر	۱۵ رجب ۱۲۲۴ھ	•	۷ شعبان ۱۲۴۸ھ
۱۰	راجہ چندو لعل بہادر	۷ شعبان ۱۲۴۸ھ	۱۱ شعبان ۱۲۵۹ھ	۸ ربیع الثانی ۱۲۶۱ھ
۱۱	نواب سراج الدولہ سراج الملک بہادر	۱۷ ذیقعدہ ۱۲۶۲ھ	۱۵ ذیقعدہ ۱۲۶۴ھ	۱۸ شعبان ۱۲۶۹ھ
۱۲	نواب امجد الملک بہادر	۱۱ ذی الحجہ ۱۲۶۴ھ	محرم ۱۲۶۵ھ	•
۱۳	نواب شمس الامرا محمد فخر الدین خان بہادر	۴ ربیع الثانی ۱۲۶۵ھ	۱۰ رمضان ۱۲۶۶ھ	۱۹ شوال ۱۲۷۹ھ
۱۴	راجہ رام بخش بہادر	•	•	۳۰ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ
۱۵	نواب سراج الملک بہادر	۲۸ شوال ۱۲۶۷ھ	•	۱۸ شعبان ۱۲۶۹ھ
۱۶	نواب سالار جنگ اعظم شجاع الدولہ مختار الملک بہادر	۲۲ شعبان ۱۲۶۹ھ	•	۲۹ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ
۱۷	مہاراجہ نریندر پرشاد بہادر	۳۰ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ	۷ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ	۱۲ رمضان ۱۳۰۶ھ
۱۸	نواب میر لائق علی خان سالار جنگ بہادر ثانی عماد السلطنہ	۷ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ	۲۴ رجب ۱۳۰۴ھ	۷ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ
۱۹	نواب بشیر الدولہ عمدۃ الملک اعظم الامراء امیر کبیر آسمانجاہ بہادر	۱۰ ذیقعدہ ۱۳۰۴ھ	۶ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ	۲۶ صفر ۱۳۱۶ھ
۲۰	نواب سر وقار الامراء بہادر	۶ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ	۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ	۶ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ
	عہد عثمانی کے وزراء			
۲۱	مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنہ بہادر	۱۰ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ	۲۵ رجب ۱۳۳۰ھ	•
۲۲	میر یوسف علی خان نواب سالار جنگ بہادر ثالث	۲۵ رجب ۱۳۳۰ھ	۱۱ محرم ۱۳۳۳ھ	•
۲۳	زیر نگرانی اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی آصف جاہ سابع	۱۱ محرم ۱۳۳۳ھ	۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ	•
	تنظیم جدید باب حکومت			
۲۴	سر سید علی امام نواب مؤتمن الملک بہادر صدر اعظم	۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ	۱۲ محرم ۱۳۴۱ھ	۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ
۲۵	نواب فریدون الملک بہادر صدر اعظم	۱۲ محرم ۱۳۴۱ھ	۲۵ شعبان ۱۳۴۴ھ	۱۳ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ
۲۶	نواب ولی الدولہ بہادر صدر اعظم	۲۵ شعبان ۱۳۴۴ھ	۱۷ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ	۲۰ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ
۲۷	مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنہ صدر اعظم بہادر	۱۷ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ	•	•

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ظلِّ اللہ کی سادگی

از رائے گوردھن داس صاحب سکینہ

پچھلی باتوں کو چھوڑیئے۔ اب اس موجودہ زمانے میں۔ راجاؤں اور نوابوں کا جو حال ہے اُن سے ہر شخص واقف ہے اور پھر اُن کے آئے دن کے حالات اخبارات میں شایع ہوتے رہتے ہیں۔ کوئی یورپ کی سیر و سیاحت میں معروف ہے تو کوئی محفل رقص و سرود میں منہمک۔ کوئی حُسن و شباب کا دلدادہ ہوکر بھٹک رہا ہے تو کوئی ظلم و زیادتی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے۔

غرض ہندوستان میں جہاں ان ہی راجاؤں اور نوابوں کے اسلاف نے حکومت کی۔ جنہیں ملک کی خدمت۔ رعایا کے دکھ درد کا احساس تھا جو وضعداری کا پاس کرتے اور مشرقی روایات پر مرمٹتے تھے۔ جنہوں نے میدان جنگ میں اپنے جوہر دکھلائے تھے۔ بڑی بڑی مہمات سر کی تہیں۔ آج یہ اُن ہی کی اولاد ہیں جو دنیا بھر کے لہو لعب میں معروف ہیں جن کی عیش پرستی رعایا کا خون چوس رہی ہے اور یہ جن رعایا کے محافظ ہیں وہ نہ صرف ٹکڑے ٹکڑے کی محتاج ہے بلکہ آئے دن ان کے مظالم کا شکار ہو رہی ہے۔

خیر ہمیں اس جگہ ان تمام باتوں سے بحث کرنیکی ضرورت نہیں اور نہ ہمارے اس مضمون کا یہ خاص عنوان ہے۔

دور حاضر کے راجاؤں اور نوابوں کا تو یہ حال ہے لیکن خدا رکھے ہمارے بادشاہ سلامت شہریار دکن کی ذات ستودہ صفات کو جنکی رعایا پروری عدل گستری شہرۂ آفاق ہو چکی ہے کیا گھر کیا باہر سب شاہ دکن کے مداح اور ثناء خواں نظر آتے ہیں۔

یوں تو حیدرآباد فرخندہ بنیاد ہندوستان جنت نشان کی سب سے بڑی ریاست ہونیکی فضیلت رکھتا ہے لیکن خوش بختی سے خدائے تعالیٰ نے اسکو ایسا بادشاہ عطا کیا ہے جسکی مثال تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔

بندگانعالی میں جہاں اور صفات قدرت نے ودیعت کئے ہیں وہاں ظل اللہ کی سادگی بھی ایک خاص بات ہے جنہوں نے حضور پرنور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کچھ وہی جانتے ہیں کہ ڈیڑھ کروڑ رعایا کا مالک کسطرح اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ نہ جھوٹا تکلف ہے اور نہ بیجا کر و فر تمکنت اور غرور چھو نہیں گیا۔ انکساری اور سادہ دلی سیرت شاہانہ کے خصوصیات ہیں۔ بقول خواجہ حسن نظامی صاحب "عظمت خداداد کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے قوی دل لوگ رُعب شاہی سے مرعوب ہو جاتے ہیں"۔

جب وہ باریاب ہوئے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ سلامت جہاں تشریف رکھتے ہیں یعنی ایوان شاہی میں مختصر دو چار گز کا ایک حجرہ جس میں سادہ فرش کیا ہوا اور معمولی کرسیاں رکھی ہوئی ہیں۔ سب کو کیا چھوٹا کیا بڑا کیا اپنا کیا پرایا اسی مقام پہ شرف باریابی بخشا جاتا ہے۔

ظل اللہ نہایت سادہ لباس زیب تن فرماتے ہیں۔ سیاہ ترکی ٹوپی جسکے پھندنا نہیں ہوتا سادہ شیروانی پائجامہ اور سلیم شاہی جوتیاں پہنے ہوتے ہیں۔

مرتبہ محمد فاضل
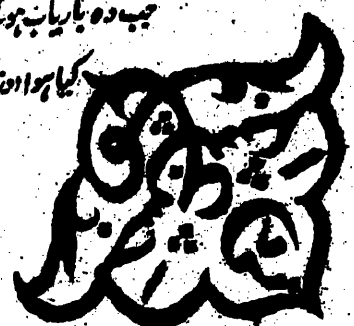
ذات شاہانہ کو بیجا اسراف سے سخت نفرت ہے۔ ہر بات میں کفایت شعاری ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ سرکار اپنی ذات پر اسقدر روپیہ اسلئے صرف نہیں فرماتے کہ عزیز رعایا کفایت شعاری کا سبق حاصل کرے۔ اخلاق سلطانی کا ذکر کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔

"سیرت شاہانہ کے خصوصیات" کے عنوان سے ہوش صاحب نے جو مضمون لکھا ہے اور جو صبح دکن کے سالگرہ نمبر میں شائع ہوا ہے ہم اسکا خلاصہ درج کئے دیتے ہیں۔ جہاں پناہ کسی کا دھوپ میں کھڑا رہنا گوارا نہیں فرماتے۔ برسات میں کسی کے بھیگنے کو جائز نہیں رکھتے۔ ملازمین سے اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو اسے فوراً آرام لینے کی اجازت مرحمت فرمائی جاتی ہے۔ سلطان دکن اپنی معمولی ضرورتوں کی تکمیل خود فرماتے ہیں۔ کاغذات کی رسید دست مبارک سے تحریر فرمائی جاتی ہے یہاں تک کہ لفافوں کو گوندسے خود بند فرماتے ہیں۔

شہزادگان بلند اقبال یا شہزادیاں فرخندہ فال میں خدانخواستہ کسی کے دشمنوں کی طبیعت ناساز ہوجائے تو تیمارداری ذات شاہانہ سے فرمائی جاتی ہے اور اسطرح فرمائی جاتی ہے کہ اپنی راحت و آرام کی بھی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ دوا کا انتظام۔ غذا کی فراہمی غرض ہر چیز شاہانہ حکم و ہدایت سے ہوتی ہے۔ اولاد کی اور محلات مبارک کی تمام ضروریات سب حکم نگاہ سے پوری ہوتی رہتی ہیں۔ حضور پرنور کا خاصہ نہایت سادہ ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو ہمطعامی کا شرف حاصل ہوا ہے وہ حیرت کرتے ہیں کہ ذات شاہانہ کی غذا کسقدر مختصر اور سادہ ہوتی ہے۔

انسانی ہمدردی تو آج کل مفقود ہی ہوگئی ہے لیکن خسرو دکن ایسا دردمند دل رکھتے ہیں کہ انسان تو انسان حیوان مطلق کی تکلیف بھی گوارا نہیں ہوسکتی۔ اہلیان دکن کے ذہن سے وہ واقعہ کبھی نکل نہ سکیگا کہ سواری مبارک کے گذرتے وقت موٹر کی زد میں ایک بکری آگئی تھی۔ ظل سبحانی نے بہ نفس نفیس اسکی تیمارداری کا حکم صادر فرمایا اور بعد علاج اس کی خبر گیری کے لئے دیوڑھی مبارک میں انتظام کرادیا گیا۔

الغرض ذات شاہانہ کی ہمدردیوں کی صراحت اور اس کو ضبط تحریر میں لانے سے زبان قلم عاجز ہے البتہ جن خوش نصیبوں کو مراعات شاہانہ سے مستفید ہونیکی عزت ملی ہے انکے قلوب شاہانہ الطاف کو اپنے اندر قیامت تک محفوظ رکھینگے۔

جس کسی کو سلطان دکن کی جناب میں باریابی کا شرف حاصل ہوتا ہے ممکن نہیں کہ وہ ظل اللہ کی سادگی سے متاثر ہو حیدرآباد ہی نہیں بلکہ سارا عالم بندۂ اخلاق ہے۔ ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک جہاں جہاں حضور پرنور تشریف لیگئے اپنی سادگی اور وسیع الاخلاقی سے سب کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ ہندوستان کے طول و عرض میں تاجدار دکن کے ورود پر جو شاندار مظاہرے کئے گئے وہ رہتی دنیا تک یاد رہینگے۔ اب بھی لوگ یادگار سلطنت مغلیہ کو یکبار دیکھنے کے آرزومند ہیں۔ خدا کرے سب کی مراد بر لائے اور دنیا کے سب رہنے بسنے والے خسرو دکن کے دیدار کی عزت حاصل کریں۔

قادر مطلق سے دعا ہے کہ ہمارے بادشاہ ذیجاہ کو عمر جاودانی عطا کرے۔ دولت و اقبال میں ترقی دے اور ہم پر تا قیام شمس و قمر حکمران رکھے۔

بحق حضرت خیر الورا یارب زمانے میں
ہمیشہ شادماں رکھہ میر عثمان علی خاں خلد اللہ ملکہ کو

حضرت جہاں پناہی کی عقیدت اولیاء اللہ سے

حضرت جہاں پناہی کو اولیاء اللہ سے جو مخلصانہ ارادت وعقیدت ہے اس کے مظاہرے زمانۂ تخت نشینی سے اس وقت تک مسلسل ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔

ایسے اولیاء اللہ کی جن کی شان میں "لاخوف علیھم ولاھم یحزنون" وارد ہے سرزمین دکن میں کمی نہیں علی الخصوص سلطنت دکن کے صوبہ غربی کے شہرۂ آفاق خطے دولت آباد اور اس کے شہر خموشاں روضہ یا خلد آباد میں کثرت سے زندۂ جاوید اولیاء اللہ آسودہ ہیں اور اپنی روحانیت سے سرزمین دکن کو جو فیض پہنچا رہے ہیں اس سے دکن کا بچہ بچہ واقف ہے۔ اور جس کی تفصیل موجب طوالت سمجھی جائے گی۔

علیٰ ہذا گلبرگہ کا وہ پرشکوہ آستانہ جس میں سرتاج اولیائے حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ آسودہ ہیں اللہ جن کی نسبت کسی شاعر نے اس طرح اظہار عقیدت کیا ہے۔

؎ "نیست کعبہ در دکن جز در گیسو دراز ۔ بادشاہِ دین و دنیا خواجۂ بندہ نواز"

بلا شبہ بلا تخصیص مذہب وملت جملہ باشندگان دکن کے لئے اخذ روحانیت کا سرچشمہ ہے۔ اسی طرح دکن میں روحانیت کے سب سے پہلے داعی حضرت بابا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی بزرگی کا اعتراف پائے تخت دکن کے ہر مسلم و غیر مسلم کو ہے اور جن کی مزار پرانوار پر ہمیشہ عقیدت کے پھول چڑھا کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا دکن کے دو روحانی شہنشاہ حضرت شاہ یوسف علیہ الرحمۃ و شاہ شریف علیہ الرحمۃ ہیں جن کا پرہیبت و جلال آستانہ اس کا مصداق ہے۔

؎ "بے ادب پا منہ اینجا کہ عجب درگاہیست ۔ سجدہ گاہِ بشر و روضۂ شاہنشاہیست"

یہ سب وہ بابرکت فیض رساں آستانے ہیں جہاں تاجدار دکن کی جانب سے وقتاً فوقتاً حضوری کے ساتھ نذر عقیدت پیش ہوا کرتی اور کسب روحانیت کیا جاتا ہے۔

سرزمین دکن سے گزر کر حضرت جہاں پناہی ظلہٗ کا مرکز ارادت وعقیدت سرتاج اولیائے ہند و دکن سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ اجمیری قدس سرہٗ کا آستانہ مبارک ہے جہاں ظل سبحانی متعدد مرتبہ حاضری دے چکے اور نذر عقیدت پیش کر چکے ہیں۔

؎ "خدایا بہ رحمت نظر کردۂ ۔ کہ ایں سایہ بر خلق گستردۂ"

مرتبہ محمد فاضل

حیدرآباد پرنٹنگ پریس
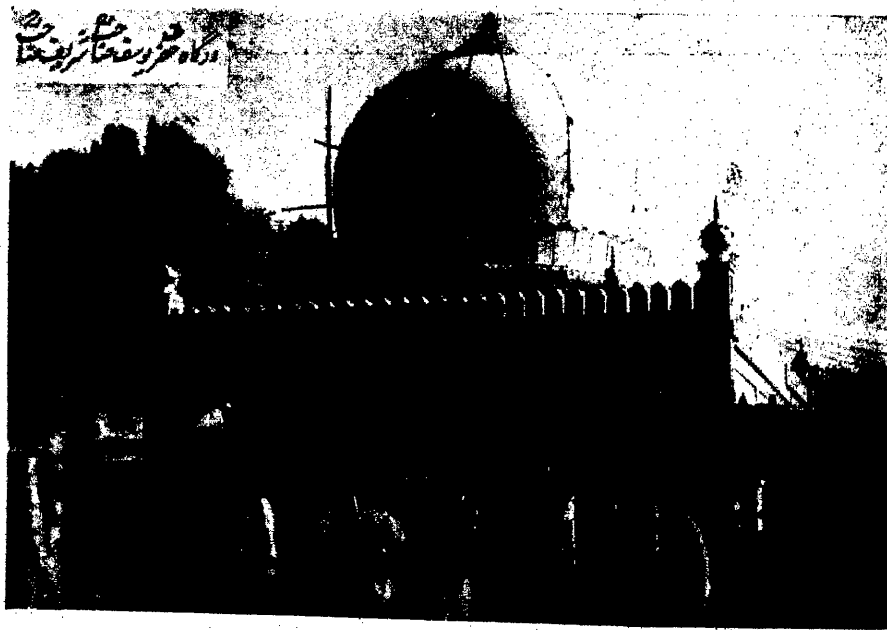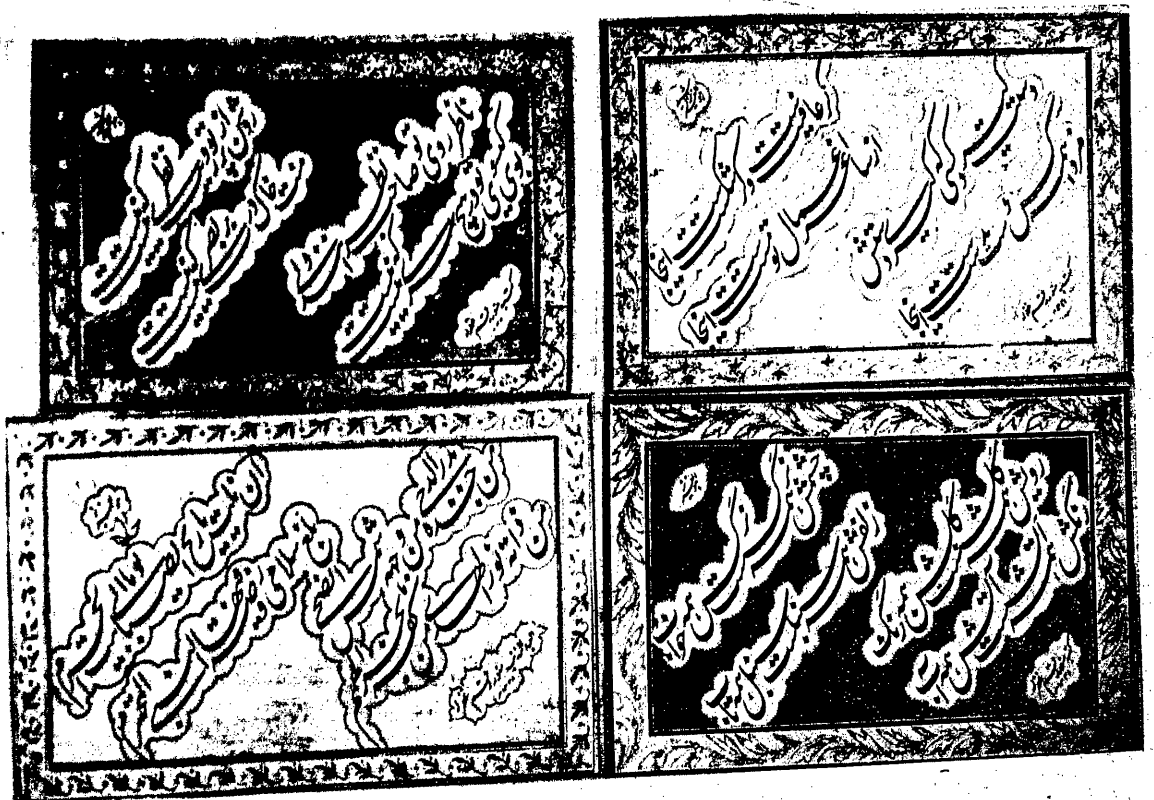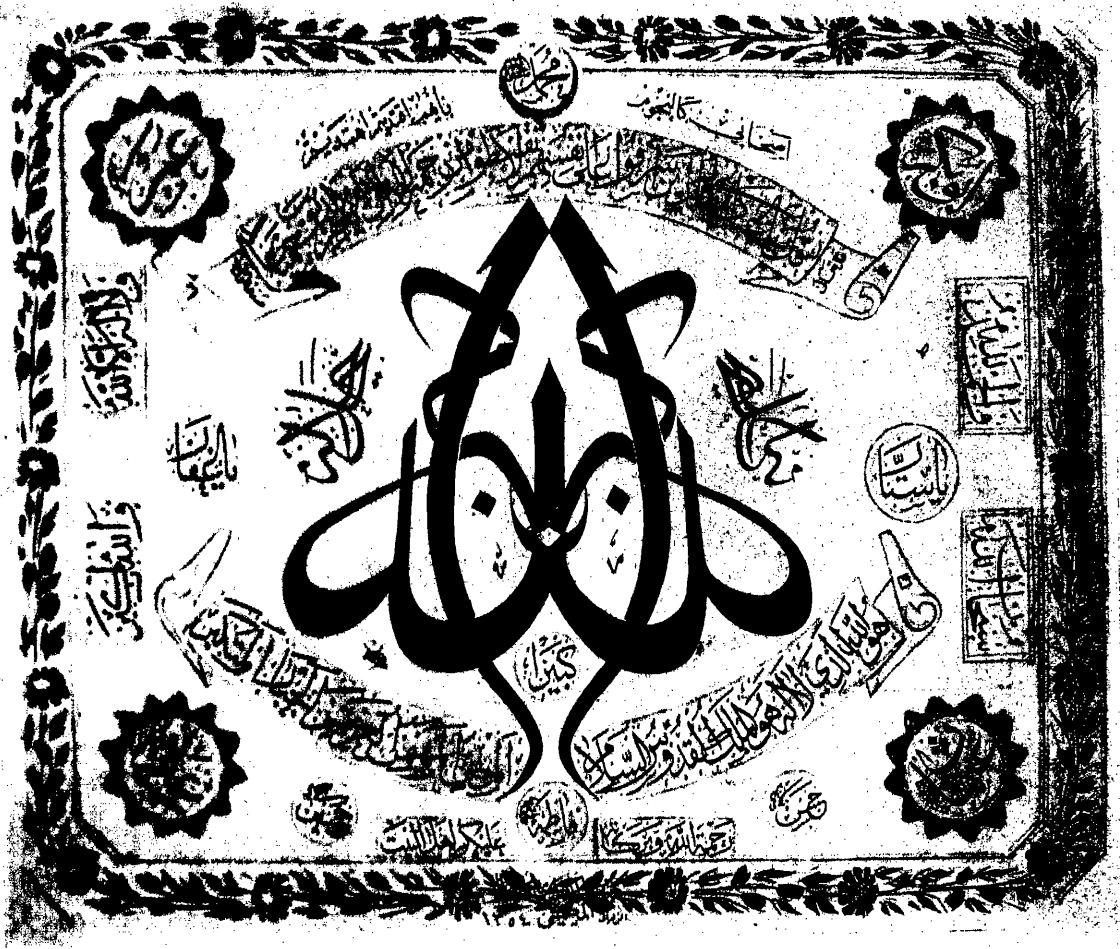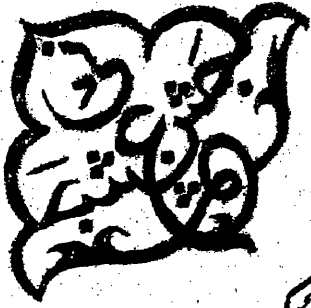
از فخرِ قوم مولٰنا الحاج حضرت سیّد محمدؐ بادشاہ حسینی صاحب قادری معتمد مجلس علمائے دکن

کائنات کا سارا نظام محبت کی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے۔ محبت ہی وہ بلائے بے درماں ہے جو نہ ٹل سکتی ہے نہ ٹلائی جاسکتی ہے جس کو دوسرے الفاظ میں مرضِ لاعلاج کہا گیا ہے۔ مریضِ محبت نہ اپنے شفا کی تدبیریں سوچتا ہے نہ اس سے رہائی چاہتا ہے دل بریاں۔ چشم گریاں۔ لبوں پر آہ سرد اس کے مختصر آثار و علائم ہیں۔ کوئی ہمدرد دعائے شفا دیتا ہے تو مریض اپنے حق میں اُسکو دعائے بد جانتا ہے اور کہتا ہے کہ ؎ گرائے زاہد دعائے خیر میگوئی مرا این گو ؛ کہ این آوارۂ کوئے بتاں آوارہ تر بادا لطف یہ ہے کہ از ماہ تا بماہی۔ از عرش تا بفرش سب کے اندر کچھ نہ کچھ اس جذبۂ محبت اس دردِ لاعلاج کا اثر موجود ہے۔ یہ تو کائنات و ماسوا اللہ کا حال تھا۔ اب خلق سے گذر کر خالق الارض والسموات کی ذات سامی صفات کی طرف ہم بندے نظر دوڑاتے ہیں تو خدائے لم یزل کا یہ ارشاد ہمیں اس کے محبوبؐ یوں سناتے ہیں۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ اس سے بھی حبِّ ذاتی کی جلوہ گری عیاں ہے۔ اعطائے وجودِ خلق میں اپنے کمالات کا اظہار مقصود ہے۔ جس ذاتِ گرامیؐ پر خلعت محبوبیت کا جامہ راست آیا اس کا ارشاد بھی تکمیل ایمان کے لئے اسی متاع محبت کی طرف ایما فرماتا ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَفْسِہٖ وَوَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ آہ اے محبت! تیری تکمیل ہی تکمیل ایمان ہے۔ یا یوں کہو کہ ایمان کامل محبت رسولؐ اور محبت رسول ہی ایمانِ کامل! محبت! او محبت! تو کیا پیاری چیز ہے۔ تیرے بغیر نظام عالم کا وجود ہی قائم نہیں رہ سکتا معیشت معاشرت۔ تعلق زن و شو تعلق پدری و مادری۔ تعلق رعایا و راعی۔ تعلق امت و رسالت حتیٰ کہ تعلق عبد و رب سب میں تیرا ہی جلوہ ہے۔ تیری ہی نمائش۔ تو ہی نے قیس عامری کو دیوانہ بنایا۔ فرہاد کو رسوائے زمانہ کیا۔ زلیخا کے سر بازار چرچے کئے۔ تو ہی نے عرب کے مشہور فصیح و بلیغ شاعر اِمرءُ القیس کو ایک عنیزہ کے لئے بدنام و رسوا کیا۔ بستی ام القریٰ میں ابن ابی قحافہ کو پروانۂ شمع نبوت کیا اور صادق و مصدوق سے صدیق کا خطاب دلایا۔ قلب ابن خطاب کو موم کیا اور انہیں کو اسلام کا مایۂ افتخار بنادیا۔ فرزندِ عفان کی ساری دولت کو ایک ہاشمیؐ (فداہ ابی و امی) کے قدموں پر نثار کرادیا اور اسلام کا مایۂ ناز بنا یا نجل علیؓ ابی طالب کو سیّد ولد آدم کا قوت بازو بنایا اور سیدالعرب کا خطاب دلایا۔ اے محبت! تیری آتش عالمگیر نے نہ صرف عرب ہی کی خبر لی بلکہ بغداد کے گیلانیؓ اجمیر کے سنجریؒ کو بھی ایسا تپایا کہ شمسِ عرب کی ضیا باری عراق و عرب و ہند سے بدرجہ اتم نمایاں ہونے لگی۔ اور اب تک نمایاں ہے اور تا ابد نمایاں رہے گی۔ اے محبت! تیری نہ بجھنے والی آگ سے

آج تیرہ سو برس قبل جب تو اپنی پوری نمائش اور پوری شان و آن کے ساتھ عرب کی

بستی میں ایک عرب کے تاجدار کے روپ میں بدرجہ اتم جلوہ دکھا رہی تھی

اس وقت سے اب تک اس سہانے روپ والے پر کروڑوں قربان

مرتبہ محمد فاضل

عہ یعنی فرزند

ہو چکے اور ستر کروڑ قلوب تیرہ صدی بعد بھی قربان ہونے تیار ہیں ؎
یوسفؑ کی تو عاشق تھی فقط ایک زلیخا ؓ یوسف سے ہزاروں ہیں خریدار محمد کے

اس نیناں والے سنوریا پر نہ صرف مجھ جیسے مور مسکین ہی قربان ہیں بلکہ سلطنت والے بھی قربان۔ تخت والے بھی قربان۔ تاج والے بھی قربان۔ شاہان ترک و ایران و توران سلاطین عرب و عجم قربان۔

خدا رکھے سلاطین مغلیہ کی یادگار ۔ مسلمانوں کا سہارا صدیق رضؓ کا ایک لخت جگر بھی ہے۔ جو خادم اسلام بھی ہے مسلمانوں کا ہمدرد بھی ہے۔ ہمارا رئیس بھی ہے۔ شاہ بھی ہے۔ صاحب تخت و تاج بھی ہے۔ سلطان بھی ہے۔ سلطان العلوم بھی ہے ہاں وہ بھی تو فدا ہے اور دل سے فدائے محبوب خدا ہے۔ کوئی آئے اور اس فدائی رسول کریمؐ کے جلوے دیکھے کہ ایک ابر کرم ہے جو ہر طرف برس رہا ہے۔ ہند ہو کہ یورپ۔ ایران ہو کہ توران۔ عرب ہو کہ عجم۔ ترکستان ہو کہ تاتار وہ کونسا ملک اور کونسا شہر ہے جو اس بحر کرم سے مستفیض و مستفید نہیں ! فیوض کا دریا جاری ہے تو کرم کے چشمے رواں۔ کیوں نہ ہو وہ صدیق رضؓ کا جگر گوشہ ہے۔ اہلبیت رسولؐ کا دامن گرفتہ۔ جد امجدؓ نے رسول کریمؐ پر سب کچھ قربان کر دیا تھا تو یہ بیت رسولؐ پر سب کچھ قربان کرنے تیار ہے۔ برکات عہد عثمانی کو کون ہے جو گن سکے۔ اس کے لئے مستقل کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جائیں گی۔ سلطان العلوم نے اپنے آقا کے علوم کی وہ نشر و اشاعت کی ہے کہ اگر آج مامون کی روح بھی دیکھے تو رشک کرے۔ کیا آج ہمارا شہر حیدرآباد رشک مصر و قسطنطنیہ نہیں ؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو یہ سب برکات محبت شاہ طیبہ (روحی فداہ) سے ہے ؎ بنام آں شہ لولاک صد جان و دلم قرباں کہ عثماں از طفیلش بر مسلماناں امیر آمد
ادام اللہ سلطنتہ و وسع اللہ مملکتہ و خلد اللہ ملکہ و نصر اللہ اعوانہ و انصارہ۔

سلطان العلوم کی دلچسپی زبان اردو کیساتھ

از مولوی میر احمد علیخاں صاحب

علم ادب اتنا وسیع علم ہے کہ ادیبوں کی عمریں صرف ہو جاتی ہیں مگر اس کا اور چھور ہاتھ نہیں آتا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ ادب انسانی زندگی کے تقریباً ہر شعبے پر اپنا تھوڑا بہت اثر ڈالے بغیر نہیں رہتا۔ آج ہم اہل برطانیہ کو اوج کمال پر پاتے ہیں ان کی ترقی کو رشک کی نظروں سے دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں کہ اُن کے مقبوضہ ممالک کے اندر سورج کسی وقت غروب نہیں ہوتا اگر کسی وقت ٹھنڈے دل سے غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ انکی ساری ترقیوں کا راز انکی ادبیات میں مضمر ہے۔ ادب کو زبان سے چولی دامن کیطرح ساتھ ہے زبان جسقدر وسیع ہوگی اسی قدر ادب کی کائنات میں بھی وسعت پیدا ہوگی۔

ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان میں سنسکرت کے راگ الاپے جاتے تھے عرب کا سکہ تمام اسلامی ممالک پر بیٹھا ہوا تھا۔ فارسی نے الگ ایک طرف اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی تھی لیکن آج دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک

انگریزی زبان نے جو تسلط حاصل کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے
اس کساد بازاری کے زمانہ میں بچاری اردو کا کیا ذکر؟ جو محض
شعر و شاعری اور قصے کہانیوں تک محدود ہے۔ مگر میں بلا خوفِ تردید یہ
کہہ سکتا ہوں کہ اگرچہ آج دلی اور لکھنؤ کی گرم بازاری تقریباً مفقود ہو چکی ہے لیکن کل کی
بات ہے کہ دفعتہً ہمارے دقیقہ رس بادشاہ ذی جاہ ہز اگزالٹڈ ہائینس سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر
آصف جاہ سابع نے اپنے خاص ذوق علم سے اردو کی ایسی حمایت فرمائی کہ اب وہ بھی عالمگیر علمی زبان کہلانے کی مستحق ہو گئی ہے
چنانچہ اعلیٰ حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ (جسکی بدولت اردو پنپی) وہ یہ ہے کہ حیدرآباد دکن میں اردو تعلیم کا ذریعہ قرار پائی۔
اسی ضمن میں ہمارے حکیم السیاست نے اردو کی توسیع و ترویج کی خاطر سررشتہ تالیف و ترجمہ کے قیام کی جو مفید ترین تجویز
فرمائی وہ ہرگز فراموش نہیں ہو سکتی اور اسی شعبہ کے طفیل میں دکن کی اردو میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ اب محض شعراء
ہی کے اظہار خیال کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ فنون تاریخ فلسفہ منطق قانون طب کیمیا لسانیات ادبیات سیاسیات اخلاقیات،
دینیات، ریاضیات، نباتیات، حیاتیات، طبعیات، معاشیات، عمرانیات، ارضیات و فلکیات وغیرہ کے خزانوں سے بھی مالا مال ہے
چنانچہ جو کتابیں ابتک ترجمہ ہوئیں ہیں انکی تعداد تین سو سے زیادہ ہے۔ شعبۂ مذکور کے تحت میں ایک مجلس قائم ہوئی ہے
جس کا کام غیر زبان کی اصطلاحوں کو اپنی زبان میں منتقل کرنا ہے۔ یہ خصوصیت حیدرآباد ہی کو نصیب ہے۔ جرمنی اور امریکہ
ایسے ترقی یافتہ ممالک میں بھی محض فنون۔ جرمنی اور امریکن زبان میں منتقل کر لئے گئے ہیں لیکن اصطلاحیں بعینہ دوسری بانوں
سے لے لی گئی ہیں۔ مگر یہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی نیک نیتی کی دلیل ہے کہ کل تک جو اردو کس مپرسی کے عالم میں پڑی ہوئی
تھی وہی آج ظل اللہ کے زیر سایۂ عاطفت حد کمال تک پرواز کو پہونچ رہی ہے۔ کسی زبان کے سیکھنے کے لئے اس کے
لغات سے تھوڑی بہت واقفیت پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔ بدقسمتی سے اردو لغت نویسی کی طرف اہل ذوق نے
ابتک مطلق توجہ نہیں کی۔ لے دے کے ایک فرہنگ آصفیہ ہی کا وجود ہے اور بس اگرچہ یہ لغت مبتدیوں کے لئے بہت
سود مند اور مفید ہے لیکن منتہیوں اور محققوں کی تشنگی اس سے بھی نہیں بجھتی۔ منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی مرحوم
نے امیر اللغات کی جس خوبی سے داغ بیل ڈالی تھی اگر انکی زندگی کچھ اور دن وفا کرتی اور وہ انہیں خوبیوں سے تکمیل کو پہنچتی تو
بیشک اردو ادب میں ایک قابل قدر اضافہ ہو جاتا۔ افسوس ہے کہ مرحوم کے انتقال کے بعد کسی کو اسکی تکمیل یا کسی دوسری
لغت کی تدوین کا مطلق خیال نہیں ہوا۔ بالآخر شہریار دکن نے بنفس نفیس یہ ایثار فرمایا کہ اردو کی ایک جامع اور مستند
لغت کی ترتیب مولوی عبدالحق صاحب آنریری سکرٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن کے تفویض فرما دی جس سے
حضرتِ اقدس و اعلیٰ کے حسن انتخاب اور علمی سرپرستی کا پتا چلتا ہے۔ اب وہ لغت صاحب موصوف کی نگرانی میں نہایت
اعلیٰ پیمانہ پر زیر ترتیب ہے۔ قوی امید ہے کہ عنقریب وہ لغت مدون ہو کر عوام سے خراج تحسین حاصل کرے اس کارنامہ سے
نہ صرف مذاق شاہانہ کا پتہ چلتا ہے بلکہ زبان کی شستگی و علم پروری کا بھی بخوبی اظہار ہوتا ہے۔

اب میں اپنے مضمون کو اپنے شاہ عالی جاہ کے مبارک کلام اور اس کے اجمالی
ذکر سے زینت دینا چاہتا ہوں۔ یوں تو حضور پُر نور کے جواہر نگار قلم سے
نکلی ہوئی ہر سطر اور ہر مصرع نورٌ علیٰ نور ہوتا ہے لیکن یہاں موضوع کے
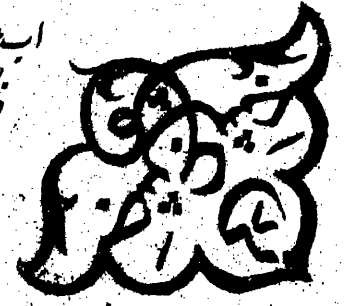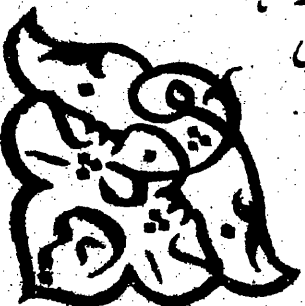
لحاظ سے بندگان عالی کے چند مختلف ایسے اشعار بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں جنکے مطالعہ سے اہل نظر بہر ول زبان کے چٹخارے لیتے ہیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے

پھیر کر آنکھ اٹھ گئے پہلو سے وہ مثل نظر ❊ ہم برنگ آرزو ودے کے قسمیں رہ گئے
ہمدم اے عثماں جو تھے چلتے ہوئے دم کیطرح ❊ آپ کیوں الجھے ہوئے تا نفس میں رہ گئے

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۲ ہجری)

یا لا امید و بیم سے ناگاہ پڑ گیا ❊ دل کا بنا بنایا گھروندا بگڑ گیا
شربت کا گھونٹ جان کے پیتا ہوں خون دل ❊ غم کھاتے کھاتے منہ کا مزا تک بگڑ گیا

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۲ ہجری)

شمع و پروانہ میں کیسی پھوٹ ڈالی آپ نے ❊ آگ دونوں میں لگا کر خود کنارے ہو گئے

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۲ ہجری)

شیشہ و جام و سبو کا لطف اب عثماں کہاں ❊ میکشی کو اک زمانہ ہو گیا چھوٹے ہوئے

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۵۲ ہجری)

جس طرح حضرت جہاں پناہی کے منظومات تراکیب کی شستگی بیان کی شگفتگی ادائے خیال کی دلنشینی اور زبان کی لطافت سے مملو ہیں اسی طرح نثر نگاری میں بھی بے ساختگی سلاست و روانی اور عام فہمی کے نمایاں عناصر پائے جاتے ہیں جیسا کہ متعدد جرائد غیر معمولی سے ظاہر ہے۔ آخر میں میں اہل حیدرآباد کی خدمت میں مخلصانہ اپیل کرونگا کہ وہ بھی اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِم کی مصداق بن کر اردو کی حمایت و توسیع میں ممکنہ کوشش کریں۔ آجکل تعلیم یافتہ طبقے میں یہ بات اصلاح طلب ہے کہ اکثر و بیشتر مغرب زدہ نوجوان اپنی بول چال میں بلا تکلف انگریزی لفظوں کی اردو میں ٹھوس ٹھانس پیدا کر کے اردو کا ستیاناس کر دیتے ہیں۔ اور اس کے برعکس جو لوگ عربی و فارسی کے منتہی ہیں وہ اپنی ٹھوس قابلیت جتلانے کے لئے نامانوس عربی لفظوں اور نادر ترکیبوں کی بوچھار سے اردو ایسی عام فہم زبان کو اسقدر مکروہ کر دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلی لوچ سے معرا ہو کر عوام کے حق میں گورکھ دھندا بن جاتی ہے۔ اگر اس سقم کو اہل ملک دور کر دیں تو وہ دن دور نہیں کہ اردو کے جویا حیدرآباد کے آگے لکھنو کو بھی بھول جائیں

نظیر عدل و رواداری

عابد شاپ کے سامنے نواب سرافسر الملک بہادر نے ایک مسجد کی تعمیر شروع کی تھی۔ اس کے قریب میں ایک چھوٹا سا مندر بھی تھا۔ جونہی اعلحضرت کی توجہ اس دیول کیطرف معطوف ہوئی۔ باوجود اس کے کہ مسجد کی عمارت مکمل ہو چکی تھی اور کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا فوراً اعلحضرت نے امتناعی حکم شرف اصدار فرما کر مسجد کی تعمیر بند کرا دی جسمیں اب چھوٹا سا مدرسہ دینیہ ہے یہ آپ کی رواداری کی ایک زندہ مثال ہے اسی عدل و آئین کے تحت ہائیکورٹ کی فلک بوس شاندار عمارت کے ہر دو جانب کے دیول۔ اور چار مینار کے جنوب مشرقی گوشہ پر نصب شدہ پتھر کی بقار۔ رواداری عدل عثمانی کے ناقابل فراموش نشان ہیں فقط

مرتبہ محمد فاضل
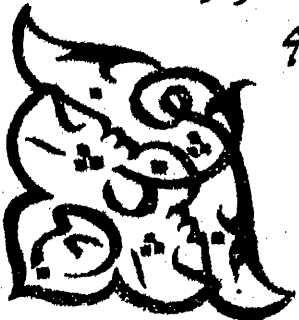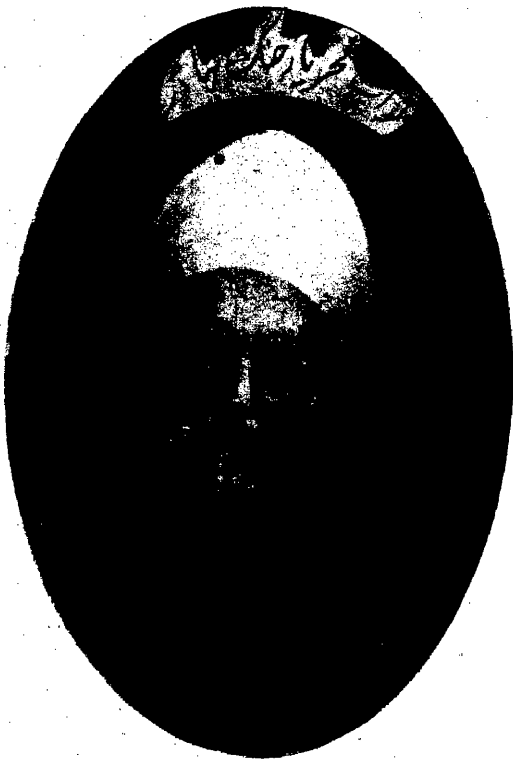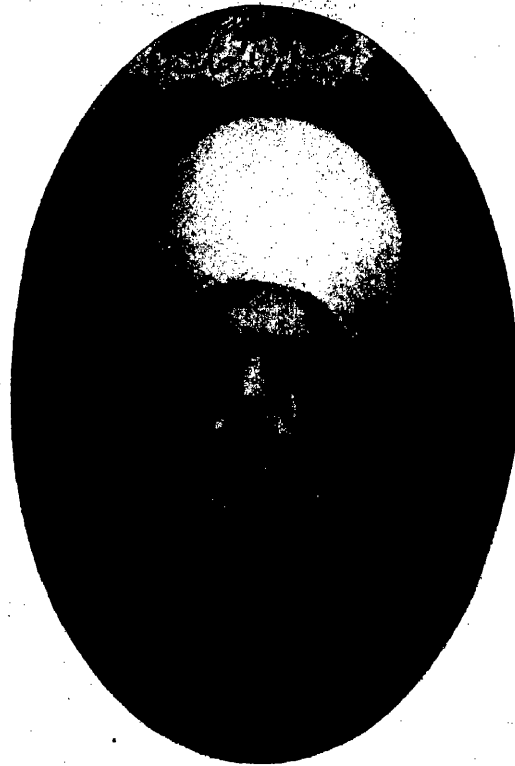
چیف انجینیر و معتمد تعمیرات عامہ سرکار عالی

معتمد فینانس سرکار عالی
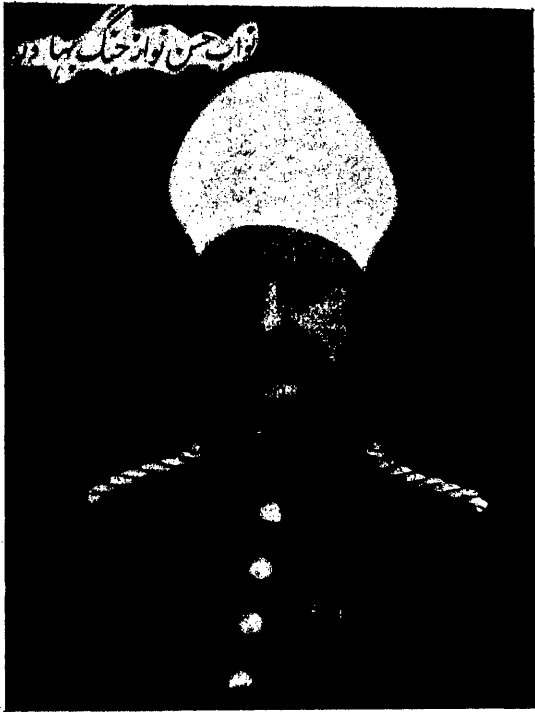
معتمد ہوم سکریٹری آفس

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس

معتمد سیاسیات سرکار عالی

معتمد فوج سرکار عالی

معتمد کارہائے ڈرینج
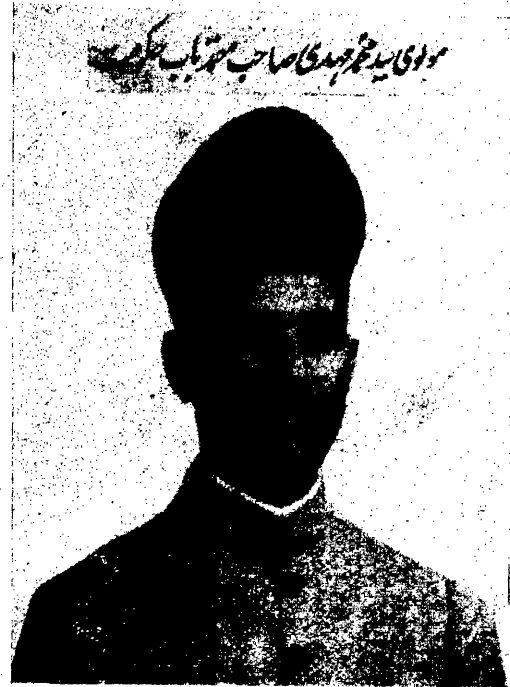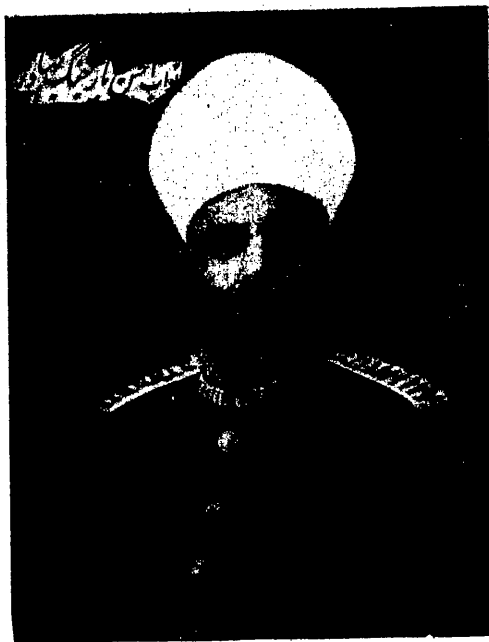
از جناب حاجی شیخ احمد علی صاحب (پربھنی)

اسلام کو غریبوں سے ایسا قریبی اور گہرا تعلق ہے کہ اگر یہ خیال کیا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اسلام غریبوں کے لئے پیدا ہوا۔ اور غریب اسلام کیلئے۔ انتہا یہ کہ اسلام کے بانی دونوں جہان کے سردار رسول عربی تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں میں پیدا ہوئے۔ غریبوں میں رہے۔ اور غریبی کو پسند فرمایا۔ اور جب آپ نے دنیا کے سامنے اسلام کو پیش کیا ہے تو اُس کے قبول کرنے والوں میں زیادہ تر غریب نظر آتے ہیں۔ اور جن امیروں کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی انھوں نے بھی اپنا سب مال و متاع اسلام کے راستہ میں لٹا دیا۔ یہاں تک کہ خود غریب ہو گئے اور غریب کیوں مقبول و پسندیدہ نہ ہوں جب کہ ساری بڑائی اور بزرگی صرف خدا کے لئے ہے۔ ہمارے اس خیال کی تصدیق کے لئے اس اجتماع عظیم پر غور کیا جا سکتا ہے۔ جو حج بیت اللہ کے موقع پر مکہ معظمہ میں اور زیارت روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ منورہ میں ہوتا ہے۔ اس مجمع میں زیادہ تر غریب ہوتے ہیں۔ دنیا کے طول و عرض سے اپنے پیدا کرنیوالے اور اس کے حبیب پاکؐ کی سچی محبت دلوں میں لئے ہوئے ارض مقدس پر بے تابانہ پہونچتے ہیں۔ اور چونکہ قدرت کو ان کی محبت اور خلوص دل کی آزمائش مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے حج کے مبارک سفر میں ان کو جسمانی آرام و راحت کی بڑی بڑی قربانیاں پیش کرنی پڑتی ہیں۔ اس حال میں ہمارے آقائے ولی نعمت محی الملت والدین اعلیحضرت سر میر عثمان علیخاں بہادر فرماں روائے مملکت آصفیہ خلد اللہ ملکہ و دولتہ کی طرف سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غریب مہمانوں کی جو امداد اور رہنمائی کی جاتی ہے۔ اُس کا مختصر اور اجمالی تذکرہ سننے اور غور کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔
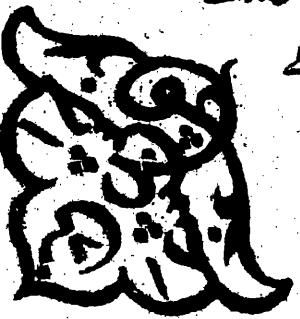
سب سے پہلے تو اُن ملازمین سرکاری کو جو حج کا ارادہ کرتے ہیں
خواہ امیر ہوں یا غریب اعلیٰ عہدہ دار ہوں یا معمولی عمال و ملازمین
چھ ماہ کی رخصت دی جاتی ہے۔ اور رخصت بھی اُس عنوان کی جس کا مدت ملازمت
اور استحقاق وظیفہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور اس پر لطف یہ کہ چھ مہینے کی پیشگی تنخواہ بھی عطا
فرمائی جاتی ہے۔

موجودہ زمانہ میں حکومت حجاز نے بہترین انتظامات کے ساتھ مقامی محصولات اور مصارف ضروری میں معتدبہ اضافے کر دئے ہیں جس کی وجہ سے درجۂ اوّل کا مسافر تقریباً دو ہزار میں۔ درجۂ دوم کا بارہ چودہ سو میں اور درجۂ سوم کا پانچ چھ سو میں اچھی طرح سے حرمین شریفین کا سفر کر سکتا ہے جس کے لئے ہمارے بادشاہِ جم جاہ کی دریا دلی اور فیاضی کا یہ عالم ہے۔ کہ سو ماہوار کا ملازم چھ سو۔ اور ایک ہزار مشاہرہ کا عہدہ دار چھ ہزار پاتا ہے۔ اسی حساب سے بیش مواجب عہدہ داروں کو ہزارہا روپے یکمشت سفر حج کے لئے ملتے ہیں۔ اور ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق بڑی آسانی سے حرمین شریفین کا سفر کر کے حج و زیارت کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ غریب کم استطاعت اشخاص کو جو کرایہ جہاز کی امداد ملنے پر فریضۂ حج ادا کر سکتے ہیں۔ جہاز کا ٹکٹ آمد و رفت کے لئے سرکار خرید کر دیتی ہے۔ اور اس غرض سے ایک کثیر رقم سرکار کا محکمۂ امور مذہبی سالانہ غریب حجاج پر خرچ کرتا ہے۔ یہ امداد غریب اور کم مواجب ملازمین سرکار کی حد تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ غیر ملازم سرکار بھی جو غریب اور مستحق ثابت ہوں مستفید ہوتے ہیں۔

ریاست ابد مدت کے عازمین حج کا قافلہ نہایت شان و شوکت اور ربط و ضبط کے ساتھ ملک سے روانہ ہوتا ہے۔ جو صرف اُن اشخاص ہی پر مشتمل نہیں ہوتا جو سرکار سے امداداً ٹکٹ جہاز حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ اس قافلہ میں ملک کے وہ تمام معزز۔ مستطیع اور صاحب حیثیت افراد بھی شریک ہوتے ہیں۔ جن کو سفر حج میں سرکار عالی کے دیگر انتظامات اور سہولتوں سے فائدہ اُٹھانا منظور ہوتا ہے۔

اس قافلہ کی سرپرستی کے لئے کسی معزز اور اعلیٰ عہدہ دار کو جو عازم حج ہو۔ قافلہ سالاری کی اعزازی خدمت خاص مراعات کے ساتھ دی جاتی ہے۔ اور وہ قافلہ کے تمام انتظامات اور سفر کے جملہ نشیب و فراز کے ذمہ دار گردانے جاتے ہیں نائب قافلہ سالار اور دیگر ضروری عملہ کے اعزازی عہدے بھی مقرر کئے جاتے ہیں نیز اہلِ قافلہ کی طبی امداد کے لئے کسی طبیب حاذق یا لایق ڈاکٹر کو مامور کیا جاتا ہے اور تمام ضروری اور قیمتی ادویہ اہلِ قافلہ کے استعمال کے لئے سرکاری صرفہ سے مہیا کی جاتی ہیں مناسک حج کے رسالے سرکاری طور پر مفت تقسیم کئے جاتے ہیں محکمۂ امور مذہبی کے خاص افسران و عمال قافلہ کی مشایعت اور جہاز پر سوار کرانے کے انتظامات کے لئے حیدرآباد سے بمبئی تک آتے ہیں۔ اور جب تک قافلہ بمبئی سے روانہ نہیں ہو جاتا بمبئی میں مقیم اور فرایض منصبی کی انجام دہی میں مصروف رہتے ہیں

سفر حج میں ہر شخص کے پاس جو نقدی ہوتی ہے۔ اُس کی حفاظت بڑا مشکل کام ہے مگر اس کے لئے بھی سرکار سے یہ انتظام ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص اگر چاہے تو اپنی رقم قافلہ سالار کے پاس جمع کر کے رسید حاصل کر سکتا ہے۔ اور جا بجا بقدر ضرورت روپیہ ملتا جاتا ہے جس کا حساب ہر طرح پاک و صاف رہتا ہے۔

سفر حج کے لئے ہیضہ اور چیچک کا ٹیکہ از بس لازمی ہے جس کے لئے ہر ضلع کے سیول سرجن نہایت ہمدردی سے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ اور اون کے صداقت نامہ کو بمبئی میں تسلیم کر لیا جاتا ہے

بمبئی پہونچ کر پاسپورٹ یعنی پروانۂ راہداری اور جہاز کا ٹکٹ حاصل کرنا بڑا دقت طلب کام ہے خصوصاً اون لوگوں کو جو معمر اور کمزور نیز بمبئی

کے لئے اجنبی ہوتے ہیں۔ اور زبان انگریزی سے نا آشنا۔ بہت دشواری اُٹھانی پڑتی ہے مگر ہمارے اہلِ قافلہ اپنی قیامگاہ پر آرام سے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور محکمۂ امور مذہبی کا عملہ زیر ہدایت قافلہ سالار تمام انتظامات کر دیتا ہے۔ اور ایسے لوگوں کو بھی جو ذاتی صرفہ سے جہاز کا سفر کرتے ہیں ٹکٹ اور پاسپورٹ لا دیتا ہے۔

جہاز پر جہاں مختلف ریاستوں اور مقامات کے مسافر سوار ہوتے ہیں۔ اور کوئی کسی کا پُرسان حال نہیں ہوتا۔ ریاست ابدمدت کے قافلہ والوں کی رہائش کا خاص انتظام قافلہ سالار کی کوشش سے عمل میں آتا ہے۔ اور عمدہ سے عمدہ جگہ انتخاب کیجاتی ہے۔

سفر حج میں معلم کی خدمات حاصل کرنا اور اُس کے اشارہ پر چلنا ہر حاجی کے لئے ضروری ہے۔ اور یہ دیکھا اور سُنا گیا ہے کہ ایسے مُعلموں کو درجہ اکثریت حاصل ہے۔ جن سے حجاج کو بجائے راحت کے تکلیف پہونچتی ہے۔ اور لوگ ان کے طرز عمل سے غیر مطمئن رہتے ہیں۔ مگر حیدرآبادی قافلہ کے لئے ایک ذمہ دار۔ قابل اُردو داں اور با اثر معلم مقرر ہے۔ جو اہل قافلہ کی راحت کا پورا بندوبست کرتا ہے۔

جدّہ پہونچ کر عام حجاج کو بڑی کشاکش میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ مگر اہل قافلہ کو کوئی دشواری لاحق نہیں ہوتی۔ ان کے ٹکٹ جہاز اور پاسپورٹ حاصل کرکے تا واپسی محفوظ کر دئے جاتے ہیں۔ تاکہ حفاظت میں دقت نہ ہو۔ اور سامان کے ساتھ جہاز سے اُتار کر آرام دہ مکانوں میں جو پہلے سے منتخب کرکے رکھے جاتے ہیں۔ سب کو خاطر و مدارات کے ساتھ ٹھرایا جاتا ہے۔ اور معلم و قافلہ سالار کے زیر اہتمام جدّہ سے مکہ مکرمہ تک جو شخص جس قسم کی سواری میں جانا چاہے اُس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اور ہر شخص کا ایسا فاضل سامان جس کی ضرورت صرف جہاز تک تھی۔ اور مکہ معظمہ لیجانا بیکار ہو۔ اطمینان بخش طریقہ پر امانتاً محفوظ کیا جاتا ہے اور واپسی کے وقت آسانی سے ملجاتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں سرکار عالی کی دو عظیم الشان کئی منزلہ سرائیں جن کو رباط کہتے ہیں حرم محترم سے قریب واقع ہیں۔ ان میں روشنی صفائی حفاظت سامان بیت الخلاء وغیرہ کا سرکار کی طرف سے پورا انتظام ہے جس کے لئے ایک عملہ مقرر ہے ریاست ابدمدت کے حجاج ان سراؤں میں بے فکری اور آرام سے ٹھرتے ہیں۔ اور سرکار کی طرف سے عمدہ پیمانے پر سب کی ضیافت ہوتی ہے۔

حجاز میں خطوط رسانی کا ایسا باقاعدہ انتظام نہیں ہے۔ جیساکہ ہمارے یہاں ہے مگر اہل قافلہ کے خطوط کا یہ انتظام کیا جاتا ہے کہ معلم ٹپہ خانہ سے تمام خطوط حاصل کرکے بڑی احتیاط کے ساتھ اہل قافلہ کو تقسیم کرتے ہیں۔ علالت ہو تو علاج معالجہ۔ موت واقع ہوجائے تو تجہیز و تکفین اور کوئی مشکل پیش آجائے تو پوری ہمدردی سرکار کے قافلہ سالار اور مقررہ معلم اس خوبی سے کرتے ہیں کہ غریب الوطنی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

طواف بیت اللہ اور سعی صفا مروہ وغیرہ کے مناسک ادا کرنے میں خاص سہولت بہم پہونچانے کی سعی کیجاتی ہے۔ حرم محترم کے صحن میں مصلی مالکی کے سامنے اہل قافلہ کی نشست کے لئے فرش بچھا دیا جاتا ہے۔ جہاں بیٹھ کر سب اوراد و وظایف میں مشغول رہتے ہیں۔ اور ایک شخص جس کو زمزمی کہتے ہیں۔ آب زمزم کی صراحی لئے ٹہلتا رہتا ہے۔ اور اہل قافلہ کو پانی پلاتا جاتا ہے۔

مناسک حج کی ادائی کے لئے جب مکہ سے منیٰ کو جاتے ہیں۔ تو سواری کا بہترین انتظام ہر شخص کی خواہش کے لحاظ سے کیا جاتا ہے۔ اور منیٰ میں کثیر رقم سرکار سے ادا کرکے اعلیٰ درجہ کا ایک وسیع مکان کرایہ پر لیا جاتا ہے۔ جس میں ریاست ابدمدت کے حجاج نہایت آرام اور اطمینان کے ساتھ ٹھرتے ہیں۔ یہاں سرکار کی طرف سے اہل قافلہ
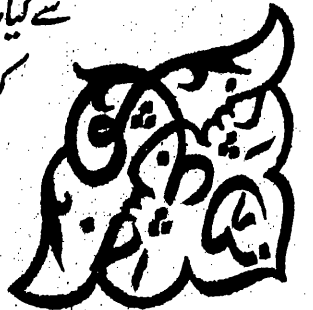
کی دعوت بھی ہوتی ہے۔ یہاں سے چل کر عرفات میں پہونچنے کا انتظام بھی بہت اطمینان بخش طریقہ پر ہوتا ہے۔ عرفات کے وسیع اور لق و دق میدان میں ہماری سرکار ابد قرار کی طرف سے بکثرت خیمہ نصب کئے جاتے ہیں جن میں اہل قافلہ ٹھہرتے ہیں۔ یہاں بھی سرکاری ضیافت ہوتی ہے۔ واپسی میں مزدلفہ پہونچ کر رات کو وہیں ٹھہرنا پڑتا ہے۔ اس مقام پر بھی جہاں تمام دنیا کے ہزارہا انسان پڑے رہتے ہیں۔ اہل قافلہ کی پوری خبرگیری کی جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر منیٰ آکر تین یوم کے زمانہ قیام میں اہل قافلہ کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہونچائی جاتی ہیں قربانی کے انتظام میں مدد ملتی ہے۔ طواف زیارت کیلئے مکہ مکرمہ جاکر پھر منیٰ آنا ضروری ہے جس کیلئے سواری وغیرہ کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ اور بعد ادائی فریضہ حج مکہ سے جدّہ اور جدّہ سے مدینہ طیبہ کے سفر کے تمام انتظامات نہایت حسن و خوبی کے ساتھ کئے جاتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں بھی سرکار ابد پائیدار کی دو سرائیں موجود ہیں جن کی نگہداشت کیلئے ایک خاص عملہ مقرر ہے۔ اہل قافلہ انھیں رباطوں میں ٹھہرتے ہیں زمانہ قیام مدینہ منورہ میں بھی ہر قسم کی سہولتیں اہل قافلہ کو بہم پہونچائی جاتی ہیں اور ان کی پوری خبرگیری کی جاتی ہے اور زیارت آستانہ رسول ثقلین سے شرف اندوز ہو کر جب قافلہ مراجعت کرتا ہے تو اوسی انتظام و آسائش سے جدّہ پہونچا کر جہاز میں سوار کرایا جاتا ہے، اور ریاست ابد مدت کے حجاج اپنے مالک حضور ظل سبحانی اعلیحضرت بندگانعالی نواب سر میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ کے لئے دعائے خیر کرتے ہوئے وطن واپس آتے ہیں۔

قطعہ بند دعا (حکیم فضلی)

شاد باد اے شاہ عثمان شاد باد ۔ از غم و رنج و الم آزاد باد

از وجود پاک تو شاد دکن ۔ حیدر آباد دکن آباد باد

(ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد)

از مولانا ابوالخیر محمد خیر اللہ صاحب سنوسی القادری وکیل (ورنگل)

ظل بالکسر و تشدید لام عربی میں سایہ، پناہ، راحت، نعمت کو کہتے ہیں۔ ان معانی کے لحاظ سے خداوند کریم سے اس کو نسبت دیکر بادشاہ کی شان گرامی کا اس سے اظہار فرمایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شان بندہ پروری خدائے بزرگ و برتر کی ہے اس کی جھلک ایک بادشاہ کیلئے رعایا پروری میں بھی نمایاں ہوتی ہے۔ خدائے قدیر حقیقی مالک و ملک ہے تو بادشاہ بھی مجازاً اس خصوصیت سے اپنی مملکت میں بہرہ ور ہوتا اور مخلوق میں اس کو سب سے اعلیٰ اقتدارات حاصل ہوتے ہیں اسی بنا پر اس کی ذات گرامی کو مالک رقاب امم کہا اور مانا گیا ہے خداوند جل و علی کی سب سے بڑی صفت جسکی طرف بندوں کی نگاہیں لیلاً و نہاراً لگی رہتی ہیں وہ اس کا عمیم عفو و در گذر اور ہر او فی و اعلیٰ کی پرورش کا انتظام و قیام امن و امان ہے اس کے انہی صفات عالیہ کا مظاہرہ بادشاہوں کی بارگاہوں سے بھی ہوا کرتا ہے اسی لئے ارشاد ہوا ہے "السلطان ظل اللہ فی الارض و رمحہ" رمح نیزے کو کہتے ہیں جس سے مراد اقتدار و تصرف ہے لہذا بادشاہ کو اس کی مملکت کے حدود اراضی میں اسکے مذکورہ خصوصیات حکومت اور ان کے مفاد کے لحاظ سے اسکی ذات سامی کو ظل اللہ (خدا کا سایہ) کہا گیا ہے

مرتبہ محمد فاضل

اسی سلسلہ میں یہ چیز بھی جاذب توجہ ہے کہ بادشاہ کے مالک نقابت اتم و صاحب اقتدارات اتم ہونیکی وجہ سے تو وہ مثل ہی خدا کا سایہ (ظل باری) رہتا ہے اور وہ خدا کے بندوں پر سایہ فرما ہے ع خدایت مہربان و تو بعالم مہربان باشی۔ اس کی غایت اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے قلم اور اس کے حکم پر مالک حقیقی جل شانہ کی نگرانی رہے اور صاف الفاظ میں یہ کہ اس کی کارفرمائی منشاء ایزدی کی تابع رہکر خلق پر حکمراں ہے تاکہ اس طرح خدا کی مرضی مبارک سے مختلف ہو کر دنیا کے معاملات خراب نہو جائیں

اس بطونی نگرانی کے مدنظر یہ بھی باور کیا گیا ہے کہ مردان خدا ارواح طیبات یعنے اولیاء کرام بھی اسکی دیکھ بھال پر باطنیاً مامور رہا کرتے ہیں اس حقیقت کا خلاصہ ایک دو نقطہ میں دیکھنا چاہو تو یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ صور مختلف انتظامیہ میں باری تعالی کی توفیق رفیق حال ذات سلطانی رہا کرتی ہے' یا یوں کہو کہ بادشاہ کے قلب مدبر میں صلاحیت اجرائے امن و امان منجانب اللہ ودیعت ہوتی ہے الخلاصہ یہی وہ اصل ہے جس کی بناء پر بادشاہ کی ذات والا کو ظل اللہ د فے اللہ فرمایا گیا ہے (فے بھی سایہ کے معنی میں آیا ہے)

ظل کے معنی نعمت کے بھی ہیں اس مناسبت سے کیا بادشاہ کا قایم کیا ہوا امن و اماں عدل و انتظام کچھ کم نعمت ہے ؟ واقعہ یہ ہے کہ اس کے بغیر دنیا کی کسی نعمت سے استفادہ ہی ممکن نہیں ہو سکتا۔ امن کے بعد ہی ہر دوسری نعمت کی قدر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح امن کے بعد ہی سکون خاطر ایک حقیقی راحت مہیا کر سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ظل کے معنی نعمت و راحت اور پھر اسکی نسبت بادشاہ حقیقی جل جلالہ سے ہو کر ظل اللہ کا مفہوم نعمت الہی اور ایک بڑا احسان باری واقع ہوا ہے۔

غرض اسی تعلیم کے تحت فرزندان اسلام اپنے مالک مجازی کا بدرجۂ اتم احترام کرتے اور اس سے کمالی خلوص و عقیدت و ارادت پیدا کرنے پر مذہباً مجبور ہیں۔ اسکی خلاف ورزی کو گناہ قرار دیا گیا ہے اس کا مرتکب مورد نکبت و ذلت ہو جاتا ہے۔

"السلطان ظل اللہ من اکرمہ اکرمہ اللہ"

"ومن اہانہ اہانہ اللہ"

بادشاہ خدا کا سایہ ہے جو اس کا احترام و توقیر کرے گا خدا اس کو عزت عطا فرمائے گا۔ اور جو اسکی شان میں بدعقیدتی و بےادبی کرے گا خدا اُسے ذلیل و خوار کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب سے لگاؤ رکھنے والی قومیں بادشاہ کی صمیم قلب سے دعاگو ہوتی ہیں۔ قلب ہی مذہب کی جگہ اور اس کے اثر و نفوذ سے پرکیف رہتا ہے۔ لہذا ایک مذہبی وجود ہی کافی حد تک وجود شاہانہ کا ظاہراً و باطناً قدرداں ہو سکتا ہے جیسا بادشاہ کو خدا کا سایہ خدا کی نعمت ظل اللہ تسلیم کرنا حسب طراحت صدر ناگزیر ثابت ہوگیا تو خدا کے وجود کا سب سے اول تسلیم کرنا مقدم پھر اس کے بعد اس کے سایہ کا احسان ماننا لازم ہوا۔ اس لئے ایک بادشاہ کی وفادار رعایا وہی ہو سکتی ہے جو خدا کو لئے دیکھے مان کر اس کی پرستار بھی ہو اور اپنے مالک مجازی میں اسی مالک حقیقی کے سلطان و نفوذ و تصرف کو عیاں و نہاں دیکھتی رہے۔ تاکہ ظل اللہ کی حقیقت واضح ہوتی جائے۔ ان ہی جذبات کے تحت آج رعایائے دکن اپنے لیل و نہار میں اپنے ہر دلعزیز محبوب خلائق شاہ ذیجاہ کی فرط عقیدت سے دعائیں دیتی اور ہر آڑے وقت میں یا عثمان یا عثمان کہتی نظر آتی ہے۔ الحاصل انہی مادی و روحانی دونوں تعلقات و روابط عقیدت و نسبت کے لحاظ سے اس مسعود جشن سیمیں کے موقع پر فرزندان دکن بخلوص و رجوع کے ساتھ بلا لحاظ اختلاف مذہب و ملت بارگاہ شہنشاہ حقیقی جل جلالہ میں اپنے مالک مجازی اور اس کی آل و اولاد اعزہ و اقارب کی صحت و سلامتی کیلئے دست بدعا خیر ہیں۔ وہ جذبات صادقہ کا ایک مسرت آمود لائحہ ارادت ہے جو اپنی آپ ہی نظیر ہو سکتا ہے۔

اللھم ادمہ لنا و ادم لہم خیر مزید و مجد اکید و بشر لہم فضلک جدید و نعیم جدید و لدیک ما تشاء و مزید!

مرتبہ محمد فاضل

حضرت اقدس و اعلیٰ کے عدیم النظیر محاسن و اوصاف
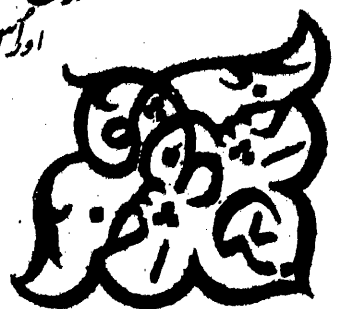
اے ز الطافِ تو لا شے۔ شے شدہ	ہمسر اقبالِ تو کے۔ کے شدہ
ہم خجل از عدلِ تو نوشیرواں	ہم بسا بابِ حاتم طے۔ طے شدہ

(۱) اعلیحضرت حکیم السیاست ہیں۔ آپ کی معروف سیاسی قابلیت۔ قوت فیصلہ و فراست صحیح۔ اور بالغ نظری واصابتِ رائے کو دنیا کے بڑے بڑے مدبر و ماہرانِ سیاست مان چکے ہیں۔

(۲) اعلیحضرت سلطان العلوم ہیں۔ اردو فارسی اور عربی کی مہارت میں تو آفتاب ہیں۔ انگریزی زبان ایسی اس طرح تکلم فرماتے ہیں کہ اہل زبان بھی ششدر رہ جاتے ہیں۔ ۔ دیگر زبانوں پر بھی آپ کو کافی عبور حاصل ہے۔ علمی عدلات وسائل سے بحید دغایت خوش ہوتے ہیں اور اس کی ہر طرح سعادنت و سرپرستی فرماتے ہیں۔ علوم سے آپ کو خاص شغف ہے۔

(۳) اعلیحضرت جامع الکمالات ہیں۔ قریب قریب ہر فن و شعبہ میں آپ کو دخل ہے۔ اطبا۔ ڈاکٹر۔ صناع۔ عالم قاری۔ حافظ۔ واعظ۔ شاعر وغیرہ الغرض تمام ماہران و پیشوایانِ فنون اس دربار میں بکمالِ ادب آتے ہیں۔ اور حضور کے فنون و کمالات میں دخلیابی پر قائل و متعجب ہوکر جاتے ہیں۔

(۴) اعلیحضرت دنیا کے ممتاز دولتمند ہیں۔ حضور کے تمول کی نسبت ہم از خود کچھ کہنا نہیں چاہتے اس بارے میں ممالک ہائے مغرب کے اخبارات (لندن و فرانس وغیرہ) نے بارہا لکھا ہے۔ اور عوام اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں۔

(۵) اعلیحضرت انتہا درجہ کے فیاض ہیں۔ آپ کی فیاضی مستقل و بے پایاں ہے آپ مستحقین کی امداد فرماتے ہیں۔ اس باب میں آپ کا دستِ عطا بلا تفریق مذہب و ملت۔ ملک۔ و بیرونِ ملک عام ہے۔ آپ کی داد و دہش کی اگر تفصیلی فہرست لکھی جائے

تو ایک ضخیم جلد ہو جائے۔ صحیح مصرف کا مسلک آپ کی شاہراہ ہے
بنی نوع انسان کی ہمدردی اس صفت کی جزو اعظم ہے۔ مستحق
مساعی و محاذ کی حمایت فرماتے ہیں۔ بے محل اور ناجائز مصرف سے
آپ کو سخت نفرت ہے۔ ؎ وہ سخی ہے کہ در پر ترے غنی محتاج ٭ اے بادشاہ دکن ہے تری بڑی سرکار۔

(۶) اعلیٰحضرت ایک بیدار مغز تاجدار ہیں۔ استرداد برار کے مطالبات۔ مسائل کنٹنجنٹ و سکندرآباد اور بازیافت طلب علاقہ جات مدراس و مچھلی پٹم وغیرہ کی کارروائیاں۔ گول میز کانفرنس لندن کے لئے احسن نمایندہ کا انتخاب اور معاملہ فہمی کا بے نظیر نظریہ۔ شاہزادگان بلند اقبال کی شہزادیان ترکی سے شادی۔ علاقہ رزیڈنسی کی واپسی۔ عالمگیر اقتصادی عسرت کے زمانہ میں بھی سلطنت کا حسن انتظام اور اس کی مرفع الحالی۔ ریاستی خوشگوار مالیہ اور اُس کا استحکام۔ تمام مذاہب کے ساتھ بے مثل رواداریاں۔ ریلوے کی خریدی۔ محکمہ جات رفاہ عامہ کی ترقیاں۔ اصلاح عامہ کا شوق۔ اصلاح معززین و جاگیرداران تحفظات کتب و آثار قدیمہ۔ زراعت و صنعت و حرفت کی ترقیاں۔ بہترین نظم و نسق اور دائمی امن واماں مساوات و رواداری محنت سے شغف۔ بلند ہمتی۔ سادہ زندگی۔ اقتصادی ترقی۔ عدیم المثال علم دوستی معارف پروری۔ عالمگیر محبوبیت و ہردلعزیزی برطانیہ کا یار وفادار۔ تاجدار چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔

غرضکہ حیاتِ عثمانی کا ایک ایک لمحہ اوراقِ تاریخ کا ایک ایک ورق عہد عثمانی کی شاندار برکات اور اعلیحضرت کی بیدار مغز عدیم النظیر شاہیت و فرماں روائی کے بین ثبوت و دلیل ہیں۔ ہر ایک صفت کی توضیح۔ ایک ضخیم کتاب کی حاجت رکھتی ہے۔

(۷) اعلیحضرت ہندوستان کی سب سے بڑی سلطنت حیدرآباد دکن کے مقتدر مالک ہیں۔ بحیثیت تقابل رقبہ۔ آبادی۔ محاصل وغیرہ دنیا کی بعض مشہور و معروف آزاد سلطنتوں پر بھی اس ریاست کو تفوق حاصل ہے۔ جہاں سکہ۔ نوٹ۔ اسٹامپ۔ ریلوے۔ ہوائی جہاز وغیرہ تمام نظام کے رائج ہیں۔ ہر سال یہاں خود مختاری کی تعطیل منائی جاتی ہے۔ اعلیحضرت بہ نفس نفیس خود مختارانہ حیثیت سے واحد ضامن و نگہبان اور باختیار کل بادشاہ ہیں۔

(۸) اعلیحضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ باوجود مقتدر شاہ اور فی زمانہ دنیا کی ممتاز ہستی ہونے کے اس روحانیت سے معدوم مادہ پرست زمانہ میں اعلیحضرت کا شغف دینی تمام صفات میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ عشق رسولؐ۔ آلِ رسولؐ پر شیفتگی سیرت نبوی پر فریفتگی۔ مشروعاتِ اسلام کی حمایت۔ مذہبی عقیدت۔ قرآن مجید سے انتہائی محبت۔ تزکیہ نفس اسلامی مساوات۔ سادہ طرزِ زندگی۔ یہ وہ نمایاں عنوانات ہیں۔ جن پر قلم فرسائی کرنا۔ رقت انگیز کیفیات سے مملو اور اہل دل کے لئے رموز شناسی کی حاجت رکھتا ہے۔ فی زمانہ موجودہ سلاطینِ اسلام پر انتخاب خلیفہ کے نقطۂ نظر سے مذہبی اوصاف اور دینی و دنیاوی خوبیوں پر نظر ڈالنے کے بعد زاویۂ نظر جس ہستی کو ترجیح دیگا وہ اعلیحضرت کی ذات ہمایوں ہوگی۔ اُس وقت بیساختہ کہنا پڑے گا کہ ؎ (سلاطینِ سلف سب ہوگئے نذرِ اجل عثماں ٭ مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی) تاجدار عاشق رسولؐ کے مقصد زیست کا اندازہ حقیقی ملاحظہ ہو۔

(جو ہو جاؤں عثماں مدینہ میں خاک ٭ تو سمجھوں کہ مٹی ٹھکانے لگی)

(۹) اعلیحضرت ایک رفیع المرتبت بہت بڑے شاہی خانوادہ کے بزرگ خاندان ہیں۔ علاوہ کثیر اقربا کے کئی شاہزادگان بلند اقبال و شاہزادیان فرخ فال کے شفیق تاجدار پدر۔

مرتبہ محمد فاضل

اور ایک ذی اقبال منظفر پوتنے کے شہریار دادا بھی۔

(۱۰) اعلیٰحضرت ایک ممتاز حقیقی شاعر ہیں۔ آپکے کلام فصاحت نظام میں وہ ساری خوبیاں اُجاگر نظر آتی ہیں جن سے شاعر حقیقی معنوں میں شاعر کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ ردیف و قافیہ کی پابندیوں کے ساتھ جذبات و احساسات کو مناسب الفاظ میں اس طرح موزوں کرنا کہ جس سے ہر دردِ دل کے بیمار کو یہ محسوس ہونے لگے کہ اسی کے مجروح دل کی کیفیت بیان کی گئی ہے! شاعر چونکہ طبعاً عوام سے زیادہ حساس دل رکھتا ہے اور اس کے اثرات خاص طور پر اثرانداز ہوا کرتے ہیں۔ یہ سارے محاسن و کمالات شاعری اور حقیقی شاعر میں جتنی خوبیاں قدرت کی جانب سے ودیعت کی جانی چاہئیں وہ سب اعلیٰحضرت کی ذاتِ گرامی اور کلامِ بلاغت نظام میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ اردو، فارسی شاعری کے علاوہ عربی، ہندی زبانوں میں بھی شعر فرماتے ہیں۔ شاعری سے آپ کو فطری لگاؤ ہے۔ آپ کا کلام کلام الملک ملک الکلام کا صحیح مصداق ہے

اسم اقدس سے ظہور مسمیٰ

عثمان علی۔ اسم مبارک کے جزو اول سے عثمان اور دوسرے جزو سے علی شجاعت ثابت ہے

جلوہ گر چرخ پہ جب تک یہ خورشید رہے
شاہ کی جتنی مرادیں ہیں سب آئیں دلخواہ

شاد و آباد رہیں تا بہ ابد یا اللہ
خسروِ ملک و کن بادشہ ظل اللہ

نقش وفا

اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

تاج کے لیے، تخت کے لیے، ملک کے لیے، اہل ملک کے لیے، ہند کے لیے، اہل ہند کیلیے، دوست کے لیے، دشمن کے لیے، جاہل کے لیے، عاقل کے لیے، عالم کے لیے، غافل کے لیے، امیر کے لیے، فقیر کے لیے، طالب کے لیے، مطلوب کے لیے، حکومتِ برطانیہ کے لیے، تاج برطانیہ کے لیے، دنیا کے ہر انساں کے لیے، حتی ساری جہان کے لیے (ع)

نقش وفا ہو صفحۂ ہستی پہ شاہ تم

اعلیٰحضرت کی شبانہ روز مصروفیات

حضرت اقدس و اعلیٰ رات اور دن کے ۲۴ گھنٹوں میں سے دو ثلث وقت غیر معمولی انہماک کیساتھ اپنے ملک اور عزیز رعایا کی فلاح و بہبود کیلئے صرف فرماتے ہیں۔ حضور بالذات ریاست کے تمام سررشتوں کے عملی کام اور قانون پر حاوی ہیں چنانچہ اعلیٰحضرت کی میز خاص پر کاغذات کے انبار اور صبح سے شام تک بکو بلا توقف کام کرتے ہوئے دیکھکر گورنمنٹ آف انڈیا کے بڑے بڑے مدبر، دورس اور محنتی انگریز آفیسرز بھی اعلیٰحضرت کی غیر معمولی مصروفیات کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ ملک کی خوشحالی، امن پسندی اور عثمانی عہد کی تمام محیر العقول ترقیاں محض اعلیٰحضرت کی شبانہ روز محنت کے نتائج ہیں
(ثبوت میں۔ فقط)

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم
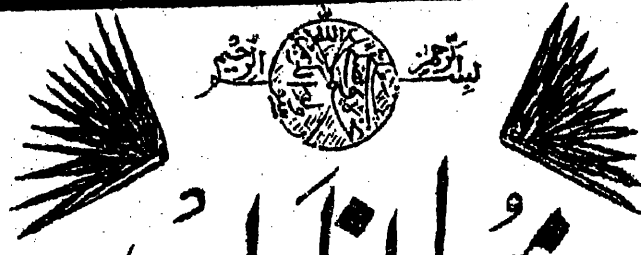
مسلمانان

حیدرآباد کے مذہبی مرکزی ادارہ جات

(مرتبہ)

جناب مولوی پیر محمود صاحب مجددی مقیم خانقاہ مجددیہ پالماکول (محبوب نگر)

نام انجمن	اسماء سرپرست و معتمدین انجمن	دفتر کا پتہ	کیفیت	سلسلہ نشان
۲	۳	۴	۵	۱
اتحاد المسلمین حیدرآباد دکن	مولوی محمود نواز خان صاحب قلعدار	توحید منزل چوک اسپ شاہ علی بنڈہ حیدرآباد	.	۱
مجلس علماء دکن	” سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری	قاضی پورہ حیدرآباد	.	۲
مجلس جمعیت المشایخ	” سید شاہ صابر حسینی صاحب چشتی	درگاہ حضرت شاہ خاموش صاحب ناملی ”	.	۳
یتیم خانہ انیس الغرباء	” خواجہ بدر الدین صاحب	ناملی حیدرآباد دکن	.	۴
خادم المسلمین	” سید قادر محی الدین صاحب قادری	کاچی گوڑہ ” ”	.	۵
مجلس قرآن مجید	نواب بہادر یار جنگ بہادر	بیگم بازار ” ”	.	۶
مجلس دائرۃ المعارف	” مہدی یار جنگ بہادر	عثمان شاہی ” ”	.	۷
مدرسہ نظامیہ	” فخر یار جنگ بہادر	شبلی گنج ” ”	.	۸
صدر مجلس اعانت اہل حجاز و اہل اسلام	” لیسین جنگ بہادر	ملک پیٹھ ” ”	.	۹
بیت المعذورین	مولوی سید خورشید علی صاحب	دھول پیٹھ ” ”	اس ادارہ میں مسلمان ہندو عیسائی وغیرہ تمام اہل کے معذور شریک ہیں	۱۰

نوٹ منجانب ادارہ یہ تمام اسلامی انجمنیں و ادارے اپنے اپنے موضوعہ و مفوضہ فرائض کی انجام دہی میں باحسن الوجوہ سرگرم کار ہیں۔ اور دن بدن ان میں ترقی ہو رہی ہے۔ جو قابل و نیک ہستیوں کی سرپرستی و نگرانی میں

مرتبہ محمد فضل
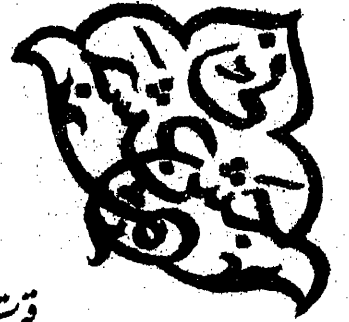
اپنے کامیاب مقاصد کے ساتھ نیکنام وجود رکھتے ہیں یہ سب اعلیحضرت کے فیض بخش درخشاں دور کی زندہ جاوید یادگار ہیں جسکی تجدید اور احیاءِ تعلیمات اسلامیہ سے قوم میں جان افزاء قوت پیدا ہو رہی ہے وہ دن دور نہیں کہ یہ اور اس قسم کی آئندہ قائم ہونیوالی

سلسلہ نشان	نام انجمن	اسماء سرپرست و منتظمین انجمن	دفتر کا پتہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱۱	انجمن پارچہ بانی مدینہ منورہ	مولوی ڈاکٹر خواجہ معین الدینصاحب	عابد شاپ حیدرآباد دکن	.
۱۲	صدر انجمن اسلامیہ حیدرآباد	" محمد عبد العزیز خانصاحب وکیل ہائیکورٹ	حسینی علم " "	.
۱۳	انجمن ترقی عرب	" حبیب حسین صاحب	مغل پورہ " "	.
۱۴	انجمن افاغنہ	" محمد نواز خاں صاحب	حویلی قدیم " "	.
۱۵	انجمن مجددیہ	" حکیم شفا صاحب	درگاہ حضرت پیر قویم الدین شاہ صاحب پل قدیم	.
۱۶	انجمن اہل حدیث	" محمد عبد السلام صاحب	دریچہ بھونرہ حیدرآباد دکن	.
۱۷	انجمن مھدویہ	" سید یوسف صاحب تصور	چنچل گوڑہ " "	.
۱۸	انجمن احمدیہ	" سید بشارت احمد صاحب وکیل ہائیکورٹ	سعادت منزل چوک اسپل " "	.
۱۹	انجمن نعمانی عثمانیہ	" حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب	حلال کوچہ " "	.
۲۰	انجمن تحریک قرآنی	ابو محمد مصلح صاحب	تالاب حسین ساگر " "	.
۲۱	انجمن احترام اوراق متبرکہ	" غلام محمد صاحب	دروازہ چادرگھاٹ " "	.
۲۲	مجلس اشاعت العلوم	" حکیم غلام مرتضیٰ صاحب مہتمم	مدرسۂ نظامیہ شبلی گنج " "	.
۲۳	انجمن طلباء قدیم مدرسۂ نظامیہ	" حکیم سید شاہ حسین صاحب گنج نشین	سلطان پورہ " "	.
۲۴	انجمن اسلامیہ	" سید نصیر الدین ہاشمی صاحب	دھول پیٹھ " "	.
۲۵	حلیۂ مجلس قراء	" محمد اکبر علیصاحب مدیر صحیفہ	چادرگھاٹ " "	.
۲۶	مدارس شبینہ	" لقاء اللہ صاحب پانی پتی	کٹل منڈی " "	.
۲۷	مدرسۂ انوار العلوم	" جواہر خانصاحب بی۔ اے	نامپلی " "	.
۲۸	مجلس اشاعت القرآن	" الحاج عبد السلام صاحب صدیقی	مسجد خیریت آباد " "	.

انجمنیں اسی طرح اپنی بے لوث خدمات اور صحیح قوت کیساتھ کارفرمائی کے بعد کشتی ملت اسلامیہ کے رسن ولنگر بنکر گمراہی وادبار کے دریا میں ڈوبتے ہوئے مسلمانوں کا سہارا اور ناخدا بنیں گی۔ جبکہ وہ محی الملت والدین کے زیر عاطفت اسلامی شمعیں لئے اپنی حقیقی منزل مقصود کو ڈھونڈ رہی ہیں

مرتبہ محمد فاضل
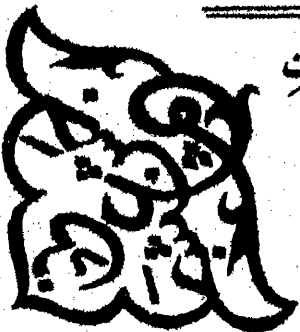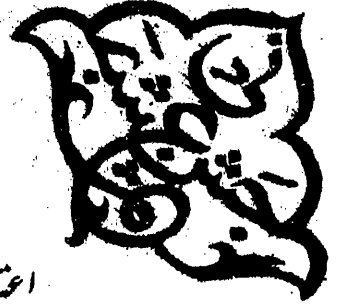
غیر مسلم اقوام کے ساتھ عدیم النظیر رواداری کے بارے میں دیگر متعلقہ مضامین اور رسالت عثمانی کا باب ملاحظہ ہو تا کہ تعلیمات اسلامیہ کے صحیح حامل شاہ ذیجاہ کی ناقابل فراموش شانیوں کے نقوش آپ کے دل کی لوح پر اعتراف جمیل کے ساتھ قائم ہوں۔ فقط

نشان سلسلہ	نام انجمن	اسماء سرپرست و معتمدین انجمن	دفتر کا پتہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۲۹	دار الصناعت اسلامیہ	مولوی ناصر بن عبد الکریم صاحب	پل قدیم حیدرآباد دکن	.
۳۰	مجلس صوفیاء دکن	" مفتی سید شاہ احمد علی صاحب صوفی	بازار گھانسی " "	.
۳۱	انصار الصفہ	" عبد المجید صاحب	مغل پورہ " "	.
۳۲	تنظیم المسلمین	" ریاض احمد صاحب	کاچی گوڑہ " "	.
۳۳	مجلس یادگار میلاد النبیؐ	.	عثمان پورہ " "	.
۳۴	انجمن نوجوانان اسلام	" محمد تاج الدین صاحب	مغل پورہ " "	.
۳۵	مجلس صفہ صوفیہ	" ابو الفیض سیدہ سجاد علی صاحب صافی	کبوتر خانہ قدیم " "	.
۳۶	انجمن خیر اندیش معین الشرفا (مدینہ منورہ)	جنابہ عصمت النساء بیگم صاحبہ	خیریت آباد " "	.
۳۷	مجلس جشن میلاد النبیؐ	" محمد عارف صاحب	سکندرآباد " "	.
۳۸	انجمن فیض عام	" خان بہادر عبد الکریم صاحب	" " "	.
۳۹	انجمن ترقی اسلام	سیٹھ عبد اللہ علا دین	علاؤ الدین بلڈنگ سکندرآباد	.
۴۰	یتیم خانہ انصار الصفہ گلبرگہ	.	گلبرگہ شریف	.
۴۱	اصلاح المسلمین	مولوی ابو الخیر خیر اللہ صاحب وکیل ہائیکورٹ	ضلع ورنگل	.
۴۲	اشرف المدارس	.	حیدرآباد دکن	.
۴۳	دیندار انجمن	مولوی صدیق دیندار چن بسویشور صاحب	آصف نگر حیدرآباد دکن	.
۴۴	انجمن اہل خدمات شرعیہ	" قاضی محمود الحسن صاحب	بازار نورخاں " "	.
۴۵	احمدیہ نیشنل لیگ	" محمد اعظم صاحب (عثمانیہ)	احمدیہ لکچر ہال بی بی بازار " "	.
۴۶	ینگ مین احمدیہ ایسوسی ایشن	" علی محمد علاء الدین صاحب بی اے (لندن)	احمدیہ جوبلی ہال افضلگنج " "	.

جامع مسجد نظامیہ لندن

بمقام لندن۔ ہالینڈ پارک۔ اسٹیشن کے متصل مسجد نظامیہ کا قیام لارڈ ہیڈلے اور سر عباس بیگ وغیرہ کی اسلامی تحریک و محنت کا نتیجہ ہے اور لندن میں یہ مسلمانوں کی واحد شاندار مسجد ہے جس کی تعمیر میں حضرت اقدس و اعلیٰ نے معتد بہ رقم دی ہے۔ اسی باعث اس کا نام مسجد نظامیہ رکھا گیا۔ فقط

اعلیحضرت کے اصول تعلیمات اسلامیہ کی پابندی کے چند نمونے

مساوات اسلامی سے متعلق نصیحت آموز سیر عثمانی کے جلوے

(۱) خدا کے گھر میں بادشاہ و فقیر برابر ہیں! پہلے بادشاہوں کے زمانہ سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ جب نماز کیلئے مسجد جاتے تو تمام لوگ تعظیم کیلئے اٹھ کھڑے ہوجاتے تھے اعلیحضرت نے اپنے عہد میں اس دستور کو قطعاً رد کردیا۔ کہ "یہ خدا کا دربار ہے (یعنی خانۂ خدا ہے) یہاں بادشاہ اور فقیر سب برابر ہیں" تب سے مسجد میں اعلیحضرت کی تشریف آوری پر تعظیم کی اجازت نہیں

(۲) یہ میرا دربار نہیں رسول اللہ کا دربار ہے! ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ اعلیحضرت وعظ کی مجلس میں تشریف لائے۔ ایک ملازم خاص جو پہلے سے وہاں بیٹھے تھے آپ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھکر فوراً بگلوس کمر سے باندھ لیا۔ جونہی آپکی نظر پڑی۔ دریافت فرمایا کہ "تم نے یہ کیوں باندھا ہے" دست بستہ ملازم نے عرض کیا کہ حضور تشریف فرما ہیں اسوقت اعلیحضرت نے ارشاد فرمایا کہ "یہ میرا دربار ہے یا رسول اللہ کا" اس اشارۂ خاص کے ساتھ ہی وہ ملازم مو براندام ہوگئے۔ اور فوراً اپنی کمر سے بگلوس اتار دیا۔

(۳) وعظ فرماتے ہوئے سلام کیوں کیا! ایکمرتبہ اعلیحضرت ایک وعظ کی مجلس میں تشریف لائے۔ دوران وعظ میں آپکو دیکھکر واعظ صاحب نے سلام کیا۔ فوراً حضور پرنور نے فرمایا "مولوی صاحب! افسوس ہے کہ آپ وعظ فرما رہے ہیں یا سلام کر رہے ہیں۔ میں داخل ہوا ہوں مجھہ پر سلام واجب تھا نہ کہ آپ پر۔ ممبر رسول اللہ پر تشریف رکھتے ہوئے آپکو مجھ جیسے دنیا دار کی تعظیم ضروری نہ تھی۔ اس جلسہ میں جسقدر مسلمان آرہے ہیں کیا آپ سبکو سلام کر رہے ہیں" ایک اولو العزم مقتدر شاہ ہونیکے باوجود اعلیحضرت کی اسطرح کسر نفسی جو تعلیمات اسلامیہ کی پوری پوری حامل تھی اسکا حاضرین مجلس پر سینکڑوں وعظ اور ہزاروں پند و نصایح سے زیادہ اثر ہوا۔

(۴) مسجد میں بندہ کی عظمت کبھی بیان نہ ہونی چاہیے! حین سفر دہلی ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ جبکہ اعلیحضرت درگاہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کی زیارت کے بعد بغرض ادائی نماز جمعہ مسجد میں تشریف لائے۔ اسوقت ایک صاحب نے قصیدہ سنانا چاہا تو ارشاد ہمایونی ہوا کہ "مسجد میں بندہ کی عظمت کبھی بیان نہ ہونی چاہیے۔ خانۂ خدا میں شاہ و گدا سب ایک ہیں یہاں کوئی چھوٹا بڑا نہیں" اور پھر یہ فرما کر عقیدتمندی کی تسکین بھی فرمادی کہ "البتہ مسجد کے باہر کچھ ہو تو مضائقہ نہیں"

(۵) ہم خود سلام کو آئے ہیں سلامی کی ضرورت نہیں! ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ میں حضور پرنور حسب عملدرآمد بغرض شرکت عرس گلبرگہ شریف میں رونق افروزی کے بعد صندل شریف کے جلوس کیساتھ ساتھ پاپیادہ آستانۂ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز پر تشریف فرما ہوئے۔ اسوقت سیڑھیوں کے پاس گارڈ آف آنر کی سلامی کا انتظام تھا لیکن اعلیحضرت نے یہ فرماتے ہوئے کہ "ہم خود یہاں سلام کو آئے ہیں۔ سلامی کی ضرورت نہیں" سلامی کی ممانعت فرمادی۔
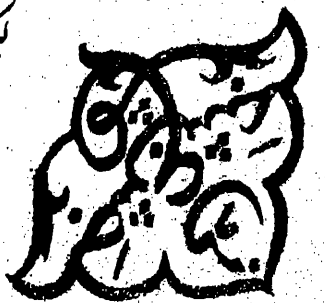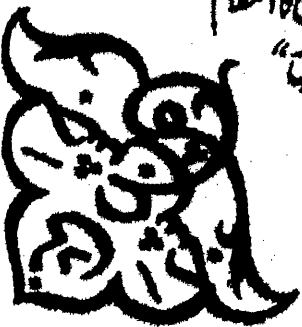
اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ کی ذاتِ اقدس میں خدائے عز وجل نے جہاں اور بہتیرے اوصاف ودیعت فرمایا ہے اُن میں سب سے زیادہ اہم اور مبارک وصف۔ قرآن پاک کا شغف ہے۔ جن لوگوں کو کبھی قرأت کی ایسی مجلسوں میں شرکت کا موقع ملا ہے جس میں اعلیحضرت بھی تشریف فرما ہوئے ہوں تو اُن کی آنکھوں نے ایسے مبارک مناظر بالعموم دیکھا ہو گا کہ حضرت اقدس واعلیٰ تلاوتِ قرآن کے وقت۔ قرونِ اولیٰ کی یاد دلانے والے جلوؤں کے ساتھ۔ کن خاص حالات اور نورانی اثرات سے پرکیف ومتاثر پائے جاتے ہیں۔ قرآن حکیم جو خداوند تبارک تعالیٰ کا کلام اور سب سے بڑا معجزہ و نادر تحفہ ہے۔ قدرت نے اپنے اس بے مثل اور پیارے عطیہ میں ایسی لذت بھر دی ہے کہ جسکی بہشتی چاشنی کی تعریف ناممکن ہے۔ لیکن اس لذت سے فی زمانہ اگر کوئی مبارک ہستی حقیقی معنوں میں مستفیض ہو رہی ہے تو وہ اعلیحضرت کی ذاتِ ہمایوں ہے۔ سب حاکموں کے حاکم اور سب بادشاہوں کے بادشاہ عزت وجلال والے خدا کا باعظمت کلام (جس کی شان میں لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرائیتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ ہے) تلاوت قرآن کے وقت حد درجہ شہنشاہِ دکن کو خاشع ومتواضع بنا دیتا ہے آپ ہر جمعہ کو باغ عامہ کی مسجد میں بالکل سادگی اور اسلامی شان کے ساتھ مع شہزادگان بلند اقبال رونق افروز ہو کر بالالتزام بعد نماز جمعہ قرآن پاک کی تلاوت سماعت فرماتے ہیں معانی پر غور و فکر فرماتے ہوئے اُس وقت چہرہ کی رنگت کا اُتار چڑھاؤ۔ اور عالم وجد میں بار بار سبحان اللہ فرمانا۔ اور زانو پر وجدانی حالت میں ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ ایسا رقت انگیز سماں ہوتا ہے۔ جو ہر قلبِ مومن پر خاص اثر پیدا کر دیتا ہے۔ اور بیساختہ اس آیۃ شریفہ کی یاد دلاتا ہے واذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم صرف یہی نہیں بلکہ قاری صاحب جس وقت کلام پاک کے بڑے بڑے سورے اور آیات کی تلاوت کرتے ہیں اعلیحضرت اُس کے مطلب ومفہوم کے بامعنی استغراق وکیفیات کے ساتھ والہانہ شیفتگی کے عالم میں۔ حین قرأت غیر ادا شدہ جملوں اور آیۃ کے ٹکڑوں کو قاری سے پہلے ہی تقدیماً بیساختہ خود فرما دیتے ہیں۔ جس سے حضور کے حفظِ کلام پاک کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

سرکاری کاروبار میں اکثر افتتاح وغیرہ کی شاہی رسم کے موقع پر پہلے ہی سے وہاں قاری کی حضوری کا حکم دیتے ہیں تاکہ ہر کام کا آغاز اللہ کے کلام سے ہو۔ اور بعد سماعت قرآن کریم رسم شاہی ادا فرماتے ہیں۔ (جیسے دواخانہ عثمانیہ وغیرہ کا افتتاح) ہر ایسے وقت حضوری کے شرف یافتہ لوگ عاشقِ قرآن شاہِ عثمان کے کلام الٰہی سے غیر معمولی شغف کے بخوبی شاہد ہیں۔

باوجود انتہائی مقدرت و منتظم ہستی ہونے کے۔ اعلیٰحضرت کا قرآن پاک سے اس قدر شغف جو عشق کے درجہ کو پہونچ جائے۔ صاحبِ بصیرت و اہلِ دل کے لئے رموز شناسی کی حاجت رکھتا ہے۔ کہ فنا فی القرآن عین فنا فی الحق ہے ع

حامیٔ دینِ مبیں عاشقِ قرآں تم ہو۔

مدرسۂ حفاظ اس بینہ ذوقِ قرآن کا نتیجہ ہے۔ کہ آپ نے ایک مستقل یادگار مدرسہ حفاظ کہ مسجد کے جنوب جانب تعمیر کروایا ہے۔ جہاں صدہا طلبہ قرآنی تعلیم اور حفظ و قرأت سے فارغ ہو کر تعلیمات اسلامی سے سیراب اور ضروریات اسلامی کے حامل بن رہے ہیں۔

مدرسہ نظامیہ حیدرآباد کے ایک قابل فخر دینی مدرسہ نظامیہ کی روز افزوں سرپرستی اور ترقی محض اعلیٰحضرت کی جبلی و عملی توجہ کا نتیجہ ہے جس کے انتظامات کو بیدار مغز شاہ ذیجاہ نے قابل علماء کی ایک کمیٹی کے تحت مقرر فرمایا ہے۔ جہاں کی تعلیم کا مقصد صرف حقیقی تعلیمات اسلام ہے۔ جس کو صحیح معنوں میں کامیاب منزل پر دیکھنا اعلیٰحضرت کا عین منشاء ہے۔

خلعت نوازی مدرسہ نظامیہ اور مدرسہ حفاظ کے فارغ التحصیل اور نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو حسب سفارش کمیٹی و ناظم صاحب امور مذہبی، خلعت اور دیگر ضروری الطاف سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

نیاز شریف اور دعوت اعلیٰحضرت کے پاس تمام نیازیں ہوتی ہیں جس کے لئے صرف خاص مبارک میں ایک مستقل دفتر نیازات قائم ہے جہاں لاکھوں روپیہ کا خرچ معین ہے۔ اکثر خاص نیازات کے وقت اعلیٰحضرت مشائخین و طلباء حفاظ وغیرہ کو مدعو فرماتے ہیں دیگر نیازات کے وقت مستحقین کے لئے بالعموم دسترخوان نیازاتِ آصفی ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کی بے نظیر شاہانہ فیاضیوں، علمی سرپرستیوں اور اہم اسلامی خدمات کو پیشِ نظر رکھکر ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے متفقہ طور پر ایک عظیم الشان جلسہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۸ء کو منعقد کر کے جس میں تمام فرقوں کے پیشوا سردار اور نمائندے شریک تھے عامۃ المسلمین کے بیشمار ہزارہا مجمع میں بہ یک زبان و یک دل یہ مجوزہ تحریک پاس کی کہ "اعلیٰحضرت حضور نظام کی خدمت میں

کا معزز قومی لقب بذریعہ خاص وفد پیش کیا جائے" چنانچہ اس قومی پیشکش کو حضور ممدوح نے قبول و منظور فرما کر وفد کو مستحقِ امتنان و تشکر بخشا۔

تاجدار عاشق رسول کے فرامین مبارک

متعلق برقی روشنی حرمین شریفین

(۱) ارشاد ملوکانہ :- جو تجویز اس بارہ میں نظامت جنگ کی ہے - وہ بہت ہی ضروری و مناسب معلوم ہوتی ہے چنانچہ اس مسئلہ پر ریاست حیدرآباد غور کر رہی ہے کہ منجملہ اور اُمور خیرات و مبرات یہ مذہبی کام بھی تبقریب جوبلی سرانجام پائے - بشرطیکہ کوئی ممانعات منجانب سعودی گورنمنٹ حائل نہ ہوں - کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ کام ہم خرما و ہم ثواب ثابت ہوگا - جس صورت میں کہ تکمیل کو پہونچ جائے بقول - السعی منی والاتمام من اللہ -

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۵۴ھ)

(۲) فرمان مبارک - مژدہ برائے مسلمانانِ عالم

میں نے اپنے سلور جوبلی کے چندہ میں سے مبلغ ... خاص طور پر مدینہ طیبہ میں برقی روشنی اور دوسرے جزوی متعلقہ امور کی سربراہی کیلئے علحدہ رکھنے سے متعلق حکم دیدیا ہے اور اُمید ہے کہ قریب میں یہ مبارک و مذہبی کام انجام پائیگا (ایک کمیٹی کے توسط جو کہ گورنمنٹ کی مرتب کردہ ہوگی) تاکہ سعادت دارین کا موجب ہوسکے - الحمد للہ علیٰ ذالک -

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۲ شوال المکرم ۱۳۵۴ھ)

(۳) فرمان مبارک - قند مکرر

میری سلور جوبلی کی تقریب میں صرف خاص کی حد تک جسقدر عام چندہ جمع ہوگا - اس میں سے کم از کم یعنے پچیس (۲۵) ہزار تک علحدہ اٹھا رکھنے کیلئے صرفخاص کے نام حکم دیدیا ہے - تاکہ حرمین شریفین زاد اللہ شرفاً و تعظیماً کے ضروری ابواب کی تکمیل اس رقم سے کیجا سکے - تاکہ نجات اُخروی کا باعث ہو - باین خیال کہ یہ ہر دو مرکز پیروانِ اسلام کے قبلہ گاہ ہیں - اس مقدس کام کی تکمیل اُوسی کمیٹی کے توسط سے عمل میں آئے گی - جسکو گورنمنٹ مقرر کرے گی - جس کے صدر نشین نظامت جنگ ہونگے اور اراکین خواجہ معین الدین و یٰسین خاں (معتمد صرفخاص) اور اُمید ہے کہ کام بروقت اطمینان بخش طریقہ پر انجام پائیگا جسکی سعی ابھی سے کیجا رہی ہے -

(مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ)
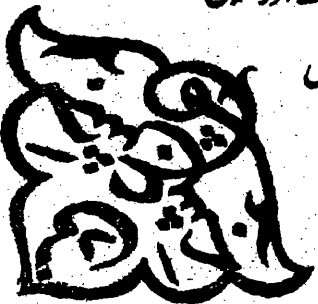
مرتبہ محمد فاضل

دنیا نے

اعلیحضرت کی غیر معمولی فہم و فراست کا لوہا مان لیا

ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنتہ صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی تحریر فرماتے ہیں

"جب سے اس مشرق الانوار خسرو دکن نے اپنی حکومت کی بسم اللہ کی اور اس میں جشن شاہانہ کی رسوم ادا ہوئیں۔ دکن کے نصیب جاگے۔ بہار سلطنت نے پھول برسائے۔ اور چرخ نیلی نے تارے اتارے۔ ظل اللہ کا اقبال چتر بنکر سایہ فگن ہوا۔ عزت و اجلال کے جلو میں ترقی کی رفتار نے برق خرامی کی بخت آصف کا شہباز ہوائے ملک رانی میں بلند پرواز ہوا۔ زمام سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیکر ثابت کر دیا کہ۔

بالائے سرش ز ہوشمندی ؎ می تافت ستارہ بلندی

حضرت اقدس و اعلیٰ نے جو کچھ چاہا کیا۔ اور تمام نظم و نسق نگینہ کیطرح جڑ گئے۔ جو کچھ حضور پرنور نے کیا۔ اور جو کچھ ہوا۔ پبلک سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اُمید قوی ہے کہ بعونہٖ تعالیٰ ایک روز یہ حکومت اپنے مرکز پر نہایت حسن اور مزید کامیابی کے ساتھ دائرہ کی گردش کو طے کر کے اپنے نقطۂ کمال پر پہونچیگی الحمد للہ۔ ملک کا نصیبا چمکا۔ صاحب جوہر و فولاد بازو نے ہر چیز اپنے قبضہ میں لی۔ اور عقل و دانش کے پتلے نے اسطرح دوست و دشمن کو ایک گھاٹ پانی پلایا۔ کہ دور اندیش تجربہ کاروں نے اکثر آپ کی فراست و فہم کا لوہا مان لیا۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کام میں شہریار کی ذاتی دلچسپی اور شغف نے سلطنت کی تمام گھتیوں کو یک قلم سلجھا دیا۔ یار و اغیار نے سمجھ لیا کہ اب حیدرآباد میں مفت خوروں کا گذارہ نہیں۔ حضور بذات خود ہر کام کے بڑے ماہر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے عہد میں حیدرآباد کی آمدنی نے ہمیشہ سے زیادہ ترقی کی۔ اور کر رہی ہے"۔ فقط۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے نقاب حقیقت

از نواب میر خورشید علی خاں صاحب ایم۔ آئی۔ سی۔ سی (ڈیرہ دون دوم تعلقدار آصف آباد)

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وضاعف افضالہٗ کا لاکھ لاکھ احسان اور اس کا شکریہ دائرہ امکان سے خارج ہے کہ رب جلیل نے ہم کو اپنی حکمت بالغہ و رحمت کاملہ سے ایک ایسا بادشاہ عنایت فرمایا ہے جس کے ارادت افزار اوصاف کی پرستش غائبانہ عقیدتمندی بھی اپنا فرض سمجھتی ہے۔ مشرق ہمیشہ سے بادشاہ پرست رہا ہے۔ اس نے دنیا میں بادشاہوں کو خدا کا نائب سمجھا اور اس کی شاہ پرستی نے اس حد تک ترقی کی کہ جب اس نے خدا کا تصور کرنا چاہا تو اس کے ذہن نے خدا کی جو بہتر سے بہتر تصویر اس کے پردۂ فکر پر کھینچی وہ ایک بادشاہ کی تصویر سے زیادہ نہ تھی۔ کیا اسی جذبہ کا اثر نہ تھا کہ جس نے آج بھی اکثر شہنشاہوں کو مافوق الانسان درجہ دے رکھا ہے مگر ہم ان اکابرین کے ممنون ہیں جنھوں نے ہم کو اللہ اور ظل اللہ میں فرق بتلا کر شرک سے بچا لیا۔

جب ہم کسی اندھی عقیدت کی بناء پر نہیں بلکہ اصلی واقعات کی روشنی میں اپنے بادشاہ جہاں پناہ کی اعلیٰ شخصیت پر غور کرتے ہیں تو اسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ایسے ہی بادشاہ ہونگے جنھوں نے اپنے عیش و راحت کی قربانی کے ساتھ رعایا کے قلوب پر اپنی محبت کا سکہ جمایا ہوگا اور ظلوم وجہول و پُرناز طغیان دعدوان انسان کی گردنِ عقیدت کو بجبر و اکراہ نہیں برضا و رغبت اپنے سامنے جھکایا ہوگا۔

بادشاہ کے دو ہی تو فرض ہیں۔ ایک یہ کہ خود کو سنوارے اور اپنی شجاع رعایا کے سامنے حسن سیرت و خوبیٔ فطرت کا ایک ایسا نمونہ بنا کر پیش کرے کہ سب اسے مشعلِ راہ بنائیں اور اس کی پر تنویر شعاعوں میں منزلِ سعادت تلاش کریں کیونکہ زمانہ نے ابتک (الناس علےٰ دین ملوکھم) کے اصول کو نہیں جھٹلایا ہے۔ دوسرے راعی کی حیثیت سے ان کی زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوش گوار بنانے کی فکر میں لگا رہے۔ جن کی قسمت کو قدرت یا اتفاق نے اس کی نصیب کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جن بادشاہوں نے اپنے فرائض کے ان دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھا وہ دنیا کے کامیاب بادشاہ ہوئے، اور جنھوں نے ان سے غفلت برتی اپنی قدر و منزلت کھو بیٹھے۔

ہمارے آقا نے بادشاہ ہی کی حیثیت میں نہیں بلکہ انسان کی
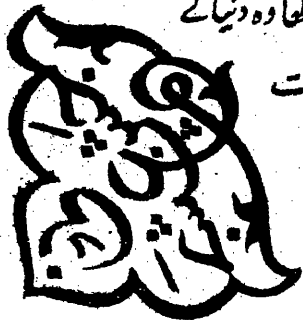
حیثیت میں اپنے آپ کو اہل ملک کے لئے ایک اچھا نمونہ
بنا کر پیش فرمایا۔ جو ان کے حالات سے واقف ہے وہ جانتا ہے
اور کون نہیں جانتا کہ ایک بادشاہ کے لئے جتنے صفات کی ضرورت
ہے خود بدولت اُن سب کے جامع ہیں۔

علم و فضل

بادشاہ بے علم کو الماس بے آب سمجھو یا تیغ بلا جوہر۔ الحمد للہ کہ ہم ایک آبدار الماس اور جوہر دار تلوار رکھتے ہیں۔ ہمارے بادشاہ ظل اللہ بحض علم پرور بلکہ علوم مشرق و مغرب کے جامع اور حقیقی معنوں میں سُلطان العُلوم ہیں۔ عربی و فارسی میں ہمارے سرکار کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ اُردو ان کے گھر کی ہے تو انگریزی بڑے بڑوں کے مسلمات سے ہے۔ چنانچہ اکثر یورپین نژاد کو اس کا اعتراف ہے۔ سرکار کے کلام فصاحت النظام نے شعرائے عصر یہ میں ہلچل مچادی ہے لاریب ہر اعتبار سے آپ ایک بلند پایہ شاعر ہیں۔ یہ مسلمہ ہے کہ جب تک کوئی خود عالم نہ ہو اس سے وہ ذوقِ علم جو گزشتہ پچیس سال میں اعلحضرت کی ذات خجستہ صفات سے آئینۂ ظہور پر منعکس ہوا ہے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیا یہ غلط ہے کہ موجودہ رؤسا ہند پر سرکار ہی کو ترجیح فاضلہ حاصل ہے؟ آپ کے محیر العقول دماغی انکشافات نے جامعہ اسلامیہ علیگڈھ کو چانسلری یعنے امیر جامعہ کے باعزت عہدہ کے پیش کرنے پر اصرار کیا جس کو حضور نے باوجود گوناگوں مصروفیات و غایت عدیم الفرصتی کے نہایت خندہ پیشانی و جوش انبساط سے قبول فرما کر نہ صرف ارباب جامعہ ملیہ کو بلکہ اس کے جمیع خیر سگالوں کی سرپرستی و عزت افزائی فرمائی۔ ہمارے سرکار کے عہد میمنت مہد میں جتنے فرامین عز و ولائے شرف اشاعت پائے ہیں۔ اگر دکن کے سارے سلاطین باتمکین کو اکٹھا کر لیا جائے تو ان کے مجموعی دور میں بھی شاید عہد عثمانی کے مماثل تعداد نہ ہوگی۔

فرامین کے مضامین کیا ہیں طلسم ادب ہیں اور انشا بدیع کی دنیا میں سرکار کی رقم طرازی و جواہر نگاری اختراعات فائقہ جدت اسلوب و نوائے تراکیب کا ایسا دل نواز مرقع ہوتی ہے کہ بڑے بڑے سورما ادیب بھی یہاں اپنے قلمی ہتھیار ڈالدیتے ہیں۔ یہ معجز نما ادبی قابلیت کچھ تو اکتسابی اور کچھ اللہ کی دین ہے اور اقبال شاہی ان سب کو لیئے ہوئے اس فخر روزگار تاجدار کو ایک کامل انسان کی حیثیت میں دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔

سچ ہے "فَضَّلْنَا بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ" اور حق ہے "ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ"۔

حُسنِ خُلق

حضرت کے اخلاق گرویدہ کُن سے کون واقف نہیں۔ جن کو باریابی کا شرف حاصل ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک مرتبہ قدمبوسی کی عزت حاصل کرنے والا کبھی اس مسکراہٹ کو جو لطف و کرم کی ضامن ہے اس خوش گفتاری کو جو ادبیت کی سرمایہ دار ہوتی ہے اور اس بے تکلفی کو جس سے دامنِ وقار نہ چھوٹے بھول نہیں سکتا۔ حضرت اقدس کی زندگی کا کوئی پہلو راز نہیں ہے وہ جیسے اپنی ڈیڑھ کروڑ رعایا کی کھلی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ کنگ کوٹھی کی بلند دیواریں اپنے سایہ میں آپ کو اس سے کچھ مختلف نہیں پاتیں وہی سادگی، وہی انکساری۔ وہی تیز اور ہر چیز کے

راجہ رائے [illegible] رام صاحب بی اے ایل ایل بی چارٹرڈ اکونٹنٹ

علامہ عبد العمادی رکن و ناظر دار الترجمہ سرکار عالی

مولوی محمد عبد الرزاق صاحب راشد
مددگار معتمد فینانس

باطن کو ٹٹولنے والی نگاہیں وہاں بھی ہیں۔ عہد حاضرہ کے کسی بادشاہ کی مثال پیش کیجئے جو ان کی طرح رعایا کی مذہبی تقریبوں میں بے تکلفی کے ساتھ شریک ہوتا ہو اور اپنے لئے کسی قسم کا امتیاز دیکھنا بھی گوارا نہ کرے مجالس میلاد میں عام فرش پر آپ کے لئے ایک سوزنی یا قالین بچھایا گیا تو باعث تکدر ہوا۔ اور اس وقت تک تشریف فرما نہ ہوتے جب تک اسے اٹھوا نہ لیتے۔ اس زمانہ میں جبکہ مسلمان خصوصاً اور سارا ہندوستان عموماً سخت مشکل اقتصادی دور سے گذر رہا ہے۔ حضرت نے باوجود انتہائی مقدرت کے اپنی سادہ زندگی سے ان کے سامنے کامیاب زندگی کی ایک قابل تقلید مثال پیش کی۔

رواداری اور بے تعصبی

بادشاہ کی مثال حکماء نے چرواہے سے دی ہے جس کی لاٹھی کے اشارہ پر لاکھوں کروڑوں بھیڑیں چل پھر رہی ہوں۔ اگر وہ صرف اچھی موٹی تازہ بھیڑوں کو اپنا بنائے اور دُبلی پتلی لاغر اندام کو اپنی نہ سمجھے تو نہ صرف ان بھیڑوں کو بے سہارا بنا دیگا بلکہ اپنی دولت کو بھی متاثر کریگا۔ باوصف ایک سُنی مسلمان ہونے کے اپنی گذشتہ پچیس سالہ حکمرانی کے لمحوں میں اس تعصب کا وہم بھی پیدا نہ ہونے دیا جو ہماری اصطلاح میں اپنے اصلی معنی کو کھو چکا ہے۔ خود مسلمانوں کے دوسرے فرقے اہل تشیع کیساتھ برادرانہ محبت برتی۔ ان کی محافل و مجالس میں بہ نفس نفیس شرکت فرمائی اور ایسے ایام میں جو مسلمانوں کے لئے زیادہ قابل احترام ہیں تعطیلیں عطا فرمائیں یہی سلوک اپنی ہندو رعایا کے ساتھ ہے۔ ان کے چھوٹے سے چھوٹے تہوار کے لیے تعطیلیں مقرر ہیں۔ بعض اہم مواقع پر خود بدولت بہ نفس نفیس شرکت فرماتے ہیں۔ منادر و معابد کے لیے انعامات عطا ہیں اور اس کی طرف خاص نظر ہے کہ رعایا کے کسی طبقہ کو یہ وہم بھی نہ ہونے پائے کہ وہ ایک دوسرے سے غیر ہے۔ دنیا میں ہر جگہ اقلیتیں مصیبت میں رہتی ہیں اور جب تک انھوں نے جد وجہد نہ کی اپنے حقوق نہ پاسکے لیکن حضرت کی دقیقہ سنجی نے ہمارے مانگنے سے پہلے ان کا خیال رکھا۔ پارسیوں کو نوروزکی اور عیسائیوں کو کرسمس و جنوری کی تعطیلیں دیں اور جب مجلس بلدیہ کی نوبت آئی تو ان کی نمائندگیاں منجانب سرکار محفوظ کرائی گئیں۔ اس عنوان کے تحت بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن بخوف طوالت پیوستہ سال کے اس فرمان مبارک کی یاد کافی ہے جس میں ایک پکے مسلمان بادشاہ نے غیر مسلم جماعتوں کو اطمینان دلایا کہ جہاں تک تمہارے معاملات کا تعلق ہے ہم کو لا مذہب سمجھو اور یقین رکھو کہ تمہارے ساتھ وہی برتاؤ ہوگا جو ہم مسلمانوں کے ساتھ کرینگے۔ آج دنیا شاہد عادل ہے کہ سرکار کا اس پر عمل ہے۔

سیاست و تدبر

بادشاہ کے لئے تمام صفات اضافی اور اس کی اصلی صفت تدبیر و فراست ہے اس جوہر کی کمی و زیادتی اس کی کامیاب و ناکام بادشاہت کی دلیل ہوتی ہے اگر اس موضوع پر کماحقہٗ نہ سہی کما ینبغی ہی ہم کچھ کہنا چاہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے لیے ایک مستقل صحبت کی ضرورت ہوا اور ویسے ایک جلد ضخیم کی بر تنہم میری دانست میں اس کا حق ادا نہ ہوگا۔ ہم مختصراً یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس مادہ میں حضرت ظل سبحانی مظہر انوار رحمانی نواب سر میر عثمان علی خاں بہادر آصف سابع خلد اللہ ملکہ دودمان آصفی کے طلائی سلسلہ کی مرصع کڑی ہیں جو ہر زاویہ نگاہ سے عیاں اور یوں اس گھر کے لئے
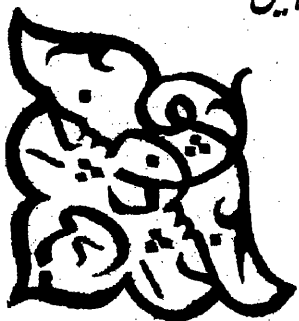
نعمتِ عظمیٰ و باعثِ فخر و مباہات ہیں - اس زمانہ میں جبکہ موجود کا
سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے مفقود کا حاصل کرنا انتہائی کمال ہے
لیکن آقائے دکن حکیم السیاست نے بائیس سال کے افکار گہر بار کا
نتیجہ تین سال ہوتے ہیں بے نقاب فرمایا - حدود رزیڈنسی کا واقعہ آج تک
تازہ ہے - انسان بلندی پر پہنچ کر گہرائی کے تموج کو بھول جاتا ہے - لیکن اعلحضرت کی نظرِ کیمیا اثر
ملک کے ہر پست و بلند پر ہے -

وہ "حال" میں مست نہیں ہیں بلکہ ماضی کو نگاہوں سے اوجھل کیے بغیر مستقبل کی فکر میں لگے رہتے ہیں جسے
درخشاں دیکھنے ان کی تڑپ ہر وقت چشم براہ رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ حیدرآباد اپنے ہر موجود کو معدوم سے بہتر اور ہر امید کو
حاصل سے زیادہ مسرت آگیں پاتا ہے -

چنانچہ ہمارے حضور کی دوربینی و نکتہ رسی نے شاہزادگان والاتبار کو سیاحت یورپ کے لیے بھیجا جہاں سے وہ کافی انبار تجارب
کے ساتھ واپس ہوئے آج بافضال الٰہی ایک سالار اعظم عساکر آصفی اور دوسرے صدر نشین مجلس آرائش ہیں اور دونوں
بہتر عنوان سے اپنے ان فرائض کو انجام دیرہے ہیں - جشن سیمین کی حسب دلخواہ کامیابی میں دونوں شہزادوں کی عرق ریز مساعی
و مشورت جمیلہ اپنی آرا ار کاری میں نمایاں خصوصیت سے مزین ہیں -

بذل و نوال

بادشاہ دریا ہے جس کا حسن بہتے رہنے میں ہے اگر وہ رُک گیا تو خود بھی مکدر ہوا اور دُنیا بھی
خشک و برباد ہوگی - الحمد اللہ کہ حیدرآباد کے دریاء بذل و نوال کا بہاؤ روز افزوں ہے اور اس کا
سرچشمہ ماحول عالم کو سیراب کر رہا ہے - اس فیض عام بقاء دوام کے باوجود (صفاء) کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور (کدر)
کی جانب گمان نے رُخ بھی نہ کیا -

عام فیاضی

مخفی خیرات و مبرات مستحقین اور ناموراداروں کی امداد ہمارے سرکار عالی وقار کا شعار خصوصی رہا ہے
اور اس وقت تک ان فیوض سے متوسل و متوکل یکسر فیض یاب ہو رہے ہیں - یہ ایک ایسا
فضل ربانی خلیفۂ رحمانی ہے کہ اس کی مثال دنیا کی ساری تاریخ میں بھی نہیں مل سکتی -

سالانہ ہزاروں حجاج بصرف خطیر حج بیت اللہ کے لیے بھیجے جاتے ہیں اور بیسیوں ذکی الطبع غیر مستطیع طلباء کو
تعلیم کے لیے بیش قرار وظائف عطا ہیں اور انگنت بیرونی دعاگو وظائف و مناصب سے سرفراز - دسترخوانِ آصفی
دسترخوانِ عالم ہے - ریاست حیدرآباد کو مختلف الاقوام و المذاہب افراد کی مہمان نوازی کا حق بجانب ادعا ہے
اور یہ وہ فضیلت تامہ ہے جس کا سلاطین سلف سے لیکر آج تک کوئی مدعی نہ ہوسکا -

یہاں تک فرمانروائے دکن کی ذاتی صفات تھیں اب خاص ان کاموں کی طرف نگاہ پھیرئے جو رعایا ،
اور فقط رعایا کے لیے ہوئے ہیں - اپنی دوسری صفت میں اگر اعلحضرت ابر باراں ہیں -
جو اپنا سب کچھ دوسروں پر چھڑک دیتا اور اپنے لیے کچھ نہیں رکھتا تو یہ
سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ اوّل الذکر صفات صرف ان کی ذات کو فائدہ
پہنچا کر رہ گئیں - سورج کی روشنی صفتِ ذاتی ہے - لیکن

نواب مرزا یار جنگ بہادر میر مجلس عدالت العالیہ سرکار عالی
اراکین عثمانیہ عدالت العالیہ

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
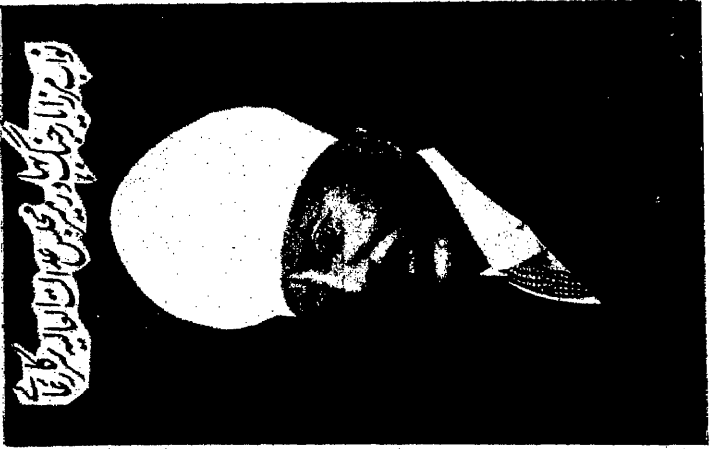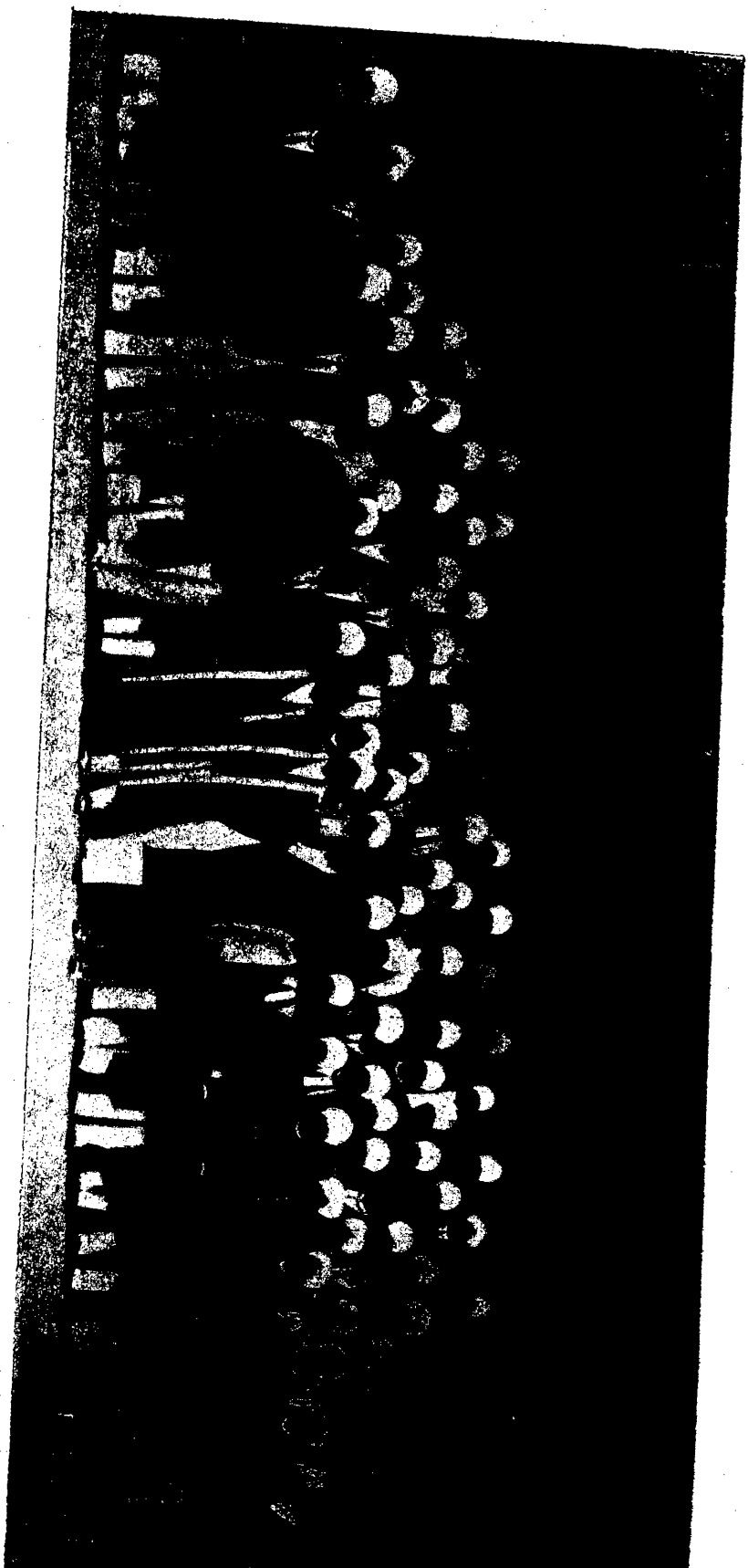
جب اس کی کرنیں پھیلتی ہیں تو محض کرۂ آفتاب ہی
منور نہیں ہوتا بلکہ سارا نظام شمسی بہرہ اندوز ہوجاتا ہے۔ خوشبو
گل کی صفت ذاتی ہے لیکن جب نسیم روح پرور کے جانفزا جھونکے اُسے
منتشر کرتے ہیں تو کون سا مشام ہے جو معطر نہیں ہوجاتا۔ اب ابر کرم کی بارش دیکھئے۔

کوتوالی و عدلیہ ملک کی ساری ترقیوں کا دارومدار امن واماں پر ہے۔ اگر اطمینان خاطر ہی نصیب نہ ہو تو کوئی آگے کیا بڑھے۔ بے چین دل غور وفکر کی سمت راغب ہی نہیں ہوسکتا۔ اس امن واماں کے ذمہ دار صرف دو ادارے ہیں۔ ایک وہ جو امن عامہ میں خلل ڈالنے والوں کا پتہ لگائے اور دوسرا وہ جو ان کو سزا دے کر ملک کو ان کی مجرمانہ کارستانیوں و مفاسد سے مصئون رکھے۔ کیا یہ مسلم نہیں ہے کہ ہماری کوتوالی کسی طرح مغربی ممالک کی پولیس سے کچھ کم ترقی یافتہ نہیں ہے بلکہ ہماری خفیہ پولیس نے تو فتنہ پردازوں کو مکائد کے سوچنے تک سے باز رکھا ہے۔ عدلیہ و عاملہ کی تفریق عہد عثمانی کا شاندار کارنامہ ہے جس کو مورخ اپنے سرمایہ کا حاصل تصور کریگا۔

تعلیمات امن واماں کے بعد بادشاہ رعایا کی تربیت و پرورش کا ذمہ دار اور اپنی غایت فرض شناسی سے کام لیکر رعایا کی اصلاح کی جانب متوجہ ہوجاتا ہے۔

محکمہ تعلیمات۔ دارالترجمہ محکمہ زراعت و انجمن امداد باہمی وغیرہ کی ترقیوں کو گنانا ایک مشہور و معروف تفصیل میں پڑھ کر وقت صرف کرنا ہے۔ کیونکہ عیاں را چہ بیاں لیکن اس محل پر یہ امر بالتخصیص قابل ذکر ہے کہ تعلیمات کی ترقیات عامہ کو بالعموم اور ملک بالخصوص اسیات پر ناز اں ہے کہ شجر تعلیمات کا ثمر بیش رس کلیہ جامعہ عثمانیہ نے اُردو (ملکی زبان) میں جنم لیکر اپنے کو بامراد ثابت کردکھایا۔ جس پر سارا ہندوستان بھی فخر کرے تو بجا ہے

تعمیرات و آبپاشی حیدرآباد کو ایک زمانہ میں قحط و تہی دستی سے دوچار ہونا پڑا۔ اگر اس وقت شہریار دکن کی خداداد فراست نے فاقہ کش غریبوں کے لیے خزانہ کا دروازہ نہ کھول دیا ہوتا تو ملک کو قحط کی یہ آگ نہ جانے کیا سے کیا کردیتی۔ روپیہ مفت میں بہایا جاتا تو رعایا کے اخلاق و اطوار پر بُری طرح اثر انداز ہوتا اور مفت خوری و بیکاری ان میں عادات قبیحہ کی پرورش کرتی اس لیے بڑے بڑے کام ان کی شغل آفرینی کے باعث قرار پائے۔ ایک طرف ہائیکورٹ عثمانیہ دواخانہ سٹی کالج وٹون ہال کی عمارتوں کو رشک دہلی و آگرہ بنادیا گیا تو دوسری جانب عثمان ساگر، حمایت ساگر و نظام ساگر کی آبیاری سے دکن کی سرزمین غالب کے الفاظ میں روکش سطح چرخ مینائی بن گئی۔

عام ارتقاء دور عثمانی کا عام ارتقاء مغرب بھی رشک کی نگاہوں سے دیکھتا ہے اور دکن کے اکثر ترقی یافتہ شعبوں کے قلم ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ یورپ امریکہ وغیرہ میں دکھلائے جاتے ہیں۔

انڈین ڈیلی میل کے نامہ نگار نے ۲۹ء ۱۹ میں کسی یوروپی
اخبار کے ایک مضمون کا اقتباس اس بہت آگین تخیل کے ساتھ
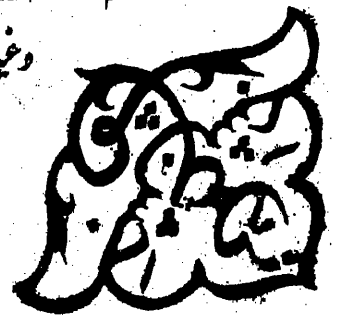
ہدیۂ ناظرین کیا تھا کہ اگر یورپ میں کوئی بے تاج سلطنت محتاج وجود شاہی ہوتی اور میر عثمان علیخاں جیسے دل و دماغ کا انسان اس سرزمین پر ہوتا تو اس علاقہ کی رعایا آنکھ موند کر ان کے حق میں قرعہ اندازی کرتی کہ یہی سریر آرا اورنگ شاہی ہوں"۔ گویا آپ کا فوراً ہی بلا مخمصہ انتخاب کرلیا جاتا۔ جب یورپ جیسے شہرۂ آفاق متمدن خطہ عالم کو سرکار جیسی ہستی کی ارمان اور ضرورت ہے تو ایشیا، یا ہندوستان کے حق میں آپ کے ارمغان قدرت و آیۂ رحمت ہونے میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔

حیدر آباد کو آرش پلان نے جدید حیدر آباد کردیا ہے۔ اس ملک سے جس شخص کی غیر حاضری دس پندرہ برس رہی ہو وہ بہ کہہ سکتا ہے کہ یہ وہ شہر نہیں ہے جس کو اس سے پہلے اس کی آنکھوں نے دیکھا تھا۔

اس نواح دنیا کے نفاست پسند صفائی دوست شہریوں کی وجہ سے لطافت و پاکیزگی میں حیدر آباد کو مدارج عالیہ حاصل ہیں اور اس باب میں یہ ہندوستان کا اولین شہر ہے۔ ممالک محروسہ وبلدیہ کی قدیم تاریخی وروایتی جدید دلکش ونظر فریب عمارتوں کے ساتھ مل کر حسن وزیبائش میں دوبالا و ممتاز ہوگئیں اور اپنی صناعی کے مدنگاہ لاثانی ہیں۔

غرض سلطان دکن کے ان پچیس سالہ ایام حکمرانی نے سوتوں کو جگایا اور جاگتوں کے مضمحل قالب میں روح احیا پھونکدی۔ اور یہی وہ مسعود عہد ہے جس نے اس سلطنت کے اکثر شعبوں میں صحیح قسم ومعیار کا انسانی مادہ تقسیم کرکے ملک کو شاہ راہ ارتقاء پر گامزن کردیا اور ملکیوں کو بیدار کرکے انہیں جذبۂ خودداری بخشا۔ ملکیوں کے اس سلیقہ احساس پر کہ ان کا موقف ان کی سمجھ میں آنے لگا ہے زمانہ کا فتویٰ ان کو خراج تحسین کا مستحق اور قابل مبارکباد گردانتا ہے اور ہم حضرت اقدس و اعلیٰ کی پیشگاہ فلک بارگاہ میں ملک کی اس بیداری پر جس کی فتح ونصرت کا تاج عالم پناہ کے سر ہے۔ نہایت ادب سے دست بستہ ہدیہ تبریک وتہنیت گذراننے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔ آقا نے ابتداء تخت نشینی سے آج تک تالیف قلوب سے کام لے کر دلوں پر حکومت فرمائی ہے اور ہم اپنی خوش طالعی پر جس قدر مسرور ہوں ومفتخر سمجھیں کم ہے۔

عروج عثمانی کی ضیا پاشیوں کو لکھنے کی تاب وسکت اس عاجز کے غریب قلم میں کہاں جو اس کا صحیح نقشہ کھینچ سکے۔ اس لیے اجمالی خاکہ پر اکتفاء کیا گیا۔

الحاصل نظام لاسلکی سے متعلق نشر ومکبر الصوت کی سحر افزایاں صنعت وحرفت کی معرکہ آرائیاں، طیاروں کی بلند پروازیاں جدید آلات زرعی و باغبانی ومرغبانی کی نمائش آثار قدیمہ کی حفاظت، تعلیم وتربیت کی نظامت بائیسکوٹ ورضاکاروں کی جلوہ نمائی اور سب سے بڑھکر مالیے کا توازن نہ معلوم اور کئے عنوان ہیں جو یکے بعد دیگرے خسرو دکن کی حیات جامع البرکات پر غور کرنے والے کے سامنے آتے رہتے ہیں اور وہ سراسیمہ ہو کر چیخ اٹھتا ہے۔
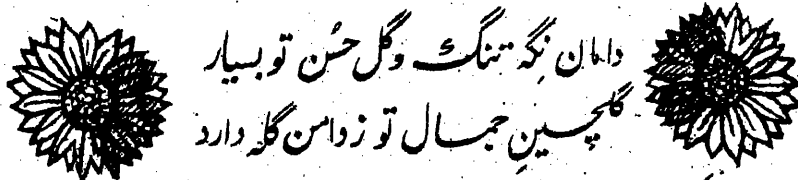
دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گلچین جمال تو زدامن گلہ دارد

مذکورہ بالا واقعات ڈھارس دلاتے ہیں کہ حال خوش تر مستقبل کا پیش خیمہ اور عظیم الشان انقلاب کا

ضامن ہے اور ہم صمیم قلب سے بارگاہِ لم یزلی میں سربسجود
دعاگو ہیں کہ حق سبحانہ تعالےٰ جس طرح آج ہمارے آقائے
عدل گستر شفیق رعایا، نواز ورعیت پرست بادشاہ کو جشن سیمین کا یوم سعید
کرامت فرمایا جس کو ہر دل کی زبان قومی جشن کہتی ہے اسی طرح ترقی عمر و اقبال
سازگاری و کامرانی کے ساتھ طلائی و جشن یاقوتی منانا نصیب فرمائے۔ آج ملک کے چھوٹے بڑے بلکہ بچے بچے کی
باچھیں کھل گئی ہیں اور اُن کے دل کی گہرائیوں سے فرطِ شادمانی کے ساتھ بیساختہ دعائیں نکل رہی ہیں کہ

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار
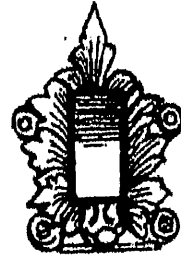
مُبارک عہدِ اقدس و اعلیٰ میں خرافات کا اِنسداد

بہ اتباع ارشادات ظلِ سبحانی حسبِ ذیل خرافات کا انسداد عمل میں آیا جسکی سختی سے نگرانی ذریعہ پولیس عمل میں آتی ہے۔

(۱) محرم الحرام کے خرافات کا انسداد اور بہ تعمیل فرمان مبارک مترشحہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ عشرہ شریفہ میں ہر قسم کے رنگوں اور سونگ کی ممانعت جو [illegible]

(۲) حیدرآباد میں فاحشہ عورتوں کے داخلہ پر قیود

(۳) قرب مساجد ؛ معابد و منادر اور شارع عام سے پیشہ ور عورتوں کی علحدگی۔

(۴) محلہ جات شرفاء اور شہر کے آباد علاقوں سے دوکانات سیندھی شراب وغیرہ کی برخاستی

(۵) گنجن خانہ جات، مدک خانہ جات، جمبو خانہ جات کی برخاستی۔

(۶) ایام متبرکہ میں طبقۂ اسلام کیلئے سیندھی و شراب نوشی کی ممانعت۔

(۷) مخنث ہجڑوں پر قیود اور آیندہ کیلئے امتناع

(۸) مینا بازاروں کی قطعاً مسدودی

(۹) اعراس میں رنڈیوں کے اجتماع اور دیگر خرافات کی ممانعت

(۱۰) پیشہ ور دُلالوں کی بیخ کنی

(۱۱) آسمانی آتشبازی مثلاً تارہ منڈل ۔ غبارہ ۔ ڈھیلا وغیرہ کی ممانعت

(۱۲) مرلیوں کا انسداد۔
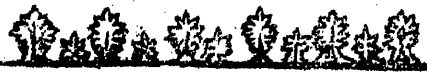
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلطنت عثمانیہ میں مذہبی آزادی کے خوشگوار نتائج

ہندوستان کی سب سے بڑی سلطنت حیدرآباد میں۔ ہندو۔ مسلم۔ عیسائی۔ پارسی۔ سکھ وغیرہ تمام مذہب کے لوگ رہتے بستے ہیں۔ اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے اپنے خاندانی دستور کے موافق نہ صرف ان تماموں کو مذہبی آزادی دے رکھی ہے۔ بلکہ ہر قسم کی سہولت بخش رکھیں اور مذہبی رسوم وغیرہ کے فرائض کی ادائی میں معقول اہتمام کردیا ہے۔ اور بیش قرار امداد دیں دیجاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ مابین اتحاد ومحبت نہایت امن وسکون، خوشحالی وفارغ البالی کے ساتھ شاداں وفرحاں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اپنے شاہ ذیجاہ کے سچے وفادار وجاں نثار ہیں۔ حضرت اقدس واعلیٰ اپنی رعایا کو جیسے عزیز رکھتے ہیں اس کی نظیر دنیا کی تاریخ نہیں پیش کرسکتی جسکی ایک گونہ تصدیق سالمیت عثمانی کے خاص باب کے ملاحظہ سے بخوبی ہوسکتی ہے اعلیحضرت کی بے تعصبی انسانی ہمدردی۔ حق شناسی۔ علم پروری۔ معارف پروری اور مقتضیات مملکت کی دلیل بین طور پر واضح اور چار دانگ عالم میں شہرۂ آفاق ہے۔ یہاں کی رعایا شاہ پرست ہے۔ اور ظل اللہ کو عقیدتاً اپنا مرکز مجازی تصور کرتی ہے۔ اطاعت، دیانت، امانت، پاس نمکخواری، جاں نثاری، وفاداری یہاں کے بسنے والوں کا سچا شیوہ وشعار رہے۔ اسلام کا طریقہ ہمیشہ فضائل اخلاق کے اظہار کا رہا ہے۔ اس نظریہ کے تحت اعلیحضرت کی بیدار مغزی واولوالعزمی صفات مذہبی سے متصف ہوکر نقش وفا کا مصداق وموثر دستور اساسی بنجاتی ہے۔ اس خصوص میں راعی ورعایائے دکن کے باہمی خوشگوار تعلقات ومظاہرات وواقعات کا زمانہ کے دوربین مدبر فرنسیوں نے مشاہدہ کرکے جن الفاظ میں اقرار کیا ہے وہ یہاں پر روشن ہے۔ جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حیدرآباد نہ صرف یہاں کے رہنے بسنے والوں کے لئے دار الامان ودار السلام ہے بلکہ غیر ممالک کے حق میں بھی اپنے برکات کا ضوفشاں مرکز بنا ہوا ہے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ بلا تفریق مذہب وملت، ملکی وغیر ملکی تمام نمکخوار و خاکیش، عقیدتمند۔ نہ صرف محدود دکن، بلکہ ہر خطۂ ملک کے تمام عالم میں لوگ اعلیحضرت حضور نظام نواب سر میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی سلور جوبلی منانے میں مسرور وفرحاں رہے ہیں۔ یہ ہے وہ بادشاہت جو خدا کے تمام بندوں کی جاتی ہے۔ اور یہی منشائے الٰہی ہے فقط

حکومت نظام کی رواداری اچھوت اقوام کیساتھ

حیدرآباد میں اچھوت ہندوؤں کی بہت زیادہ تعداد ہے۔ اگر ان میں سے معتدبہ اقوام اچھوت کو علحدہ کردیا جائے تو ہنود صرف (۱۱) فیصدی باقی رہجاتے ہیں۔ اچھوت اقوام ہند نے اپنے انسانی وسیاسی حقوق پر غور وخوض کرنے کے بعد اکٹوبر ۱۹۳۱ء میں دس ہزار نمائندوں کا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد کیا۔ اور ڈاکٹر امبیڈکر کو اپنا خصوصی نمائندہ مقرر کرکے بغرض شرکت گول میز کانفرنس لندن روانہ کیا۔ اس اجتماعی عظیم الشان جلسہ میں

اچھوت اقوام نے اپنے حقوق کی تائید و تصدیق میں جو رزولیوشن

کہ پاس کئے از انجملہ ایک رزولیوشن اعلیحضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

کی حکومت کے نام بھی شکریہ کے طور پر روانہ کیا جسکی بجنسہ ذیل میں نقل کیجاتی ہے:۔

" یہ جلسہ حضور نظام کی حکومت کا شکر گذار ہے کہ وہ اچھوتوں کی تعلیمی پستی کو دور کرنے کیلئے پوری دلچسپی کا اظہار کر رہی ہے۔ اور حکومت نظام نے اچھوتوں کی تعلیم کے لئے خاص طور پر ایسی درسگاہیں قایم کی ہیں کہ جس کی مثال ہندوستان میں موجود نہیں۔ یہ جلسہ دیگر والیان ریاست سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اعلیحضرت کے ان شریفانہ جذبات کی تقلید کریں "

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اعلیحضرت کو بنی نوع انسان کے حقوق کی حفاظت و رواداری کا کس حد تک عملی احساس و خیال ہے صرف یہی نہیں بلکہ اور بہت سے امور ہیں جنکا اظہار ایک طوالت رکھتا ہے۔ اور ہم اس کا تفصیلی اظہار اپنی جانب سے اسوقت بے محل سمجھتے ہیں۔ حضرت اقدس و اعلیٰ اور ارباب حکومت سرکار عالی کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا اور ہے کہ یہاں تمام بنی نوع انسان کے حقوق کی مساویانہ (اور عادلانہ طریق پر صیانت اور حفاظت کا انتظام کیا جاتا ہے " کیونکہ بندہ کی خدمت خدا کی بندگی ہے۔" یہی حکومت سرکار عالی کا نصب العین ہے مص

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی دولتمندی کی نسبت

ولایتی اور فرانسیسی اخبارات کے تبصرے

حضرت اقدس و اعلیٰ کے تمول کا دنیا میں جو شہرہ کہ عام ہے اس بارہ میں لندن کے اخبارات ڈیلی ٹیلیگراف و ڈیلی اکسپرس نے بارہا قلم فرسائی کی ہے۔ لیکن یہاں ہم صرف ایک فرانسیسی اخبار کی روایت نقل کرتے ہیں کیونکہ فرانسیسی اخبار والوں کا خیال اعلیحضرت کی دولت کی نسبت ایک سو ملین یعنی دس کروڑ پونڈ ہے جو تخمیناً ایک ارب تیس کروڑ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ ہمارے نامہ نگار نے حضور نظام سے شرف ملاقات حاصل کرکے سوال کیا کہ

نامہ نگار۔ کیا یہ سچ ہے کہ اعلیحضرت کی دولت ایکسو ملین پونڈ ہے۔

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ " اگر سچ پوچھو تو خود مجھے بھی اپنی دولت کا اندازہ نہیں۔ ممکن ہے سو ملین پونڈ ہو ممکن ہے اس سے بھی زیادہ ہو ممکن ہے کم ہو یقین سے کچھ نہیں بتا سکتا کیونکہ مجھے صحیح اندازہ نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا کوئی عہدہ دار بھی میری دولت کا صحیح اندازہ نہیں رکھتا "

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکومت نظام کا برتاؤ سکھ قوم کے ساتھ
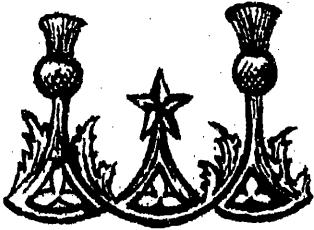
حیدرآباد میں سکھ قوم کی تعداد قلیل ہے۔ مگر حضرت اقدس و اعلیٰ نے اس قوم کے ساتھ بھی جو مربیانہ سلوک و رواداری ملحوظ رکھا ہے۔ اس کی نظیر شاید ہی کہیں مل سکے۔ مثل دیگر اقوام کے ان کے لیے بھی ترقی کی تمام شاہراہیں کھلی ہوئی ہیں۔ ان کے شریفانہ جذبات اور حقوق کو کامل آزادی کے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔ یہاں کے سکھ شریف طبع اور مطیع مزاج واقع ہوئے ہیں جو محض اعلیحضرت کے نیک مربیانہ برتاؤ و عدیم النظیر رواداری کا اثر و سبب ہے۔ اور اقوام کی طرح یہ خوشحالی و فارغ البالی کے ساتھ نہایت امن و سکون سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔

ضلع ناندیڑ میں سکھ قوم کا ایک عظیم الشان گردوارہ ہے۔ دار السلطنت میں بھی ایک نیا گردوارہ بمقام گولیگوڑہ تعمیر کیا گیا ہے۔
سکھ قوم سے متعلق ہم یہاں اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے صرف ایک فرمان مبارک کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔
جس سے بہتر مذہبی بے تعصبی۔ فراخ دلی و معدلت گستری کی عدیم النظیر تابناک تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جو قضیۂ مال ٹیکری ناندیڑ کے موقع پر شرف صدور لایا تھا۔

آئینِ حکومتِ عالیہ عثمانیہ

بحکم عالیجناب سر کشن پرشاد یمین السلطنت مہاراجہ بہادر بالقابہم پیشکار و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

پیشگاہ معدلت آسمان سے روایات ریاست ابد مدت اور خود حضرت جہاں پناہی خلد اللہ ملکہٗ کی بلالحاظ قوم و ملت رعایا پروری اور یکساں بندہ نوازی کی صلح کل عام پالیسی اور خصوصاً و فاشعار طبقہ سکھ کے

مقدس گردوارہ ناندیڑ کی حفاظت سے متعلق شرف ورود لایا ہوا
فرمان نصفت نشان اطلاع عام وخاص کے لیے شایع کرنیکی
عزت حاصل کی جاتی ہے۔

سید محمد مہدی معتمد صدر المہام پیشی باب حکومت

فرمان مُبارک

کچھ عرصہ قبل مسلمان اور سکھوں کے مابین ناندیڑ میں مال ٹیکری کا قضیہ نامرضیہ پیش آگیا تھا جس کے تصفیہ کی طرف میری گورنمنٹ متوجہ تھی اور گورنمنٹ چاہتی تھی کہ فریقین کے درمیان سمجھوتہ ہوجائے تاکہ یہ معاملہ آگے بڑھنے نہ پائے مگر افسوس ہے کہ بعض امور کی وجہ جس کی صراحت یہاں ضروری نہیں ہے۔ یہ قضیہ جیساکہ چاہئیے تصفیہ نہ پاسکا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ یہ ایک معمولی بات اہم چیز بن گئی اس کے سوا حال میں بقرعید کے موقع پر مابین فریقین جو ہنگامہ پیش آیا وہ حالت موجودہ کو سنگین بنا دیا۔ چنانچہ ان امور پر غور کرکے میری کونسل نے جو تجویز میری منظوری کے لیے پیش کی تھی اس سے میں نے بھی اتفاق کرلیا وہ یہ ہے کہ ان ہردو قضیہ کا تصفیہ غیر جانب داری اور انصاف کے ساتھ عمل میں آئے یعنی مال ٹیکری کے مقدمہ کے تصفیہ کی غرض سے ایک یورپین جج کے خدمات برٹش انڈیا کے کسی علاقہ سے بتوسط گورنمنٹ آف انڈیا مستعار لئے جائیں جو کہ فریقین کے بیانات اور گواہوں کے اظہارات درآصل موقع ومحل تنازع کو بچشم خود دیکھ کر فیصلہ کرے کہ اس بارے میں کیا انتظام ہونا مناسب ہوگا اور یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ جو کچھ فیصلہ یہ جج کریگا اس کا مرافعہ کوئی فریق نہ کرسکیگا۔ اور میری گورنمنٹ پر لازم ہوگا کہ بغیر دست اندازی فیصلہ کی تعمیل کرائے اور تعمیل فیصلہ میں کسی فریق کی طرف سے شورش برپا ہو۔ تو میری گورنمنٹ کا فرض ہوگا کہ اس کو اپنی قوت کے ساتھ دفع کرے تاکہ نقض امن کی شکل نہ پیدا ہو۔

اب رہا ناندیڑ کا دوسرا قضیہ جو کہ بقرعید کے موقع پر پیش آیا اس کے متعلق قرار پایا کہ اس کا تصفیہ عدالت کے ذریعہ سے ہو (جوکہ بالذات ایک عدالتی کارروائی ہوگی جس میں انتظامی امور دخیل نہیں ہوسکتے) اور فریقین باضابطہ عدالت میں رجوع ہوجائیں اور جو کچھ فیصلہ کہ عدالت مجاز کرے وہ فریقین پر تعمیل کی حد تک واجبی ہوجائیگا۔

الحاصل یہ انتظام جوکہ میری گورنمنٹ کررہی ہے وہ ایسا باضابطہ اور ایسا مبنی بر انصاف وبغیر کسی فریق کی جانب داری لئے ہوئے ہے کہ جس پر کوئی ذی شعور فرد لبشر اعتراض نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اس کے متعلق ضروری کارروائی شروع کردی گئی ہے اور مجھے امید ہے کہ بغیر مزید تعویق ان ہردو قضیہ کا تصفیہ اچھی طرح انجام پائیگا جس کی صراحت میں نے اوپر کردی ہے چنانچہ گورنمنٹ کی اجازت سے سکھوں کی طرف سے سردار سرسندر سنگھ مجیٹھیا معائنہ موقع وحالات متعلقہ ناندیڑ بچشم خود دیکھنے کی غرض سے جو یہاں آئے ہوئے تھے اور جو اپنے قیام حیدرآباد میں میری گورنمنٹ کے مہمان بھی تھے ان سے بھی میری گورنمنٹ کے معزز ارکان نے کونسل کے اجلاس میں بالمشافہ مل کر جو کہنا تھا کہدیا۔ اور مختلف پہلوؤں پر تبادلہ خیالات کیا جس سے سر سردار سندر سنگھ کو بھی غالباً اختلاف نہ تھا یعنی ان طریقوں پر جس کے ذریعہ میری گورنمنٹ ان ہردو امور کا تصفیہ کرنا چاہتی ہے۔ اسی سلسلہ میں جب کہ سردار مذکور نے مجھ سے ملاقات کرنے کے متمنی

ہوئے تھے تو ان سے بھی مل کر امور مذکورہ صدر پر دیر تک گفتگو
کرتا رہا ان کو اپنے خیالات وغیرہ میں معتدل پایا اور اس امر سے
محظوظ ہوا کہ وہ حالات موجودہ کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اور میری گورنمنٹ کو
عندالموقع خاص اس بارے میں اگر ضرورت پیش آئے تو مدد دینے کے لیے اپنے
خدمات کو پیش کیا ہے۔

سردار ندکور کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ آجکل غلط افواہ جو ناندیڑ کے گرودوارہ سے متعلق مشہور ہو گئی ہے (معلوم نہیں کہ اس کے بانی مبانی کون اشخاص ہیں) کہ گرودوارہ پر حملہ ہونے والا ہے جس کی وجہ پنجاب و امرتسر کے سکھوں میں بے چینی پھیلی ہوئی ہے چنانچہ چند سکھ سبھا گرودوارہ کی حفاظت کی غرض سے ایک جتھا ناندیڑ بھجوانا چاہتے ہیں۔ وغیرہ اس پر سے جو کچھ جواب دینا تھا میں نے ان کو دیدیا ہے تاکہ سکھوں کی تشفی ہو جائے مگر پھر اس کا اعادہ اس جگہ کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ ہر گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اپنے زیر سایہ جس قدر مذاہب کے لوگ بود و باش کرتے ہیں ان کے معابد و جان و مال کی حفاظت کرے۔ چنانچہ یہی وطیرہ میرے بزرگان سلف کا تھا اور چونکہ میں بھی اسی کا خوشہ چین ہوں۔ لہذا میرا بھی طریقہ کار وہی ہے جو کہ ان کا تھا یعنے حکمراں قوم نے ہمیشہ اپنے مذہب کو (اس سے بحث نہیں کہ وہ کس مذہب و عقائد کے تھے) صلح کل قرار دیا تھا۔ چنانچہ اسی خیال کو پیش نظر رکھ کر میں نے اپنی گورنمنٹ کو حکم دے رکھا ہے کہ نہ صرف گرودوارہ

بلکہ دوسرے معابد کی دیکھ بھال کرنا بھی اس کا فرض ہوگا تاکہ بلا وجہ اغیار کے دست برد سے وہ محفوظ رہیں اور بخصوص معاملہ زیر بحث میں تو میں نے تاکیدی احکامات جاری کئے ہیں کہ گرودوارہ کی حفاظت مقامی پولیس کے ذریعہ کرائی جائے نہ صرف امور متنازعہ فیہ کے تصفیہ تک بلکہ ہمیشہ کے لئے تاکہ پھر زمانہ آئندہ میں اس قسم کے خلفشار وقوع میں نہ آئیں جو کہ ایک طرف گورنمنٹ کی دردسری کا باعث ہوں اور دوسری طرف مختلف مذاہب کے فرقوں کی دل آزاری کا باعث نہیں جو کہ ایک صدی سے زائد زیر سایۂ عاطفت سلطنت آصفیہ امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسی زرین اصول حکمرانی کی وجہ میری سلطنت آبائی کا نام روشن ہے اور امید قوی ہے کہ آئندہ بھی رہیگا کیونکہ ہم حکمراں قوم کا مسلک یہی ہے کہ "مرنج و مرنجان"

نوٹ:- میرا یہ فرمان جریدۂ غیر معمولی میں پبلک کی اطلاع کی غرض سے طبع کردیا جائے اور اس کی نقل چند معتبر اردو اخبارات میں طبع کرنے کی غرض سے بھجوادی جائے۔ اور اس کا انگریزی ترجمہ جو ہوا ہے وہ معتبر انگریزی اخبارات کو دیا جائے تاکہ یہ مسئلہ جو کسی قدر پیچیدہ ہو گیا تھا اور جس کی وجہ چوطرف غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں اس کا ازالہ ہو جائے۔

مسلم غیر مسلم بھائی چارہ

حیدرآباد میں مسلم غیر مسلم بھائی چارہ کو دیکھکر غیر ممالک کے لوگ متحیر ہو جاتے ہیں کہ یہاں کے باشندوں میں باہمی اتحاد و اتفاق کی کڑیاں اور اس کے شیرازہ کے تار و پود کس طرح آپس میں منسلک اور تعلقات برادرانہ وابستہ ہیں۔ ہندو اعراس میں اور مسلمان جاتراؤں میں جاتے ہیں۔ اور تمام قوم ایک دوسرے کے غم و تقاریب میں شریک ہوتے ہیں۔ ایک نل سے پانی پیتے ہیں۔ یکجا اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ باہمی مدد و دستگیری کیوقت شیوۂ انسانیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ یہاں ہندو مسلم محلے علحدہ علحدہ نہیں ہیں۔ بلکہ مخلوط طور پر رہتے بستے ہیں جو انسانی بھائی چارہ کی کھلی علامتیں ہیں فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم
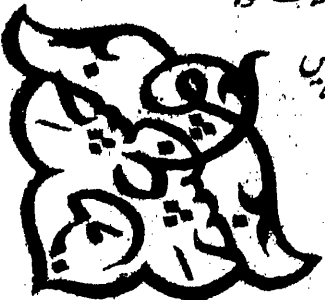
اُصولِ سیاست

رائٹ آنریبل نواب حیدر نواز جنگ بہادر کے خطبہ کا ضروری اقتباس جو ۱۹۳۳ء کے جلسہ طیلسانین عثمانیہ میں پڑھا گیا تھا

میں آپ سے مختصر طور پر ان معاملات کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں جو ہمارے حیدرآباد کے لئے نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔"

"آپ کو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ جو لوگ آپ کے پیشرو اور آپ کے ایمن ہیں اپنا فرض امانت کس طرح پورا کرتے ہیں اور آپ کے لئے کیا میراث چھوڑ جائیں گے۔"

میرا مطلب یہ ہے کہ آپ اس سے باخبر رہیں کہ خود آپ کے زمانے میں کیا ہو رہا ہے۔ بغیر اس کے کہ آپ سیاست میں دخل دیں، آپ کو اپنے زمانے کے سیاسی نظام اور سیاسی تحریکوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔"

قبل اس کے کہ میں اندرون ملک کے معاملات کا ذکر کروں میں اس کی تشریح کر دینا چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہمارے لئے سب سے مقدم یہ بات ہے کہ ہم حیدرآبادی ہیں، اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہٗ ہمارے فرمانروا ہیں۔ اور حضور پُرنور کے سوا ہم کسی کی فرمانروائی کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ مگر اس کے ساتھ ہم ایک بڑی کل کے اجزا ہیں جس سے جغرافی حالات اور نسلی تعلقات کی بدولت ہمارا رشتہ اتحاد قایم ہے اس کل سے مراد "ہندوستان" ہے۔ اس خیال کو دل میں لے کر اعلیٰحضرت کے منشائے مبارک کے مطابق حیدرآباد گول میز کانفرنس کے دستور اساسی کے مباحثوں میں شریک ہوا جو انجام کو پہنچ چکے ہیں۔۔۔۔۔۔"

وہ ان دو بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے، یعنی اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہٗ کی فرمانروائی کا بدستور قائم رہنا، اور حضور پرنور کا اتحاد ملک معظم کے ساتھ اسی شان سے باقی رہنا۔ ہم نے اپنے ہندوستانی بھائیوں کو جہاں تک ممکن تھا اس بات میں پوری پوری مدد دی کہ وہ دستور اساسی کے معاملے میں جس طرح چاہتے ہیں ترقی کر سکیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہم نے اس شرط کیا تھا کہ ہماری مستقل ہستی اور ہمارے اور ملک معظم کے باہمی تعلقات برقرار رہیں، بعض معاملات میں برطانوی ہند کے ساتھ شرکتِ عمل بھی منظور کر لی۔

جو کام اس طور سے انجام پایا ہے اس کے جانچنے اور ناپنے کے لئے
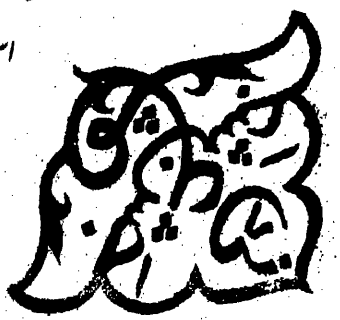
بہت بڑا پیمانہ درکار ہے ۔ وہ ہندوستان جو میرے خیال میں اس
وقت تین برس کی کوشش میں معرض وجود میں آ رہا ہے گویا ایک درخت
ہے اور برطانوی ہند کے صوبے اور ہندوستانی ریاستیں اس کی شاخیں ہیں ۔
جنھیں ایک ہی تنے سے زندگی کا رس چوسنا ہے ۔ اس درخت کے نصب کرنے میں اعلیٰحضرت
نظام دکن کی دوراندیشی اور تدبر کی بدولت حیدرآباد نے نمایاں طور پر حصہ لیا ہے ۔ اور حضور پرنور کی رعایا کو اس
بات پر فخر کرنا چاہئے کہ مصالحت باہمی اور تعمیر جدید کے اس عظیم الشان کام میں جو کچھ ہم نے کر دکھایا ہے وہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے ۔
تاہم اس کے زعم میں ہمیں خانگی مسائل کی طرف سے غافل نہیں ہونا چاہئے ۔ ہمیں معلوم کرنا چاہئے کہ ہمارے یہاں کن چیزوں
کی کمی ہے اور کون سی چیزیں ناقابلِ اطمینان حالت میں ہیں ۔ ہماری بہت سی کارگزاریاں ایسی ہیں جن پر ہم فخر کر سکتے ہیں ۔ ہمارے
محصول کی شرح بہت کم ہے ہماری مالیات یعنی (فینانس) کی حالت برطانوی ہند کے لئے قابل رشک ہے ۔ ہمارے انتظامی
وعدالتی صیغے جن پر ریاست کی حکومت کا انحصار ہے زیادہ منظم اور بہتر ہوتے جاتے ہیں ہمارے ذرایع آمد و رفت میں جن میں ریلیں
اور شاہراہیں دونوں شامل ہیں ، سال بسال توسیع ہو رہی ہے ۔ ہمارے حفظانِ صحت ، تعلیمات ، زراعت ، و آبپاشی کے محکمے ۔
روز بروز ترقی کر رہے ہیں ۔

مختصر یہ کہ نظم و نسق ریاست کے ہر شعبہ میں نشو و نما کے آثار نمایاں ہیں ۔ ابھی تک فرقہ وارانہ نزاع کا زہر ہمارے یہاں
نہیں پھیلنے پایا ہے ۔ مگر ہمیں اپنے دل میں سوچنا چاہئے کہ کیا ہمارے یہاں مطلق کسی چیز کی کسر نہیں ہے ؟ کیا اور کوئی تدبیر ایسی
نہیں ہو سکتی جس سے مملکت محروسہ کے باشندوں کے دائرہ زندگی میں مزید وسعت پیدا ہو اور وہ بلند تر مدارج پر پہونچ سکیں ۔
کیا ہم ان کے زاویۂ نظر کو محدود ہی رہنے دیں یا انہیں ترغیب دیں کہ آنکھ اٹھا کر دیکھیں اور دور تک نظر دوڑائیں کہ یہ سمت
نظر خطرے کا گھر ہے یا قوت کا خزانہ ؟"

یہ سوال میرے دل میں بار بار اٹھتے ہیں اور مجھی پر کیا موقوف ہے ، ہر شخص جسے اس ملک کے لوگوں سے محبت ہے اور سوچنے
کی عادت ہے ، اسی اُدھیڑ بن میں رہتا ہوگا ، اس کی کیا تدبیر ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ایک قوم ہونے کا احساس پیدا کیا جائے
ہم لوگ ایک اعتبار سے سلطنت مغلیہ کی تہذیب و تمدن کے وارث ہیں اور یہ تہذیب تغیر و تبدل کے بعد دکنی قومی تہذیب بن گئی ہے ۔
یہ تہذیب نہ ہندوانی ہے نہ اسلامی ، بلکہ دونوں کے امتزاج سے بنی ہے اور اس میں جنوب کا کچھ مخصوص رنگ بھی شامل ہے ۔ تہذیب
کسی مذہب سے وابستہ نہیں ، مثلاً ہم یورپ کی تہذیب کو عیسوی نہیں بلکہ مغربی تہذیب کہتے ہیں ...... "

حیدرآباد کے پہلے فرمانرواؤں کے زمانے میں دربار کی زبان فارسی تھی ۔ رفتہ رفتہ فارسی ترک کر دی گئی اور اس کی
جگہ اردو نے جو دکنی اردو کہلاتی تھی لے لی ۔ یہی اصل میں ممالک محروسہ کی اپنی تہذیبی زبان ہے ، یہ ایک فرقے یا طبقے
کی ملک نہیں بلکہ سب کی مشترک میراث ہے ۔ اس لئے ہماری زبان ملک کے مختلف عناصر میں اتحاد پیدا کرنے کی بہت
بڑی قوت بن سکتی ہے "

غرض ہمیں اپنے اہل ملک کے دل میں یدنیت کا احساس پیدا کرنا چاہئے ..... سب سے
اول تو یہ کہ انہیں گاؤں یا قصبے یا ضلع کے معاملات میں حصہ لینے کا موقع
دیا جائے ۔ دوسرے اس امر کی کوشش کی جائے کہ وہ حکومت
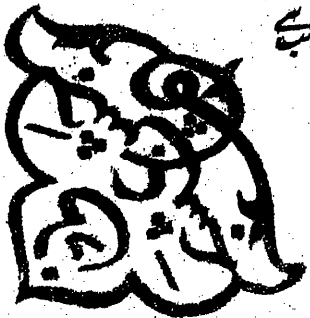
کے کاروبار سے دلچسپی کا اظہار کریں۔

پہلے ایسے تدابیر عمل میں لائی جائیں کہ رائے عامہ وجود میں آئے اور پھر اس کا انتظام ہو کہ وہ صحیح طریقے پر ترتیب پائے اور حکومت اس سے متاثر ہو اس وقت بھی ہماری حکومت اس ذمہ داری کے احساس سے خالی نہیں ہے ابھی کچھ رائے عامہ اس وقت موجود ہے اس سے حکومت فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے مگر جو چیز رائے عامہ کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے وہ اکثر اوقات کسی طبقے کی رائے نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی جماعت کی رائے ہوتی ہے جس میں ذاتی اغراض کا شائبہ ہوتا ہے،

(لہذا) میں جو چیز چاہتا ہوں وہ مختلف طبقوں کی منظم رائے عامہ ہے، مثلاً اس محکمہ میں جو میرے سپرد ہے اگر میں مالیات کے متعلق کوئی تجویز عمل میں لاؤں تو اس بات کے معلوم کرنے کے ذرائع ہونے چاہئیں کہ ملک کے سرمایہ داروں اور تاجروں کا اس کے متعلق کیا خیال ہے تاکہ ان کی تنقید پر غور کیا جاسکے اور محکمہ کا نقطۂ نظر سمجھایا جاسکے؛

گزشتہ سال اندرون ملک قرضے کے اجرا کرنے سے قبل اس کی کوشش کی گئی کہ سب سے پہلے اپنے ہاں کے سرمایہ داروں کو بلا کر اُن سے اس معاملے میں گفتگو کی جائے۔ چنانچہ ان سے بہت بڑی مدد ملی اور اس کام میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی؛

اس کامیابی کی بناء تبادلۂ خیالات اور باہمی ہمدردی تھی اور یہ ہمدردی تبادلۂ خیالات کا نتیجہ تھی۔ میری ذاتی خواہش ہے کہ ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ اس طرح کے مشوروں کا رواج حکومت میں ہو جائے اور اُس کے پاس ایسے ذرائع ہوں کہ اہم معاملات میں اُسے معلوم ہو سکے کہ جو نئی پالیسی وہ اختیار کرنے والی ہے، اس کے متعلق اُن لوگوں کا کیا خیال ہے جن پر اس کا سب سے زیادہ اثر پڑے گا۔ وہ اُس کے متعلق کیا تجویز پیش کرتے ہیں اور اس پر کیا تنقید کرتے ہیں۔ دوسری طرف یہ مفادِ عامہ کے تحفظ کی بڑی اچھی صورت ہوگی کہ خاص خاص طبقوں کے نمائندوں سے یہ دریافت کیا جائے کہ فلاں قانون کا کیا اثر پڑ رہا ہے اُنہیں کے عمل درآمد میں کیا نقص نظر آتے ہیں اور اُن کے نزدیک اُن نقائص کے دور کرنے کی کیا تدبیریں ہو سکتی ہیں۔ اس سے اعلیٰ حضرت کے اقتدار شاہی کو بڑی تقویت پہنچے گی اور اعلیٰ حضرت کے اقتدار پر اس سے کوئی پابندی عائد نہیں ہوگی؛

میں ..... نے ذاتی حیثیت سے آپ کے سامنے وہ خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کے مطابق میرے خیال میں حیدرآباد کی نشو و نما عصر جدید کا عمل میں آنا مناسب ہوگا۔ یہ کسی تخیل پرست کا خواب نہیں، یہ اُس تجربہ کے نتائج ہیں جو مجھے ممالک محروسہ سرکار عالی میں پچیس برس کی خدمت سے حاصل ہوا اور اُس سابقہ کے ثمرات ہیں۔ جو مجھے بیرونی دنیا اور اُن تحریکات اور قوتوں سے پڑتا رہا جو دنیا پر حکومت کر رہی ہیں میرے مدنظر سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ اعلیٰ حضرت خلد اللہ ملکہٗ اور دودمان آصفیہ کی عظمت و شوکت میں ترقی ہو اور اُن لوگوں کی فلاح و راحت میں اضافہ ہو جن کی حکومت قضا و قدر نے اعلیٰحضرت کے دست قدرت میں سونپی ہے اور ممالک محروسہ کے مخصوص مسائل کے چوتھائی صدی کے تجربے اور سالہا سال کے غور و فکر کے بعد میں وثوق کے ساتھ اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ مذکورۂ بالا مقاصد کے حاصل کرنے کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ ممالک محروسہ کے ہر متنفس کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دیا جائے کہ جب اپنے ملک کی شاہراہوں پر چلے تو اُسے یہ محسوس ہو کہ اس کی تشکیل و تعمیر میں میرا بھی حصہ ہے....،

یہ ہے وہ تعمیری نصب العین جس کو اعلیٰحضرت سلطان العلوم کے بذل
ونوال اور سیاسی تدبیر و فرزانہ حکمت عملی کی صدائے بازگشت کہا جاسکتا ہو
انہیں عاقلانہ اصول کو بہ طریق احسن قوت سے فعل میں لانے کے لئے جس طرح
مجالس لوکلفنڈ کی بناء اضلاع میں ڈالی گئی تھی۔ اُسی طرح جدید قانون کے تحت بلدیہ کا
قیام دارالسلطنت میں عمل میں لایا گیا ہے درحقیقت یہ وہ درس گاہیں ہیں جہاں نہ صرف تنظیم اور اشتراک عمل کا سبق
پڑھایا جاتا ہے بلکہ رعایائے ملک کو عملی طور پر اپنے افعال کی ذمہ داری سکھائی جاتی ہے اور باہمی صلاح و فلاح کی صلاحیت
پیدا کیجاتی ہے ملک کے ہونہار نوجوانوں کو چاہیئے کہ ان بیش قیمت خیالات کو اپنا لائحہ عمل بنائیں، نسلی، قومی، ومذہبی
امتیاز کو دور کرکے ایک قومیت میں منسلک ہوجائیں اور سب ملکر اپنے بادشاہ و جہاہ کی حکومت کی قوت اور سلطنت کی
وسعت میں سعی کریں؛

ہندوستان کی تعلیمی و سیاسی رہنمائی کریں اور اقوام عالم میں اپنی قوم کے لئے بھی عزت و وقار کی جگہ محفوظ کرائیں ان
تمام ترقیات کے ذکر سے جو ممالک محروسہ سرکار عالی کے ہر شعبے اور ہر ادارہ میں رونما ہیں دو مقاصد پیش نظر ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے
ترقی یافتہ موقف کا علم حاصل کرکے آگے بڑھنے کی شاہراہ متعین کریں، دوسرے یہ کہ اعلیٰحضرت بندگانعالی کی اُس عظمت و اقتدار،
فراست و تدبیر کے شکر گزار ہوں جو رہتی دنیا تک حیدرآباد جدید کی تمام آئندہ ترقیوں پر آسمان کی طرح سایہ فگن رہیں گی فقط

سرفرازی تو بنیقام و تلوار
۱۸ مئی ۱۹۳۶ء میں نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس رائٹ آنریبل کے اعزازی خطاب کے لوازمہ میں بجانب حکومت سرکار عالی یہ نیقام و تلوار
قیمتی سوا پانچ ہزار روپیہ سکہ عثمانیہ .... سے سرفراز فرمائے گئے

اس سال ایسٹر کی تعطیلات میں حکومت سرکار عالی کی ریلوے کا رعایتی اعلان شایع ہوا ہے۔ کہ ایام تعطیلات کی مدت تک صرف
(صہ) روپیہ کا ٹکٹ خرید کر ہر شخص ممالک محروسہ سرکار عالی کی وسیع ریلوں کے ذریعہ جہاں چاہے ملک سرکار عالی میں سفر کرسکتا ہے۔
یہ غیر معمولی رعایت اس لئے عدیم النظیر و مستحسن ہے کہ ایک جانب ریلوے کی آمدنی میں اضافہ ہوگا تو دوسری طرف رعایا ر سرکار عالی
ایسے موقع کے استفادہ سے اپنے مقاصد میں ہر طرح فلاح و بہبود نتائج حاصل کرسکتی ہے۔ چنانچہ ہزاروں اشخاص نے اس موقع کو
غنیمت جانکر سفر کیا۔ اور متمتع ہوئے۔

یوں تو اکثر تقاریب (مثلاً جنوری۔ اعراس۔ وجاتراؤں) کے مواقع پر ریلوے کا رعایتی اعلان ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اس طرح
کے غیر معمولی رعایتی اعلان کا یہ پہلا موقع ہے۔ جو محض اعلیٰحضرت کے فیض بخش درخشاں دور کی امتیازی خصوصیت ہے۔

خطاب یافتگان عہد بندگان حضرت اقدس و اعلیٰ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ

سلسلہ	نام	خطاب
۱	شاہزادہ نواب میر حمایت علیخان بہادر	اعظم جاہ والاشان
۲	شاہزادہ نواب میر شجاعت علیخان بہادر	معظم جاہ والاشان
۳	شہزادی صاحبہ درشہوار	دردانہ بیگم
۴	شہزادی صاحبہ نیلوفر	فرحت بیگم
۵	مرشد زادہ نواب میر محمد محی الدین علیخان بہادر	بسالت جاہ
۶	صاحبزادہ نواب میر کاظم علیخان بہادر	کاظم جاہ
۷	صاحبزادہ نواب میر عابد علیخان بہادر	عابد جاہ
۸	صاحبزادہ نواب میر حشمت علیخان بہادر	حشمت جاہ
۹	صاحبزادہ نواب میر ہاشم علیخان بہادر	ہاشم جاہ
۱۰	صاحبزادہ نواب میر تقی علیخان بہادر	تقی جاہ
۱۱	صاحبزادہ نواب میر بشارت علیخان بہادر	بشارت جاہ
۱۲	صاحبزادہ نواب میر رجب علیخان بہادر	رجب جاہ
۱۳	صاحبزادہ نواب میر سعادت علیخان بہادر	سعادت جاہ
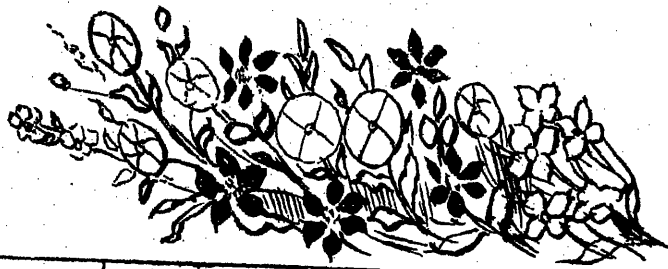
سلسلہ	نام	خطاب
۱۴	صاحبزادہ نواب میر جواد علی خاں بہادر	جواد جاہ
۱۵	صاحبزادہ نواب میر برکت علی خاں بہادر	کرم جاہ
۱۶	محمد رحیم الدین خاں صاحب	رحیم نواز جنگ بہادر
۱۷	محمد سکندر الدین خاں صاحب	سکندر نواز جنگ بہادر
۱۸	محمد مظفر الدین خاں صاحب	مظفر نواز جنگ بہادر
۱۹	محمد فرید الدین خاں صاحب	فرید نواز جنگ بہادر
۲۰	محمد نذیر الدین خاں صاحب	نذیر نواز جنگ بہادر
۲۱	میر قدرت علی خاں صاحب	قدرت نواز جنگ بہادر
۲۲	میر تلاوت علی خاں صاحب	تلاوت جنگ بہادر
۲۳	سر احمد حسین صاحب	امین جنگ بہادر
۲۴	مرزا نذیر بیگ صاحب	نذیر جنگ بہادر
۲۵	ڈاکٹر شاہ میر خاں صاحب	شاہ میر جنگ بہادر
۲۶	آغا نصر اللہ خاں صاحب	ناصر یار جنگ بہادر
۲۷	حافظ جلیل حسن صاحب جلیل	فصاحت جنگ بہادر
۲۸	منظور احمد صاحب	منظور جنگ بہادر
۲۹	میجر حبیب ابوبکر صاحب	حبیب یار جنگ بہادر
۳۰	سید عقیل صاحب	عقیل جنگ بہادر
۳۱	حکیم احمد علی صاحب	حکمت جنگ بہادر
۳۲	لطف الدین خاں صاحب	لطافت جنگ لطف الدولہ بہادر
۳۳	معین الدین خاں صاحب	اعانت جنگ معین الدولہ بہادر

جاگیر دار

سمشیر نواز جنگ مرحوم و مغفور سابق سلطان مکلہ

موجودہ سلطان مکلہ - و جمعدار و جاگیر دار
سلطنت حیدر آباد دکن

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

جاگیرداران

نواب مہدی جنگ بہادر

نواب کمال یار جنگ بہادر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

نواب آغا یار جنگ بہادر

نواب لطیف نواز جنگ بہادر

نواب اصغر نواز جنگ بہادر جاگیردار

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس

سلسلہ	نام	خطاب
۳۴	سید مہدی حسن صاحب بلگرامی	مہدی یار جنگ بہادر
۳۵	رحیم الدین خاں صاحب	رحیم یار جنگ بہادر
۳۶	سید محی الدین علی خاں صاحب	محی الدین یار جنگ بہادر
۳۷	سید سردار علی خاں صاحب	سردار نواز جنگ بہادر
۳۸	سعادت خاں صاحب	سعادت جنگ بہادر
۳۹	غلام محمد صاحب	محمد یار جنگ بہادر
۴۰	زین العابدین صاحب بلگرامی	عابد نواز جنگ بہادر
۴۱	سر محمد اکبر نذر علی حیدری	حیدر نواز جنگ بہادر
۴۲	مولوی حبیب الرحمن خانصاحب شیروانی	صدر یار جنگ بہادر
۴۳	مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب	مرزا یار جنگ بہادر
۴۴	آغا شاہ رخ شاہ صاحب	شاہ رخ یار جنگ بہادر
۴۵	فخر الدین احمد خاں صاحب	فخر یار جنگ بہادر
۴۶	محمد علی صاحب	محمد نواز جنگ بہادر
۴۷	سید راس مسعود صاحب	مسعود جنگ بہادر
۴۸	غلام اکبر خاں صاحب	اکبر یار جنگ بہادر
۴۹	احمد علی صاحب	علی نواز جنگ بہادر
۵۰	سید احمد اللہ صاحب	احمد نواز جنگ بہادر
۵۱	سید نور الضیاء الدین صاحب	ضیاء یار جنگ بہادر
۵۲	حیدر جیون بیگ صاحب	جیون یار جنگ بہادر

سلسلہ	نام	خطاب
۵۳	محمد ابراہیم فاروقی صاحب	فاروق یار جنگ بہادر
۵۴	ڈاکٹر سراج الحسن صاحب	سراج یار جنگ بہادر
۵۵	عبداللطیف خاں صاحب	لطیف یار جنگ بہادر
۵۶	عبدالصمد خاں صاحب	صمد یار جنگ بہادر
۵۷	لطیف احمد مینائی صاحب اختر	اختر یار جنگ بہادر
۵۸	حبیب اللہ صاحب ادیب	ادیب یار جنگ بہادر
۵۹	سید جعفر حسین صاحب	جعفر یار جنگ بہادر
۶۰	وحید الدین صاحب	وحید جنگ بہادر
۶۱	حسن الدین خاں صاحب	حسن یار جنگ بہادر
۶۲	وحید الدین خاں صاحب	وحید یار جنگ بہادر
۶۳	ہاشم معز الدین صاحب	ہاشم یار جنگ بہادر
۶۴	ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب	ناظر یار جنگ بہادر
۶۵	میر عنایت حسین خاں صاحب	عنایت جنگ بہادر
۶۶	دیوان بہادر کشما چاری	راجہ بہادر
۶۷	عبداللہ رضوی صاحب	معبود نواز جنگ بہادر
۶۸	یوسف حسین خاں صاحب	یوسف جنگ بہادر
۶۹	آغا محمد علی خاں صاحب	آغا یار جنگ بہادر
۷۰	معشوق حسین خاں صاحب	معشوق یار جنگ بہادر
۷۱	نثار احمد صاحب	نثار یار جنگ بہادر
۷۲	معین الدین حسین صاحب	معین یار جنگ بہادر
۷۳	سخاوت حسین صاحب	سخاوت جنگ بہادر
۷۴	میر سردار علی خانصاحب	سردار جنگ بہادر
۷۵	میر قادر علی خاں صاحب	قادر جنگ بہادر

سلسلہ	نام	خطاب
۷۶	مرزا خسرو بیگ صاحب	خسرو یار جنگ بہادر
۷۷	مرزا انور بیگ صاحب	انور یار جنگ بہادر
۷۸	مسٹر رستم جی فریدو جی	رستم جنگ بہادر
۷۹	حافظ محمد یٰسین صاحب	یٰسین جنگ بہادر
۸۰	محمد اصغر صاحب	اصغر یار جنگ بہادر
۸۱	وینکٹ راما ریڈی صاحب	راجہ بہادر
۸۲	راجہ شامراج صاحب	راج ونت بہادر
۸۳	رام دیو صاحب	راجہ بہادر
۸۴	پنڈت گیر راؤ صاحب	راجہ بہادر
۸۵	محمد بہادر خاں صاحب	بہادر یار جنگ بہادر
۸۶	اصغر حسین صاحب	اصغر نواز جنگ بہادر
۸۷	تراب علی خاں صاحب	تراب یار جنگ بہادر
۸۸	کمال الدین حسین خاں صاحب	کمال یار جنگ بہادر
۸۹	محمد علی خاں صاحب	علی یار جنگ بہادر
۹۰	کاظم حسین صاحب	کاظم یار جنگ بہادر
۹۱	زین الدین حسین صاحب	زین یار جنگ بہادر
۹۲	ڈاکٹر رستم جی کورلا والا	رستم یار جنگ بہادر
۹۳	ڈاکٹر شاوک شاہ تاراپور	شاوک یار جنگ بہادر
۹۴	مسٹر کیقباد	کیقباد جنگ بہادر
۹۵	میر مصاحب علی صاحب	مصاحب جنگ بہادر
۹۶	محمد رحمت اللہ صاحب	رحمت یار جنگ بہادر
۹۷	میر مہدی علی خاں صاحب	مہدی جنگ بہادر
۹۸	علی محمد خاں صاحب	فخر نواز جنگ بہادر
۹۹	مرزا ابوالحسن صاحب	حسن نواز جنگ بہادر
۱۰۰	رائے بشیشو رناتھ صاحب	راجہ بہادر
۱۰۱	کندن لعل صاحب	راجہ بہادر
۱۰۲	سید زین العابدین صاحب	ساجد یار جنگ بہادر
۱۰۳	مرزا عبد اللطیف خاں صاحب	لطیف نواز جنگ بہادر
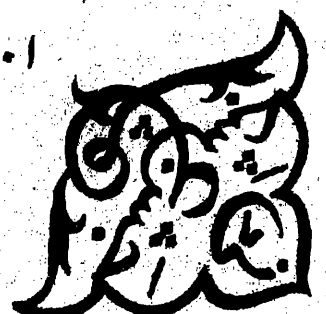
سلسلہ	نام	خطاب
۱۰۴	امیر سلطان صاحب	سلطان یار جنگ بہادر
۱۰۵	میر اصغر علی صاحب	اصغر جنگ بہادر
۱۰۶	مہدی علی صاحب شتید	شتید یار جنگ بہادر
۱۰۷	میر بہادر علی صاحب	بہادر نواز جنگ بہادر
۱۰۸	خواجہ پرشاد صاحب	راجہ بہادر
۱۰۹	دھونڈے راج صاحب	راجہ بہادر
۱۱۰	ترمبھک راج صاحب	راجہ بہادر
۱۱۱	ڈاکٹر وی۔ ایس۔ راج	راجہ بہادر
۱۱۲	رشید الدین خاں صاحب	رشید نواز جنگ بہادر
۱۱۳	غازی الدین احمد صاحب	غازی یار جنگ بہادر
۱۱۴	احسن الزماں صاحب	احسن یار جنگ بہادر
۱۱۵	مسٹر داراب جی چینائی	داراب جنگ بہادر
۱۱۶	مرزا داؤد علی خاں صاحب	داؤد جنگ بہادر

گول میز کانفرنس
موقوعہ لندن

مابین ۱۹۳۱ء لغایت ۱۹۳۳ء تین سال کے درمیان بمقام لندن گول میز کانفرنس کے تین عظیم الشان اجلاس منعقد ہوئے جہاں [illegible] نشستیں
ہندوستان و دیسی ریاستوں کی سیاستوں کے خاص مسائل کا حل تھا۔ حیدر آباد کی جانب سے حکیم السیاست اعلیٰحضرت بندگانعالی نے نواب
سر حیدر نواز جنگ بہادر کو نمائندہ خصوصی منتخب کرکے روانہ فرمایا تھا آپ نے گول میز کانفرنس کی تینوں نشستوں میں شرکت کی اور اعلیٰحضرت (خلد اللہ ملکہ)
کی ہدایات و رہنمائی کی صحیح تعمیل میں نمائندگی کا پورا پورا حق ادا کیا۔ بعض اجلاسوں میں دیگر ارکان کونسل (یعنی نواب مہدی یار جنگ بہادر
نواب سر امین جنگ بہادر، کرنل ٹرنچ وغیرہ) بھی روانہ کئے گئے تھے۔ ان ارباب حکومت نے بھی صدر نمائندہ کو قیمتی مشوروں سے مدد دی۔
تمام دیسی ریاستوں کے نمائندوں میں حیدرآباد کی نمائندگی کو ہر طرح تفوق حاصل رہا۔ اس مہتم بالشان کام کی
تفصیل بہ لحاظ خوشگوار نتائج پر منتج ہوگی جس کے آثار ہویدا ہیں۔

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

داؤد منزل میں نزول اجلال حضرت اقدس و اعلیٰ و خانوادۂ شاہی کا یادگاری گروپ

حیدرآباد میں رزیڈنسی کا قیام

اور
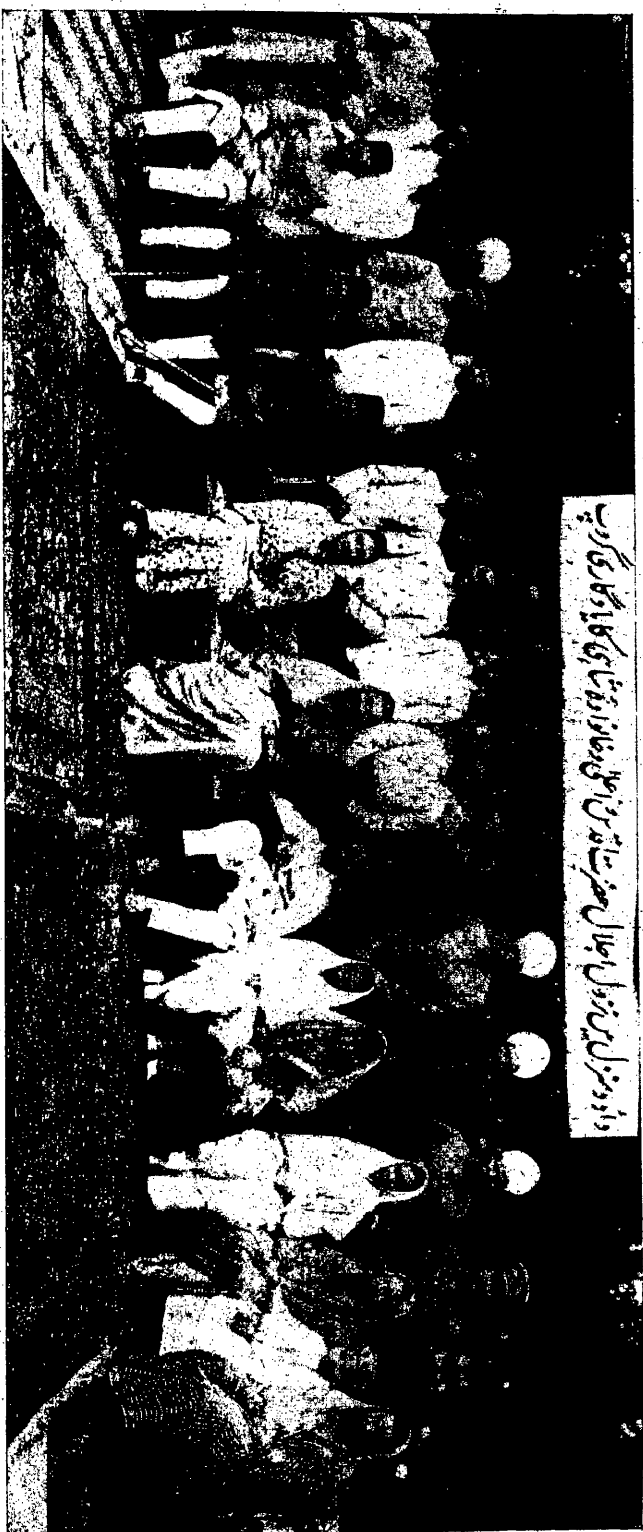
حیدرآباد کے رزیڈنٹ

آج سے (۱۵۷) سال قبل ۱۷۷۹ء میں حیدرآباد میں رزیڈنسی کا قیام عمل میں آیا۔ سب سے پہلے رزیڈنٹ مسٹر ہالینڈ ۶؍ اپریل ۱۷۷۹ء میں حیدرآباد کے رزیڈنٹ مقرر ہوئے جو ۱۷۸۰ء تک اپنی خدمت پر مامور رہے۔

دوسرا رزیڈنٹ مسٹر گرانٹ ۱۷۸۰ء تا ۱۷۸۴ء

تیسرا۔ رزیڈنٹ مسٹر آر جونس ۱۷۸۴ء تا ۱۷۸۸ء

چوتھا رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن کنوے ۱۷۸۹ء تا ۱۷۹۴ء

پانچواں رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن ڈبلیو اے کرک پیٹرک ۱۷۹۴ء تا ۱۷۹۷ء

چھٹا رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن جے۔ اے۔ کرک پیٹرک ۱۷۹۸ء تا ۱۸۰۵ء

اس چھٹے رزیڈنٹ کو حکومت سرکار عالی کی جانب سے حشمت جنگ کا خطاب سرفراز ہوا تھا جن کے نام سے اب تک حشمت گنج موسوم ہے۔ جو علاقہ رزیڈنسی حال موسوم سلطان بازار میں واقع ہے اس رزیڈنٹ نے حیدرآباد کے ایک رئیس کی لڑکی خیرالنساء بیگم کے ساتھ جو میر عالم کے خاندان سے تھی ہندوستانی رسم و رواج کے مطابق شادی کی تھی اور اس بیگم کے لئے رزیڈنسی میں ایک محل تعمیر کرایا تھا جس کا نام رنگین محل ہے۔ اس رزیڈنٹ کا انتقال حیدرآباد ہی میں ہوا جو احاطہ کوٹھی کے اندر مدفون ہے ان کے دو لڑکے جو خیرالنساء بیگم کے بطن سے تھے انگلستان روانہ کردئے گئے۔

ساتواں رزیڈنٹ مسٹر اے ایچ سیکس ۱۸۰۵ء تا ۱۸۰۶ء۔

اٹھواں رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن ٹی سڈہم ۱۸۰۶ء تا ۱۸۱۰ء

نواں رزیڈنٹ مسٹر لفٹننٹ سی بیلس ۱۸۱۰ء تا ۱۸۱۱ء

دسواں رزیڈنٹ مسٹر سر تھری سیلس ۱۸۱۱ء تا ۱۸۲۰ء

گیارہواں رزیڈنٹ مسٹر سر چارس مٹکاف ۱۸۲۰ء تا ۱۸۲۵ء

بارہواں رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن ایچ۔ سی بیارٹ اگسٹ تا سپٹمبر ۱۸۲۵ء

تیرہواں رزیڈنٹ مسٹر ڈبلیو۔ بی۔ بارٹن ۱۸۲۵ء تا ۱۸۳۰ء

چودہواں رزیڈنٹ مسٹر ای۔ سی۔ اونشا اگسٹ تا نومبر ۱۸۳۰ء

پندرہواں رزیڈنٹ مسٹر کرنل جے۔ رسٹورٹ ۱۸۳۰ء تا ۱۸۳۸ء

سولہواں رزیڈنٹ مسٹر میجر جے۔ سی کیامرن جنوری تا جون ۱۸۳۸ء

سترہواں رزیڈنٹ مسٹر بریگیڈیر جے دہب سی بی جون تا جولائی ۱۸۳۸ء

اٹھارواں رزیڈنٹ مسٹر میجر بی ٹامکنس جولائی تا سپٹمبر ۱۸۳۸ء

انیسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر جنرل جے۔ ایس فریزر ۱۸۳۸ء تا ۱۸۵۲ء

بیسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر ڈیوڈسن ۱۸۵۲ء تا ۱۸۵۳ء

اکیسواں رزیڈنٹ مسٹر جنرل لو۔ سی۔ بی مارچ تا سپٹمبر ۱۸۵۳ء۔

بائیسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر آر ڈیو ڈسن سپٹمبر تا نومبر ۱۸۵۳ء

مولفہ محمد فاضل

تیئسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر جے ایس۔ ایس۔ بی سنہ ۱۸۵۳ء تا سنہ ۱۸۵۶ء

چوبیسواں رزیڈنٹ مسٹر کیپٹن اے آر تھارن ہل سنہ ۱۸۵۶ء تا سنہ ۱۸۵۷ء

پچیسواں رزیڈنٹ مسٹر کرنل آر ڈیوڈسن سنہ ۱۸۵۷ء تا سنہ ۱۸۶۲ء۔

چھبیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر جارج یول جنوری تا اپریل سنہ ۱۸۶۳ء
ستائیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر رچرڈ ٹمپل سنہ ۱۸۶۳ء تا سنہ ۱۸۶۸ء
اٹھائیسواں رزیڈنٹ مسٹر جے۔ جی کارڈری جنوری تا مارچ سنہ ۱۸۶۸ء۔

انتیسواں رزیڈنٹ مسٹر ایچ۔ اے۔ راٹیرسن مارچ تا مئی سنہ ۱۸۶۸ء
تیسواں رزیڈنٹ مسٹر جے۔ جی کارڈری مئی تا جون سنہ ۱۸۶۸ء
اکتیسواں رزیڈنٹ مسٹر سی۔ بی سانڈرس سنہ ۱۸۶۸ء تا سنہ ۱۸۷۲ء
بتیسواں رزیڈنٹ مسٹر کرنل پی۔ ایس پیمڈن جولائی تا دسمبر سنہ ۱۸۷۲ء
تینتیسواں رزیڈنٹ مسٹر سی۔ بی سانڈرس سنہ ۱۸۷۲ء تا سنہ ۱۸۷۵ء
چونتیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر رچارڈ میٹ سنہ ۱۸۷۵ء تا سنہ ۱۸۸۱ء
پینتیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر اسٹیوریٹ بیلے سنہ ۱۸۸۱ء تا سنہ ۱۸۸۲ء
چھتیسواں رزیڈنٹ مسٹر میجر جی۔ ایچ ٹربور جون سنہ ۱۸۸۲ء
سینتیسواں رزیڈنٹ مسٹر ڈبلیو بی جونس سنہ ۱۸۸۲ء
اڑتیسواں رزیڈنٹ مسٹر جے۔ جی کارڈری سنہ ۱۸۸۳ء تا سنہ ۱۸۸۴ء
انتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر الیور سینٹ جان سنہ ۱۸۸۴ء تا سنہ ۱۸۸۶ء
چالیسواں رزیڈنٹ مسٹر کرنل وی۔ سی۔ راس اپریل تا اکتوبر سنہ ۱۸۸۶ء
اکتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر جے۔ جی کارڈری اکتوبر سنہ ۱۸۸۶ء
بیالیسواں رزیڈنٹ مسٹر ڈی رابرٹسن سنہ ۱۸۸۶ء تا سنہ ۱۸۸۸ء
تینتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر اے۔ پی۔ ہول سنہ ۱۸۸۸ء تا سنہ ۱۸۸۹ء

چوالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر ڈینس فز پیٹرک اگسٹ تا نومبر سنہ ۱۸۸۹ء

پینتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر ٹی ہلوڈن سنہ ۱۸۹۱ء تا سنہ ۱۹۰۰ء

چھیالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر ڈیوک پارک سنہ ۱۹۰۰ء تا سنہ ۱۹۰۵ء

سینتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر سر چارلس بیلی سنہ ۱۹۰۵ء تا سنہ ۱۹۰۸ء

اڑتالیسواں رزیڈنٹ مسٹر میر سجل اڈویر سنہ ۱۹۰۸ء تا سنہ ۱۹۱۱ء۔

انچاسواں رزیڈنٹ مسٹر سر الگزنڈر پنچھے سنہ ۱۹۱۱ء تا سنہ ۱۹۱۴ء
پچاسواں رزیڈنٹ مسٹر ایس۔ یم فریڈ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء
اکاونواں رزیڈنٹ مسٹر سر الگزنڈر پنچھے سنہ ۱۹۱۴ء تا سنہ ۱۹۱۶ء۔

باونواں رزیڈنٹ مسٹر سر اسٹیوریٹ فریزر سنہ ۱۹۱۶ء تا سنہ ۱۹۱۹ء
ترپنواں رزیڈنٹ مسٹر سی۔ ایس رسیل سنہ ۱۹۱۹ء تا سنہ ۱۹۲۴ء
چوپنواں رزیڈنٹ مسٹر ڈبلیو پی بارٹن سنہ ۱۹۲۴ء تا سنہ ۱۹۳۰ء
ان کے کچھ عرصہ رخصت کے زمانہ میں مسٹر بل۔ یم کریپ منصرم رزیڈنٹ بھی تھے۔
پچپنواں رزیڈنٹ مسٹر ٹی۔ ایچ کیزر سنہ ۱۹۳۰ء تا یکم جولائی سنہ ۱۹۳۳ء
چھپنواں رزیڈنٹ مسٹر میکنزی یکم جولائی سنہ ۱۹۳۳ء سے تا حال

ہز مجسٹی جارج پنجم کا خاص خط

اعلیحضرت حضور نظام آصف سابع خلد اللہ ملکہٗ کے نام

جس میں اعزازی لقب و خاص خطاب "یار وفادار حکومت برطانیہ" سے مخاطب فرمایا گیا ہے جس کا اعادہ گول میز کانفرنس موقوعہ لندن میں بھی اثناء تقریرات سر اکبر حیدری نمایندۂ حیدرآباد دکن و سر سیموئیل ہور وزیر ہند ہو چکا ہے جو بجنسہ درج ذیل ہے۔

قصر بکنگھم - ۲۴ جنوری ۱۹۱۸ء ان زبردست خدمات کے لیے جو آپ نے دورانِ جنگ میں میری سلطنت کی خاص انجام دی ہیں اپنے جذبۂ پسندیدگی و ستائش کے اظہار میں آپ کو ہز اگزالٹڈ ہائنس کا خاص خطاب اور رسماً "یار وفادار حکومت برطانیہ" کا اعزازی لقب عطا کر کے جس کے ذریعہ یور اگزالٹڈ ہائنس اور آپ کے اجداد نے میرے اجداد اور میرے ساتھ اپنی وفاکیشی پر ایک عرصہ سے دولت برطانیہ اور ریاستِ حیدرآباد کے ابتدائی معاہدات پر دستخط ثبت کیے اور بعد میں ہندوستان کے غدر کے وقت بھی زور دیتے رہے ہیں مجھے بڑی طمانیت حاصل ہو رہی ہے یور اگزالٹڈ ہائنس نے پھر بذاتِ خود اہم وقت میں جس سے ہندوستان کے ایک فائدہ سلاطنی فرمانروائی حیثیت سے یور اگزالٹڈ ہائنس لطف اندوز ہیں اس تاریخی لقب کو حاصل کرنے کا صاف صاف ثبوت دیدیا ہے۔ آپ کی وفاکیشی اس جنگ کے ابتدائی مہینوں ہی میں اس اعلان کے ذریعہ حاصل ہو گئی جس میں آپ کی رعایا اور سارے ہندوستان کے اہم مذہبوں کو آپ نے یہ فریضہ سکھایا تھا کہ میرے تخت و سلطنت سے مضبوط و مستقل عقیدت

رکھیں جنگ سے متعلقہ اغراض کے لیئے وقتاً فوقتاً
یور اکزالٹڈ ہائنس نے جو مفید فیاضیاں دکھائی ہیں اِن سے
اِس پائدار رشتہ کی مضبوطی کی پائیدار اور عام شہادت مل رہی ہے
جو برطانیہ عظمیٰ اور حیدرآباد کی قسمتوں کو متحد کرتی ہے۔

اِس تمنا کے ساتھ کہ یور اکزالٹڈ ہائنس صحت اور خوش حالی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے آپ
ایک عرصۂ دراز تک سلامت رہیں۔ میں اپنے دستخط کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص دوست اور شاہنشاہ جارج پنجم

یار وفادار کا خطاب خالی خولی نہیں ہے

برطانیہ "نظام حیدرآباد" کی دوستی میں پکّا رہیگا

سر اکبر اور وزیر ہند کی تقریر

سر اکبر حیدری کی تقریر

لندن ۶ اکتوبر ۱۹۳۱ء۔ حیدرآبادی وفد گول میز نے سر سیموئیل ہور اور لیڈی ہور کے اعزاز میں ہائیڈ پارک ہوٹل میں ایک ضیافت ترتیب دی۔

ایک سو تیس سے زیادہ مہمان مدعو تھے جن میں حضرت ولیعہد بہادر و برادر معظم جاہ بہادر بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ مہمانوں میں لارڈ ہیلے، سر چارلس اور لیڈی وڈ، مسٹر روزیک جونس، سر اسٹیورٹ اور لیڈی فریزر، سر آغا خاں، و بیگم آغا خاں کے علاوہ گول میز کے اراکین کی ایک بڑی تعداد تھی۔

سر اکبر نے "جام وفاداری" تجویز کیا اور سر سیموئیل ہور وزیر ہند نے حضرت اقدس و اعلیٰ کا جام صحت تجویز کیا۔

مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے سر اکبر نے کہا کہ جب انگلستان کی

حکومت میں تغیر ہوا تو ہندوستان کے لیے ایک اہم سوال یہ تھا
کہ وزیر ہند کون ہوگا کیونکہ بہت کچھ انحصار وزیر ہند کی شخصیت
ہمدردی اور قابل رسائی ہونے پر ہے۔ سر سیموئیل ہور ہندوستان کے لیے
کوئی اجنبی نہیں ہیں۔ سب کو یاد ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ جدید دہلی کو
پرواز کی تھی۔ گول میز کے نمایندوں کو سر سیموئیل ہور کی ہندوستان کے ساتھ دلچسپی کا کافی ثبوت مل چکا ہے اور
وہ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے بہت سے مسائل کے صحیح حل تک پہنچنے کے وہ کس قدر متمنی ہیں اور وہ صورتِ حال کے
حقایق سے کس قدر باخبر ہیں۔

سر اکبر حیدری نے سلسلۂ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اکثر ان کو یہ الزام دیا گیا ہے کہ وہ سیاسیات میں قدامت
پرست ہیں کیونکہ وہ قومی جدوجہد کی ترقی میں پُرامن ترقی اور جماعت سیاسیہ کے استحکام کے متمنی رہے ہیں۔ حیدرآباد نے
اسی جذبہ کے تحت گول میز میں حصہ لیا ہے اور وفاقیہ کا ساتھ دیا ہے اپنے کسی خاص مقصد کے لیے نہیں بلکہ عام
تصفیہ میں مدد دینے کی غرض سے۔

حیدرآباد کوئی فصل دور نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ گول میز میں کسی خود غرضی کو لے کر شریک ہوا ہے اور وہ وفاق میں
شرکت سے پہلے کسی صلہ کا بطور شرط کے متمنی نہیں ہے۔ سرکار عالی کی پالسی کا ہمیشہ سے مقصد یہ رہا ہے کہ استحکام
حاصل کیا جائے تاکہ معاشی اور دیگر صیغہ جات میں مسلسل ترقی کو یقینی طور پر حاصل کیا جائے۔ تقریر کرتے ہوئے
سر اکبر حیدری نے کہا کہ حیدرآباد برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ اپنی دوستی کو پالسی کا اہم جزو قرار دیا ہے خواہ حالت جنگ ہو
یا حالتِ امن۔ حیدرآباد نے کبھی اپنے وفادارانہ تعلقات کو متزلزل نہیں کیا اس کے جواب میں حیدرآباد نے استحکام
اور اپنی پالسی میں آزادی کی خواہش کی تاکہ وہ ایسی پالسی اختیار کر سکے جو ممالک محروسہ کے باشندوں کی ضروریات کے
مناسب ہو۔

سر سیموئیل ہور کی تقریر

سر سیموئیل ہور نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ جب میں نے ہندوستان کو پرواز کی تھی تو اس وقت مجھے بمشکل
یہ خیال آسکتا تھا کہ ہمارے اُفق پر ہندوستان اس قدر نمایاں ہو جائے گا افسوس ہے کہ مجھے حیدرآباد جانے کا موقع نہیں ملا
میرے اور میری بیوی کی دوسری پرواز کے وقت اس کو بھی مسرت حاصل ہوگی۔
میں حضور نظام کو ان کے فیصلہ کی دانشمندی پر مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے ایک ایسے شخص کو حیدرآباد کا
نمایندہ بنا کر بھیجا جو ہماری کارروائیوں کی نمایاں شخصیتوں میں سے ہے۔
سر اکبر حیدری نے ہمیشہ دوستانہ لیکن صاف صاف حیدرآباد کی نمایندگی
کی ہے میں نے دیکھا ہے کہ جب گول میز کے نمایندے حیدرآباد سے
سوئیل دور جا پڑتے ہیں تو وہ صرف سر اکبر حیدری ہی تھے جو

اس ردِ عمل کی طرف توجہ دلاتے تھے جو گول میز کے فیصلوں کی وجہ سے حیدرآباد پر پڑتا تھا اس قدر عمدہ طریقے پر انہوں نے نمایندگی کی۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ کانفرنس کے عمومی نقطۂ نظر سے ہمارے درمیان ایک ایسی شخصیت کا وجود بہت بیش قیمت ہے جو نہ صرف ریاست کے مفاد کی نمایندگی کرتی ہے بلکہ سارے ہندوستان کے وفاق کے عام کام میں (جس کی تعمیر میں ہم مصروف ہیں) دور اندیشانہ اور ہمدردانہ دلچسپی لیتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ لندن میں حیدرآباد کے دو شہزادگان کا وجود ایک مہتم بالشان واقعہ ہے توقع ہے کہ وہ اپنے درود کی خوشگوار یاد لیتے جائیں گے جو ایشیا اور یورپ کے باہمی تعلقات کا ایک اہم واقعہ ہے۔ نظام حیدرآباد کو ملک معظم کے یار وفادار کا لقب حاصل ہے جس کی یورپ میں نظیر نہیں ملتی۔ یہ لقب کوئی خالی خولی نہیں ہے۔ نظام حیدرآباد تاریخ میں برطانوی حکومت کے نازک وقت میں ہمیشہ برطانیہ کا سیدھا ہاتھ رہے ہیں۔ جس طرح حضور نظام حیدرآباد برطانیہ عظمیٰ کی دوستی میں وفادار ہے۔ اس طرح برطانیہ کا بھی یہ مصمم ارادہ ہے کہ وہ اپنی دوستی میں راسخ و مستحکم رہے۔

سر سیموئیل ہور نے تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ مشرق و مغرب کے باہمی تعلقات میں خواہ کوئی تغیر ہو اگر کوئی چیز برقرار رہے گی تو وہ برطانیۂ عظمیٰ کا باہمی وفادارانہ رشتۂ دوستی اور حضور نظام کی ملک معظم کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری ہے۔

جنگِ عظیم یورپ میں اعلیٰحضرت کی امداد سلطنتِ برطانیہ کو

سنہ ۱۹۱۴ء میں جبکہ یورپ میں جنگ عظیم چھڑ گئی تھی اس وقت سلطنت برطانیہ کے موت و حیات کا سوال درپیش ہو گیا تھا اسی باعث یہ سوال دنیا کی تاریخ میں نہایت اہم نظروں سے دیکھا جاتا ہے ایسے نازک وقت میں اعلیٰحضرت نواب سر میر عثمان علیخان بہادر نے سلطنت برطانیہ کے ساتھ جو وفاداری اور عملی دوستی کا ثبوت دیا ہے اسکی نظیر دنیا کی تاریخیں نہیں پیش کر سکتیں۔

چنانچہ حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنے دستور و خاندانی روایات کو پیش نظر رکھ کر اُس وقت اپنی آمدنی کے ذرائع دولت برطانیہ کے لیے وقف کر دیئے۔ اپنی پرل پیرویش ٹروپس کو مصر روانہ فرما کر فوجی مدد دی۔ ایک کرور چونسٹھ لاکھ روپیہ کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرمایا۔ اور پندرہ لاکھ روپیہ محکمہ بحریہ کی آبدوزی کے احکامات کے لیے دیئے۔ اسکے علاوہ جنگ کے ختم ہونے تک ہر قسم کے سامانِ حرب کی امداد کے ساتھ ساتھ مزید نو لاکھ روپے سے بھی برطانیہ عظمیٰ کی مدد فرمائی۔ اور اپنی عزیز رعایا کو ہزاروں کی تعداد میں بھرتی کر کے میدان کارزار میں روانہ فرمایا۔ آغاز سے اختتام جنگ تک باضابطہ مالی و فوجی امداد کے ساتھ ساتھ ان کا تمام خرچ بھی اعلیٰحضرت نے اپنے خزانہ سے ادا کیا حکومت ہند کی مالی مشکلات کے زمانہ میں چالیس لاکھ روپیہ کی چاندی کی اینٹیں متعدد بیش قیمت تحفہ و تحائف کا سلسلہ دوستانہ امانتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ جاری رکھا۔

حضور کی عدیم النظیر رواداری وفاداری او بیدار مغزی سے متاثر ہو کر احسان شناسی و اعتراف جمیل کے طور پر ۱۹۱۸ء میں اعلیٰحضرت کو "ہز اکز الٹڈ ہائی نس" کے لقب کے ساتھ "یار وفادار سلطنت برطانیہ" کے خطاب سے ملک معظم نے اپنے ایک دستخطی مکتوب کے ذریعہ مخاطب فرمایا۔

(۸۱)

عہد عثمانی میں حیدرآباد وارد شدہ وائسرائے
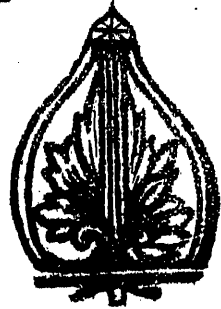
از تخت نشینی مبارک تا جوبلی ہمایوں

نمبر شمار	تاریخ و سنہ ورود حیدرآباد	نام وائسرائے مع لیڈی	مختصر کیفیت
۱	۲	۳	۴
۱	۲۴-آذر ۱۳۲۳ف ۲۲-شوال ۱۳۳۱ھ م ۲۹-اکتوبر ۱۹۱۳ء	ویرکسلنسی لارڈ و لیڈی ہارڈنج	ہز مجسٹی جارج پنجم کے مراسم تخت نشینی وجلوس کے وقت دہلی میں بعض ناعاقبت اندیش افراد کیجانب سے جو ناگوار حادثہ کو گذرا تھا اُسکے مدنظر حیدرآباد میں وائسرائے بہادر کی آمد کے انتظامات خاص اہمیت رکھتے تھے لیکن حیدرآباد میں پرامن طریق پر حسب دستور شان شایاں انتظامات عمل میں لائے گئے۔ اور بافضال الٰہی و باقبال خداوندی یہ معزز مہمان جملہ تقاریب و تفریحات میں شرکت کے بعد خیر خوبی سے مراجعت فرما ہوئے۔
۲	۲۲-اردی بہشت ۱۳۲۸ف م ۲۴-جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ م ۲۷-مارچ ۱۹۱۹ء	ویرکسلنسی لارڈ و لیڈی چیمسفورڈ	اس زمانہ میں ہندوستان کی عام اقتصادی حالت بالکل خراب تھی قحط و گرانی کے عذاب میں لوگ مبتلا و پریشان حال تھے۔ اکثر بلاد ہند میں لوٹ و غارتگری کی اطلاعین عام تھیں ہندوستان کا سیاسی مطلع مکدر تھا۔ ایسے پُرآشوب زمانہ میں وائسرائے بہادر کی حیدرآباد میں آمد سررشتہ پولس کے لئے بڑی اہم تھی۔ لیکن پولس کے حسن انتظامات اور ملک کے دستوری امن و اماں کے تحت حین قیام وائسرائے بہادر کوئی ناگوار بات رونما نہیں ہوئی۔ حکومت کے یہ معزز مہمان شاداں و فرحاں تمام تقاریب و رسوم میں شرکت کے بعد۔ بصد اطمینان و خیر واپس ہو گئے۔
۳	۲۸-دی ۱۳۳۳ف م ۲۱ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ م ۲۴ نومبر ۱۹۲۳ء	ویرکسلنسی لارڈ و لیڈی ریڈنگ	یہ زمانہ بھی ہندوستان میں سیاسی انقلابات اور خلافت کی سرگرم جدوجہد کا تھا باایں ہمہ حیدرآباد کی پرسکون فضا۔ حین قیام وائسرائے بہادر نہایت خوشگوار رہی اور وائسرائے بہادر بعد فراغ تقاریب شاہی۔ خیر خوبی سے واپس ہو گئے۔

	تاریخ	نام وائسرائے	
۴	۱۳ بہمن ۱۳۳۹ف م ۱۴ رجب ۱۳۴۸ھ م ۱۴ دسمبر ۱۹۲۹ء	ویرکسلنسی لارڈ و لیڈی اروِن	اس زمانہ میں ہندوستان کی حالت نہایت خراب و ناگفتہ بہ تھی۔ کانگریس کا تشدد۔ جدوجہد کے تحت عام گرفتاریاں

انقلاب پسندوں کی روک تھام حکومت برطانیہ کیلئے پریشان کن تھی۔ چنانچہ عام حالات کے تحت گول میز کانفرنس لندن میں نمایندوں کی شرکت نتیجہ کی ناکامی فضائے ہند کو خوف وخطر سے پُر کردی تھی۔ ایسے وقت میں بھی اس وائسرائے کی آمد پر حیدرآباد نے اپنے کامل امن وامان کا ثبوت دیا حکومت کے یہ مہمان بفضلہ خیر انجام سے واپس ہوگئے۔

۵	۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۲ف ۲۹ نومبر ۱۹۳۳ء	ہز ایکسلنسی لارڈ و لیڈی ولنگڈن	اسوقت بھی کانگریس کی انقلاب پسند فضاء کا دور دورہ تھا۔ وائسرائے بہادر کی ملائم پالیسی نے آخر میں فضائے گرم کو نرم کیا۔ بزمانہ قیام حیدرآباد مختلف مقامات کا معائنہ فرمایا۔ عہد عثمانی میں حیدرآباد کی شاندار ترقی پر خوشنودی کا اظہار کیا۔ اعلحضرت کو شاہزادوں کی شادی اور کرنل نواب مکرم جاہ بہادر کی ولادت باسعادت کی مبارکبادی جملہ تقاریب ورسوم میں باحسن الوجوہ شرکت کے بعد بخیروعافیت نہایت شاداں وفرحاں اس ریاست سے متعلق اپنے اچھے خیالات لیکر مراجعت فرما ہوئے۔ فقط۔
۶	۔	ہز ایکسلنسی لارڈ و لیڈی لن لتھگو	۱۷ اپریل ۱۹۳۶ء کو بذریعہ جہاز بحری ساحل ہند بمبئی پر فائز ہو کر اسی دن شام کے ساڑھے چار بجے عازم دہلی ہوئے اور اپنی خدمت وائسرائی کا جائزہ حاصل فرمایا۔ ۱۸ اپریل ۱۹۳۶ء کو لارڈ و لیڈی ولنگڈن بمبئی سے انگلستان روانہ ہوئے۔

جنگ عظیم یورپ کے خیر انجام اختتام پر اعلیحضرت حضور نظام اور ملک معظم کے درمیان مبارکبادی کے تہنیتی پیامات

تار منجانب حضور پرنور نواب میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ ہفتم شہریار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

"حکومت برطانیہ کے یار وفادار کی حیثیت سے یور امپریل مجسٹی کی خدمت میں برطانیہ عظمیٰ اور اس کے حلیفوں کی نمایاں فتح پر۔ نیز تمام دنیا پر چھائی ہوئی جنگ عظیم کے خاطر خواہ خاتمہ پر گرمجوشی کیساتھ اپنی عقیدتمندانہ ومخلصانہ مبارکباد و پیش کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ سارے عالم میں غیر متزلزل امن قائم ہوجائے۔ اور ان برکات میں اضافہ ہوجائے۔ جن سے ساری سلطنت برطانیہ آپکی درخشاں فرمانروائی میں مستفید ہو رہی ہے۔"

جوابی تار منجانب ملک معظم قیصر ہند جارج پنجم شاہ انگلستان

"اس ہولناک جنگ کے انجام پر آپ نے جو مہرآمیز اور موثر پیام روانہ فرمایا ہے۔ اُسکی میں بڑی قدر کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ ہمیں آئندہ بہ توفیق الٰہی دیرپا امن نصیب ہو۔ مجھے اس پر فخر وناز ہے کہ جنگ میں میری ہندوستانی افواج نے شاندار خدمات انجام دیں۔ اور یور اگزالٹیڈ ہائنس اور دیگر والیان وسرداران ہند نے ہمیشہ بڑے غیر متزلزل اور موثر طور پر امداد دی۔ ہندوستان کے رؤسا اور اس کے اقوام کی شجاعت کی یاد ہمیشہ ہمارے ذہن میں تا ابد تازہ رہے گی۔ میری تمنا ہے کہ افواج حیدرآباد کی گراں بہا خدمات پر آپکو بذات خود مبارکباد دوں۔"
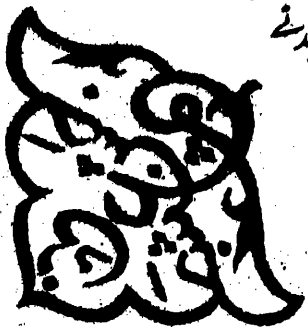
موجودہ شاہ انگلستان ۱۹۲۲ء میں شاہِ دکن کے مہمان

ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز حال ایڈورڈ ہشتم کا سفرِ سعید

قیصر موصوف زمانہ پرنس حیدرآباد میں
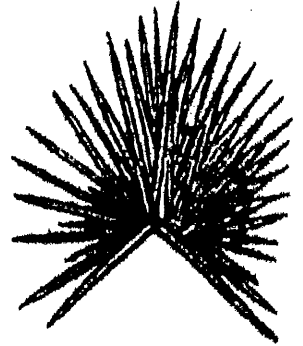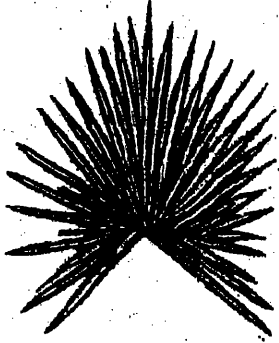
۱۹۲۲ء میں جب کہ ملک معظم جارج پنجم نے اپنے اس جانشین لخت جگر شہزادہ کے سفر ہند کا پروگرام مرتب فرمایا۔ پرنس موصوف کو سفر ہند کے عزم میں مستقل و شاداں پاکر۔ اس نظام العمل کو شان شایان انتظامات سے توثیق بخشی۔ اس سفر کا مقصد انگلشیہ اصول و دستور کے تحت سیر تفریح کے علاوہ شہزادہ کو دنیا کے ممالک سے واقفیت حاصل کرانا۔ اور سیاسی معلومات میں وسعت بہم پہونچانا تھا۔ چنانچہ شہزادۂ موصوف نے جب دریائی مسافت طے کر کے ساحل بمبئی پر قدم رکھا۔ اُس وقت برٹش انڈیا کی عام فضا اسقدر مکدر تھی کہ ہڑتال کا بازار گرم اور ہرطرف بائیکاٹ کی صدائیں گونجتی تھیں۔ سیاسی حالت نہایت نازک۔ اور حکومت برطانیہ ہند۔ غیر قابو مظاہرات سے بخت سراسیمہ و پریشان حال تھی۔

ایک باپ اپنے بیٹے کیلئے کیا چاہتا ہے۔ محتاج اظہار نہیں۔ ہر صاحبِ اولاد اپنے دل سے اس کیفیت کہ بخوبی محسوس کر سکتا ہے اسی جذبۂ محبت پدری کے تحت۔ ملک معظم جارج پنجم نے بھی اپنے اس نور العین شہزادہ کی مفارقت کے عدم تحمل و برداشت اثر سے تسکین کے لئے ایک ایک لمحہ کی کیفیت کے ملنے کا انتظام فرمایا تھا۔ شہزادہ کی آمد کے موقع پر ناروا مظاہرات سے جو باشندگان برٹش انڈیا نے کیا۔ ملک معظم کو دلی صدمہ پہونچا۔ کیونکہ اسباب و علل عین صدمہ رس تھے۔ اللہ رے عزم و استقلال۔ بایں پر خوف فضائے ہند۔ پرنس موصوف کو واپس نہیں بلوا لیا جاتا۔ بلکہ حسب پروگرام سفر کی پوری پوری تکمیل کرائی جاتی ہے۔

ایسے پر آشوب خوفناک زمانہ میں پرنس آف ویلز کی حیدرآباد میں آمد سیاسی حالات کے مدنظر خاص اہمیت رکھتی تھی۔ احتمال تھا کہ بیرونی اثرات کی چنگاریاں کہیں یہاں کے خرمنِ امن میں نہ گر جائیں۔ اور کوئی ناعاقبت اندیش فتنہ پرداز یہاں بھی مذموم حرکت نہ کر بیٹھے منجانب پولس خاص انتظامات عمل میں لائے گئے۔ جو موقع محل کے لحاظ سے نہایت ضروری اور بہت مناسب تھے۔ کمیٹی استقبالیہ نے بھی پر تپاک خیر مقدم کے نہایت شاندار انتظامات کئے۔ حتیٰ اسٹیشن سے مہمان سرا تک حیدرآباد کو آرائش پیرائش اور بیرقوں سے سجا کر برقی روشنی سے بقعہ نور بنا دیا گیا تھا۔ جس پر کئی لاکھ روپیہ کا صرفہ عاید ہوا۔

۲۶۔ جمادی الاول ۱۳۴۰ھ م ۲۳ اسفندار ۱۳۳۱ف م ۲۰ جنوری ۱۹۲۲ء کو ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز معہ پارٹی دن کے ٹھیک ۱۰ بجے بذریعہ اسپیشل گاڑی بلوفاسٹر اسٹیشن نامپلی ہوئے۔ پرشکوہ استقبال عمل میں لایا گیا۔ اسٹیشن سے ایوانِ فلک نما تک

پبلک کا اسقدر ہجوم تہا کہ تِل دھرنے جگہ نہ تھی۔ جسوقت سواری باد بہاری
چہ گھوڑوں کی مرصع بگی میں جو نگاہ کو چکا چوند کردینے والی تھی جس کے سامنے
میجر جنرل نواب سرافسر الملک بہادر بیٹھے ہوے تھے اور جس میں صرف اعلیحضرت اور ہز ہائینس
جانب پرنس آف ویلز رونق افروز تھے۔ چتروپنکھے کی دلفریب فضا، اور راستہ کے دو رویہ مشتاق
مجامع کی تالیوں اور خوشی کے نعروں کی گونج میں قیام گاہ کو روانہ ہوئی۔ شہزادہ موصوف نے بیحد دلچسپی اور اطمینان کیساتھ یہاں قیام
فرمایا۔ حیدرآباد کے حسنِ انتظامات وشاندار استقبال سے بیحد وغایت مسرور ہوئے۔ بلا خوف وخطر ہر قسم کے تفریحات وکھیلوں میں حصہ لیا۔
اور تمام رسوم وتقاریب شاہی سے تمام تر محظوظ ہوئے۔
چنانچہ پرنس ممدوح نے بینکوٹ کے موقع پر اعلیحضرت کی تقریر کے جواب میں جو تقریر کہ فرمائی وہ درج ذیل ہے۔ جس سے واضح ہوگا
کسطرح حضرت اقدس واعلیٰ کے عظیم الشان کارہائے نمایاں اور ایثار کا سچے دل سے اعتراف کیا گیا ہے۔ (ترجمہ تقریر)
"یور اگزالٹیڈ ہائینس، لیڈیز وجنٹلمن!" میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کا ان پُر اثر الفاظ کیلئے جن سے میرا جام صحت تجویز کیا گیا ہے اور شاہانہ
دعوت کیلئے جو آپ نے مجھے دی ہے نہایت شکر گزار ہوں۔ میں حیدرآباد آنے کا خواہشمند تھا کیونکہ میں چاہتا تھا کہ جو دوستی ورشتہ اتحاد
ہمارے خاندان اور حیدرآباد کے حکمرانوں کے درمیان قائم ہے میرے ذاتی تعارف کی وجہ سے وہ مستحکم ہوجائے۔ تاریخ میں حیدرآباد
اور حکومتِ برطانیہ کے باہمی رشتۂ اتحاد و دوستی کو صاف صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ جب سے ہندوستان میں حکومت
برطانیہ قائم ہوئی ہے حیدرآباد اور اس کے حکمرانوں نے یکساں طور پر ہمارے مفاد کے مطابق کام کیا ہے۔ ٹیپو سلطان، مرہٹوں اور
پنڈاریوں کے برخلاف اٹھارویں ۱۸ اور انیسویں ۱۹ صدی کے ابتدائی معرکے اس رشتے کے استحکام کا بین ثبوت ہیں اور جن عہد ناموں
اور اتحاد باہمی کی بنا پڑی وہ تاریخ ہند میں بہت بعد کے واقعات ہیں زیادہ قریب کے واقعات اس مبارک ابتدا کا لازمی نتیجہ
ہیں جو واقعات یعنی ہندوستان کا غدر اور حالیہ جنگ عظیم حکومت برطانیہ پر اثر انداز ہوئے ہیں ان دونوں اہم واقعوں اور ان
دونوں مشکل واقعات کے رونما ہونے پر اپنی قدیم روایات برقرار رکھتے ہوئے حیدرآباد نہایت ہی ثابت قدم رہا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں
حیدرآباد کی مسلمہ وفاداری نے سلسلۂ ست پڑا سے اقصائے جنوب تک سارے ہندوستان کو عالمگیر فسادات سے جس نے ہمارے
اضلاع شمالی کو پریشان کر رکھا تہا۔ پاک و مامون رکھنے کے لئے بہت کچھ مدد کی۔ جنگ عظیم میں جو اب ختم ہوچکی ہے۔ (جس سے مجھ کو
مسرت ہوئی ہے) موجودہ نیک نام حکمراں کے زیر حکومت حیدرآباد نے ایسی اخلاقی اور مادی امداد دی ہے جس سے بلاشبہ یہ پایا
جاتا ہے کہ یور اگزالٹیڈ ہائینس نے وفادار دوست سلطنت برطانیہ، کے القاب کے مفہوم کو جسے حال ہی میں حضور ملک معظم نے باضابطہ
طور پر تسلیم فرمایا ہے۔ بڑی ثابت قدمی کے ساتھ صحیح طور پر عملی جامہ پہنایا ہے۔ میرے دائرہ تقریر میں غالباً یہ ناممکن ہوگا کہ جو جو امداد
یور اگزالٹیڈ ہائینس نے دی ہے اُن سب کا اعادہ یہاں کرسکوں میں صرف مشہور مشہور واقعات کا ذکر کروں گا سب سے اول
تو یہ کہ امپیریل سروس لانسرز اور بیسویں دکن ہارس کو آغاز جنگ سے اُس کے ختم تک تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپیہ کے ذاتی صرفہ سے
میدان جنگ میں موجود اور تیار رکھا گیا۔
"امپیریل سروس لانسرز کے قابل تعریف کارنامے یور اگزالٹیڈ ہائینس کے لئے باعث
فخر ہیں۔ دکن ہارس کے متعلق میں صرف یہ کہوں گا کہ بلحاظ اسکی خدمات حسنہ کے
ہز میجسٹی ملک معظم نے سال گذشتہ اس کے نام کے ساتھ رائل کا لقب ایزاد
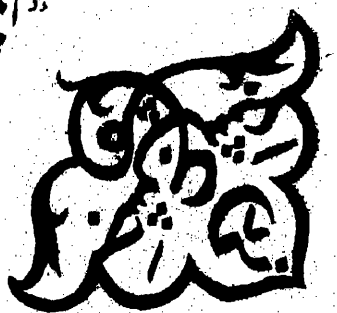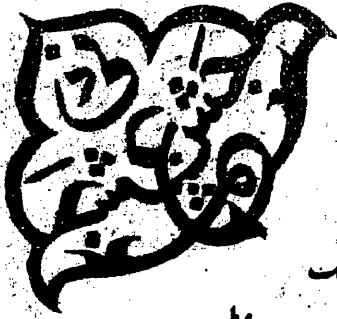
فرما دیا ہے۔ اس فوج کے کرنل ہونے کی حیثیت سے آپ نے
اُن کو جدید قسم کی تلواریں اور افسروں کو گھوڑے دے کر اپنی دلچسپی کا
اظہار فرمایا ہے۔ مالی امداد غیر محدود طور پر دی ہے۔ منجملہ دیگر فتوحات
کے میں ان چیزوں کا ذکر کروں گا۔ ایک کروڑ چونسٹھ لاکھ روپیہ بطور قرضۂ جنگ
اور دو لاکھ پونڈ آبدوز لڑائی اور ہم رسانی حوض و ہوائی جہاز وغیرہ میں آپ نے دئے۔ ۲۵ ہزار پونڈ
سلور ویڈنگ فنڈ میں برائے امداد پس ماندگان و ناکارگان ۳½ لاکھ روپے امپیریل انڈیا ریلیف فنڈ کے لئے اور ایک لاکھ
میرے اپنے فنڈ میں آپ نے اور عنایت کئے۔ کسی معاملہ میں بھی خفیف سے خفیف تعلق ہم سے کیوں نہ ہو اور خواہ کوئی ضرورت ہو
مثلاً سرویئن ریلیف فنڈ، بلجیین ریلیف فنڈ، یا جنگ کے آفت زدہ افسروں کا امدادی فنڈ ہو، یور اگزالٹیڈ ہائینس سے جو
اپیل کیا گیا وہ کبھی خالی نہیں گیا۔ اُن سپاہیوں کو جو جنگ میں شریک ہو کر اپاہج ہوگئے تھے اور اُن لوگوں کے پس ماندگان کو جو
جنگ میں کام آئے تھے۔ یور اگزالٹیڈ ہائینس نے بطور یادگار صلح ایک قطعہ اراضی عطا فرمایا اور ان کو وہاں آباد کر کے اس مقام کا
نام صلح نگر رکھا۔

علاوہ ازیں اور معاملات میں بھی یور اگزالٹیڈ ہائینس نے ہمارے ساتھ اپنی گہری دلچسپی اور کم نہ ہونے والی دوستی کا اظہار
فرمایا۔ یور اگزالٹیڈ ہائینس آپ کو ملک معظم کی جانب سے اعتراف کے طور پر بڑے بڑے امتیازات حاصل ہیں۔ اور وہ معزز القاب
جو یور اگزالٹیڈ ہائینس کو عطا ہوئے ہیں جو حیدرآباد کی تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے اُن لاثانی کارناموں اور قابل فخر منزلت کو
جو اس ریاست کے حکمران کو حاصل ہے دنیا کے روبرو ظاہر کرتے ہیں۔ آپ کی مہربانی اور عنایت کا میں بے حد ممنون ہوں
اور اب میں حاضرین سے جس ریاست کے کارناموں کا معترف ہوں اُس کے نامور حکمران کی درازیٔ عمر و اقبال کے لئے میرے ساتھ
جام صحت پینے میں شریک ہونے کی تحریک کرتا ہوں۔

بہرحال پرنس آف ویلز و محترم پارٹی نے حین قیام حیدرآباد استقبالیہ کمیٹی اور پولس کے انتظامات کو بہ نظر استعجاب و
استحسان دیکھا۔ اس طرح حکومت کے یہ معزز مہمان نہایت امن و سکون کے ساتھ بخیر و عافیت مراجعت فرما ہوئے۔ جس طرح
ورود پر شاندار استقبال عمل میں آیا تھا۔ اسی طرح پرشکوہ طریق پر واپسی بھی عمل میں آئی گویا حیدرآباد نے اپنے دیرینہ روایات
کی پابندی میں پر تپاک خیر مقدم و مہمان نوازی سے اپنی یار و فاداری کا ثبوت بہم پہونچایا جس سے شہزادہ بالقابہم و ملک معظم
جارج پنجم کو دلی و روحی مسرت ہوئی۔

واپس ہوتے ہوئے خود شہزادۂ موصوف نے جو تار کہ اعلیٰحضرت کے نام روانہ فرمایا۔ اوس کی نقل درج ذیل ہے جس سے
حقیقت الامر کی بالاستقلال تصدیق و توثیق ہوتی ہے۔

نقل ترجمہ تار ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز موسومہ اعلیٰحضرت بندگانعالی۔ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ

۲۸ جنوری ۱۹۲۲ء حیدرآباد سے رخصت ہوتے ہوئے میں یور اگزالٹیڈ ہائینس کا آپکی اس مہمانداری کیلئے
جو میرے دوران قیام حیدرآباد میں آپنے ظاہر فرمایا ہے۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یور اگزالٹیڈ ہائینس
کی ریاست میں آکر میں بیحد مسرور ہوا۔ اور یور اگزالٹیڈ ہائینس کی رعایا نے جس طرح
میرا استقبال کیا۔ اسکو میں نے تہ دل سے پسند کیا۔" فقط
ایڈورڈ شاہزادہ
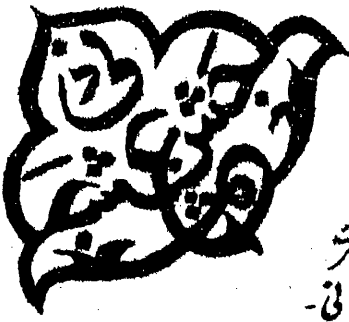
نقل ترجمہ تار معتمد خانگی منجانب الیسر اکسیلنسی بہادر موسومہ رزیڈنٹ بہادر حیدرآباد۔

تار دہلی۔ مورخہ ۲۸ رجنوری ۱۹۲۲ء۔ آپ کا تار دربارۂ تشریف آوری ہز رائل ہائینس آف ویلز بہادر وصول ہوا۔ ہز اکسلنسی کو یہ سن کر بیحد مسرت ہوئی کہ استقبال بیحد کامیاب رہا۔ اور تماشائی نہایت پرتپاک ہے۔ براہ مہربانی ہز اکزالٹیڈ ہائینس کی خدمت میں ہز اکسلنسی کی مبارک باد پہونچا دیجئے۔ ممدوح الشان کو اور آپ کو نیز جملہ ان اصحاب کو جنھوں نے اس رونق افروزی کے کامیاب بنانے میں محنت شاقہ اٹھائی ہے۔ بہت کچھ مسرت ہوئی ہوگی فقط
معتمد خانگی والیسرائے بہادر

حیدرآباد کے حسنِ انتظامات سے متعلق انگریزی اخبارات کے آراء

اخبار اسٹیٹس من لکھتا ہے کہ ہندوستان کے درجہ اول کے والئ ریاست نظام حیدرآباد نے (جن کا قابل فخر و مباہات خطاب ”وفادار سرکار عظمت مدار ہے“) آج اپنے دارالسلطنت میں شہزادہ ولی عہد بہادر کا پُراز خلوص خیر مقدم فرمایا۔ حیدرآباد کے آج والی روش سے کسی سیاسی فساد کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ ان بازاروں سے جہاں سے جلوس قصرِ فلک نما کو روانہ ہوا (لفظ بائیکاٹ) دبی زبان میں بھی بطور سرگوشی نہیں سنائی دیا۔ میں بشمول بمبئی مختلف مقامات کے جلوس شاہی کے مناظر کا معائنہ کرچکا ہوں۔ ان سب کے مقابلہ میں یہ جلوس نہایت ہی (شاندار) قابل دید تھا ہر ایک عمارت عامہ اقامت گاہ دوکان اور میدان (جو جلوس کے راستہ میں واقع تھے۔) دیسی لوگوں سے پُر تھے جو خوش لباس میں ملبوس تھے مجامع کا رنگارنگ لباس جو عمارت کے سفید دیواروں کے روبرو اس پر از مسرت استقبال کے لئے موجود تھا نہایت دلکش منظر پیش کرتا تھا۔ یہ نظارہ دوسری دیسی ریاستوں کے مناظر مماثلہ سے مختلف تھا۔

اخبار پائنیر کا خاص نامہ نگار تحریر کرتا ہے کہ اگرچہ کہ شہزادہ کے مقررہ تقریباً حیدرآباد زیادہ نہیں تھے لیکن صاحب ممدوح دوسرے اوقات میں بہت سارے مناظر کی دلچسپیوں سے لطف اندوز ہوتے رہے“

اقتباس مضمون اخبار بلیٹن مورخہ ۲۸ فبروری ۱۹۲۲ء حضور نظام کی ایک خانگی ضیافت سے شہزادہ بالقابہم کی مراجعت فرمائی کے موقع پر پھر شہر اور بازارات رزیڈنسی کی سڑکوں پر روشنی کی دل فریبیوں اور شہزادہ کے جلوس کی دلچسپیوں سے متمتع ہونے کے لئے جم غفیر ہوگیا تھا۔ کثیر التعداد موٹر کاریں مجامع سے پُر سکندرآباد سے آرہی تھیں۔ تماشائیوں کی سواریوں کی اگرچہ کہ بعض اوقات عرصۂ طویل تک روک ٹوک ہوتی تھی جو ذرا بھی بارِ خاطر نہ تھی کیونکہ خود جم غفیر دلچسپیوں سے پُر ہوتا تھا جو صرف اظہار مسرت و پُر خلوص جوش کے لئے مجتمع ہوگیا تھا۔ لیکن باایں ہمہ یہ مجامع پُر از قابو تھے۔ گزشتہ چند ایام سے کسی ذرا سی تکلیف کا شائبہ بھی نہیں ہے جو محیر العقول افسران کوتوالی کی حیرت خیز قوت انضباط کی تعجب خیز شہادت ہے۔ فقط

واپسی رقبۂ رزیڈنسی
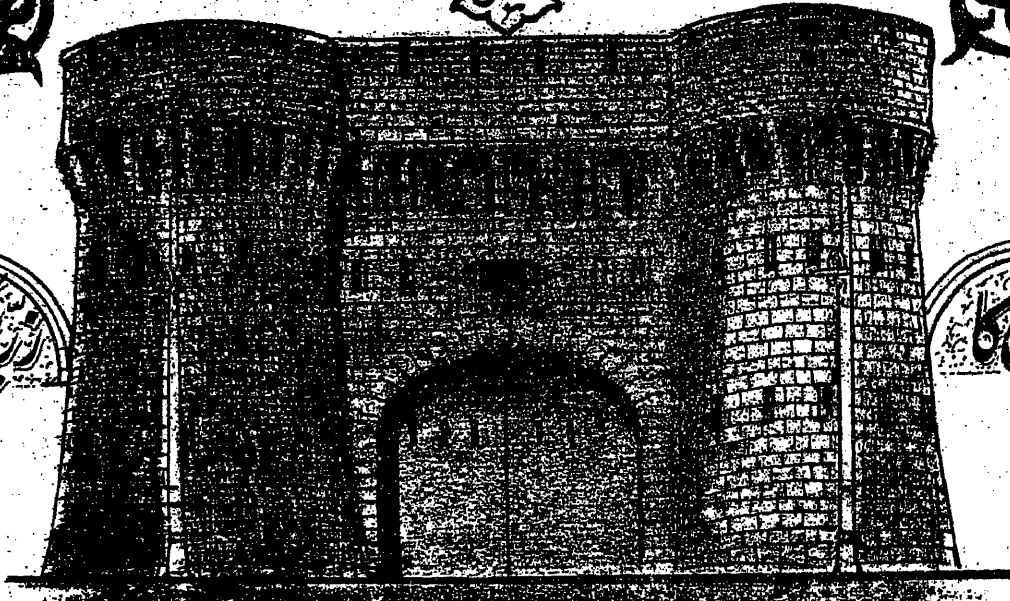
حضرت بندگان اقدس و اعلیٰ کی حکیمانہ سیاست اور تدبیر کی ایک دائمی تاریخی یادگار رقبہ رزیڈنسی کی واپسی ہے۔ جو عہدِ عثمانی کا جلیل الشان زرین کارنامہ ہے۔ یہ علاقہ تقریباً ایک صدی تک برضامندی سرکار عالی۔ برطانوی سفراء یعنی رزیڈنٹوں کے زیر انتظام رہا۔ بالآخر ۱ر مئی ۱۹۳۳ء م ۹ر تیر ۱۳۴۲ف م ۱۸ر محرم ۱۳۵۲ھ روز یکشنبہ دن کے بارہ بجے بزمانہ عہد ہائینس رزیڈنٹ کرنل کیر حکومت سرکار عالی کے قبضہ میں واپس دیدیا گیا۔ ۴ر مئی کو ہز اکسلنسی مہاراجہ صدر اعظم بہادر نے سرکار عالی کے جملہ سررشتوں کے معتمدین کی ہمراہی میں۔ رزیڈنٹ بہادر وقت کیساتھ مسترشدہ علاقہ کا معائنہ فرمایا من بعد رسم حوالگی عمل میں آئی۔ رزیڈنسی روڈ اور رزیڈنسی بازار کا نام شاہ راہِ عثمانی اور سلطان بازار رکھا گیا۔ متعلقہ عہدہ داران سرکار عالی نے متعلقہ دفاتر و کاروبار کا جائزہ حاصل کیا اس رقبہ کی واپسی کی ضمن میں ضوابط و نظم و نسق کا سرکاری اعلان ذریعہ جریدۂ غیر معمولی موسومہ ۹ر تیر ۱۳۴۲ف شائع کیا گیا۔ جس میں انتظام و اختیارات ۔ تحفظات و مستثنیات ۔ تحفظ دستاویزات ۔ سنٹ جارج چرچ کی تولیت ۔ منتقل شدہ ملازمین کے بعض حقوق کا تحفظ ۔ بنک ۔ اور بنک کا پہرہ ۔ حدود اربعہ ۔ عمارات ۔ وغیرہ کی نسبت توضیح کی گئی ہے۔ نیز اس رقبہ کی واپسی جو ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ذریعہ جریدۂ غیر معمولی موسومہ ۱۶ر تیر ۱۳۴۲ف م ۲۵ر محرم الحرام ۱۳۵۲ھ یوم یکشنبہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں ۴ر مئی کو ایک دن کی عام تعطیل قرار دیگئی۔ جو اس تہنیت کی یادگار میں ہر سال ہوتی ہے

یوم واپسی ـــ قدسی صفات شاہِ ذیجاہ کی عزیز و پرستار رعایا نے

مرتبۂ محمد فاضل
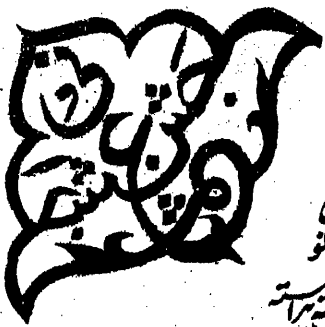
عام اظہارِ مسرت کے طور پر اُس دن شاندار چہل پہل کے پرخلوص نظارے پیش کئے۔ اس حصہ میں ایک میلہ کی طرح آدمیوں کی چہل پہل تھی مقامی باشندوں نے جس میں ساہوکار و بنکر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اپنی اپنی دوکانوں مکانوں اور شوارع عام کو برقی قمقموں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ پیراستہ کیا تھا۔ اور ایک خوش وضع کمان بھی بنائی گئی تھی۔ مبارک سلامت کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اس طرح یہ مدتوں سے بچھڑا ہوا علاقہ۔ بمصداق "حق بہ حقدار رسید" مل گیا۔ عام طور پر پیشگاہ ظل سبحانی میں استرداد رزیڈنسی پر تہنیت نامے پیش کئے گئے۔ چنانچہ فرقہ ہائے اسلامی کی واحد نمایندہ مجلس نے بھی اعلیٰحضرت کی خدمت میں اہم بالشان کامیابیوں کے پیش خیمہ پر پُر از خلوص دعاؤں کے ساتھ۔ تہنیت نامہ پیش کیا۔ اس رقبہ کے واپس مل جانے سے رعایا کو آمد و رفت اور ہر قسم کے کاروبار میں سہولتیں حاصل ہوگئیں۔ اور دوئی عملی مٹ گئی۔ واپس شدہ علاقہ کا حدود اربعہ حسب ذیل ہے۔

شمال ۔ شمال مشرقی گوشہ املاک نواب خورشید جاہ بہادر سے۔ بشمول۔ ایس۔ پی۔ جی۔ چرچ سڑک ورکشاپ تک پھر بشمول بیوتات سب انسپکٹر مشرقی کنارہ ورکشاپ روڈ تا بمقام اتصال سڑک ہائے کنگ کوٹھی مبارک و امپریل پوسٹ آفس۔ پھر شمالی کنارۂ سڑک امپریل پوسٹ آفس کے برابر بشمول لیڈیز ریکریشن کلب۔ جنوبی دیوار احاطہ کنگ کوٹھی مبارک تک پھر گرجا گلی کے شمالی کنارہ سے بشمول املاک سینٹ جارج چرچ اور مشن اسکول دوکان جان کمپنی تک۔

جنوب ۔ جنوبی کنارہ سڑک رنگ محل سے مقام اتصال سڑک محبوب پورہ و افضل گنج۔ بجانب جنوب مشرق دروازہ بیرونی دیوار رزیڈنسی تک پھر وہاں سے جنوبی کنارۂ روکری پارک پلے گرونڈ سے پل چادر گھاٹ تک۔

مشرق ۔ مغربی کنارۂ سڑک چپل بازار۔ شمالی کنارہ کوچہ مینار پیٹی۔ وہاں سے مشرقی کنارہ سڑک قطبی گوڑہ سے ٹامس چرچ تک پھر مشرقی اور شمالی کنارہ ہائے املاک کریپارم نزدیک کونڈواڑہ۔ رزیڈنسی بازار سے شرقی گوشہ املاک خورشید جاہ تک۔

مغرب ۔ مشرقی کنارہ سڑک بشیر باغ دوکان جان کمپنی سے ناکہ کوتوالی پتلی باؤلی تک اور ناکہ کوتوالی پتلی باؤلی سے کنارہ رزیڈنسی روڈ امپریل کاروینشن گارڈن تک۔

مقبول عام قطعات تاریخ بتقریب بازیافت رقبہ رزیڈنسی

از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

مبارک شاہِ عثمان کو زمانہ کامگاری کا
مسرت کا، طرب کا میمنت کا بختیاری کا

وہ دیرینہ علاقہ آگیا پھر آج قبضہ میں
جو تھا اک گوہرِ شہوار، تاجِ شہریاری کا

ادائے شکر میں شاخِ گلِ تر سر بسجدہ ہے
عنادل کی زباں پر ہے ترانہ حمد باری کا

چٹک کر ہر کلی مثلِ جرس آواز دیتی ہے
کہ اترا ہے دکن میں کاروان بادِ بہاری کا

جلیل اک مصرعِ تاریخ تو بھی نذر دے لکھکر
رزیڈنسی ملی اب دکھلا مقصد برآری کا

۵۲ ۱۳ ہجری

مرتبہ محمد فاضل

ازالحاج مولانا ابوالخیر صاحب خیرؔ

بازدر دست رزیڈنسی آمد — شکر صد شکر گویم بہ یزداں
باادب نذر تاریخ کن خیرؔ — حق مبارک بہ حق دار عثماں

۱۳ ھ ۵۲

ازمولوی شجاع الدین صاحب شجاعؔ صیغہ دار محکمہ معتمدی تعمیرات عامہ

شہر یار دکن نے بالآخر — قبضہ حاصل کیا بحمداللہ
گلشنِ حسن سے ملی تاریخ — رزیڈنسی تمھیں مبارک شاہ

۱۹ ۶ ۳۳

ازمولوی محمد امام الدین صاحب اماؔمی صیغہ دار معتمدی مال

اقبضہ شد چہ سرافراز رزیڈنسی — با نامِ تو عثمان کند ناز رزیڈنسی
ایں مصرعہ سال است کند نذر اماؔمی — عثمان! مبارک بدکن باز رزیڈنسی

۶۶۱ ۲۶۳ ۷۶ ۱۰ ۳۴۱

۱۳ ھ ۵۲

ازمولوی کمال الدین صاحب دوم تعلقدار وظیفہ یاب

الٰہی ملک میں وسعت ہو دولت میں فراوانی — شہِ عثمان علیخاں کی رہے قایم جہاں بانی
سنہ فصلی میں یہ مصرع ہوا برجستہ تاریخی — رزیڈنسی ملی واپس یمنِ عہدِ عثمانی

۱۳ ف ۴۲

قطعہ

رحمتؔ - مولوی رحمت اللہ صاحب

بات ہی کیا ہوئی نئی ایسی — جو لیا قبضہ رزیڈنسی
ملک مالک کی ملک مالک کا — مِل گئی اوس کو چیز تھی جس کی

حیدرآباد میں رزیڈنٹوں کی آمد اور رزیڈنسی کی مختصر تاریخ

ایسٹ انڈیا کمپنی اور فرانسیسی کمپنی کی باہمی رقابت اور ایک دوسرے کی قوت واثر کو زائل کرنیوالی باہمی کشمکش میں موقع محل کو غنیمت پاکر حضور نظام کے دربار میں باریابی کے بعد جو نمایندگی کرتے تھے وہ اُس وقت "وکیل" کہلاتے تھے۔ یہی موجودہ رزیڈنٹوں کے پیشرو تھے ان کی حیثیت ایک سفیر کی سی تھی سنہ ۱۷۶۶ء میں جب حکومت برطانیہ اور سلطنت آصفیہ میں مستقل تعلقات قایم ہوئے۔ اس وقت سے ان سفراء کا قیام حیدر آباد میں ہونے لگا ابتداءً ان کے قیام کیلئے کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ اکثر وہ وزیر وقت کے پاس ٹھیرا کرتے تھے چھٹے وکیل نے اپنے قیام کے لئے ایک مستقل مکان کی اجازت حاصل کی جنھیں موجودہ کوٹھی قیام کے لئے دی گئی۔ سنہ ۱۸۵۷ء تک اس کوٹھی کو کوئی حصار نہ تھا۔ غدر کے بعد اِس کا حصار تعمیر ہوا۔ اس کوٹھی میں مستقل سکونت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ رزیڈنٹ اکثر بلارم میں رہا کرتے تھے۔ جب کبھی حضور نظام سے ملنا مقصود ہوتا یا دربار میں حاضری دینی پڑتی تو بلارم سے یہاں آکر کوٹھی میں اطمینان لیا کرتے یا ٹھیر جاتے تھے رفتہ رفتہ یہ مقام رزیڈنٹ صاحبان کا مستقل مسکن بنگیا۔ اب بھی رزیڈنٹ بہادر بلارم یا دارالسلطنت کی اسی عمارت (یعنی کوٹھی) میں مقیم رہا کرتے ہیں۔ فقط

مرتبہ محمد فاضل

سررشتہ آثار قدیمہ سرکار عالی

از جناب مولوی محمد سردار علی صاحب اسسٹنٹ اڈیٹر مشیر دکن و سابق اڈیٹر رسالہ تجلی

دکن کو آثار قدیمہ کی حیثیت سے بھی بہت اہمیت حاصل ہے اور یہ اہمیت ہندوستان کے آثار تاریخی سے کسی طرح کم نہیں۔ ان آثار کا تعلق زمانہ حجریہ سے لیکر بیسویں صدی کی یادگاروں تک ہے۔ زمانہ تاریخی کے آثار میں راجہ اشوک کے کتبے۔ اجنٹہ کی تصاویر۔ ہنمکنڈہ کا دیول ہزار کھم۔ تجاپور کا مندر۔ پالم پیٹ وغیرہ میں چالکیہ طرز تعمیر کی عمارتیں اور دیگر مقامات کے منقش منادر خاص اہمیت کی چیزیں ہیں۔

گلبرگہ کی عمارتیں۔ دولت آباد کا چارمینار۔ بیدر کے مقبرے۔ مکہ مسجد۔ چارمینار۔ اور سلاطین قطب شاہیہ کے مقبرے اسلامی تمدن کی لازوال یادگاریں ہیں۔ آثار قدیمہ "قومی میراث" کہلاتے ہیں۔ ان کی بقاو استحکام اور ان کی حفاظت حکومت کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے۔

سررشتہ آثار قدیمہ کے قیام کے قبل ممالک محروسہ کے آثار محکمہ تعمیرات سرکار عالی کی غیر ماہرانہ نگرانی میں تھے جو گرے پڑے کی حد تک تعمیر و ترمیم کردیا کرتا تھا۔ صدہا ایسے آثار تھے جن کی حالت نہایت خراب تھی اور بہت سے ایسے تھے جو گائے، بیل، باندھنے کے کام آتے تھے اور ان کو عام طور پر اتنی اہمیت حاصل نہیں تھی جتنی کہ اب حاصل ہے۔

مبارک دور عثمانی ہزارہا فیوض و برکات کا حامل ہے۔ یہ دور آیا اور رعایائے دکن کے نصیب جاگ اٹھے۔ ملک کے گوشہ گوشہ میں جان پڑگئی اور چاروں طرف ترقی و اصلاح کا دور شروع ہوگیا، قدیم محکمہ جات کو اصلاح و ترقی سے رونق دی گئی اور حسب ضرورت جدید سررشتہ جات قائم ہوئے۔ انہیں جدید سررشتوں میں سررشتہ آثار قدیمہ بھی ہے جس کے قیام نے قوم کی بھولی ہوئی عظمت کو زندہ کردیا۔ اس کے لئے تاریخ کے اوراق میں مبارک عہد عثمانی آفتاب کی طرح تابناک و درخشاں رہے گا کیونکہ آثار قدیمہ کی حفاظت و صیانت اس ملک ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے ایک قابل قدر اور بیش قیمت کام ہے

سنہ ۱۹۱۴ء (۱۳۲۳ فصلی) میں سررشتہ آثار قدیمہ کا قیام عمل میں آیا۔ حکومت نے سرجان مارشل صدر ناظم آثار قدیمہ ہند کے مشورہ سے مولوی غلام یزدانی صاحب ایم۔ اے ماہر کتبات اسلامیہ کو جو اس وقت راج شاہی کالج میں پروفیسر تھے اس سررشتہ کا مہتمم مقرر فرمایا (بعد میں اس عہدہ کا لقب ناظم قرار دیا گیا) مولوی صاحب موصوف نے حیدرآباد آکر اس سررشتہ کا کام شروع کیا اور اس وقت سے اب تک اسی خدمت پر کارگزار ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اس خدمت کے لئے ہندوستان میں آپ سے بہتر آدمی ملنا محال تھا۔

ابتدائے قیام سے اب تک اس سررشتہ کی سرگرمی اور کارگزاری بہت ہی قابل ستائش رہی ہے اس نے قدیم و کہنہ عمارات کے بقاو استحکام میں لائق قدر خدمت انجام دی جس سے ان کے دائمی بقاء کی ضمانت ہوگئی۔ اس نے ہندو اور اسلامی تمدن کے بہت سے آثار دریافت کئے جو امتداد ایام سے مٹی اور گھاس کے پردے میں مستور تھے اور کسی نے ان پر بھولے سے بھی نظر ڈالی تھی۔ اجنٹہ کی قدیم نقاشی کا لاقیمت خزانہ اس قدر عمدہ طریقہ سے مستحکم کیا گیا ہے کہ آئندہ نسلیں اس کو دیکھ کر اسلاف کے

پرشکوہ بالا حصار قلعہ گولکنڈہ کا عام منظر

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

مسجد چوک
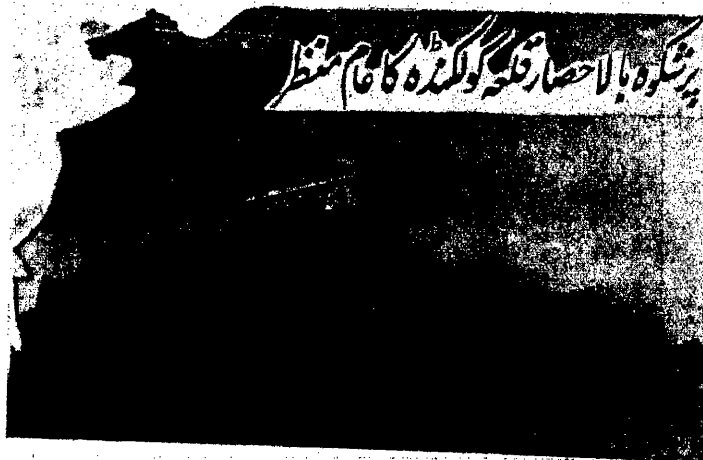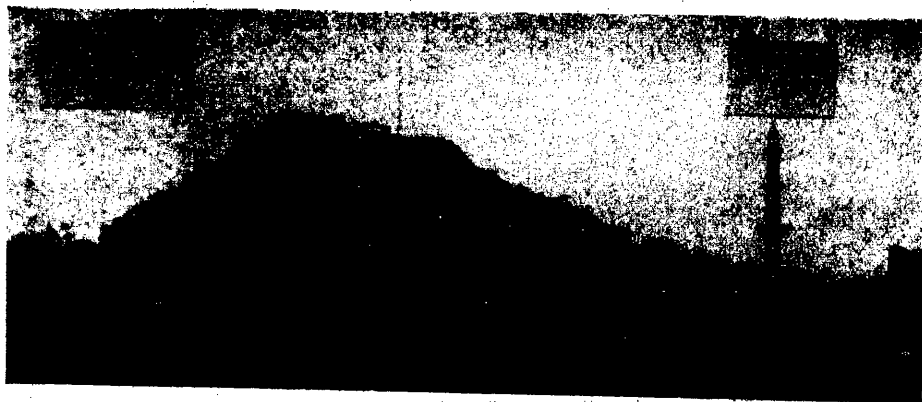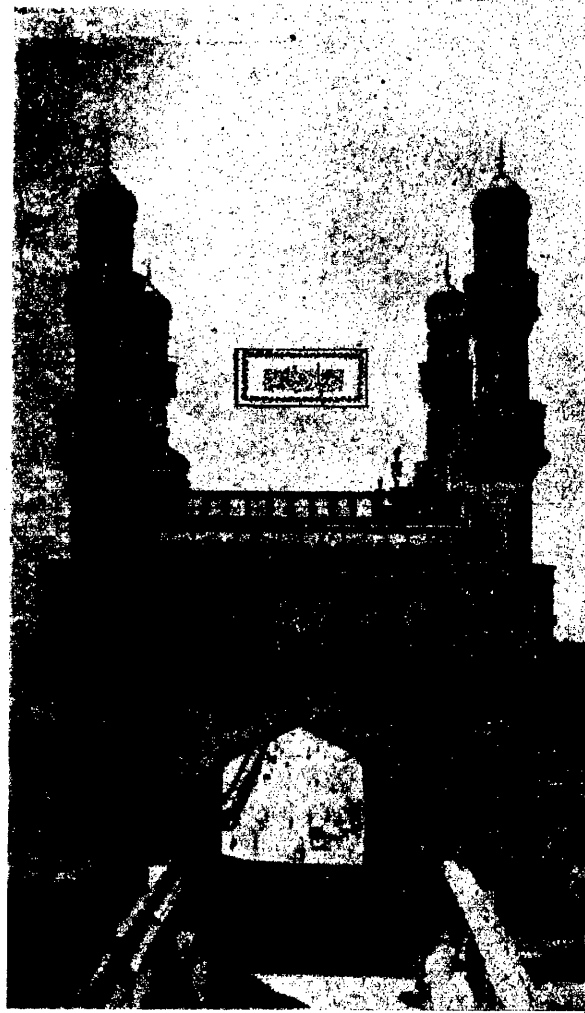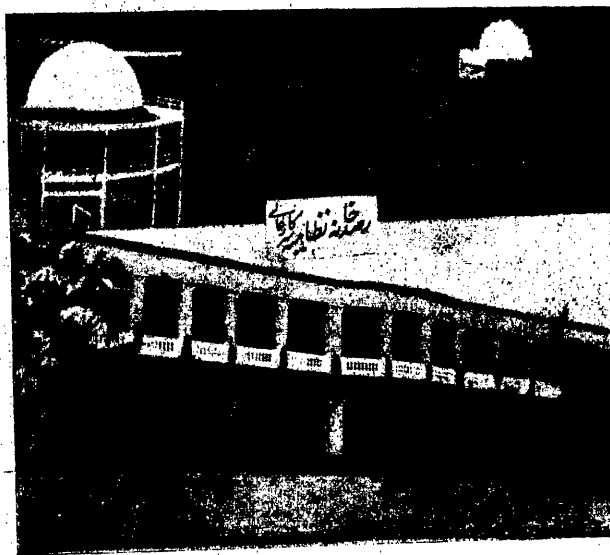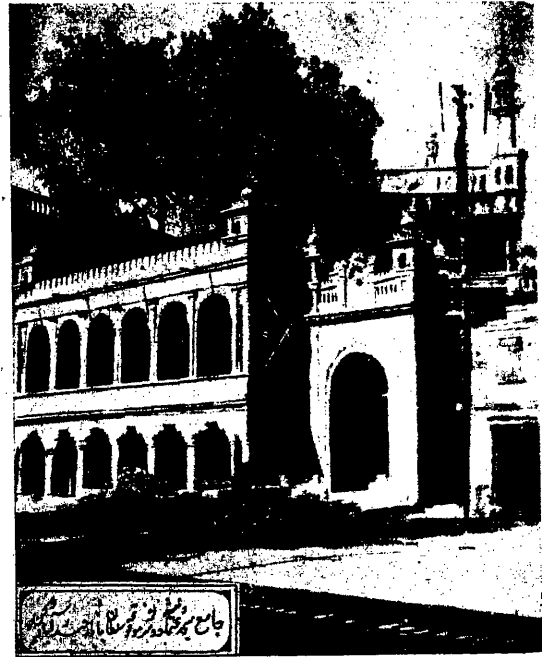
کارناموں پر ہمیشہ فخر کیا کریں گی۔ غاروں کی صفائی اور تحفظ کوئی معمولی کام نہ تھا اس کے متعلق ماہرین عالم سے مشورے کئے گئے آخر اطالوی حُسن کاروں کو بھاری تنخواہوں پر بلا کر ان سے کام لیا گیا۔ اجنٹہ کی تصاویر کی توضیح کے لئے اس سررشتہ نے کئی حصوں میں ایک ایسی کتاب شایع کی جو ماہرین فن کی نظر میں فضل و کمال کا ایک اعلی کارنامہ قرار دیا گیا۔

اس سررشتہ کی طرف سے اب تک ملک کے آثار قدیمہ سے متعلق دو درجن کے قریب کتابیں اور رسالے شایع ہو چکے ہیں جو بزند معلومات اور علمی نقطۂ نظر سے بہت گرانقدر ہیں۔

عجائب خانے متمدن ممالک کے نہایت ضروری جز ہوتے ہیں۔ اس سررشتہ کی کوشش اور سرکار کی فیاضی سے حیدرآباد میں بھی ایک عجائب خانہ (باغ عامہ) کا قیام بڑے پیمانہ پر عمل میں آیا۔ اس کے لئے نہایت خوشنما اور وسیع عمارت جدید طریقہ واصول پر تعمیر ہوئی۔ قدیم اسلحہ۔ بیدری صنعت کے اعلی نمونے۔ قدیم تصاویر۔ قلمی کتابیں۔ سنگتراشی کے نمونے اور سکوں کا بہت ہی قابل قدر ذخیرہ فراہم کیا گیا۔ اور نایاب اشیاء کی فراہمی میں بڑی سرگرمی سے کام لیا جا رہا ہے۔

سررشتہ ہذا کی طرف سے سررشتہ کی کارگزاری کے متعلق اب تک جو رپورٹیں شایع ہوئی ہیں ان کی تعداد (۱۷) ہے۔ ان میں ملک کے آثار قدیمہ سے متعلق بے شمار معلومات اور کثیر التعداد نفیس فوٹو گراف ہیں۔ کہنے کو تو یہ رپورٹیں ہیں لیکن علمی حیثیت سے ان کا پایہ بہت بلند ہے اور یہ مستقل تصنیف کی حیثیت رکھتی ہیں۔ سررشتہ آثار قدیمہ کی مفصل کارگزاری ان رپورٹوں کے مطالعہ سے واضح ہو سکتی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ سررشتہ آثار قدیمہ نے گزشتہ ۲۲ سال میں اپنے قابل ناظم کی قیادت میں جو قابل تحسین ولائق ستایش خدمات انجام دی ہیں وہ اسی صورت میں ممکن ہوئیں کہ ذات ہمایونی نے اس پر بے دریغ وبے حساب روپیہ صرف کیا اور اتنی بڑی ملکی وقومی خدمت انجام دی کہ جس کی قدر و منزلت اب نہیں آئندہ آنیوالی نسلیں کرینگی اور ذات ہمایونی کا مبارک نام نہایت عظمت وشان اور فخر ومباہات سے لیں گی۔

غیر مسلم ادارات مذہبی

جو سرکار آصفیہ سے امداد پاتے ہیں

نام ضلع	تعداد غیر مسلم ادارات جن کی امداد کی جاتی ہے	نام ضلع	تعداد غیر مسلم ادارات جن کی امداد کی جاتی ہے
اورنگ آباد	۹۸۴	پربھنی	۵۰۵
بیڑ	۵۶۷	ناندیڑ	۶۵۳
گلبرگہ	۲۲۸۱	رائچور	۲۶۳۵
بیدر	۲۹۵	عثمان آباد	۲۷۲
ورنگل	۳۱۵	کریم نگر	۳۴۳
آصف آباد	۱۶۴	میدک	۳۶۴
نظام آباد	۸۱۴	محبوب نگر	۵۰۴
نلگنڈہ	۵۶۰		

صدر میزان ۱۱۳۵۶۰۰

اس کے مقابلہ میں مسلم ادارات کی تعداد جن کو سرکاری امداد ملتی ہے۔ کل مملکت سرکار آصفیہ میں صرف (۴۹۹۸) ہے۔

مرتبہ محمد فاضل

سررشتہ ٹیلیفون

بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد میں سررشتہ ٹیلیفون کا آغاز ابتداءً ۱۲۹۴ف میں ہوا اس کے کاروبار فروری ۱۲۹۵ف تک بمبئی ٹیلیفون کمپنی کے ہاتھوں انجام پائے اس کے بعد ٹیلیفون کے جملہ کاروبار کو حکومت سرکارعالی نے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ اور یہ سررشتہ محکمہ چیف انجینیرنگ و معتمدی تعمیرات عامہ کی نگرانی میں اپنے فرائض انجام دینے لگا چنانچہ اسوقت تک اسی محکمہ کے تحت اپنی ترقی کے نمایاں مدارج طے کر رہا ہے اس اثنا میں من ابتدائے ۱۳۲۶ف لغایتہ آخر ۱۳۲۷ف اس کے کاروبار کیالنڈر کیبل اینڈ کنٹراکشن کمپنی کے تفویض بھی رہے۔ اس کمپنی سے انتظامات علحدہ کرلئے جانے کے بعد مسٹر بالا پرشاد بی ایچ پی ایم اے۔ آئی۔ ای ای مہتمم کی کامل نگرانی میں یہ سررشتہ پھلتا پھولتا رہا۔

ابتداءً جب ٹیلیفون کا آغاز کیا گیا تو اندرون شہر بمقام بارہ دری صرف ایک اکسچنج تھا۔ لیکن ٹیلیفون کے مطالبوں کے اضافہ کی وجہ سے بعد میں دو اور اکسچنج کھولے گئے۔ ایک بمقام نارائن گوڑہ ۱۳۱۰ف میں دوسرا بمقام سکندرآباد ۱۳۲۲ف میں۔ ابتداء میں جو طریقہ جاری کیا گیا وہ یک خطی زمینی میگنیٹو نظام تھا تمام ربطے بالائے اسی خطوط کے ذریعہ کئے گئے تھے۔ لیکن برقی روشنی کے افتتاح کے بعد بالائی اسی برقی خطوط کی وجہ چونکہ ٹیلیفون میں دقت ہونے لگی اسلئے مزید اس میں توسیع نہ ہوسکی۔ اور یہ پرانا طریقہ فرسودہ اور ناقابل عمل قرار دیا گیا بالآخر یہ تجویز پیش کیگئی کہ سنٹرل بیاٹری ٹیلیفون قایم کیا جائے جو ایک سنٹرل اکسچنج اور بارہ سو خطوط والے سوچ بورڈ پر مشتمل ہو جس میں دو ہزار خطوط کی حد تک مزید وسعت کی گنجایش بھی رکھی گئی۔ اور یہ نظام ۱۳۳۴ف میں بروئے کار لایا گیا اور کیبل کیلئے زمین بیس میل تک بچھائے گئے۔ اور انہیں بالائی اسی خطوط سے مختلف موزوں مراکز پر ملحق کیا گیا اس نئے نظام کے مصارف تقریباً دس لاکھ روپیہ عائد ہوئے۔ اسکی ترویج کے بعد دیگر اکسچنج بھی نکالے گئے۔ مگر نارائن گوڑہ کا اکسچنج قدیم بھی قایم ہے جس کی خاص غایت یہ ہے کہ کنگ کوٹھی مبارک اور دیگر متصلہ محلات میں ٹیلیفون کا استعمال ہو۔ جب ٹیلیفون سرویس قائم کیگئی تو صرف سولہ ۱۶ ٹیلیفون ملحق تھے اسکے بعد تدریجاً ان کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ سنہ ۱۳۲۰ف میں انکی تعداد دو سو دو ۲۰۲ ہوگئی اور اب (آٹھ سو ۸۰۰) خاص ٹیلیفون ہیں جبکہ ساڑھے دو سو ۲۵۰ توسیعی خطوط بھی زیر عمل ہیں علاوہ ازیں مزید ایکسو ۱۰۰ توسیعی خطوط ایسے ہیں جنکا الحاق چھوٹے برانچ اکسچنج سے ہے جو مختلف دفاتر میں مختلف اوقات پر قائم کئے گئے یہ اکسچنج مختلف عہدہ داروں کے مابین باہمی تبادلہ خیالات کے تحت استعمال ہوتے ہیں۔ انکے ذریعہ مختلف مقامات سے بھی گفتگو کیجاسکتی ہے کیونکہ یہ تمام سنٹرل اکسچنج سے ربطی خطوط کے ذریعہ باہم ملے ہوئے ہیں نظامس اسٹیٹ ریلوے کے پاس بھی اپنا ذاتی ٹیلیفون نظام ہے یہ ریلوے ٹیلیفون ۱۳۲۷ف میں ربطی خطوط کے ذریعہ سنٹرل اکسچنج کے ساتھ ملحق ہے۔ پرانے ٹیلیفون اور سوچ بورڈس کی علحدگی کے بعد ۱۳۳۴ف میں چونکہ نئے ٹیلیفون سنٹرل بیاٹری کے نظام کی ترویج ہوئی اسلئے۔ اعلیحضرت حضور نظام نے بغرض آسایش از راہ رعیت نوازی فرمان مبارک مصدرہ ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۴۲ھ یہ حکم اقدس صادر فرمایا کہ اورنگ آباد۔ جالنہ۔ ناندیڑ۔ گلبرگہ۔ رائچور۔ ورنگل۔ لاتور۔ پربھنی اور نظام آباد میں بھی ٹیلیفون قایم کئے جائیں۔ اس حکم کی تعمیل میں سنہ ۱۳۳۲ف و ۱۳۳۷ف کے دوران میں ٹیلیفون اورنگ آباد۔ جالنہ و ورنگل میں جاری کیا گیا۔ اور ایک ٹرافک ٹیلیفون سرویس بھی قائم کیگئی جس سے اورنگ آباد کو جالنہ سے اور حیدرآباد کو ورنگل سے ملحق کیا گیا۔ نیز دیگر اہم مراکز مثلاً بھونگیر اور آلیر اور جنگاؤں پر درمیانی اکسچنج قائم کئے گئے اضلاع پر ٹیلیفون کے قیام میں (چار لاکھ چھبیس ہزار ساتسو) روپیہ کے مصارف ہوئے۔ نیز حیدرآباد کو آل انڈیا ٹرافک سسٹم سے ملحق کرنیکی تجاویز پیش ہیں۔ اسکے ساتھ مختلف کاروباری مراکز مثلاً محبوب نگر گلبرگہ۔ بیدر۔ پربھنی۔ ناندیڑ۔ نظام آباد۔ رائچور وغیرہ کو لائسنس کے ذریعہ باہم ملانے کے تجاویز زیر غور ہیں۔ جب ان تماموں کو شرف منظوری حاصل ہوجائے گا۔ تو حیدرآباد اپنے ہر نوع کاروبار میں متمدن ممالک کے ہمعصر اس ریاست کے شایان شان ترقی یافتہ نظر آئیگا۔ سررشتہ ٹیلیفون کی موجودہ ترقی لائق ستایش اور کارکنان سررشتہ کی ترقی پذیر محنت قابل مبارکباد ہے۔ اور ہم اس بہجت آگین موقع پر متوقع ہیں کہ وہ ان زیر منظوری اسکیموں کو جلد از جلد کامیاب بنا کر حیدرآباد کے مدارج ترقی کو چار چاند لگائیں گے فقط

مرتبہ محمد کاظم [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
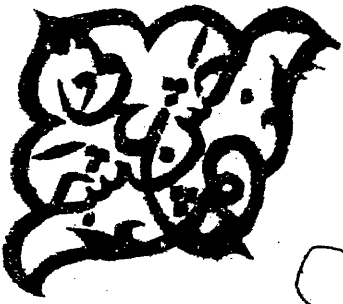
زراعت

زرعی نقطۂ نظر سے حیدرآباد کی اہمیت عہد عثمانی میں مستقل سررشتۂ زراعت کا قیام اور اُسکی کارگذاری و ترقی

از جناب مولوی نظام الدین حیدر صاحب ناظم زراعت سرکار عالی

ریاست حیدرآباد کی اہمیت

اکثر لوگ نہیں جانتے کہ زراعت کے معاملہ میں ریاست حیدرآباد کی اصلی حیثیت ہندوستان میں کیا ہے۔ ریاست حیدرآباد کو نہایت اہم حیثیت حاصل ہے مثلاً ہندوستان بھر کے کسی صوبہ یا ریاست میں ارنڈی کی کاشت اتنے وسیع رقبہ پر نہیں کی جاتی جتنی کہ ریاست حیدرآباد میں بلکہ دنیا بھر میں کسی ملک میں ریاست ہذا کے برابر وسیع رقبہ پر ارنڈی کی کاشت نہیں کی جاتی ہے اسی طرح ہندوستان بھر کے کسی صوبہ یا ریاست میں جوار کی بھی اتنے وسیع رقبہ پر کاشت نہیں کی جاتی جتنی کہ ریاست ہذا میں جہانتک ان دونوں فصلوں کا تعلق ہے حیدرآباد کا درجہ پہلا ہے مونگ پھلی کے لحاظ سے حیدرآباد کا درجہ دوسرا ہے کیونکہ صوبہ مدراس کو پہلا درجہ حاصل ہے کپاس کا جہاں تک تعلق ہے حیدرآباد کا تیسرا درجہ ہے اسلئے کہ پہلا درجہ صوبہ جات متوسط و برار کا ہے اور دوسرا صوبہ بمبئی اور سندھ کا اس قدر اہم حیثیت رکھتے ہوئے اگر ریاست حیدرآباد نے اپنی زراعت میں ترقی جاری رکھی تو ایک نہ ایک دن اسکا شمار دنیا بھر کے اہم ترین زرعی ملکوں میں یقیناً ہونے لگے گا یہ سمجھانے کے لئے کہ موجودہ طریقوں میں اصلاح کر کے کسقدر ترقی کی جاسکتی ہے ہم ایک واضح مثال پیش کرتے ہیں سررشتۂ زراعت کی رائج کی ہوئی عمدہ قسم کی فصلیں ۱۳۴۴ف میں تقریباً اسی ہزار ایکڑ زمین پر پھیلی ہوئی تھیں ان عمدہ قسم کی فصلوں کی کاشت کی وجہ سے کاشتکاروں کو جو خالص نفع حاصل ہوا اگر اسکا حساب کم سے کم شرح پر بھی لگایا جائے تب بھی چودہ لاکھ روپیہ سے کم نہ ہوگا یہ نفع اس رقم سے زائد حاصل ہوا ہے جو ان لوگوں کو اپنی معمولی قسم کی فصلوں کی کاشت سے ملتی اس رقمی عدد کی اہمیت اُس وقت بخوبی روشن ہوگی جب یہ معلوم ہوجائیگا کہ اوس سال کیلئے پورے سررشتہ کی منظورہ رقم موازنہ نو لاکھ روپئے سے کچھ ہی زیادہ تھی۔

سررشتہ کے قیام کا مقصد

ہر حکومت کی خوشحالی کا انحصار اس کے ملک کی خوشحالی پر ہے اور ملک کی خوشحالی منحصر ہے اسکی پیداوار کی بہتات پر اسی مقصد کے مدنظر تمام متمدن ممالک کی حکومتوں نے زراعت اور صنعت و حرفت کے محکمے قائم کر رکھے ہیں تاکہ ملک کو ماہرین کے مشوروں اور ان کی تحقیقات کے نتیجوں سے فائدہ حاصل کر کے پیداوار میں زیادتی کرنے کا موقع مل سکے حکومت سرکار عالی نے بھی اسی مقصد کے مدنظر زراعت اور صنعت و حرفت کے محکمے قائم فرمائے ہیں۔

کارگذاری

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ حیدرآباد کا سررشتۂ زراعت اپنے فرائض کو کس طرح انجام دے رہا ہے سررشتہ کا مقصد اسطرح حاصل ہو سکتا ہے
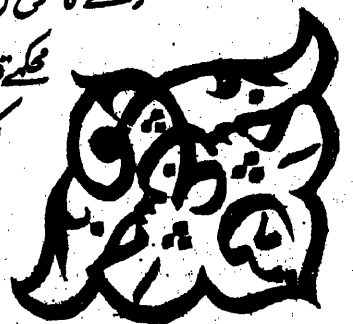
کہ اچھی سے اچھی پیداوار زیادہ سے زیادہ مقدار میں کم سے کم خرچ پر حاصل ہو یعنے موجودہ چیزوں میں اصلاح و ترقی کی جائے پہلے بہتر چیزیں معلوم کیجائیں اور اس کے بعد ملک میں رائج کی جائیں بہتر چیزیں معلوم کرنے کے لئے تجربہ یا آزمایش ضروری ہے اور ان کو رائج کرنے کے لئے تبلیغ اور مظاہرہ کی ضرورت ہے اس طرح نوعیت کے لحاظ سے سررشتہ زراعت کے کام کی تقسیم تین ذیلی مدات میں کی جاسکتی ہے (الف) تحقیقات (ب) آزمائش (ج) تبلیغ اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ سررشتہ کے ان ذیلی مدات کے تحت کس طرح اور کیا کام انجام پارہا ہے۔

تحقیقات یہ نہایت سائنٹفک قسم کا کام ہے جس خاص چیز کو ترقی دینا مقصود ہوتا ہے خواہ وہ پودا ہو خواہ حیوان خواہ زمین وغیرہ اس کا نہایت احتیاط اور غور کے ساتھ مطالعہ کیا جاتا ہے تاکہ ان رازوں کا پتہ لگایا جاسکے جن پر اس کا موجودہ وجود مبنی ہے ان رازوں کا پتہ لگالینے کے بعد متعلقہ سائنٹفک اصولوں کو منطبق کر کے اس کو بہتر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے حیدرآباد کے سررشتہ زراعت میں فی الحال حسب ذیل شعبے ہیں جو اس نوعیت کا کام انجام دے رہیں ہیں۔

(۱) نباتیات یہ شعبہ فی الحال چاول۔ ارنڈی۔ گیہوں۔ جوار و کپاس کو ترقی دینے کا کام کر رہا ہے۔ چاول اور ارنڈی سے متعلق کام حمایت ساگر میں اور گیہوں جوار اور کپاس سے متعلق پربھنی میں انجام دیا جارہا ہے گذشتہ چند سالوں میں ان فصلوں کی بعض جدید قسمیں پیدا کی گئی ہیں چاول اور کپاس کی ایک ایک جدید قسم دیہات میں رائج کی جارہی ہے اور مقبول ہو گئی ہے جیسے جیسے زمانہ گذرتا جائیگا فصلوں کی اور عمدہ قسمیں نکلنے کی امید ہے۔

(۲) کیمیا یہ شعبہ حمایت ساگر میں قائم ہے اس شعبہ کی زیادہ تر توجہ فی الحال ارنڈی اور نیشکر کی ترقی کے کام میں صرف ہو رہی ہے تاکہ ارنڈی کی ایسی قسمیں پیدا کی جاسکیں جن سے تیل کی زیادہ سے زیادہ مقدار حاصل ہو اور نیشکر کی ایسی قسمیں معلوم کی جاسکیں جن سے زیادہ سے زیادہ مقدار میں شکر حاصل ہو۔

(۳) افزائش نسل حیوانات یہ شعبہ مویشیوں میں خوبی پیدا کرنیکی کوشش میں لگا ہوا ہے حمایت ساگر میں ایک مزرعہ افزائش نسل مویشیان موجود ہے جہاں یہ کام انجام پارہا ہے۔ یہاں سے جو عمدہ سانڈ نکلینگے وہ مواضعات کی گایوں کے لئے تقسیم کئے جائینگے تاکہ انکی آئندہ نسلیں ہوں اس مزرعہ پر جو شیرخانہ ہے اسکا شمار ہندوستان کے بہترین شیرخانوں میں ہے خالص دودھ جو امراض کے جراثیم سے پاک ہوتا ہے اس شیرخانہ سے حیدرآباد کے رہنے والوں کو مہیا کیا جاتا ہے۔

آزمائش تحقیقات سے جو بہتر چیزیں معلوم کی جاتی ہیں خصوصاً وہ جنکا تعلق فصلوں زمین اور کھاد سے ہے یہ لازمی نہیں کہ وہ ملک کیلئے عام استعمال میں کم خرچ اور منفعت بخش ہی ثابت ہوں۔ اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ کاشتکاروں کو ان کے استعمال کا مشورہ دینے سے قبل ان کی کاشت کھیتوں پر کی جائے چنانچہ امید افزا اشیاء کے تجربات بڑے پیمانہ پر سررشتہ کے آزمایشی مزرعہ جات اور باغات میں کئے جاتے ہیں انہیں مزرعوں پر ان فصلوں کی کاشت کے طریقوں اور کھادوں کے بھی تجربے کئے جاتے ہیں جو دوسرے ممالک میں مفید ثابت ہوئے ہیں تاکہ ان میں سے جن کا اختیار کرنا ہمارے ملک کیلئے مفید ہو ان کا انتخاب کرلیا جائے فی الحال ایسے آزمایشی مزرعہ جات حمایت ساگر۔ پربھنی۔ ورنگل۔ رائچور۔ سنگاریڈی۔ رودرور اور محبوب نگر میں موجود ہیں نیشکر۔ مونگ پھلی۔ باجرا گیہوں۔
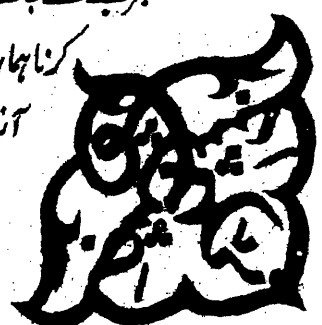
پپیائی اور کیلے کی عمدہ قسمیں اور ارنڈی کی پھلی کی کھاد جو اس قدر عام ہوگئی ہیں اور مواضعات میں بڑے رقبوں پر پھیل گئی ہیں انہی تجربات کا نتیجہ ہیں۔

تبلیغ سررشتہ کا یہ وہ شعبہ ہے جس کے ذمہ مواضعات میں ترقیات رائج کرنے کا کام ہے اور جس کو کاشتکاروں سے براہ راست سابقہ رہتا ہے اس شعبہ کے عملہ کی تعیناتی اضلاع میں ہے اس کے فرائض یہ ہیں کہ مواضعات میں دورہ کرے ترقی یافتہ چیزوں کے متعلق کاشتکاروں کو تفصیل سے سمجھائے اور مظاہرہ کرکے ان کے ذہن نشین کردے کہ یہ چیزیں مفید ہیں کاشتکاروں کے لئے ان ترقی یافتہ چیزوں کی سربراہی کا انتظام کرنا بھی جو وہ خود حاصل نہ کرسکتے ہوں اسی عملہ کے ذمہ ہے مثلاً تخم۔ کھاد اوزار۔ پانی حاصل کرنے کے لئے سوراخ اندازی کھیتوں کے لئے بند تعمیر کرنے کی نسبت مشورہ وغیرہ دیا جاتا ہے اسلئے کہ کاشتکاروں کو یہ مشورہ انکو جب کبھی کسی عمدہ چیز یا مشورہ کی ضرورت ہو تو ان کو چاہئے کہ اپنے ضلع کے عہدہ دار زراعت کے پاس رجوع ہوں اگر کوئی ایسا معاملہ ہو جس میں اس سے بڑے عہدہ دار کی مدد کی ضرورت ہو تو ان کو چاہئے کہ اپنی سمت کے نائب ناظم زراعت کے پاس رجوع ہوں۔ ریاست ہذا میں چار اسمات اور چار نائب نظار ہیں جن نائب ناظم صاحب کے تحت اضلاع اطراف بلدہ۔ میدک نظام آباد اور محبوب نگر ہیں ان کا مستقر حمایت ساگر ہے۔ اضلاع ورنگل۔ کریم نگر۔ نلگنڈہ اور عادل آباد ان نائب ناظم صاحب کے تحت ہیں جن کا مستقر ورنگل ہے جن نائب ناظم صاحب کے تحت اضلاع اورنگ آباد۔ پربھنی۔ ناندیڑ اور بیڑ ہیں ان کا مستقر پربھنی ہے۔ اضلاع رائچور۔ گلبرگہ۔ بیدر اور عثمان آباد ان نائب ناظم صاحب کے تحت ہیں جنکا مستقر رائچور ہے۔ فقط

انجمن ہائے زرعی و غیر زرعی مملکت آصفیہ

زرعی	۱۰۸۹
غیر زرعی	۹۴
میزان	۱۱۸۳

گوشوارہ اراکین

مدارج	زرعی				غیر زرعی			
	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ
جن انجمنوں کا سرمایہ زیر استعمال ۳۰۰ روپیہ سے ۶۰۰ روپیہ تک ہے	۱۹۰۴۳	۲۳۱۳	۴۱۰	۲۱۸۰۶	۲۱۰۱	۲۷۰۳	۱۱۸	۴۹۳۲
〃 〃 〃 ۶۰۰ 〃 ۹۰۰ 〃	۱۸۶۵۶	۲۲۵۱	۳۳۹	۲۱۲۴۶	۱۹۴۹	۲۶۴۵	۱۱۶	۴۷۱۰
〃 〃 〃 ۹۰۰ 〃 ۱۰۰۰ 〃	۱۸۱۳۱	۲۱۹۲	۳۳۹	۲۰۶۶۲	۱۸۹۳	۲۶۳۴	۱۱۶	۴۶۴۳
〃 〃 〃 ۱۰۰۰ 〃 ۱۵۰۰ 〃	۱۶۹۷۷	۲۱۱۱	۳۲۹	۱۹۴۱۷	۱۸۶۲	۲۶۲۲	۱۱۳	۴۵۹۷
〃 〃 〃 ۱۵۰۰ 〃 ۱۸۰۰ 〃	۱۵۶۶۷	۱۹۶۶	۳۲۴	۱۷۹۵۹	۱۷۴۱	۲۵۳۸	۱۱۰	۴۳۸۹
〃 〃 〃 ۱۸۰۰ 〃 ۲۴۰۰ 〃	۱۴۰۵۲	۱۷۸۱	۳۰۷	۱۶۱۴۰	۱۶۶۷	۲۳۸۴	۱۰۸	۴۱۵۹
〃 〃 〃 ۲۴۰۰ 〃 ۳۰۰۰ 〃	۱۰۹۲۹	۱۴۸۴	۲۹۰	۱۲۷۰۳	۱۴۶۳	۲۲۰۸	۱۰۵	۳۷۷۶
〃 〃 〃 ۳۰۰۰ 〃 ۳۶۰۰ 〃	۷۷۱۸	۱۰۶۲	۲۵۴	۹۰۳۴	۱۳۲۵	۱۹۲۳	۹۶	۳۳۴۴
〃 〃 〃 ۳۶۰۰ 〃 ۴۲۰۰ 〃	۵۸۴۰	۷۲۷	۲۳۹	۶۸۱۳	۱۲۳۷	۱۸۸۹	۹۶	۳۲۲۲
〃 〃 〃 ۴۲۰۰ 〃 ۵۰۰۰ 〃	۴۲۷۹	۵۳۰	۲۳۹	۵۰۴۸	۱۱۹۴	۱۷۹۵	۹۲	۳۰۸۱
〃 〃 〃 ۵۰۰۰ سے اوپر ہے	۳۱۰۳	۳۸۱	۲۲۲	۳۷۰۶	۱۰۸۰	۱۶۱۲	۸۵	۳۷۷۷

دیہی رعایا کی مرفہ الحالی اور ترقی سے متعلق فرمان مبارک و ارشاد شاہانہ
بورڈ اور کنیدگی باؤلیات کے سررشتہ کا قیام اور اسکی تنظیم و ترقی کی کارگذاری.

حیدرآباد میں دیہی ترقیات کی ابتدا ۲۹ شعبان ۱۳۳۹ھ کے اس مشہور فرمان مبارک سے ہوئی ہے جس میں حضرت اقدس و اعلی کا یہ حکم شرف صدور لایا تھا۔

فرمان مبارک

میری عزیز رعایا کے آرام و آسائش کے ذرائع میں واجبی سہولتیں پیدا کی جائیں پینے کے لئے صاف پانی کا مہیا کیا جانا اور ایسے ہی دوسری مقامی ضرورتیں جن کا مجھے اثناء دورۂ ثانی مشاہدہ کی بناء پر علم ہوا ہے ان کی تکمیل کے واسطے مستقل انتظام ضروری ہے۔

بنابریں ۱۳۳۶ف میں معزز اراکین باب حکومت کی ایک کمیٹی موسومہ واٹر اینڈ ڈرینیج بورڈ بنائی گئی اس بورڈ کی رہنمائی اور نگرانی میں اورنگ آباد جالنہ اور رائچور جیسے مقامات پر چالیس لاکھ روپیہ کے صرفہ سے آبرسانی اور ڈرینیج کی اسکیمیں نافذ کی گئیں کنیدگی باؤلیات کے لئے جو خاص سررشتہ قائم کیا گیا اس کے تحت اکیس لاکھ روپیہ کے صرفہ سے (۱۱۶۷) دیہات میں (۱۵۵۰) باؤلیات کی تعمیر یا ان میں تبدیلی کی گئی۔

بارش کی کمی کی وجہ سے ضلع رائچور میں آب نوشیدنی کی قلت محسوس ہوتی تھی بسا اوقات ایک موسم باراں کی ناکامی سے گاؤں کے گاؤں خالی ہوجاتے تھے۔ مرض نارو کا ہر جگہ دور دورہ تھا اور اکثر مقامات پر خاص ارضی حالات کے باعث زمین دوز پانی کھارا ہوا کرتا تھا لیکن اب حالات بالکل بدل چکے ہیں۔ موزوں مقامات پر نئی باؤلیات تعمیر کی گئی ہیں جن کے کنارے سمنٹ کے چبوترے بنائے گئے ہیں دیہی آبادی کے لئے محفوظ آبرسانی کا انتظام کیا گیا ہے اور ضلع کے اندر مرض نارو میں ۹۰ فیصدی تخفیف ہوگئی ہے۔ اب تک جسقدر کام ہوا ہے اس کی تین قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں۔

(الف) جہاں باؤلیاں موجود نہ تھیں وہاں نئی باؤلیوں کی کنیدگی۔

(ب) موجودہ باؤلیوں کی گہرائی میں اضافہ اور ان کی ترمیم۔

(ج) پرانی باؤلیوں کو بند کر کے حتی الوسع جدید قسم کی باؤلیوں میں ان کی
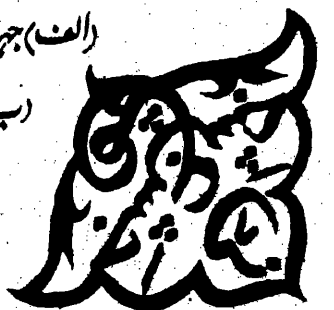
تبدیلی افراد پر ذات پات کی جو پابندیاں عائد ہوتی تھیں ان کی وجہ سے ابتداً اکثر مشکلات کا سامنا ہوا جن کا حل ضروری تھا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ اونچی ذات والوں کی نسبت پست اقوام کے مطالبات زیادہ سخت ہوا کرتے تھے چنانچہ دھیڑ بیگاروں کا معاملہ ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے ایک صدی پہلے یہ دونوں ایک ہی ذات رکھتے تھے لیکن آج بیگار دھیڑوں سے علحدہ ہو گئے ہیں اور انکے ساتھ کھانا پینا پسند نہیں کرتے نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے علحدہ باؤلیاں کا مطالبہ پیش کیا۔ جن دیہات میں پست اقوام کے مختلف ذیلی فرقوں کی آبادی اس قدر کثیر تھی کہ ان کے لئے ایک سے زیادہ باؤلیاں تعمیر کی جا سکتی تھیں وہاں ان کے مطالبات پورے کئے گئے جہاں مصارف کی معقول وجہ موجود نہ تھیں وہاں شش جہتی باؤلیات بنا کر درمیانی اوٹ کے ذریعے ان کے ہر دو حصے بالکل علحدہ کر دئے گئے چونکہ رائچور کے کام اختتام پا چکے ہیں سررشتہ کندیدگی باؤلیات اب شمال کی طرف منتقل ہو رہا ہے تاکہ گلبرگہ۔ عثمان آباد اور شوراپور کے مخصوص مسائل کو حل کرے۔ دیہی تنظیم کے سلسلے میں صرف کندیدگی باؤلیات ہی پر اکتفا نہیں کی گئی مجالس صفائی اضلاع اب پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ کام کرنے لگے ہیں دیہی آبرسانی کی ترقی۔ دیہی سڑکوں کی تعمیر اور نگہداشت اور دیہی مواقع کی توسیع جیسے مختلف رفاہی کاموں پر رقوم صرف کیجا رہی ہیں بعض تعلقوں میں چیدہ چیدہ گاؤں قابل تقلید دیہات بنائے جا رہے ہیں اور بعض میں نئے مواقع پر باقاعدہ نقشوں کے مطابق دیہات آباد کئے جا رہے ہیں۔ نظام ساگر اسکیم کے تحت جو وسیع رقبہ جات آباد کئے جائینگے ان سے بھی استفادہ کیا گیا ہے ناواقف دیہاتیوں کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو اکثر دفعہ وہ ذرائع صفائی اور آمد و رفت کے مبادی اصول پر بھی عمل نہیں کرتے لیکن جہاں ان کی خاطر خواہ رہنمائی کی گئی وہاں یہ کام ڈرینج اور سڑکوں وغیرہ کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے انجام دیا گیا۔ ضلع نظام آباد کے اکثر دیہات میں ویران فصیلوں اور خندقوں کے نشان باقی تھے جو کبھی کسی زمانہ میں کارآمد ہونگی لیکن آج ان سے ہوا کی آمد و رفت کو روکنے اور مچھروں کی پرورش کے سوا کوئی اور مقصد حاصل نہیں ہوتا ایسے تمام گڑھے بھروا دینا ضروری تھا علاوہ ازیں دیہات کے قرب و جوار میں اراضی حاصل کئے گئے ہیں تاکہ مکانات سے کسیقدر فاصلہ پر تری کی کاشت منتقل کیجا سکے اور اس طرح سابقہ رقبہ پر بازگاہ بازار کے لئے چبوترے اور نئے مکانات کے واسطے مواقع نکل سکیں۔

دیہی زندگی کو عام طور پر ترقی دینے کی غرض سے شہر حیدرآباد سے بیس میل کے فاصلہ پر موضع پٹنچرو میں ترقیات دیہی کا ایک مرکز قائم کیا گیا ہے اس مشہور مرکز میں مرغبانی اور کاشتکاروں کے مظاہروں کے لئے شعبہ جات قائم کئے گئے ہیں اس مرکز کے زیر اثر دستی پارچہ بافی رنگ سازی اور روارنش جیسی دیہی صنعتیں ابھر رہی ہیں دیہی ترقی کے کام میں خود دیہاتیوں کو تربیت دینے کی خاطر اکثر مقامات پر دیہی ترقی کی انجمنیں قائم کی گئی ہیں بچوں کے لئے مدارس روزینہ اور بڑوں کے واسطے مدارس شبینہ چند دار المطالعہ اور کتب خانہ بھی کھولے گئے ہیں دیہی تنظیم کے مرکزی بورڈ کا تذکرہ بھی اس وقت بے محل نہ ہوگا جس کے تفویض ممالک محروسہ کے لئے ایک ایسے جامع اسکیم کی تیاری ہے جو سرکاری اور غیر سرکاری عناصر کے اشتراک عمل پر مبنی ہوگی اور جس کی روح رواں گاؤں کا استاد ہوگا۔

موجودہ حالات اور آئندہ امکانات پر احتیاط کیساتھ غور کرنے کے بعد ایک اسکیم مرتب کی گئی ہے مرکزی بورڈ کا متوقعہ کام تطبیق پیدا کرنا اور باہمی تبادلہ معلومات کے لئے مرکز مہیا کرنا ہوگا۔

اضلاع اور تعلقوں کے بورڈ جو مقامی عہدہ داروں اور غیر سرکاری آراکین
پر مشتمل ہونگے بحیثیت عاملہ اور نگرانکاراداروں کے لئے مفید ثابت ہونگے
حتی الوسع منتخبہ دیہات کے تمام خاندانوں کو دیہی ترقی کے کام میں دلچسپی لینے کی
ترغیب دیجائیگی اور یہ کام امداد باہمی کے اصول پر انجام دیا جائیگا۔

دیہی مدارس کے اساتذہ مقامی حالات سے واقف اور شائستہ ہونے کی وجہ سے دیہی تنظیمات کے سرپنچ قرار دیئے جائینگے
ان دیہی عہدہ داروں کی خدمات سے بھی جو پٹیل کہلاتے ہیں پہلے سے زیادہ استفادہ کیا جائیگا توقع ہے کہ اس تحریک کی
بدولت ترقی یافتہ طریق کاشت جانوروں کی بہتر نگہداشت اور زیادہ نفع بخش دیہی صنعتوں کی ترویج کے ذریعہ دیہی تنظیم کی اسکیمیں
نافذ ہوسکینگی اور یہ تحریک صحت اور رفاہ عام کے کاموں کو انجام دیتے ہوئے ایسی دیہی سرگرمیوں کی محرک ہوگی جو اخلاقی
اور مادی ترقی کے لئے ناگزیر ہیں۔

حضرت اقدس واعلیٰ کو دیہی آبادی کی فلاح میں جو گہری اور دائمی دلچسپی ہے اس کا اظہار پھر ایک دفعہ نہایت وضاحت اور تاکید
کے ساتھ فرمایا گیا ہے مقامی کارہائے آبرسانی کے حالیہ افتتاح کے موقع پر ارچور میونسپلٹی کی طرف سے جو اڈریس پیش کیا گیا
تھا اس کے جواب میں حضرت اقدس واعلیٰ نے حسب ذیل ارشادات کو شرف تلفظ بخشا۔
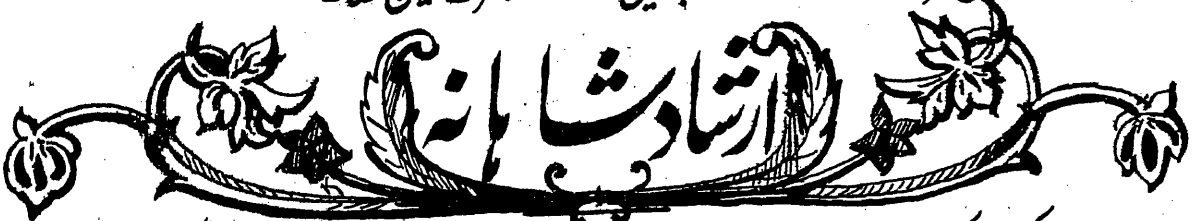
حکومت کی جانب سے جو سہولتیں بہم پہونچائی جاتی ہیں ان سے استفادہ تم کو مبارک ہو مگر تم
خود بھی اپنی سود و بہبود کا خیال رکھو۔ زراعت و تجارت میں ترقی کرو، محنت و کفایت شعاری
کا خود کو عادی بناؤ۔ قرض داری و فضول خرچی سے بچو، تم کو سبق سکھلانے کے لئے سر رشتہ
زراعت تجارت و حرفت انجمن اتحادی وغیرہ قائم ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ۔
دیہی ترقیات سے مجھے گہری دلچسپی ہے میری خواہش ہے کہ دیہی رعایا کی زندگی دن بدن مرفہ
الحال ہوتی جائے ''

تعداد محتسبین حیدرآباد

(۱) ضلع اورنگ آباد میں (۵) ہیں۔ (۲) ضلع بیڑ میں (٦) ہیں۔
(۳) ضلع پربھنی میں (۱۱) ہیں۔
(۴) ضلع گلبرگہ میں (۱) ہے
(۵) ضلع ورنگل میں (۲) ہیں۔ (٦) ضلع عادل میں (۷) ہیں۔
(۷) ضلع رائچور میں (۲۴) ہیں۔
(۸) ضلع عثمان آباد میں (۱۸) ہیں۔
(۹) ضلع بیدر شریف میں (۸) ہیں۔ (۱۰) ضلع کریم نگر میں (۲) ہیں۔
(۱۱) ضلع عادل آباد میں (۵) ہیں۔
(۱۲) ضلع میدک میں (۱٦) ہیں۔
(۱۳) ضلع محبوب نگر میں (۹) ہیں
(۱۴) ضلع نلگنڈہ میں (۲) ہیں۔
(۱۵) ضلع اطراف بلدہ میں (٦) ہیں
(۱٦) علاقہ فوج میں (۱۴) ہیں۔

حیدرآباد دکن ہمیشہ سے صنعت و حرفت اور دستکاری کا مرکز رہا ہے۔ یہاں تلنگانے کی روئی سے جو ململ تیار کی جاتی تھی اوس کی نفاست اور خوبصورتی ضرب المثل تھی انیسویں صدی کے اختتام پر میکرو پولو ایک وینس کا مشہور سیاح گولکنڈہ آیا تھا اس نے ورنگل کے متعلق لکھا ہے کہ اس ملک میں نہایت لاجواب بکرم تیار کی جاتی ہے اس کے تار مکڑی کے جالے کی طرح نرم اور مہین ہوتے ہیں۔ یہ ایک ایسی شئے ہے کہ اگر اس کو دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی پہنے تو اس کو ایک خاص قسم کی مسرت ضرور حاصل ہوگی۔

اورنگ آباد اور پیٹھن کارچوبی۔ سنہری۔ روپیلی اور زردوزی فیتے اور لباس کے کام میں مشہور رہے۔ جامہ وار۔ ہمرو اور مشروع کے تھان اورنگ آباد میں اب بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ جامہ وار کشمیری دوشالہ کی طرز کا ہوتا ہے۔ جس کی زمین اون کی اور گل بوٹے ریشم سے بنائے جاتے ہیں۔ ہمرو گویا جامہ وار کی نقل ہے۔ دونوں میں صرف فرق اس قدر ہوتا ہے کہ ایک میں زمین ریشم اور سوت کی ہوتی ہے۔ اور دوسرے میں اون کی۔ مشروع ریشم کی وضع کا ہوتا ہے۔ جس میں چمک ساٹن کی سی ہوتی ہے۔ اور اس پر بیل بوٹے یا کوئی اور خوبصورت جھاڑی۔ پشت ماہی، کھجور چھبرٹ کے نمونے بنائے جاتے ہیں ورنگل میں شطرنجیاں کمبل اور قالین نہایت لاجواب بنائے جاتے ہیں گذشتہ نمائش میں یہاں سے جو نمونے یورپ بھیجے گئے تھے، وہ بے حد پسند کئے گئے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئے۔ اس طرح گلبرگہ جیل میں بھی دریاں شطرنجیاں ڈیرے اور قالین وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔

اورنگ آباد اور کریم نگر میں سونے چاندی کے تار کا کام بہت عمدہ ہوتا ہے تاروں سے نہایت ہی نازک خوبصورت سبک اور نظر فریب سامان معاشرت و آرائش تیار کیا جاتا ہے۔ الائچی دان، پاندان، خاصدان، عطردان، اور چکنی ڈلی کی ڈبیوں پر تاروں کے جال دار نمونے بنا کر ان میں جو پھول پتے نکالے جاتے ہیں ان کا ڈزاین بڑا ہی دلفریب ہے بدری برتن تمام عالم میں مشہور ہیں۔ یہ شہر بیدر میں تیار کئے جاتے ہیں وہاں کی تیار شدہ صراحیاں۔ لوٹے۔ آفتابے۔ اگالدان۔ سیلابچیاں۔ حقے پاندان۔ تلواروں کے قبضے وغیرہ اب تک قدیم امرا و رؤسا کے محلوں کی رونق بڑھا رہے ہیں۔ اور دیدہ زیب گلدان اور شمع دان وغیرہ رونق بزم اور زینت محفل بنے ہوئے ہیں یہ جست۔ تانبے قلعی اور سیسے کو ملا کر ڈھالے جاتے ہیں پھر اس کی سطح پر سونے اور چاندی کے تار یا پتر سے پچی کاری کی جاتی ہے۔ اور آخر میں پھول پتوں پر کو کے ڈزائن کو سبک بنا دیتے ہیں یہ کام نہایت نازک اور خوبصورت ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ عام افلاس بیرونی اشیاء کے مقابلے اور غیر ممالک سے آئے ہوئے سامان کی ارزانی نے اس سلطنت کے صنعتی اور تجارتی بازار کو سرد کر دیا تھا اور ہماری بے توجہی سے ملکی صنعتیں مردہ ہوگئیں تھیں۔

جنگ عظیم کے بعد اہل ہند کو ہوش آیا اور ملکی صنعتوں کو فروغ دینے کا عام خیال پیدا ہوگیا اعلیٰحضرت حضور نظام نے ۱۳۲۷ف میں محکمہ صنعت و حرفت قائم کیا تاکہ قدیم صنعتوں کے مردہ قالب میں ترقی کی روح دوڑ سکے اور صنعت قدیم کے تحفظ کے لئے ۱۳۲۹ف میں ایک کمیٹی کا قیام ہوا جس نے مقامی حالات کا اندازہ لگا کر تجارتی نقطۂ نظر سے یہاں کے جملہ پہلوؤں پر اچھی طرح نظر ڈالی اور ملکی صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے ایک زبردست اسکیم مرتب کی۔ اور نئے ساز و سامان نو ایجاد مشینوں، سائنٹفک طریقوں اور معاشیاتی اصول کے تحت کاروبار صنعت کا آغاز ہوگیا۔

مرتبۂ محمد فاضل
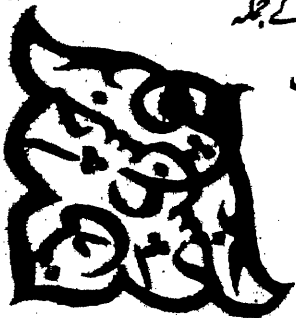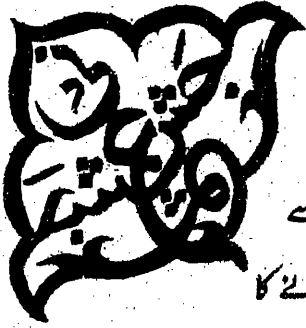
مقامی پیداوار اور خام مال کے استعمال سے ملکی کاریگروں اور تاجروں کو نفع بھی ہوا اور ساتھ ہی ان کے لئے بڑی آسانیاں مہیا ہوگئیں سب سے کرایہ اور کروڑگیری کے محصول کی بچت ہوگئی چنانچہ سرکاری طور پر صابون بنانے کا کارخانہ کھولاگیا کامارڈیی میں گل معوہ سے الکحل بنانے کی فیکٹری قائم کی گئی چمڑے کے کارخانے ۔سریش اسپریٹ' لاکھ اور کاغذ بنانے کے کارخانے' سمنٹ فیکٹری' کپڑے کی گرنیاں' دیاسلائی کے کارخانے کھولے گئے' جو کامیابی کے ساتھ اپنا کام نہایت اعلیٰ پیمانے پر انجام دے رہے ہیں ماہرین فن اور قابل اشخاص کی نگرانی کی بدولت شہروں اور قصبوں میں جابجا' ہزاروں کارخانے خانگی طور پر قائم ہوگئے چنانچہ بٹن فیکٹری' پورسلین اور ٹاٹل ورک فیکٹری گلاس مینو فیکچرنگ کمپنی چوبی سامان بنانے کے کارخانے لوہے کے کارخانے' تانبے چینی کے کارخانے' وارنش' پالش کے کارخانے سگریٹ سگار' اور جو مقام جس کام کے لئے مشہور تھے وہاں کے کارخانے کو سرکاری طور پر امداد دی جارہی ہے۔ صنعت و حرفت کے مدارس قائم کرکے مقامی صنعتوں کو خاص طور پر باقی رکھنے اور ترقی دینے کے انتظامات کئے جارہے ہیں تاکہ صنعت ایک مستقل آرٹ کی صورت اختیار کرلے ۔ جو آئندہ ملک و قوم کے لئے بہبودی کا باعث ہو۔ محکمہ صنعت و حرفت جو ہمارے ملک کی فلاح و بہبودی کے لئے قائم کیا گیا ہے اس کے سالانہ اخرجات ایک لاکھ سے زیادہ ہیں ۔

تعداد ساہوکاران ملک سرکار عالی

(جن کی آمدنی ۴۰۰ روپیہ سالانہ سے اوپر ہے)

مقام سکونت	ہندو	مسلمان	دیگر	جملہ
حیدرآباد	۸۸	۰	۰	۸۸
بیدر	۳۲	۱	۰	۳۳
ناندیڑ	۳۲	۱	۰	۳۳
نظام آباد	۵	۰	۰	۵
نلگنڈہ	۱۱	۰	۰	۱۱
کریم نگر	۳۷	۲	۰	۳۹
پربھنی	۷۱	۱	۱	۷۲
اورنگ آباد	۳۴	۰	۱	۳۵
بیڑ	۱۴۶	۸	۰	۱۵۴
ورنگل	۳۰	۲	۱	۳۳
گلبرگہ شریف	۲۱	۱	۰	۲۲
عثمان آباد	۴۶	۱	۰	۴۷
رائچور	۲۵	۰	۰	۲۵
محبوب نگر	۷	۳	۰	۱۰
میدک	۱۱	۱	۰	۱۲
میزان	۵۹۷	۲۱	۲	۶۲۰

مرتبہ محمد فاضل

قیام باب حکومت سرکار عالی

خطبۂ مبارک اعلیحضرت حضور پرنور

خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

بہ دربار افتتاح باب حکومت
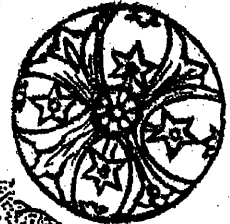
فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین

آج کا دربار ایک ایسے امر کو نمایاں کرنے کی غرض سے منعقد کیا گیا ہے جو اس مملکت کی تاریخ میں نہایت مہتم بالشان واقعہ ہے۔ سب کو معلوم ہوگا کہ اس مملکت کا قدیم طرز حکومت ذاتی حکمرانی رہا ہے جسمیں انصرام کار کا ذریعہ دیوان ہوتا رہا ہے اور یہی ایک تاریخی واقعہ ہے کہ باستثناء چند قابل قدر افراد کے وزراء سلف نے کن کن طریقوں سے اپنے آقا کی حکومت میں ضعف پیدا کرنے کی تدابیر پیش نظر رکھیں گو رعایا اور ملازم کی حیثیت سے وفاشعاری ان کا عین فرض تھا۔ دفاتر سرکاری میں وافر مواد موجود ہے جو حدود اختیار سے تجاوز کرکے باہمی تعلقات میں بدمزگی۔ خوبی انتظام میں خلل۔ اور فلاح عامہ میں نقصان پیدا کرنے کی شہادت دیتا ہے۔ حکومت کی ہوس نے خواہ وہ حکومت کیسی ہی ناجائز یا خلاف ضابطہ کیوں نہو لازمی طور سے تدبیر و اصلاح کے سرچشموں کو خشک کردیا یکے بعد دیگرے متعدد وزراء کے طرز عمل نے ان نقائص کو اور بھی واضح کردیا جو اس طریقۂ حکومت میں موجود تھے۔ میرے والد مرحوم حضرت غفران مکان نے سالار جنگ اول کی وفات کے بعد ان کی مرتبہ نظم حکومت کی کافی آزمایش کرکے ان نقائص کو محسوس فرمایا جو اس میں موجود تھے اور ۱۸۹۲ء میں "قانونچہ مبارک" نافذ فرمایا جس میں مدار المہام اور معین المہاموں کے اختیارات و فرائض کے حدود معین کئے گئے۔ اس کے بعد اور ایک دفعہ اصلاح انتظام کی طرف ان کی توجہ مبذول ہوئی اور قواعد قانونچہ کی اشاعت عمل میں آئی جبکہ خود ما بدولت نے اپنے تخت نشینی کے بعد ہی مسائل انتظام مملکت کا نظر غائر سے ملاحظہ شروع کیا تو یہ خیال یقین کے درجہ تک پہنچ گیا کہ موجودہ طریقہ حکومت کے نقائص کو دور کرنا ممکن نہیں ہے تاوقتیکہ اسکی ترکیبی حالت میں اصلاح نہ کی جائے۔ پس کامل غور و فکر کے بعد ما بدولت نے انتظام مملکت کا بار گراں خود برداشت کرنا قبول فرمایا۔ اس پانچ سال کی مدت دراز تک انتظام کار کی سعی بلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبود کے ذرائع کا قیام و استحکام ما بدولت کے مطمح نظر رہا ہے کیونکہ انکی ترقی و خوشحالی اور فارغ البالی میں ما بدولت کی شفقت آمیز دلچسپی لازوال ہے۔ اس وقت تک کے خاص ذاتی تجربہ نے ما بدولت پر ظاہر کردیا کہ موجودہ انتظام میں تبدیل کی ضرورت ہے۔ انقلاب زمانہ حال کی زندگی کے پیچیدہ مسائل مشرقی اقوام کے جدید سیاسی احساس اور خود اس ملک کے اندرونی و بیرونی تعلقات کے نازک مسائل نے ذاتی حکومت کے بار کو اسقدر گراں کردیا ہے کہ اس سے ایک حد تک سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے پوری تدبیر کی ضرورت ہے۔
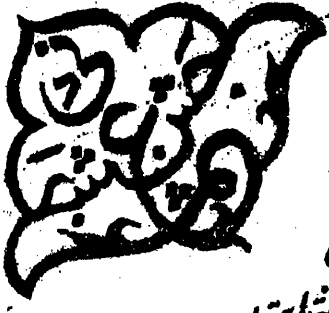
چونکہ یہ ناممکن تھا کہ پھر وہی طریقہ اختیار کیا جائے جسکی ناکامی اسکو
غیر مفید ثابت کر چکی تھی۔ لہذا ما بدولت نے غور و خوض کے بعد تنظیم
جدید کا مصمم ارادہ کیا تاکہ اس سے انتظام ریاست کی کافی اصلاح اور اس
قوت کے قیام کا جس پر ترقی منحصر ہے کافی تیقن ہو جائے۔ اور ممالک کے تجربہ نے یہ ثابت
کر دیا ہے کہ جو حکومت کونسل کے ذریعہ عمل میں آئے اسکو کئی وجوہ سے ایسی حکومت پر ترجیح ہے جو کسی ایک عہدہ دار
کے ہاتھ میں رہے خواہ وہ کیسا ہی لایق و سر برآوردہ کیوں نہو۔ پس ما بدولت کی دلی خواہش یہ ہے کہ اپنی رعایا کو اس
مرجح طرز حکومت کے فوائد سے مستفید ہونے کا موقعہ دیں نظر بر آں ما بدولت نے بذریعہ فرمان امروزہ ایک اکزیکیٹو کونسل
(یعنے باب حکومت) قایم فرمایا ہے جو ایک صدر اعظم سات ارکان معمولی اور ایک رکن اختصاصی (جن سے کوئی صیغہ متعلق
نہوگا) سے مرکب ہوگی۔ کافی غور کے ساتھ صدر اعظم اور ارکان باب حکومت کے اختیارات کے متعلق قواعد منضبط اور ان کے
مجموعی اور انفرادی ذمہ داریوں کے حدود معین کئے گئے ہیں۔ انتخاب ارکان میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔
اور ایسے اشخاص مقرر کئے گئے ہیں جن کا تجربہ اور قابلیت مسلم ہے۔ صدر اعظم سر علی امام ہیں جو تعارف کے محتاج نہیں کیونکہ
برٹش انڈیا میں انکے کارنامے سب پر روشن ہیں۔ ایسی کونسل کے قیام سے ہر شعبۂ نظم مملکت کو تقویت ہوگی اور ان مسائل
کے حل کرنے میں جو اس ملک کے وسیع اور اہم اغراض سے متعلق ہیں (اور جن کا خاص ما بدولت کے حکم سے تصفیہ ہوگا)
کونسل کے مشورہ سے بیش بہا مدد مل سکیگی۔ اسکے اجتماعی عمل سے انتظام میں یکجہتی اور اس سے ایسے نتائج پیدا ہوں گے
جو رعایا کے حق میں مفید ثابت ہوں۔
اشاعت تعلیم۔ ذرائع معیشت کی ترقی۔ تجارت اور صنعت و حرفت کی ترغیب۔ حفظان صحت کے جدید اصول پیدا کرنے
کی تدابیر۔ ذرائع آمد و رفت کا قیام اور ان کی توسیع۔ اور ایسے ہی بہت سارے مسائل ابھی تصفیہ طلب ہیں۔ ان امور میں
جو اندرونی اصلاحات سے متعلق ہیں۔ کونسل کی کارگذاری اسی طرح قابل قدر ثابت ہوگی جس طرح امور سیاسی میں
ما بدولت اور سرکار عظمت مدار کے تعلقات کے لحاظ سے مفید ہو سکتی ہے۔ یہ تعلقات ہمیشہ دوستانہ رہے ہیں کیا زمانہ سلف
میں کیا آج۔ اقلیم ہند میں آغاز حکومت برطانیہ سے تا ایں وقت اس خاندان کے ساتھ دوستی اور اتحاد کا سلسلہ برابر
قائم رہا ہے۔ ایک سے زیادہ معرکوں میں سلطنت برطانیہ کی حرمت و بقا کے لئے شمشیر آصف جاہی نیام سے نکل چکی ہے۔
حال کے جنگ عظیم میں جس سے ابھی سلطنت برطانیہ فتحمندی کے ساتھ فارغ ہوئی ہے جو کچھ امداد ما بدولت کی جانب سے
کی گئی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان خاص حالات میں باب حکومت کو واپسیٔ ملک برار کے اہم مسئلہ پر غور کرنے کا
ایسا نادر موقع ہمدست ہوگا جس کا مستقبل نہایت خوش آیند ہے۔ ما بدولت کی مملکت کے اس جزو لاینفک کا دعوے
انصاف اصلی پر مبنی ہے۔ اور اگر اس کی تنقیح بلا طرفداری کیجائے تو یہ امر خارج از قیاس ہے کہ وہ دعوے قابل تسلیم
نہ قرار پائے۔ پس اس اہم مسئلہ کی نسبت کونسل کے مشورہ کا ما بدولت کو خاص دلچسپی کے ساتھ انتظار رہے گا
ما بدولت اپنے تمام امراء و عہدہ داران اور عزیز رعایا کو اس جدید انتظام کی طرف متوجہ
و مائل کرا کے متوقع ہیں کہ وہ سب اپنی ارادت و عقیدت سے اسکو کامیاب بنانے میں
ہمیشہ ساعی رہیں گے۔ کیونکہ کوئی انتظام حکومت کامیاب نہیں ہو سکتا
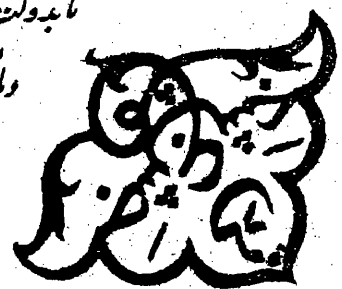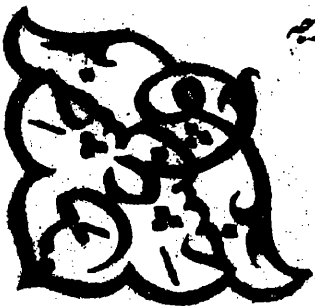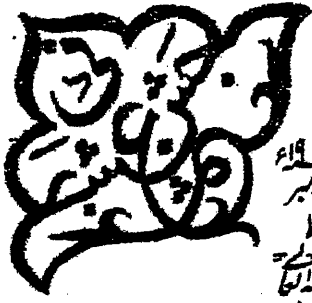
تاوقتیکہ اس کے عمل کی پابندی حزم واحتیاط کے ساتھ نہ کی جائے
اس اشارے کے ساتھ مابدولت کی دلی خواہش ہے کہ سر علی امام
وارکان باب حکومت اپنے اہم فرایض کی انجام دہی میں سرگرم وکامیاب ہوں فقط
۲۱ نومبر ۱۹۱۹ء

فرمان واجب الاذعان اعلیحضرت حضور پرنور بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

دربارۂ تنظیم باب حکومت

مورخہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۸ ہجری

فرمان مبارک
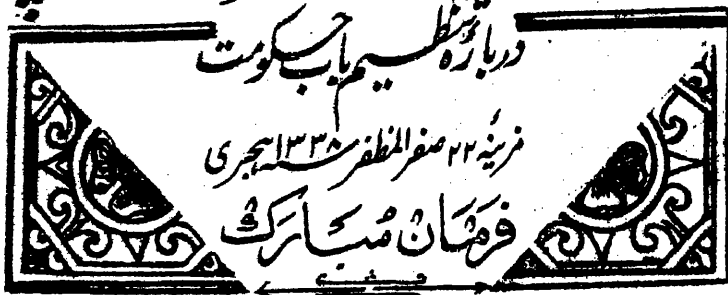
۱۸۹۲ء میں غفران مکان حضرت والد مرحوم نے اس مملکت کے نظم کے لئے ایک جدید ضابطہ مرتب فرماکر بنام "قانونچہ مبارک" جاری فرمایا۔ اس تاریخی سرکاری کاغذ میں حضرت غفران مکان نے ان اصول پر نظر ڈالی جو اس ملک کی نظم کا قدیم دستور تھا اور اس میں ان نقائص پر بھی غور فرمایا جو سالار جنگ اول کے انتظامی اصلاحات میں موجود تھے اور جنکی برائیاں دور فرماکر اپنے ارشادات کو الفاظ ذیل پر ختم فرمایا۔ "اس مملکت کا ابتدائی طرز حکومت محض شخصی حکمرانی تھا۔ سالار جنگ اول نے اُسے تقریباً سلطنت منضبطہ (کانسٹی ٹیوشنل مانرکی) سے مبدل کیا۔ سالار جنگ دوم کی پشت روی سے زمام اختیار چند غیر مستحق ہاتھوں میں آگئی اور آسمانجاہ کے نظم میں ان کے مددگار کی ذاتی حکومت اس خودسری تک پہنچی کہ مابدولت کو احساس ہوا کہ بلاتاخیر اس کا انسداد کیا جائے"۔ پھر اس طرز حکومت کے مبین نقائص کی جو محتاج اصلاح تھے صراحت کی گئی۔ جدید طرز عمل میں بعض اصول تاکیداً واجب التعمیل قرار دیکر اپنی عزیز رعایا کے آرام وطمانیت اور خوشحالی کے لئے ایک بہتر سلسلہ نظم کی تجویز کا خیال ظاہر فرمایا حضرت غفران مکان کا یہ ارشاد ہوا کہ "امن عامہ۔ رعایا کی بہبودی۔ اور سرکاری خزانہ کا مکتفی رہنا حکومت کی قابلیت کے معیار رہیں۔ الغرض اسوقت انصرام نظم کے قواعد کی تدوین میں حضرت غفران مکان کے متذکرہ صدر عالی خیالات کی کامل تقلید کی گئی اور ان کی تعمیل پر تہدید۔ (۲) اس جدید طرز حکومت میں جو نمایاں تبدیلیاں ہوئیں وہ یہ تھیں کہ قدیم کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) کی جگہ جو آخر بکار آمد ثابت نہ ہوئی۔ کیبنٹ کونسل (مجلس خاص) قایم کی گئی اور مجلس وضع قوانین کا انعقاد اس غرض سے کیا گیا کہ قوانین وضوابط کی تدوین قابل وتجربہ کار ملازمین وغیر ملازمین کی مدد ومشورہ سے کی جائے اور ہر دو کونسل وزیر مدارالمہام ووزراء صیغہ کے اختیارات وفرائض منصبی معین کیے گئے۔ (۳) ۱۸۹۵ء میں مرممہ قواعد یہ "قواعد قانونچہ" اس غرض سے شائع کیے گئے کہ اصل اصول قانونچہ مبارک کی بلحاظ تجربہ مابعد توضیح کیجائے یہ توضیح شدہ نظم حضرت غفران مکان کی پیش از وفات حسرت آیات تک اور نیز بعد تخت نشینی مابدولت تا یکم دسمبر ۱۹۱۳ء قائم رہی (۴) مابدولت نے اس روز بلاتوسط احد نظم حکومت کی ذمہ داریاں اختیار کیں اور جب سے آج تک بغیر معاونت مدارالمہام اینجانب بنفس نفیس کارفرما ہیں انصرام کار حکومت میں اینجانب نے وہی روش برابر اختیار کی جو حضرت والد مرحوم غفران مکان

کی جلیل القدر رہنمائی نے بتائی۔ اور جن کا ذکر نہایت خوبی سے
قانونچہ مبارک کے ابتدائی حصہ میں آیا ہے۔ باایں ہمہ سابق کے طرز
عمل سے اینجانب نے صرف ایک امر میں تجاوز کیا ہے۔ دفاتر کے معمولی
روزمرہ کام سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے معین المہامان و صدر المہامان کے
اختیارات میں توسیع کی گئی۔ اس ملک کے نظم و نسق میں متعدد گوناں گوں اصلاحات جو اس وقت تک
ہوئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دانشمندی و دور اندیشی نے قواعد قانونچہ مبارک میں کسقدر روح پھونکی ہے
اور سلطنت کی مالی حالت میں استحکام کا مادہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور سکہ جو اس ملک کا طغرائے امتیاز کہا جا سکتا ہے اسکی
بنیاد بھی مستحکم ہوگئی ہے۔ غور کردہ تدابیر وقتاً فوقتاً عمل میں آئی ہیں۔ جدید صیغہ جات ادارۂ زراعت اور انجمن ہائے
قرضۂ امداد باہمی رعایا کی مادی و مالی حالت کی ترقی کی غرض سے قائم کرلئے گئے ہیں۔ (۵) حکومت کے کام کے ساتھ
ذاتی تجربہ نے اس جانب کو صحیح اندازہ کرنے کا موقع دیا۔ کہ تغیر زمانہ و حالات نے کیا کیا نئی ضرورتیں اور محتاجیاں پیدا کردیں
اور ہر امر جو رعایا کی فلاح و بہبودی میں معین پایا گیا اس نے مابدولت کو مزید کوششوں کی طرف راغب کیا۔ ساتھ ہی اینجانب
کو ان اہم مسائل کا بھی پورا احساس ہے جن کے حل و عقد کے لئے بڑی حکمت و دانائی درکار ہے اور ملک کے مادی ذرائع
میں ابتک خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی صنعت و حرفت کی توسیع اور عام تعلیم کی ترقی ہنوز کامل توجہ کے محتاج ہیں۔ وہ
حقیقی ہمدردی اور شفقت آمیز فکر جو اپنی رعایا کے فلاح و بہبود سے متعلق ہے ہمیشہ مابدولت کے مطمح نظر رہی اسکا صحیح
اندازہ ان کارروائیوں سے جو ابتک عمل میں آئی ہیں کافی طور پر نہیں ہوسکتا۔ مابدولت کو ہر وقت خیال رہا کہ جلد
کوئی ایسی صورت نکالی جائے جس سے مابدولت کی رعایا زیادہ خوش حال نظر آئے۔ اور نیز یہ کہ وقتاً فوقتاً قحط کے نمایاں
ہونے سے جن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ حتی المقدور اس کا سدباب ہوجائے۔ جب کوئی اہم طرز عمل فوائد عامہ
کے لئے اختیار کیا جائے تو اول شرط کامیابی یہ ہے کہ اس خاص مقصد کے واسطے ایسے طریقے عمل میں لائے جائیں جو
اس کے حصول کے لئے ضروری ہوں کیونکہ اس حکومت کی بنیاد کا انحصار زیادہ تر سلسلہ سیاسیات پر ہے نہ کہ ذاتی
اوصاف حکمرانی پر اس ستائیس برس کے مدید زمانہ میں یعنے جب سے کہ ۱۸۹۲ء کے کانسٹی ٹیوشن پر عمل ہونا شروع
ہوا اس میں بھی بہت سی خرابیاں جو ہر انسان کے اعمال کا خاصہ ہیں بتدریج داخل ہوکر نمو پاگئیں اور جس وقت سے کہ
فرائض مدار المہامی اینجانب خود انجام دیرہے ہیں متعدد اقسام کے نقائص اور کمزوریاں مابدولت پر آشکار ہوئیں
(۷) نظر غائر نے ان نقائص کو عیاں کرکے یہ بھی دکھایا کہ کہانتک وہ اصل مقاصد حاصل نہ ہوئے جو حضرت مرحوم کے
مرکوز خاطر تھے۔ اور جنکے واسطے انھوں نے متعدد تاکیدی احکام جاری فرمائے تھے اولاً صیغہ جات کی باہمی مدد اور
امداد کی کمی ایک ایسا نقص ہے جس سے وقت و محنت کی بربادی اور جس کا لازمی نتیجہ احکام کی فضولی ہے ثانیاً یہ کہ
معمولی مقدمات کے انفصال میں بھی غیر معمولی تعویق ہوتی ہے اور یہ بھی کہ حکومت کے اصل فرائض کا
مفہوم بعض صیغوں میں ناکافی ہونے سے دوسرے صیغوں کے کام میں بیجا دست اندازی
ہوتی ہے جس کا نتیجہ کارروائی میں پیچیدگی و مراسلت میں طوالت ہے اور
یہی ایک سخت خرابی ہے کہ معین المہامان اور مدار المہامان کے کاموں کے

تختہ جات ازروے قانونچہ مبارک وقت مقررہ پرپیش کرنا عادتاً
ترک کردیا گیا ہے۔ خرابیاں جو اس طرح منتج ہوئیں ان کا الزام موجودہ
طریقہ کار پر غالباً اسی قدر عائد ہوتا ہے جتنا کہ اور اسباب پر بہرصورت حاصل
یہ ہے کہ طریقہ مذکورہ درستی نظم کے لئے مضر ثابت ہوا صیغہ جات کے کام کی سہولت
اوران کے باہمی تعلقات میں درستی پیدا کرنے کے لئے قانونچہ مبارک کے دسویں فقرہ کے دوسرے
حصہ میں قواعد کی تدوین کی ہدایت غالباً اس غرض سے کی گئی تھی کہ ان کا طریق عمل ترقی پاکر زمانہ حال کی ضروریات
کو پوری کرسکے۔ لیکن بدقسمتی سے ان قواعد کی تدوین نظر انداز کی گئی اور نظم ونسق کا کام اسی قدیم طریقہ پر چلتا رہا جیسا کہ
امتداد زمانہ اور تجربہ نے غلط ثابت کردیا۔ اگرچہ بعض اوقات کیبنٹ کونسل میں روح پھونکنے کی کوشش کی گئی مگر نہ ہوسکا
حکومت کی مشین اپنا کام کرنے سے باز رہ گئی اس کے عملاً بیکار ہوجانے کی یہ وجہ پائی جاتی ہے کہ اس کی حیثیت صرف
ایک مجلس شوریٰ کی تھی۔ اس کو نہ تو اپنے احکام کی تعمیل کرانے کا اختیار تھا اور نہ وہ اپنے احکام کے عملی نتائج کی ذمہ دار تھی
اس کا بحیثیت جزو حکومت تقریباً محو ہوجانا کامیابی کی ان شرائط کی تکمیل میں حارج ہوا ہے۔ ہر ایسی سیاسی تدبیر کی لازمی بنیاد
ہیں جنکے استحکام سے رفاہ عام کی ترقی کے بڑے مقاصد فروغ پاتے ہیں اور اعلیٰ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ (۸) موجودہ
طرز عمل کے نقائص اوران کے استیصال کی بہترین تدابیر اور رعایا کی بہبودی کے واسطے نظام مملکت کی ترکیب موزونیت
کے مسائل نے ایک عرصہ سے مابدولت کے خیال وفکر کو اپنی طرف متوجہ رکھا ہے اور اب مابدولت کو یہ ضرورت محسوس
ہوئی ہے کہ فرائض مدارالمہامی کا بڑا حصہ جو گزشتہ پانچسال سے اینجانب کے دست خاص سے انجام پارہا ہے اب اس سے
مابدولت سبکدوش ہوجائیں۔ اور مابدولت نے تصفیہ کرلیا ہے کہ کیبنٹ کونسل برخاست کردیجائے اور مابدولت کے
قطعی وکامل اقتدار کے تحت حکومت کا کام اوراس کی ذمہ داریاں ایک مجلس کے سپرد کئے جائیں مملکت کے بہترین نظم
کے لئے مابدولت کا ارادہ ہے کہ وسعت کے ساتھ زیادہ اجتماعی نہ کہ شخصی اختیارات کا عمل درآمد ہو جسبہ مابدولت کا
مصمم ارادہ ہے کہ ایک بڑا حصہ ان فرائض کا جسے مدارالمہام نے انجام دیا ہے جلد سے جلد اگزیکٹیو کونسل یعنے باب حکومت
......کے تفویض کیا جائے اس باب حکومت کے اراکین تجربہ کار عہدہ دار ہوں گے۔ اور صدراعظم وہ ہوں گے
جو مسلمہ لیاقت ووقعت رکھتے ہوں مزید اختیارات معین المہامان وصدرالمہامان جو موقتی لحاظ سے تفویض ہوئے تھے
اور ایسے ہی مزید اختیارات جو معتمدین ومجلس وضع قوانین وصیغہ عدالت کے دفاتر کے متعلق دئے گئے تھے وہ فی الحال
منسوخ کئے گئے۔ اراکین باب حکومت کو جن کا ہر فرد بہ لقب صدرالمہام ملقب ہوگا۔ اس وقت سے منفرداً وہی اختیارات
حاصل ہوں گے جو زمانہ مدارالمہامی میں معین المہامان کو حاصل تھے۔ الّا وہ اختیارات جن کی ترمیم واضح طور سے ضمیمہ جات
الف وب وج و دستورالعمل باب حکومت منسلکہ فرمان ہذا میں کی گئی ہے مجلس وضع قوانین تا ترمیم ضابطہ اپنے موجودہ
قواعد پر عمل پیرا رہے گی (۹) باب حکومت علاوہ صدراعظم کے آٹھ اراکین یعنے سات صدرالمہامان
صیغہ جات اور ایک صدرالمہام اختصاصی پر مشتمل ہوگا۔ اگر اراکین کی تعداد میں
اضافہ مناسب سمجھا جائے گا تو مابدولت متعاقب بخوشی اسپر غور کرینگے
ان اراکین میں سے "نائب صدراعظم" جنکا تقرر مابدولت کریں گے۔

صدر اعظم کی غیر موجودگی میں ان کے فرائض انجام دیگا۔ اور مقدمات
کے امثلہ جن کا فیصلہ صدر المہام صیغہ ممبر انچارج کے اختیار سے باہر ہو
معتمد اپنے صدر المہام کی رائے کے ساتھ صدر اعظم کے معائنہ کے واسطے
ارسال کریگا۔ صدر اعظم حکم مناسب کے بعد ایسے امثلہ کو صدر المہام صیغہ کے توسط سے محکمہ
متعلقہ کے معتمد کو واپس کردینگے۔ بپابندی قواعد نافذہ صدر اعظم اس کے مجاز ہوں گے کہ کل امور مندرجہ
ضمیمہ الف کا فیصلہ خود کریں۔ اور ان کو اختیار ہوگا کہ ایسے امور میں اراکین باب حکومت کی رائے طلب کریں یا نہ کریں
کسی امر محولہ ضمیمہ ب کو صدر اعظم جب باب حکومت میں پیش کریں اس کا فیصلہ بغلبۂ آرا ہوگا اور وہ فیصلہ حکم قطعی
سرکار عالی سمجھا جائے گا اور فی الفور صدر اعظم باب حکومت کے نام سے جاری ہوگا۔ ایسی حالت میں کہ صدر اعظم کی
طرف غلبۂ آرا نہ ہو وہ اس کے مجاز ہوں گے کہ بلا تاخیر اپنی رائے کے ساتھ مقدمہ مابدولت کے ملاحظہ میں بغرض حکم مناسب
پیش کردیں۔ تا صدور حکم اینجانب باب حکومت کی رائے کی اجرائی ملتوی رکھیں صدر اعظم کا فرض ہوگا کہ امور مندرجہ
ضمیمہ ج غور کے لئے باب حکومت میں پیش کریں اور مابعد نتائج مباحث آرا اراکین اور خود اپنی توجیہات کو حکم آخر کیلئے
مابدولت کے ملاحظہ میں پیش کریں۔ (۱۰) تقررات کے معاملہ میں ہمیشہ یہ امر مابدولت کے مطمح نظر رہا ہے کہ اس ملک کی رعایا
کو غیر ملکیوں پر لازماً ہمیشہ ترجیح دی جائے کیونکہ یہ انکا واجبی حق ہے جسکو پوری طور سے ملحوظ رکھنا ضروری ہے بشرطیکہ وہ
ادائی فرائض منصبی کی کافی لیاقت وقابلیت رکھتے ہوں۔ البتہ خاص صورتوں میں جبکہ خاص صفات کے اشخاص
کی ضرورت محسوس ہو اس کلیہ سے اغماض ہوسکتا ہے اسلئے اگر آئندہ چلکر اس قسم کا معاملہ پیش آئے تو قبل تقرر مابدولت
کی منظوری حاصل کرنا لابد ہوگا۔ (۱۱) کل ایسے قواعد وضوابط جو اس وقت نافذ ہوں مگر قواعد منسلکہ فرمان ہذا کے متناقض ہیں وہ
بقدر تخالف منسوخ کئے گئے این جانب کے اقتدارات شاہی اور قطعی اختیارات تنسیخ (ویٹو) پر اس فرمان کا یا اس کے
ذیلی قواعد کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور ان اقتدارات واختیارات کو این جانب جس وقت اور جس طرح مناسب سمجھیں گے
استعمال فرمائیں گے۔ (۱۲) مابدولت کا منشاء اس فرمان کے اعلان سے یہ ہے کہ ان اختیارات واقتدارات متعلقہ کے
فوائد سے جو ایک اچھی گورنمنٹ کی ضروریات کے موافق ہوں حتی الوسع اپنی عزیز رعایا کو بہرہ اندوز کیا جائے اور سرکاری
ملازمین کی انتظامی ذمہ داریوں کے دائرہ کی توسیع اور انکی نوعیت کی اصلاح کی جائے۔ اور مابدولت کے عہدہ دار
اور غیر عہدہ داران کے مابین ارتباط کے زیادہ مواقع پیدا کئے جائیں تا کہ رعایا کے فلاح وبہبود کے مشترکہ کام میں
سہولت اور اس قدیم حکومت کی کامیابی ونیک نامی ہو۔ مابدولت اپنے تمام ملازمین کو بطور خاص متنبہ کرتے
ہیں کہ وہ اپنے مقررہ خدمات کی انجام دہی میں احساس فرائض وحب الوطنی اور غایت دلچسپی وانہاک سے کام لیں۔
اور ہر فرد کو خواہ عہدہ دار سرکاری ہو یا نہ ہو سمجھ لینا چاہئے کہ مابدولت کی رعایا کے خوش وخرم رکھنے اور فارغ البال بنانے
میں جہاں تک اسے موقع ملے حصہ لے۔ فقط

دستخط مبارک ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۸ ہجری

شرح دستخط
فخر الدین احمد خاں صاحب نصرم معتمد فینانس

شرح دستخط
امین جنگ بہادر صدر المہام پیشی

فرمان اقدس در بارہ تعین صیغہ جات و تقسیم سر رشتہ جات متعلقہ

حکم اقدس

سنگ کوٹھی

انتظام مملکت کے صیغہ جات کے تعین اور ان کے متعلقہ سر رشتوں کی تقسیم کے بارہ میں ایک کمیٹی کی رائے جو میرے ملاحظہ میں گزرانی گئی ہے اسپر میں نے غور کیا ہر صیغہ کے کام کی نوعیت و کثرت کے مدنظر اسکے ماتحت سر رشتہ جات کی تقسیم حسب ذیل منظور کیجاتی ہے:

(۱) صیغہ قانونی:- مجلس وضع قوانین (۲) مشورہ قانونی (۳) جوڈیشل کمیٹی۔

(۲) صیغہ فینانس:- (۱) فینانس (۲) محاسبی (۳) خزانہ جات (۴) دار الضرب و اسٹامپ سازی (۵) برقی کارخانہ (۶) ریلوے

(۳) صیغہ عدالت:- (۱) عدالت (۲) کوتوالی (۳) محابس (۴) طبیہ (۵) تعلیمات (بشمول عثمانیہ یونیورسٹی و کتب خانہ نظامیہ)

(۴) صیغہ فوج:- (۱) افواج باقاعدہ (۲) فوج بیقاعدہ (۳) علاج حیوانات (۴) طبابت۔

(۵) صیغہ مال:- (۱) مالگزاری (۲) کورٹ آف وارڈز (۳) جاگیرات و انعامات (۴) نگرانی انتظام مالگزاری و قحط۔ (۵) پیمایش بندوبست (۶) جنگلات (۷) کروڑگیری۔

(۶) صیغہ تعمیرات:- (۱) سڑک و عمارات (۲) آبپاشی (۳) انسداد طغیانی (۴) آبرسانی (۵) ٹیلیفون (۶) آثار قدیمہ (۷) رجسٹریشن و اسٹامپ (۸) امور مذہبی۔

(۷) صیغہ سیاسیات:- (۱) پولیٹکل امور (۲) مجلس صفائی اندرون و بیرون بلدہ (۳) مجلس آرائش بلدہ (۴) باغ عامہ

(۸) صیغہ تجارت و حرفت:- (۱) آبکاری (۲) معدنیات (۳) زراعت (۴) تجارت و حرفت (۵) قرضہ امداد باہمی (۶) میونسپلٹی ہائے اضلاع و لوکل فنڈ

دستخط مبارک۔ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

شرح دستخط امین جنگ بہادر صدر المہام فن قرومیشی
شرح دستخط فخر الدین احمد خاں صاحب محرم معتمد فینانس
شرح دستخط میر فیض الرحمان صاحب مددگار معتمد فینانس

قومی و ملکی ترقی کیا ہے؟

افراد قوم کی محنت و مشقت کی ایک اجتماعی حالت ہے، سرگرمی و راستبازی کے بغیر قوم کا زوال سے دو چار ہونا لابدی ہے جو قوم اپنے مستقبل کو پیش نظر نہیں رکھتی وہ جلد یا دیر میں زوال پذیر ہوگی۔ یہ ضروری ہے کہ ہر ایک قوم مستقبل میں عروج حاصل کرنے کی امید باندھے۔ اگر وہ اس قسم کی امید نہ باندھے گی تو اس کا حشر نہایت افسوسناک ہوگا کیونکہ دنیا امید پہ قائم ہے۔ ڈوبتے کے لئے ایک تنکہ کا سہارا بہت ہوتا ہے ہر ایک

مولفہ محمد فاضل

قوم کو اپنے افراد کی زندگی کی راہیں نکالنی چاہئیں۔ اگر کوئی قوم یہ سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ باندھے بیٹھی رہے کہ وہ جس قدر ترقی کر سکتی تھی کر چکی اور اس سے زیادہ اور کچھ ممکن نہیں ہے تو اس میں شبہ نہیں ہے کہ اس قوم کا زوال قریب تر ہے۔ تواریخ میں اس کی بہت مثالیں موجود ہیں۔ بابل اور رومۃ الکبریٰ اور یونان کی سلطنتوں کا کیا حشر ہوا انہوں نے تو نہایت تیزی کے ساتھ ترقی کی لیکن جب وہ اس خیال میں ست ہو گئیں کہ انکو معراج ترقی حاصل ہو گیا تو انہوں نے عیش و عشرت میں پڑ کر اپنے تئیں زیادہ تباہ و برباد کر دیا۔ جرمن کا جو حشر ہوا وہ بھی ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ جو قوم عروج حاصل کرنے کی خواہشمند ہو تو اس کے ہر فرد کا محنت و مشقت سے گریز کرنا اس کے حق میں مہلک ثابت ہوگا۔ اور ملک کی تباہی کا باعث۔ پس قومی اور ملکی ترقیوں کے دلدادہ حضرات کو چاہئے کہ وہ اپنے ملک کے مستقبل کو شاندار بنانے کے لئے ترقی زراعت و صنعت و حرفت۔ اور تجارت میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔ بقول حضرت حالیؔ۔

آبرو اسمیں ہے شان اسمیں ہے عزت اس میں	فخر اسمیں ہے شرف اسمیں شرافت اس میں
پیشہ سیکھیں کوئی فن سیکھیں صناعت سیکھیں	کشتکاری کریں آئین فلاحت سیکھیں
گھر سے نکلیں کہیں آداب و لیاقت سیکھیں	الغرض مرد بنیں جرأت و ہمت سیکھیں
کہیں تسلیم کریں جاکے نہ آداب کریں	خود وسیلہ بنیں اور اپنی مدد آپ کریں

از مولوی محمد احمد خانصاحب برتر وکیل مصنف علم اللغات (قانونی اردو وغیرہ) سوسن مہتمم دار التصنیف حیدرآباد دکن

عہد عثمانی میں سررشتہ انجمنہائے امداد باہمی کا قیام اور اسکے فوائد

دنیا کے اندر یورپ نے اتحاد و امداد باہمی کے ذریعہ زراعت و صنعت و حرفت و تجارت میں ہر اعتبار سے جو ترقی حاصل کی ہے وہ کسی فرد بشر سے پوشیدہ نہیں ہے ایشیائی ممالک میں ہندوستان جیسا آباد ملک جسمیں دکن بھی شامل ہے ترقیوں کے نظر کرتے سب سے زیادہ پیٹ کے بل چلنے والا یہی ایک ہے حالانکہ قدرت کی فیاضیوں نے جو نعمتیں اس کو بخشی ہیں وہ شاید ہی کسی ملک کو حاصل ہوں لیکن اہل ملک ان نعمتوں سے مستفاد ہونے کے بجائے مستبعد ہو رہے ہیں جو ان کی بدقسمتی پر دلالت کرتا ہے۔ اب بھی ان غفلتوں سے بیدار ہونے کے لئے وقت باقی ہے۔ اور اپنے پیروں کی خداداد طاقت پر اٹھکر میدان عمل میں گامزن ہونے کے واسطے کسی قسم کی مزاحمت نہیں ہے خصوصاً اہل دکن کے لئے تو وہ سہولتیں اور شاہراہیں اپنے آقا و ولی نعمت اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مد ظلہ العالی کے ظل عاطفت و حکومت کی بدولت نصیب ہیں جو ظاہر ہیں۔ اہل ملک کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اہل یورپ کو جو ترقیات نصیب ہوئی ہیں وہ باوجود ان کے حضیض دباریں گرفتار ہونیکے بتدریج حاصل ہوئی ہیں اگرچہ انکی تدریجی رفتار ترقی میں بہت کچھ وقتوں کا سامنا رہا ہے لیکن انکی استقامت تدبر عزم بالجزم ثابت قدمی انکے ارادوں اور

مولفہ محمد فاضل

ترقیوں کی مؤید رہی ہے جس کی بدولت آج اہل یورپ کو
دنیا میں وہ تفوق حاصل ہے جو ایشیا میں کسی اہل ملک کو نہیں۔ میں
اسوقت نمونتاً اٹلی کے ان نازک حالات کا ذکر اس محل پر کردینا مناسب
خیال کرتا ہوں جو مسٹر جان کینی سابق ناظم زراعت ملک سرکار عالی نے اپنی کتاب
"انٹنسیو فارمنگ انڈیا" میں فرمایا ہے۔

"اٹلی کے مزارعین دیگر مغربی ممالک کے مزارعین سے بھی بدتر حالت میں تھے عوام کی یہ کیفیت تھی کہ غربت اور فلاکت کے مرض میں مبتلا تھے اور انقلاب سیاست سے اس کی جڑیں مضبوط ہوگئی تھیں۔ اس انقلاب کا بوجھ ملک کے ان مزارعین کی گردنوں پر تھا جو اکثر چھوٹی چھوٹی اراضیات کے مالک تھے۔ ان میں بعض اضلاع کے اکثر مالکان اراضی ایسے بھی تھے کہ فیصدی پچیس پاؤ یا ؤ ایکر زمین پر قابض تھے یورپ میں اگر کوئی بربادی کی سرحد پر لگ چکا تھا تو وہ اٹلی ہی تھا۔ اگر کہیں زراعت کی حالت ناگفتہ بہ تھی تو وہ اسی اٹلی کی متحدہ جماعت مزارعین کی تھی تمول نام کو بھی نہ تھا اہل تمول جنھوں نے داد و ستد جاری رکھی تھی یہودی تھے" اہل اٹلی ان کے سودی لین دین میں کچھ ایسے گرفتار تھے کہ ان کے چنگل سے نجات ہی نہیں ملتی تھی الغرض زرعی تنزل کی حیثیت سے یا دیگر حیثیتوں سے یورپ کے اندر اٹلی ادبار مالی و ملکی کا اپنی آپ نظیر تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ تمول کا یہ حال ہے اور امریکہ کی جدید زمینات کی پیداوار کی درآمد بکثرت یورپ میں ہو رہی ہے تو انکو اپنے نقصانات کا خود بخود احساس ہونے لگا اور آنکھیں کھل گئیں اسوقت تک قومی اتفاق کا فخر اٹلی کو حاصل نہ تھا اپنے نقصانات کا علاج خود ان کو سوچنا پڑا انھوں نے اپنی فلاح متفقہ اور متحدہ مساعی میں دیکھی۔ چنانچہ انھوں نے بیدار مغزی سے زرعی۔ اور صنعتی و حرفتی نوا سے بہرہ اندوزی انجمن اتحاد امداد باہمی کے قیام میں سمجھی۔ اور ان کے قیام کو ایسا لابدی خیال کیا کہ بجز اسکے تلافی نقصانات اور ترقی ناممکن ہے۔ تو پس بلحاظ نوعیت زراعت کے انتظام کی انجمنوں کا انعقاد علحدہ کیا۔ اور اسی طرح صنعت و حرفت کی انجمنوں کا علحدہ۔ الحاصل ہر نوعیت کے اعتبار سے انجمن ہائے انتظامی علحدہ علحدہ قایم کی گئیں اور ان کے چلانے کے لئے روپیہ کی جیسی کچھ ضرورت تھی اس کا احساس بھی ان کو ہوچکا تھا۔ بجز امداد زر کے انتظامی انجمنیں چل سکتی تھیں۔ ان کے ساتھ انجمن ہائے خزائن امداد باہمی کا قیام بھی منظور کرلیا جن میں ملک کے افراد ذی ثروت کو خواہ وہ چھوٹی حیثیت کے ہوں یا بڑی حیثیت کے باقاعدہ طریقہ سے شریک ہونے کا موقع حاصل ہوا گویا اس طریقہ عمل اتحاد باہمی سے اپنی کمزوریوں کا علاج اپنا آپ ہی اہل اٹلی نے کرلیا یہی ذرائع تھے جو اہل اٹلی کی مادی حالت کو تنزل سے ترقی کے زینہ پر پہونچا دئے۔ چندسال پیشتر اٹلی میں (۶۵۷) بنک تھے اور ان کے کل اراکین کی تعداد (۳۸۱۰۰۰) تھی اور رقم سرمایہ ستاون لاکھ پندرہ ہزار روپیہ تھی۔ اسی طرح وہی خزائن امداد باہمی (۱۰۵۰) تھے اور ان کے اراکین بچانوے ہزار تھے۔ سرمایہ تین لاکھ پچھتر ہزار روپیہ کا تھا۔ انجمنہائے انتظامی اتحاد باہمی مزارعین کی تعداد (۱۹۲) تھی اور اراکین کی تعداد (۴۵۰۰۰) تھی۔" پس اب ہمکو غور کرنا چاہئے کہ اہل یورپ نے بھی جو ترقی اپنے اتحاد و امداد باہمی کے ذریعہ کی ہے وہ اپنی جن مصائب خیز غفلتوں سے بیدار ہونے کے بعد کی ہے۔ انکا انکشاف واقعات اٹلی میں کردیا گیا ہے۔ صرف ایک سلطنت کے ایسے واقعات ہیں۔ یورپ کی اور دیگر سلطنتوں کے واقعات بھی کم و بیش ان
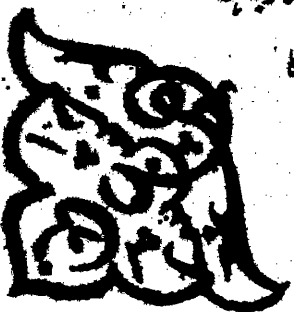
قبیل ہی ہیں جنھوں نے اس طریقہ کو کام میں لاکر اپنی مادی طاقتوں میں
ترقیات حاصل کی ہیں۔ ہندوستان کے حالات موجودہ پر نظر ڈالی جائے
یا دکن کے حالات پر لیکن بہ نسبت حالات سابقہ اہل یورپ کے بدرجہا غنیمت ہیں
قدرت کی فیاضیوں نے ان کو کیا بلحاظ زراعت اور کیا باعتبار صنعت و حرفت غیر ممالک کی امداد کا
محتاج نہیں رکھا ہے۔ لیکن انکی غفلت و لاپروائی ان پر ایسی طاری ہے کہ ابھی وہ اس سے چونک نہیں رہے ہیں۔
خداوند عالم انکو جلد ان غفلتوں اور لاپروائیوں سے بیدار فرمائے۔ اہل دکن خوش نصیب ہیں کہ انکی صلاح و فلاح کے ہر ممکن
طریقہ کو عمل میں لانے کے لئے ایسے بادشاہ ظل اللہ کا سایۂ عاطفت نصیب ہوا ہے کہ لاکھوں اور کروڑہا روپیہ صرف
ہو رہا ہے۔ اور ان کی مادی حالت میں ترقی ہونے کے لئے سررشتۂ انجمن ہائے امداد باہمی کو قایم فرمادیا ہے اور اسکے جملہ
انتظامات ہمدرد و ملک تعلیم یافتہ بیدار مغز اعلیٰ عہدہ داروں کے حیطۂ اقتدار میں دئے گئے ہیں جنکی ہمہ تن مصروفیت سے کئی انجمنوں کا
قیام اضلاع اور تعلقات اور دیہات میں ہوچکا ہے جو نہایت کامیابی کے ساتھ طبقات مزارعین، اہل پیشہ و دیگر اہل صنعت و حرفت
اور تجارت کی امداد میں اپنے اوقات و فرایض صرف کر رہے ہیں۔ اور انجمنوں کے فرایض کی نگرانی کے لئے تعلقات و
اضلاع پر سب انسپکٹر و انسپکٹر اور اسمات پر آسسٹنٹ مامور و کارگزار ہیں۔ سب انسپکٹر و انسپکٹر صاحبان ماہانہ دورہ
کرتے ہیں اہل ملک کو ان کی زبان میں فوائد و قواعد اتحاد و امداد باہمی کی اشاعت اور تفہیم اپنے دلچسپ اور دلآویز لکچرز
اور تقاریر کے ساتھ جس خوش سلوبی سے کرتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ سررشتۂ اتحاد و امداد باہمی خوش سلوبی اور
عمدگی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے ناظم صاحب سررشتۂ اتحاد باہمی کی خدمات بلحاظ ان ترقیوں کے جو یوماً فیوماً ملک میں ہو رہی ہیں جنکی
رفتار نہایت تیزی پر ہے جن میں آپ کی ہمہ تن مصروفیت اور اعلیٰ قابلیت کا بہت بڑا حصہ شامل ہے قابل ستایش ہے
اور امید کی جاتی ہے کہ آپ کی حسن توجہ سے اہل ملک کی مادی ترقیات میں بہت سہولتیں حاصل ہوں گی جس کی وجہ ملک
جلد ایک ممتاز قابلیت پیدا کرے گا۔ اور آپ کی نظامت کا زمانہ ان ترقیات کے نظر کرتے تاریخ دکن میں ایک منیاد کار قابل گار

باغات کی کثرت سے میوہ جات کی فراوانی

اعلیٰحضرت کی تخت نشینی سے قبل حیدرآباد میں میوؤں کی قلت تھی جسقدر باغات یہاں تھے۔ ان کے اثمار مالکان باغات سے بچکر
دوسروں کیلئے بالکل ناکافی تھے۔ اکثر بیرون ممالک سے میوہ یہاں آتا تھا۔ اور بہت گراں فروخت ہوتا تھا۔ جس سے عوام خاطر خواہ
مستفید نہیں ہو سکتے تھے۔ مبارک عہد عثمانی میں اولاً وسیع ذرایع آبپاشی پیدا کئے گئے اور ان سے ہر سو نہریں نکالی گئیں۔ پھر محکمہ زراعت
کی ترغیب و توجہ سے۔ (جو محکمہ عہد ہمایوں ہی میں قائم ہوا ہے) رعایا میں باغات کا شوق پیدا ہوا چنانچہ ملک کے
طول و عرض میں باغات کی کثرت و میوہ جات کی فراوانی بسرعت ہوگئی۔ اب ہر قسم کا میوہ سستے
دام ملتا ہے۔ امیر و غریب یکساں طور پر تھوڑی کے مزہ لوٹتے ہیں۔ اگرچہ حیدرآباد
پہلے سے ہندوستان میں باغات کیلئے مشہور ہے مگر اس میں دوگنا اضافہ ہوکر
اب یک گونہ یہاں کی مرفہ الحال رعایا کیلئے کتنی ہونا عیاں ہے۔ فقط

مرتبہ محمد فاضل

چمن واقع افضلگنج

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
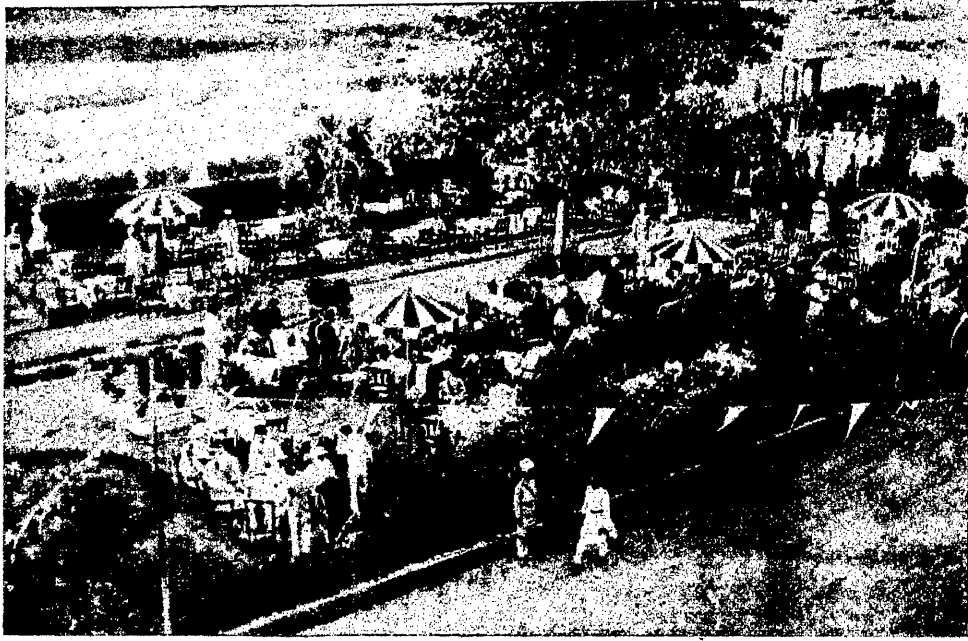
باغ عامہ قدیم کا دلفریب منظر
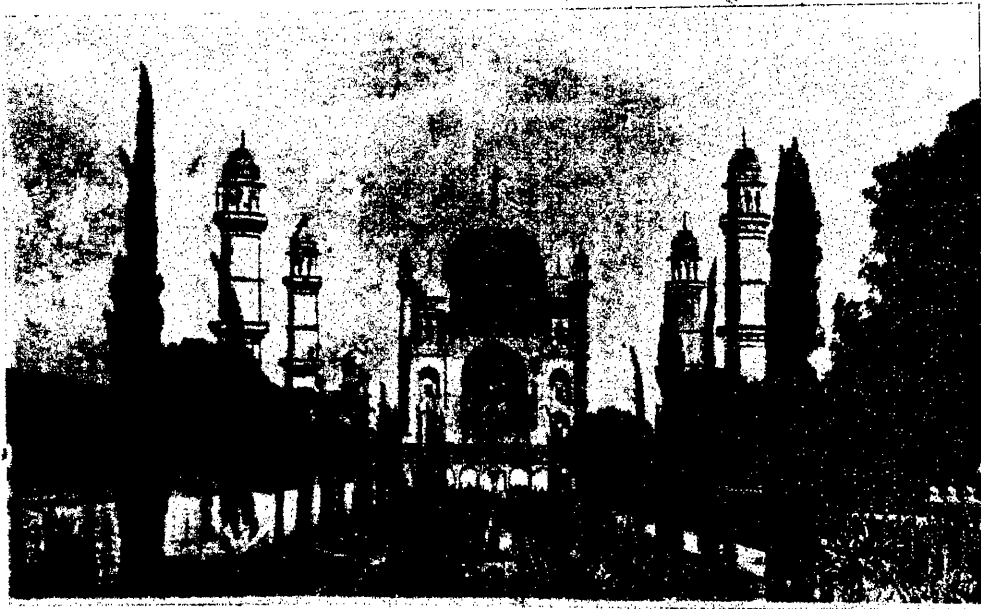
مقبرہ رابعہ دورانی (واقع اورنگ آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دکن کا عروج

از جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب راشد ایچ سی ایس مددگار معتمد فینانس سرکار عالی

آج ملک اپنے اوج پر جتنا فخر کرے زیبا ہے اور قوم اپنے تخت پر جس قدر ناز کرے بجا ہے کیونکہ آج اس جہانبان آسمان تمکین کا جشن سیمیں ہے جس کی سلطنت کا ذرہ ذرہ آفتاب آثار ہے جسکی مملکت اجتماع اہل علم وفضل وکمال کے باعث گویا اکبری دربار ہے جو عہد حاضرہ میں عظمت دیرینہ ہند کی تنہا یادگار ہے۔ آج بلا تفریق مذہب وملت ریاست دکن کے تمام باشندوں کے دل غیر معمولی مسرت معمور ہیں۔ ہر جگہ اعلیٰ حضرت بندگان عالی کی ہر دلعزیز حکمرانی کے تذکرے اور نشاط افزا مبارک جشن کے چرچے ہو رہے ہیں۔ مسلح فوجیں صف بستہ تہنیت کو کھڑی ہیں۔ توپیں عظمت شاہی کا اعلان کرنے سر ہو رہی ہیں۔ اعیان وارکان دولت کے قلوب میں غیر متزلزل عقیدتمندی اور وفا کیشی کے جذبات موجزن ہیں۔ ذرا دیکھئے کہ آخر ممالک محروسہ کی ساری رعایا کو بادشاہ دکن کے ساتھ اس قدر ارادت کیوں ہے؟

یوں تو جب سے نظام الملک آصفجاہ اول نے صوبہ دکن کی عنان حکومت اپنے قوی ہاتھوں میں لی اس وقت سے آج تک ہر فرمانروائے دکن کا نصب العین یہ رہا ہے کہ "ملک آباد اور رعیت شاد رہے" لیکن واہب العطایا نے اس بلند و بزرگ نصب العین کی تکمیل آصف سابع اعلیحضرت نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی ذات بابرکت کے ساتھ مخصوص کر دی حیدرآباد دکن کو اس سے قبل ایسا عروج اور حکومت کو ایسا فروغ کبھی میسر نہ ہوا تھا۔ یہ چہل پہل۔ یہ لہر بہر۔ یہ اوج و موج جو آج دیدہ افروز ہے محض اعلیحضرت کی ذاتی اور بے نظیر قابلیت و خداداد حکمت کی بدولت ہے۔ حضرت سلطان العلوم کے جذبات وخیالات میں الہامی کیفیتیں نظر آ رہی ہیں چنانچہ کلام دلنشیں نہ صرف دکن میں بلکہ سارے ہندوستان وافغانستان وایران میں زبان زد ہو کر اعجاز مسیحائی دکھا چکا ہے۔ ہر وہ لفظ جو زبان فیض ترجمان سے نکلتا ہے گنجینۂ معانی ہوتا ہے۔ اور وہ خیال جو قلب آئینہ تمثال میں آتا ہے عکس جمال بن کر خلق اللہ کے دلوں میں اترتا ہے۔ یہ عکس جمیل تصویر مانی سے بہتر اور یہ نقش بدیع مرقع بہزاد سے خوشتر ہے۔ ہیچمداں راشد کی زبان میں طاقت ہے اور نہ قلم میں قدرت کہ عہد ہمایوں کے تمام نقش ونگار صفحۂ قرطاس پر کھینچ سکے۔ ذات ہمایونی کی بیشمار خصوصیتوں کے منجملہ ایک آدھ خصوصیت کا بھی نقشہ اتر جائے تو ہیچمیرز کی خوش نصیبی ہے۔

حضور پرنور کی سب سے بڑی و بے مثال صفت دینداری ہے اور پھر رواداری اس درجہ کمال پر پہونچی ہوئی ہے کہ۔

ایک رشتہ میں سبحہ و زنار | مسلک صلح کل سے جوڑے ہیں
جس سے مضبوط سلطنت کا حصار | جس سے مربوط رشتہ اقوام

ترتیبہ محمد فاضل

کلام الملوک کا با التزام مطالعہ اور استفادہ کرنے والوں پر یہ امر روشن کیطرح ظاہر ہے کہ اعلیحضرت کو شہ لولاک لما سے کس درجہ عشق ہے۔

اعلیحضرت نے ممالک محروسہ سرکار عالی پر جو احسانات و نوازشات فرمائے ہیں انکو قلمبند کرنا اہل قلم کی بساط سے باہر ہے اس کے لئے صدہا ضخیم مجلدات بھی کافی نہ ہوں گے۔ ربع صدی میں ملک کی ہیئت کذائی بدلدینا اور قوم کی کایا پلٹ دینا کسی اور بادشاہ کے بس کی بات نہ تھی حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے شاہ جم مرتبت پر جہانداری ختم ہے کیونکہ ایک جہان حضور پر نور کا سپاس گزار ہے۔ اعلیحضرت کا معیار جہانبانی و شاہنشاہت بے بدل و بے نظیر ہے اس سبب سے دکن روز بروز عروج پذیر ہے۔

ہندوستان اور برطانیہ ہی پر موقوف نہیں تمام دنیا کے ممالک واقف ہیں کہ عہد موجودہ میں دکن تہذیب کی منزلیں سرعت کے ساتھ طے کر رہا ہے اور حکومت زمانہ کے قدم بقدم چل رہی ہے! اس وقت نہایت ترقی یافتہ مفید نظم و نسق باب حکومت کی شکل میں موجود ہے اس کا مقصد وحید یہی ہے کہ تنظیم حکومت سے رعایا کی خوشحالی آئے دن بڑھائی جائے اس کے قیام تشکر میں شاہ دکن کے ساتھ ہماری وفاداری میں استواری کا پیدا ہونا اور حکومت کی پالیسی پر کاربند رہنا ہم سب کے واسطے لابدی ہے۔ کیونکہ رعایا کا تعاون دراصل اسکی بہبود کے لئے نفع بخش ہے گزشتہ تاریخ کے مطالعہ سے نیز تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ دکن کا وقار دودمان آصفجاہی کی وابستگی اور آصف سابع کی ساتھ وفاکیشی پر منحصر ہے۔ برکات عہد عثمانی پر نظر ڈالئے پچیس برس سے ملک میں اس سرے سے اس سرے تک امن قایم ہے ایک بچہ بھی ملک کے طول و عرض میں بخوف و خطر سیم و زر اچھالتا ہوا جا سکتا ہے منظم اور باقاعدہ فوج کے بہادر اور جانباز افراد کے باعث ملک بیرونی حملوں سے محفوظ ہے سر رشتہ صفائی کو خود اختیاری عطا ہوئی ہے جو ریاست کے اعلان خود مختاری کا قدرتی ضمیمہ ہے۔ والاشان نواب سعید بہادر کو یورپ اور مختلف مقامات کے سفر کرائے گئے شادی خانہ آبادی اس خاندان میں کیگئی ہے جسکی تیغ چھ صدیوں سے اسلام کی حمایت میں بے نیام رہی ہے۔ ملکی ترقی کی صدہا راہیں کھل گئی ہیں قحط کے انسداد کی ہزاروں تدبیریں کیگئی ہیں۔ پرانی صنعتیں زندہ کی جا رہی ہیں موٹر بسیں چلائی جا رہی ہیں سارا شہر برقی قمقموں سے روشن کر دیا گیا ہے۔ سڑکیں پختہ ہموار و مسطح و صاف و شفاف ہو گئی ہیں جنکی نظیر بجز کلکتہ کے کسی دوسرے شہر میں نہیں ہے جنکی سطح پر سطح گردوں کو بھی رشک ہے۔ کوبکو لالہ و گل کے نظارے اور سو بسو آب شیریں کے فوارے ہیں۔ چلن، صابون دیا سلائی، گلاس، برتن، سگریٹ، پارچہ بافی کے کارخانے چل نکلے ہیں نئے آلات کے ذریعہ زراعت کے متعدد تجربے کئے جا رہے ہیں کھاد و پیداوار میں اضافے ہو رہے ہیں کسانوں کے حصول روزگار میں مدد دی جا رہی ہے۔ پولٹری اور ڈائری فارم منصہ شہود پر آ چکے ہیں۔ عثمان ساگر ایک جانب اہالیان بلدہ کیلئے آسایش آب اور دوسری طرف رود موسی کی طغیانی کا سد باب کر رہا ہے اسکی موجیں سواد شہر کی زیبایش اور دور عثمانی کی ستایش کر رہی ہیں۔ حمایت ساگر سے دہر سیلاب عیسی کے حملوں کی حفاظت اور اراضی کی سیرابی کی حمایت ہو رہی ہے۔ نظام ساگر اضلاع میں مسیحا کیطرح نمودار ہوا ہے بیجان زمینوں میں جان ڈال رہا ہے۔ کاشت کا رقبہ وسیع اور خشک و بنجر زمین کو شاداب کر رہا ہے۔ اتحادی انجمنیں قیام پذیر ہوئی ہیں جنکے سبب سے ساہوکاروں کے پنجوں سے نجات ملگئی ہے۔ ڈاکخانوں میں سیونگس بنک کھولدیئے گئے ہیں جن سے کفایت شعاری کی تعلیم مقصود ہے۔ ملک کے ذہن و رگ کو جلا دینے کیواسطے تعلیمات کا صرفہ ایک کروڑ تک پہونچا دیا گیا ہے بیسیوں شفاخانے صدہا مدرسے، متعدد کالج عظیم الشان عثمانیہ یونیورسٹی اور اس کا جزو لاینفک دار الترجمہ اور کئی نئے سر رشتہ قایم ہوئے ہیں کئی عمارتیں جدید تیار کیگئی ہیں جن کے مینار آسمان سے سرگوشیاں کر رہے ہیں۔ دربار سے رسم رکوع برخاست کر دی گئی ہے اور بہت سی نامشروع رسموں کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ گاؤکشی ممنوع ہے۔ رسم بیگاری اٹھا دیگئی ہے۔ کاہلی و غفلت کے تار و پود بکھر گئے ہیں اور ہر طرف زندگی کے آثار نظر آ رہے ہیں تمام سر رشتوں کا معیار قابلیت بڑھ گیا ہے۔ غرض چپہ چپہ گلزار بنا ہوا ہے اور خطہ خطہ میں حسن سما رہا ہے شہر حیدرآباد دلہن بنا ہوا ہے اور اسکے جمال رعنا کی دید کو آسمان نے ستاروں کی عینکیں چڑھائی ہیں۔ یہ سب کس کا طفیل ہے؟ اس شاہنشاہ بے نظیر عدیل کا جسکی وفاداری اور ارادت کیشی ہمارا فرض اولین ہے اور اس ادائے فرض کیلئے آج کا روز نہایت مبارک و مسعود ہے کہ آج اس شاہ فرخندہ نژاد کا یوم جشن سعید ہے جسکی ذات گرامی ہماری آسایشِ زندگیوں کا مدار ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے خسرو جمجاہ کے سایہ ہمایوں کو ملک و اہل ملک کے سروں پر تا ابد قایم و دایم اور دودمان شاہی کو با اقبال و با حشمت و با سلامت برقرار رکھے۔ آمین ثم آمین۔

مرتبہ محمد فاضل
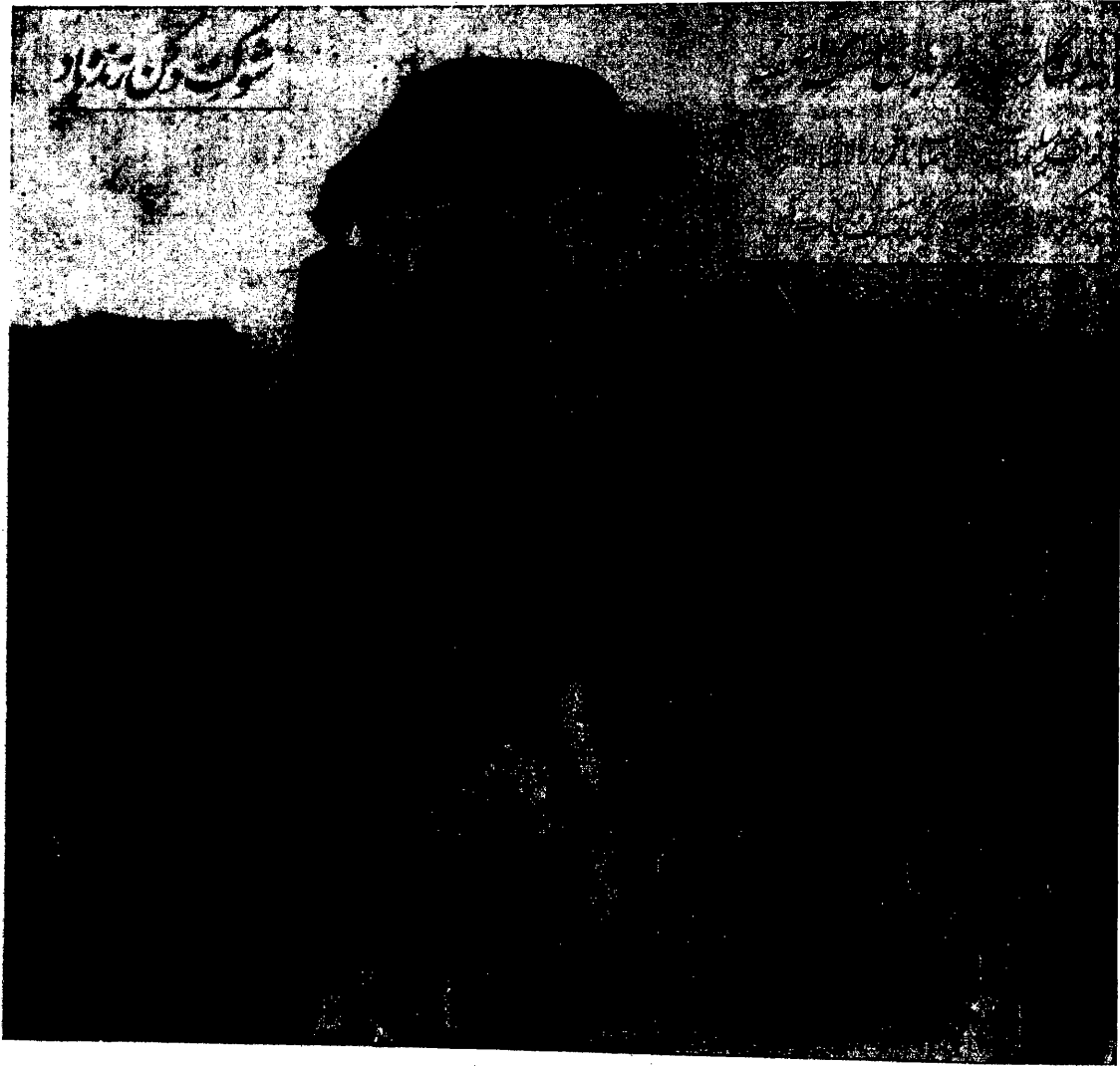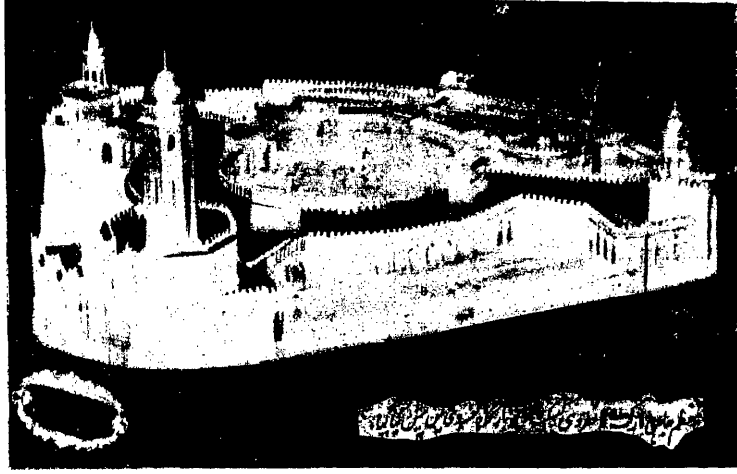
Two Views
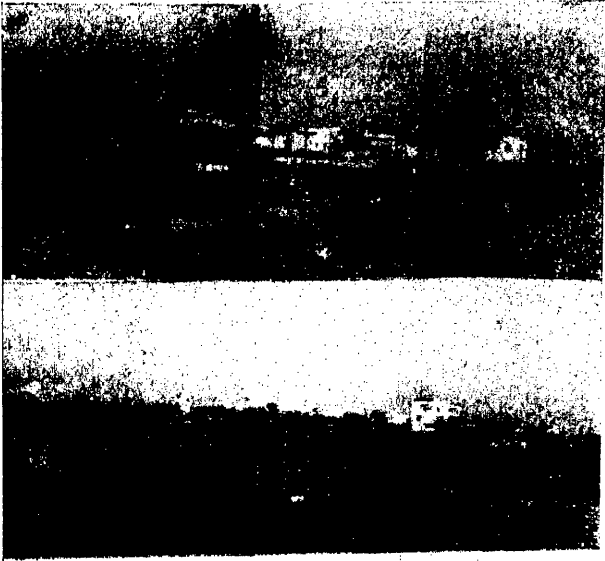
Banjara Hill

بنجارہ ہل کے دو مناظر جس کا نام جوبلی ہل رکھا گیا ہے
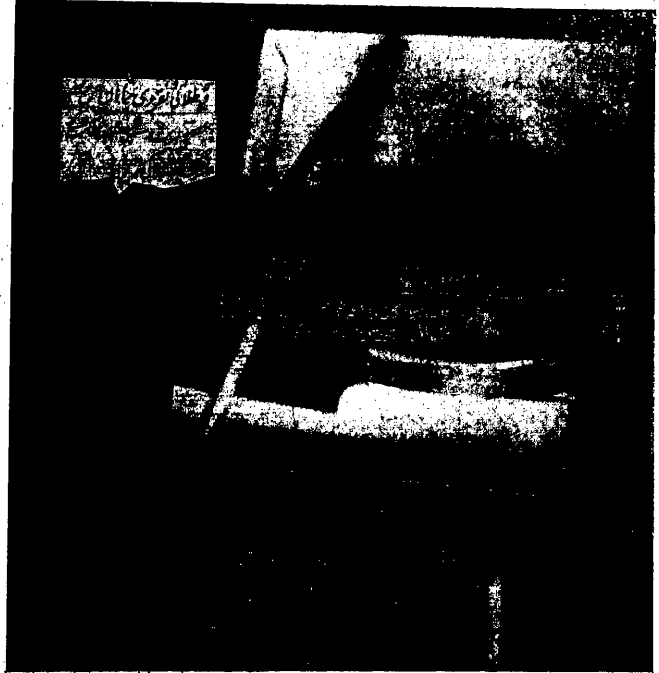
بنسی لعل پیٹ

خزانہ آب سرکار عالی

شاہراہ پتھرگٹی بجانب چار مینار

نمائش باغبانی باغ عامہ

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

قصر شاہی فلک نما کا ایک ہال

راستہ بازار دیوان دیوڑھی

چھتہ بازار دور آصفی قدیم

شاہراہ عثمانی ترپ بازار سے کوٹھی کی جانب

راستہ گلزار حوض تا چارمینار
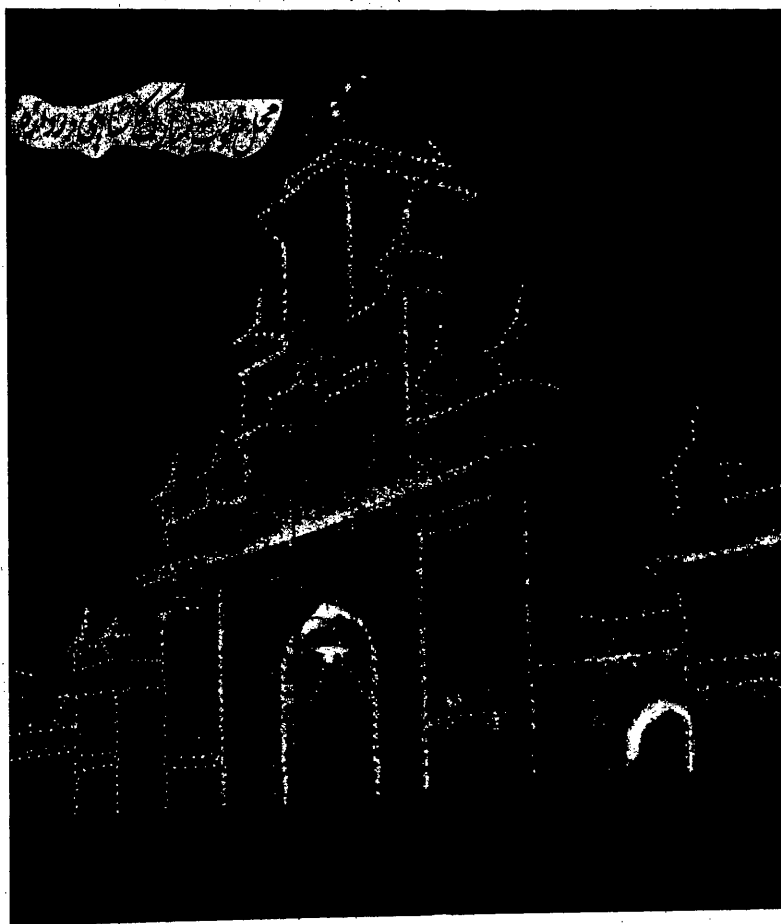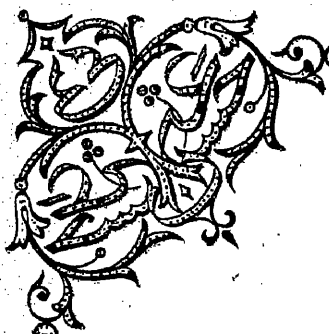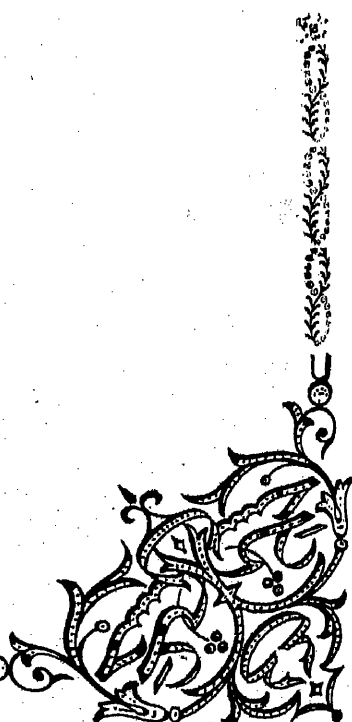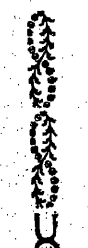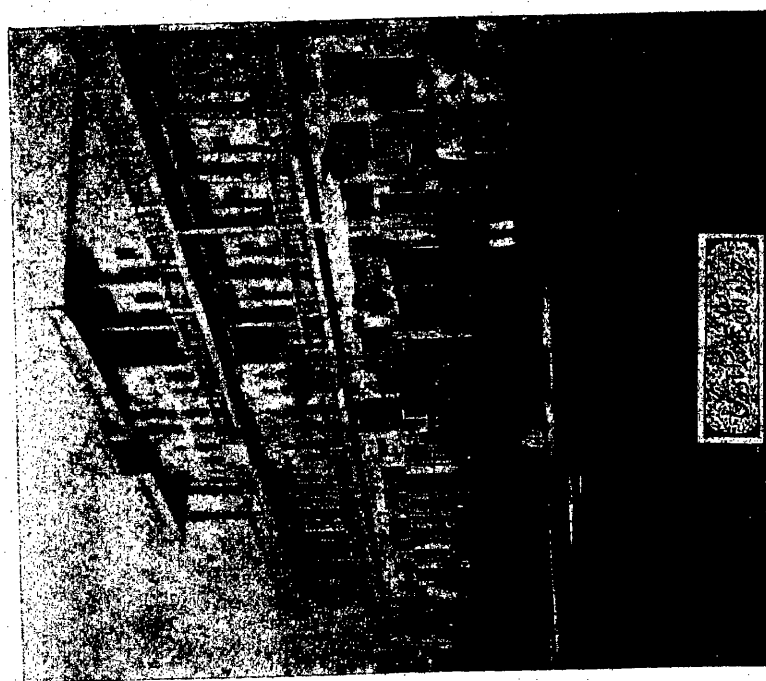
راستہ گلزار حوض کالی کمان سے کمان سحر باطل کیجانب
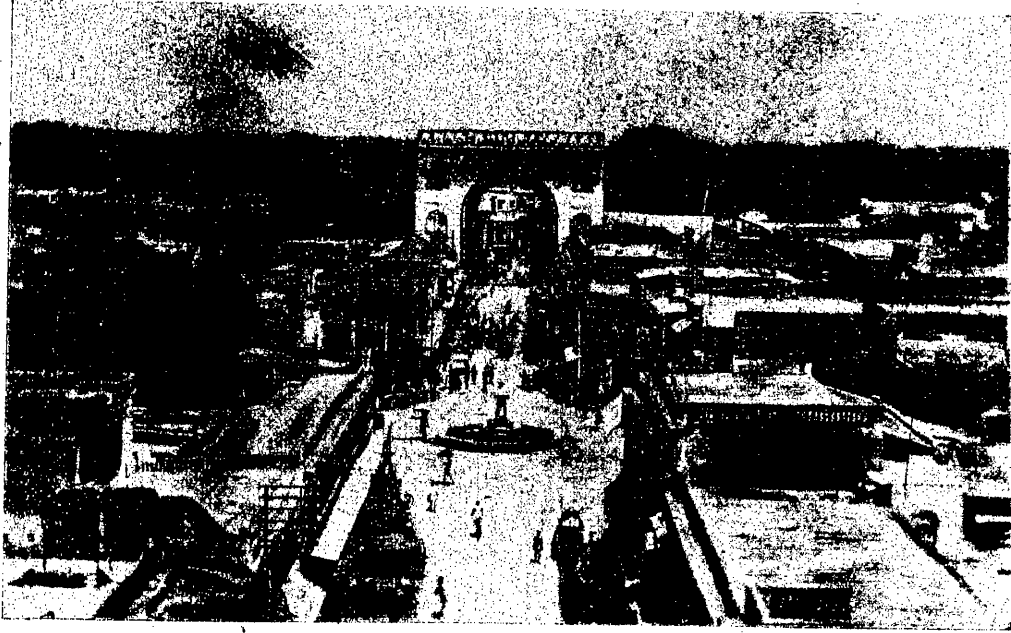
سلطنت (یعنی اسٹیٹ) اور حکومت (یعنی گورنمنٹ) میں کیا فرق ہے یہ جاننا نہایت ضروری ہے۔ سلطنت سے مقصود یہ ہے کہ کسی محدود قطعہ میں انسانی افراد کی کوئی جماعت آباد ہو اور اوس پر کوئی حکمراں قوت موجود ہو۔ عام اس سے کہ حکمراں قوت اکثریت کے ہاتھ ہو یا اقلیت کے ہاتھ میں ہو یا فرد واحد کے ہاتھ میں۔ یہ قوت باقی تمام لوگوں پر غالب وحاوی ہے۔ سلطنت کے وجود کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں حکم۔ اور اطاعت۔ جہاں کہیں حکم کرنے والی قوت اور اطاعت کرنے والی جماعت موجود ہو کہا جائے گا کہ سلطنت موجود ہے یا یوں سمجھو کہ سلطنت حاکم اور محکوم کے مجموعہ کا نام ہے۔ رہی حکومت تو اوس شخص یا جماعت کا نام ہے جس کے ہاتھ میں حکمراں قوت رہتی ہے۔

حکومت کو افراد پر کس قسم کا اقتدار حاصل ہونا چاہئے اور افراد کو حکومت کے کیسے مطیع رہنا چاہئے اس کے سمجھنے کے لئے یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ فرد اور سلطنت یا قوم کے درمیان کیا تعلق ہے علماء سیاست کا ایک گروہ کہتا ہے کہ فرد اور سلطنت کا باہمی تعلق ایک مضبوط طبعی زنجیر ہے یہ تعلق ویسا ہی ہے۔ جیسا مختلف اعضاء کا جسم سے ہوتا ہے۔ اس گروہ کا خیال ہے کہ سلطنت کا اوس وقت سے وجود ہے جب سے کہ انسان کی جماعتی زندگی کا آغاز ہوا۔ شروع میں جب انسان وحشت کی حالت میں تھا تو اوس وقت سلطنت بھی ابتدائی حالت میں تھی جو قبیلہ اور گروہ میں تقسیم ہو کر قبیلہ وار سلطنت بنی ہوئی تھی کیونکہ سلطنت کی یہ تعریف کہ "حاکم ومحکوم موجود ہوں" قبیلہ پر صادق آتی ہے۔ غرض کہ اس گروہ کا مذہب وکامل اعتقاد ہے کہ فرد اور سلطنت میں ہرگز تفریق نہیں ہوسکتی۔ جس کے بموجب سلطنت میں زندہ جسم کی طرح لگاتار نمو ہوتا رہتا ہے یہی دائمی نمو نظام اجتماعی کی ترقی کا باعث حقیقی ہے۔

آصف
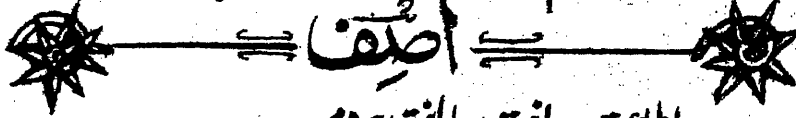
بہ اطاعت بہ دیانت بہ امانت ہر دم
چاہئے پاس نمک سارے نمکخواروں کو
مالک وملک کا ہر حال میں رہتا ہے خیال
خیر اندیش ہوا خواہ وفاداروں کو

خود مختار دولت آصفیہ
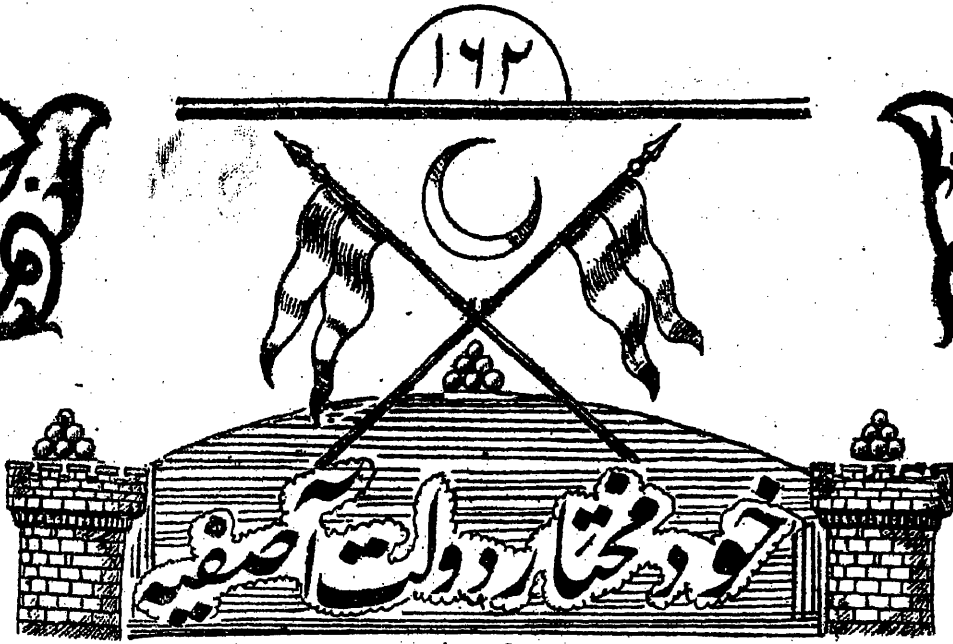
آصف جاہ اول کا اعلان خود مختاری نہ صرف تاریخ دکن بلکہ تاریخ ہند میں انقلاب آفریں واقعات سے ہے جنھوں نے اس ملک کی سیاست و تمدن پر گہرے اثرات سے داغ بیل ڈالی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج اہل دکن تمدن کے شاندار آثار و مشاہد کے درمیان بیٹھے ہیں یہ اُس اعلان خود مختاری کی برکت ہے کہ قابل فخر تہذیب کامل تباہی سے بچ گئی جو دکن میں ہندو مسلم اشتراک عمل سے کئی صدیوں کے اندر پیدا ہوئی تھی - اگر ایسا نہ ہوتا تو تہذیب برباد ہو جاتی اور تمدن مٹ جاتا۔ اور موجودہ حالت بالکل مختلف ہوتی جس کو ہر ایک متمدن تہذیب یافتہ بخوبی محسوس کر سکتا ہے ۔ اس واقعہ کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں وہ محض یوروپین مورخین کے ناموافق نظریہ کی جس کو انھوں نے اپنی سیرت کے نقطۂ نظر سے دیکھا۔ اور جا بجا رنگ دیا۔ تاریخ کا صحیح مطالعہ تبلاتا ہے کہ جنوبی دکن کی اُسوقت موجودہ فضاء کے مطمح نظر آصفجاہ اول نے حریفوں سے اہل دکن کو بچا کر ہمیشہ کے لئے امن کا پیام دیا - اور حکومت شاہی کو مقبولیت کا استحکام بخشا - جن کی بیدار مغز سیاست و وفاداری کی نظیر نہیں ملسکتی -

حیدر آباد سے جس قدر معاہدات ہیں وہ کسی نوع سے ایسے نہیں ہیں جن کی نسبت یہ کہا جا سکے کہ وہ کمتر مرتبہ ریاستوں میں عمل میں آئے ہیں حیدر آباد اپنے تمام داخلی اُمور ریاست میں کامل آزادی اور خود مختاری کا مالک اور اپنی ساورنٹی میں تمام قید و بند سے آزاد ہے چنانچہ ۲۳ جمادی الاول ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی شرائط کو پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکار عظمت مدار اور سرکار عالی نے ایک دوسرے کے مرتبہ میں کبھی کوئی فرق و امتیاز پیدا نہیں کیا اس معاہدہ کی شرط چہارم یہ ہے کہ سرکار کمپنی بذریعہ ہذا اقرار کرتی ہے کہ اس کو اعلحضرت کے بچوں اور رشتہ داروں اور ملازمین سے جنکی نسبت اعلحضرت کے اختیارات قطعی ہوں گے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ۱۸۰۶ء تک حیدر آباد کا سفیر کلکتہ میں رہتا تھا

مرتبہ محمود فاضل

لیکن کرنل کرک پیٹرک جس کی دستخط منجانب سرکار کمپنی معاہدہ پر
ہے مشترک طور پر سرکار انگریزی اور سرکار عالی کی نیابت کرنے لگے جس کی
وجہ سے اس کے بعد سے کوئی سفیر حیدرآباد کا کلکتہ نہیں بھیجا گیا ۱۸۲۹ء تک تمام
سرکاری مراسلت میں اعلیحضرت حضور نظام اپنے آپ کو بادولت اور گورنر جنرل اپنے آپ کو
نیاز مند تحریر فرمایا کرتے تھے۔ نواب ناصر الدولہ بہادر کی تخت نشینی کے بعد سے یہ الفاظ دوستانہ اور مساویانہ طریقۂ تحریر میں تبدیل
ہوئے۔ حضرت غفران مکان کی تخت نشینی تک رزیڈنٹ حضور میں برہنہ پا آتے اور فرش پر بیٹھا کرتے تھے یہ تمام مراسم بہ الفاظ
لارڈ کرزن "تاریخی اور موروثی دوستانہ تعلقات پر مبنی تھے جو باہمی عمل سرکار عالی اور سرکار عظمت مدار کے تعلقات کی بنیاد قانون پر
واقع ہیں۔ اس طرح کا دوستانہ کوئی معاہدہ جو حیدرآباد کی خصوصیات سے ہے۔ دوسری ریاستوں سے سرکار عالی اور سرکار عظمت مدار
کی باہمی رواداری کے ہم وزن نہیں ہے۔

ریاست ہائے ہندوستان بہ ریاست حیدرآباد دکن

ازروئے۔ رقبہ، آبادی، محاصل

(قابل قدر و غور تاریخی تحفظات)

۲۳ مئی ۱۹۴۳ء کو "اعلان یوم خود مختاری" کا جو عظیم الشان جلسہ ملک کی قابل فخر ہستی الحاج نواب بہادر یار جنگ بہادر کی زیر صدارت
میں منعقد ہوا تھا۔ اس تاریخی یادگار جلسہ میں لائق مقررین نے جس کاوش سعی و بالغ نظری سے عوام کے معلومات کے لئے اپنے عرق ریز
جواہر پارے بکھیرے تھے اور جن صداقت آگین والہانہ جذبات سے "یوم خود مختاری" منایا تھا۔ ان قیمتی تقاریر کے بعض ضروری
اقتباس کو جو بیدار عہد عثمانی کی تاریخی یادگار کے قابل قدر و غور تحفظات ہیں ہم ذیل میں اس خصوصی نمبر کے لئے محفوظ کرتے ہیں (قابل)

حیدرآباد ہندوستان کی مسلمہ ممتاز ریاست ہے جس کی اولوالعزمی و معارف پروری کا سکہ چار دانگ عالم میں
پھیلا ہوا ہے۔ حیدرآباد کا مرتبہ اور ریاستوں کے مقابل بہرآئین خاص حیثیت رکھتا ہے
جس کا کھلا نظریہ۔ اہم ابواب کے قطع نظر۔ حیدرآباد اور دیگر ریاست ہائے ہند
کے رقبے، آبادی اور محاصل کے تقابل سے بخوبی قائم ہو سکتا ہے۔

ہندوستان کا کل رقبہ برہما کو چھوڑ کر (۱۵۷۱۶۲۵) مربع میل ہے۔
اور ریاستوں کا کل رقبہ (۵۹۸۱۳۱) مربع میل ہے۔ ریاستوں کی تعداد بموجب
کتاب انڈین اسٹیٹس جو حکومت ہند کی جانب سے شائع ہوئی ہے (۵۶۰) ہے
اور بموجب رپورٹ اسٹاٹیوٹری کمیشن (۵۶۲) ہے۔ اور بموجب کتاب "ریاست ہائے ہند"
(۶۹۳) ہے ان کل ریاستوں کا رقبہ بموجب رپورٹ کمیٹی ریاست ہائے ہند۔ (۵۹۸۱۳۸) مربع میل ہے۔
یعنی ہندوستان کا کل رقبہ ⅓ سے (۴۷۲۶۳) مربع میل زیادہ ہے۔ آبادی کل ریاستوں کی (۶۸۶۵۲۹۷۴) بموجب رپورٹ انڈین اسٹیٹس کمیٹی ہے۔ حالیہ مردم شماری میں اور بھی اضافہ ہوا ہے۔ اس آبادی کی تقسیم اس طرح کیجا سکتی ہے کہ صرف ۲۰ ریاستیں ایسی ہیں۔ جن کی آبادی سات لاکھ اور اس سے زیادہ کی ہے۔ باقی ریاستوں کی آبادی سات لاکھ سے کم ہے محاصل کے اعتبار سے ایسی ریاستیں جنکی آمدنی ۲۵ لاکھ سے زیادہ ہے۔ صرف ۳۲ ہیں۔ (۱۵ سے ۲۵ لاکھ) محاصل کی ریاستیں صرف (۱۴) اور (۵ سے ۱۵ لاکھ) محاصل کی ریاستیں (۶۲) (۱ سے ۵ لاکھ) تک محاصل کی ریاستیں (۷۲) اور ایک لاکھ سے کم محاصل پانے والی ریاستیں (۳۸۰) ہیں ان (۳۸۰) ریاستوں میں سے جو ایک لاکھ سے کم محاصل کی ہیں (۳۸) ریاستیں ایسی ہیں جنکی آمدنی ایک ہزار سے بھی کم ہے لیکن ان کا نام ریاستوں میں شریک ہے ان میں صرف (۴۰) ریاستیں ایسی ہیں جن کا معاہداتی تعلق سرکار عظمت مدار سے ہے یہ اعداد کتاب ریاست ہائے ہند سے اخذ کئے گئے ہیں جو حکومت ہند کی اجازت سے شایع ہوئی ہے۔

ریاست حیدر آباد کا رقبہ بشمول برار ایک لاکھ مربع میل ہے اور باخراج برار بیاسی ہزار چھ سو اٹھانوے (۸۲۶۹۸) مربع میل ہے بشمول برار اگر رقبہ کو دیکھا جائے تو جملہ ریاست ہائے ہند کے رقبہ کے (⅙) سے کچھ کم صرف ایک ریاست حیدر آباد کا رقبہ ہوتا ہے۔ موجودہ رقبہ (۸۲۶۹۸) مربع میل سے (۵۶۵۸) رقبہ اس وقت راست سرکار عالی کے نظم و نسق کے تحت ہے۔ تقریباً (۱۰) فیصدی رقبہ صرف خاص مبارک (۳۲) فیصدی رقبہ امرائے پائیگاہ، سمستانات اور جاگیرداروں کے قبضہ میں ہے۔ اور بقیہ رقبہ انعام ہے۔ (۱۴۴۳۶۱۴۸) نفوس کی آبادی تمام ریاست ہند کی مجموعی آبادی کے (⅕) سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ (۸½ سے ۹ کروڑ) تک محاصل صرف اُس رقبہ سے وصول ہوتا ہے۔ جو راست سرکار عالی کے نظم و نسق کے تحت ہے۔ انڈین اسٹیٹس کمیٹی کی رپورٹ میں (۶½ کروڑ) محاصل بتلایا گیا ہے جو کم و بیش رقم متذکرہ صدر کی معادل کلدار رقم ہوتی ہے۔ اگر اس رقبہ کے محاصل کو شامل کر لیا جائے جو راست سرکار عالی کے نظم و نسق میں نہیں ہے تو اس کی مقدار تخمیناً (۱۳) کروڑ ہوتی ہے۔ اس طرح ریاست حیدر آباد نے صرف اپنی جاگیرات کے لئے جو حصہ محاصل چھوڑ رکھا ہے وہ انگریزی بڑی ریاستوں کے محاصل کے لگ بھگ ہے۔

ان مختصر مجمل اعداد سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ریاست حیدر آباد کو کیا تفوق حاصل ہے۔ اور بلحاظ اپنی سطوت و عظمت یہ ریاست کس قدر بلند پایہ درجہ رکھتی ہے۔

جرنل ترکی

ہمارے محترم ترک بھائیوں کے مشہور ترکی جریدہ نے ایک مضمون اعلیحضرت کی شان میں لکھا تھا۔ جس کا عنوان تھا "شیر ہندی کو عرض سلام" اس مضمون میں جریدۂ وقت نے حضرت اقدس و اعلیٰ کی دلیری اور جرئت کی تعریف کی تھی۔ اُس خط سے متعلق جو مکتوب کہ اعلیحضرت نے مسئلہ برار کے بارے میں لارڈ ریڈنگ وائسرائے بہادر کی خدمت میں روانہ فرمایا تھا جس سے کہ اعلیحضرت کی صداقت آگیں ہمت و جرئت اور شاہانہ دبدبہ و عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

ترجمہ شیدا فاضل

فخر ملک الحاج نواب بہادر یار جنگ بہادر کی نغز و پرمغز تقریر کا اقتباس

(۲۳ - دی ۱۳۴۳ ف)

اعلان یوم خودمختاری کے جلسہ میں الحاج نواب بہادر یار جنگ بہادر نے حیدرآباد اور بعض خودمختار ممالک پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے آج کے اجتماع کا مقصد آپ سب کو معلوم ہے کہ ہم تقریباً دو سو سال کے بعد آج اس اعلان کی یاد منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں جو اعلیٰحضرت نواب میر نظام علی خان بہادر آصف جاہ نے سلطنت دکن کی خودمختاری کی نسبت فرمایا تھا جس طرح انسان کی زندگی کے علامات میں ایک اہم چیز رنج و مسرت کا احساس بھی ہے اسی طرح وہ قومیں زندہ کہلانے کی زیادہ مستحق ہیں جو اپنی خوشی اور رنج کا احساس رکھتی ہیں اور ان اساسی تغیرات کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں جو ان کی تاریخ حیات کی ترتیب کا مواد بننے کے لئے اس ماہ نومبر کے مہینہ میں آپ اس لمحہ سے گزر چکے ہیں۔ جبکہ گزشتہ جنگ عظیم ایک فتحمندانہ صلح سے بدل گئی تھی، وہ تاریخ وہ لمحہ آج بھی اتحادیوں کے نزدیک ایک یادگار دن ہے آپ نے دیکھا کہ اس اس یادگار کے منانے میں مارکٹوں میں خرید و فروخت عدالتوں اور محکموں میں کاروبار میدانوں میں کھیل ہی نہیں بلکہ سمندروں میں جہاز اور فضاء میں طیارے ساکن و صامت ہو کر اس دن کی یاد مناتے ہیں۔ دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح حیدرآباد کی تاریخ بھی اپنے اوراق پر کچھ ایسے واقعات رکھتی ہے۔ جن میں سے ہر ایک ملکی جشن اور ملکی عید کے لئے منتخب کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کسی ملک کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت خیز اور قابل یادگار کوئی اور دن نہیں ہو سکتا جبکہ اس کے بادشاہ نے ایک کمزور شہنشاہ کے بے جا انتداب اور تفوق سے نجات حاصل کر کے اپنی خودمختاریت اور استقلال کا اعلان فرمایا ہو اور اس ملک کو دنیا کے دوسرے آزاد خودمختار ممالک کے ساتھ دوش بدوش کھڑے ہونے کا امتیاز بخشے مشرق اور خصوصاً حیدرآباد کی غیر سیاست دانی نے گزشتہ دو سو سال سے اس یوم سعید کو اپنے طاق نسیاں کا سرمایہ بنا دیا تھا بالآخر وہ دن بھی آیا کہ حیدرآباد کی خوش نصیبی اس کے تخت پر ایک ایسے بیدار مغز بادشاہ کی رونق افروزی کی صورت میں نمایاں ہو گئی جو صرف رعایا کی جسمانی و معاشرتی فلاح و بہبود کی فکر میں لگا رہتا ہے بلکہ اس نے اس کی روحانی اور اجتماعی
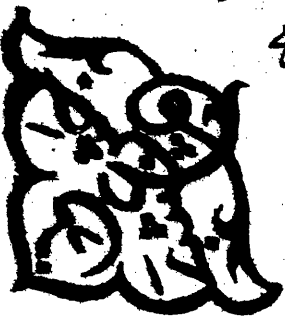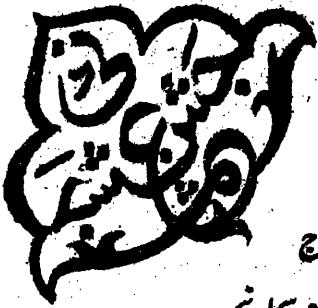
تربیت کا بھی بیڑا اٹھایا ہے تعطیل کے اعلان سے اس یوم سعید کی اہمیت
حضرت حکیم ایاست نے ہم کو بتا دی اگر ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں۔
اور وہ بھی ہماری دوسری تعطیلوں کی طرح بیکاری میں گزر رہی ہے تو یہ ہماری بدبختی ہے آج
کے جلسہ کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ ہم اس اعلان کی اہمیت کا اندازہ کریں اور اس کے تذکرہ سے اپنے
آپ کو اپنے ملک کو پہچانیں اور اپنی آپ قدر کرنے کے قابل ہوجائیں آپ نے اپنے ملک کی گزشتہ اور موجودہ تاریخ سے متعلق بہت کچھ سنا اور اپنی سلطنت اور ہندوستان کی دوسری ریاستوں کی طرح ایک دیسی ریاست کہنے کو آپ اپنی اور اپنے ملک کی ذلت تصور فرماتے ہیں آپ نے معلوم کرلیا کہ آپ ایک مستقل سلطنت ایک مکمل اور ایسے معاہدات کے ساتھ شہنشاہیت برطانیہ کے حلیف اور یار وفادار ہیں جو آپ کو سلطنت عالیہ برطانیہ کا ایک طاقتور اور خود مختار دوست ثابت کرتے ہیں آپ ہیں یہ بتانے کیلئے سامنے کھڑا ہوا ہوں کہ دنیا کے آزاد خود مختار ممالک کی فہرست میں اگر آپ کی حکومت و سلطنت کا مختلف نوعیتوں اور حیثیتوں سے مقابلہ کیا جائے تو آپ کسی سے کم ثابت نہ ہوں گے اور اکثروں سے بحیثیت مختلف آپ کا تفوق مسلم ہوگا۔ کسی سلطنت و مملکت کا جب ہم دوسری سلطنت یا مملکت سے مقابلہ کرتے ہیں تو اس تقابل میں چند ہی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ رقبہ مملکت آبادی (مردم شماری) رقبہ اور آبادی کا لحاظ سے فی مربع میل آبادی کا تناسب آمدنی اور اس کے ذرائع اور امکانات تعلیم و شائستگی وغیرہ اور اب بیسویں صدی میں فوجی و جنگی طاقت سب سے زیادہ قابل لحاظ چیز بن گئی ہے۔ دنیا کے جغرافیہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوجائے گا کہ اس وقت جو ممالک دنیا کی بساط پر سب سے اہم مہروں کا پارٹ ادا کر رہے ہیں ان میں بھی اکثروں سے حیدرآباد امتیازات خاص رکھتا ہے۔ رقبہ کی نسبت جب ہم کسی ملک کی عظمت و بزرگی کا تخیل کرنے لگتے ہیں تو سب سے پہلا اور اہم سوال جو کسی شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ اس کے رقبہ حکومت کا خیال ہے اس کی بڑائی صرف اس میں تھی اور ہے کہ وہ ایشیا اور یورپ کے بہت بڑے رقبہ کا مالک ہے آج بھی سلطنت برطانیہ کی عظمت سب سے پہلے اس خیال سے پیدا کی جاتی ہے کہ اس کے حدود مملکت سے کہیں آفتاب کی روشنی دور نہیں ہوتی لیکن آپ کو یہ دیکھ کر حیرت ہوگی کہ دنیا میں بعض ایسے بھی آزاد و خود مختار ممالک ہیں جن میں سے بعض کا رقبہ حیدرآباد کے کسی صوبہ کے برابر بھی نہیں ہے لیکن وہ آزادی اور خود مختاری کے دن تمام لوازم سے بہرہ اندوز ہیں جو ایک بڑی سے بڑی آزاد سلطنت رکھتی ہے۔ مثلاً یونان کا رقبہ (۴۹و۰۰۰) مربع میل ہے۔ بلغاریا کا (۴۰و۰۰۰) پرتگال کا (۳۵و۵۰۰) البانیا کا (۲۰و۰۰۰) ڈنمارک کا (۱۵و۰۰۰) ہالینڈ کا (۱۲و۷۶۰) بلجیم کا (۱۱و۰۰۰) مربع میل ہے اور ان سب کے مقابلہ میں حیدرآباد کا رقبہ اپنی موجودہ حالت میں (۸۲و۶۹۸) مربع میل یعنی (۵و۲۹،۷۲۰) ایکر ہے گویا جن آزاد بادشاہتوں اور جمہوریتوں کا ذکر کیا گیا ان میں سے بعض سے دگنا بعض سے چار گنا اور بعض سے چھ بلکہ سات گنا زیادہ ہے۔ لیکن اگر حیدرآباد سے اس موجودہ رقبہ میں آپ برار کے رقبہ کو بھی شامل کرلیں جو بلا شبہ اور جائز طور پر مملکت حیدرآباد کا ایک جزو ہے تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ اس کا رقبہ مملکت یورپ کے درجہ اول کی سلطنتوں انگلستان جرمنی فرانس اٹلی اور ہسپانیہ سے زیادہ نہیں تو ان کے برابر ضرور ہو جائے گا۔ دوسری اہم وجہ امتیاز جو ایک مملکت کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے
وہ یہ ہے کہ اس کی حکومت کے زیر سایہ کتنے نفوس انسانی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بعض ایسے ملک بھی دنیا کے نقشہ
پر ملیں گے جن کا رقبہ ایک براعظم کے اس کنارہ سے اس کنارہ تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن آبادی
اس میں ایسی ہی ملے گی جیسے ایک صحرائے لق و دق میں ستر ہ دگیاہ کا نشان آبادی
کی کمی اور زیادتی کے اسباب مختلف ہوسکتے ہیں لیکن اراضی کے بڑے
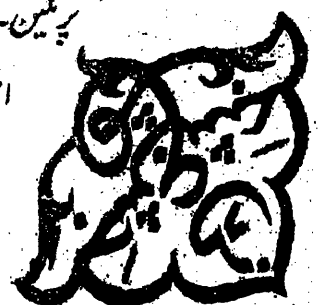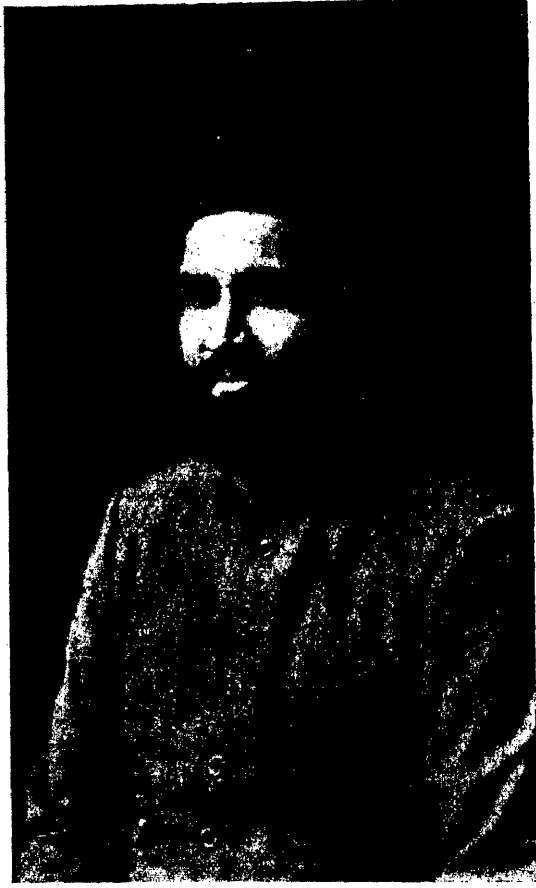
نواب بہادر یار جنگ بہادر جاگیردار و جمعدار

"عہد عثمانی کے مایۂ ناز مقرر۔ جن کے تقریروں کی حدود
حیدر آباد سے باہر بھی دہوم مچی ہوئی ہے"

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس

عہدہ داران سرکار عالی

اول تعلقدار گلبرگہ شریف

انسپکٹر جنرل عدالت ہائے ملک سرکار عالی

جناب رائے برکت رائے صاحب اول تعلقدار
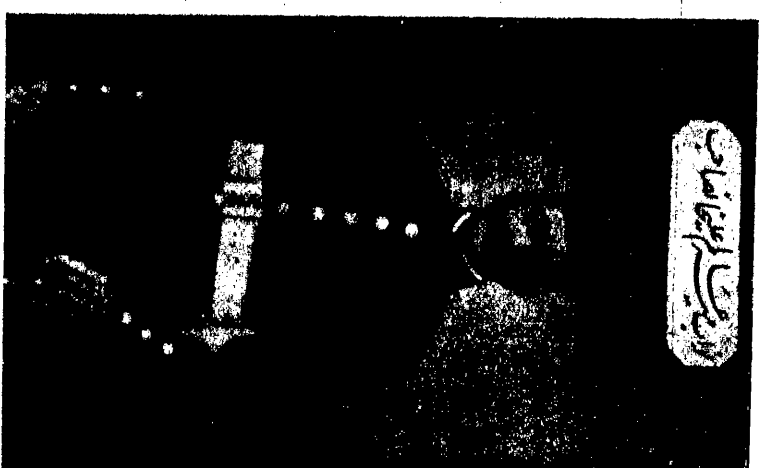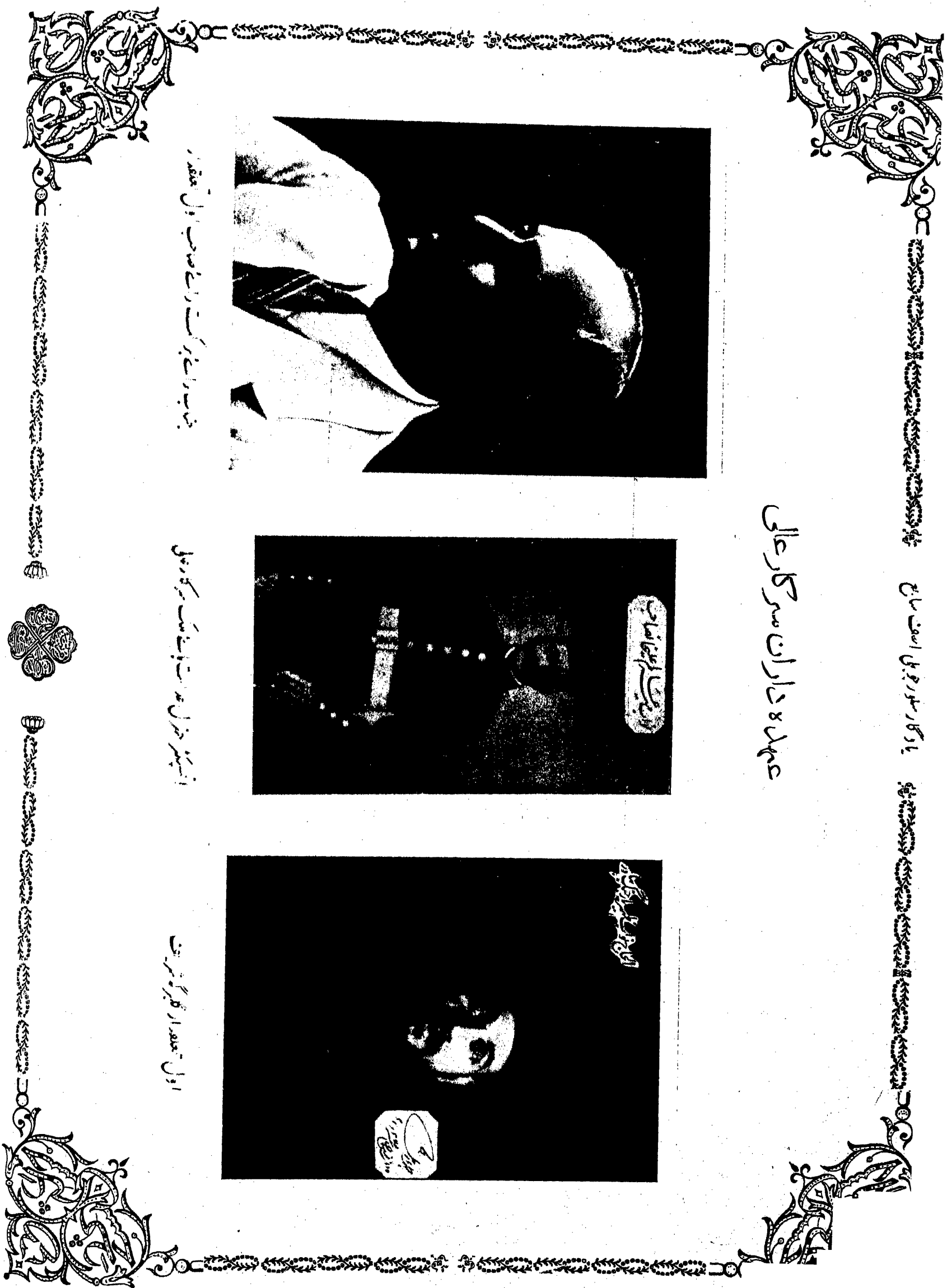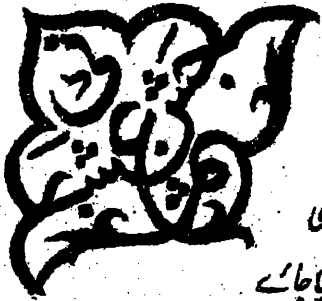
حصہ کا بنجر صحرا پہاڑ اور اسی طرح دوسرے اسباب کی بنا پر نا قابل
کاشت ہونا لیکن مملکتوں کا غلط نظام حکومت اور رعایا کا اس سے مطمئن
نہ ہونا کہیں اقتصادی معاشی حالت کی خرابی وغیرہ حیدرآباد کی آبادی گزشتہ مردم شماری
کی رو سے بلا شمول صوبہ برار (۱۴۳۶۱۴۸) ہے اگر اس کو رقبہ مملکت پر تقسیم کیا جائے
تو فی مربع میل (۱۰۵) کے نفوس کا اوسط آتا ہے برخلاف اس کے دنیا میں بہت سے ایسے خود مختار اور آزاد ممالک ملیں گے
جن کی آبادی کو حیدرآباد کی آبادی سے کوئی نسبت نہیں۔۔ اس تناسب آبادی کے قرارداد میں ہم ان ممالک کو نظر انداز کرتے ہیں
جن کے رقبہ سے متعلق اوپر بحث ہوئی کیونکہ ظاہر ہے کہ ان کی آبادی بھی رقبہ کے تناسب سے کم ہوگی اور ہے مثلاً یونان جس کی آبادی
صرف (۷۰) لاکھ ہے اور فی مربع میل اس کی آبادی کا اوسط (۱۴۷) نفوس ہے۔ بلغاریہ جس کی آبادی صرف (۵۵) لاکھ ہے اور فی
مربع میل (۳۷) نفوس ہے۔ البانیہ جس کی آبادی صرف (۱۰) لاکھ ہے اور فی مربع میل (۵۰) نفوس ہے۔ نیپال جس کی آبادی صرف
(۵۶) لاکھ ہے اور فی مربع میل (۱۰۰) نفوس ہے۔ مذکورہ بالا ممالک کی آبادی کے اعداد شمار پر غور کرتے ہوئے یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ یہ
یورپ کے وہ ممالک ہیں کہ زرخیزی کے اعتبار سے مشہور اور ہر قسم کے اقتصادی اور معاشی تفوق سے سرفراز ہیں ان میں سے اکثروں کی اپنی
بندرگاہیں ہیں زراعت تجارت صنعت کسب معاش کے بیسوں ذرائع ان کو حاصل ہیں اور ان کا طریقہ حکومت بھی ترقی یافتہ کہا جاسکتا ہے
جو با وجود اس کے وہ حیدرآباد کی آبادی اور رقبہ کے ساتھ اس کے تناسب میں مقابلہ نہیں کرسکتے۔ اب چند ان ممالک پر بھی نظر
ڈالتے ہیں جو گو رقبہ اراضی حیدرآباد سے دو چند سہ چند اور بعض صورتوں میں چہار چند کہتے ہیں لیکن آبادی میں حیدرآباد کے ساتھ ان
کو کوئی نسبت نہیں دی جاسکتی۔ مثلاً شہنشاہیت ایران جس کا رقبہ حیدرآباد سے تقریباً آٹھ گنا زیادہ ہے یعنی چھ لاکھ تیس ہزار مربع میل
حیدرآباد سے کم آمدنی صرف ایک کروڑ ہے۔ آبادی کا تناسب فی مربع میل صرف (۱۹) نفوس پر مشتمل ہے حکومت نجد و حجاز کا رقبہ گو حیدرآباد
سے بارہ گنا زیادہ یعنی دس لاکھ مربع میل ہے۔ لیکن آبادی صرف پندرہ لاکھ اور تناسب ۱/۲ اکس فی مربع میل عراق کا رقبہ حیدرآباد
سے تقریباً دو گنا زیادہ یعنی ڈیڑھ لاکھ مربع میل لیکن آبادی صرف تیس لاکھ اور تناسب بیس کس فی مربع میل مصر کا رقبہ حیدرآباد سے
چار گنا زیادہ یعنی تین لاکھ ترسٹھ ہزار دو سو میل لیکن آبادی تقریباً برابر یعنی ایک کروڑ چالیس لاکھ اور تناسب آبادی (۳۸) ایشیائی ترکی کا رقبہ
تقریباً پانچ گنا زیادہ یعنی چار لاکھ مربع میل لیکن آبادی حیدرآباد سے کم یعنی صرف ایک کروڑ بیس لاکھ ہے اور تناسب صرف (۳۰) افغانستان
کا رقبہ بھی تقریباً تین گنا زیادہ یعنی دو لاکھ (۵۴) ہزار مربع میل ہے لیکن آبادی نصف سے زیادہ کم یعنی ترسٹھ لاکھ اسی ہزار تناسب صرف (۲۶)
اب اندازہ کیجئے حیدرآباد اپنی آبادی کے اعتبار سے نہ صرف یورپ کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں بلجیم ہالینڈ البانیہ یونان پرتگال ڈنمارک
بلغاریہ وغیرہ سے بڑھ کر ہے بلکہ ایشیا کی بڑی بڑی سلطنتوں ایران، ترکیہ مصر، نجد، حجاز، عراق، افغانستان اور نیپال وغیرہ سے بھی
بڑھ کر ہے۔

یہ تمام تقابل برار کو شامل کئے بغیر ہے جو مملکت آصفیہ کا ایک زرخیز اور آباد صوبہ ہے اگر اس کو شامل کر لیا جائے تو شاید یورپ
کی بڑی بڑی سلطنتیں بھی حیدرآباد کا آبادی کے لحاظ سے مقابلہ نہ کرسکیں آپ نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ایشیا
کے بعض ممالک جو اپنے رقبہ میں زیادتی پر ناز کرسکتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے ان کے
رقبۂ مملکت کا بیشتر حصہ غیر آباد ویران اور سنسان ہے اگر کوئی شخص ویرانوں
کھنڈروں اور غیر آباد مقامات میں کھڑا ہو کر رایس سن کردسو کی طرح

صدا بلند کرسکتا ہے اور دنیا اس کو ایک باعظمت وجبروت بادشاہ مان سکتی ہے تو پھر غیر آباد ممالک بھی بینک حیدرآباد کے مقابلہ میں اپنا تفوق جتا سکتے ہیں، لیکن اگر مملکت کے لئے آبادی شرط ہے اور وہ حیدرآباد کی مناسبت سے ان کے یہاں کچھ بھی نہیں تو ان کو حیدرآباد کے تفوق کو ماننا پڑے گا۔ برخلاف ان ممالک کے جہاں میلوں تک رقبہ اراضی صحرا یا پہاڑوں کی شکل میں بیکار ہیں۔ حیدرآباد میں اس وقت (۴۲½) فیصدی اراضی کاشت پر اٹھی ہوئی ہے۔ بقیہ (۲۷½) فیصدی قبہ میں سے بھی (۲۱½) فیصدی جنگل اور کنچہ وغیرہ کی صورت میں ذرائع آمدنی ہے صرف چھ فیصدی رقبہ کو اکارہ کہا جاسکتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں عظمت وجلال کی ایک بڑی علامت دولت اور آمدنی تصور کی گئی ہے۔ اور یہ ایک حد تک بجا بھی ہے زر کا ستارالعیوب اور قاضی الحاجات ہونا تو ایک حکیم مشرقی کی زبان سے صدیوں پہلے تسلیم کرلیا گیا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ جو ممالک دنیا میں آزاد اور ممتاز ہیں ان کے مقابلہ میں بلحاظ اپنی آمدنی اور دولت کے حیدرآباد کا کیا درجہ ہے اس وقت ایک بڑی دشواری ہم کو یہ درپیش ہے کہ ہم مغربی و مشرقی سکوں کے شرح تبادلہ سے واقف نہیں ہیں جس سے نہیں کہا جاسکتا کہ ان کی جو آمدنی ہم کو معلوم ہوئی ہے وہ کتنے پاونڈ یا کتنے روپیہ کے مساوی ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ اگر تھوڑا وقت ملے اور ان سکوں کے شرح تبادلہ سے ہم واقف ہوجائیں تو آسانی سے ہم اس میدان میں بھی حیدرآباد کے تفوق کو ان دوسرے ممالک پر ثابت کرسکیں گے۔

فی الحال جن ممالک کے سکوں کا ہم کو علم ہے اور جن کی آمدنی پونڈز میں ہم کو معلوم ہوسکی ان سے حیدرآباد کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں نجد و حجاز کو چھوڑئیے کیونکہ وہ یوں بھی ایک بے آب وگیاہ ملک ہے جس کے ایک حصہ کو آسمانی زبان میں وادیٔ غیر ذی زرع کا لقب دیا گیا تھا اور جس کی بڑی آمدنی کا انحصار حجاج کی تعداد پر ہے۔ نیپال جو ہندوستان کے شمال اور ہمالیہ کے دامنوں میں دوسرے آزاد ممالک سے الگ کوس استقلال بجا رہا ہے اس کی سالانہ آمدنی صرف ایک ملین پونڈ یعنی (۱½) کروڑ روپیہ سکہ عثمانیہ ہے۔ ایران حیدرآباد سے چھ گنا زیادہ رقبہ مملکت رکھتا ہے اور عراق عرب کے کناروں سے لیکر بلوچستان کے حدود تک اور شمال میں تبریز، آذربائیجان کے علاقہ میں ایک وسیع سلسلہ بندرگاہوں کا رکھتا ہے اور خلیج فارس، بحر ہند خلیج قفقاز میں اس کی آزاد تجارت جاری ہے باوجود اس کے اس کا محاصل حیدرآباد کی آمدنی سے کچھ بہت زیادہ نہیں صرف (۷) ملین پونڈ یعنی ۱۰½ کروڑ روپیہ سکہ عثمانیہ ہے افغانستان کے رقبہ کو آپ نے سنا کہ حیدرآباد سے تقریباً (۳) گنا زیادہ ہے لیکن آمدنی کو آپ سنیں گے تو حیرت کریں گے کہ ایسے ممالک بھی دنیا میں آزاد اور خود مختار ہیں اور اپنی خود مختاری کو دنیا سے تسلیم کرا رہے ہیں۔ افغانستان کی موجودہ آمدنی چار کروڑ (۵۰) لاکھ روپیہ افغانی ہے جس کا شرح تبادلہ اس وقت جبکہ میں افغانستان میں تھا ۳ روپیہ کابلی اور ایک روپیہ کلدار تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ افغانستان کی موجودہ آمدنی صرف ڈیڑھ کروڑ روپیہ ہے۔ عراق کا رقبہ حیدرآباد سے دوگنا زیادہ ہے اور یہ وہ ملک ہے جس میں سے دجلہ وفرات جیسے دریا بہتے ہیں جس کو بصرہ جیسی بندرگاہ میسر ہے جو تین آزاد مملکتوں ایران، ترکیہ، اور نجد وحجاز سے اپنے حدود اور تجارت کو وابستہ رکھتی ہے لیکن باوجود اس کے اس کی آمدنی (۴) ملین پونڈ یعنی ۶ کروڑ سکہ عثمانیہ ہے جب ہم اپنے مملکت کی آمدنی کا دوسرے ممالک سے مقابلہ کررہے ہیں تو ایک روایت ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ حیدرآباد کی طرح ان ممالک میں جاگیرات، انعامات اور دیولوں اور درگاہوں کی معاشیں مقرر نہیں ہیں نہ بادشاہ کے لئے ایک علحدہ رقبہ اراضی صرف خاص کی طرح الگ ہے بلکہ ان کی آمدنی کی کائنات وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔ برخلاف اس کے صوبہ برار کو نظرانداز

کرنے اور جاگیرات ستان، پائیگاہ اور صرفِ خاص مبارک کو خارج
کرنے کے بعد جن کا اندازہ ایک ثلث سے بھی زیادہ کیا جاسکتا ہے۔ اور
کسی بندرگاہ کی عدم موجودگی میں کیونکہ حیدرآباد کی بندرگاہ میولی ٹیم کا سوال
ابھی زیرِ بحث ہے۔ حیدرآباد کی آمدنی (۹) کروڑ سکہ عثمانیہ یعنی (۶) ملین پونڈ ہے جس کا مطلب
یہ ہوا کہ حیدرآباد کی آمدنی عراق سے دیڑھ گنی افغانستان اور نیپال سے چھ گنی زیادہ ہے اور ایران کی آمدنی کے تقریباً
مساوی ہے۔ ایک بات اور آپ کی توجہ کے قابل ہے وہ یہ کہ دنیا میں صرف وہی شخص مالدار نہیں کہلایا جاسکتا جس کی آمدنی زیادہ
ہو بلکہ اس کے تمول کے اندازہ کے لئے اس کے خرچ اور قرض کا اندازہ بھی ضروری ہے دنیا میں بہت سی ایسی عظیم المرتبت سلطنتیں
بلکہ شہنشاہیتیں آپ کو ملیں گی جو حیدرآباد سے کہیں زیادہ آمدنی رکھتی ہیں۔ لیکن سال میں دو مرتبہ امریکہ کے قرضہ کے صرف سود کی ادائی
کا سوال ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتا ہے گزشتہ جنگِ عظیم نے ان کے خزانوں کو خالی اور ان کی جیبوں کو ہلکا کردیا۔ لیکن حیدرآباد
اپنی روز افزوں ترقیوں اور اخراجات کی زیادتیوں کے باوجود کسی حکومت اور سلطنت کے روبرو شرمندہ اور خجل نہیں ہے۔ اس کا
موازنہ خود موجودہ زمانہ میں کساد بازاری رعایا کے ساتھ عدیم المثال حسن سلوک کے باوجود اپنے توازن کو نہیں کھوتا بلکہ دنیا کے مختلف گوشوں
سے نگاہیں حسن طلب کے انداز میں ان کے خوانِ نعمت کی طرف اٹھتی رہیں، پھر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ حیدرآباد کی
انتہائی آمدنی ہے اور اس نے اپنے تمام ذرایع آمدنی کو بہ تمام وکمال آزمالیا ہے۔ نہیں ابھی سیکڑوں اس کے معدن زمین کی
چادر اوڑھے گمنامی کی نیند سوسے ہیں اس کی زراعتی ترقی کی پہلی کروٹ پوری بیداری کی شکل اختیار نہیں کرسکی ہے اس کی
صنعت وحرفت کی زندگی ایامِ طفولیت سے گزر کر عرصہ شباب میں قدم نہیں رکھنے پائی ہے۔ اس کی تجارت بندرگاہ کے فقدان اور
رعایا کی عدمِ رجحانِ طبع کی وجہ سے ابتدائی مدارج میں ہے اگر روئی اور تیل نکلنے والے اجناس کی کاشت میں محکمہ زراعت کی کوششیں
کامیاب ہوجائیں اور ہمارا محکمہ صنعت وحرفت اپنی تمام خام پیداوار کو بکار آمد بنانے کے قابل ہوجائے اور ہمارے منڈیاں
اپنے مال سے بے پرواہ ہوکر دوسرے مارکٹوں میں اپنی پیداوار بھیجنے لگیں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کا ملک دنیا کے بڑے بڑے ممالک
کے روبرو گردن افتخار دراز کرسکے گا ان تمام نقاطِ نگاہ سے غور کیجئے اور اپنے آپ کو پہچانیے کہ دنیا کے ممالک میں آپ کا کیا
درجہ ہے یہ مقولہ کہ آپ اپنی قدر کرو صرف انفرادی زندگی میں نہیں اس سے زیادہ اجتماعی زندگی میں آزمایا جانے کے قابل ہے
لیکن آپ اپنی قدر اسی وقت کرسکیں گے جب پہلے اپنے آپ کو پہچان لیں گے۔ تعلیم وشائستگی کے متعلق کہا کہ رقبہ آباد اور دولت
ہی کسی ملک کی قابلِ تعریف خصوصیات نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہاں کے رہنے والوں میں اس رقبہ اور آبادی پر حکومت کرنے اور اس دولت
کو کام میں لانے کی صلاحیت نہ ہو حیدرآباد میں انتظامی معاملات سے اطمینان حاصل کرنے میں اپنی سب سے بڑی توجہ اپنے فرزندوں
کی تربیت وتعلیم کی طرف دی۔ کیا آپ ہمارے ان نتائج تعلیمی کو یورپین ممالک کے مقابلہ میں رکھتے ہیں تو بیشک ہم ان سے ابھی پیچھے
ہیں لیکن اگر مشرقی آزاد وخود مختار ممالک سے ہمارا مقابلہ کیا جاتا ہے تو ہم بلاخوف وتردید کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے اکثروں کے لئے ہماری
مثال دن اور رات روشنی اور تاریکی کے مقابلہ کی مانند ہے ہماری خود مختار رعایا پرور حکومت نے
اپنی رعایا کی تعلیم ہی کا خیال نہیں کیا بلکہ اس کی تربیت پر بھی توجہ کی۔ برطانوی
ہند کے قابل اور تجربہ کار اشخاص کی خدمات بڑی بڑی بیش قرار ماہواروں
پر صرف اس لئے حاصل کی گئی کہ وہ ملک کے فرزندوں کو ملک کی
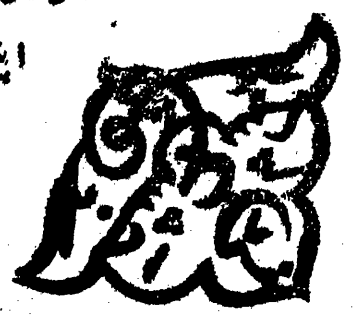
ضروریات کے مطابق تیار کریں تاکہ آیندہ حیدرآباد کسی دوسرے کی امداد کے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ ہم اس غرض سے بلائے جانے والوں اور ہمارے ملک کے خدمات انجام دینے والوں کی خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے جنھوں نے اب حیدرآباد کے فرزندوں کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ ان کے سہارے کے بغیر کھڑے ہی نہیں بلکہ میدان کارزار میں بلا خوف و خطر دوڑ سکتے ہیں۔

دنیا میں ہمیشہ اقوام و ممالک کی برتری و عظمت کا دارومدار ریاست، اسباب و علامات سے قطع نظر جن کا اوپر ذکر کیا گیا کسی ملک کے اکثریت اور طاقت جبری کے اندازے پر رہا ہے اب ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ تم نے دوسرے ممالک آزاد پر رقبہ آبادی تمول، تعلیم، اور شائستگی کے اعتبار سے تو اپنا تفوق ثابت کیا۔ لیکن اس زمانہ میں چھوٹی سی چھوٹی مملکت بھی اپنا مکمل فوجی نظام رکھتی ہے۔ کیا تم اس حیثیت سے بھی اپنے امتیاز کو ثابت کر سکتے ہو۔ میرا جواب بلا تردد اس بات میں ہے۔ اعتراض کرنے والوں نے حیدرآباد پر بہت سی سرسری نظر ڈالی ہے، انھوں نے اس کے تاریخ اور جغرافیہ کا پورا مطالعہ نہیں کیا وہ صرف امپریل سرویس ٹروپس گولکنڈہ لانسرز، کیاولری گارڈ، انفنٹری توپ خانہ اور نظم جمعیت کو ہی حیدرآباد کا کل نظام عسکری خیال کرتے ہیں اور الوان، ترنگیری، بلارم کی افواج کو انھوں نے بالکل جداگانہ طاقت تصور کر رکھا ہے حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ فوجیں ابتدائی نگرانکار فوجیں نہیں بلکہ عسکر آصفی ہیں جو حیدرآباد کے خرچ پر حیدرآباد کے لئے اس کے قابل احترام حلیف سلطنت عالیہ برطانیہ نے تیار کیا اور تیار رکھا ہے۔ اب ان سب قوتوں کو یکجا کرو اور بتاؤ کہ کیا حیدرآباد کا نظام فوجی کسی اور نظام عسکری سے کم ہے۔ پھر جغرافی حیثیت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ دوسری حکومتیں اپنے اطراف و جانب اعتبار کا ہجوم رکھتی ہیں افغانستان کے ایک طرف انگریز ہیں جن سے اس کی کبھی نہیں بنتی دوسری طرف روس ہے جو اپنے موقع کو کبھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہتا۔ تیسری طرف ایران ہے جسے ایک حریف حکومت کہا جاسکتا ہے جو تاریخ قدیم میں بھی بستان اور اس کے مشرقی علاقوں سے ہمیشہ برسر پیکار رہے ہیں یہی حال خود ایران، عراق، حجاز، ترکیہ اور تمام یورپ کے آزاد اور خود مختار مملکتوں کا ہے۔ برخلاف اس کے حیدرآباد اپنے اطراف صرف ایک مملکت رکھتا ہے جو اس کی دوست اور ایسی حلیف ہے کہ جس کے عہد میمنت کو سلاطین آصفیہ نے تاریخ کے ہر دور میں مضبوط رکھا ہے جنوب اور مغرب کی طاقتیں جن سے حیدرآباد کو آئے دن برسر پیکار رہنا پڑتا تھا تاریخ کے ابتدائی اسی دور میں ختم ہو گئیں جبکہ وہ اعلان خود مختاری کیا گیا تھا جس کی ہم یاد منا رہے ہیں۔ اب حیدرآباد کو کسی سے لڑنا نہیں ہے بلکہ جو تیاری بھی اس نے کی ہے وہ اس لئے زیادہ ہے کہ وہ صرف اپنی طاقت اور حلیف کی وقتاً فوقتاً امداد کے لئے کی گئی ہے۔ اندرونی انتظام کے لئے وہ جمعیت کافی سے کچھ زیادہ ہی کہی جا سکتی ہے۔ کیونکہ حیدرآباد، افغانستان، ترکیہ، حجاز، و نجد کی طرح سازشوں کی آماجگاہ نہیں بلکہ یہاں امن و عافیت و اطمینان ہے غالباً ان تمام حالات کو سن کر اور اپنی مملکت کی عظمت کا تصور کر کے آپ کو حیرت ہوگی، اور اسی میں اضافہ اس حقیقت نے کیا کہ باوجود دنیا کے اکثر خود مختار اور آزاد ممالک کا ہمسایہ بالکلیہ بلند پایہ ہونے کے حیدرآباد اس مرتبہ سیاسی (پولیٹیکل اسٹیٹس) سے محروم ہے جو دوسروں کو حاصل ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ کیوں ہمارے آپ کے بادشاہ جمجاہ اعلیٰ حضرت قدر قدرت نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام الملک آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ، کے اسم گرامی کے ساتھ ہز میجسٹی کا لقب شامل
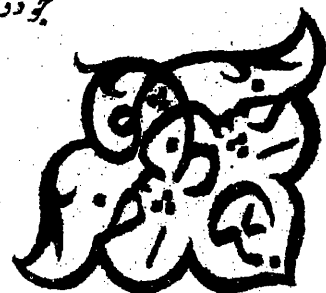
نہیں ہے۔ آپ بے چینی سے دریافت کر رہے ہیں اور آپ کو
کرنا چاہئے کہ کیوں آپ کا ٹپہ کم از کم حدود ہندوستان میں نہیں چلتا جبکہ
ہم سے نہایت کم حیثیت رکھنے والے ممالک کی ڈاک ان ہی کے ٹپہ پر دنیا
کے طول و عرض کو طے کر رہی ہے کیوں آپ کے سکہ کی قیمت حیدرآباد سے باہر نکل کر
ٹھیکری اور پیسے سے زیادہ نہیں رہ جاتی اور بمبئی مدراس کے مارکٹ میں اس کے لئے گنجائش تبادلہ نہیں ہے۔

آپ کا یہ سوال بھی ایک حد تک بجا ہے کہ کیوں لندن اور دہلی میں سفارت خانہ حیدرآباد کی کوئی عمارت نظر نہیں آتی میں حیران ہوں کہ آپ کے اس سوال کا کیا جواب دوں۔ اول تو مجھے کوئی جواب سوجھ نہیں رہا ہے۔ دوسرے شاید جناب صدر بھی اس مقام پر مجھے اپنی حدول سے گزرا ہوا محسوس فرمائیں۔ اس لئے صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہوں۔ کل امر مرہون باوقاتھا اور شاید آپ کا احساس اور طلب صادق اس وقت کو جلد لادے۔

آخر میں میں آپ سے اپنی دعا میں شرکت کا امیدوار ہوں کہ خدا حیدرآباد دکن کی اس خود مختاری اور استقلال کو مدارج کی ترقیوں اور مراتب کی بلندیوں کے ساتھ برقرار رکھے۔ اعلیحضرت خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کا سایہ ہمایہ اس خود مختار سلطنت دکن پر تا ابد رہے اور سلطنت آصفیہ اور شہنشاہیت برطانیہ کی محبت و دوستی مستحکم تر اور پائندہ تر ہوتی جائے۔

آمین ثم آمین

بجے چاروں طرف آصف کا ڈنکا ۔ خراج اُسکو ملے سارے جہاں سے

نظام اسٹیٹ ریلوے روڈ بس سرویس

۲۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۵۱ھ م ۲۷ تیر ۱۳۴۱ف م یکم جون ۱۹۳۲ء سے نظام اسٹیٹ ریلوے نے موٹر بس سرویس جاری کی بس خوش وضع، تیز رفتار، آرام دہ اور نہایت شاندار ہیں جنکے انتظامات بلحاظ ماحول ملک بہت اچھے ہیں۔ نرخاموں میں ہر طرح سہولت اور اوقات کی پابندی حسن انتظام کی بہترین نظیر ہیں۔ اس سرویس کے جاری ہونے سے اہل ملک کو اپنے ہر نوع کے کاروبار میں بڑا آرام نصیب ہوا۔ اس سرویس کی دن بدن ترقی عوام الناس کو سہولت بخش و آرام رسانی کا سبب بن رہی ہے دارالسلطنت حیدرآباد سے اس کو وسعت دیکر اب اضلاع تک چلایا جا رہا ہے۔ ہر ہفتہ اس کے نظم و نسق اور جمع و خرچ کی روئداد شایع ہوتی ہے۔ جس کو دیکھنے سے اس سرویس کی روز افزوں ترقی کے خوشگوار نتائج نظر آتے ہیں مستقبل قریب میں اس سرویس کو ممالک محروسہ سرکار عالی کے گوشہ گوشہ تک چلانیکا انتظام ہماری شفیق حکومت کے زیر غور ہے یہ پر آسائش سواری اہل ملک کے لئے بیحد مفید ثابت ہوئی مبارک عہد اقدس و اعلیٰ کے انگنت فلاح عامہ کاروبار کے منجملہ یہ بھی ایک ہے۔ جسکو تاریخ عثمانی مکمل حالات کے ساتھ نقش کالحجر بنائیگی۔

مرتبہ محمد فاضل
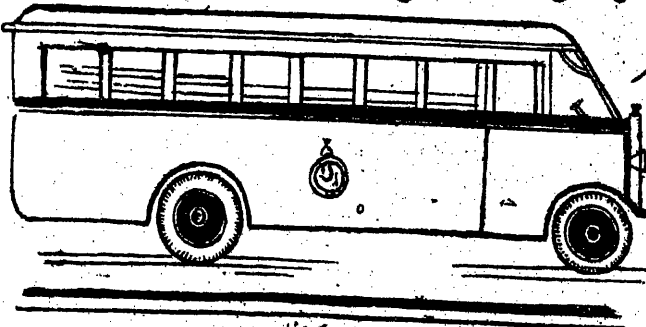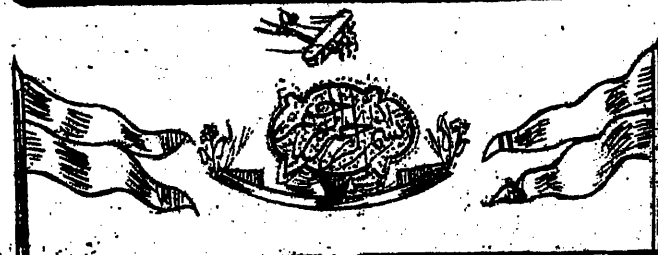
عہدِ عثمانی کا ایک سنہری باب

حیدرآباد میں ہوائی پرواز کلب کا قیام اور اسکی سرگرمیاں

عہد عثمانی کے انگنت درخشاں کارناموں کے منجملہ ایک اہم باب عہد ہمایوں میں پرواز کلب کے قیام کا بھی ہے جس کا آغاز دکن کی تاریخ میں اسی عہد مسعود سے ہوتا ہے۔ آثار خوشگوار مستقبل نہایت شاندار ہے۔ آئندہ دکن کی نسلیں ارتقائی متمدنہ ممالک کے دوش بدوش بجاطور پر فخر کریں گی اور اس مبارک عہد کی یاد مثل عید کے منائیں گی۔

اس بارے میں حقیقت کے اظہار واقعات کی تصویر کے لئے ہم اپنی معلومات کے سوا کچھ اقتباس اخبار رہبر دکن سے بھی اخذ کر کے ذیل میں مختصر طور پر پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین پر صورت پرواز کی جلوہ گری کا ایک گونہ انکشاف ہوجائے گا۔

بفضلہ حیدرآباد میں جبکہ سوائے طیاروں کے متمدنہ تہذیب و ترقیوں کے جملہ اسباب موجود تھے اور ہر شعبہ اپنی شاہراہ ترقی کی منزلوں کو نہایت سرعت کے ساتھ طے کر رہا تھا۔ ایسے وقت میں ہوائی پرواز کی کمی کو پورا کرنے کے لئے ملک سے ایک ایسے قابل قدر و باہمت سپوت کو قادر مطلق نے پیدا کردیا جس کی بدولت ملک اس تشنگی سے سیراب ہو رہا ہے۔

مسٹر بابر مرزا خلف نواب منظور جنگ بہادر ہوائی پرواز سے فطری دلچسپیوں کے ساتھ میدان عمل میں آئے۔ اور یورپ سے فن پرواز کو سیکھ کر وطن واپس آنے کے بعد ایک ماہر ہوائی پرواز کے نام سے مشہور ہوگئے۔ اس کامیابی پر مسٹر موصوف لائق آفرین و قابل مبارکباد ہیں۔ آپنے ضروریات وقت اور ملک کی اس کمی کو محسوس کر کے اپنے عزم راسخ و بلند ہمتی سے نہ خود اس کمی کو پورا کیا بلکہ حکومت سے حیدرآباد ی پرواز کلب کے قیام کی باضابطہ منظوری حاصل کر کے حشتی گوڑہ حکیم پیٹھ کے میدان میں اس کی مستقل بنیاد ڈالی اور اپنے تمام مطالب و مقاصد میں کامیاب ہوگئے۔ اہل ملک نے تعاون کیا حکومت نے قدر کی مشرقی روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک کلب کے لئے جس قدر امور کی ضرورت تھی تفریح و تفنن کے پورے انتظامات عمل میں لائے۔ پروازی مظاہرات کے ساتھ مسافر سرویس اور ڈاک سرویس بھی قایم ہوئیں رفتہ رفتہ ترقی کر کے حشتی گوڑہ یعنی حکیم پیٹھ مستحکم سرکاری پرواز اسٹیشن بن گیا۔ یکم مارچ ۱۹۳۶ء سے ٹاٹا ہوائی میل سرویس بھی جاری ہوئی جو بمبئی، کراچی، بصرہ، بغداد، اسکندریہ، پیرس اور لندن تک جاتی ہے۔

حیدرآباد میں پرواز کلب کے قیام کا سہرا مسٹر بابر مرزا ہی کے سر ہے اس کلب کے قیام کا مقصد فن پرواز کو ترقی دینا اور اُن لوگوں کو سہولت بہم پہونچانا ہے جو اسپورٹنگ کے عملی پہلو سے دلچسپی رکھتے اور فن پرواز سیکھنا چاہتے ہیں۔ تفریح کے پورے اسباب کے ساتھ کلب میں ایک سوشیل کلب کے تمام مصری لوازم اور کاک ٹیل ڈیانس و ڈنر ڈیانس کا بھی اہتمام کیا گیا ہے

نوٹ۔ بقیہ تکملہ حصہ مضمون صفحہ نمبر ۱۷۴ پر ملاحظہ ہو۔

مرتبہ محمد فاضل

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
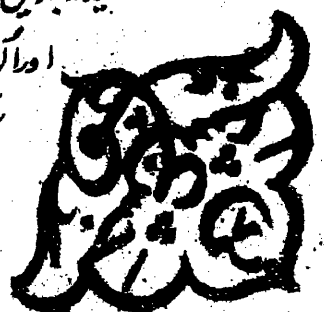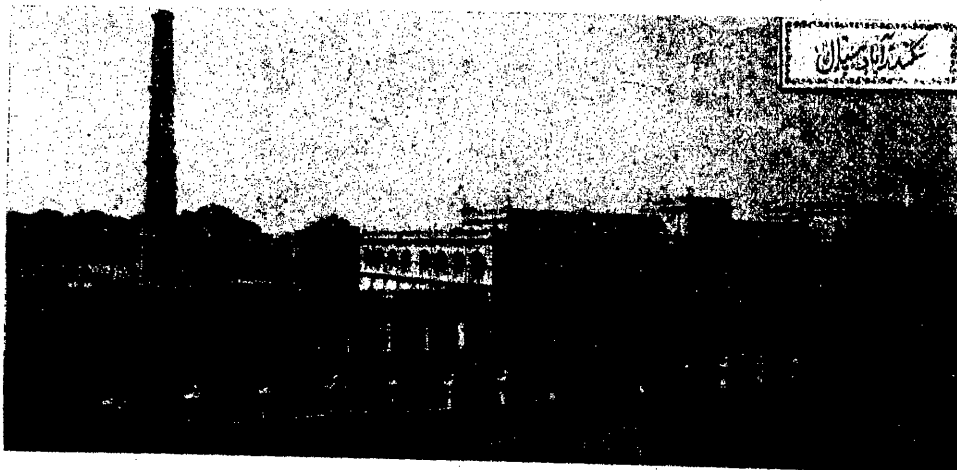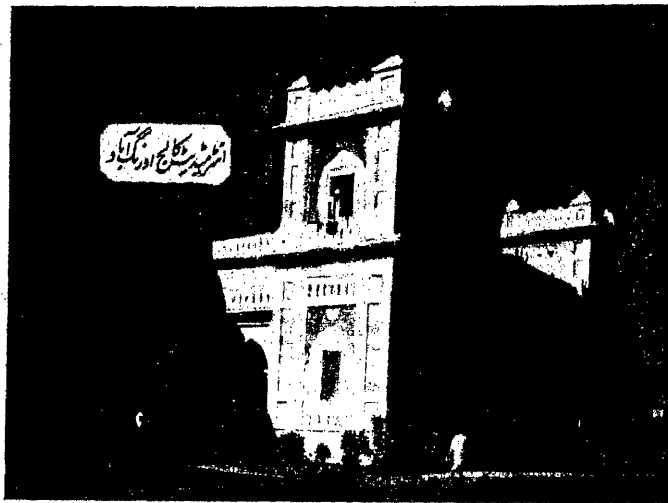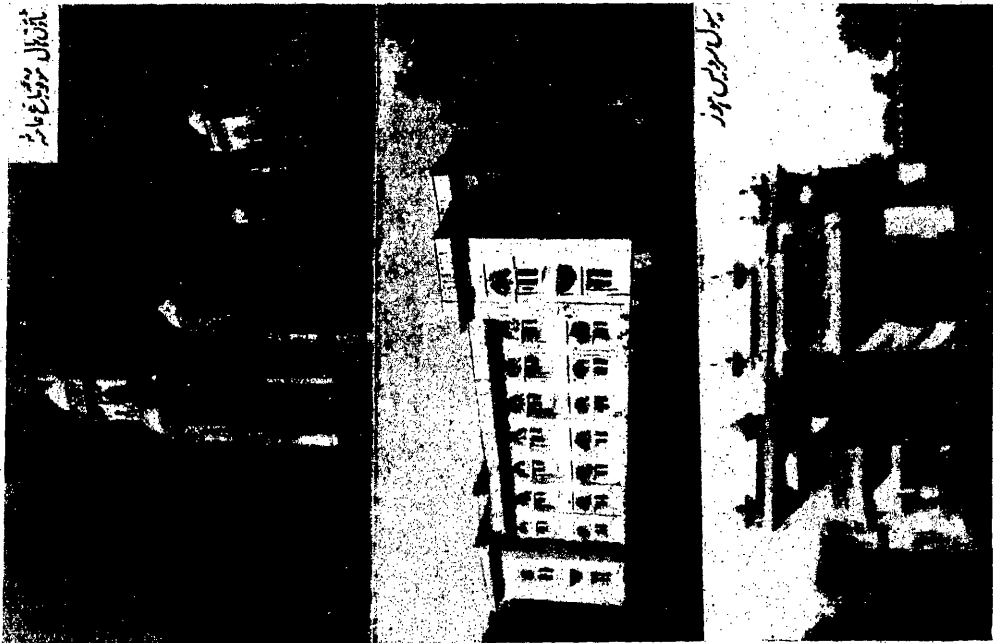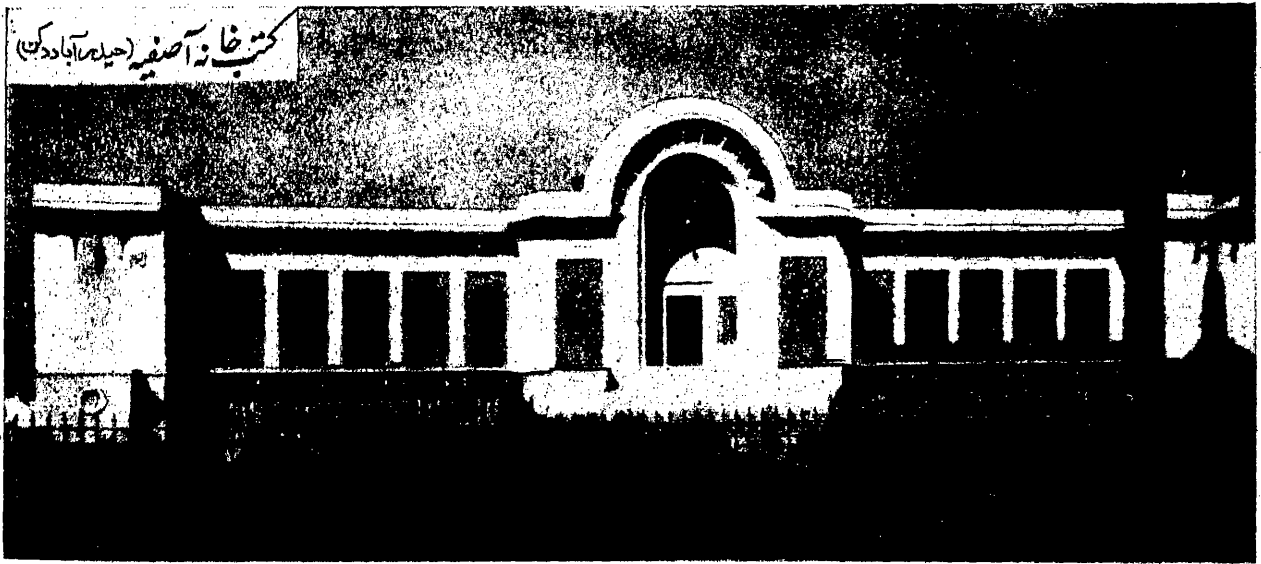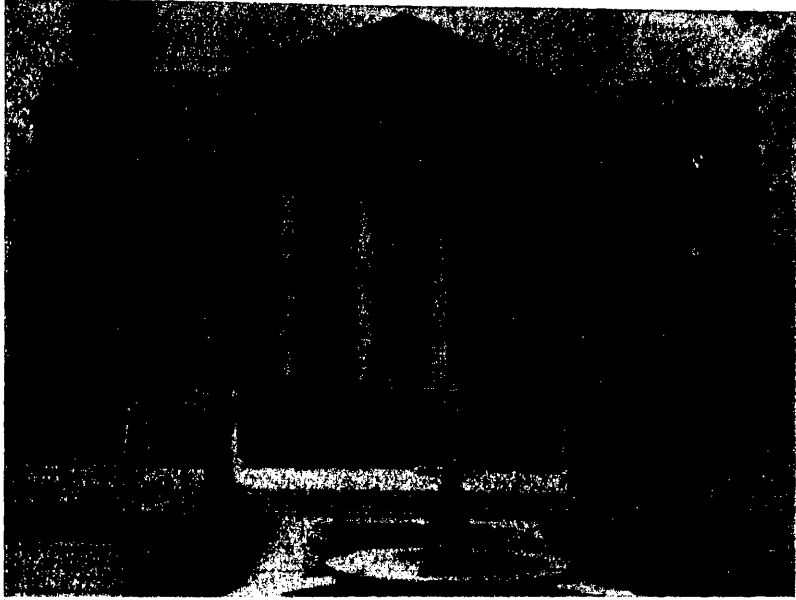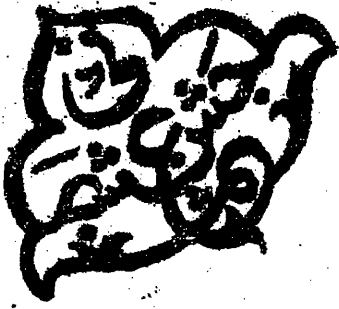
کتب خانۂ آصفیہ سرکار عالی

اس ریاست ابدمدت میں بدوران حکومت اعلیحضرت بندگانعالی متعالی حضرت سلطان العلوم مدظلہ العالی ہر سررشتہ میں جو عدیم النظیر اصلاحات و ترقیاں ہوئی ہیں اُس سے ہر فرد بشر بخوبی واقف ہے۔ خصوصاً سررشتۂ تعلیمات میں ملازمان حضرت اقدس و اعلیٰ مدظلہ العالی نے ایسی غیر معمولی فیاضی فرمائی کہ حصول علم کے لیے بجد تشویق عام لوگوں میں پیدا ہوئی اور تقریباً بلدہ کے ہر بڑے بڑے محلہ میں اور اضلاع و تعلقات کے اہم مقامات میں مدارس قائم ہوئے اور کتبخانہ جات کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔

کتب خانۂ آصفیہ جو عام استفادہ کے لیے پہلے سے قائم تھا۔ اس سے عام لوگوں کو مستفید ہونے کا کما حقہٗ خیال نہیں ہوتا تھا لیکن اعلیحضرت سلطان العلوم حضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی کی شاہانہ توجہ کے باعث عام طور پر لوگ کتب خانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے کی زیادہ کوشش ہونے لگی اور شائقین علم و ہنر کی روزانہ کتب خانہ میں زیادتی ہوتی چلی۔ اس کے بعد حضرت اقدس و اعلیٰ مدظلہ العالی کی توجہ مبارک اس کتب خانہ کی عمارت کی جانب ہوئی۔ چنانچہ فرمان واجبُ الاذعان شرف صدور لایا کہ ”کتب خانہ آصفیہ کے لیے ایک عالیشان عمارت تعمیر کی جائے۔ جو ریاست کے شایانِ شان ہو۔“ اس فرمان فیض نشان کی بناء پر کتب خانۂ آصفیہ کے لیے ایک عالیشان عمارت کی تیاری شروع ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی کتب خانہ کی شہرت میں اور اضافہ ہوا طبقہ ذی علم کے علاوہ عوام اور کم علم اشخاص بھی نہایت شوق سے اس عمارت کو دیکھنے لگے گویا اس چشمۂ فیض سے فیضیاب ہونے کے لیے کم علم طبقہ بھی اس طرف رجوع ہوا اور کتب خانہ میں شائقین علم و ہنر کی تعداد میں کثیر اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ ۲۵ سال پہلے ناظرین کی تعداد ۲۵ ہزار اور کتب مطالعہ کردہ کی تعداد تقریباً ۲۶ ہزار سالانہ ہوتی تھی اور اب مطالعہ کنندگان کی تعداد سالانہ تقریباً (۴۷) ہزار ہوتی ہے۔ ۱۳۴۴ف کی تعداد ناظرین و کتب مطالعہ کردہ ناظرین کی
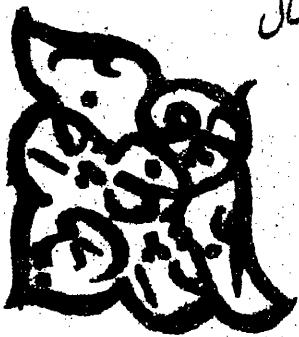
تعداد حسب ذیل تھی

تعداد ناظرین (۶۴۸۴۷) = تعداد کتب مطالعہ کردہ

ناظرین (۳۱۷۷۷) = اخبارات و رسائل علمیہ کا مطالعہ

اس کے علاوہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ تقریباً دو ثلث شائقین علم کی

تعداد میں اضافہ ہوا۔ اور پچیس سال پہلے کتب خانہ میں تقریباً (۱۹۰۰) کتب موجود تھے اور اس مبارک زمانہ میں تقریباً ہندرہ ہزار کتب قلمیہ و مطبوعہ عربی فارسی انگریزی وغیرہ کا اضافہ ہوا ہے۔ خریداری کتب کے لیے پہلے موازنہ میں سالانہ آٹھ ہزار روپیہ شریک ہوا کرتے تھے۔ ملازمان حضرت اقدس و اعلیٰ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اس میں اور بارہ ہزار روپیہ کا اضافہ فرما کر سالانہ بیس ہزار روپیہ کی منظوری صادر فرمائی تاکہ عربی فارسی و دیگر زبان کی نایاب قلمی و مطبوعہ کتب کے علاوہ انگریزی کتابوں کا ذخیرہ بھی زیادہ کیا جائے جو زمانۂ حال کی تعلیم کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اب کتب خانہ آصفیہ کی پُر عظمت و شان عمارت جدید بھی مکمل ہو چکی ہے۔ جس میں اب سابقہ کتب خانہ منتقلی عمل میں آچکی ہے۔ جو کتب خانۂ آصفیہ کے نام سے موسوم ہے

کتب خانۂ آصفیہ کی جدید عمارت عربی وضع کی خوبصورت رود موسیٰ کے کنارے نہایت پر فضا مقام پر تعمیر ہو چکی ہے۔ جس کی تعمیر پر (   ) روپیہ صرف ہوا ہے جو آئندہ دکن کی بیش قیمتہ شاندار مستقبل یادگار رہے جس کا افتتاح حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنے دست مبارک سے فرمایا۔

یہ کتب خانہ اپنی ممتاز نوعیت و خصوصیت کے ساتھ بلحاظ اپنے نوادرات کتب دنیا کے کتب خانوں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

کتب خانہ آصفیہ کے علاوہ حیدرآباد میں بڑے بڑے بہت سے کتب خانے متفرق طور پر خانگی ایسے ہیں جن کو دیکھنے دیگر ممالک کے لوگ یہاں آتے ہیں۔ یورپ و امریکہ کے قدردانوں نے روپیہ پیسہ کا معقول لالچ بتلا کر جب ان خانگی کتب خانوں سے نوادرات عالم پرانے کتب، تصاویر، آثار قدیمہ وغیرہ کو حاصل کر لینا شروع کیا تو بیدار مغز شاہ ذیجاہ نے فوراً اس نقص کو محسوس فرما لیا اور ایک فرمان مبارک نافذ فرما کر ان قیمتی خزانوں کی خریدی کا عام اعلان کروا دیا جس سے علمی خزانوں کی حفاظت کا معقول انتظام ہو گیا۔

کتب خانہ آصفیہ کے جملہ کاروبار زیر نگرانی کمیٹی طے پاتے ہیں جس کے صدر ہز اکسلنسی مہاراجہ کرشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی اور نائب صدر علامہ نواب ضیا یار جنگ بہادر ہیں۔ یہ کتب خانہ دنیا کے عظیم الشان کتب خانوں کے حامل سلطنت حیدرآباد کا واحد علمی مرکز و خزانہ ہے۔ جس کے استفادہ سے اہل ملک کی مستقبلہ سنہری زندگی کی امید وابستہ ہے من حیث الوجوہ ہر طرح مثل دیگر سررشتہ جات کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہر امر میں ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے، عمدہ اور کمیاب کتب کا اضافہ ہو رہا ہے۔ شائقین مطالعہ کے شوق و شغف میں پہلے سے زیادہ مستفید ہو رہے ہیں اور علوم و فنون کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے۔

بقیہ حصہ مضمون صفحہ ۱۷۳ کلب کی سرگرمیاں زیر انتظام کمیٹی روز افزوں ترقی پذیر ہیں کئی طیارے روزانہ آسمانی فضا میں پرواز کرتے نظر آتے ہیں۔ بمبئی مدراس وغیرہ سے بھی ڈاک و مسافر سرویس کا مستقل سلسلہ قائم ہو گیا ہے خدائے برتر سے قوی توقع ہے کہ حیدرآبادیوں کے یہ قوی دست و بازو فن پرواز میں بلند ہو کر اپنے شاندار مستقبل دور میں مغربی تہذیب و ترقیوں کو بھی نیچا دکھائیں گے۔

مرتبہ محمد فاضل
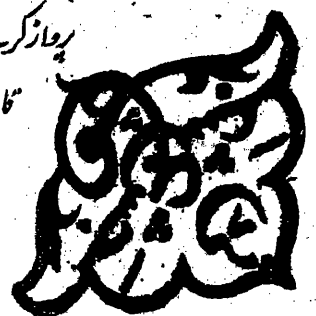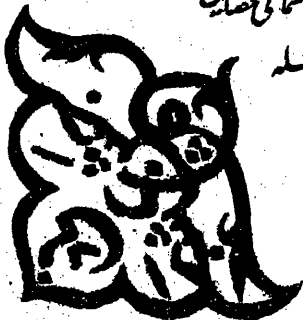
پویلین فتحمیدان میں رونق افروز ہو کر حضرت اقدس واعلیٰ افواج آصفی کی سلامی لے رہے ہیں
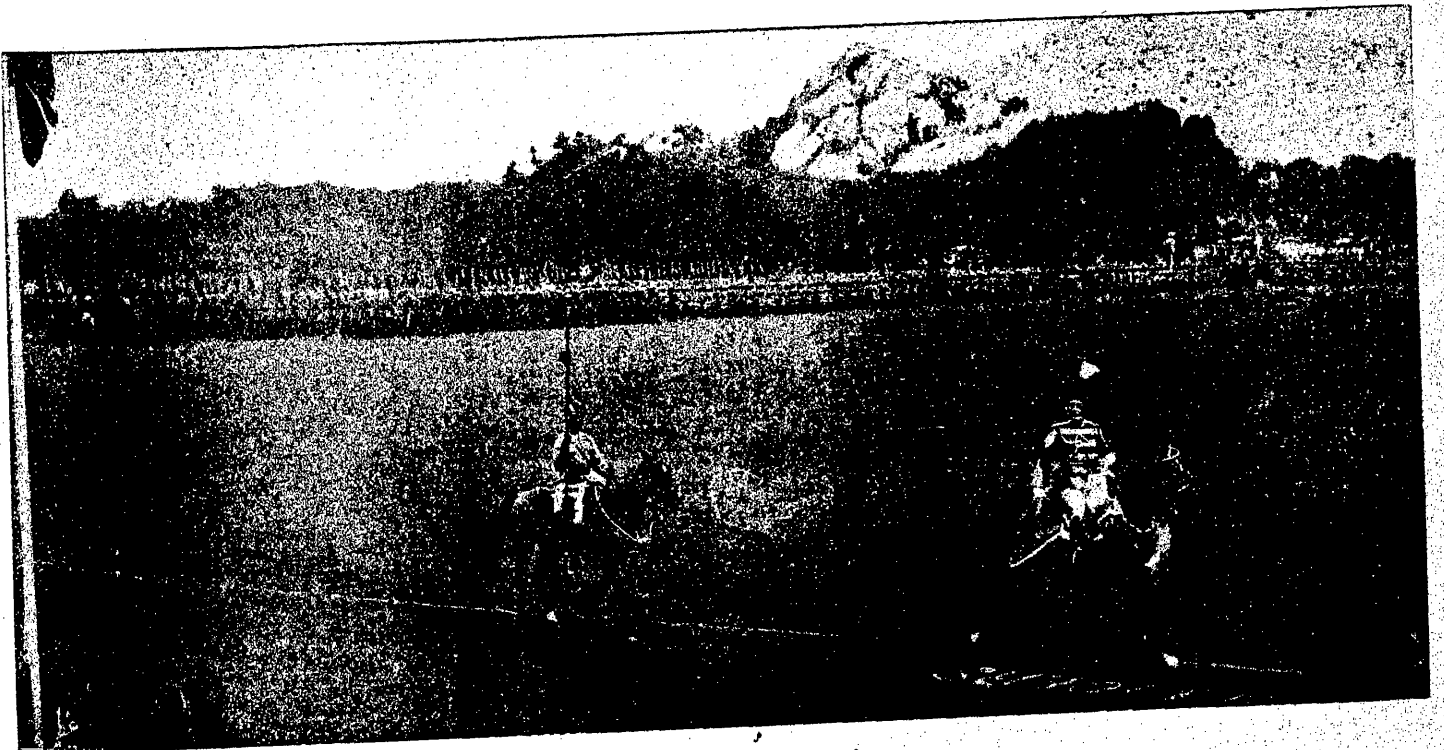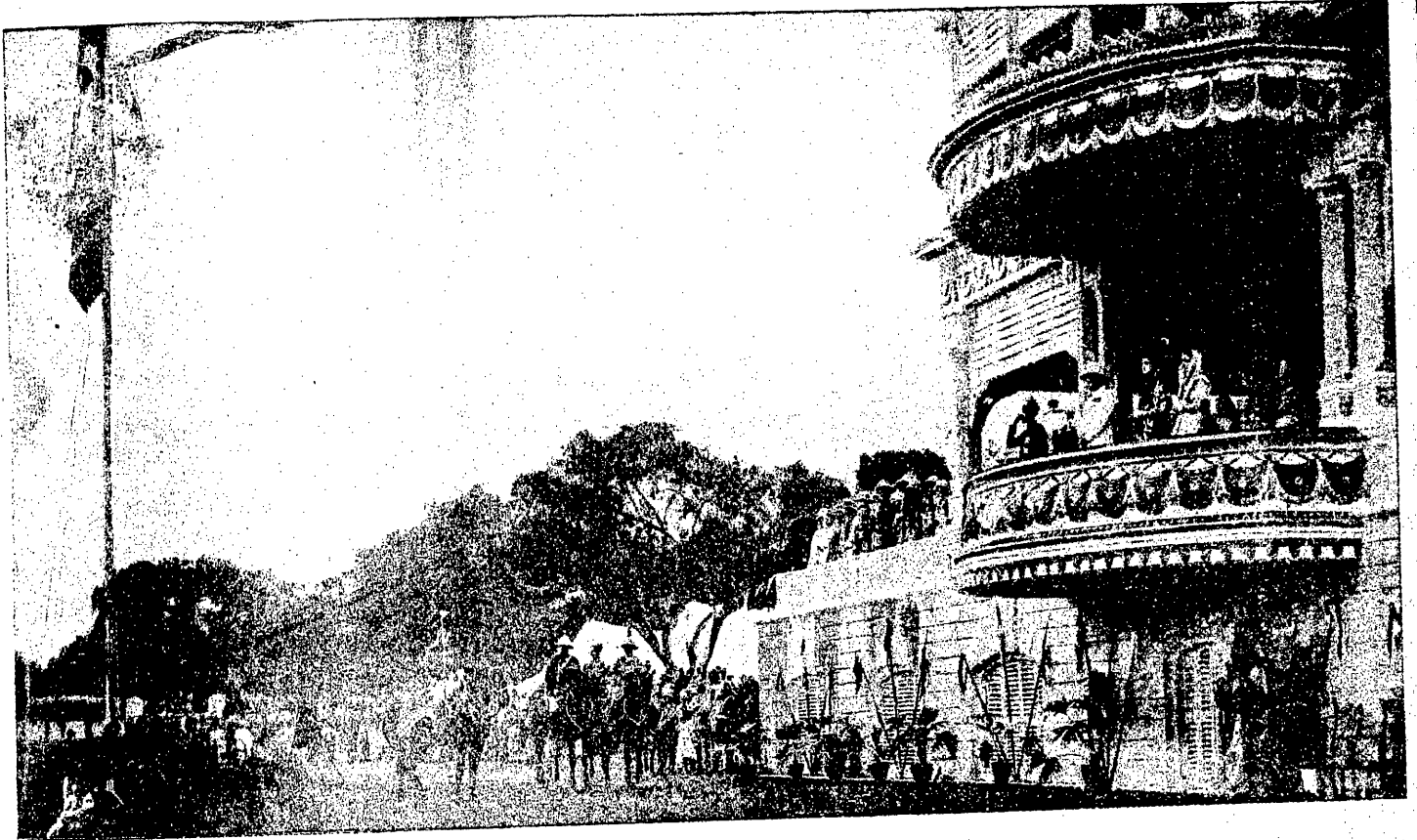
ہز ہائینس پرنس آف برار میجر جنرل سپہ سالار افواج آصفی ولیعہد بہادر سلطنت آصفیہ اعلیحضرت کو سلامی دے رہے ہیں

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

ہر حکومت وسلطنت کے قیام امن وامان اور اس کے تحفظ وحکمرانی کا دارومدار چونکہ سیف وقلم کی مستحکم قوتوں پر موقوف ہے اس لئے ان کی غیر متزلزل بقاء ان ہی دو طاقتوں پر مبنی ہے۔ جو ایک ہی مرکز پر قایم اور اعلیٰ اقتدار ہستی کے تحت ہو چونکہ صاحبان سیف (یعنی افواج) سے متعلق اس وقت ہمیں مختصر طور پر کچھ عرض کرنا ہے۔ اس لئے ان کی تفصیل وتطویل کے قطع نظر ہم صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عہد عثمانی میں افواج آصفی نے تنظیماً کیا ترقی حاصل کی۔ اور وہ جانبازو وفادارانہ حیثیت سے کس حد تک مستعد وتیار رہے ہے۔

مملکت آصفیہ کی افواج از قسم سوار۔ پیادہ۔ توپ خانہ وغیرہ جملہ ضروریات جنگ سے مسلح اور منظم ہے۔ ہم اس کو حسب ذیل حصوں پر منقسم کرکے اُس کا مختصراً خاکہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) کنٹیجنٹ (۲) امپیریل سرویس ٹروپس (فسٹ لانسر وسکنڈ لانسر) (۳) تھرڈ گولکنڈہ لانسرز۔ گولکنڈہ انفنٹری۔ کیاواری ٹریننگ اسکواڈرن۔ کیاولری برگیڈ۔ انفنٹری برگیڈ۔ اسٹرنگ بیانڈ۔ کیولری بیانڈ۔ توپخانہ اے بیاٹری۔ توپخانہ بی بیاٹری۔ فسٹ بٹالین انفنٹری۔ سکنڈ بٹالین انفنٹری۔ نظامس اون تھرڈ بٹالین انفنٹری۔ فورتھ بٹالین انفنٹری انفنٹری ٹریننگ کمپنی۔ پرنس باڈیگارڈ۔ باڈی گارڈ اسکوڈرن۔ جمعیت نظام محبوب وغیرہ۔ (۴) فوج بے قاعدہ (نظم جمعیت) (۵) افواج صرف خاص مبارک (۶) افواج امراء پائیگاہ ومعزز جاگیرداران۔

(۱) کنٹیجنٹ۔ یہ فوج برطانیہ ہند کی اعانت کی غرض سے وزیر افواج ہند کی زیر نگرانی ہے جس کے اخراجات کی کفالت میں مملکت حیدر آباد کا ایک زرخیز وسیع صوبہ برار ا مانتاً تا حال گورنمنٹ ہند کے سپرد ہے۔

اس فوج سے قطع نظر کرنے کے بعد مابقی ۲۔ ۳۔ ۴ متذکرہ صدر

افواج راست اعلیٰحضرت بندگانعالی کے زیر اختیار و اقتدار ہیں۔

(۲تا۴) یہ وہ فوج ہے جس کا تعلق خاص شاہی اسٹیٹ سے ہے جو سوار و پیادہ فوج کی شکل میں مسلح و منظم ہے۔

(۶) یہ وہ فوج ہے جو حکومت سرکار عالی کے اشارہ پر امراء پائیگاہ و جاگیرداروں نے اپنی نمک حلالی و وفاکشی کے ثبوت میں جاں نثاری کے لئے تیار کر رکھی ہے۔

نمبر ۱ - ۵ - ۶ اِن معاونتی کثیر تعداد افواج کو نظر انداز کرتے ہوئے - اب ہم صرف راست زیر نگیں سرکار عالی افواج ۲ - ۳ - ۴ کے خصوصیات و اعداد کا ذکر کرتے ہیں۔

نمبر ۱ تا ۶ - اگر جملہ افواج کا صحیح تخمینہ کیا جائے تو افواج آصفیہ کی تعداد یقیناً تحیر پذیر ثابت ہوگی جس کا خرچ دیوانی و صرف خاص مبارک سے برداشت کیا جاتا ہے - اس فوجی اعداد سے ہی دنیا کی بعض بڑی بڑی آزاد سلطنتوں کے مقابل ہر طرح حیدرآباد کے تفوق و ہمسری کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

تعداد فوج اور مصارف

جس وقت اعلیٰحضرت سریر آرائے سلطنت ہوئے ہیں افواج آصفی کی جملہ تعداد تقریباً اکیس ہزار تھی جس میں (۶۹۸۵) فوج باقاعدہ اور (۱۳۳۰۲) فوج بے قاعدہ (نظم جمعیت) تھی جس کے مصارف تقریباً باون لاکھ روپے تھے۔

عہد ہمایوں میں جدید اصلاحات و ترقیوں کے مدنظر غیر معمولی تبدیلیاں عمل میں آکر فوج باقاعدہ میں کچھ اضافہ اور نظم جمعیت میں کچھ کمی ہوگئی - رپورٹ سال ۱۳۴۱ف سے ظاہر ہے کہ فوج باقاعدہ کی تعداد (۷۲۰۰) اور نظم جمعیت کی تعداد (۱۲۵۵۹) رہی اس طرح جملہ افواج کی تعداد (۱۹۷۵۹) قرار پائی - جس پر ۶۶ لاکھ روپے کے سالانہ مصارف ہوئے چنانچہ اس وقت افواج آصفی کا سالانہ جملہ خرچ بروئے موازنہ (ملکی ۱۳۴۱ ف) ہے۔

تنظیم و اصلاحات

افواج کے لئے باقاعدہ تعلیم کا انتظام کیا گیا - اور عثمانیہ ملٹری کالج کھولا گیا - ناکارہ ملازمین کو علیحدہ کر کے مستعد اشخاص کی بھرتی عمل میں لائی گئی - تمام افواج باقاعدہ کی تنظیم جدید اصول پر کی گئی - گھوڑوں کے لئے جدید اصول کے تحت اصطبل تیار کرائے گئے - نئے نئے ہتھیار و جدید اسلحہ جنگ خرید کر فوج کو اس میں ماہر کیا گیا - قانون و قواعد افواج کا باضابطہ نفاذ بہترین آئین کے تحت عمل میں آیا - فوج کے لئے راشن کا انتظام اور ان پر قواعد جدیدہ کا لزوم قرار دیا گیا - ہر سال جنگی مظاہروں کے لئے بہ قیام کیمپ آزمائش کی جاتی ہے - افواج انگلشیہ اور افواج آصفیہ کے مصنوعی مقابلے عمل میں آتے ہیں - ہر قسم کے فوجی سامان سے فوج کو آراستہ پیراستہ کیا گیا ہے بہرحال اس مبارک عہد میں افواج آصفی کو بیشمار اصلاحات و تنظیمات سے شائستہ کرکے محاذ جنگ کے لئے بالکل مستعد و قابل کارزار بنا دیا گیا ہے - اس فوج کے جملہ اصول و قواعد افواج انگلشیہ کے موافق ہیں۔

فوجی بارکسوں کی تعمیر

دور جدید کے بہترین آئین کے تحت شہر کے اطراف کھلے ہوادار مقاموں میں ہر رسالہ و پلٹن کے لئے فوجی منوال پر علحدہ علحدہ نئی بارکیں تعمیر کی گئیں اور ان کے لئے ایک ایک فوجی پریڈ میدان مختص کیا گیا - ان فوجی بارکسوں کی
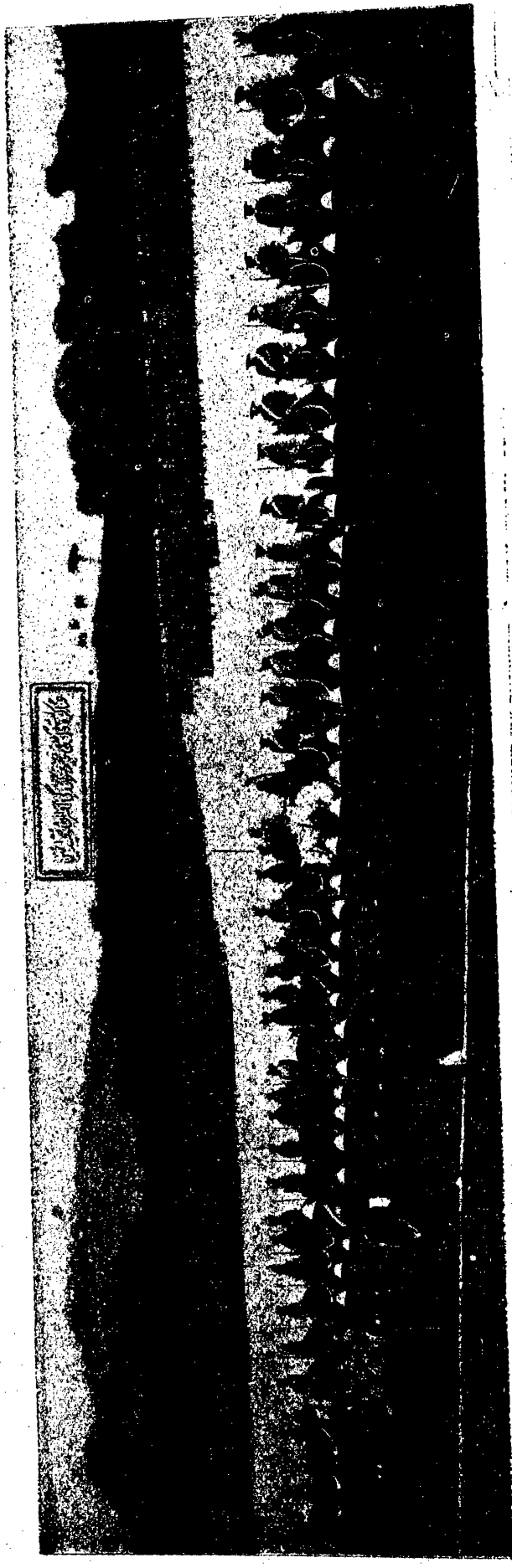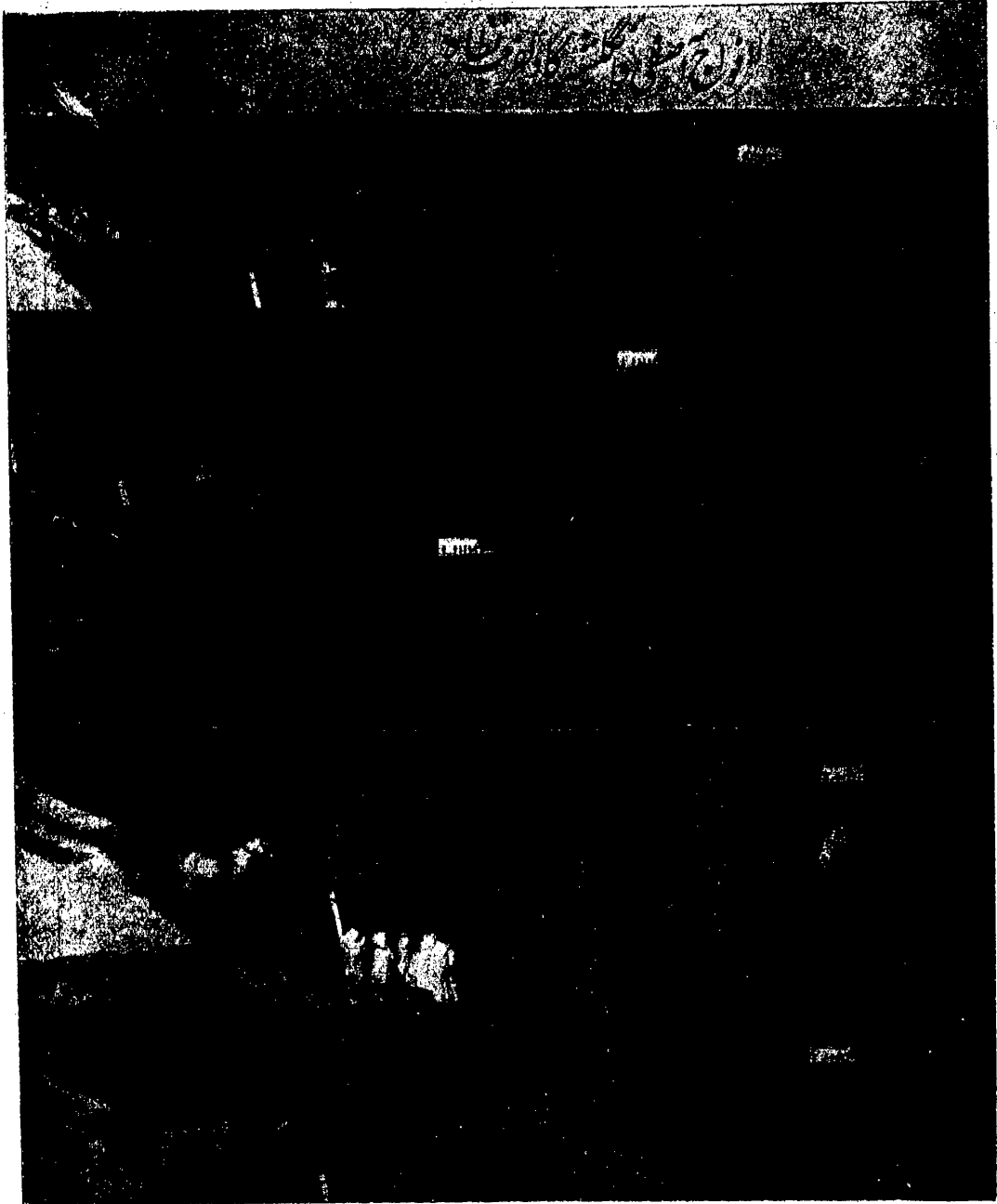
ہاتھیوں کا توپ خانہ
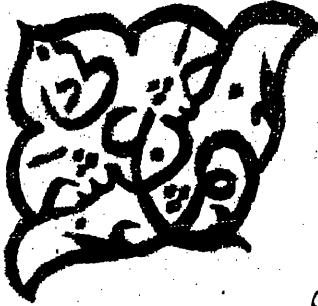
تعمیر پر لاکھوں روپیے کا صرفہ کیا گیا ۔ جس میں اب افواج آصفی اپنے روزانہ مفوضہ فرائض کو انجام دیتے ہوے قیام پذیر ہے ۔

افواج آصفی میں تمام اقوام کے لوگ ہیں اچھوت، سکھ ۔ ہندو عیسائی ۔ پارسی ۔ افغان عرب ۔ حبوش وغیرہ اور عام مسلمانوں پر افواج آصفی مشتمل ہے ۔ ہر ایک کے ساتھ اون کے مذہبی احکام کے مطابق عام رعایت و رواداری ملحوظ رکھی گئی ہے ۔ اور فوجی شرائط و حلف کی سب پر یکساں ذمہ داری عاید ہے

افواج آصفی کا نمایاں کارنامہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم یورپ میں جب حکومت ہند نے امپیریل سروس ٹروپس کی اعانت چاہی تو میدان جنگ میں دونوں ٹروپس بھیجے گئے ۔ ایک رسالہ نے جنگ میں شرکت کی دوسرے کو آئندہ ضرورت کے لئے محفوظ رکھا گیا ۔ تقریباً چھ سال بعد محاذ جنگ سے یہ فوجیں ۱۹۲۰ء میں حیدرآباد واپس ہوئیں ۔ حیدرآبادی فوج نے جو نمایاں خدمات میدان جنگ میں انجام دیں ان سے متعلق خود ملک معظم اور اون کے ارباب حکومت نے ان لانسرز کی وفاداری ۔ جانبازی اور بہادری کا پرزور الفاظ میں اعتراف کیا ہے ۔ چنانچہ ملک معظم کے حکم سے طبع شدہ تاریخ " پندرھویں امپیریل سروس کیولری بریگیڈ " اس امر کی بخوبی شاہد عادل ہے ازیں قبیل اور بھی بہت سے افواج آصفی کے درخشاں کارنامے ہیں جن پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے ۔ لیکن عدم گنجائش کے مدنظر ہم صرف اسی حد پر اکتفاء کرتے ہیں ۔

افواج آصفی غیروں کی نظر میں افواج آصفی کا نظم و نسق و طریق قواعد اور اس کی مستعدی و کرتب کو دیکھکر اکثر غیر ممالک کے افسران فوج نے تعریفیں کیں اور اس فوج کو ہر فن میں ماہر و کامیاب پاکر ہمارے سررشتہ فوج کے قابل تحسین کارناموں پر اظہار مسرت کیا ۔

زرد پرچم آصفی فوج کا نشان ہے افواج آصفی اپنے پرچم کے زیر سایہ اس کے اشارہ پر اپنی فنا و بقاء ایک سمجھتی ہے ۔ جو ملکی قومی نشان کے علاوہ ہر فوجی کے حق میں فوجی نشان بھی ہے ۔ اس کا رنگ صبح صادق کے شفق کی زردی کا پتہ دیتا ہے ۔ جس میں کمال عروج کی تقدیمی جھلک پنہاں ہے ۔

افواج آصفی کے سپہ سالار جس وقت اعلیحضرت جلوہ افروز تخت شاہی ہوئے ۔ اس وقت اس فوج کے کمانڈر انچیف ملک و مالک کے سچے مونس و یاور اور حقیقی جاں نثار و وفادار نواب سر افسر الملک بہادر تھے ۔ آپ کا دور سپہ سالاری بہت طویل عرصہ تک رہا ۔ آپ کے انتقال پر ملال کے بعد آپ کے حقیقی جانشین و قابل فخر فرزند میجر نواب عثمان یار الدولہ بہادر نے بہ حیثیت کمانڈر اس فوج کی کمان کی ۔ جب یہ بھی واصل حق ہو گئے تو کمانڈری کے عہدہ پر کرنل قادر یار جنگ بہادر کو مامور فرمایا گیا ۔ حکیم السیاست اعلیحضرت قدر قدرت نے اس فوج کے ذمہ دارانہ مہتمم بالشان عہدہ جلیلہ کو حضرت والاشان ولیعہد بہادر سے رونق و تمکنت بخشی

یوں تو افواج آصفی کی بہتر سے بہتر تنظیم محض اعلیحضرت بندگانعالی کی حکمت آموز دور بین نظر و نکتہ کا نتیجہ ہے

گرسرشتۂ فوج کو بامِ عروج پر پہونچانے اور اُس کی
قدر و منزلت بڑہانے کے لیئے فوجی تنظیم و نسق سے فطری
لگاؤ اور گہری دلچسپی رکھنے والے شہزادہ حضرت والاشان
نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد مملکت آصفیہ کو ذریعۂ فرمان مبارک
مترشحہ یکم ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ م ۸ شہریور ۱۳۴۳ ف افواج آصفی کی سپہ سالاری کا
جائزہ دلوا کر ایک نئے سرنے سے عساکرِ آصفی میں حیاتِ جاوید کی تازہ روح پھونکدی سررشتۂ فوج پر اعلیحضرت کا
یہ احسان عظیم ہے۔

قطعۂ تاریخ

شکرِ حق سالارِ فوجِ ملک خود مختار شُد ٭ یعنے اعظم جاہ والاشان گردوں اقتدار
ہاتفِ غیب از علیمِ شادماں سالش بہ گفت ٭ شُد ولی عہدِ دکن سردار فوج نامدار

۵۳ ۱۳ ہجری

جب سے کہ حضرت والاشان نے اِس جلیل القدر عہدہ کا جائزہ حاصل فرمایا ہے۔ زیر سرکردگی ممدوح الشان بہادر
افواج آصفی کو چار چاند لگ گئے۔ چنانچہ یہ بہت سرعت کے ساتھ تنظیم و ترقی کے نمایاں مدارج طے کر رہی ہے۔ اس کی
خوش نظمی و باقاعدگی۔ مستعدی و سرگرمی۔ اور فوجی بہترین انتظامات کے قابلِ ستایش کارنامے اُس کے
فخر و مباہات کا عینِ سبب ہیں۔ فقط

٭ فرمانِ مبارک متعلق مامورئ جدید جلیلہ شاہزادگان والاشان ٭

بفضلہ تعالیٰ ولی عہد اعظم جاہ والاشان نے آج افواج سرکار عالی کا جائزہ بحیثیت سپہ سالار افواج آصفی (یعنی کمانڈر انچیف آف دی اسٹیٹ
ٹروپس) حاصل کیا جو کہ ان کا موروثی پیشہ تھا فن سپاہگری۔ بالفاظ دیگر یہ وہی خدمت تھی جسکو افسر الملک مرحوم انجام
دیتے تھے۔ اور ان کو میجر جنرل کا رینک بھی دیا گیا ہے۔ اس کے سوا اس ماہ [illegible] سے میری بیٹے بہادر معظم جاہ والاشان نے سکہ
آرائش بلدہ کا جائزہ حاصل کرنے والے ہیں بحیثیت صدر نشین [illegible] بلدہ دیعنے پریسیڈنٹ آف دی سٹی امپروومنٹ بورڈ) اور
یہ بھی ان کا موروثی پیشہ ایک طرح سے ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ ثانی رکنِ سلطنت مشہور تھے بہ اصل
مجھے امید ہے کہ یہ ہر دو برادر اپنے اپنے مفوضہ خدمات کو [illegible] انجام دے کر پبلک سے
خراج تحسین حاصل کریں گے کہ ان کا وجود بھی مثل پیشینہ [illegible] سلطنت حیدرآباد
میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ فقط [illegible]
یکم ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

مرتبہ محمد فاضل

از جناب مولوی محمد سعید ہادی صاحب بی اے (کنٹب) ناظم اسکاوٹس سرکار عالی
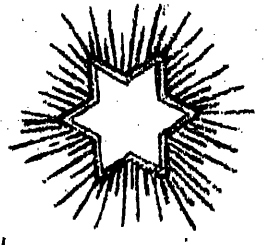
عہد عثمانی کا زرین دور جس میں ہر شعبہ نے ترقی کی اور افراد ملک کے نشو و نما میں ممکنہ کوششیں کی گئی ہیں کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو ان احسانات عمیم سے محروم رہا ہو۔ انہیں میں سے ایک ورزش جسمانی کا انتظام بھی ہے جو اس سے پہلے ملک کے ہونہار نسلوں کی بقاء صحت کے لئے اس وسیع سلطنت میں نہ تھا جوں جوں تعلیمی ترقیاں ہونے لگیں اوس کے ساتھ طلباء کے جسمانی نشو و نما کے لئے اس کا خیال پیدا ہوتا گیا کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تا وقتیکہ کھیل کود اور جسمانی ورزش کا سامان فراہم نہ کیا جائے ہونہار طلبا کی صحت قایم نہیں رہ سکتی۔

چنانچہ ۱۹۱۸ء میں ابتداءً محکمہ ورزش جسمانی کا قیام عمل میں آیا اور یہ وائی۔ یم۔ سی۔ اے کی مدد سے چلتا رہا۔ جس کو سالانہ ڈھائی ہزار روپیہ حکومت کی جانب سے دیا جاتا تھا۔ جن کی ذمہ داری صرف اسی قدر تھی کہ ڈرل ماسٹر کی ٹریننگ وغیرہ کا معائنہ کیا جائے۔ چونکہ کام زیادہ تھا اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کا بھی خاص محکمہ علیحدہ عمل میں آنا چاہئے چنانچہ حکومت نے مجھے جو اس وقت کیمبرج میں زیر تعلیم تھا۔ "ورزش جسمانی" کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حکم دیا جب میں ۱۳۳۵ف میں بعد ختم تعلیم انگلستان سے واپس ہوا تو محکمہ اسکولٹس اور ورزش جسمانی کا صیغہ بالکلیہ میرے زیر نگرانی دیدیا گیا۔ میں نے یوسف مرزا صاحب۔ اور مسٹر گرون سے جس کا جائزہ حاصل کیا۔ باقاعدہ قیام محکمہ سے پہلے ڈرل ماسٹر عموماً فوجی وظیفہ خوار غیر تعلیم یافتہ ہوتے تھے جوں جوں محکمہ ترقی کرتا گیا ڈرل ماسٹر تعلیم یافتہ کو ترجیح دی جانے لگی جس کی وجہ سے روزانہ غیر معمولی ترقی ہوتی گئی اور کام نہایت عمدگی سے بروقت انجام پانے لگا اور محکمہ نے غیر معمولی ترقی کرنی شروع کی اس وقت (۱۲۵) ڈرل ماسٹر دار السلطنت حیدر آباد میں اپنے فرائض نہایت دلچسپی سے انجام دے رہے ہیں ورزش جسمانی تمام مدارس وسطانیہ میں لازمی قرار دیگئی ہے چنانچہ مدارس کے صدر صاحبان کے اتحاد عمل سے ہر مدرسہ میں کام انجام پا رہا ہے۔ گزشتہ دس سال کے عرصہ میں طلبا کی صحت پر اس کا نمایاں اثر ہوا ہے۔ چونکہ ڈرل ماسٹروں کو موجودہ عہد سائنس میں ڈرل کی تعلیم حاصل کرنے کا کوئی باقاعدہ انتظام نہ تھا جہاں وہ حالت حاضرہ سے واقف و آگاہ ہوتے اس لئے ان کی تعلیم کے لئے بھی خاص جماعتیں کھولی گئیں جہاں انہیں بالکل نئے طریقہ پر تیار کیا جاتا ہے تاکہ وہ آیندہ طلبا کی ذمہ داری اپنے دوش پر لیں تو اپنے فرائض و کافی ذمہ داری کا بخوبی احساس کرنے لگیں۔
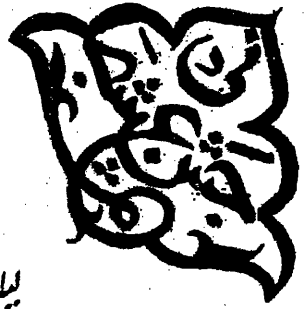
کھیل کود

سنہ ۱۹۲۰ء میں اس کا وجود عمل میں آیا۔ نواب مسعود جنگ بہادر سابق ناظم تعلیمات اس کے صدر مقرر ہوئے اور یہ کچھ نیم سرکاری حیثیت رکھتا تھا۔ طریقہ یہ تھا کہ ہر مدرسہ سے (ع) روپیہ چندہ لیا جاتا تھا اور حکومت کی جانب سے تین ہزار سالانہ عطا کئے جاتے تھے اور مجلس انتظامی کے نو اراکین تمام کاروبار انجام دیا کرتے تھے چنانچہ ہر سال انجمن انتظامی کے اراکین منتخب کئے جاتے ہیں ابتداءً ان کھیل کود میں صرف بلدہ کی حد تک مدارس کو حصہ لینے کی اجازت دیگئی بعد میں اس کو وسعت دیکر سکندرآباد کے مدارس کو بھی اس کا موقع دیا گیا۔ سالانہ اسپورٹس ہونے کے لئے ان کے علاوہ فٹبال۔ ہاکی۔ کرکٹ۔ ماس ڈرل کے باقاعدہ ٹورنمنٹ ہوتے ہیں۔ سال حال سے ٹینس ٹورنمنٹ کا بھی آغاز ہوچکا ہے۔ ٹورنمنٹس کے انتظامات کے لئے ہر مدرسہ کے مدرسین سے امداد لیجاتی ہے عنقریب محکمہ کی طرف سے (باکسنگ) اور کشتی کے ٹورنمنٹ بھی ہونے والے ہیں۔ چونکہ ایسے کھیل کود اور کاروبار کے لئے کوئی خاص میدان نہ تھا اس لئے اس کو ملتوی رکھا گیا تھا۔ اب یہ کوشش کی جارہی ہے کہ محکمہ کی جانب سے اسپورٹس کے لئے زمین حاصل کیجائے۔ چنانچہ ہماری درخواست حکومت کی خدمت میں پیش ہوچکی ہے اور توقع ہے کہ عنقریب اس مبارک تقریب کے سلسلہ میں اسکو شرف پذیرائی حاصل ہوجائیگا۔ پھر ہم اپنے اس خاص میدان پر نہایت منظم طور پر ان کی نمائش کرنے لگیں گے۔ محکمہ کا خیال ہے کہ اس کو وسعت دیکر آئندہ اسپورٹس میں اضلاع والوں کو بھی دعوت دیں کہ وہ آئیں اور اپنے بادشاہ کے نوازشات شاہانہ سے مستفیض و متمتع ہوں۔

محکمہ اسکوٹس

سلطنت آصفیہ کی برکات میں ورزش جسمانی اور اسکوٹس بھی داخل ہیں اس محکمہ کی ابتدا اسی عہد زرین میں ہوئی ہے اور اس وقت بہت سرعت کیساتھ ترقی کئے استبر ہے چنانچہ حکومت نے جناب سید محمد اعظم صاحب پرنسپل سٹی کالج اور مسٹر شاکر سابق پرنسپل جاگیردار کالج کو کلکتہ اسکوٹس کانفرنس میں بہ حیثیت نمایندہ سلطنت بھیجا تھا ان کی واپسی پر حکومت نے ۱۳۳۰ف میں محکمہ اسکوٹس کے قیام کی منظوری صادر کی مسٹر سید محمد اعظم بہمن ۱۳۳۲ف میں ڈائرکٹر اسکوٹس مقرر ہوئے۔ آپنے نہایت خوش اسلوبی کیساتھ امرداد ۱۳۳۳ف تک اپنے فرائض انجام دئے اس کے بعد یوسف مرزا صاحب کے ذمہ یہ کام کیا گیا ۱۳۳۳ف میں ایک کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور حیدرآباد اسکوٹس کے قواعد و ضوابط ترتیب دئے گئے اساتذہ کو اس کی ٹریننگ کے لئے مدراس سے مسٹر کاسٹ کی خدمات حاصل کی گئیں آپنے ہر طرح سے ہماری اعانت کی۔ نیز ایک اسکوٹس ہیڈ کوارٹر مقرر ہوا۔ پانچ ٹروپس قایم کئے گئے اس وقت جملہ اسکوٹس (۱۴۵) تھے۔

اس وقت حیدرآباد میں ایکسو دس ٹروپس اور تین ہزار اٹھاون اسکوٹس ہیں۔ اسکوٹس کے وجود نے ملک میں حب وطن اور سلک و مالک سے محبت کا ناقابل فراموش جذبہ پیدا کردیا ہے۔ یہ جذبۂ اطاعت اور وطن پرستی آینوالی نسلوں میں بہترین اخلاق۔ حب وطن اور جانثاری پیدا کردیگا۔ چنانچہ ہر سال ٹروپس کا معائنہ کیا جاتا ہے کئی اسکوٹس نے غیر معمولی بہادرانہ کام انجام دئے ہیں جس کے صلہ میں دوسروں کو ترغیب اور تشویق دلانے اور ان کی ہمت بڑہانے کے لئے طلائی تمغے عطا کئے گئے ہیں ہر سال اسکوٹس ماسٹر کے لئے ایک کیمپ مقرر کیا جاتا ہے جہاں اسکوٹس ماسٹر کو ٹریننگ دیجاتی ہے چنانچہ ابتک اس قسم کے سالانہ دس کیمپس ہوچکے ہیں جب کسی اہم مسئلہ میں گفت و شنید کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے لئے ایک کمیٹی ترتیب دیجاتی ہے اور مسئلہ مابہ البحث کا تصفیہ ہوتا ہے ورنہ عموماً میرے اور دو مددگار جناب علی موسیٰ رضا صاحب اور جناب دارانا سی صاحب تمام کام انجام دیتے ہیں۔ اسطرح برکات عثمانیہ کے ظل عاطفت ہونہار نسلوں کی ارتقاء میں نمایاں کامیابی ہورہی ہے۔ اور یقین ہے کہ مستقبل قریب چمک اوٹھیگا۔ اور ملک کا ہر فرد جذبۂ وطن پرستی اور جان نثاری میں مشہور ہوجائیگا۔ فقط

مرتبہ محمد فاضل

جمعیت تعلیم محبوب کو نین جنگ علاقہ ناگرتا جا رہی کی معائنہ

مظاہرات اسکاوٹس

حضرت دُرِّ شہوار دُر دانہ بیگم صاحبہ انعامات تقسیم فرمارہے ہیں
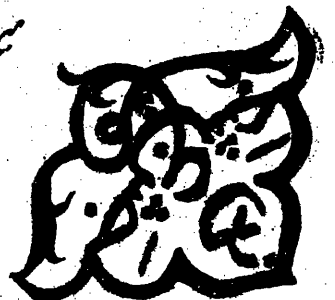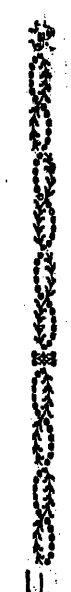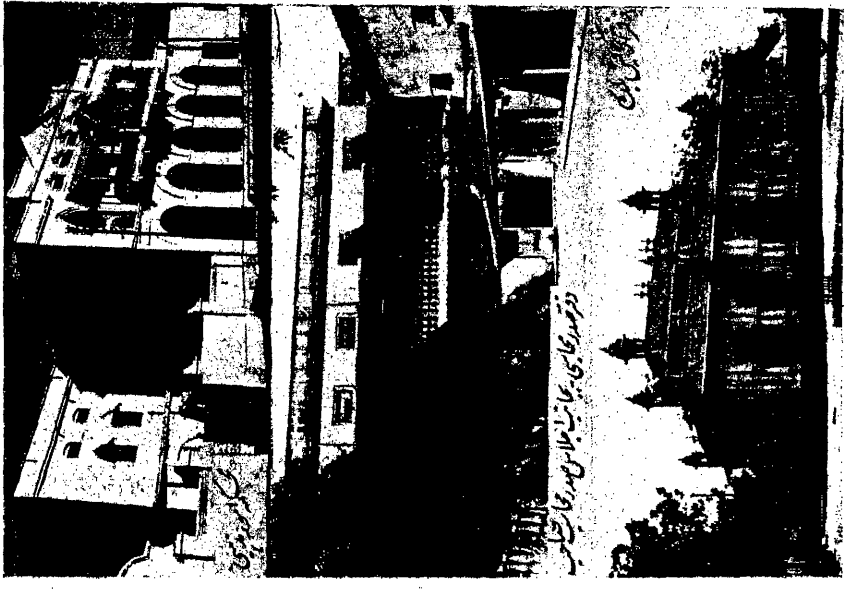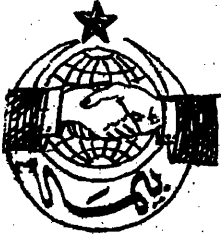
اس جشن سیمیں کے موقع پر ملک کے ہر شعبہ میں جو اصلاحات و ترقیاں کہ عمل میں آئی ہیں علوم و فنون جو اس دور میں نشونما پاچکے ہیں مختلف ادارہ جات جو عالم وجود میں آئے ہیں جب یہ ہر ایک اپنی اپنی ترقی کے کارنامے پیش کر رہے ہیں تو ان میں قیام بیمہ فنڈ سرکار عالی پر بھی اگر ایک نظر ڈالی جائے جو ملازمین سرکار عالی کے لئے اپنا فرض ادا کر رہا ہے تو ہر گز خالی از دلچسپی ہوگا فی زمانہ کسی ملک کی معاشی زندگی میں بیمہ بھی ایک ضروری عنصر قرار دیا جاتا ہے جس سے اہل ملک کی خوش حالی اور انکی آسائش و ضروریات کا لحاظ کیا جاکر اسکو دیگر ضروریات کی طرح ہر فرد بشر کے لئے لازم گردانا گیا ہے۔

حیدرآباد اسٹیٹ فیملی پنشن فنڈ ابتداً یکم خورداد ۱۳۱۶ف کو قایم ہوا اسکے قیام کی اصل غایت یہ تھی کہ ملازمین سرکار کو کفایت شعاری کی عادت ڈالی جائے اور یہ کہ جبراً انکے لئے ایک رقم بچانے کا ذریعہ پیدا کیا جائے تاکہ وقت ضرورت اگر ملازم سرکار کی بے وقت موت واقع ہو جائے تو اسکے ارکان خاندان کیلئے معاشی مشکلات کا ایک گونہ سدباب ہو ورنہ ان ورثا کیلئے بجز سرکار سے رعایتی وظیفہ کے خواہاں ہونے کے اور کوئی ذریعہ نہ تھا جسکے لئے بھی ایک کافی صبر آزما انتظار کی ضرورت ہوا کرتی تھی اس وظیفہ فنڈ کی حسب ذیل دو غایتیں تھیں۔

(۱) بمعاوضہ دو فیصدی لازمی وضعات جو ماہ بماہ ملازمین سرکار سے لیجاتی تھیں ایک وظیفہ ورثاء مرحوم کے نام بلحاظ چندہ ماہانہ ملتا تھا

(۲) مقررہ چندہ کے معاوضہ میں ایک وثیقہ عطا ہوتا تھا جسکی رقم چندہ دہندہ کے انتقال کے بعد اسکے ورثا کو واجب الادا قرار پاتی تھی۔ لیکن قواعد مذکورہ میں چند ایسی کمزوریاں اور سختیاں پائی گئیں کہ جسکے باعث عام طور پر یہ فنڈ ناپسند ہونے لگا۔ اسکے علاوہ پسماندگان کو جو وظیفہ کہ ملتا تھا وہ چونکہ بہت قلیل ہوا کرتا تھا جسکی وجہ سے مقبولیت عام میں کمی ہوتی رہی۔ اسلئے اسکو موقوف کیا جاکر اعلیحضرت خسرو دکن کی تخت نشینی کے دوسرے ہی سال بعد بذریعہ فرمان مبارک مصدرہ ۹ ذیحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ ایک فنڈ بنام "حیدرآباد اسٹیٹ لائف انشورنس فنڈ" منظور فرمایا گیا جو یکم اسفندار ۱۳۲۲ف کو عالم وجود میں آیا۔ سابقہ چندہ دہندگان کو اس سے مستفید ہونے کی غرض سے جدید فنڈ میں منتقل کر لیا گیا جس سے معدودے چندہ دہندگان سابقہ فنڈ یعنے فیملی پنشن فنڈ میں باقی رہگئے۔

اس طرح موجودہ حیدرآباد اسٹیٹ بیمہ فنڈ اور پراویڈنٹ فنڈ بجائے فیملی پنشن قایم ہوا اور سابقہ دو فیصدی لازمی وضعات انمیں قایم رہی مگر بیمہ فنڈ کے قیام کا یہ طریقہ ہے کہ ماہانہ چندہ کے معاوضہ میں بلحاظ عمر بوقت شرکت بعد معاینہ طبی ایک پالیسی چندہ دہندہ کے

کے نام جاری کیجاتی ہے تاکہ پچپن سال کے قبل چندہ دہندہ انتقال کریں تو
اسکے ورثاء کو کامل رقم پالیسی ادا ہو بشرطیکہ مرحوم ملازم سرکار ماہانہ اقساط چندہ
تاریخ انتقال تک برابر ادا کرے۔

بلحاظ قواعد بیمہ فنڈ اسکے کاروبار ایک انتظامی کمیٹی کے تفویض ہیں جو حسب ذیل ارکان پر

مشتمل ہے (۱) رائیٹ آنریبل نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس (۲) نواب فخر یار جنگ بہادر معتمد فینانس (۳) مولوی مرزا نصر اللہ خاں صاحب صدر محاسب سرکار عالی (۴) نواب علی نواز جنگ بہادر (۵) نواب اکبر یار جنگ بہادر (۶) نواب صدر یار جنگ بہادر (۷) نواب ہاشم یار جنگ بہادر (۸) کرنل جے ناڑمن واکر (۹) مولوی غلام علی محمدی صاحب (۱۰) پنڈت تارا پین راؤ صاحب۔

صدر محاسب صاحب سرکار عالی کا وہ مددگار جو شاخ بیمہ پر متعین ہو کمیٹی بیمہ فنڈ کا معتمد کہلاتا ہے۔

تحت قواعد بیمہ فنڈ ہر ملازم سرکار کو جسکی پچیس روپیہ سے زائد یافت ہو اس کے لیے بیمہ کرانا لازمی کیا گیا ہے بشرطیکہ وہ مستقل ہو اور کسی غیر موروثی جائداد قابل وظیفہ پر اسکا تقرر عمل میں آیا ہو رقم چندہ بیمہ ماہانہ حیدرآباد اسٹیٹ بیمہ فنڈ میں جمع کیجاکر اسکے معاوضہ میں اسکو ایک پالیسی دیجاتی ہے۔ رقم پالیسی چندہ دہندہ کی ۵۵ سالہ عمر تکمیل پانے پر خود اسکو یا اسکے قبل انتقال ہونے کی صورتمیں اسکے ورثاء کو قابل ایصال ہوتی ہے۔ شرح چندہ اگر (عـــہ) روپیہ سے زائد اور (عــہ) روپیہ سے کم یافت ہو تو (عـــہ) روپیہ ماہانہ اگر (عــہ) روپیہ سے زائد اور (ماء) روپیہ سے کم یافت ہو تو (عـا) روپیہ چندہ ماہانہ اور ہر (ماء) یا ہر جز (ماء) کے لیے (عـا) ماہانہ چندہ مقرر ہے۔

موجودہ قاعدہ کے تحت بلا لحاظ تنخواہ (عــہ) روپیہ ماہانہ چندہ سے زیادہ چندہ ادا کرنے کی اجازت نہیں دیجاتی مثلاً اگر کسی ملازم سرکار عالی کی عمر ۲۱ سال ہو جو شرکت بیمہ فنڈ کے لئے ضروری ہے تو معاوضہ (عــہ) ماہانہ چندہ انتہائی مبلغ (الہ عــہ) روپیہ کی پالیسی دیجاتی ہے۔

سرکار عالی کے وہ ملازمین جنکی یافت (عـــہ) روپیہ سے کم ہو انکو بھی اس سے متمتع ہونے کا موقع ۱۳۳۸ف سے دیا گیا ہے۔ جنکی شرکت انکی مرضی پر منحصر ہے۔ عام طور پر یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ اسٹیٹ بیمہ فنڈ سے چندہ دہندگان بیمہ فنڈ کو رقم ادا شدہ سے کم رقم بوقت پالیسی ادا کیجاتی ہے۔ یہ غلط فہمی خصوصاً ناواقف غیر ذمہ دار اشخاص کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف اصلیت ہے۔

اول یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ سرکار عالی کا مقصد اس ادارہ کے قیام سے محض اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبود ہے۔ دوم تقسیم منافعہ کا اعلان جس سے خود سارے شکوک جو گورنمنٹ بیمہ پالیسی کے خلاف پیدا کئے گئے ہیں رفع ہو جائینگے۔

شرکت بیمہ کیلئے درخواست تحت قاعدہ پیش ہونا ضروری ہے۔ درخواست گذار کی ملازمت اور عمر وغیرہ کی تصدیق ہونے پر معائنہ طبی کی اجازت دیجاتی ہے۔ ملازمین سرکار جو اضلاع پر ہوں وہ راست ضلع کے سیول سرجن کے پاس اپنی درخواست و کارنامہ کے ہمراہ پیش ہوتے ہیں۔ معائنہ کی تکمیل کے بعد منظوری کی صورت میں صیغہ ہائے تنقیح متعلقہ کو وضعات کے احکام جاری کئے جاتے ہیں پہلی وضعات کی تصدیق ہوتے ہی شاخ بیمہ سے پالیسی اجرا کیجاتی ہے۔

مرتبہ محمد فاضل

حیدرآباد اسٹیٹ بیمہ فنڈ دو وجوہات سے دیگر بیمہ کمپنیوں کے مقابل نظر طریقہ کار خصوصیت رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ رقم کے نقد جمع کرنیکا قاعدہ رائج نہیں۔ اسوجہہ سے دفتر بیمہ فنڈ پر کوئی رقم جمع نہیں ہوتی بلکہ چندہ ماہانہ چندہ دہندگاں کی تنخواہوں سے وضع ہوتا ہے جسکی وجہ سے چندہ دہندگاں کو ماہانہ چندہ کی ادائی کی نہ کوئی فکر ہوتی ہے اور نہ پریشانی۔ اگر کسی خاص وجہ سے چندہ ماہانہ وضع نہ کیا گیا۔ مثلاً کسی سررشتہ میں اسکی خدمت مستعار لیگئی ہو تو چندہ دہندہ پر لازم گردانا گیا ہے کہ ہر سہ ماہ یا ششماہ یا سالانہ چندہ کسی قریب ترخزانہ یا بینک میں جمع کرائے۔ دوسرا یہ کہ جن چندہ دہندگاں کی شرکت بیمہ فنڈ میں منظور نہیں ہوتی ہے وہ پراویڈنٹ فنڈ میں شریک ہوسکتے ہیں۔

پراویڈنٹ فنڈ صرف ان چندہ دہندگاں کے لئے مخصوص ہے جنکی درخواستہائے شرکت بلحاظ معائنہ طبی نامنظور کیگئی ہوں یا عمر زیادہ از (۵۴) سال ہونے کی وجہ سے شریک بیمہ فنڈ نہ ہوسکتے ہوں بیمہ فنڈ کے حسابات کی تنقیح سالانہ کیجاتی ہے اور رپورٹ مجلس انتظامی میں پیش کی جاتی ہے۔

حیدرآباد میں بیمہ کے عام حالات کا اگر تذکرہ مختصراً کیا جائے تو نامناسب نہوگا۔ صحیح اعداد بیمہ کمپنیوں کے کاروبار کے متعلق فراہم نہیں کئے جاسکتے اور نہ ان کے فراہم ہونے کا کوئی معتبر ذریعہ ہے۔ بہرنہج جو بیمہ کمپنیاں حیدرآباد میں اپنا کاروبار کررہی ہیں ان کے کاروبار کی مجموعی تعداد درج ذیل ہے جس سے موجودہ کاروبار بیمہ کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

	مقدار رقم پالیسی حاصل کردہ
غیر ہندوستانی بیمہ کمپنیاں	۳ کروڑ ۳۹ لاکھ ۰۰ ہزار
ہندوستانی بیمہ کمپنیاں	دو کروڑ ۷۵ لاکھ ۰۰ ہزار
	۶ کروڑ ۱۴ لاکھ ۵۰ ہزار

اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مندرجہ بالا اعداد صحیح ہیں تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سال بسال جو رقم کہ ملک سے باہر جارہی ہے۔ اسکی مجموعی مقدار کا اندازہ تخمیناً ۱۸ لاکھ روپیہ سکہ کلدار ہے۔

بیمہ کنندگاں اکثر بغرض معلومات یہ سوال کرتے ہیں کہ کس بیمہ کمپنی میں بیمہ کرایا جائے جو ہر طرح محفوظ ہو خصوصاً جبکہ عام طور پر مختلف بیمہ کمپنیوں کے نمائندے ہر چند اپنی فصاحت سے اپنی کمپنی میں شرکت کی ترغیب دلاتے ہیں اور بسا اوقات ایسے نمایندوں کے ذاتی اثرات اسقدر کارگر ہوتے ہیں کہ بلالحاظ اسکے کہ بیمہ کمپنی کی مالی حالت قابل تسلیم ہو کہ نہ ہو شرکت کرلیجاتی ہے۔ قبل اسکے کہ کوئی مناسب جواب اسکے متعلق دیا جائے یہ بات قابل غور ہے کہ بیمہ مثل بینک۔ تجارت صنعت کے بہترین ذریعہ اہل ملک کو فروغ دینے کا ہے لہذا یہ امر توجہ طلب ہے کہ روپیہ جو بیمہ کے لئے ماہانہ و ششماہی و سالانہ دیا جاتا ہے کہاں جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ اقساط بیمہ کہاں اور کن اغراض کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ کمپنی جسمیں کہ بیمہ کرایا گیا ہو کسقدر آمدنی ہر سال اپنے اخراجات پر صرف کرتی ہے آیا کمپنی منافعہ سال بسال پیدا کرتی ہے یا نہیں۔ کسقدر منافعہ بیمہ شدہ لوگوں کے لئے مختص کیا جاتا ہے اور کہاں۔ اہم خرابی بیمہ کمپنیوں کی یہ بھی ہوتا ہے کہ

مجلس انتظامی جسپر کہ کمپنی کا دار و مدار ہے کیسے افراد پر مشتمل ہے۔ ان ارکان کی ذاتی قابلیت الحکا تجربہ انکی دیانت انکی فراست اور انکا رتبہ کمپنی کو اعلیٰ درجہ پر پہونچانے کا ذریعہ ہیں۔ اگر اس کے برعکس ہو تو یقین ہے کہ کمپنی کے لئے غیر مفید ثابت ہونگے۔

کسی ملک کی خوش حالی اس بات پر منحصر ہے کہ جس قدر ایسے ادارے ملک میں نشو و نما پاتے ہیں ملک کے لوگ ان اداروں سے کیا دلچسپی رکھتے ہیں جس قدر روپیہ کہ ایسے کاروبار میں ملک سے باہر جاتا ہے وہ ملک اسی قدر مفلوک ہوتا ہے۔ لہٰذا ان تمام اجزاء پر صرف اسی قدر غور قابل لحاظ نہ ہوگا کہ محفوظ روپیہ سے معاوضہ بصورت منافعہ کیا حاصل ہو سکتا ہے؟ بلکہ یہ امر بھی قابل لحاظ و غور و طلب قرار پاتا ہے کہ ملک و راس کے افراد بھی آیا اس روپیہ اس ملک میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں۔ جان کا بیمہ تحریک امداد باہمی ہے۔ جو انسان کو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے ایک گونہ فارغ البال کرتا ہے۔ انسان اپنے حیات میں خود اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اور اگر زندہ نہ رہے تو اس کے منشاء کے بموجب اس کے خاندان کے لئے بیمہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ بظاہر موجودہ حالت میں بیمہ کی قدر زیادہ نہ ہو مگر بتدریج اس سے انسانی ضروریات کا ایک سرچشمہ قایم ہوتا ہے۔

پس بلا شبہہ بلحاظ اس کے کہ اب بیمہ کمپنیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا ہے اور حیدرآباد میں بھی لوگ بیمہ کے عادی ہو رہے ہیں مگر حیدرآباد کے دیہاتی رعایا کے لئے کوئی خاص لحاظ سے ترغیب کے اسباب خاطر خواہ نہیں ہیں جس سے لوگ اپنی محدود آمدنی سے بچت کا کوئی ذریعہ فراہم کر سکیں جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر مقروض پائے جاتے ہیں۔

بسا غنیمت کہ حیدرآباد کواپریٹو انشورنس سوسائٹی محدود ایسے موقع پر اس طبقہ کے افراد کے خدمات کے لئے عالم وجود میں آئی ہے جس کا آیندہ زمانہ نہایت ہی پُر امید اور روشن معلوم ہوتا ہے۔ کارپردازان انجمن سے توقع ہے کہ ایسی انجمن جس نے ملک کی دیہی ترقی و خوشحالی میں قدم اٹھایا ہے اس کی خدمت نہایت احتیاط اور دیانت سے انجام دیکر اس کا مستقبل اور درخشاں بنائیں گے۔ لہٰذا جس ملک کی رعایا کے لئے ایسی سہولتیں موجود ہوں اور اہالیان ملک متحدہ طور پر اس کے لئے کوشاں ہوں کہ ملک کی خوشحالی میں اضافہ ہوتا رہے تو یہ ملک اپنے شاہ ذیجاہ کے زیر سایہ بیحد ترقی کر سکتا ہے۔ تمنا ہے کہ اہل ملک دیگر ممالک کے مفید اور ضروری تجربوں سے فائدہ اٹھا کر سرزمین دکن کو معاشی اور اخلاقی اور دیگر ترقیوں کا سرسبز و شاداب گہوارہ اور اہل وطن کو خوشحال دیکھیں جسمیں ہر پہلو فلاح عامہ کا راز مضمر ہے اور دعا ہے کہ ظل عثمانی تمام بہی خواہان دولت ابد پایدار کے سروں پر قایم و دایم رہے۔

قدیم و جدید

بجنس آرائش شہر۔ دیول و مناور معابد و مساجد جو آرائشی راستوں کے درمیان آگئے تھے اعلیٰحضرت نے تمام مذاہب کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے آرائش کے نقص کو منظور فرمالیا مگر ان کا انہدام قبول نہ فرمایا۔ جس کی نظیر دنیا نہیں پیش کر سکتی اور نہ فی زمانہ کسی حکومت و سلطنت نے مذہبی احترام کو اس قدر ملحوظ رکھا ہے۔ حیدرآباد کی شاندار آرائشی سڑکوں پر جس طرف نکل جائیں اکثر یہ مذہبی معابد یادگاریں درمیان راہ یا راستہ میں حائل نظر آئیں گی۔ جو اپنی زبان حال سے پاک باطن انسانوں کو نقش وفا شاہ ذیجاہ کی بے مثل رواداری کے منشاء حقیقی کا راز حافظ شیرازیؒ کے شعر میں یوں سناتی ہیں کہ

—— حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام ٭ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

آج جسطرف دیکھو دنیا "نظیر جدید" پر عامل نظر آتی ہے مگر حضرت اقدس و اعلیٰ اپنی آنکھوں سے ماضی و مستقبل کو نظر انداز کئے بغیر دوربین خوش انجام پالیسی پر "قدیم جدید" کے عامل نظر آتے ہیں

خدا دراز کرے عمر خضر کی عثماں ٭ کہ تیرے دم سے ہے آباد یہ دیار دکن

عثمانیہ جوبلی ہال بمقام باغ عام جشن سیمیں عثمانی کا عظیم الشان مرکز

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

رآباد پرنٹنگ ورکس

جامعۂ عثمانیہ کے قیام کے اسباب

اعلیحضرت خلداللہ ملکہ و سلطنتہ کی تخت نشینی کے ساتھ ہی جب ملک میں ہر جہتی فلاح و بہبود کا دور دورہ شروع ہوا اہل ملک کو گذشتہ تحریکات عہد مختار الملک۔ عہد عماد السلطنتہ۔ عہد وقار الامراء۔ طلباء قدیم دار العلوم ایجوکیشنل کانفرنس وغیرہ کا بھولا ہوا خواب یاد آگیا۔ اور اس عہد مسعود کو کامرانی کا سبب جاننے لگے۔ انکے مایوس دل امید سے وابستہ ہوگئے حسرت و ارمان کے حوصلے بلند ہوکر کامیابی کی جھلک محسوس کرنے لگے۔ علمی ادبی چہل پہل بڑھنے لگی تو قیام جامعہ عثمانیہ کے متعلق بھی سرگوشیاں شروع ہوئیں۔ چنانچہ ماہ جمادی الاول ١٣٣٢ھ میں طلباء قدیم دار العلوم نے ایک جگہ جمع ہوکر ایجوکیشنل کانفرنس کا خاکہ قایم کیا۔ اہل ملک کے نام اپیل شایع کی جسمیں قیام جامعہ عثمانیہ سے متعلق خواہش ظاہر کی گئی تھی۔ اپیل نہایت کامیاب ثابت ہوئی۔ اہل ملک نے قدم بڑھایا۔ حامیان علم نے تعاون کیا۔ حکومت نے قدر کی۔ اس گرما گرمی کے دوسرے سال ہی یعنے ١٣٣٣ھ میں ایجوکیشنل کانفرنس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا جو تاریخ دکن میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ کہ جامعہ عثمانیہ کا ظہور اسی اجلاس کی سرگرم چہل پہل اور پرجوش تقریروں کے باعث عمل میں آیا جسکی صدارت علم دوست نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر نے کی تھی۔ پھر ١٣٣٤ھ میں اس کانفرنس کا دوسرا اجلاس بمقام اورنگ آباد مولوی حبیب الدین صاحب صدر محاسب سرکار عالی وقت کی صدارت میں عمل میں آیا۔ فاضل صدر نے قیام جامعہ کی نسبت مدلل و ہمت افزا خیالات کے اظہار کے ساتھ مزید مفید معلومات بہم پہونچائے اور مستقبلہ خوشگوار آثار کا نقشہ دکھلایا محض اعلیحضرت کے خاص علمی شغف و سرپرستی نے عوام میں یہ جوش پیدا کردیا تھا۔ آخر کار رجال علم و فن ہستی نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر نے جو اس وقت سررشتہ تعلیمات کے معتمد تھے بہ پیشگاہ اعلیحضرت ١٩١٧ء م ١٣٣٦ھ میں قیام جامعہ سے متعلق عرضداشت پیش کی جسکو شرف ملاحظہ بخشنے کے بعد حضرت اقدس و اعلی نے فرمایا کہ۔

سلطان العلوم کا فرمان زبانِ اردو پر احسان

"اس یونیورسٹی کا اصل اصول یہ ہونا چاہیئے کہ اعلی تعلیم کا ذریعہ ہماری زبان اردو قرار دیجائے اور انگریزی زبان کی تعلیم بھی بہ حیثیت ایک زبان کے ہر طالب علم پر لازمی گردانی جائے۔ لہذا میں بہت خوشی کے ساتھ اجازت دیتا ہوں کہ میری تخت نشینی کی یادگار میں حسب مذکورہ اصول محولہ عرضداشت کے موافق ممالک محروسہ سرکار عالی کے لئے حیدرآباد میں یونیورسٹی قایم کرنے کی کارروائی شروع کی جائے۔ اس یونیورسٹی کا نام عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد ہوگا۔"
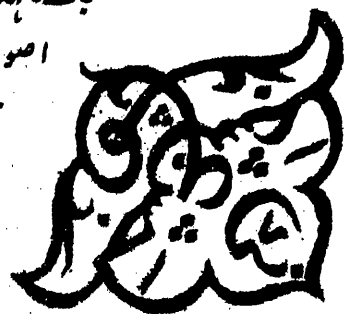
جامعہ عثمانیہ کا قیام یہ وہ فرمان فیض نشان ہے کہ اسکے شرف صدور کے ساتھ ہی زبان اردو پر اعلیحضرت کا احسان عظیم النقش ہوجاتا ہے اسی فرمان مبارک کی تعمیل میں ارباب بست وکشاد نے بہت جلد تمام امور کا انتظام کرلیا۔ بالآخر سنہ ۱۹۱۸ء میں ایک منشور خسروی صادر ہوا جسکے ذریعہ حضور پرنور نے یونیورسٹی کی پوری تنظیم فرمادی منشور خسروی کے اہم اجزاء یہ ہیں۔

منشور خسروی کے اجزاء "چونکہ مابدولت واقبال کو اپنی عزیز وفادار رعایا کی فلاح وبہبود بدرجہ اتم مدنظر ہے اور مقصد اعلیٰ صرف اسی صورت میں بوجہ احسن حاصل ہوسکتا ہے جبکہ موجودہ انتظام تعلیم ممالک محروسہ سرکار عالی کو بیرونی جامعات سے مناسب حد تک آزاد ومستغنی کرکے اعلیٰ انتظام ملکی خصوصیات وحالات کے اعتبار سے خود اندرون ملک کیا جائے اور مابدولت واقبال حکم صادر فرماتے ہیں کہ

(۱) حیدرآباد دکن میں ایک جامعہ (یونیورسٹی) بنام جامعہ عثمانیہ یکم محرم الحرام سنہ ۱۳۳۷ھ سے قایم کیجائے۔

(۲) جامعہ عثمانیہ کا مقصد یہ ہے کہ مذہبی، اخلاقی، ادبی، فلسفی، طبعی، تاریخی، طبی، قانونی، زراعتی، تجارتی، اعلیٰ تعلیم کا اور دیگر مفید علوم وفنون وسودمند پیشوں اور صنعت وحرفت وغیرہ سکھانے اور ان سب میں تحقیقات وترقی کا انتظام کرے۔

(۳) جامعہ عثمانیہ کی خاص خصوصیت یہ ہوگی کہ جملہ علوم کی تعلیم زبان اردو میں دی جائے گی اور اسکے ساتھ انگریزی زبان وادب کی تعلیم لازمی ہوگی وغیرہ"

اعلیحضرت یونیورسٹی کے سرپرست اعلیٰ منشور خسروی میں تفصیل کے ساتھ جامعہ عثمانیہ کے اختیارات بیان کئے گئے ہیں۔ پھر اسکی ہیئت ترکیبی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس میں اعلیحضرت نے اپنی علم پروری اور خاص دلچسپی کا ثبوت دیا ہے کہ "مابدولت واقبال جامعہ عثمانیہ کے سرپرست اعلیٰ رہیں گے اور جامعہ عثمانیہ اپنے کاروبار میں ایسی مہر کا استعمال کرے جس کا نمونہ مابدولت واقبال منظور فرمائینگے"

جامعہ عثمانیہ میں تعلیم کا آغاز غرض منشور خسروی کے مطابق جامعہ عثمانیہ کا قیام یکم محرم سنہ ۱۳۳۷ھ سے عمل میں آیا۔ مگر اس کی باضابطہ تعلیم کا آغاز ماہ ذیحجہ سنہ ۱۳۳۷ھ م ۲۸ اگست سنہ ۱۹۱۹ء سے ہوا۔

جامعہ کے صدر کلیہ کی صدارت کے فرائض ابتداء میں کچھ عرصہ تک نواب مہدی یار جنگ بہادر اور پھر نواب مسعود جنگ بہادر نے انجام دئے۔ من بعد ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی کا تقرر عمل میں آیا اور پھر مولوی محمد عبدالرحمن خاں صاحب باحسن الوجوہ کارفرما رہے اسکے بعد کچھ عرصہ تک ڈاکٹر میکنزی صاحب نہایت عمدگی سے بحیثیت پرو وائس چانسلر فرائض انجام دیتے رہے اور اب مولوی قاضی محمد حسین صاحب [illegible]

کلیہ کے پروفیسر کلیہ کیلئے جسقدر اساتذہ کا انتخاب عمل میں آیا ہے بفضلہ وہ سب اپنے شعبہ وفن میں خاص ویگانہ روزگار ہیں۔ چنانچہ اسقدر مدت میں جامعہ عثمانیہ نے نہایت اچھے سپوت پیدا کئے۔

دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے ساتھ ساتھ دارالترجمہ کا قیام تشریح کے لئے ایک علیحدہ باب کی حاجت رکھتا ہے۔

دیگر کالجوں کا قیام جامعہ عثمانیہ کے تحت متعدد کالج قایم ہیں۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۷ء میں عثمانیہ میڈیکل کالج کا آغاز ہوا اور سنہ ۱۹۲۹ء میں عثمانیہ انجنیرنگ کالج اور عثمانیہ ٹریننگ کالج کا افتتاح عمل میں آیا ان کے علاوہ انٹرمیڈیٹ کی تعلیم کے لئے اور

چار کالج کا انتظام کیا گیا۔ جنہیں سے ایک اندرون شہر سٹی کالج اور باقی کے تین صوبہ جات اورنگ آباد، گلبرگہ و ورنگل میں قایم ہوئے۔

زنانہ کالج لڑکیوں کی تعلیم کیلئے حیدرآباد کی تہذیب اور مذہبیات کا کامل لحاظ رکھتے ہوئے ایک علیحدہ کلیہ اناث قایم ہوا۔ جس میں بی اے تک تعلیم دیجاتی ہے اس طرح صرف جامعہ عثمانیہ کی تعلیمات پر سالانہ (۲۹) لاکھ سے زیادہ رقم صرف ہوتی ہے۔

بزم اردو جامعہ عثمانیہ کلیہ جامعہ عثمانیہ کے تحت ایک مجلس بنام "بزم اردو" بھی قایم ہے جس کے کارہائے نمایاں علمی چہل پہل میں معقول فراوانی۔ اور زبان اردو کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ اور بزم اردو کے اراکین کی اردو خدمات ہر آئین لایق تحسین و آفرین ہیں۔

جامعہ عثمانیہ کیلئے جدید عمارات کی تعمیر جامعہ عثمانیہ کی شایان شان مستقل عمارات کے لئے شہر سے کچھ فاصلہ پر بمقام اڈکمٹ چودہ سو ایکر کا وسیع رقبہ خریدا گیا ہے جس پر تعمیر کا کام شروع ہوچکا ہے۔ چنانچہ ماہ شہر یور ۱۳۴۳ف م جولائی ۱۹۳۴ء میں خود اعلیحضرت سلطان العلوم نے اپنے دست مبارک سے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ جسکی تعمیر کیلئے سردست ایک کروڑ روپیہ کی منظوری صادر ہوئی ہے۔ لیکن اس سے زیادہ روپیہ اسپر صرف ہوگا۔ اس وسیع اسکیم کی منظوری اعلیحضرت کی علم دوستی و فیاضی کی بین ثبوت و دلیل ہے جسکی نظیر نہیں ملسکتی۔

جامعہ عثمانیہ کے مستقل عمارات کی تعمیر کے ختم تک جسکو چند سال درکار ہونگے۔ فی الحال ۵ لاکھ کے صرفہ سے عارضی تیار شدہ عمارتوں میں جامعہ کے جملہ ادارے منتقل ہوکر تعلیم جاری ہے۔

علمی شہر جب مستقل عمارات کی تعمیر ختم اور اسکی آرایش کے تمام انتظامات مکمل ہوجائینگے اسوقت جامعہ عثمانیہ اپنی پرشکوہ عظمت و شان کے ساتھ جلوہ گر ہوگی اور یہ خطہ اڈکمٹ ایک شاندار علمی شہر نظر آئے گا۔

خوشگوار آثار جہاں کی فضاء ملک کے لئے فلاح و بہبود کی ضامن ہوگی۔ جہاں کے سپوت ملک کو سرعت کے ساتھ بام اوج پر پہونچانے والے ہونگے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے دوش بدوش عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد بھی نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان کے لئے مایہ ناز اور اپنی آپ نظیر ہوگی۔

نقش وفا ایسے علم پرور شہنشاہ کے مکارم و احسانات کا کس زبان سے شکریہ ادا کیا جاسے۔ زبان قاصر ہے قلم عاجز ہے صفحہ ہستی کے نقش وفا کی باقیات الصالحات دنیا کی بقا تک قایم و دایم رہے گی۔ ایسے خداداد سلطان العلوم ظل اللہ کے زیر عاطفت اہل دکن جسقدر بھی فخر کریں بجا ہے کہ ہمارا بادشاہ ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

بانی جامعہ سلطان العلوم کی ڈگری کی پیشکشی

اراکین مجلس و رفقاء جامعہ عثمانیہ نے یونیورسٹی کے قیام کے بعد اعلیحضرت کی غیر معمولی علمی دلچسپیوں و سرپرستیوں، اور بالخصوص جامعہ عثمانیہ کے سرپرست اعلیٰ ہونے کی حیثیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۱۹۲۳ء میں بکمال منت و حسن عقیدت "سلطان العلوم" کی ڈگری بارگاہ خسروی جہاں پناہی میں پیش کرنیکی عزت حاصل کی۔

(شعر دعائیہ)

زندہ کردی چوں مسیحا علم و فن را در دکن
شاد باش اے حضرت عثمان علیخاں شاد باش

آمین ثم آمین

مرتبہ محمد فاضل
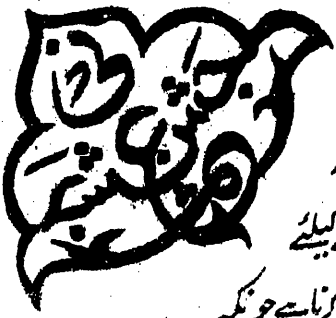
دارالترجمہ وتالیف کا قیام

جامعۂ عثمانیہ کے قیام کے ساتھ ساتھ ۱۳۳۵ھ م ۱۹۱۷ء میں سررشتہ تالیف وترجمہ کی بھی تشکیل عمل میں آئی جسکی غرض تمام علوم وفنون کی تعلیم اردو میں دینے کیلئے علوم مشرقیہ کو ترقی دینا اور ان کے و دیگر زبانوں کی کتب ماخذوں سے اردو میں ترجمہ وتالیف کرنا ہے چونکہ جن اغراض ومقاصد کے تحت عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا ہے اسکی تکمیل کیلئے دارالتالیف وتراجم کا وجود ازبس ضروری تھا اس محکمہ سے متعلق دارالطبع جامعہ عثمانیہ ہے جسکے سالانہ اخراجات (۷۰۵۷۹ ۳) روپیہ ہیں اور محکمہ دارالترجمہ کا سالانہ خرچ ۱۵۴۱۲۶۱ روپئے ہے جن سے ظاہر ہے کہ اعلیحضرت سلطان العلوم کی سرپرستی اردو زبان کو کس طرح سیراب کر رہی ہے اس وقت تک دارالترجمہ نے اپنی ۱۹ سالہ زندگی میں اردو کی ناقابل فروگذاشت خدمت کی ہے جسقدر اراکین اس محکمہ میں کارگزار ہیں وہ اپنے متعلقہ علوم وفنون میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ اس محکمہ کا زبان اردو اور اردو داں اصحاب پر بڑا احسان ہے اور یہ احسان محض اعلیحضرت سلطان العلوم کی فیض بخشی کا نتیجہ ہے۔

عہد عثمانی میں اردو کی ترقی کے اہم اسباب

(۱) اردو زبان سے اعلیحضرت کی دلچسپی ذوق علم وفضل ومذاق شعر وسخن اور علم پروری وسرپرستی (۲) اردو شاعر وانشا پردازوں کی قدردانی وسرفرازی (۳) انجمنوں اور اداروں کی قدرافزائی وامداد۔ (۴) جامعۂ عثمانیہ ودارالترجمہ کا قیام (۵) اردو رسائل واخبارات کی امداد (۶) دکن کی مسلسل اردو خدمات وحمایت (۷) اعلیحضرت کی سرپرستی کے خاص اثرات اور اسکے خوشگوار نتائج (۸) اردو زبان کی اصلاح کی پوری پوری کوششیں (۹) حیدرآباد میں اردو کی عام مقبولیت وعمومیت (۱۰) شاہی صرف خاص جاگیرات تمام مقامات میں اردو کی عام ترویج

حیدرآباد کی وہ انجمنیں جو عہد عثمانی میں اردو ادب کی خدمات میں گرم کار ہیں

(۱) انجمن طلبۂ قدیم دارالعلوم (۲) انجمن جشن جوبلی دارالعلوم (۳) حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس (۴) انجمن ثمرۃ الادب (۵) مجلس اشاعت العلوم (۶) انجمن اسلامیہ (۷) انجمن ترقی اردو (۸) انجمن ارباب اردو (۹) مکتبۂ ابراہیمیہ (۱۰) مجلس علمیہ (۱۱) بزم اردو نظام کالج (۱۲) بزم اردو کلیہ جامعہ عثمانیہ (۱۳) انجمن سلسلۂ ادبیات اردو (۱۴) لٹریری اکیڈیمی (۱۵) انجمن طیلسانین عثمانیہ (۱۶) انجمن ترقی ڈرامہ (۱۷) انجمن طلبہ قدیم سٹی کالج (۱۸) بزم تمثیل

تعارف وشکریہ

جناب ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور پروفیسر جامعۂ عثمانیہ نے "عہد عثمانی میں اردو کی ترقی" کے نام سے ایک مستقل وتاریخی یادگار کتاب لکھکر حامیان اردو کی بڑی حد تک خدمت انجام دی ہے جس کا مطالعہ مفید معلومات سے بھرپور کرتا اور عہد عثمانی میں اردو کی ترقی کے احسانات گنواتا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کی لکھائی چھپائی نہایت دیدہ زیب اور حسن ترتیب مصنف صاحب موصوف کی موزون قابلیت سے مرصع ہے

ڈاکٹر صاحب نے اردو سے متعلق اور بھی بہت سی کتابیں تصنیف وتالیف کی ہیں عہد عثمانی میں آپکے اردو خدمات قابل قدر اور لائق تحسین ہیں۔ ہم نے اس خصوصی نمبر کے لئے آپکی اسی کتاب سے بعض اقتباسات اخذ کئے ہیں جسکا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

مرتبہ محمد عادل
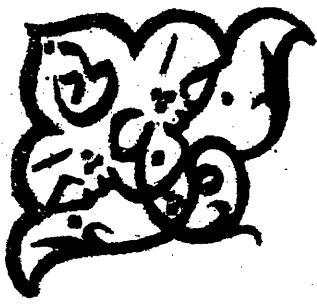
ازعلامہ عبداللہ العمادی رکن وناظر دارالترجمہ سرکار عالی

مصر کی جدید ادبی جماعت میں آجکل محمد آفندی لطفی جمعہ کا نام ہندوستان تک پہونچ چکا ہے اور اُن کی کتاب " تاریخ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب " کو شعبۂ فلسفہ کی تحریک پر دارالترجمۂ جامعہ اردو میں منتقل کرنے کا سامان کر رہا ہے یہ ۲۲۰ صفحات کی کتاب ہے، اس کا نقش اول ایک مقالہ تھا جس کی بنا پر ۱۹۰۹ء میں فرانس سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی تھی بعد کو اٹھارہ برس کی مزید محنت سے یہ نقش ثانی مرتب ہوا جو دس برس ہوئے مصر کے مطبعۃ المعارف سے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کتاب کے مقدمہ (ص ن ۔ س) میں اُس معروف دارالترجمہ کا تذکرہ ہے جو خلیفہ آلِ عباس (مامون) نے قائم کیا تھا، اس شیریں حکایت کا ہر پارہ ایک شکر پارہ ہے جس نے ذوق تاریخ کو شیریں کام کر رکھا ہے۔

آغاز ترجمہ | اسلام میں ترجمۂ علم وفن کی اولیت مولف نے خلیفۂ منصور سے مخصوص کی ہے لیکن رہبران اسلام و رہروان حکمت کے جو نقش قدم تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں اُس کی سرمنزل ایک پایہ شناس کو صدر اوّل میں ملتی ہے۔

۱۔ علم کی ابتداء | خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات اور کلام اللہ کے آیات بینات نے علم وحکمت کی تخم ریزی کی، امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات نے اس خصوص میں تکمیل کی راہیں نکالیں حضرت ہی کی ہدایت سے آپ کے شاگردوں نے علم کی بنیاد ڈالی، خود آپ کی ایک کتاب ہرن کی کھال پر لکھی ہوئی تھی جس میں بہت سے علوم تھے اور نوبت بہ نوبت ائمہ اہل بیت علیہم السلام میں متوارث ہوتی چلی آئی تھی۔

۲۔ دارالترجمہ | ترجمہ کی ابتداء خلافتِ راشدہ کے کچھ ہی بعد ہوئی دمشق میں طب ونجوم کی کتابیں ترجمہ کی گئیں اور ایک تاریخ تالیف ہوئی جس کی ابنِ ہشام نے تلخیص کی اور کتاب التیجان کے نام سے دائرۃ المعارف سے شائع ہوئی ہے اس کا ماخذ بھی ناتمام شکل میں ہنوز موجود ہے۔

۳۔ دوسرا قدم | خالد بن یزید نے دوسرا دارالترجمہ قائم کیا تھا جس نے
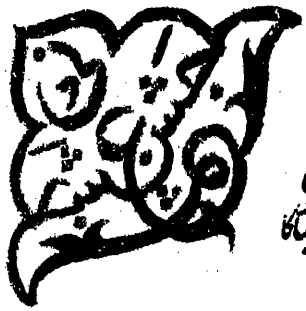
زیادہ تر کیمیا و طب کی کتابیں عربی میں منتقل کیں، طب کی وہ مشہور کتاب اسی دارالترجمہ کی تھی جس کی نسبت عمر بن عبدالعزیز کا استخارہ مشہور ہے۔

۴۔ بغداد کا اہتمام عہد بنی عباس میں اسلام کا تیسرا دارالترجمہ قائم ہوا جس کا بانی عباسیوں کا دوسرا خلیفہ ابوجعفر منصور تھا۔ اس میں علم ہیأۃ و طب کی کتابیں ترجمہ ہوئیں۔

۵۔ ہارون کی دلچسپی منصور کے بعد مہدی و ہادی کا زمانہ خالی نظر آتا ہے مگر ان دونوں کی تلافی ہارون رشید کے دارالترجمہ نے کر دی جس نے ریاضیات میں مجسطی شائع کر کے ایک نیا باب کھولا۔

۶۔ بیت الحکمہ مامون کا دارالترجمہ ان سب کی ایک نہایت باقاعدہ و ترقی یافتہ شکل تھی جس کو بیت الحکمہ کہتے تھے، یہاں بیشتر یونانی زبان اور دوسرے درجہ میں سریانی، عبرانی، نبطی، لاطینی، فارسی اور سنسکرت کی کتابیں ترجمہ ہوئیں، اس سے پہلے منظم شکل میں کوئی ایسا محکمہ نہ تھا، تنظیم اسی بیت الحکمہ کی خصوصیت تھی، اس کے ایک رکن (سہل بن ہارون) کی تنخواہ جاحظ نے تین لاکھ بتائی ہے۔

افلاطون کے ترجمے فلسفہ و ادب میں افلاطون کی آٹھ کتابیں ترجمہ کی گئیں۔

ارسطو فلسفہ و منطق میں ارسطو کی انیس کتابیں۔

بقراط طب میں بقراط کی دس کتابیں۔

جالینوس طب میں جالینوس کی دس کتابیں۔

دوسرے حکمائے یونان اقلیدس، ارشمیدس اور بطلیموس وغیرہم کی بیس کتابیں جو زیادہ تر ریاضی و ہیأۃ کی تھیں یونانی زبان سے ۶۷ کتابوں کا یہ علمی ذخیرہ عربی میں منتقل ہوا تھا، دوسری زبانوں کے تراجم دوسرے درجہ میں تھے۔

فارسی کے ترجمے۔ فارسی سے بیس کتابیں ترجمہ ہوئیں جو سب کی سب تاریخ و ادب کی تھیں، فارسی زبان کا سرمایہ دوسرے فنون و علوم سے عربوں کو خالی نظر آیا، ناچار تاریخ و ادب ہی کے ترجمہ پر قناعت کرنی پڑی۔

سنسکرت ریاضی، طب، ہیأۃ۔ اور ادب میں سنسکرت کی تیس کتابیں ترجمہ ہوئیں۔

سریانی و نبطی فلاحت و زراعت و باغبانی و سحر و طلسم میں سریانی و نبطی زبانوں سے بیس کتابیں۔

لاطینی و عبرانی مختلف فنون میں لاطینی و عبرانی سے بیس کتابیں ان تمام تراجم کا مجموعہ ۱۵۷ ہوتا ہے، لیکن بہت سے نام ضائع بھی ہوگئے ہونگے، اس لئے ہم فرض کئے لیتے ہیں کہ اس دارالترجمہ سے دوسو یا اسی کے قریب کتابیں ترجمہ ہوئی ہونگی۔

مترجمین اس عہد کے مشہور مترجمین کے نام بھی تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں۔

خاندان بختیشوع، طب نبطا و عراق کے ماہر فن، بوخت بیٹے کو اور دوخت بیٹی کو کہتے تھے، بختیشوع، یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بیٹے، خاندان حنین جو نصرانی تھا اور اسلام کی رواداری و منزلت شناسی نے اس کو شیخ المترجمین کا درجہ دیا تھا۔ حبیش اعسم۔ قسطا بن لوقا۔ بعلبک کا نصرانی تھا، روغن نفط اسی کی دریافت ہے جس کی پچکاری سے لڑائی میں آگ لگ جاتی۔ خاندان ماسرجویہ یہودی تھا، خاندان ثابت، کلدانی صابی، متی بن یونس، یحیی بن عدی۔

اسطفان ۔ موسیٰ بن خالد و یوسف بن خالد ۔ ابن المقفع، ادب میں یگانۂ زمانہ کلیلہ و دمنہ کا مترجم یتیمہ کا مولف، اس کے رسائل کا ایک مجموعہ دمشق کے معہد علمی شائع ہو چکا ہے۔ خاندان نوبخت متکلمین امامیہ کے سرگروہ کتاب فرق الشیعہ اسی خاندان کے ایک رکن کی ہے جسے جرمن مستشرقوں کی مجلس نے قسطنطنیہ سے شائع کیا ہے۔ علی بن زیاد التمیمی ۔ حسن بن سہل، وزیر خلافت عباسیہ، خلیفہ مامون رشید کے خسر احمد بن یحییٰ بلاذری، مشہور مورخ اسلام مولف فتوح البلدان اسحاق بن یزید، پنڈت منکہ، پنڈت ابن دھن، ابن وحشیہ جس کی کتاب الفلاحۃ کو ہماری سلطنت کے نہایت نامور ادیب مولوی سید محمد ہاشم صاحب ناظم دائرۃ المعارف نے اردو میں منتقل فرمایا ہے۔

۷۔ دار العلم

مصر کو بھی بغداد کا مقابلہ کرنا تھا، دولت فاطمیہ کے خلیفہ الحاکم بامر اللہ نے کہ جامع ازہر کا بانی تھا، عباسیوں کے بیت الحکمۃ کے بالمقابل قاہرہ میں ایک دار الترجمہ کی طرح ڈالی جس کا نام دار العلم رکھا تھا، مقریزی کی خطط و آثار میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

۸۔ دار الترجمۂ عجم

سامانیوں کے لئے کہ تاریخ عرب میں "ملوک ہیاطلہ" کے نام سے معروف ہیں، عجمیت نے جب سامان حکومت بہم پہنچایا تو وہاں بھی ایک دار الترجمہ کی بنیاد پڑی جس نے فارسی میں کتابیں ترجمہ کیں، عربوں کی بہترین جغرافی کتابوں کا جو سلسلہ دانایان فرنگ نے شائع کیا ہے اس میں اصل عربی کتاب کے ساتھ اُن فارسی ترجموں کے بعض اوراق بھی ثبت ہیں جو دار الترجمہ سلطنت سامانیہ نے کیے تھے، طبری کا فارسی خلاصہ بھی اسی کی یادگار ہے جو وزیر السلطنۃ "بلعمی" سے منسوب ہے۔

۹۔ دار الترجمۂ دہلی

ہندوستان میں سلطان فیروز شاہ باربک کے دار الترجمہ نے ہیأت و نجوم و طب میں سنسکرت کی کتابیں ترجمہ کیں، تاتار خاں جو سالار سلطنت ہونے کے ساتھ ہی ایک فاضل مصنف بھی تھا اُس نے خود بھی محنت کی اور علماء و فضلا کی قابلیت سے بھی فائدہ اٹھایا، اس سلسلہ کی کتابیں اسلامی ہیں اور تاتارخانی کے نام سے نامی ہیں کشف الظنون میں بھی ذکر آیا ہے۔

۱۰۔ دار الترجمۂ کشمیر

اسلامی سلطنت نے کشمیر میں جو بڑے بڑے کام کئے اُن میں ایک دار الترجمہ کا قیام بھی تھا جس نے تاریخ و نجوم و طب میں متعدد کتابیں فارسی میں ترجمہ کیں۔

۱۱۔ دار الترجمۂ اکبرآباد

اکبر شاہ کا دار الترجمہ شاہدان سب عجمی افادہ گاہوں میں بڑا تھا اور ترجموں کی کمیت و کیفیت میں بھی سب سے بڑھا چڑھا تھا۔

۱۲۔ دار الترجمۂ شمس الامراء

دکن میں حضرت مغفرت منزل نواب ناصر الدولہ آصفجاہ رابع کے عہد حکومت میں نواب شمس الامراء امیر کبیر کا دار الترجمہ آج بھی شہرۂ آفاق ہے جس نے علم الماء، علم الہواء، علم المناظر، علم الفلک، علم الریاضہ، علم جر ثقیل وغیرہا میں فرانسیسی و انگریزی کے متعدد رسائل ترجمہ کیے۔ بستہ شمسیہ کے رسائل شش گانہ اسی ذیل میں تھے۔

ہندوستان میں کچھ متفرق کوششیں بھی ہوئیں جن میں دہلی کالج اور سر سید احمد خاں مرحوم کی سائنٹفک سوسائٹی کے ترجمے بھولنے کے قابل نہیں۔

۱۳۔ محکمۂ علوم و فنون

حضور غفران مکاں کے عہد سلطنت میں بھی ایک دار الترجمہ قائم ہوا جس کا نام محکمۂ علوم و فنون تھا اور شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی اس کے ناظم تھے۔
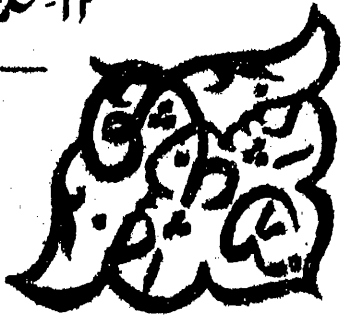
ابن خلکان اور ابن اثیر کی تاریخیں اسی محکمہ نے ترجمہ کی تھیں، صدر محاسبی سے جب روزانہ کارگزاری پر تنقید ہوا تو ناظم اس کو برداشت نہ کر سکے اور اُن کے استعفا کے

ساتھ ہی محکمہ بھی ٹوٹ گیا۔

۱۴۔ دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ

ہمارا دارالترجمہ اس سلسلہ کا چودہواں حلقہ ہے کہ غیبت و ظہور میں چودہویں امام معصوم کی یاد اس سے تازہ ہو رہی ہے۔ جتنے دارالترجمے اس سے پہلے تھے سب کی مجموعی کارگذاری چارسو کتابوں سے زائد نہ تھی، لیکن اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ سلطانہٗ کی نظر عاطفت سے دارالترجمۂ عثمانیہ پانسو سے زیادہ کتابوں کے تراجم کا انتظام کر چکا ہے۔

مامون نے کوئی یونیورسٹی قائم نہ کی تھی محض دارالترجمہ کے باعث علم و فن میں اس کا نام روشن ہے، مشرق و مغرب کی تاریخیں ہزار سال سے اس کی تعریف کرتی چلی آئی ہیں۔ اس کے تراجم دو سو کے اندر تھے، اعلیحضرت کے دارالترجمے سے اس کو کیا نسبت؟

دارالترجمۂ عثمانیہ کا کام

اس ذیل میں نہایت احتیاط کے ساتھ ایک نقشہ پیش ہے جس کے لئے صیغۂ ترجمہ کے ذمہ دار (مسٹر جانکی پرشاد) کا شکرگزار ہوں جو خود بھی مولف ہیں اور مولفوں کے کام بھی آتے ہیں۔

نشان سلسلہ	مضامین	تعداد کتب شائع شدہ	کتب زیر طبع	کتب زیر ترجمہ یا تالیف و تصنیف	کتب تجویز شدہ	حاصل جمع
۱	تاریخ ہند	۲۹	۱	۱۷	۶	۵۳
۲	تاریخ انگلستان	۶	۱	+	+	۷
۳	تاریخ یورپ	۹	۳	+	۱	۱۳
۴	تاریخ یونان	۷	۱	+	+	۸
۵	تاریخ روم	۸	+	+	+	۸
۶	تاریخ اسلام	۱۶	۳	۹	۶	۳۴
۷	جغرافیہ	۵	+	+	+	۵
۸	سیاسیات	۹	۲	۷	۲	۲۰
۹	دستور انگلستان	۳	+	۱	+	۴
۱۰	معاشیات	۸	۳	۹	۱۸	۳۸
۱۱	عمرانیات	۲	+	+	۴	۶
۱۲	فلسفہ	۱۲	۴	۸	۱۰	۳۴
۱۳	منطق	۴	+	+	۲	۶
۱۴	مابعد الطبیعی	۲	۱	+	+	۳
۱۵	نفسیات	۹	۱	۱	۱	۱۲
۱۶	اخلاقیات	۹	+	۱	۳	۱۳
۱۷	قانون	۱۰	۱	۲	۴	۱۷
۱۸	ریاضیات	۲۰	۵	۶	۲	۳۳
۱۹	طبیعیات	۱۹	۳	+	۷	۲۹
۲۰	کیمیا	۱۰	۳	۵	۵	۲۳
۲۱	نباتیات	+	۳	+	۵	۸
۲۲	حیوانیات	+	۳	+	۵	۸
۲۳	طب	۸	۱۶	۱۳	۳	۴۰
۲۴	ہندسہ (انجینیری)	۱۷	۱۷	۸	۴	۴۶
۲۵	تدریسیات	+	+	+	۳۰	۳۰
۲۶	متفرقات	۴	+	۱	+	۵
	میزان	۲۳۶	۷۱	۸۸	۱۱۸	۵۰۳

ارکان دارالترجمہ

جو علمی عہدہ دار اس وقت خدمت علم میں سرگرم ہیں ان کی فہرست ملاحظہ ہو:- (۱)۔ قاضی تلمذ حسین، مشہور انشاپرداز، متعدد کتابوں کے مولف مدرسۃ العلوم کے ایم اے۔ (۲)۔ مولوی مسعود علی محوی، وظیفہ یاب سشن جج، مترجم قانون، ادب فارسی کے بہترین سخن سنج، علی گڈھ کے قدیم گریجویٹ۔

(۳) مولوی محمد ابراہیم، پنجاب یونی ورسٹی کے منشی فاضل، مولوی فاضل ایم اے، ندوۃ العلماء کے تعلیم یافتہ، خاندان حضرت خواجہ سید احمد بریلوی کے چشم و چراغ، مترجم تاریخ اسلام۔ (۴) سردار بلدیو سنگھ، پنجاب یونی ورسٹی کے بی اے۔ شعبۂ سائنس کے نگران کار کئی کتابوں کے مترجم ہیں۔ (۵) مولوی فدا علی طالب مدرسہ تعلقداران لکھنؤ کے استاذ، مولانا غلام امام شہید رکن محکمہ دیوانی بزرگ بلدہ کے خاندان میں ہیں، مترجم فارسی۔ (۶) مولوی احسان احمد، مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ کے گریجویٹ، فلسفہ کے رکن، انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار ہیں (۷) مولوی عبدالستار جامعہ کے ایم اے، اسٹیٹ اسکالر سابق معتمد یونین، انگریزی سے تاریخ ہند کے جو ترجمے کئے ہیں فارسی تاریخوں سے بھی تطبیق دی ہے، ثاقب تخلص فرماتے ہیں۔ (۸) مولوی سید ابوالخیر مودودی، عربی کے فاضل اردو کے ادیب، نقد و نظر میں صائب الرائے، مترجم عربی (۹) مولوی رشید احمد، مسلم یونی ورسٹی کے بی اے، سٹی کالج کے خطیب، سول سروس کے لکچرار، مترجم معاشیات (۱۰) مولوی نذیر الدین، جامعہ کے ایم اے قابل کارگزار مترجم ریاضیات (۱۱) خواجہ عبدالقدوس جامعہ کے ایم اے، خواجگان بخارا کی یادگار، فلسفی نظریات کے لئے مشہور، مترجم فلسفہ۔ (۱۲) ڈاکٹر محمد عثمان خاں طب کے فاضل ترین ماہر، عربی و فارسی سے خاص دلچسپی ہے، مترجم طب (۱۳) ڈاکٹر غلام دستگیر، ماہرین فن طب، ادب فارسی کے سخنور، مترجم طب (۱۴) ڈاکٹر محمد حسین صاحب فن، مترجم طب (۱۵) عبداللہ العمادی، خاکسار مقالہ نگار، ہیچ فنی، جس کے دائرہ ابجد میں بجز خدا و رسول کے اور کچھ نہیں۔

ناظمان دارالترجمہ (۱) مولوی عبدالحق بی اے، صدر مہتمم تعلیمات، معتمد انجمن ترقی اردو، پروفیسر جامعہ (۲) مولوی سید محی الدین، ایم اے، بار ایٹ لا، پرنسپل کلیہ اورنگ آباد جو صاحب تحفۂ عمادیہ کے قابل فخر فرزند اقبال مند ہیں۔ (۳) مولوی حمید احمد انصاری بی اے، مسجل جامعہ، جن کا ذوق ادب نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے، دارالترجمہ کیلئے متعدد کتابیں ترجمہ فرمائیں، اردو انگریزی دونوں زبانوں کے ادیب ہیں (۴) مولوی محمد عنایت اللہ بی اے، شمس العلماء منشی ذکاء اللہ خاں بہادر پروفیسر الہ آباد کے نامور فرزند، تاریخی جغرافیۂ اندلس جیسی محققانہ کتاب کے مولف ہیں۔ (۵) مولوی محمد الیاس برنی، ایم اے، ایل ایل بی، پروفیسر جامعہ، جن کی بہترین کتابیں ادب اردو کی سرمایۂ ناز ہیں۔

مجالس مصطلحات فنون حیات، کیمیا، طبیعی، ریاضی، ہندسہ، معاش، قانون، تاریخ، اور تدریسیات کی اصلاحیں وضع کرنے اور اعلام کی تصحیح کے لئے علیحدہ علیحدہ مجلسیں قائم ہیں جن کے صبح و شام روزانہ اجلاس ہوا کرتے ہیں، ہر مجلس میں پانچ رکن ہوتے ہیں جن میں اس حدیقہ کا ایک سبزۂ بیگانہ یہ خاکسار ہے۔

بازگشت نظر ۲۵۔ شوال۔ ۱۳۳۵ کو قیام دارالترجمہ کے لئے فرمان مبارک علم افروز ہوا تھا، اس زمانہ سے آج تک دارالترجمہ نے جو علمی خدمتیں انجام دی ہیں ان سب کی تشریح ایک مستقل کتاب کی حاجتمند ہے، سر امین السلطنۃ بہادر صدر اعظم دولت علیۂ آصفیہ نے اعلیٰ حضرت اقدس و اشرف کی تقریب جشن جوبلی میں ایک مثنوی منظوم فرمائی تھی جو ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ کے رہبر دکن میں شائع ہوئی تھی، اس میں فرماتے ہیں

چو بینی علم دار الترجمہ را　　　تو پنداری بجوف کوزہ دریا
علوم کہنہ را نو ساختہ اند　　　بحسن ترجمہ پرداختہ اند

اس کے دوسرے دن کے صبح دکن میں اعلیٰحضرت پادشاہ اسلام خلد اللہ تعالیٰ کے حسن قبول نے اس نظم کی عظمت روشن کر دی تھی، دارالترجمہ کے لئے یہی شرف کافی ہے۔

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ　یہ جلوے ہمارے پادشاہ ایدہ اللہ کے ہیں جن کے لئے زبان سپاس بے اختیار عرض نیاز پر مجبور ہے۔

تخت دکن ز تاج شہی افتخار یافت — اقبال حضرت میر عثمانؔ یادگار یافت
شاہنشہ مدینہ معینش بود کزو — شاہنشہی قرار خلافت وقار یافت

ہنگام آں رسید کہ گویند بر ملا — اقلیم رفتہ را ز تصدّق دوبارہ گار یافت
بارے صلا زنند کہ مسلم وطن گرفت — روز ندا دہند کہ نظم برار یافت
ایام بے قراری عہد آسماں گزشت — ہند و دکن بہ آصف ہفتم قرار یافت

دست خرد کہ شعبۂ تالیف و ترجمہ — از دستگاہ آصف جم اقتدار یافت
ایں شعبہ راز کرمت مصطفیٰ شمرد — ایں شاہ راز ہمت کرد گار یافت
بعد از ہزار سال چنیں بیت حکمتے — شہرے ز علم و فضل بہ گلکاں یار یافت
بنیاد شہر علم ز تو استوار شد — نقش مدینۂ سخن از تو نگار یافت
گیتی نہ دید آنچہ ز تو شہر علم دید — ما مول نیافتہ آنچہ ز تو روزگار یافت

جو یائے فن ز لطف عمیم تو در دکن — شیراز و اصفہاں بسر رہگذار یافت
دست تہی کہ بود و بال کنار دوش — بغداد و مصر و قرطبہ را در کنار یافت
بر روئے مہر و ماہ کلہ گوشہ بشکند — زاں رو کہ شہر علم ترا شہریار یافت

جاوید باں لعرش خلافت کہ در جہاں
علم محمد عربی از تو بار یافت

سلور جوبلی ہمایونی کی ایک مبارک یادگار

حسنات الاخبار
۱۳۵۴ھ

نذر آصف جاہ سلطان دکن
۱۳۵۴ھ

میر عثمان آمر ملک و زمن
۱۳۴۵ ف

بتقریب جشن سیمین جہاں پناہ
۱۳۵۴ھ

نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل نے
بر آمد فرمایا ہے مادۂ تاریخ
ہیں یہ نادر جواہر اخبار
۱۳۵۴ھ

اس کتاب کی تصنیف میں باوجود سخت محنت و جانکاہی کے فاضل مصنف نے حق تصنیف محفوظ رکھ کر حق السعی کا صلہ پانے بجائے ہر مسلمان کو اس کتاب کے چھاپنے چھپوانے اور فروخت کرنے کا عام اختیار بھی دیدیا ہے یہ علمی ایثار مستحسن اور لائق قدر ہے مصنف موصوف کو خدا اس خیال و ہمت اور کام کی جزائے خیر دے حدیث کی تاریخ کا اردو میں یہ ایک اچھا مفید مجموعہ ہے طرز تحریر سلیس و عام فہم ہے احادیث اسلام کی صحیح عظمت جن مسلمانوں کے قلوب میں موجزن ہے اُن کے مطالعہ و معلومات کے لئے یہ کتاب نہایت ضروری ہے کتاب کا حجم ۳۰۰ صفحات پر مبنی مطبوعہ دہلی قیمت (عہ) روپیہ ہے

یہ کتاب قاضی مولوی عبد الصمد صاحب صارم ہاشمی کی تصنیف کردہ ہے مصنف صاحب موصوف نے اس کتاب کو اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ سایہ ہما پایہ کی جوبلی مبارک سے معنون فرمایا ہے۔ کتاب کی ترتیب و تدوین سے مصنف کے کمال علمیت کا پتہ چلتا ہے اس مبارک نسخہ سے تاریخ الحدیث کی کمی کو پورا فرما کر آپ نے اہل اسلام پر بڑا احسان فرمایا ہے چنانچہ بعض علماء و اہل الرائے نے اس سے متعلق احسن آرا کا اظہار بھی فرمایا ہے جو کتاب کے ابتدائی حصہ میں درج ہیں اس کا مقدمہ فخر روزگار علامہ عبد اللہ العمادی رکن و ناظر دار الترجمہ سرکار عالی نے لکھا ہے اور اس کتاب کا مادۂ تاریخ امام الفن ؟

احقر العباد
محمد فاضل

۷۸۶

از

جناب مولوی غلام رسول صاحب حیدرآبادی

قرون وسطیٰ میں دولت عباسیہ و بنو اُمیہ (اندلس) کی علم پروری و علما نوازی کی بدولت دنیا کا تمام علمی ذخیرہ عربی زبان میں منتقل ہو چکا تھا۔ جس سے عربی کا ادب مالا مال ہو گیا تھا۔ لہذا اہل یورپ نے پہلے پہل عربی علوم و فنون کو بڑے شوق سے سیکھا۔ پھر جب انہیں ان علوم سے گہری دلچسپی پیدا ہوئی تو انھوں نے نہ صرف ان علوم کو اپنی زبانوں میں منتقل کرنے کی کوشش کی بلکہ علمی انجمنیں قایم کرکے طباعت و اشاعت کے ذریعہ عربی زبان میں محفوظ کر دیا۔ چنانچہ علوم مشرقیہ کی اشاعت کی خاطر سب سے پہلے ۱۷۷۸ء میں جزائر ہند مقبوضہ ہالستان کے شہر بیوتا (باتافیا) میں ایشیاٹک سوسائٹی قائم ہوئی۔ پھر رفتہ رفتہ یورپ کے مختلف ممالک یعنی فرانس، اٹلی، جرمنی اور انگلستان وغیرہ میں ایشیاٹک سوسائٹیاں قایم ہو گئیں جن کا کام قدیم علوم و فنون کی تحقیقات اور قلمیات کی نشر و اشاعت تھا۔

ہندوستان میں بھی سر ولیم جونس مشہور مستشرق کی کوشش سے ۱۷۸۴ء میں ایک مفید علمی انجمن یعنی ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی بنیاد پڑی۔ جس کے ذریعہ عربی و فارسی مخطوطات کی تحقیق و تلاش اور ان کی طباعت و اشاعت کا کام خوش اسلوبی سے انجام پاتا رہا اب اسی خدمت کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال انجام دے رہی ہے۔

دائرۃ المعارف کی ابتدا

یورپ کی اسی تحقیقات علمیہ کا اثر ریاست حیدرآباد پر بھی پڑا۔ چنانچہ عہد حکومت حضرت غفران مکان میں یہاں کے علما و فضلا کے دل میں عربی زبان کے علوم و فنون کی گرانمایہ تصانیف جو دستبرد زمانہ سے تلف ہو رہی تھیں۔ ان کے تحفظ و بقا کا احساس پیدا ہوا لیکن اس کے لئے باقاعدہ ادارے کی ضرورت تھی۔ اس کی تشکیل کا خیال نواب عماد الملک بہادر مرحوم نے سجھایا۔ جو علوم مغربیہ و مشرقیہ کے فاضل اجل تھے اور اس خیال کے قوی کرنے اور پایۂ تکمیل کو پہنچانے میں ملا عبد القیوم مرحوم سب سے پیش پیش تھے۔ جو حیدرآباد کے ایک بڑے عالم ہمدرد قوم اور آزاد خیال بزرگ تھے جن کے دل میں اسلامی علوم کی بڑی وقعت تھی۔ ان کے علاوہ ایک اور ہستی اس نیک خیال کی ہم نوا اور اس کے بقا و پرورش کے سامان مہیا کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوئی۔ اس سے ہماری مراد عالم متبحر نواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم جن کی علم دوستی اور اسلامیات پرستی کی سچی یادگار مدرسہ نظامیہ حیدرآباد ہے۔ غرض ان قابل احترام بزرگوں کے خلوص و کوشش سے سنہ ۱۳۰۶ھ میں حیدرآباد میں ایک مفید علمی ادارہ عالم وجود میں آیا۔

جس کا نام دائرۃ المعارف ہے۔

ابتدا میں اس ادارے کے کاروبار ملک کے علما و مشائخین کی امداد و دلچسپی سے چلتے رہے۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ امرا و عمائد سلطنت نے اس کی طرف توجہ کی چونکہ رقمی دشواریاں ادارے کے پیش نظر مقصد میں سنگ راہ تھیں۔ لہذا ترقی کا قدم اٹھانے کے لئے بڑی شخصیت کی سرپرستی کی ضرورت تھی۔ پس بانیان ادارہ کی نظر میں نواب سر وقار الامراء بہادر مرحوم سے بڑھ کر کوئی شخصیت سرپرستی کے قابل نہ سمجھی گئی۔ کیونکہ نواب صاحب ممدوح ایک تو بلحاظ خدمت معین المہام عدالت و تعلیمات تھے دوسرے علوم اسلامیہ سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ جس وقت ملا عبد القیوم مرحوم اور نواب عماد الملک بہادر مرحوم نے نواب صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر دائرۃ المعارف اور اس کے مقاصد و اغراض کی نسبت عرض کیا تو آپ نے ادارے اور اُس کے خالص علمی مقصد سے اپنی ہمدردی و دلچسپی کا اظہار کیا اور بخوشی صدارت قبول فرماکر ادارے کی عزت بخشی۔ آپ کی سرپرستی سے ادارے کی حیثیت بڑھ گئی۔ ارباب علم و اقتدار نے اس کی شرکت و اعانت کو باعث فخر سمجھا۔ پھر آپ نے ادارے کی امداد کے لئے بحیثیت میر مجلس ایک عرضداشت جس میں دائرۃ المعارف کے مقاصد اور ضرورت کا اظہار کر کے نواب سر آسمانجاہ بہادر مرحوم کے توسط سے جو اس وقت مدار المہام تھے حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علی خان بہادر کی بارگاہ میں پیش کی۔ حضور نے براہ خسروانہ اس کو منظور فرماکر ماہانہ پانسو روپے کی امداد سے سرپرستی فرمائی۔ سرکاری امداد سے ادارے کے کاروبار کو ایک گونہ تقویت حاصل ہوئی۔ ادارے کی تنظیم عمل میں آئی نواب صاحب معز اس کے میر مجلس اور ملا عبد القیوم مرحوم معتمد قرار پائے۔ امراء اور حکام میں سے (۳۰) ارکان مقرر ہوئے۔ ادارے کے کاروبار کی نگرانی کے لئے (۴) قابل مہتمم اور تصانیف کی تصحیح کے لئے (۹) جید عالم مامور کئے گئے اور قرار پایا کہ آٹھویں صدی کے قبل کی نادر الوجود تصانیف طبع کر کے شائع کی جائیں۔ نواب صاحب ممدوح کی میر مجلسی کے زمانے میں ادارے نے نادر الوجود مخطوطات کو تلاش و منتخب کر کے بڑی محنت و کاوش سے مرتب کیا۔ اور پھر انہیں طبع و شائع کیا۔ ان میں کنز العمال (۸) جلد۔ تذکرۃ الحفاظ (۴) جلد۔ مسند ابی داؤد طیالسی اور اسعاف (۲) قابل ذکر ہیں۔

دورِ جدید اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خان بہادر کا عہد ہمایوں تاریخ دکن میں ایک نئے باب کا اضافہ کرتا ہے۔ منجملہ اور کارناموں کے سب سے درخشاں کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے جامعہ عثمانیہ قائم کر کے ہندوستان کی مشترکہ زبان ہندوستانی کے ذریعہ علوم و فنون کا وہ سرچشمہ بہایا۔ جس سے ریاست حیدر آباد کے تشنگان علم سیراب ہو رہے ہیں اور ملک کا ہر چپہ چپہ علم کی روشنی سے چمک اوٹھا۔ اور ساتھ ہی ساتھ دار الترجمہ و التالیف کے قیام نے مصر۔ بغداد۔ اسپین۔ اور قیروان کے علمی کارناموں کو صفحہ تاریخ سے مٹا دیا۔ جہاں دورِ عثمانی کے اور برکات ہیں وہاں علوم اسلامیہ پر وہ احسانات ہیں۔ جن کی دنیائے اسلام ہمیشہ مرہون منت رہیگی۔ وہ یہ کہ دائرۃ المعارف جو حضرت غفران مکان کے زمانہ میں قایم ہوا تھا اس کا دائرہ عمل بالکل محدود ہو گیا تھا۔ گو کہ سرکاری امداد مل رہی تھی لیکن اس کی مقدار قلیل تھی۔ جس سے ایک وسیع لائحہ عمل کی تکمیل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے اس علمی ادارے کی جانب نواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم نے اعلیٰ حضرت کو توجہ دلائی، حضور پر نور نے براہ معارف نوازی اس ادارے کو یکمشت پانچ لاکھ روپے کے بیش بہا عطیہ سے سرفراز فرمایا اور اس کی تنظیم و توسیع کا حکم دیا۔ جس کی بنا پر نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام مالیات، نواب عماد الملک بہادر مرحوم

میر مجلس اور نواب مسعود جنگ بہادر معتمد دائرۃ المعارف نے دائرۃ المعارف کی توسیع و انتظامی امور کی نسبت غور وخوض کر کے یہ تجویز کیا کہ ادارہ مذکور کو منظم اور با قاعدہ شکل میں لانے کے لئے ایک دارالتصحیح قایم کیا جائے اس کے لئے علما و فضلا کا انتخاب عمل میں آیا۔ قابل اشاعت قدیم کتب کی تحقیق و تلاش جاری ہوئی۔ اس کے لئے ایک قابل شخص کو بیرون ملک بھیج کر وہاں کے مختلف اداروں۔ خانگی اور سرکاری کتب خانوں کے نایاب اور کمیاب قابل اشاعت مخطوطات کا پتہ چلایا گیا۔ نیز غیر ممالک کے نامی گرامی اداروں اور کتب خانوں کی فہرستوں اور کیٹلاگز کی امداد سے اور نیز علما اور مستشرقین سے خط و کتابت کے ذریعہ قابل اشاعت کتب کی ایک باضابطہ فہرست مرتب کی گئی۔ اس کے مطابق متعدد قلمی نسخے فراہم کئے گئے۔ طباعت و اشاعت کے لئے۔ عملہ اور پریس کا انتظام کیا گیا بعد ازاں قابل اشاعت کتب کو مقابلہ و تصحیح کے بعد نہایت اہتمام سے طبع و شائع کیا گیا اور مطبوعات کی فروخت اور نکاسی کے لئے مختلف مقامات مثلاً بمبئی، سورت، لاہور، افغانستان، مکہ معظمہ، مصر، لندن اور جرمنی وغیرہ میں تاجران کتب کو ایجنٹ مقرر کیا گیا تاکہ شائقین کتب کے لئے سہولت کا باعث ہو۔ الحاصل دائرۃ المعارف کی ترقی و کامیابی اور اس کی علمی خدمات کی وسعت و شہرت سب کچھ عہد عثمانی کا زریں کارنامہ ہے۔

۱۳۳۶ ف میں نواب عماد الملک بہادر کا انتقال ہوا۔ آپ کے بعد دائرۃ المعارف کی میر مجلسی کی خدمت پر نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کا انتخاب عمل میں آیا۔ نواب صاحب ممدوح نے اس ادارے کو جامعہ عثمانیہ کے ماتحت کر دینے کی تجویز پیش کی جو سرکار سے منظور ہوئی ادارے کے کاروبار کو چلانے کے لئے دو مجلسیں مقرر ہیں (۱) مجلس انتظامی (۲) مجلس علمی۔ مجلس انتظامی ادارے کے انتظامی امور کو طے کرتی ہے یہ چھ ارکان پر مشتمل ہے۔ (۱) جناب نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر میر مجلس (۲) نواب مہدی یار جنگ بہادر معتمد (۳) نواب ناظر یار جنگ بہادر رکن (۴) نواب محمد یار جنگ بہادر رکن (۵) خان فضل محمد خاں رکن (۶) مولوی حسین عبد المنعم رکن۔

مجلس علمی۔ کتب کے انتخاب و طباعت وغیرہ کے کام میں مجلس انتظامی کو مدد و مشورہ دیتی ہے۔ جس کے ارکان حسب ذیل ہیں۔ (۱) نواب محمد یار جنگ بہادر میر مجلس (۲) نواب مہدی یار جنگ بہادر معتمد (۳) نواب صدر یار جنگ بہادر رکن (۴) نواب ضیا یار جنگ بہادر رکن (۵) علامہ محمود حسن خاں رکن (۶) مولانا عبد اللہ عمادی رکن (۷) مولانا مناظر احسن گیلانی رکن (۸) مولانا عبد القدیر صدیقی رکن (۹) مولوی سید عباس حسین مہتمم کتب خانہ آصفیہ رکن (۱۰) مولوی سید ہاشم ندوی رکن۔ ان مجلسوں کے زیر نگرانی و ہدایت تصحیح و طباعت کے کام کے لئے ایک عملہ بھی ہے۔ جو علما و فضلا پر مشتمل ہے۔

گو دائرۃ المعارف عثمانیہ کا تعلق حسب فرمان خسروی جامعہ عثمانیہ سے کر دیا گیا تھا لیکن اس پر جامعہ کو پورا قابو حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اس کی اصلاحات میں دشواریاں حائل تھیں۔ جن کا ارتفاع ضروری تھا۔ اس لئے ڈاکٹر نظام الدین پروفیسر فارسی جامعہ عثمانیہ کی تحریک پر مجلس رفقائے جامعہ عثمانیہ نے اس کا الحاق بالکلیہ جامعہ عثمانیہ سے کر دیا اور نیز اس کی اصلاح و ترقی کے لئے ایک کمیشن قایم کیا۔ جس نے ادارے کو مضبوط اساس پر قایم کرنے اور اس کو ترقی دینے کے لئے مفید مشورے دئے۔

اس ادارے سے اب تک مختلف علوم و فنون کی کتابیں جو شائع ہوئیں اُن کی مجموعی تعداد ۱۹۱ ہے۔ ان میں بعض کی آٹھ آٹھ اور بارہ بارہ جلدیں ہیں اس طرح کل مجلدات دوسو سے زائد ہوتے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ادب ۴۰ (۲) تفسیر ۲ (۳) حدیث ۱۴ (۴) فقہ ۱۳ (۵) ادعیہ ۲۰

مرتبہ محمد فاضل
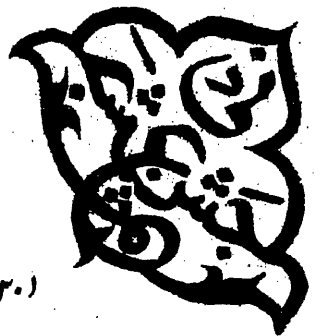
(۶) رجال ۹ (۷) سیر ۶ (۸) تاریخ ۷ (۹) جغرافیہ ۱ (۱۰) حکمیات ۴
(۱۱) کلام و مناظرہ ۱۱ (۱۲) منطق و فلسفہ ۵ (۱۳) عمرانیات ۱ (۱۴) ہیئت ۱
(۱۵) تصوف ۲ (۱۶) طب ۲ (۱۷) موسیقی ۱ (۱۸) اسامی ۱ (۱۹) مرایا ۱
(۲۰) لغت ۳ (۲۱) متفرقات ۷ جملہ (۹۱)

ان مطبوعات میں بعض نادر اور اہم تصانیف ہیں۔ جن کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) **جمہرۃ اللغۃ** ۔ یہ علامہ ابن درید (المتوفی ۳۲۱ھ) کی جامع لغت تین جلدوں میں مع اشاریہ ہے اس کتاب کا مقابلہ ہندوستان، پیرس اور انگلستان کے سات نسخوں سے کیا گیا ہے۔

(۲) **سنن کبریٰ** ۔ امام بیہقی (المتوفی ۴۵۸ھ) کی تصنیف ہے۔ حدیث کی دائرہ المعارف (انسائکلوپیڈیا ہے) جو محدثانہ اصول پر لکھی گئی ہے۔ مصر مدراس۔ رامپور کے نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔

(۳) **الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ** ۔ حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے آٹھویں صدی کی جامع تاریخ ہے جس میں علما، فضلا، حکما، سلاطین امرا وغیرہ کے حالات درج ہیں اس میں مشاہیر خواتین کے حالات بھی ہیں۔ اس کی چار جلدیں ہیں۔

(۴) **نزہۃ الخواطر** ۔ مصنفہ حکیم مولانا عبدالحی مرحوم۔ درر کامنہ میں ہندوستان کے مشاہیر کے حالات نہ تھے جس کی وجہ سے آٹھویں صدی کی تاریخ نامکمل رہ جاتی تھی۔ اس لئے شائع کی گئی۔

(۵) **معجم الامکنۃ** ۔ یہ ہندوستان کے قدیم شہروں اور مقامات کا جغرافیہ ہے۔

(۶) **کتاب التیجان** ۔ علامہ ابو محمد عبدالملک بن ہشام کی معتبر تصنیف ہے۔ جو ملوک حمیر کی قدیم اور مستند تاریخ ہے جس پر حاشیہ ایک مستشرق نے چڑھایا۔

(۷) **اخبار عبید بن شریہ** ۔ عربوں کی افسانہ نگاری کی ابتدائی تاریخ ہے۔

(۸) **رسائل بوعلی سینا** ۔ اس کا ایک مجموعہ مصر اور یورپ میں شائع ہو چکا ہے ان میں سے سات اہم رسائل طبع کئے گئے ہیں۔

(۹) **رسائل فارابی** ۔ اس کا ایک ایک صفحہ ارسطو کے ایک ایک مقالہ کے برابر ہے جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے اہم ہیں۔

(۱۰) **تنقیح المناظر** ۔ کمال الدین ابوالحسن الفارسی کی تصنیف ہے اور علامہ ابن ہیثم کے متون کی شرح ہے۔ مناظر و مرایا میں اہم تصنیف ہے۔

(۱۱) **تذکرۃ السامع والمتکلم** ۔ علامہ بدرالدین بن جماعۃ المتوفی ۷۳۳ھ کی مائیہ ناز تصنیف ہے جو اصول تعلیم قدیم پر ایک مستند اور جامع کتاب ہے۔

(۱۲) **صفۃ الصفوۃ** ۔ علامہ ابن جوزی (المتوفی ۵۹۷ھ) کی ایک اہم تصنیف ہے جس میں صحابہ تابعین اور تبع تابعین علماء متقین اور عابدین کے صحیح حالات درج ہیں۔ جس کے مطالعے سے اسلام اور تصوف پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ قدیم نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں۔

اس طرح دائرۃ المعارف عثمانیہ کی برکت سے علمائے اسلام کے نوادرات و جواہر ریزے جو دست برد زمانہ سے تلف ہو رہے تھے یا دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے تھے۔ وہ محفوظ و منکشف ہو کر بقائے دوام کی سند پا گئے۔ اس ادارے نے دنیائے اسلام میں دھوم مچا دی اور اس کی سرپرست اعلیٰ کو جسکی جود و سخا سے عربی علوم و فنون کا احیا ہوا صحیح معنوں میں سلطان العلوم کے خطاب سے یاد کیا جائیگا۔ غرض عہد عثمانی کا یہ ایسا علمی کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک تاریخ میں یادگار رہیگا۔

مرتبہ محمد فاضل

نقل سپاسنامہ متعلق پیشکشی اعزازی ڈگری سلطان العلوم

بہ بارگاہ ظل سبحانی شہریار دکن و برار خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

بہ بارگاہ لفٹنٹ جنرل ہز اگزالٹیڈ ہائی نس رستم دوراں ارسطوئے زماں سپہ سالار آصفجاہ مظفر الملک و الممالک نظام الملک نظام الدولہ اعلیٰحضرت بندگانعالی متعالی **نواب میر سر عثمان علیخاں بہادر** فتح جنگ مدظلہم العالی یار وفادار سلطنت برطانیہ جی۔سی۔ایس۔آئی۔جی۔سی۔بی۔ئی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

الحمد للہ کہ آج وہ مبارک دن ہے جو نہ صرف جامعہ عثمانیہ بلکہ جامعات عالم کی تاریخ میں یادگار رہیگا کہ خود فرمانروائے سلطنت نے جو اُس کے بانی اور سرپرست اعلیٰ ہیں اُس کی اعزازی ڈگری قبول فرمانے کے لئے مجلس رفقا کو عزت بخشی ہے

تاریخ عالم سے واضح ہے کہ سلاطین اسلام نے ہمیشہ علم کی سرپرستی میں خاص حصہ لیا ہے لیکن حضرت جہاں پناہی کو جو انہاک و دلچسپی ترویج علم سے ہے اور بندگان حضرت نے اپنی علم پروری اور ہنر گستری سے حصول علم کیلئے جو مناسب اور مفید طریقہ اس جامعہ کے قیام سے جاری فرمایا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی اور اس کے اعلیٰ نتائج اور فوائد محتاج بیان نہیں ہیں۔

اہل ملک کے فخر و مسرت کا اس سے بڑھ کر اور کیا موقع ہو سکتا ہے اور خود جامعہ کی اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے سرپرست و حامی علم کے حضور عالی میں اپنی سب سے پہلی اور اعلیٰ ترین اعزازی ڈگری پیش کرے۔

لہٰذا

بکمال منت و حسن عقیدت جامعہ عثمانیہ کی جانب سے اس کے اراکین مجلس رفقاء سلطان العلوم کی اعزازی ڈگری بارگاہ ملازمان خسروی جہاں پناہی میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں گر قبول افتد زہے عز و شرف ۔

معروضۂ دولتخواہاں و گدایاں

رفقائے جامعہ عثمانیہ

۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

مرتبہ محمد فاضل

صحافت

بعض معتبر کتب و رسائل کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حیدرآباد میں صحافت کا آغاز اوائل صدی ۱۸ عیسوی سے ہوتا ہے۔ دورِ ماضیہ میں یہاں صحافت کی جو دشواریاں کہ تھی۔ اُن کا تفصیلی اظہار بجائے خود ایک مستقل باب کی حاجت رکھتا ہے اس لئے ہم صرف اس کا سطحی پہلو دکھلاتے ہوے درخشان عہد ہمایوں میں صحافتی یک گونہ ترقی پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ جو محض اعلیٰحضرت کی ذاتی و علمی دلچسپیوں و سرپرستیوں کے باعث اس کی ترقیوں کا موجب بنا۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ باوجود عام علمی کبھ بہل کے اہلِ دکن میں ابھی اخبار و رسائل وغیرہ کے مطالعہ کا جیسا کہ شوق چاہئے پیدا نہیں ہوا۔ برخلاف اس کے جب ہم دیگر متمدنہ ممالک مثلاً فرانس۔ جرمنی۔ لندن۔ امریکہ چین۔ جاپان وغیرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہماری حیرت کی انتہا نہیں ہوتی کہ وہاں کی کس قدر آبادی مطالعہ کی دلدادہ و شیدا ہے۔ اسپارک میں ایڈیٹر صاحب ہلال نے اُن ممالک کے مطالعہ کا جو فیصد توازن اور تعداد و طریق اشاعت ظاہر کیا ہے وہ اپنی حقیقت کے ساتھ حیرت افزا ہے قطع نظر اس کے ہندوستان ہی میں دیکھا جائے تو لاہور۔ کلکتہ۔ دہلی۔ بمبئی۔ اپنی اپنی نوعیت سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ جہاں طباعت و اشاعت کی کافی سہولتیں بہم ہیں۔ مگر حیدرآباد میں طباعت و اشاعت کی دشواریاں ان کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہونے دیتی تھیں جس کا یہی نتیجہ تھا کہ نہ یہاں کے مطابع کی حالت اچھی تھی اور نہ یہاں کا کام قابل اطمینان و دیدہ زیب ہوتا تھا۔

اکثر اخبار و رسائل نکلے اور بند ہوگئے۔ مگر عدم تحمل و برداشت کے اصل یہی وجوہ و اعقات صدرہیں۔

اعلیٰحضرت کی تخت نشینی کے وقت صرف معدودے اخبار و رسائل جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جاری تھے۔ لیکن مبارک عہد اقدس و اعلیٰ میں یہاں کی حالت و فضا کو ملحوظ رکھتے ہوے حیدرآبادی صحافت نے جو کچھ بھی ترقی کی اگر اُن موقوفہ و موجودہ کو تفصیلوار شمار کیا جائے تو قریب یکصد رسائل و اخبارات کی گنتی ملتی ہے۔ جن میں بعض ایسے بھی ہیں جو تھوڑی مدت کے لئے جنم لے کر بند ہوگئے۔ اور جو مستقل قائم ہیں۔ ان میں سے بعض اپنی موزوں رفتار و نیک طریق عمل کے سبب صحافتی خدمت کے حامل ہیں۔ جس قدر ملکی ضروریات اور اسکے ماحول و اسباب میں وسعت پیدا ہوگی یقین ہے کہ حیدرآباد کی صحافت بھی مستقبل قریب میں بام اوج پر نظر آئے گی کیونکہ اعلیٰحضرت سلطان العلوم کی خاص علمی دلچسپیوں و سرپرستیوں نے میدان علم میں وہ وہ فراوانیاں پیدا کردی ہیں کہ اب حیدرآباد ہر قسم کے علوم و فنون کا مرکز بن گیا ہے اکتساب علوم و فنون کے ساتھ اہلِ علم کیلئے متعلقہ اسباب بھی ترقی پذیر ہونگے۔ اگر یہاں کے ماحول کے مدنظر اعلیٰحضرت کی اس طرح علمی سرپرستی و امداد نہ ہوتی تو صحافت کا پنپنا نہایت دشوار و کارے دارد بات تھی۔

محض اعلیٰحضرت کی علمی قدردانیوں کی وجہ سے اب ملک میں مطالعہ سے یک گونہ دلچسپی پیدا ہوگئی ہے اور اخبار و رسائل میں بھی کافی اضافہ عمل میں آیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ہر ممکنہ کامیابی کے منازل طے کر رہے ہیں۔ گزشتہ کے مقابل حیدرآباد کی صحافت بھی سرگرم ترقی ہے۔

اعلیٰحضرت کی مرحمت خاص اور دلچسپی اس کی مقبولیت و ترقی میں ممد و معاون ثابت ہو رہی ہے۔ عوام کی خاطر خواہ دلچسپی و قدردانی اور مدیرین کی محنت و احساس ترقی سے کامل توقع ہے۔ کہ حیدرآبادی صحافت بھی بہت جلد بام اوج پر دکھا دے گی۔
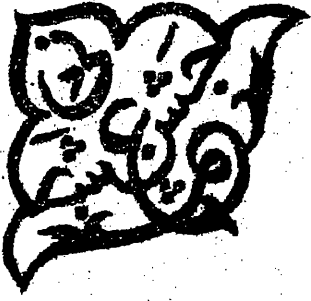
مرتبہ محمد فاضل

ازجناب مولوی عظمت الہٰی صاحب زبیری بی، اے، ایل ایل بی رجسٹرار مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد سر سید نے حکومت اور حکومت سے زیادہ قوم کی جو خدمات انجام دیں۔ ان کی شہرت بہت جلد ہندوستان کے ہر حصہ میں پھیل گئی تھی ان کے رسائل "اسباب بغاوت ہند" لائل محمڈنز آف انڈیا (Loyal Mohamadans of India) اور ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب "اور انڈین مسلمانز" (Our Indian Mosalmans) کے ریویو اور تعلیمی مسائل نے مدبرین ملک اور اکابر قوم کو خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔

اسی زمانہ میں سر سالار جنگ اول اپنی خدمات زمانہ غدر اور مملکت آصفیہ کی جدید اصلاحات کی وجہ سے ایک عالی منزلت مدبر کی حیثیت سے تمام ہندوستان میں مشہور تھے۔

ان دونوں جلیل القدر کے ذاتی تعلق اور باہمی اعتماد کی ابتداء ۱۸۷۳ء میں ہوئی اور جہاں تک کہ علیگڈھ تحریک کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس کے نشو ونما اور مسلمانان ہند کے تعلیمی ارتقا میں دولت آصفیہ کی فیض بخشی اور سرپرستی جو یوماً فیوماً ترقی پذیر ہے اسی تعلق واعتماد پر مبنی ہے جس کی ابتداء ایک یادگار خط سے ہوتی ہے جو اس قابل ہے کہ اس مضمون کا زیب عنوان بنایا جائے:۔

❋

Hyderabad Deccan

27 June, 1878.

To

Syed Ahmad Espr., C.S.I,

Secretary,

M.A.V.C. Fund Committee,

Benares.

Dear Sir,

As I am aware you take great interest in the advance-ment of our native states, I do not apologise for troubling you on the subject of this letter. I am in want of the services of a few thoroughly good and efficient native gentlemen for service in the Revenue, Judicial and Account Departments. I do not care to lace much reliance on certificates they may possess, but would like you to judge from your own knowledge and experience of them. They should be men of experienced character, judgement honesty and zeal and not of an apathetic nature, and only do what they are told, but be of such intelligence as to be able to suggest improvements

I would offer a salary of from Rs 400- to 600- per mensem, and promotion would depend on themselves. Should the candidate have a knowledge of English it would be a great advantage and I am not at all particular as to caste ,as long as the applicant is respectable.

Should you find such men and whom you can place confidenee, prey let me hear all particulars regarding them, I will then let you know whether their services should be secured or not.

I have addressed another gentleman on the subject also

yours faithfully:

Sd. Salar Gung
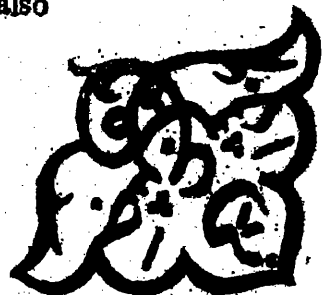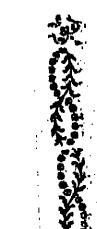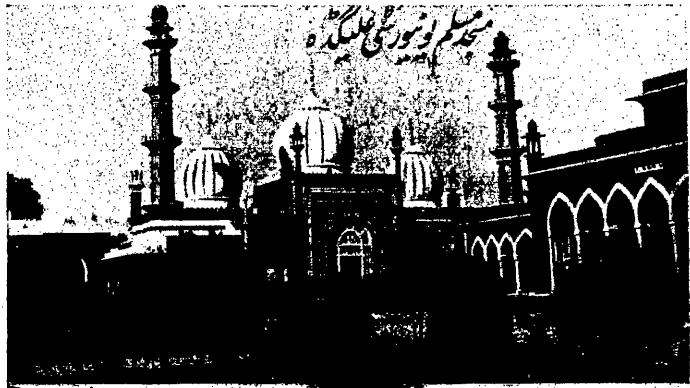
وکٹوریہ گیٹ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

مسجد مسلم یونیورسٹی علیگڈہ

عثمانیہ اسٹل مسلم یونیورسٹی علیگڈہ

آفتاب ہاسٹل علیگڈہ

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس
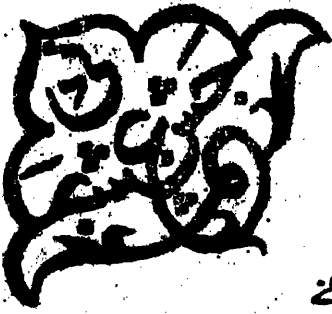
یہ وہ زمانہ ہے کہ سرسید کی تعلیمی تحریک یا ایم اے
او کالج (مدرسۃ العلوم) کے قائم کئے جانے کی تجاویز مکمل
ہو چکی ہیں، عملی تدابیر کا آغاز ہو رہا ہے اور ان کے لئے
پُر جوش اور سرگرم رفقا اور معاونین کی سخت ضرورت ہے لیکن سرسید نے
بلا تامل سر سالار جنگ کی اس خواہش کی تکمیل میں اپنے دست و بازو سید مہدی علی اور منشی مشتاق حسین
پیش کر دیے۔ جن کو جناب ممدوح نے نہایت مسرت کے ساتھ قبول کیا۔

اس کے دو سال بعد یعنی ۱۸۷۵ء میں جب کہ تعلیمی تحریک کا پہلا نتیجہ ایک ابتدائی مدرسہ کی شکل میں ظاہر ہونے والا تھا تو باوجود اس کے کہ حیدر آباد میں رجنسی قائم تھی۔ سر سالار جنگ اول نے ایم، اے، او کالج فنڈ کمیٹی کو دولت آصفیہ کے خزانہ عامرہ سے دس ہزار روپیہ نقد اور تین ہزار چھ سو روپیہ سال کا یومیہ عطا کیا، اور ساتھ ہی جیب خاص سے تیرہ ہزار نقد اور اپنی موروثی جاگیر میں سے بارہ سو روپیہ سال بطور یومیہ مقرر ہوئے۔

آج سے ساٹھ سال قبل جب کہ حقیقۃً آنے اور پائی بھی اشرفی اور روپیہ کے برابر تھے۔ اس امداد نے جو اس وقت کے عطیات میں سب سے گرانقدر تھی اراکین مجلس خزینۃ البضاعت یعنی کالج فنڈ کمیٹی کی ہمتیں بڑھا دیں اور مدرسۃ العلوم کی ابتدائی تجاویز کی کامیابی کے حق میں ابر رحمت بن گئی۔

اجرش دہد خدائے کہ کردہ است یاوری　　　باآں کساں کہ ناصر و یاور نداشتند

کمیٹی کے ممبروں نے اظہار شکر گزاری اور اس احسان کی یاد تازہ و قائم رکھنے کے لئے دار النوادر نظامیہ (نظام میوزیم) تعمیر کیے جانے کی تجویز کر کے اس مبارک تسمیہ کی باقاعدہ اجازت حاصل کی۔

۱۸۷۷ء میں دربار قیصری کے موقع پر جب کہ (غفران مکاں) اعلیحضرت آصف جاہ سادس نے گیارہ سال کی عمر میں بمقام دہلی نزول اجلال فرمایا تو اراکین مجلس نے بارگاہ خسروی میں حاضر ہو کر ایک سپاسنامہ پیش کیا اور نہایت حوصلہ افزا جواب سے سرفراز ہوئے۔

اس کے بعد ۱۸۸۲ء میں سر سالار جنگ اول نے اثناء سفر میں پرائیوٹ طور پر چند گھنٹہ علی گڈھ میں قیام کر کے جب سرسید کی ہشت سالہ مساعی یعنی مدرسۃ العلوم کو عملی شکل میں ملاحظہ کیا اور اس کی ضرورتیں معلوم کیں تو یومیہ میں دو ہزار چار سو روپیہ سال کا اضافہ فرمایا۔

اب وہ مبارک وقت آیا کہ (غفران مکاں) اعلیحضرت آصف جاہ سادس نے عنان حکومت و سلطنت اپنے ید قدرت میں لی اور ۱۸۸۵ء میں عماد السلطنت سالار جنگ ثانی مدار المہام سرکار عالی نے کالج کا باضابطہ معائنہ کرنے کے بعد تین ہزار روپیہ سالانہ کی سفارش کی جو بارگاہ خسروی سے منظور ہوئی۔ چند ہی سال بعد ۱۸۸۸ء میں نواب سر آسمان جاہ نے کالج کا پرائیوٹ معائنہ کرنے کے بعد بمنظوری خسروی یہ امداد بارہ ہزار روپیہ سالانہ تک پہنچا دی۔

ابھی تک یہ امدادیں دولت آصفیہ کے وزرائے عظام کی وساطت سے منظور و مقرر ہوئی تھیں لیکن ۱۸۹۱ء میں خود سرسید نے

ایک وفد کے ساتھ (غفراں مکاں) اعلیٰحضرت کی بارگاہ اقدس میں شرف یاب ہوکر اڈریس میں کالج کی روز افزوں ضرورتیں گذارش کیں اور نہایت پُر امید و حوصلہ افزا جواب سے مشرف ہوئے اور دوسرے ہی دن نواب سر آسمانجاہ نے سر سید کو اطلاع دی کہ:-

"ہز ہائی نس نے ازراہ مہربانی اس ماہواری عطیہ کو جو کالج کو ملتا تھا۔ انگریزی سکہ ایک ہزار روپیہ سے انگریزی سکہ دو ہزار روپیہ تک اس تاریخ سے جبکہ اڈریس مذکور ہز ہائی نس کی خدمت میں پیش کی گئی اضافہ فرمایا ہے اور اس عطیہ کا روپیہ انگریزی سکہ دو ہزار روپیہ ماہواری کی شرح سے ادا کیا جاوے گا۔

نواب محسن الملک کو ہدایت کی جاوے گی کہ اس اضافہ شدہ عطیہ کی بابت ایک سند اس سند کے مطابق مرتب کریں جو سابق میں جاری کی گئی تھی۔"

یہ امداد دیسیہ گورنمنٹ کی امداد معینہ سے بھی تقریباً المضاعف تھی، ان فیاضانہ اور شاہانہ توجہات نے ایم، اے، او، کالج کو برٹش انڈیا کے تعلیمی انسٹیٹیوشنوں کا ہم پلہ بنادیا۔

بعد ازیں سنہ ۱۹۱۰ء میں مسلم یونیورسٹی کی تحریک شروع کی گئی جو کمیٹی کا اولین مطمح نظر تھا اور جب اعلیٰحضرت کے حضور اقدس میں اس کی امداد کے لئے عرضداشت پیش ہوئی تو نہایت توجہ و الطاف کے ساتھ گرانقدر امداد کا وعدہ فرمایا۔

ہنوز عملی کام کی نوبت نہ آئی تھی کہ سنہ ۱۹۱۱ء میں "اعلیٰحضرت سلطان العلوم محی الملۃ والدین ہز اگزالٹڈ ہائی نس سپہ سالار مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ نواب میر عثمان علیخاں بہادر فتح جنگ، جی، سی، آئی، ای، جی، سی، بی یار وفادار سلطنت برطانیہ، والی حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ" تخت دکن پر جلوہ افروز ہوئے اور بندگان عالی نے ایم، اے، او کالج اور اپنی غریب قوم پر اپنے الطاف و اکرام میں اتنا اضافہ فرمایا کہ وہ اس ادارے کی تاریخ کا سب سے زیادہ درخشاں باب ہوگیا۔ اعلیٰحضرت بندگانعالی سلطان العلوم نے سب سے پہلی فیاضانہ عنایت اس طرح ظاہر فرمائی کہ یونیورسٹی کے مطلوبہ سرمایہ کا تقریباً ایک ربع حصہ یعنی پانچ لاکھ روپیہ نقد عطا فرمایا اور چارٹر ملنے پر بارہ ہزار روپیہ سالانہ کی مزید امداد منظور کی۔

سنہ ۱۹۱۵ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کو ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ کا سرمایہ عطا فرماکر چھ ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمدنی کا ذریعہ مقرر کردیا تاکہ اس مرکزی ادارہ سے قوم کی عام تعلیم کو ترقی حاصل ہو، درحقیقت اس امداد نے کانفرنس کی بنیاد مستحکم کردی۔ اور آج اس کا وجود اسی گرانقدر امداد کی بدولت قائم ہے۔

ابتدائے قیام سے ایم، اے، او کالج کی سرزمین کو جلیل القدر مہمانوں کے استقبال پر ہمیشہ افتخار رہا ہے۔ اس کو ولی عہد برطانیہ

شاہ افغانستان، ہندوستان کے ممتاز والیان ملک، وائسرائے
اور گورنروں کے خیر مقدم کے مواقع حاصل ہوئے ہیں لیکن
۱۹۱۸ء میں ہز اگزالٹڈ ہائی نس سلطان العلوم آصف جاہ
سابع کے استقبال و خیر مقدم میں وہ زبردست وولولہ انگیز خصوصیت تھی کہ
جس سے ہر مسلمان کا قلب باغ باغ اور کالج کی زمین کا ذرہ ذرہ درخشاں ہو گیا۔

آنریری سکرٹری نواب محمد اسحاق خاں نے دہلی حاضر ہو کر بندگان عالی سے مدرسۃ العلوم کے ملاحظہ کی درخواست کی جس کو شرف قبولیت حاصل ہوا۔ اور ۲۹/ جنوری کو بندگان عالی نے سہ پہر کے وقت اسپشل ٹرین کے ذریعہ نزول اجلال فرمایا شاہزادگان اور شاہزادی بلند اقبال اور چند مقربان خاص ہمرکاب تھے۔ اسٹیشن پر پریسیڈنٹ ٹرسٹیز کمیٹی (نواب میر فیاض علیخاں) آنریری سکرٹری (نواب محمد اسحاق خاں) اور ٹرسٹیز، و پرنسپل کالج نے خیر مقدم کیا۔ اور بندگان عالی نے ٹرسٹیوں کی نذریں قبول فرمائیں۔

اسٹیشن سے نونہالان کالج کے رائڈنگ اسکوٹ کی معیت میں موکب شہریاری نے کالج کے احاطہ میں نزول اجلال فرمایا۔

بندگان عالی نے اول انگلش ہاؤس کا معائنہ کیا جہاں مختلف کلاسوں کے حیدر آبادی طلبا جمع تھے، جنہوں نے بندگان عالی کی وفادار رعایا اور آپکی مادر علمی کے فرزند کی حیثیت سے سپاسنامے اور قصائد پیش کئے، بندگان عالی بھی اپنی عزیز رعایا کے ان نونہالوں کو دیکھ کر ان کے جذبات عقیدت وسعادت سے نہایت محظوظ ومتاثر ہوئے۔

اس کے بعد منٹو سرکل سلطان جہاں منزل (صدر دفتر کانفرنس)، بکڈائل ہاؤس، ممتاز ہاؤس، اور ظہور وارڈ کو ملاحظہ فرماتے ہوئے سٹڈنس یونین کلب کے رام پور حامد ہال میں جلوہ افروز ہوئے اور تھوڑی دیر توقف فرما کر یونین کلب کمیٹی اور انجمن الفرض کے ایڈریس قبول فرمائے۔ پھر لٹن لائبریری تشریف لائے جہاں اسٹاف نے خیر مقدم کیا۔ اور بندگان عالی نے کالج کی وزیٹر بک پر دستخط ثبت فرمائے۔ سائنس لیباریٹری میں جو قریب ہی تھی کچھ دیر سائنس کے چند تجربات بھی ملاحظہ کئے۔

اس کے بعد اسٹریچی ہال میں رونق افروز ہوئے۔ جہاں تمام طلبا، اسٹاف کے ممبر، ٹرسٹیز و دور ونزدیک کے مہمان چشم براہ تھے۔ بندگان عالی کرسی پر متمکن ہوگئے تو سپاسنامہ پیش ہوا جس میں ذات شاہانہ کی برکات وفیوض اور دولت آصفیہ کے احسانات عظیم کا تذکرہ تھا اور "ہز اگزالٹڈ" کا ممتاز خطاب حاصل ہونے پر تہنیت پیش کی گئی تھی۔

ایڈریس کے ختم ہونے پر بندگان عالی نے برجستہ جواب ارشاد فرمایا۔

آپ صاحبوں نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں، مجھے اپنے ابنائے جنس
سے مل کر اور اپنی قومی درسگاہ کو دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ آپ
سب میرے ابنائے جنس بلکہ کرم فرما ہیں، خطاب کی
مبارک باد کے جواب میں صرف اتنا کہنا

چاہتا ہوں کہ ع
احسانِ دوست در حقِ من بے نہایت است

بندگان عالی کا یہ مختصر جواب حقیقتاً ایک جہانِ معنی، قومی رواداری اور مساوات کا نمونہ اور امیدوں کا جلوہ طراز تھا جس سے تمام حاضرین کے دل مسرت و امید سے لبریز ہو گئے۔ نوازش و نمایش کے اسی ہمہمۂ کامرانی میں آنریری سکریٹری کالج نے بحکم بندگان عالی یہ اعلان کیا کہ "بارگاہ خسروی سے ایک ہزار روپیہ سالانہ تعلیم عربی کے لئے اور پچاس ہزار روپیہ کچی بارگ کے پختہ کئے جانے کے لئے منظور ہوا ہے اور اعلیحضرت خسرو دکن کی مسلمہ و موروثی شاہانہ فیاضی اسی قدر پر بس نہیں کرتی بلکہ آئندہ کے لئے حدلانہایت تک اپنی پس افتادہ و درماندہ قوم کو متوقع کرتی ہے"۔

اعلان کے الفاظ ختم ہوتے ہی تمام ہال طنطنۂ مسرت سے گونج اٹھا عقیدت و شکرگزاری کی فضا محیط ہو گئی، سرسید، محسن الملک، اور وقار الملک کی ارواح طیبات نغمہ سرا و سامعہ نواز ہوئیں۔

ایں کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب ... این کہ بینی نتائج سحر است کار کلی ہنوز در قدر است

اس ہنگامۂ امتنان و شادمانی میں اسٹریچی ہال سے بندگان عالی معائنہ مسجد کے لئے تشریف لے گئے جہاں شعبۂ دینیات کے سکریٹری اور ناظم و قاری صاحبان، نے استقبال کیا مسجد کی زیب و زینت اور اس کا نقشہ بہت پسند فرمایا۔

پھر ٹرسٹیز کی درخواست پر گروپ فوٹو کے لئے نظام میوزیم کے سامنے جلوس فرمایا اور پھر اندر تشریف لائے اور چند ممتاز اصحاب کو شرف باریابی عطا فرمایا۔ یہاں اعلیحضرت نے (غفران مکاں) آصف جاہ سادس کا قد آدم فوٹو ملاحظہ کر کے اپنا فوٹو بھی عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اور خود ہی اس کے لئے جگہ بھی تجویز فرمادی۔

اس کے بعد اسٹیشن کو مراجعت فرماتے ہوئے اولڈ بوائز لاج میں وزیٹر بک پر دستخط ثبت فرمائے۔ اور شب کے پونے آٹھ بجے جانب بمبئی نہضت افروز ہوئے۔

اعلیحضرت بندگان عالی نے مولانا حقی بغدادی کو اور دینیات کے اسٹاف میں سے ان صاحبوں کو جو مسجد میں شریک خیر مقدم تھے پان پان سو روپے عطا کئے اور بالطاف خسروانہ آنریری سکرٹری صاحب کو ہدایت کی کہ کم از کم سال میں ایک مرتبہ حاضر بارگاہ ہوتے رہیں۔ کالج کے گریجویٹوں کی درخواستیں افواج شاہی کے کمیشنڈ عہدوں کے لئے طلب فرمائیں، کچی بارگ کو پختہ ہو جانے کے بعد عثمانیہ ہاسٹل سے موسوم کرنے کی اجازت عطا کی۔ اور کچھ عرصہ بعد حسب منشاء و ایمائے خسروی امرائے پائیگاہ کے آٹھ صاحبزادے تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے کالج میں داخل ہوئے۔

یونیورسٹی کی تاسیس کے بعد یومیہ معینہ میں بارہ ہزار روپیہ سالانہ کا اضافہ فرما کر، ۲۷ ہزار تک مقدار پہنچادی۔

سنہ ۱۹۲۹ء میں بسلسلہ انتظامات جدیدہ جب وائس چانسلر کے عہدے پر کورٹ نے ڈاکٹر نواب سر مسعود جنگ کا
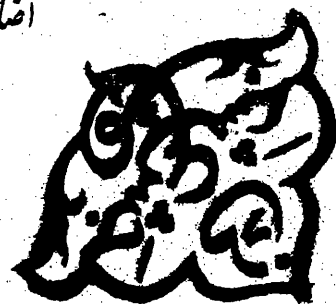
انتخاب کیا تو عین اُسی زمانہ میں اعلحضرت بندگان عالی نے دوبارہ
دولت آصفیہ کی خدمات کے لئے ان کا تقرر منظور فرمایا تھا۔
لیکن مسلم یونیورسٹی کی ضروریات کو مقدم تصور فرما کر نواب صاحب موصوف کو
وائس چانسلر کے فرائض ادا کرنے کی اجازت دی۔

عرصہ سے یونیورسٹی بجٹ میں خسارہ رہتا تھا اور ترقی تو کجا یونیورسٹی کا معمولی حالت پر قائم رہنا بھی مشکل تھا، اراکین یونیورسٹی پر مایوسی چھائی ہوئی تھی، نواب سر مسعود جنگ نے بندگان عالی میں حاضر ہوکر تمام مشکلات عرض کیں، نتیجہ میں دس لاکھ نقد مرحمت ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سال کی مزید امداد عطا ہوئی۔ ان عطایا نے تمام مشکلیں حل کردیں اور پریشانی و مایوسی مسرت اور امیدوں سے مبدل ہوگئی۔

۱۹۳۵ء میں جب قوم نے چانسلر شپ منظور فرمائے جانے کی درخواست کی تو باوجودیکہ ذات شاہانہ ایسے عہدوں سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے لیکن محض قومی دلجوئی کی خاطر قوم کی درخواست منظور فرمائی گئی اور اب قانونی طور پر یونیورسٹی بندگان عالی سلطان العلوم کے ظل عاطفت میں آگئی۔ سے

"ز قدر و قیمت سلطاں نگشت چیزے کم کلاہ گوشۂ ملت بہ آفتاب رسید"

بندگان عالی کی یہ نوازش ہائے خسروانہ صرف ایم، اے، او، کالج یا یونیورسٹی تک محدود نہیں رہیں بلکہ علیگڈھ تحریک کے دوسرے ادارے بھی ابر کرم سے سیراب ہوتے ہیں۔

زنانہ انٹر کالج کو اٹھارہ سو روپیہ دربار خسروی سے عطا ہوتا ہے اور اسی طرح آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس کو بارہ سو روپیہ سال کی امداد مرحمت ہوئی ہے۔ ان عطیات کے علاوہ جب ۱۹۱۴ء میں نواب محمد اسحاق خاں آنریری سکرٹری نے حضرت امیر خسرو کے کلام کی اشاعت کے لئے خسرو فنڈ قائم کیا تو اعلحضرت بندگان عالی نے اس کی سرپرستی فرمائی اور پندرہ ہزار روپیہ عطا کیا۔

غرض علیگڈھ تحریک کی تمام تر آبیاری، نشو و نما، اور بہار دولت آصفیہ اعلحضرت بندگان عالی سلطان العلوم کے سحاب سخا اور بحر کرم سے ہے۔

۱۸۷۵ء سے آج ۱۹۳۶ء تک یعنی ۶۲ سال کے عرصہ میں امراء و عہدہ داران دولت آصفیہ نے بھی ہر موقع پر اس تعلیمی تحریک کی معاونت کی۔ سر سالار جنگ اول کی ذاتی امداد کے علاوہ نواب سر آسماں جاہ نے متعدد مرتبہ گراں قدر عطیات دیے اور جب تک کالج یونیورسٹی کے درجہ تک نہیں پہنچا تھا تمام مدار المہامان سلطنت نے اس کی وزیٹر شپ قبول کی اور سرکاری و غیر سرکاری طور پر معائنہ فرما کر حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ ۱۸۸۲ء میں نواب سر سالار جنگ اول، ۱۸۸۴ء میں نواب عماد السلطنت سالار جنگ ثانی، ۱۸۸۷ء میں نواب سر آسماں جاہ، ۱۸۹۵ء میں نواب سر وقار الامراء تشریف لائے۔ موید الملک سر علی امام کو تو مدت ہائے مدید سے قریبی تعلق تھا۔ البتہ سر یمین السلطنت مہاراجہ بہادر کا ہنوز انتظار ہے۔

مدار المہامان دولت آصفیہ کے علاوہ حیدر آباد کے اکثر عہدہ داروں اور تقریباً ہر طبقہ کے اصحاب نے مختلف صورتوں اور ضرورتوں میں

کم و بیش ہر قسم کی مالی و اخلاقی معاونت کی۔ ایک زمانہ تھا کہ جب پرائیوٹ وظیفوں اور اسکالرشپوں کی سخت ضرورت رہتی تھی۔ تو اس وقت حیدرآباد کے اکثر عہدہ داروں اور امیروں نے اس ضرورت کو فیاضی سے پورا کیا۔ اور اب بھی شاید ہی کوئی سال ایسا ہو کہ اس قسم کی کافی مدد نہ ملتی ہو۔ ایسے عہدہ داروں میں جن کی اخلاقی امداد اور صلاح و مشورہ سے بہت کچھ فائدے حاصل ہوئے اور مختلف مدات میں ان کی جیب خاص سے بھی ہر موقع پر زبردست مالی امداد ملتی رہی نواب عماد الملک مرحوم کا نام ہمیشہ احسان مندی کے ساتھ علیگڈھ تحریک کی تاریخ میں روشن رہیگا۔

سرسید کے بعد جب کہ کالج ایک نہایت نازک دور سے گذر رہا تھا اور تمام قوم میں انتشار برپا تھا حتیٰ کہ حکومت ہند بھی متردد تھی، اس وقت تمام امیدیں صرف دولت آصفیہ کے مشہور وظیفہ یاب معتمد نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی کی ذات سے وابستہ تھیں اور بلاشبہ انہوں نے ان مشکلات کا بڑی کامیابی سے مقابلہ کر کے کالج کو قابل رشک اوج و عروج پر پہنچا دیا ان کے بعد یہ بار دوسرے وظیفہ یاب ممتاز معتمد نواب وقار الملک منشی مشتاق حسین کے شانوں پر رکھا گیا اور اُن کی سکرٹری شپ کے زمانہ میں کالج تمام قوم کا مرکز امید بن گیا، یونیورسٹی کی تحریک شروع ہوئی اور ۱۸۷۲ء کے خواب کی تعبیر کا آغاز ہوا۔ سرمایہ مطلوبہ فراہم ہو گیا، اور قیام یونیورسٹی کی ابتدائی منزلیں طے ہو گئیں۔

یونیورسٹی کے معرض وجود میں آنے کے بعد ۱۹۲۹ء میں بعض پیچیدگیاں نمودار ہوئیں۔ اس وقت بھی دولت آصفیہ کے ہی وظیفہ یاب عہدہ دار نواب سر مسعود جنگ نے ان کو حل کیا۔ اور امرائے سلطنت، یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر، نواب لطف الدولہ بہادر، اور نواب معین الدولہ بہادر نے بھی دس دس ہزار کی گرانقدر امدادیں عطا فرمائیں۔

یوں تو یونیورسٹی کی زمین کے چپہ چپہ پر یادگاریں قائم ہیں لیکن بحیثیت مجموعی سب سے زیادہ یادگاریں دولت آصفیہ سے ہی نسبت رکھتی ہیں۔ ان میں:۔

(۱) پہلی یادگار نظام میوزیم ہے۔ اس یادگار کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تعمیر کا تمام روپیہ ۱۸۹۱ء میں اہل دکن نے پیش کیا اور جہاں تک کہ عام پبلک کا تعلق ہے ورنگل کے جاگیرداروں اور باشندوں نے زیادہ حصہ لیا۔

(۲) دوسری یادگار ایک لیکچر ہال ہے جو نواب سر آسمان جاہ نے اپنے عم محترم نواب شمس الامرا کی یادگار میں دس ہزار روپیہ کے عطیہ سے تعمیر کرایا۔

(۳) تیسری یادگار سالار منزل ہے جو سر سالار جنگ اول کی تشریف آوری کی خوشی اور ان کی عنایتوں کی یادگار میں عام چندہ سے تعمیر ہوئی۔

(۴) چوتھی یادگار آسمان منزل ہے جس کی تعمیر کا سرمایہ اہل حیدرآباد نے مہیا کیا۔

(۵، ۶) پانچویں اور چھٹی یادگاریں مہدی منزل اور مشتاق منزل ہیں جو نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک کے ان احسانات کے شکریوں میں تعمیر ہوئیں جو ان دونوں محترم اصحاب نے خدمات حیدرآباد کے زمانہ میں اس ادارہ پر ارزانی فرمائے تھے۔

بترتیب محمد فاضل

ان سب یادگاروں کی بنیادیں خود بانی کالج نے رکھی تھیں جو مختلف زمانوں میں مکمل ہوئیں۔

(۷) ساتویں یادگار عثمانیہ ہاسٹل، ایک خوشنما دو منزلہ عمارت ہے، جو یونیورسٹی کے زمانہ میں تعمیر ہوئی ہے۔

(۸) آٹھویں یادگار کرکٹ لان پر ایک شاندار نو تعمیر پویلین ہے جو نواب معین الدولہ کے دوسرے مخصوص عطیہ سہ ہزار روپیہ سے تعمیر ہوا ہے۔ عمارتی یادگاروں کے علاوہ بندگان عالی اعلیحضرت کے گرانقدر عطیہ کی آمدنی سے سائنس کی چیر قایم کی گئی ہے جو نظام پروفیسر کے نام سے موسوم ہے۔ مذکورہ بالا مستقل یادگاروں کے علاوہ اور بھی عمارتوں کی تعمیر میں امرائے حیدرآباد کی فیاضی شامل ہے۔

ان احسانات بیکراں کے سلسلہ میں ایک اور احسان بھی ہے جس کو نہایت شکرگزاری سے بیان کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ علاوہ ان طلبا کے جو دولت آصفیہ کی رعایا اور دکن کے باشندے تھے نظام گورنمنٹ نے ابتداء سے کالج کے طلبا کو ملکی و فوجی خدمات پر مامور فرمایا اور اس طرح کالج کی تعلیم و تربیت سے بہرہ مند بہترین و منتخب نوجوانوں کو حکومت نظام کی خدمات سے برومند ہونے کا موقع دیا گیا اور انھوں نے نمایاں خدمات انجام دیکر وظیفے حاصل کئے۔

آج بھی کالج کے اکثر طلبا جن کے نام کے ساتھ علیگ کا افتخار آمیز لقب شامل ہے اور جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے نظام گورنمنٹ کے متعدد اور ممتاز عہدوں پر مامور ہیں۔ جن میں نواب مہدی یار جنگ، نواب فخر یار جنگ، نواب صمد یار جنگ بہادر، نواب ناظر یار جنگ بہادر، نواب حمت یار جنگ بہادر، برگیڈیر نواب قادر یار جنگ بہادر اور مولوی عبدالحق صاحب (پروفیسر جامعہ عثمانیہ) کے اسمائے گرامی نہایت ممتاز ہیں۔

اگرچہ یہ ادارہ مسلمانوں کی مخصوص ضروریات تعلیم و تربیت کے لئے قائم ہوا لیکن اس کا دروازہ ہر قوم و ملت کے لئے کشادہ ہے۔ افتتاح مدرسہ سے آج تک اس کے ڈے اسکالرز اور بورڈرز میں برادران ہنود کی معقول تعداد رہی ہے جن میں حیدرآبادی طلبا کا کافی تناسب نظر آتا ہے۔ اور شکرگزاری کے ساتھ یہ امر بھی قابل اظہار ہے کہ دولت آصفیہ کے ہندو امرا و عہدہ داروں نے بھی وقتاً فوقتاً مختلف مواقع پر اپنے عطیات و توجہات سے ممنون فرمایا۔ ؎

الغرض جملہ سرو سامان ما
پرتو انوار آصف جاہی است

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں بحیثیت چانسلر ورود شاہانہ

بہ ضمن سفر دہلی بوقت مراجعت ۲۷۔ ذیحجہ ۱۳۵۷ھ کو حضرت اقدس و اعلےٰ نے معہ خاندان شاہی بحیثیت چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں نزول اجلال فرمایا۔ اعلیحضرت کا یہاں یہ دن بہت مصروفیتوں میں گذرا یعنی رفقاء و طلباء جامعہ نے اپنے تاجدار چانسلر کی خدمت میں سپاسنامے پیش کیے اعلیحضرت نے بصیرت افروز جوابی تقریریں فرمائیں۔ اور چانسلر کی حیثیت سے حضور پرنور نے ہر ولعزیز وائسرائے لارڈ ولنگڈن بہادر کو ڈاکٹر آف لا یعنی ایل ایل ڈی کی ڈگری اپنے دست خاص سے عطا فرمائی جسکو وائسرائے بہادر نے نہایت انکسار کے ساتھ کھڑے ہوکر قبول و حاصل فرمایا علیگڈھ یونیورسٹی ہندوستان اور دکن کیلئے یہ ایک تاریخی یادگار دن تھا جو پہلی مرتبہ ایک وائسرائے کو ڈگری دی گئی

اسیطرح ضیافتوں اور دیگر مصروفیات کے بعد ۲۸۔ ذیحجہ سنہ الیہ کی شام کو علیگڈھ سے مراجعت شاہانہ بجانب دارالسلطنت حیدرآباد دکن عمل میں آئی فقط

مرتبہ محمد فاضل

عہد عثمانی کے سکے اور نوٹ

(اور)
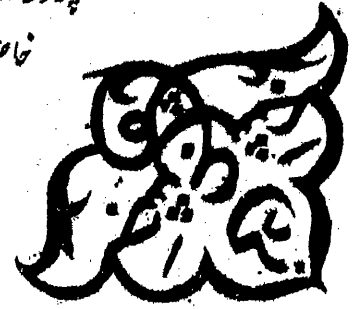
سلطنت آصفیہ کے سکوں کی مختصر تاریخ

خود مختار سلطنتوں کے باب میں سیاستداں ماہرین سلطنت جانتے ہیں کہ سکے اور نوٹ کی ترویج۔ سیاسی ارتقاء یافتہ مستحکم و غیر متزلزل۔ خود مختار سلطنتوں کے لوازمات سے ہے بفضلہ حکومت آصفیہ اپنی خود مختار قلمرو میں اپنے سکے اور نوٹ خود چلاتی ہے۔ یہ خصوصیت ہندوستان کی دوسری کسی ریاست کو حاصل نہیں۔ جو اس ریاست کا طغرائے امتیاز ہے۔ تواریخ قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت ہندوستان میں شہنشاہ دہلی کے سکے رائج تھے۔ اس وقت دکن میں مختلف ٹکسالوں کے سکے مروج تھے۔ جس کو مختلف ٹھیکہ دار بنایا کرتے تھے جیسے پستن شاہی (بنام تعہد دار برار) گوبند بخش (بنام مدار المہام حیدر آباد) بہادر شاہی اکبری۔ عالمگیری۔ شاہ جہانی۔ سکندر چلنی۔ ناصر چلنی۔ اس کے علاوہ مختلف علامات کے بھی سکے مختلف مقامات پر چلتے تھے۔ یعنی سرتی سکہ۔ طرہ۔ توکا۔ زری سکہ۔ ترآل۔ صورتی۔ چہرہ شاہی۔ کلمہ۔ اکبری۔ تتنھنی۔ ترسولی۔ دوڈنڈی۔ چیل ناری۔ ذو الفقاری وغیرہ

سنہ ۱۸۵۷ء م سنہ ۱۲۷۵ھ کے غدر دہلی کے بعد جبکہ شہنشاہیت دہلی کا آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت آصفجاہ نظام الملک بہادر نے سکوں کا نقش تبدیل کرکے۔ ایک رخ اپنا نام اور دوسرے رخ پر جلوس میمنت مانوس ضرب فرخندہ بنیاد۔ حیدر آباد منقوش کرایا۔ جس کو سکۂ حالی سے موسوم کیا گیا۔ حیدر آباد کے محلہ سلطان شاہی میں دار الضرب قائم تھا۔ جہاں قدیم آلات سے پرانے طرز پر کام ہوا کرتا تھا۔ اور یہ عمل بھی جاری تھا کہ عوام چاندی۔ سونا۔ تانبا داخل کرکے سکے بنوا لیتے تھے سنہ ۱۲۶۵ف میں دار الضرب کا باضابطہ قیام عمل میں آیا۔ سنہ ۱۳۰۲ف میں مشین نصب کئے گئے سنہ ۱۳۱۳ف میں سکہ کا ایک جدید مجوزہ نمونہ پاس کیا گیا۔ سنہ ۱۲۹۱ھ سے سکہ چلنی مسدود ہوا۔ صرف سکہ حالی کی داد و ستد کا عمل رہا۔ ۱۴ ذیحجہ سنہ ۱۳۱۲ کو سکہ حالی کے عوض سکہ چرخی منتقلہ مقام دار الضرب موعودہ دار الشفاء

مرتبہ محمد فاضل
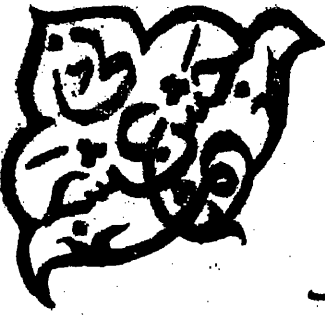
ڈھلنے لگا۔ ۲ر جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۲ھ کو یہاں سے منتقل ہو کر حال مقام دار الضرب موقوعہ کنارہ تالاب حسین ساگر بننے لگا مبارک عہد عثمانی میں دار الضرب کو اس قدر وسعت و ترقی دی گئی کہ جس کا تفصیلی اظہار بجائے خود ایک ضخیم جلد کی حاجت رکھتا ہے۔ عہد عثمانی میں سکہ محبوبیہ کا محبوب نقش بحال رکھکر عثمانیہ سکے اور نوٹ رائج ہوئے۔ اعلیٰحضرت نے سکہ محبوبیہ اور سکہ عثمانیہ دونوں کی یکساں ترویج قرار دی۔ جو رائج الوقت ہیں اس وقت سکہ مروجہ کی خاص و عام زبان سکہ عثمانیہ ہے سکہ محبوبیہ کو بھی سکہ ع کہا جاتا ہے۔

عثمانیہ سکے اور نوٹ مروجہ قلمرو سلطنت آصفیہ کی تفصیل

(۱) یک پائی (مسی) جس کو ادھیلی کہتے ہیں۔
(۲) دو پائی (") " پیسہ کہتے ہیں۔
(۳) نیم آنہ یا چھ پائی (") " ٹکا پیسہ یا آدھ آنہ "
(۴) یک آنہ (نکل) " انی "
(۵) دو آنہ (نقرئی) " دوانی "
(۶) چہار آنہ (") " چوانی "
(۷) ہشت آنہ (") " اٹھنی "
(۸) یک روپیہ (") " روپیہ "

اشرفیاں (طلائی)

(۱) مسدس اشرفی
(۲) ربع اشرفی
(۳) نیم اشرفی
(۴) اشرفی

سکہ قرطاس یعنی کرنسی نوٹ

(۱) نوٹ پانچ روپیہ سکہ ع
(۲) نوٹ دس روپیہ سکہ ع
(۳) نوٹ یکصد روپیہ سکہ ع
(۴) نوٹ یکہزار روپیہ سکہ ع

پرامیسری نوٹس وغیرہ بھی رائج ہیں۔
ایک روپیہ کا نوٹ بھی عہد ہمایوں میں جاری ہوا تھا۔ کچھ عرصہ چلن کے بعد حکومت سرکار عالی اس کو مسدود کر دیا۔

نوٹ۔ غیر ممالک کے لوگ حیدرآباد کے سکہ اور نوٹ کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بالعموم سکہ کو کلدار روپیہ کہتے ہیں۔ فرط عقیدت و محبت میں ان کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ دو چند سکہ کلدار سے تبادلہ کے ساتھ حصول کے لئے آرزو مند نظر آتے ہیں۔ اور یہ مشاہدہ ہے۔

موجودہ سکہ کے سیدھے رخ پر بلدہ کی مشہور عمارت چارمینار کے نقش کیا تھا نظام الملک آصفجاہ بہادر بخط طغرا سکہ ہے۔ مینار کی کمان میں ع یا م فرمانرواؤں کے اسماء گرامی کے ابتدائی حروف مندرج ہیں ع سے عثمانیہ اور م سے محبوبیہ مراد ہے۔ سکہ کے دوسرے رخ پر ضرب فرخندہ بنیاد حیدرآباد جلوس میمنت مانوس اور درمیان میں یک روپیہ منقوش ہے۔

ٹپہ سرکار عالی

ٹپہ ریاست حیدرآباد کی عظیم الشان امتیازی خصوصیات سے ہے۔ جو ہندوستان کی کسی دیسی ریاست کو نصیب نہیں۔

مرتبہ محمد فاضل
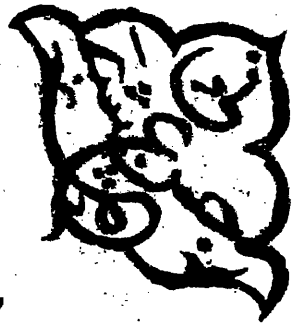
زمانہ سلف میں ٹپہ کا کام ٹھیکوں پر انجام پایا کرتا تھا۔ یہ عمل بحکم حضور پر نور یکم ربیع المنور ۱۳۲۵ھ سے اٹھا دیا گیا ملک کی ضلع بندی کے بعد اس کے اصلاحی نظم و نسق کی جانب پوری توجہ مبذول کی گئی۔ اور ایک خاص سررشتہ ٹپہ ۱۸۶۹ء میں قائم ہوا ۱۹۱۲ء میں (۴۱۳) ٹپہ خانہ مقرر کئے گئے۔ ۱۹۲۲ء میں ان کی تعداد (۶۹۴) تک پہونچی۔ اور آمدنی میں بھی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ یعنی (۴۸۱۳۶۴) روپیہ ہوگئی۔ ۱۳۴۳ف کے مزانیہ سے ظاہر ہے کہ (۲۷۳۴۲‏۱۱۵) روپے معتدبہ مستقل آمدنی کا معیار رہا۔ یہ بیش بہا ترقی محض اعلیحضرت کے فیوض و برکات اور قابل رشک خوشگوار نظم و نسق کا مستحکم و بہبود نتیجہ ہے۔ اس باب میں ارباب سررشتہ ٹپہ لائق ستائش ہیں۔ جن کی مستعدانہ بہترین کارگزاری اور بروقت اصلاحی امور کے شغف نے سررشتہ ٹپہ کی مقبولیت کو عوام سے خراج تحسین کا مستحق بنایا۔ ملک سرکار عالی کے سررشتہ ٹپہ کے بہترین آئین طریقہ انتظام سے متعلق نہ صرف اہل ملک رطب اللسان ہیں بلکہ غیر ملک والوں نے بھی تمام ہندوستان کے ٹپہ کے انتظامات پر یہاں کے انتظام کو ترجیح دی ہے۔

سلور جوبلی ٹکٹ ٹپہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی سلور جوبلی کی مسرت میں سررشتہ ٹپہ نے مخصوص جوبلی ٹکٹ ٹپہ اور لفافے جاری فرمایا ہے جو نہایت خوش وضع اور جاذب نظر ہیں۔ جس کو حضور کی پرستار رعایا خواہ ترسیل خط و کتابت کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔ مسرت افزو جذبات و عقیدت کے ساتھ گرویدگی سے خرید رہی ہے۔ جس کا موقتی چلن جشن سیمین کی ایک تاریخی یادگار ہے۔

نظمائے ٹپہ

نشان سلسلہ	نام	عہدہ	تنخواہ	تاریخ تقرر	نشان سلسلہ	نام	عہدہ	تنخواہ	تاریخ تقرر
۱	نواب شہسوار جنگ بہادر	صدر مہتمم	لما۵	نہم رمہر ۱۲۷۹ف	۸	مسٹر ناکس موہن	ناظم ٹپہ	الماڈ	۱۶ ربہمن ۱۳۱۶ف
۲	مسٹر چارلس	؍؍	؍؍	۲۰ رتیر ۱۲۸۱ف	۹	مسٹر رستم جی		الـ[illegible]	
۳	مسٹر ہیری راک	؍؍	؍؍	یکم خورداد ۱۲۸۵ف	۱۰	محمد مظہر الدین خانصاحب		الـ[illegible]	
۴	سید محی الدین علوی صاحب	ناظم ٹپہ	الماڈ	۱۲ رآذر ۱۲۸۷ف	۱۱	سردار نواز جنگ بہادر		[illegible]	
۵	محمد عبدالکریم صاحب	؍؍	الماڈ	یکم مہر ۱۲۹۰ف	۱۲	مسٹر رستم جی		[illegible]	
۶	مسٹر سی لاڈر	؍؍	[illegible]	۹ راردی بہشت ۱۳۰۶ف	۱۳	محمد احمد صاحب		[illegible]	موجود الوقت
۷	محمد صدیق صاحب	؍؍	[illegible]	۱۸ رمہر ۱۳۱۷ف					

مرتبہ محمد فاضل

ٹکٹ رائج الوقت سلطنت آصفیہ حیدرآباد دکن
POST CARD
پوسٹ کارڈ
H.E.H. THE NIZAM'S GOV
حصہ برائے مضمون
WRITING SPACE
ONLY
نقش چاند مینار دولت آباد برنگ زرد

ورکشاپ حیدرآباد کا ایک ہال

ریاست حیدرآباد کے ابواب آمدنی کا یہ پہلا سررشتہ ہے سلطنت کا رقبہ (۸۲۶۹۸) مربع میل میں سے (۲۹۲۶۷۲۰) ایکڑ زمین اس سررشتہ کے تحت ہے جس کی تقسیم دو قسم پر ہے۔ مرہٹواڑی و تلنگانہ جو حسب ذیل مقبوضات کی شکل میں قایم ہیں۔

مقبوضہ سرکار عالی	صرفخاص مبارک پائیگاہ و جاگیرات	انعام و مقطعہ جات
(۲۹۷۰۰۲۹۷۶) ایکڑ	(۲۳۳۴۹۷۸۹) ایکڑ	(۴۷۳۹۵۵) ایکڑ

صرف خاص مبارک پائیگاہ جاگیرات اور انعامی مقطعہ جات کو چھوڑ صرف راست مقبوضات سرکار عالی کے سررشتہ مالگزاری کی سالانہ آمدنی ۳½ کروڑ ہے۔ اور اخراجات اس سررشتہ کے تقریباً ۶۷ لاکھ سالانہ ہیں۔

اعلیحضرت کے دور ہمایوں میں آبپاشی کے ذرائع آمدنی میں ہر طرح فراوانی پیدا کر کے بیشمار اصلاحات کے ذریعہ مالگزاری کی مستقل آمدنی میں اضافہ عمل میں لایا گیا۔ باوجود اس کے کہ یہاں خشکی و تری کے دھارے ہر طرح کم ہیں۔ بوقت جمعبندی رعایا کے ساتھ ہر قسم کی رورعایت کو ملحوظ رکھا جا کر معافیاں دیجاتی ہیں۔ ایک نہیں متعدد بار اعلیحضرت نے کاشتکاروں کو عام طور پر معافیاں دیں۔ عند الضرورت کاشتکاروں کو ہر قسم کی تقاوی دی جاتی ہے۔ ان کے ہر معمولی سے معمولی جائز حقوق کا محافظ کیا جاتا ہے۔ اعلیحضرت کو اپنے ملک کے کاشتکاروں کا خاص خیال رہتا ہے اُن کی ہر آئین فلاح میں اپنی تسکین پاتے ہیں۔ ورنہ نادار۔ غریب و بیکس کاشتکاروں کی ذرا سی بھی آشفتہ حالی کی خبر پا کر رعایا کے مونس و غمخوار اور دل میں درد رکھنے والے شاہ ذیجاہ کا دل مضطرب و بے چین ہو جاتا ہے۔ جب تک کہ اُن کی مشکلات کا حل اور عسرت و درد کے نجات کے اسباب نہیں پا لیتے ہیں۔ یہ ہے وہ شاہی جو محلوں میں رہکر جنگلوں میں عریاں تن اور کمبل پوش رہنے والی دور افتادہ رعایا کی زخم کا مرحم۔ اور ناامیدوں کی آس بن جاتی ہے۔ یہ وسیع محکمہ جس کے تحت علاوہ مالگزاری کے کئی زرخیز سررشتے یعنی جنگلات کروڑگیری۔ آبکاری
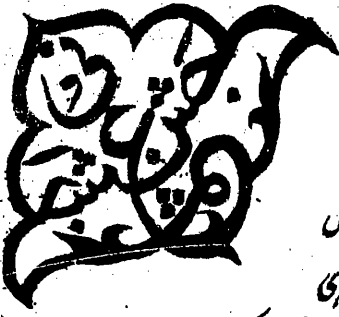
زراعت - تجارت و حرفت - عطیات - بندوبست
و کلکٹری - کورٹ آف وارڈز - کوتوالی - تخمین وغیرہ
ہیں بہ زیر نگین صدر المہام بہادر معتمد مالگزاری کی نگرانی ہیں چنانچہ اس
کے ہر باب کی آمدنی جدا جدا ہے - چونکہ ہم صرف سررشتہ مالگزاری ہی
کے مختصر حالات قلم بند کر رہے ہیں - اس لئے مالگزاری کی آمدنی کا ہی اوپر ہم نے اظہار کیا ہے

محکمہ معتمدی مالگزاری کے تحت ۴ صوبے ۱۶ اضلاع اور ۱۰۴ تعلقات ہیں - صوبہ کے افسر اعلیٰ کو صوبہ دار اور ضلع کے افسر کو تعلقدار اور تعلقہ کے افسر کو تحصیلدار کہتے ہیں - اس طرح (۴) صوبیدار (۱۶) اول تعلقدار اور (۱۰۴) تحصیلدار ہیں نیز جمعبندی افسر کو دوم تعلقدار کہتے ہیں جو اول تعلقدار کے تحت ہوتا ہے -

عہد عثمانی سے پہلے وصولی مالگزاری کے لئے کوئی خاطر خواہ انتظامات تھے - نہ رعایا کی صحیح معنوں میں جیسا کہ چاہئے دادرسی ہوتی تھی اسی طرح کی بہت سی خامیوں کو محسوس فرما کر حضرت اقدس و اعلیٰ نے تخت نشینی کے بعد اس جانب اپنی احساس رس و فیض بخش توجہ مبذول فرمائی - طور و طریق بدلا - اس کا رنگ بدلا - ڈھنگ بدلا - نظم و نسق کو نئی زندگی بخشی - جس کا سبب ہے کہ آج یہ محکمہ مستحکم و مبسوط احکام و ضوابط اور مفید نتائج کی روشنی میں گامزن پھل پھول رہا ہے - رعایا خوش حالات و فضا موافق اور تمام انتظامات آئین عثمانیہ کے زرین نقش و نگار ہیں -

سررشتہ جنگلات سرکار عالی

یہ سررشتہ ۱۸۶۷ء میں سب سے پہلے نواب سالار جنگ بہادر کے عہد وزارت میں قائم ہوا سنہ ۱۹۱۲ء میں اس کے تحت (۲۴۴۱۲) مربع میل رقبہ تھا - اور آمدنی (۸۱۳۰۶۷) روپیے تھی سنہ ۱۹۲۲ء کے بعد سے اصلاحات کا دور دورہ شروع ہوا آمدنی ترقی کرکے (۹۵۸۷۰۸) روپے ہوگئی سنہ ۱۳۴۳ف کی آمدنی (۱۳۱۲۴۲۱) رہی ہے اس محکمہ کے ناظم نواب حامد یار جنگ بہادر ہیں - جن کے زیر قیادت ہر آئینہ ترقی و اصلاحیں ہوئیں - اور سرعت کے ساتھ اصلاحات و ترقیوں کا سلسلہ جاری ہے اس محکمہ کے تحت دو نائب نظامت حلقہ شرقی و غربی ہیں - اور اضلاع پر بہ تعلق سررشتہ جنگلات - سمت واری فائز نظامت جنگلات ہیں - یہ سررشتہ ریاستی مالیہ کے مدات آمدنی کے دوسرے زینہ پر ہے -

جنگلات اور دکن
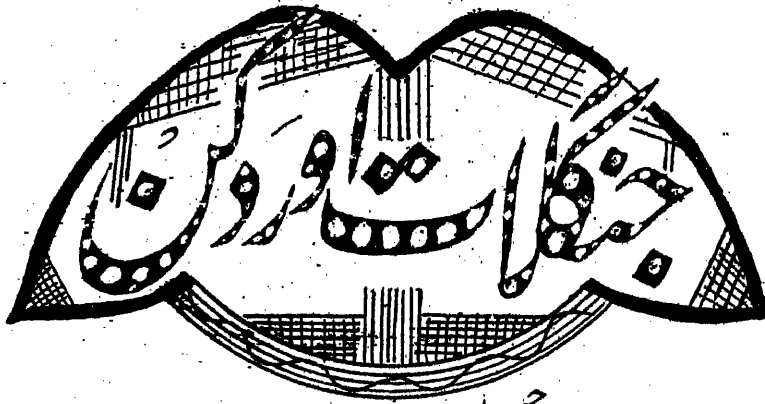
از نواب سید جلال الدین حسن صاحب بی۔ ایس۔ سی (ویلز) ایف۔ آر۔ ایچ۔ ایس (لندن)
پرسنل مددگار ناظم جنگلات سرکار عالی

ع۔ چو مشک است بے قیمت اندر ختن

(؞؞؞)

ناتجربہ کاری کا بھلا ہو کہ فوائد صحرا سے عدم واقفیت اور مقاصد پرورش صحرا سے عام بے اعتنائی کا یہ نتیجہ ہے کہ بلفظ جنگل کے تخیل کے ساتھ کلہاڑی ہر چشم حرص و آز میں شخصی منفعت کی غرض سے گھومنے لگتی ہے۔ ملک کے صاحبان دولت کو یہ ہی تصور رہے کہ جہاں تک ممکن ہو درخت در درخت نہیں۔ ہزاروں ایکر کے لحاظ سے اس کی صفائی ہو اور یہ دولت کا خزانہ ان کے جیب خاص میں شامل ہو جائے۔ یہ ہی حال صاحبان اقتدار کا ہے۔ کہ اگر خوش قسمتی سے ان کی تعیناتی کسی صحرائی مقام پر ہو جائے۔ تو انہیں آئے دن اس ملک کی دولت سے اپنی اور اپنے احباب کے فرمائشات کی منفرداً تکمیل کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ اور اگر اس میں مزاحمت کیجائے۔ تو وہ نت نئی سازشیں محافظین صحرا کے خلاف سوچتے رہتے ہیں۔

غریب دیہاتی رعایا کا یہ حال ہے کہ باوجودیکہ اس کی روزمرہ کی زندگی کا نود فیصد حصہ اسی صحرا کا ممنون منت ہے لیکن وہ آج اپنی سہولت کے لحاظ کرتے اس ملک کی دولت کی دوامی بقا کا کبھی بھولے سے بھی تصور نہیں کرتی۔ وہ کبھی اس پر غور نہیں کرتی کہ دراصل صحرا ملک کے لئے ابر رحمت ہے۔ اس کا وجود ہے جو مقدار بارش کو کثیر اور موسم باراں کو طویل کرتا ہے۔ ندی نالوں کی طغیانی کو اعتدال پر لاتا ہے اور ان کی روانی کو دوامی بناتا ہے۔ زمینی جھروں کو ابھارتا ہے اور ملک کو ہمیشہ شاداب رکھتا ہے۔
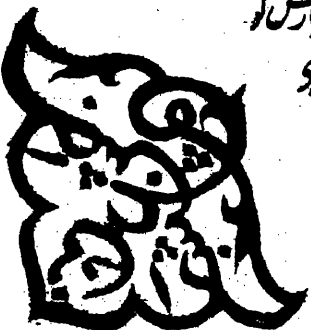
پتھریلے ٹیلے اور پہاڑوں کا استحکام اور مناظر قدرت کی
سرسبزی اور شادابی اسی پر منحصر ہے۔ غرض وہ یہ نہیں۔
سو بختی کہ اس کے وجود سے بے حساب فوائد حاصل ہوتے ہیں۔
کیا بچہ و کیا بوڑھا۔ زندہ کیا مردہ۔ ہر ایک اس کی پیداوار کا
محتاج ہے۔

شیر خوار کا گہوارہ۔ بچوں کا کھلونہ۔ غریب کی جھونپڑی۔ امیر کے محل کا فرنیچر۔ ضعیف کا عصاء۔ جوان کی لاٹھی مردہ کا جنازہ۔ بیمار کی دوا۔ سب اس کی پیداوار ہی پر منحصر ہے۔ جس چیز سے انسان اس قدر متمتع ہو اس کی قدر نہ کرنی کیا عین انصاف و شیوہ احسان مندی ہے؟

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ ایک زرعی ملک کی خوشحالی کے لئے رقبہ صحرائی کی کم از کم مقدار (۲۵ فیصد) ہونی چاہیئے اور یہ ہی تناسب تقریباً ہماری ہمسایہ برٹش انڈین صحارین کا ہے۔ لیکن حیدرآباد میں یہ رقبہ اب صرف (۱۲ فیصد) کے قریب رہگیا ہے۔ اور وہ دامن کوہ سے بھی ہٹا ہٹا کر بالائے کوہ کر دیا جا رہا ہے۔ (.NATURAL HOME) زرخیز زمینات جس کو قدرت نے اس دولت کے لئے مخصوص کیا تھا شخصی اقتدار کے تحت زمانہ سلف میں زمین داروں پٹہ داروں۔ اجارہ داروں۔ یا ایسے مہیتوں کے تفویض کر دی گئیں جو اس کو پرورش صحرا کی نیت سے نہیں بلکہ دولت صحرائی کے وقتی استفادہ کی غرض سے حاصل کئے تھے۔ جو اب سنگلاخ میدانوں پر مشتمل ہیں۔ جس کا احساس آج ایک صدی کے بعد رعایاء کو خون کے آنسو رولا رہا ہے۔ چنانچہ اضلاع اورنگ آباد۔ بیڑ۔ عثمان آباد و رائچور میں لکڑی کی قلت نہایت درجہ تکلیف دہ ہو رہی ہے۔

موجودہ صحرائی رقبہ کی حفاظت کا ضامن گزشتہ پچیس سال کا زمانہ ہی ہے۔ چنانچہ اسی عہد میمنت عہد میں سررشتہ جنگلات نے (.RESERVATION OF STATE FOREST) یعنے محصورہ جات سرکاری کا اعلان کرنا شروع کیا۔ جو در اصل تحفظ حقوق و فوائد رعایا و سرکار پر مبنی ہے۔ لیکن جب تک ملک کی جانب سے اس کی طرف توجہ نہ ہو اور ہر شخص اپنے فرائض اور اپنے آنے والی نسلوں کے حقوق سے اچھی طرح باخبر نہ ہو اس میں سرعت مشکل سے پیدا ہو سکتی ہے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

ہمارا اپنا چشم دید واقعہ ہے کہ یورپ میں جہاں کا صحرا ہمارے سے کہیں درجہ کم قیمت اور حیثیت کا ہے وہاں عام پبلک اس کے تحفظ اور اس کی نگہداشت کا اس درجہ خیال رکھتی ہے کہ اس کی مثال ہمارے ملک میں مشکل سے ملے گی۔
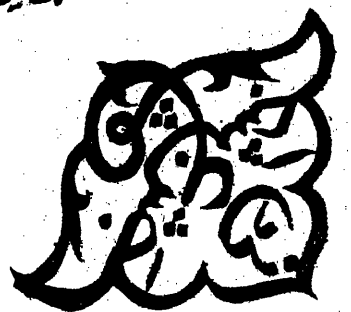
ہم نے دیکھا ہے کہ (.PICKNIC) کرنے والی پارٹیاں
تک جس میں جوان۔ بڈھے۔ مرد و عورت سب ہی شامل ہوتے ہیں
جب کسی جنگل میں ٹھیرتے ہیں۔ تو سگریٹ کی خالی شدہ

ڈبیہ تک یا میوے کے چھلکے جو بالعموم استعمال کے بعد پھینک دئے جاتے ہیں۔ ان کو ماں باپ یا معمر حضرات ایک چھوٹا سا گڑہا کھود کر دفن کر دیتے ہیں۔ اور بچے ایسا سارا کچرا جو بالعموم ان پارٹیوں کی وجہ سے ہوجایا کرتا ہے۔ چن چن کر لا کر اس گڑہے میں ڈال دیتے جاتے ہیں۔ اور جب یہ صاف ہوجاتا ہے تو معمر اشخاص اس گڑہے کو پھر مٹی سے بھر دیا کرتے ہیں۔

اس طرح اس قومی دولت (NATIONAL WEALTH) کے تحفظ میں بچہ بوڑہا سب کے سب ممد و معاون رہتے ہیں۔ اور اپنے عمل سے یہ ثبوت دیتے ہیں کہ ہم ملک کے لئے ہیں۔ ملک ہمارے لئے ہے۔

(NORTH WALES) کے ایک متمول لارڈ صاحب کا (WOOD LAND) اور اس کا انتظام شعبہ جنگلات کے طالب علموں اور وہاں کے پروفیسروں کے مشورہ پر ہوا کرتا ہے۔

نہ وہاں لارڈ صاحب کو کبھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس قدرتی خزانہ کا روپیہ بنایا جائے اور سنتک و اجازت نامجات حاصل کئے جاکر متاجرین کے حوالہ یہ ملک کی دولت کردی جائے۔ بلکہ ان کے ہاں قطع و برید فنی و سائنٹیفک اصول پر صرف انہی اشجار کی ہوا کرتی ہے۔ جو اپنے عمر طبعی کو پہونچ جاکر اپنے اپنے جانشین چھوڑ دئے ہوں۔ اس خیال کے تحت انہیں مالی نفع و نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور نہ انہیں ایک مقررہ مقدار سے زیادہ نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ چنانچہ اسی جنگل میں سو سو برس کے معمر جھاڑ تنومند آج بھی دیکھ سکتے ہیں۔ جس پر یہ قوم ناز کرتی ہے۔

لیکن ہمارے ہاں کا ایک چھوٹا سا جاگیردار بھی جس کے پاس (۵ - ۶) سو ایکر کا جنگل ہے۔ اس کو اپنی فرصت اول میں بیچ کھاتا ہے۔ نہ اس کو ملکی دولت کا خیال ہے نہ فنی مشورہ سے غرض۔ البتہ سررشتہ جنگلات سے اس کو صرف اتنا تعلق ہے کہ کسی نوع سے اس کو سنتک یعنے علامت ملکیت کا نشان یا وثیقہ قطع و برید مل جائے۔

(NEW FOREST ENGLAND.) کے قریب ایک لارڈ صاحب کا انتقال ہوا۔ ان کے ورثہ کے ہاں اس قدر نقد روپیہ یا جائداد نہ تھی کہ وہ گورنمنٹ کو (DEATH DUTY) یا حق مالکانہ ادا کرکے صاحب اسٹیٹ بنتے۔ البتہ ان کے پاس موروثی پرورش کردہ ایک بیش قیمت جنگل موجود تھا۔ جس کا رقمی اندازہ (DEATH DUTY) سے کہیں دو گنا تھا۔ آپ یہ سن کر حیرت کریں گے کہ ایک ایسے تجارتی ملک میں جہاں زندگی کا ہر لمحہ (BUSINESS) اصول پر چلتا ہے۔ ورثہ لارڈ مرحوم نے کیا کیا۔ انھوں نے گورنمنٹ کے سررشتہ جنگلات سے درخواست کی کہ اگر سررشتہ مذکور اس بیش قیمت صحرا کی پرورش عام ملکی مفاد کے خاطر کرنے تیار ہے تو غریب ورثہ لارڈ اس کو اس کی مارکٹ ویالیو پر نہیں بلکہ صرف (DEATH DUTY) کی رقم کے معاوضہ فروخت کرنے تیار ہیں۔ لیکن قطع و برید صحرا انہیں محض مالی منفعت کی غرض مطلوب نہیں۔ یہ ہے ان کا قومی ایثار اور یہ ہے ان کا جذبۂ وطن پرستی۔ اور ہم ہیں کہ اپنی خواہشات زندگی کے لئے اپنے بد انتظامیوں و غفلتوں کی بدولت آج رنگون کا (TEAK) اور میسور کا (ROSEWOOD یا SANDAL) کے محتاج ہیں۔

دکن کی نظیر کسی ملک کے باشندوں میں ڈہونڈہے نہ ملے گی کہ اس درجہ اپنی ذمہ داری و فرائض کا بوجھ بھی گورنمنٹ ہی پر

ڈالی ہوئی ہو۔

خدا آباد رکھے سلطنت آصف جاہی کو کہ یہاں اُن کی یہ

ناز برداری برابر برداشت کی جارہی ہے۔

اعلیحضرت کی نظر کیمیا اثر کے کرشمے جو دکن کی تاریخ میں زرین حرفوں سے

لکھے جائیں گے اور جن پر آنے والی نسلیں فخر و مباہات کریں گی۔ اس کی نہایت ہی مختصر سی تفصیل ہر شعبہ سلطنت کی پچیس سالہ رپورٹ سنا رہی ہے۔ لیکن یہ ابر کرم کچھ دار السلطنت ہی کے لئے تھا نہ ممالک محروسہ کی آباد و زرعی بستیوں کے لئے مخصوص بلکہ اس کا باران رحمت جہاں شہروں کی رونق بنا وہاں پرورش صحرا و عافیت حیوانات کے لئے بھی یک نوید جانفزا ثابت ہوا۔

جہاں پناہ کو سریر آرائے تخت شاہی ہوئے ہوا بھی کچھ عرصہ نہ ہوا تھا۔ اور ابھی دیگر اہم شعبہ جات حکومت کی تنظیم کا مسئلہ بھی پیش نظر اعلیٰ تھا کہ اسی ذات جامع الصفات نے آرائش بلدہ کے تخیل کے ساتھ ساتھ بہبودی رعایا کے لئے پرورش صحرا و عافیت حیوانات کے مد نظر قانون صحرا ۱۳۲۶ف کے نام سے ایک دستور العمل کارکنان سررشتہ کی رہبری کے لئے نافذ فرمایا۔

قانون صحرا ۱۳۲۶ف ہی وہ قانون ہے جو سررشتہ جنگلات کی منظم زندگی کے لئے تاریخ دکن میں سب سے پہلے جدید حالات کے تحت ترقی یافتہ ممالک کے اصول پر جاری فرمایا گیا۔ خسرو دکن کی یہ دوراندیش پالیسی زبان حال سے اس کی صداقت دے رہی ہے کہ۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

اور پھر جب کہ اس ادارہ کے قواعد و ضوابط منضبط فرما دئیے گئے تو اس سررشتہ کی تنظیم بھی ہمسایہ حکومتوں کے برابر اسی اسٹیٹس (STATES)پر قایم کی گئی۔ چنانچہ (62,07,000) ایکر رقبہ صحرائی کے تحفظ کے لئے ایک کنسرویٹر کے بجائے دو کنسرویٹر علی الترتیب اضلاع مرہٹواڑی و تلنگانہ کے لئے مقرر ہوے۔ اور اس مشنری کی اعلیٰ روانی و انتظام کے لئے انسپکٹر جنرل کا عہدہ برٹش انڈیا کے مماثل یہاں بھی قایم ہوا۔ جو اس سررشتہ کی ترقی فلاح و بہبود کا واحد ذمہ دار گردانا گیا۔ جس پر ابتداً برٹش انڈیا کے ایک وظیفہ خوار اعلیٰ عہدہ دار جنگلات کی خدمات ملکی افراد کی تعلیم و تربیت اور فنی واقفیت کی مدت تک ایک محدود وقت کے لئے عارضی حاصل کی گئیں۔ اس اثناء میں ملکی افراد ہی میں سے ایک ایسے عہدہ دار مال کا انتخاب جو تعلیم یافتہ یورپ بھی تھا اس غرض کے لئے کیا گیا۔ اور پھر اس کو سررشتہ کی ضروریات اور عملی تجربہ کے لئے ڈیرہ ڈون بھیجا گیا۔ اس تعلیم و ٹریننگ کے اختتام پر اس کو ناظم جنگلات کے ساتھ ایک عرصہ تک رکھکر فنی و انتظامی کاموں کا جب ماہر بنا دیا گیا اور خود ناظم جنگلات وقت نے اس کو اپنی جانشینی کے موزوں و اہل پاکر گزارش پیش کی تو حسبہ ایک ملکی شخص کو یہ ذمہ دار

خدمت پر مامور کیا جانے فرمان مبارک صادر فرمایا گیا۔ اور جب سررشتہ کی اعلیٰ خدمت کو ملک

ہی کے لئے محفوظ فرما دیا گیا تو پھر اکزیکیٹو اسٹاف کی طرف توجہ عالی منعطف

ہوئی۔ اور ملک کے موزوں اشخاص کو منتخب کیا جا کر یہ عطائے وظائف

و امداد ممالک غیر میں اعلیٰ تعلیم و تجربہ حاصل کرنے کے لئے بیکے

بعد دیگرے بھیجا جانے لگا۔

چنانچہ سررشتہ جنگلات میں اس وقت اعلیٰ تعلیم یافتہ یورپ (۱۲) اصحاب موجود ہیں۔ اور بقیہ معدودے چند پرانے اسکول کے اب بھی باقی رہ گئے ہیں۔

سلطان العلوم کی یہ علم پروری کچھ اعلیٰ خدمات کی حد تک ہی نہ تھی۔ بلکہ تمام ذیلی خدمات بھی اس سررشتہ کے فن داں اشخاص کے لئے مختص کئے گئے۔ اور بذریعہ عام انتخاب ملک کا ہر فرد بشر اس میں داخل ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ طبقہ امناء جنگلات میں منجملہ (۶۴) کے اب اس وقت (۳۰) کامیاب امتحان کو مشور ملکی افراد ہی خدمت صحرا میں منہمک ہیں۔

نہ صرف یہ بھی بلکہ خدمت چوکیداری جو اس سررشتہ میں آخری خدمت ہے وہ بھی تعلیم یافتہ افراد سے معمور کی جاتی ہے۔ اور ان کی ٹریننگ کے لئے ایک مدرسہ اسی دور حکومت میں محبوب آباد میں قایم ہوا۔ اور اسی طرح سررشتہ کی اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ خدمت حسب فرائض تعلیم یافتہ ملکی افراد پر مشتمل ہو گئی ہے۔

اور ہم رعایا حیدرآباد اس پر بجا ناز کر سکتے ہیں۔ کہ ہمارے ملک کے اس شعبہ حکومت کا معیار قابلیت و کارکردگی صدیوں کے تجربہ کار اور تعلیم یافتہ برٹش انڈین فارسٹ سروس سے کسی درجہ کم نہیں۔ اور یہ سب کچھ اس دور عثمانی کی برکات ہیں کہ اس کی ساری ترقی کی ضامن ذات شاہانہ کی وہ دور اندیش پالیسی رہی ہے۔ جس کو آج سے پچیس سال قبل ہماری فلاح و بہبود کے لئے مدون فرمایا گیا تھا۔

الغرض گورنمنٹ ہر طرح دہر آئینہ ہماری امداد کرنے اور ہماری معاشی اور اقتصادی صلاح و فلاح کے لئے بے دریغ رقم صرف کر کے صحرا کی پرورش فرما رہی ہے۔ اب یہ ہمارا اپنا فرض ہے کہ نوازش شاہانہ پر بصد جان و دل شکرگزار رہکر اس سررشتہ کی کامیابی اور دولت ملکی کی بقاء میں ممد و معاون رہیں۔ اور اعلیحضرت میر عثمان علی خان بہادر تاجدار دکن اور ان کے شہزادگانِ بلند اقبال و شہزادیانِ فرخ فال کی درازی عمر و اقبال کے دست بدعا ہیں۔

اوزان و پیمانہ جات

پہلے حیدرآباد میں اوزان و پیمانہ جات کی حالت بہت ناگفتہ بہ تھی۔ مختلف علاقوں میں علیحدہ علیحدہ پیمانہ و تول رائج تھا۔ جو جس طرح چاہے اس کا عامل تھا۔ اس طرح ناجائز عمل سے پیشہ ور لوگ حسب منشاء نامناسب فائدہ حاصل کر رہے تھے۔ اضلاع۔ تعلقات۔ سمستان۔ جاگیرات ہر جگہ ایک نیا ناپ تول تھا۔ جس سے متعلق عام رعایا و شاکی تھی۔ عہد ہمایوں میں رعایا کی اس واجبی فریاد و شکایت کی دادرسی کی گئی کہ اس بدعنوانی کا قطعی سد باب کر دیا گیا۔ اور ایک قانون اوزان و پیمانہ جات مرتب کر کے ۱۳۲۸ ف سے اوس کی تعمیل لازمی گردانی گئی۔ پولیس کی معقول نگرانی سے بفضلہ اب ممالک محروسہ سرکار عالی کے اوزان و پیمانہ جات کا ناپ بہ لحاظ نرخ ایک ہے۔ اس کی ذرا بھی خلاف ورزی کرنے والا فوری مرتکب جرم ہو جاتا ہے۔ اب اس کا نام و نمود بھی باقی نہیں رہا۔ نفاذ قانون سے ابتک تقریباً (۳۱۰۰۰) ہزار روپیہ سے زاید کے اوزان و پیمانہ جات فروخت ہو چکے ہیں۔ فقط

مرتبہ محمد فاضل

دارالسلطنت حیدرآباد میں فری میسن لاج تقریباً دوسو سال سے قائم ہے اسوقت اسکاٹش وانگلش دونوں کانسٹیٹیوشن کام کررہے ہیں، ۷ اجون ۱۸۹۲ء میں یہ لاج حیدرآباد لاج کے نام سے قایم ہوا تھا اس لاج کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام کاروبار اردو زبان میں ہوتے ہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں ملکی زبان کی واحد لاج ہے دنیا میں جسقدر لاجیں ہیں وہ اپنی زبان لاج یعنے انگریزی میں اسکو انجام دیرہے ہیں لیکن صرف حیدرآباد کو یہ فخر حاصل ہے کہ اوس نے اس پر اسرار محفل کے کاروبار کو اردو زبان میں منتقل کرلیا جسکی نظیر دنیا میں نہیں۔ دنیا میں جسقدر لاج ہیں اونکے منجملہ صرف دو ملک یعنے مصر میں عربی زبان میں اور حیدرآباد میں اردو زبان میں اسکا رواج ایک خصوصی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔

اسکاٹش کانسٹیٹیوشن کے تحت یہ خصوصیت سارے ہندوستان میں صرف حیدرآباد ہی کو حاصل ہے اس محفل میں برادری کی تعداد ایکسو سے زیادہ ہے جسکے پاسٹ ماسٹروں کے چند اسمار حسب ذیل ہیں۔

(۱) نواب لطف الدولہ بہادر (۲) نواب معین الدولہ بہادر (۳) نواب وحید الدینخان بہادر (۴) رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری نواز جنگ بہادر (۵) مولوی سید محمد حسن صاحب بلگرامی (۶) نواب سرامین جنگ بہادر (۷) نواب شیر جنگ بہادر (۸) نواب عنایت جنگ بہادر (۹) ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ (۱۰) نواب مہدی یار جنگ بہادر وغیرہ۔

حیدرآباد۔ سورلینڈ و دکن لاجس کی استدعا پر اعلیحضرت بندگانعالی نے دس ہزار روپیہ (۱۰۰۰۰) کی نقد امداد کیساتھ بارہ دری واقع گوشہ محل کی عظیم الشان قدیم تاریخی قیمتی عمارت کو اس لاج کیلئے عطا فرمایا اسکے افتتاح کیوقت تمام فری میسنوں کی خواہش پر حضور پر نور نے بہ نفس نفیس تشریف فرما ہوکر اسکے افتتاح کی رسم ادا فرمائی اعلیحضرت کے اس رسم کی ادائی کا شکریہ ادا کرنے کیلئے صدر فری میسن بمبئی سر تمل جی نریمن اور مدراس کے صدر سر آرچی بوالڈ کیمبل اوسوقت موجود تھے ان دونوں صدر نے معہ برادری کے حضرت اقدس و اعلیٰ کی اعانت و امداد و عطائے عمارت شاہی و دست خاص سے رسم افتتاح کی ادائی کا بطیب خاطر شکریہ ادا کیا اور ایثار شاہانہ کے معترف ہوئے کیونکہ اعلیحضرت خود فری میسن نہ ہونے کے باوجود اس لاج کی غیر معمولی اعانت کیساتھ فری میسنوں کے خواہشات کی تکمیل کو جو شرف قبولیت بخشا وہ دنیا میں آپ اپنی نظیر ہے اگر حضرت اقدس و اعلیٰ خود فری میسن ہوکر اسطرح کا ایثار فرماتے تو کوئی ایسی خصوصیت کی بات نہ ہوتی یہی ایک مسئلہ فری میسن برادران اور عوام کو اعلیحضرت کے قابل قدر کارناموں کا معترف اور شیدا بناتا ہے۔

صدر محفل | محفل حیدرآباد کے صدر نواب سید محمد مظفر خان بہادر۔ نواب جہانگیر یار جنگ مرحوم اتالیق شہزادگان والاشان کے بڑے فرزند ہیں۔ نواب جہانگیر یار جنگ مرحوم نواب رکن الملک خان دوران مرحوم کے بھتیجے اور داماد تھے۔ صدر محفل بی۔ اے تک علیگڈھ میں تعلیم پاکر بعد کامیابی مزید تحصیل علم کیلئے انگلستان گئے مانچسٹر میں (۵) سال تک زیر تعلیم رہے بعد فراغ تعلیم وطن واپس آنے کے بعد فوری ملک و مالک کی خدمات سے وابستہ ہوئے اسوقت نواب صاحب موصوف طبقہ جاگیرداران کی جانب سے مجلس بلدیہ کے رکن بھی ہیں پہلی مرتبہ جبوقت اعلیحضرت بندگانعالی علیگڈھ کالج میں تشریف فرما ہوئے تھے اوسوقت طلبائے حیدرآباد کی جانب سے آپ ہی نے بارگاہ خسروی میں اڈریس پیش کیا تھا نواب صاحب معز ملک کی قابل ہستی ہیں طبیعت متین مزاج خوش اخلاق بہلو متانت رفیقانہ ہمدردانہ علم سے شغف اور اہل علم سے خالص خلوص رکھتے ہیں منکسر المزاج اور ایثار کا مادہ قدرتاً آپ میں ودیعت ہے مدنی الطبع آپ بڑے نیک واقع ہوئے ہیں فقط۔
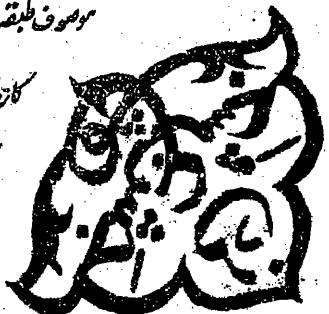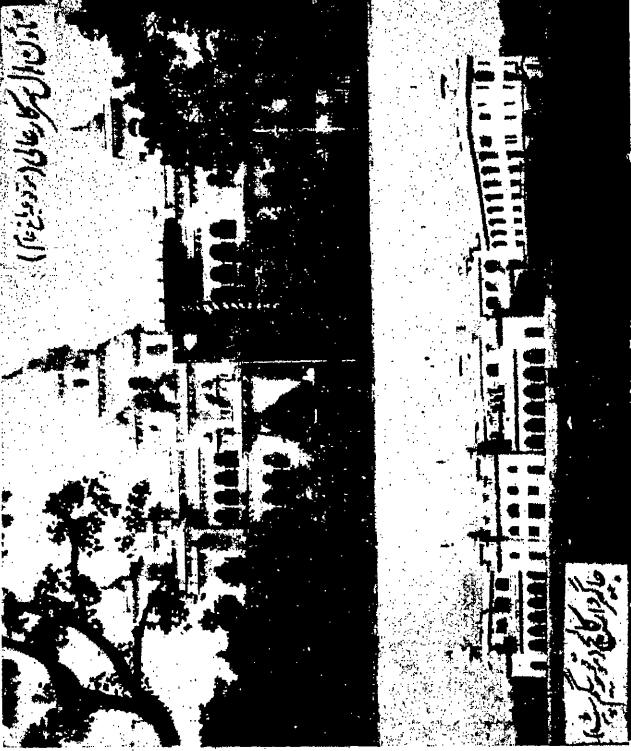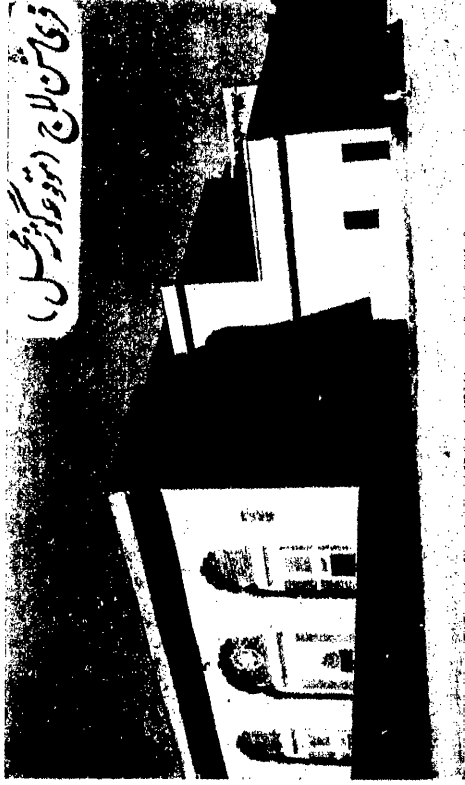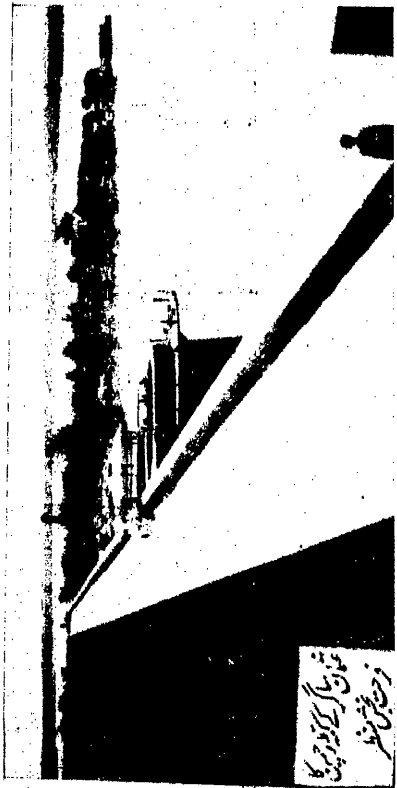
مرتبہ محمد فاضل

ٹاؤن ہال سرکار عالی (موقوعہ باغ عام)

کمرہ حفاظ (موقوعہ مکہ مسجد)

جاگیردار کالج (موقوعہ بیگم پیٹ)

محبوبیہ گرلز اسکول

فری میسن لاج (موقوعہ گوشہ محل)

عثمان ساگر کے آبگیر ویسٹ کا
فرحت بخش منظر

محکمۂ معتمدی افواج سرکار عالی

جشنِ عثمانی
یادگار سلور جوبلی آصفِ سابع
متفرقات

عینیت و غیریت
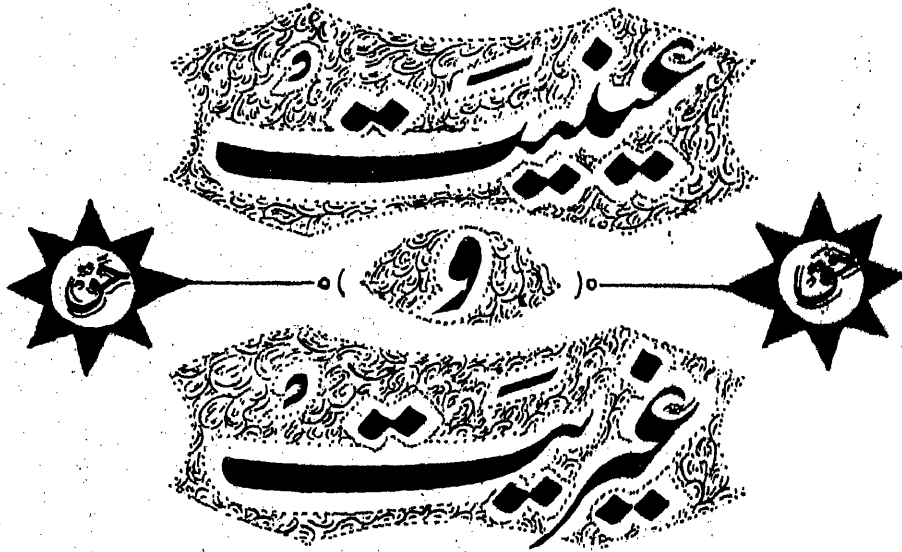
از الحاج مولانا عبدالقدیر صاحب حسرت حیدرآبادی، سابق پروفیسر حدیث جامعہ عثمانیہ

عینیتِ محض کیا حق و باطل ۔ واجب و ممکن ۔ رب و عبد دونوں عین محض ہیں ؟ اگر دونوں عین محض ہیں اور کسی قسم کا باہم امتیاز نہیں ہے تو جو حکم ایک پر لگتا ہے وہی دوسرے پر بھی لگنا چاہیے ۔ مخلوقات میں جو عیوب و نقائص ثابت ہیں وہ خالق میں بھی ثابت ہونا چاہیے ۔ پھر چونکہ جس طرح ایک مخلوق عین خالق ہے، اسی طرح دوسرا مخلوق بھی عین خالق ہے تو جو حکم ایک مخلوق کا ہوگا وہی حکم دوسرے مخلوق کا بھی ہوگا اور یہ بداہت کا انکار اور حس کی مخالفت ہے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۔ اس شخص کی بصیرت یا بصارت ہی ہوتی تو ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتا ۔ آگ جلاتی ہے ۔ برف سرد ہوتی ہے ۔ کل جزو سے بڑا ہوتا ہے ۔ انسان سمجھتا ہے، جانور بے عقل ہوتا ہے ۔ ہاتھ سے پکڑتے ہیں ۔ پاؤں سے چلتے ہیں ۔ بادشاہ حاکم ہوتا ہے اور رعایا محکوم ۔ یہ تمام حقائق ہیں اور ثابت و حق ہیں ۔ اس سے کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا ۔ اگر انکار کرے تو وہ عاقل نہیں، غافل ہے ۔ اس کا جہل، اس کی بدتمیزی نقطۂ کمال کو پہنچ گئی ۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُونَ ۔ وہ نہ صرف احکام شریعت کو برباد کرتا ہے، بلکہ قوانین طبیعہ کی بھی مخالفت کرتا ہے ۔ چھوٹا کم سمجھ بچہ بھی خوش ذائقہ شیریں پر دوڑتا ہے اور تلخ بدمزہ دوا سے بھاگتا ہے ۔ دراصل اس شخص کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ حق و باطل میں کچھ فرق نہیں کر سکتا ۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۔

تو جانِ پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنیں
واللہ ز جاں ہم بہتری روحی فداک اے نازنیں

جامی علیہ الرحمۃ
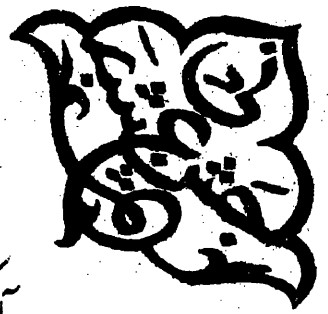
اس کو قوانین شرعیہ کی مخالفت سے پہلے قوانین سلطنت
ونوامیس طبیعت کی مزاحمت پر کمر مت باندھنی چاہیے
قانونِ سلطنت کی مخالفت اسکو خوب پٹواکر اور قید سخت میں ڈال کر اسکی
آنکھوں سے اس بدتمیزی کا پردہ اٹھا دیگی اور ناموس طبیعت کی مزاحمت
اُسے پانی میں ڈبو کر مار ڈالیگی یا آگ میں جلا کر پھونک دیگی۔ یقین رکھو کہ وہ قوانین شرعیہ کی
مخالفت کریگا تو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ کا مصداق ہو جائیگا۔ ہر شئے کی ایک
حقیقت ہے اور ہر حقیقت کے جدا آثار۔ ہر مرتبہ کا ایک حکم ہے اور مستحق کو اس کا حق نہ دینا ظلم۔ ظلم ظلمت ہے۔ اور
تعدی ضلالت ہے۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی (جامی علیہ الرحمۃ)

غیریتِ محض کیا بیچارے ممکن کو امکان ہے کہ ذاتِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کے مقابل اپنی ہستی کا دعویٰ کرے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اتنا بڑا جرم! اتنی بڑی جرأت؟ شرک! شرک!! شرک!!!
کیا کسی باطل کو یارا ہے کہ حق کے سامنے کسی کمال کا ادعا کرے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اس قدر جہالت اور مایۂ ضلالت؟ ظلم! ظلم!! ظلم!!! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اے نیستِ ہست نما۔
اپنے گریبان میں سر ڈال کر دیکھ تو کہ تیرا حقیقۃً کچھ پتہ بھی ہے۔

ہے عجب رہ حقیقت کہ نہیں نشانِ خلقت
یہ کہاں مجالِ باطل کہ وہاں دو چار ہوتا (حسرت حیدرآبادی)

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ اَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَتْهَا الْعَرَبُ قَوْلُ لَبِيْدٍ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهُ بَاطِلٌ۔

زعمِ باطل کی تجھ کو مستی کب تک نادان یہ ادعائے ہستی کب تک
تو بھی موجود اور حق بھی موجود ظالم یہ شرک خود پرستی کب تک (حسرت حیدرآبادی)

غیریتِ حقیقی وعینیتِ اعتباری جس صاحبِ فن سے پوچھو کہ تمہارا کمال کس امر میں ہے تو وہ کبھی نہ کہے گا کہ جہل مرکب اور خلاف واقعہ جاننے میں ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ بعض حضرات کے پاس کمال ہے، تو جہل مرکب میں۔ کیا کیا ریاضتیں کیں کیسی کیسی محنتیں اٹھائیں، قرب فنا کے لیئے۔ اس میں کیا ہوا؟ ایک غلط خیال پیدا ہوا۔ ایک جہل مرکب جائے گیر ہوا۔
یعنی لوہا آگ کے قرب کی وجہ سے اَنَا النَّار چلا اٹھا۔ وہ سمجھتے ہیں۔ لوہا لاکھ گرم
ہو کر سرخ انگارا ہو جائے۔ ہاتھ کو جلا کر خاک سیاہ بنادے۔ مگر ہے
لوہا ہی۔ چاند بدرِ کامل بنکر ہزار چمک دمک دکھلائے مگر ہے
وہی تاریک جرم کا۔ ممکن واجب کے قرب کی وجہ سے
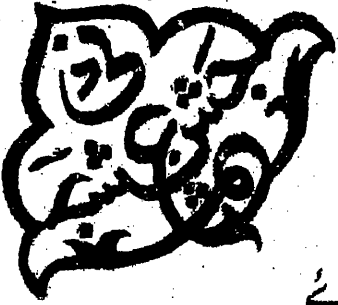
خود اپنی آنکھوں سے چھپ جائے اور انا الحق چلا اٹھے۔
مگر ممکن واجب نہیں ہو سکتا۔ بندہ خدا نہیں ہو سکتا۔ ممکن
پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ مگر کوئی غور کرکے جواب دے۔ وہ پہلے ہی کیا
تھا؟ عدم۔ عدم پایا جائے تو۔ نابود بود ہو جائے۔ انقلاب ماہیت ہو جائے
ممکن موجود ہو تو وجود میں خدا کا شریک ہو۔ اللہ اکبر۔

وجود اشرف صفات ہے۔ جب اس میں شرک کیا اور دوسرے امور میں شرک سے احتراز تو اس سے کیا حاصل؟
بارش سے بھاگ کر میزاب کے نیچے پناہ لی تو کیا فائدہ؟ بچھو سے ڈر کر سانپ سے ڈسوایا تو کیا کوئی عاقلانہ کام کیا؟
لاحول و لاقوۃ تو کہا مگر الحمد للہ رب العالمین نہ پڑھا تو کیا نماز ہوئی۔ توبہ۔ توبہ ع
ایں خیال است و محال است و جنوں

عینیت وجودی غیریت علمی

آخر یہ ہے کیا معمّٰی؟ عینیت میں زندقہ۔ غیریت میں شرک۔ ایک طرف بداہت کا انکار اور شریعت کی مخالفت۔ ایک طرف عقل سلیم کا خلاف اور ایمان سے مباینت۔ ایک طرف کھائی، ایک طرف خندق۔

بات یہ ہے کہ وجود حقیقی جزی حقیقی ہے۔ ناقابل تکثر ہے۔ اس کے مقابل کوئی شئے نہیں۔ اگر کوئی شئے ہو سکتی ہے تو عدم محض، نیستی بحت۔ اور سلب بسیط۔ سلب بسیط اور ہوتا؟ وہ سلب بسیط ہی کیا ہوا؟ سلب بسیط تو اسم بلا مسمّٰی ہے مفہوم بلا مصداق ہے۔ وجود ہی سب کچھ ہے۔ کوئی شئے دائرہ وجود سے خارج نہیں۔ وہی ذات ہے وہی موجود ہے وہی نور ہے۔ وہی حیات ہے۔ وہی علم ہے۔ قدیم اور بالذات موجود ہے۔ ذات وجود یا وجود بسیط ہونے کے تمام صفات متضادہ کا منشا ہے۔ بعد انتزاع علم میں کثرت ہے اور اس کا منتزع عنہ محض وحدت ہے۔

دیکھو دائرہ ایک بسیط شکل ہے۔ اس سے نقطہ، محیط، قطر، قوس وغیرہ انتزاع کیے جاتے ہیں۔ نقطہ کو نہ طول ہے نہ عرض۔ قطر کو طول ہے، عرض نہیں محیط قطر سے ۳ ۱/۷ حصے بڑا ہے۔ ذرا غور کرو کہ ایک بسیط شکل سے کتنے مختلف الاحکام امور انتزاع کیے گئے ہیں ؎

دائرے سے منتزع ہیں مرکز و قطر و محیط
شان وحدت سے ہوئی ہے شان کثرت آشکار
حسرت حیدرآبادی

کیا یہ انتزاعی امور غلط ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کیا یہ جہل مرکب۔ من گھڑت اور اختراعی امور ہیں؟ کبھی نہیں۔ کیا یہ ہمارے اعتبار کے تابع اور ہمارے خیال پر منحصر ہیں؟ کیا ہم قطر کو محیط سے بڑا خیال کر سکتے ہیں؟ کیا محیط کو خط مستقیم سمجھ سکتے ہیں؟ اور نقطہ کو تقسیم کر سکتے ہیں؟ ہرگز، ہرگز نہیں۔ منشا ہی صحت و سقم۔ حق و باطل۔ صدق و کذب کا معیار ہے۔ گو منشا واحد محض ہے۔ مگر اس میں مختلف الاحکام امور کے انتزاع کی قابلیت ہے اسی طرح وجود حقیقی سے حیات و علم و قدرت انتزاع ہوئے ہیں۔ یہ صفات منشا کے لحاظ سے عین ذات ہیں۔ اور انتزاعی ہونے کے اعتبار سے غیر ذات اور باہم بھی غیر۔

علم حق میں کیا شئے نہیں؟ سب کچھ ہے۔ کوئی حقیقت،

کوئی مفہوم کوئی اعتبار دائرہ علم سے باہر نہیں۔ یہی اعتبارات' یا اعیان' یا حقائق' یا ماہیات وہویات' ذاتِ حق سے منتشی و پیدا ہوئے ہیں۔ یہ ظہور علمی فیض اقدس' جعل بسیط کہلاتا ہے۔ ہر حقیقت کے جدا جدا آثار۔ اور مختلف احکام ہیں۔ ہر حقیقت وعین' ذواتِ ممکنہ میں سے ایک ذات ہے۔ جو اس کے صفات کا مرجع ہے۔ نقائص وعیب' ذات وحقیقت ممکن کی طرف منسوب ہوں گے نہ کہ ذاتِ حق کی طرف۔ گو ذاتِ حق وجود برحق ہے۔ ان حقائق و اعیان کو اس قابل بنائیگا کہ اس سے آثار نمایاں ہوں ہر عین کو اپنے صفات و اسماء سے ملائیگا۔ اور اس عین کی استعداد کے موافق آثار واحکام ظہور کرینگے۔ اس کا نام فیض مقدس جعل مرکب ہے۔ تماشا یہ کہ علم قدیم اسماء وصفات الٰہیہ قدیم۔ ان کے اجتماع سے ظہور معلومات حادث۔ دیکھو۔ تانبا سرخ بسیط قدیم ہے جست خاکستر گون بسیط قدیم۔ ان کے ملنے کے بعد پیتل پیدا۔ زاد مرکب ؟ حادث

ہیڈروجن غیر مرئی گیس قدیم۔ آکسیجن غیر مرئی گیس قدیم۔ ان کا مرکب پانی مرئی مائع حادث۔ ماہیئت' طبیعت' حقیقت عین شجر کو سمجھو تو وہ معانی میں سے ایک معنی ہے اور ایک خیالی بات ہے۔ مگر عناصر اس حقیقت کے ماتحت باہم اجتماع کرتے اور گرہ کھاتے ہیں تو بیخ' بن' شاخ' برگ' گل' بار' سب کچھ نمایاں ہوجاتے ہیں۔ پھر ہم اس کے پھل کھاتے ہیں۔ پھول سونگھتے ہیں پتے' چھال' جڑیں' دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ درخت سوکھتا ہے تو کٹوا کر شہتیر' تختے' تخت' میز' کرسیاں بناتے ہیں۔ دیکھو! ہیں وہی عناصر ان کے تعینات اور ظہور جدا جدا ہیں ہر تعین کا حکم جدا۔ اثر جدا ہوتا ہے۔ دور کیوں جائیں؟ ہم اپنے آپ کو کیوں نہ غور کریں۔ آدمی کو میں جانتا ہوں۔ گھوڑا بھی میرے ذہن میں ہے۔ میں ان کو اپنے خیال میں پیدا کرتا ہوں۔ میرا ارادہ ہونا ہی تھا کہ آدمی بھی پیدا ہوگیا گھوڑا بھی۔ کیا خوبصورت آدمی ہے؟ کیا رنگ وروپ ہے؟ کیا آنکھ ناک ہیں؟ کیسے درست ہاتھ پیر ہیں؟ اعضاء میں کتنا تناسب ہے۔ کیا چست وچالاک ہے؟ کیا عمدہ لباس ہے؟ گھوڑا بھی اچھا ہے۔ چہرہ۔ مہرہ۔ جوڑ بند۔ کان کنوتی۔ دم ایال۔ بال ہونی آگا پیچھا۔ سب کچھ درست ہے۔ اوہو! آدمی کس چستی سے گھوڑے پر سوار ہوگیا۔ لگام پر ہاتھ' رکاب میں ایک پاؤں جانا ہی تھا کہ گھوڑے کی پیٹھ پر تھا۔ مَاشَاءَ اللّٰہ گھوڑا گردن اٹھائے۔ چھاتا تانے۔ دُم چنور کرتا۔ فراٹے بھرتا۔ ہوا سے باتیں کرتا چلا جارہا ہے۔

ذرا غور کرو! آدمی اور گھوڑا کیا میری ذات سے جدا قائم ہیں؟ ہرگز نہیں۔ میرا علم' میرا خیال مجھ سے جدا اور میرے بغیر کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔

آدمی کی حقیقت میں کیا دُم ایال ہیں۔ نہیں وہ تو گھوڑے کے ہوتے ہیں۔ کیا آدمی کے چار پیر ہوتے ہیں؟ نہیں' آدمی کے دو ہاتھ دو پیر ہوتے ہیں۔ گھوڑے کے چار پیر ہوتے ہیں۔ کیا آدمی زمین کی طرف جھکا ہوا۔ اس کا منہ لمبوترا ہوتا ہے؟ نہیں آدمی سیدھے قد کا گول چہرہ کا ہوتا ہے۔ کیا آدمی گھوڑے پر حکومت کرتا ہے یا بالعکس؟ نہیں آدمی میں عقل ہے۔ علم ہے۔ حاکمانہ شان ہے۔ یہ آدمی اور گھوڑے کے حقائق ہیں اور ان کے مختلف استعدادات ہیں اور گوناگوں اقتضاآت' جس کے مطابق تمام ظہورات ہورہے ہیں۔ کیا آدمی او گھوڑا میرے ارادے کے بغیر حرکت کرسکتے' یا دیکھ سکتے یا سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ مجھ سے بھاگ کر باہر جاسکتے ہیں؟ کیا مقدور؟ کیا میں ان کو ہر طرح احاطہ کیا ہوا

نہیں ہوں؟ کیوں نہیں! کیا ان کی بقا کے لیے میری مسلسل
توجہ کی ضرورت نہیں؟ بے شک ہے۔ اگر میں سو جاؤں تو کیا ہوگا؟
آدمی نیست و نابود۔ گھوڑا مفقود۔ کیا ان کے فعل، ان کی صفت، ان کی
ذات میں سے کوئی بھی بالذات و حقیقی ہے؟ خیالی پتلے کی کونسی چیز اصلی و بالذات ہوتی
ہے؟ کوئی نہیں۔ وجود ہے تو بالذات میرا ہے۔ حیات ہے تو میری۔ علم ہے تو میرا۔ قدرت ہے تو میری اور
یہ تمام کھیل میرا اور میرے علم کا ہے۔ کیا گھوڑا دوڑتا ہے تو میں دوڑتا ہوں؟ کیا گھوڑا گھاس کھاتا ہے تو میں گھاس کھاتا ہوں؟
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ۔ میں ہی تو بیٹھا سارا کھیل کھیل رہا ہوں۔ میں اور گھوڑا اور اس کے صفات؟ گھوڑا میرا ادنیٰ کرشمہ
ہے۔ چاہوں تو اس کو خیال میں پیدا کروں۔ چاہوں تو اس کو نیست و نابود کر دوں۔ یہ کثرتِ خیال کس سے قائم ہے؟ مجھ سے۔
تو کیا میں کثیر ہوں؟ نہیں۔ میرے معلومات کثیر ہیں۔ میں تو محمد عبدالقدیر صدیقی ہوں اور ذاتِ واحد ہوں۔ کیا کثرتِ معلومات سے
میری وحدتِ ذاتی میں کوئی فرق آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ خیالات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے اور میں اور میرے صفاتِ ذاتیہ
جوں کے توں رہتے ہیں۔ ؂

سیکڑوں شکلیں بنائیں اور مٹا ڈالا انہیں
مشغلہ اچھا ملا ہے جی بہلنے کے لیے
حسرت حیدرآبادی

اس امر پر بھی خوب غور کرو کہ خواب و تخیل میں تمہاری خیالی صورتوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ مگر خواب میں بسا اوقات تم نے خود کو بھی دیکھا اور اپنے دوستوں کو بھی۔ اپنے دشمنوں کو بھی۔ باہر سے تو تمہارا دوست یا دشمن تمہارے دل و دماغ میں نہیں آگھسا؟ اصل یہ ہے کہ جس خیال کو غیریت کے اعتبار سے ملاحظہ کرو وہ غیر ہوگا۔ جس خیال کو محبت کے لحاظ سے دیکھو تو وہ دوست ہوگا۔ عینیت کے خیال سے تو عین۔

اسی طرح یہ حقائق و اعیانِ ممکنات اپنے صفات کے مرجع اور ذوات ہیں۔ یہ ذوات و حقائق و اعیان معلوماتِ واجب اور قایم بذاتِ حق ہیں۔ سمجھنے میں اور علم میں دو چیزیں ہیں: (۱) ذاتِ حق (۲) ذواتِ ممکن واقع، منشا، و خارج میں بالذات ایک ہی ایک ذات ہے۔ وہی وجود ہے وہی موجود ہے، وہی شاہد ہے وہی مشہود ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْط۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ؂

اک وہم خودی ہے جس پہ مغرور ہے تو — جُویا جس کا ہے اس سے کب دور ہے تو
اُٹھ جائے اگر بعدِ خیالی کا حجاب — آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ حور ہے تو
حسرت حیدرآبادی

ریگِ روشن کا ایک دھوکا ہوں میں — خورشیدِ جہاں تاب کا دھبا ہوں میں
میں ہوں بھی سہی اور نہیں ہوں بھی سہی — حسرت بخدا عجب تماشا ہوں میں
حسرت حیدرآبادی
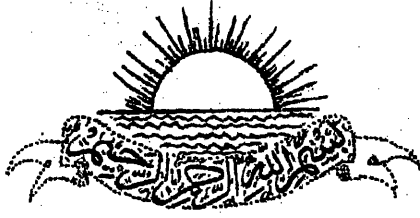
از ابن مظہر مولوی معین الدین صاحب رہبر فاروقی (منشی فاضل)

آج سے ایک عرصہ قبل، مہاراجہ چندو لعل بہادر شاداں بیکنٹھ باشی کے دواردو دیوان، ہز اکسلنسی یمین السلطنۃ راجۂ راجایان سر مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد (مدظلہ) پیشکار و صدر اعظم باب حکومت دولت آصفیہ کے ایک دلچسپ مقدمہ کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر ملک کے سامنے پیش ہو چکے تھے، جب کہ ملک میں اس قدر علمی سرگرمیوں کا فقدان تھا۔ اور آج تقریباً ہمارا جدید تعلیم یافتہ طبقہ" مہاراجہ بیکنٹھ باشی" کے نام نامی کو بہ حیثیت ایک شاعر کے بہت کم جانتا ہوگا۔ اور یہ کوئی تعجب نہیں، اس لیے کہ دواوین اس وقت "نادر الطبع" (Out of print) کی سی حیثیت رکھتے ہیں اور آسانی سے ان کا دستیاب ہونا بھی مشکل ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ کم از کم ملک کے سامنے ان کی شاعری سے متعلق ایک اجمالی خاکہ پیش کر دیا جائے تا کہ "مہاراجہ شاداں" کا یہ بے تصنع علمی کارنامہ چپکے چپکے اپنے گہرے ارتسامات سے، اُن کے دلوں کو متاثر و محظوظ کر کے اُن کی ذہنی قوتوں کو جاگر کر سکے۔ چناں چہ راقم الحروف نے اس موضوع پر تفصیلی کام تیار کر رکھا ہے، اور اپنی امکانی کوششیں صرف کر کے، ہزار تلاش و جستجو کے بعد" مہاراجہ آنجہانی" کا اردو غیر مطبوعہ کلام بھی جو کئی سو اشعار و متعدد غزلوں پر مشتمل ہے، حاصل کیا ہے۔ یہ سب کلام اور اُن کے حالات" مہاراجہ چندو لعل اور اُن کا اردو غیر مطبوعہ کلام" کے عنوان سے ایک بسیط مقالہ کی صورت میں زیر طبع ہے۔ جس کا صرف شاعری والا حصہ اس وقت پیش ہے۔

"مہاراجہ" اگر ایک طرف فارسی زبان کے شاعر اور ایک زبردست انشا پرداز و بے نظیر منشی ہیں تو اُردو شعراء کی مجلس میں بھی ایک مخصوص حیثیت سے جلوہ گر ہیں۔ آپ نے ریختہ اور فارسی دونوں میں شاداں تخلص اختیار فرمایا تھا۔

راجہ چندو لعل کے کلام اور ان کی شاعری یا کلام کی غایت کے متعلق میں کچھ اظہار رائے کرنے سے پہلے یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت شاداں کے نواسے حضرت شاد مدظلہ، کے اس دیباچہ کی آغازی سطریں نقل کردوں جو آپ نے "کلیاتِ شاداں" میں محض اظہارِ حقیقت کے طور پر تحریر فرمائی ہیں۔

"اللہ سبحانہٗ کا شکر ہے کہ میرے جدِ اعلیٰ مرحوم مہاراجہ چندو لعل شاداں وزیرِ اعظم سلطنت آصفیہ کا کلام اُردو طبع ہو کر آج شایع ہوا۔ اگرچہ ان کے اور کارناموں کے سامنے جو یادگار زمانہ ہیں، یہ شاعری کوئی وقعت نہیں رکھتی اور نہ اس کی حاجت ہے کہ مہاراجہ چندو لعل کا نام نامی بحیثیت ایک شاعر کے، ملک کے روبرو پیش کیا جائے"۔

"لیکن اشاعت کلام سے اتنا فائدہ ضرور ہے کہ ان کے مذاقِ طبیعت سے جو لوگ ناواقف ہیں، وہ واقف ہو جائیں گے اور جان لیں گے کہ خمکدہ سخن کے جرعہ نوشوں میں مہاراجہ چندو لعل کس رنگ سے شامل ہوئے تھے۔ معہذا مجھ پر فرض تھا کہ میں اپنے جدِ مغفور کے کلام کی قدر کروں، میرا قدر کرنا یہی ہے کہ تقریباً ایک صدی اُدھر کی گویائی کو، جو مُردوں میں شامل تھی، میں آج نئے سرے سے زندہ کرتا ہوں، اور اس کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں"۔

یہ کلیات جو زیورِ طبع سے مزین ہو کر ملک کی نگاہوں میں جلوہ گر ہوا ہے۔ اصلی خیالات و جذبات کا درحقیقت ایک آئینہ ہے جو مہاراج کے مرکوزاتِ دلی اور اغراضِ زندگی کو صاف طور سے ظاہر کرتا ہے۔ شاعرانہ محاسن، فصاحت و بلاغت پر ان کی نظر نہ تھی، مقصود محض اپنی ذاتی مذاقِ طبیعت کو ظاہر کرنا تھا۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے خیالات کو بہت سادہ طور سے موزوں کر دیا ہے، جو دل میں تھا وہ زبان پر آگیا۔ الفاظ کیسے ہی ہوں، بندش چُست ہو یا نہ ہو مگر مرکوزِ خاطر ادا ہو جائے یہی اُن کی شاعری کی غایت ہے"۔

---

[1] چندو لعل بہادر ۱۱۸۰ھ کو برہان پور میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۱۲ھ میں "راجہ بہادر" کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۲۱۴ھ میں جمعیت پایگاہ شمس الامرائی کے عہدہ پیشکاری سے کمشنر کروڑگیری کے عہدہ پر فائز کیے گئے۔ ۲۲ صفر ۱۲۲۱ھ کو سکندر جاہ بہادر نے پیش کاری کے عہدہ پر مامور فرمایا۔ ۱۲۳۵ھ میں "مہاراجہ" کا اور ۱۲۳۵ھ میں "راجۂ راجایان" کا خطاب مرحمت ہوا۔ ۱۲۴۸ھ میں منیر الملک بہادر کے انتقال کے بعد "وزارتِ عظمیٰ" سے افتخار پائے۔ ۱۱ شعبان ۱۲۶۰ھ کو ملازمت سے مستعفی ہوئے۔ اس کے ایک سال بعد ۱۲۶۱ھ میں ۷ ربیع الثانی سہ شنبہ کو (۸۶) برس کی عمر میں انتقال کیا۔

"سنجی داتا گیا دنیا سے اب ہائے" مادہ تاریخ وفات ہے۔
۱۲۶۱ھ

مہاراجہ چندولعل بہادر نے خود اپنی شاعری کے متعلق ایک مقطع میں فرمایا ہے ؎

ہمارا رہنما شاداںؔ سنا ہے تم نے حافظ ہے
ہمیں خطرہ ہی کب رستہ میں رہزن ہو تو رہزن ہو

آپ کو لسان الغیب حضرت حافظؒ کا رنگ تغزل بے حد پسند تھا۔ فارسی دیوان میں آپ نے ان کی تتبع میں کئی غزلیں کہی ہیں۔

آپ کا یہ عقیدتمندانہ شعر ملاحظہ ہو، کس طرح کہا ہے ؎

بندہ ہوں دل و جان سے میں اپنے صنم کا
سایہ ہے میرے سر پہ تو اس ہی کے قدم کا

جاہ و ثروت کے باوجود "لکھ داتا" کا انکسار، اور جناب رب العزت میں یہ دعا کرنا کہ ؎

ہے تکبر برا اگر سمجھو یا الٰہی نہ دے غرور ہمیں

کس قدر بے نفسی اور انکسار طبعی کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ اپنے لیئے دعا کرنے کے بعد، دوسروں کو بھی اس کی نصیحت یوں کرتے ہیں ؎

تکبر اور رعونت دور کر دے کہ جتنا لطف ہے سو ہے کرم میں

دیکھئے! مہاراجہ نے قناعت کے مضمون کو کس ڈھنگ سے ادا کیا ہے ؎

پاؤں پر میرے قناعت کی لگی ہے مہندی
تو جو کہتا ہے مجھے، اور تو میں جاؤں کہاں

مہاراجہ چندولعل نے دنیا میں اپنی قوت بازو سے ایک اعلیٰ مرتبہ پایا، اور ہزاروں دقتیں و مشقتیں اٹھا کر علم و ہنر حاصل کیا تھا، اس لیے وہ چاہتے تھے کہ ہر ایک شخص اسی جادہ پر چلے جس پر کہ ابھی ابھی وہ گامزن ہو چکے تھے اس لیئے کس حقیقت آمیز سچی تشبیہ سے اس ترقی کے رمز سے آگاہ کیا ہے ؎

تو ہمت دل اپنے کو نہ کر چھوڑ کے گُن کو
بے کار پڑا رہتا ہے، لکڑا جو ہو گھُن کا

"لکڑا" یعنی لکڑی کا شہتیر وغیرہ۔ مطلب یہ کہ کیسی ہی عمدہ لکڑی ہو، اس کو بے کار زمین پر ڈال دیا جائے تو پڑے پڑے گرد و غبار سے خراب ہونے کے علاوہ اُسے گھُن اور دیمک لگ جائیگی، بالکل ناقص ہو کر کسی کام نہ آئیگی۔ اسی طرح انسان کے بیکار رہنے سے اس کے قوائے علمی معطل و بے حس ہو جائینگے، وہ بھی گھن لگی ہوئی لکڑی کی طرح دنیا میں کسی کام کا باقی نہ رہیگا ؎

دکھانا دل کا بری بات ہے سُن اے شاداںؔ
نہ کہہ وہ بات کہ ہووے کسی کا من ٹھنڈا

؎ جب نواب مغفرت مآب آصف جاہ اول نے میرزا عبدالقادر بیدلؔ کو طلب فرمایا تو میرزا نے بھی عذر کرتے ہوئے اس کے جواب میں یہ شعر لکھ کر روانہ کیا تھا ؎

من بستہ ام حنائے قناعت بپائے خویش دنیا اگر دہند نہ جنبم ز جائے خویش

مرتبۂ محمد فاضل

موجودہ رسم الخط میں "دُکھانا" کا املا واؤ سے نہیں ہے
مروّت والے مہاراج کے نزدیک دنیا میں سب سے بڑا
گناہ کسی کی دل شکنی کرنا تھا۔ کسی شخص کا کلام اس کے کردار و
جذبات کا آئینہ ہوتا ہے، جس میں بلا کسی حجاب کے شاعر کی سیرت و اخلاق
کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کس قدر انسانی قلوب کی دلجوئی
منظور تھی۔
دنیا کے حیلہ جو، اور نکمّے لوگوں کو دعوتِ عمل دیتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

جو ہے پُرونا، وہی پُرولے "اگر مگر" کو نکال جی سے
یہ چھوڑ دے یار اپنے دل سے، اگر پرویا مگر پرویا

ہمارے راجہ کو تزکیۂ نفس کا بڑا خیال تھا، اور ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ وہ جس جامۂ ہستی میں جن جن صفات کے ساتھ پیدا ہوئے تھے، ان کا اقتضا یہی تھا۔ صوفیا کرام کی نظر میں "اُمُّ الْخَبَائِث" نفس امارہ ہوتا ہے۔ مہاراجہ ایک صوفی مشرب ہونے کی حیثیت سے اس بھید سے واقف تھے، اس لئے فرماتے ہیں ؎

جو سرکشی میں ہے مشہور نفسِ امّارہ — ترے ہی لطف سے اس پر ملے ظفر یارا

بے موقع بات کرنے والے کے متعلق کہا ہے ؎

مُرغ بے ہنگام کو کرتے ہیں دُور — بات ہوتی ہے بھلی، ہنگام پر

دُنیا کے بدخصلت، اور بد معاش لوگوں سے بچنے کے لئے کس عمدہ پیرایہ میں تاکید کی ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے ؎

ماہی ہو اگر گندی تو پانی کرے گندہ — مجلس میں نہ رکھے اُسے جو ہووے شرناک

مہاراجہ کا رنگ تصوف دیکھئے ؎ (رباعی)

ترے ہی رنگ میں یکسر رنگا ہوں — ارے صاحب! بُرا ہوں یا بھلا ہوں
ہزاروں رنگ تیرے دیکھتا ہوں — نہ کر تو دُور، تیرا آشنا ہوں

ذاتِ باری کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے استفسار فرماتے ہیں ؎

نور تھا، یا شعلہ تھا، یا برق یا خورشید تھا
کچھ تو اے موسیٰ کہو کیا تھا وہ جلوہ طور کا؟

مہاراجہ کا عقیدہ دیکھئے فرماتے ہیں ؎

کرتا ہے کوئی خیر تو ایمان کے باعث — ایمان ملا اس کو یہ قرآن کے باعث
ایمان دیا جان بھی وہی کیوں نہ ہوں ممنون — انسان ہوئے ہم ترے احسان کے باعث

عدم آباد جانے والوں کے ساتھ دیکھئے کیسی خوش مذاقی کی ہے ؎
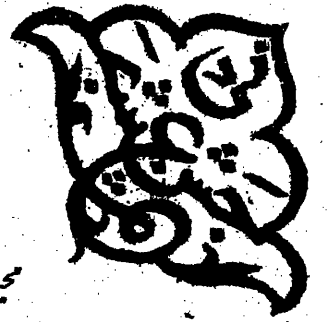
شاداں وہاں بھی کیا ہے حسینوں کی انجمن؟
جلتے ہیں لوگ کیوں عدم آباد کی طرف؟

جناب شاداں کو اپنے بادشاہِ وقت حضرت سکندر جاہ بہادر سے جس قدر محبت تھی، اس کا ثبوت ان کے دیوان کا تقریباً ہر صفحہ دے سکتا ہے۔ ایک مرتبہ عید صیام کے موقع پر بارگاہِ سلطانی میں یہ نذرانۂ عقیدت گزرانا ؎

عید صیام آئی شاہِ دکن کے گھر میں — مجرائی لے کے نذریں کیا لے عدد رہے ہیں
نوکر ہیں اس کے ادنیٰ دارا و جم سے اعلیٰ — اس کے رکاب میں سب اہلِ خرد رہے ہیں
جیسا "شہ سکندر" دور فلک میں ہے گا — دیکھا ہے ایسا کس نے ہم شرط بد رہے ہیں
صاحب رکھے اسے نت قائم جہاں کے اندر — پیغمبر اسی کی کرتے ہر دم مدد رہے ہیں
شاداں وہ گھر میں آویں یہ مدعا ہے اپنا — پر چانے کو ہم اس کے گرجد و کد رہے ہیں

تقریب ہولی میں یہ اشعار پیش کش شاہی فرمائے تھے ؎

سدا بہار ہے یوں میرے شاہ کے گھر میں — کہ جیسے روشنی نت ہووے ماہ کے گھر میں
جہاں کا رنگ ہوا رنگ سے نشاط آمیز — مچے ہے ہولی یہ عالم پناہ کے گھر میں
نہ دیکھا چشم فلک نے تماشا ایسا کبھو — یہ جلوہ کیسا ہے ظل الٰہ کے گھر میں
خدا کے فضل سے تا دورِ مشتری رہوے — نشاطِ صاحبِ تخت و کلاہ کے گھر میں
تری جو عرض ہے شاداں قبول ہووے گی — کبھو تو آوینگے تجھ خیر خواہ کے گھر میں

"مشتے نمونہ از خروارے" ذرا اس سخت ترین زمین میں مہاراجہ کی یہ غزل ملاحظہ فرمائیے اور ان کے قدرت کلام کی داد دیجئے۔

رکھے جو خلق میں اپنا سدا چلن ٹھنڈا — اوسے ہی کہتے ہیں سب لوگ جان من ٹھنڈا
امید موسم سرما میں ہم کو ہے اتنی — کہ تیرے وصل سے ہو جائے گرم تن ٹھنڈا
اوسی سے بخشی ہے تاثیر خلق اپنے کی — کہ پہلے آپ ہی ہوتا ہے باد زن ٹھنڈا
خصوص موسم گرما میں چاہیے ایسا — تو رکھ لے آنکھ پہ جو ہو گل سمن ٹھنڈا
اگرچہ کہتے ہیں سب گرم ہے بت کشمیر — نہ ہووے گرم وہ جس کا کہ ہو وطن ٹھنڈا
بغیر علم کے کب کوئی منزلت پاوے — پڑھے نہ "بید" سو ہوتا ہے برہمن ٹھنڈا

بڑا ہے معرکہ جو اس ردیف کا شاداں
زمیں پہ سردی سے بڑھ تو نہ کہہ سخن ٹھنڈا

حضرت ملا رموزی کا مکتوب مفرح القلوب

"جشن عثمانی" کے مدیر خصوصی مولوی محمد فاضل صاحب قادری چشتی بنگلہ نمبر (۳۱۹۱) دیوڑھی ماما جمیلہ حیدرآباد دکن کو معلوم ہو کہ ۔

تمام دنیا کی تعریف وصفت اُس ذاتِ خداوندی کو زیبا ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے اور جو اپنے بندوں پر اُن کے ماں باپ سے سوا مہربان ہے۔

پھر تمام ثنا و مدحت اُس کے اُس محترم و معظم نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہٖ وسلّم کے لیے خاص ہے جس کی رسالت و شفاعت پر میرا اور آپ کا ایمان و اعتماد ہے۔

اما بعد۔ آپ کا "نامۂ نامی و لفافۂ گرامی" ڈاک خانہ کی نہایت درجہ مہربانی اور "غربا پروری" کے باعث مجھے بیرنگ وصول ہوا۔ کیونکہ آں جناب نے بہ کمالِ فیاضی اور بہ لحاظ غربا پروری میرے نام کے خط پر ایک پیسہ کا ٹکٹ زیادہ لگانے کے عوض کم لگا دیا تھا لہذا ڈاک خانے والے کاہے کو چوکتے بس بیرنگ کر دیا' اِس لیے جناب سے بھی التماس ہے کہ آیندہ جناب بھی اُن ڈاک خانے والوں کے خلاف مخالفت سے دقیقہ اٹھا نہ رکھیں جو وی' پی' منی آرڈر اور پارسلوں کے فارم بجائے اردو کے انگریزی یا ہندی کے دیتے ہیں' مگر ہاں سچ فرمایا آپ نے کہ خطا ڈاک خانے والوں کی نہیں بلکہ خطا اپنی ہی ہے کہ ہم لوگ بقلم خود اُن سے اُردو کے فارم طلب نہیں کرتے لہذا اِس میں اُن غریبوں کی کیا خطا؟

وہ تو کہیے کہ خدا نے میری بیوی نمبر ۲ کو جو مجھ سے "درپردہ دلی محبت" دی ہے اور جو وہ نہ صرف امیرزادی ہے بلکہ انگریزی بھی زبان جانتی ہے سو اس نے مجھے بکمالِ فیاضی و عالی حوصلگی اور بکمال شوہر نوازی و شوہر پروری اجازت عطا فرما دی ہے کہ اگر خدانخواستہ تم ملا رموزی کے نام عید بقرعید کوئی ایک آدھ لفافہ بیرنگ آجایا کرے تو تم بغیر مجھ بیوی نمبر ۲ کی اجازت کے ایک پیسہ سے چار پیسہ تک خرچ کر کے اس لفافہ کو وصول کر لیا کرو' ادھر میں خود ایسی ہی بیوی کا قدرداں ہوں جو موٹر کار اور کوٹھی والے شوہر کے عوض علم و شہرت اور ہنرمند شوہر پر مرتی ہو' جان دیتی ہو' پروانہ ہو' عاشق ہو' قدرداں ہو اور ناز بردار' ورنہ آپ ہی فرمائیے کہ

مرتبہ محمد فاضل

یہ بھی کوئی شوہرپن ہے کہ شوہر کے پاس موٹر ہو دولت ہو اور بائیسکل تک ہو مگر لوگ اور لگائیاں اُس کی عزت دل سے نہ کرتے ہوں اور صرف اُس سے منھ پر تنخواہ کے ڈر سے تعریف کرکے گھر میں بیٹھ کر اُس کے عیب بیان کرتے ہوں تو لعنت ہے ایسے مشہور شوہر پر اور پھٹکار ہے اُس کی بیوی پر، پس میری یہ بیوی نمبر ۲ جو اس درجہ علم و ہنر کی قدرداں ہے اور میری علمی و تحریری خدمات پر دل ہی دل میں جو مرتی ہے تو اپنی دولت مجھ پر یوں نثار کرتی ہے کہ واللہ میں ایک پیسہ سے چار پیسے نقد تک اُس کی اجازت کے بغیر خرچ کرکے لفافے وصول کرلیتا ہوں لہذا آپ کا لفافہ بھی وصول پایا، براہ کرم آئندہ ہر لفافے پر نہیں تو کم سے کم میرے نام کے لفافے پر جو ٹکٹ لگائیں اُنہیں دو تین مرتبہ غور سے پڑھ لیا کریں کہ وہ کتنے کے ہیں ورنہ آپ کے ایسے بیرنگ لفافوں کا کہیں ایک دن یہ نتیجہ نہ نکلے کہ بیوی نمبر ۲ بعض سفید رنگ کی یورپی بیویوں کی طرح مجھ سے بھی تمام مصارف کا باقاعدہ بل طلب کرے کیونکہ آخر کار وہ غریب بھی ہے تو اولاد ایک ہندوستانی ہی کی اور آپ جانتے ہیں کہ ایسے ہندوستانی دماغ اور عقل کے بے حد کمزور ہوتے ہیں اس لیئے وہ یورپ کی تہذیب اور ہر حماقت کی نقل کرنے کو اپنے باپ دادا کا کمال سمجھتے ہیں ادھر جو بیوی کہ نماز نہیں پڑتی میں اُس کی وفاداری کا قائل نہ اُس کی لیاقت کا قائل۔

حاصل کلام یہ کہ آپ نے کمال فرمایا کہ اس جاڑے کے شروع زمانے میں ایک شاندار رسالہ شایع فرمانے کا ارادہ اور اہتمام کیا اور پھر وہ بھی زبان اُردو میں جس کو تباہ کرنے اور بھول جانے کی قسم یہ بی اے، توم کے مسلمان کھاچکے ہیں، یقین نہ ہو تو بی اے، قوم کے جس مسلمان کو چاہو دیکھ لو اس کی پوری زندگی میں انگریزی ہی انگریزی رچی ہوگی، رہے دولت مند مسلمان سو اُن کے ہاں بھی اُردو سے وہ نفرت ہے جو اللہ بخشے اپنے بڑے مولوی صاحب کو پتلون اور بوٹ جوتے سے تھی، یعنی خدا انہیں غریق رحمت فرمائے وہ مرہی گئے مگر انہوں نے نہ تو بوٹ جوتا پہنا نہ بانس بریلی کا لٹھ ہاتھ میں لیئے پھرنے سے باز رہے تو ایسے زمانے میں آپ کا اردو میں اتنا حسین اور شاندار رسالہ شایع کرنا کمال ہی ہے زوال تو کسی طرح بھی نہیں، کیونکہ ایک ملا رموزی ہی کو لے لیجئے کہ وہ حال ہی میں جو ناگاہ شاعر بن گیا ہے اور اُس نے ایسی اچھوتی غزلوں کا مجموعہ تیار کرلیا ہے جن کے جواب اور مقابلہ سے ساڑھے تین سو برس کی اردو عاجز ہے مگر ہے یہ کہ وہ اس مجموعہ کو اُس وقت تک شایع نہیں کرسکتا جب تک کہ اُس کے نام ڈربی کی کوئی "ازغیبی لاٹری" نہ نکل آئے کیونکہ اب وہ زمانہ بھی گیا جب عورت ذات دنیا میں رحم دل بامروت اور ہمدرد ہوا کرتی تھی ورنہ جہیز کا زیور ہی میرے اس جدید دیوان کو چھپوا دیتا، اب تو زمانہ ہے "مساوات" اور "حقوق" کا لہذا اب تو بیوی اپنا زیور اُسی وقت دے گی جب میں بھی اُس کے دیوان کی لکھائی چھپائی کے لیے اپنا زیور اُسے دیدوں لیکن یہاں یہ مشکل ہے کہ وہ اللہ کی بندی مرتی ہے انگریزی بولنے پر ادھر جو ایک مرتبہ اُس کو اپنے ساتھ یورپ سے گھماتا ہوا ایشیائے کوچک میں انگورہ تک لے گیا تھا اور وہاں کمال دور کی کوئی سوا سو عورتوں سے ملا دیا تھا تو اب اُس کا یہ حال ہے کہ وہ ہر کام۔ اے۔ ٹی کیٹ سے کرنے پر مائل ہے اور یہ علامت ہے

اُس کے دماغ کی مرعوبیت اور کمزوری کی ملاوحق یہ ہے کہ ہندوستان
کے باشندے قدرتاً اور فطرتاً ہی اتنے زیادہ کمزور دماغ کے ہوتے
ہیں کہ جہاں انہوں نے اپنے سے زیادہ کوئی حسین چیز دیکھی نہیں
کہ فوراً اُس کی نقل کی، جہاں وہ کسی نئے ملک میں گئے نہیں کہ انہوں نے فوراً اپنے
وطن اور اپنے باپ دادا کی تہذیب آداب اور اصول زندگی کو جھک کر سلام کیا اور اس نئے ملک کی
وضع و قطع کو اختیار کر لیا، مثال اور ثبوت چاہتے ہو تو اُن حاجی لوگوں کو دیکھو جو حج کر کے آتے ہیں تو عربوں اور
بدّوں کا لباس پہن کر چند دن تک ہندوستان میں یوں پھرتے ہیں گویا ان کے والد نہیں تو یہ خود عربستان کے شیخ الاسلام
ہیں صرف تفریحاً ہندوستان میں آ گئے ہیں،

اسی طرح ہندوستانی جہاں لنڈن گیا نہیں کہ واپسی پر خالص لیور پول یا مانچسٹر کا باشندہ بنکر ہندوستان یوں واپس
آتا ہے کہ گھر کی پرانی عورتیں پہلے دن اُسے شناخت بھی نہیں کر سکتی ہیں۔

مگر ان مرعوب فطرت اور نقال ہندوستانیوں کے مقابل ایک اپنے انگریز بہن بھائی بھی ہیں کہ یہ غریب بھی
ہندوستان میں آباد ہو چکے ہیں مگر کسی انگریز یا اُس کی زوجہ کو آپ نے کبھی دہلی کا حسن ہی حسن جوتا استعمال کرتے دیکھا
ہو تو بتا دیجیے، اسی طرح بے شمار انگریز بھائی ہیں جو اچھی خاصی اُردو زبان جانتے ہیں مگر کسی ایک انگریز کو بتا دیجیے جو
جو آجتک اپنے مولوی عبدالحق صاحب ترقی اُردو کی طرح تحت اللفظ اردو بولتا ہوا نظر آیا ہو، یا اپنے حفیظ جالندھری کی
طرح لحن داؤدی میں اردو کے اشعار سناتا ہوا ملا ہو! یا ہندوستان میں رہنے کے باعث اُس نے لکھنو کا انگرکھا پہنا ہو یا پنجاب کا
تہمد اور حقہ اس کے جسم پر نظر آیا ہو! لہذا جب یورپ کا ہر باشندہ اپنے ملک کی وضع و قطع کو دنیا کے ہر حصہ میں پہنچکر بحال
رکھتا ہے تو ایشیا اور ہندوستان کے باشندوں اور باشندیوں سے دریافت کیجیے کہ آخر کار تم کیوں یورپ والوں کی نقل کرتے ہو
تو بجز شرم و ندامت کے ان کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا بس یہی حال آجکل میرے گھر میں س کا ہے اس لیے میں نے تو اس سے لیے دیوان کی
لکھائی چھپائی کے لیے کوئی رقم طلب نہیں کی مگر جناب نے کمال ہی کر دکھایا کہ اتنا بڑا رسالہ چھاپنے کا بندوبست فرمایا۔
خدا مبارک کرے۔

دیگر احوال یہ ہے کہ معلوم نہیں آپ اپنے رسالہ میں تصاویر بھی شایع فرمائیں گے یا نہیں؟ ورنہ میں جناب کو مشورہ دیتا
کہ ایسی تصاویر ضرور شایع کیجیے گا جن سے میرے ننھے میاں دیر تک کھیلتے رہیں اور میں اطمینان سے مضمون لکھتا ہوں
کیونکہ اب زمانہ ہے "مساوات" کا اس لیے جن گھرانوں میں ملازمہ نہیں اور ملازم نہیں وہاں اولاد کو اب والدہ صاحبہ کے ساتھ
ساتھ والد صاحب بھی کھلاتے پھرتے ہیں اور ایمان کی تو یہ ہے کہ ہونا بھی چاہیے۔ آخر کار ماں بھی ایک جاندار چیز ہے
وہ کوئی یتیم خانہ اسلامیہ تو ہے نہیں کہ دن رات بچوں کو کھلاتی رہے نہلاتی رہے پڑھاتی رہے مارتی رہے اور ان پر چلاتی رہے
مگر میں تو صرف مضمون نگاروں اور شاعروں کی بیویوں کا مخالف ہوں کیونکہ اول تو ہندوستان میں
شادی آدمی سے نہیں ہوتی بلکہ روپیہ، اشرفی، کوٹھی، موٹر کار، افسری نوابی
اور جاگیر سے ہوتی ہے پس جس آدمی کے پاس یہ چیزیں ہوتی ہیں۔
اچھی سے اچھی لڑکی کی شادی اُس سے کر دی جاتی ہے چاہے وہ مرد
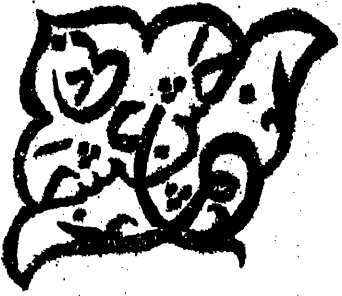
کتنا ہی بڈھا اور بیوقوف جاہل اور اُلّو ہو، اسی طرح لڑکی میں حسب نسب قابلیت، حیا و حجاب، مذہبیت وغیرہ کے عوض صرف دولت تلاش کی جاتی ہے چاہے لڑکی کتنی ہی جاہل اور آپے سے باہر ہو، او آخر کار یہ میرے ہاں نمبر ۲ میں بجز دولت کے اور دھرا ہی کیا ہے

بس اُس کے پاس موٹر کار کے چند پرزے ہیں اور باقی جہیز یہ گروہ تو یورپ کے یار لوگوں نے تعلیم کی کتابیں ہی ایسی رکھی ہیں کہ ان کو پڑھ کر ہندوستانی کی عقل سلیم کا جبرو مقابلہ سے آپریشن ہو جاتا ہے اور وہ مذہب تک ترک کر کے روپیہ اور موٹر کار پر مرتا ہے اور مرتی ہے اسی لیے آپ ایسی تصاویر ضرور شایع کیجیے گا جن سے میرے ننھے میاں دیر تک کھیلتے رہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ ملازمہ تو عرصہ ہوا فرار ہو چکی ہے اب ہم دونوں میاں بیوی ہیں جو اپنے حد سے سوا روئے مچلنے والے لڑکے کو سنبھالتے رہتے ہیں، ہاں اگر میں کسی دولت مند بیوی کا نوکر نما شوہر ہوتا تو میری بیوی کے جہیز میں دو چار ملازم عورتیں ضرور آجاتیں تو وہ ننھے میاں کو کھلاتیں اور میں مضمون لکھتا۔ رہیں بیوی نمبر ۲ تو یہ مالدار ضرور ہیں مگر اس غریب میں انگریزی فیشن کے سوا انسان کے سمجھنے کی عقل آج کل نہیں ہے ممکن ہے کل کلاں کو گورنمنٹ کے ذریعہ مل جائے اس لیے وہ غریب میرے ننھے میاں تو ایک طرف خود مجھے بجائے ایک معقول انسان کے افغانستان کا اچھا خاصہ بھوت سمجھتی ہے اور رات دن اپنی سہیلیوں سے کہتی رہتی ہے کہ ملا رموزی صاحب سے دور ہی رہنا ورنہ وہ تمہارے خلاف کچھ نہ کچھ مضمون لکھ دیں گے گویا ملا رموزی جس سے بات کرتا ہے بس اُس کے خلاف قلم دوات ہی لیے پھرتا ہے اس لیے ایسی کم سمجھ عورتیں میرے ننھے میاں کو کیا خاک سنبھال سکتی ہیں وہ پہلے اپنی عقل ہی سنبھال لیں۔

اچھا ایک تصویر ایسی چھاپ دیجئے گا جو نظر پڑتے ہی اُف کہنے کے قابل ہو۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس پر نظر پڑے تو اپنے کپڑے پھاڑ ڈالنے کو جی چاہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جو اگر خواب میں نظر آجائے تو آدمی "ہائے رے کھالیا" کہہ کر چارپائی سے نیچے نظر آئے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو گھر والوں کی نظر بچا کر ہر وقت دیکھنے کو جی چاہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر انسان پر کھانا پینا حرام ہو جائے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھتے ہی یقین آجائے کہ آج نہیں تو کل قیامت ضرور آئیگی۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے کہ جس کے مکان میں لگائی جائے شریف لوگ اُس کے گھر جانا ترک کر دیں اور برادری میں اُس کا حقہ پانی بند رہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر کہا جائے کہ آپ کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں!

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر بانس بریلی کا لٹھ یاد آجائے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر کالج کے ایسے سفارشی پروفیسر یاد آجائیں جن کی جان کو طلبہ چھ گھنٹے روزانہ روتے رہتے ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس کو دیکھ کر یقین آجائے کہ ابھی مسلمانوں میں ایسے منافق حکام اور افسر بھی موجود ہیں جو مظلوم مسلمانوں کو سفارش کے

جھوٹے خطوط بہت جلد لکھ دیتے ہیں۔
ایک ایسی بھی چھاپ دیجیے جس سے معلوم ہو کہ ایسے
امیر لوگ ابھی تک زندہ ہیں جو روپیہ دینے کا حکم دیتے ہیں اور خفیہ
طور پر اپنے ملازمین کو روپیہ دینے سے منع کر دیتے ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے معلوم ہو کہ دولت مندوں میں کم علم اور جاہل ملازمین کی قدر کیوں ہوتی ہے؟

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے ثابت ہو سکے کہ دنیا میں ابھی بیوی سے ڈرنے والے شوہر بھی موجود ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے معلوم ہو کہ دولت مندوں میں رمضان شریف میں کیا ہوتا ہے؟

ایک ایسی چھاپ دیجیے کہ جہاں جائیں پولیس چالان کیے بغیر معاف ہی نہ کرے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جسے دیکھتے ہی حج کرنے کو جی چاہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے پتہ چل جائے کہ جدید تہذیب کے باعث، مسلمان دولت مند غریب مسلمانوں سے کٹ کر علٰحدہ ہو گئے ہیں اور پہاڑوں پر بنگلے بنوا کر رہتے ہیں گویا مسلمان امیروں کے اچھوت ادہار غریب مسلمان ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے ثابت ہو کہ مسلمان نوجوان مرد کی صورت ہو کر اب مارے فیشن کے عورت ہوتے چلے جا رہے ہیں محض اس لیے کہ ایسے نوجوانوں کے اُستاد اور والد صاحب بھی "فیشنی مساۃ" بنے رہتے ہیں۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے پولیس والوں کو معلوم ہو کہ امیروں کی اولاد اُن کے غلاموں نوکروں اور خدمتگاروں کے قبضے اور تحویل میں رہتی ہے اسی لیے ایسوں کی اولاد کے خواص و اطوار میں کمینہ پن، چھچھورا پن، اور بے غیرتی حد سے سوا نظر آتی ہے۔

ایک ایسی چھاپ دیجیے جس سے معلوم ہو کہ مسلمان زادے ہی اردو کے خالص ہندوستانی ذخیرہ الفاظ میں ۹۹ فیصدی انگریزی کے الفاظ ٹھونس کر اس کے ادبی ذخیرہ کو تباہ کر رہے ہیں جن میں ہندوستانی تاجروں کو بڑا دخل ہے جن کے ۹۹ فیصدی اُردو کے اشتہاروں میں بے ضرورت انگریزی کے الفاظ ہوا کرتے ہیں۔

اچھا تو براہ کرم یہ بتائیے کہ اس سال جناب نے عید کے لیے شیروانی کس رنگ کی بنوائی ہے؟

بیشک مالی حیثیت سے گویا عید مسلمانوں کی جائداد کی قرقی کا دن ہوتی ہے۔

امید ہے کہ آں جناب مع خورد و کلاں کے بعافیت ہوں گے، اور اپنی خیر و عافیت سے "بواپسی ڈاک" مجھے شاد فرمائیں گے، مگر یہ تو بتائیے کہ آپ کی طرف مشاعرہ کب تک ہوگا تا کہ میں غزل کہوں اور آپ اُس کو تحت اللفظ پڑھ دیں کیونکہ میری طرح تو آپ اُس کو گا کر نہیں پڑھ سکتے۔

حاضرین اور پرسان حال کی خدمت میں سلام، دعا

مکرر آنکہ!

اگر جناب کے ہاں اچھے قسم کے اونی دھسّے بنتے ہوں

تو براہ کرم ایک دھسّہ میرے لیے اور ایک بیوی نمبر(۱) کے لیے
جلد بھیج دیجئے کیونکہ بیوی نمبر(۲) تو دوپٹہ کے اوپر بھی
چیسٹر نام کا گرم کوٹ ہی اوڑھتی ہے وہ غریب دیسی روئی کی
صدری یا مرزئی کو کیا جانے اور ایمان کی تو یہ ہے کہ میں اس کی مخالفت
بھی نہیں کرتا کیونکہ میری رائے میں مرد کی شان تو یہ ہے کہ وہ اٹلی کے توپ خانوں کا مقابلہ کرے
مگر عورت کا مقابلہ نہ کرے خواہ عورت کسی کارخانے کی بنی ہوئی کیوں نہ ہو بس روزہ نماز کی پابند ہو۔ زیادہ حد ادب فقط
المرقوم دو اور بیس نومبر ۱۹۳۶ء

دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دینے والی سیج کا مزہ

ایک ذی ثروت و پر شوکت نوابصاحب کے کمرہ میں مالن کھڑی ہوئی اپنے جی میں کہہ رہی تھی کہ گلاب۔ چنبیلی۔ نرگس۔ سوسن وغیرہ کے خوشنما و خوشرنگ پھول معطر و عنبر بار پھول۔ دلفریب و روح افزا پھول سبحان اللہ کیسی لطیف خوشبودار تاثیر رکھتے ہیں کہ انکی مہک و بو میرے مشام میں پہونچ کر دل کو خورسند اور مدہوش کرتی ہے لیکن وہ نواب جس کے لئے میں روزمرہ تازہ بتازہ سرسبز و شاداب پھولوں کی سیج لگاتی ہوں۔ کیا کچھ لطف نہ اوٹھاتا ہوگا۔ ہر شب میں گو میں ہی پھولوں کی سیج تیار کرتی ہوں مگر آج تک اس سیج کی راحت و عشرت سے نہ آشنا ہوں۔ آج تو کچھ ہی ہو ایک گھڑی کے لئے میں بھی ان پھولوں کی سیج کی کیفیت دیکھ لونگی مگر میں ایک سیج بنانے و بچھانے والی کنیز۔ اور یہ سیج پر لطف نواب کی۔ اگر نواب کو میری اس گستاخی کی کیفیت معلوم ہوگی۔ تو پھر خیر نہیں اچھا ہر چہ باد اباد۔ بنانے والی تو میں ہی ہوں۔ پھر بنا لونگی۔ اسی محو خیال میں سیج پر لیٹ نا تھا کہ سیج کی تری نے تمام جسم کو شاداب اور اوس کو مست کر دیا۔ پھولوں کی مہک سے دماغ معطر ہوگیا۔ عالم غنودگی طاری ہوگیا۔ آن واحد میں ایسی والا و خود رفتہ ہوگئی۔ کہ جیسے دنیا میں ہے ہی نہیں۔ اس کیف خواب کو کچھ عرصہ نہ ہوا تھا کہ نواب ذی شان اپنی پر لطف آرام گاہ میں آپہونچے۔ دیکھا تو لونڈی سیج پر دراز ہے۔ آنکھ کا پڑنا تھا کہ آگ بگولا ہو گئے۔ اور چابک ہاتھ میں لے لونڈی کو بے رحمی سے مارنا شروع کیا کوڑے کھاتے کھاتے اس کے دماغ کی بے ہوشی نکلنی شروع ہوئی اور وہ سیج سے نیچے آپڑی حتیٰ کہ نوابنے اوسکو مارتے مارتے بیدم کر دیا۔ اوسکا تمام بدن نیلا ہو گیا۔ جب وہ بالکل مضمحل ہوگئی۔ تب نوابنے اپنا ہاتھ روکا اور گستاخی کا سبب دریافت کیا۔ ہاتھ باندھ کر کہنے لگی۔ حضور۔ بیشک میں نے بے ادبی کی۔ میں مدت سے اس سیج کی طلسمی راحت معلوم کرنیکی مشتاق تھی۔ اگرچہ اس کو خود بناتی تھی۔ آج دل سے مجبور ہو کر لیٹ ہی گئی۔ لیٹنا تھا کہ بے ہوش ہوگئی مگر کیا حضور۔ (سسکیاں لیتے ہوئے) کچھ اور کہنے کی بھی اجازت دیں گے۔ نوابنے کہا۔ ہاں۔ اجازت ہے۔ کہہ۔ مالن (دبی آواز میں سسکتی ہوئی بولی) اس لونڈی کیلئے تو یہ سیج خار مغیلاں سے بھی بدتر ثابت ہوئی ایک گھڑی بھر اس پر لیٹنے کی لونڈی کو اتنی سزا ملی کہ حضور نے نیمجاں کرکے چھوڑا۔

لیکن دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دینے والی اس سیج میں آرام فرماتے فرماتے حضور کی عمر گزر گئی۔ کیا وہ شہنشاہ رب العالمین آپ سے بھی اس کا جواب طلب نہیں کریگا؟ کیونکہ یہ سیج دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر کر دینے والی ہے

خیر۔ توفیق طلب جواب۔ لونڈی کے اس جواب سے دم بخود ہو کر خوف الٰہی سے لرزاں و
وہراساں ہوا۔ کنیز سے معافی چاہی۔ اور اوس دن سے سیج پر
استراحت کرنا ترک کر دیا۔ فقط

مرتبہ محمد فاضل

دو منزلہ مسجد جامع عثمانیہ سلطان بازار کے

تفصیلی حالات
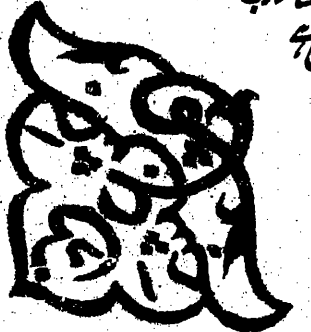
مسجد جامع عثمانیہ جو بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد کے سلطان بازار میں واقع ہے۔ آراستگی، خوشنمائی اور حسن انتظامات کے لحاظ سے مسجد باغ عامہ کے بعد واحد نظیر اور تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں مشہور و معروف ہے اس کے تاریخی واقعات بالاختصار درج ذیل ہیں:۔

تقریباً ایک صدی پیشتر اس مسجد کی اصل عمارت میر فدا علی صاحب مرحوم نے تعمیر کرائی تھی اور اس کا سنگ بنیاد مولانا محمد ولی الدین صاحب مرحوم کے مبارک ہاتھوں سے رکھوایا تھا جس کے بعد میر صاحب مرحوم فوت ہوگئے۔ اس کے بعد انقلابات سے اس کی آبادی بے حد متاثر و تغیر پذیر ہوئی اور عرصۂ دراز تک اس کی یہی حالت رہی۔ اوائل ۱۳۱۰ف میں مولانا قاری حکیم غلام محمود صاحب چشتی مرحوم خطیب و متولی مسجد ہذا نے اپنے مخلص احباب اور خاص تلامذہ کی استدعا پر اس مسجد کی امامت کو قبول فرماکر عنانِ انتظامات اپنے ہاتھ میں لی اور نیابت کیلئے اپنے بھائی غلام حسن چشتی کا انتخاب فرمایا۔

جب مولانا مرحوم اپنی سعی جمیل میں بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ہوگئے اور جماعت کثرت پذیر ہو کر مسجد آباد ہوگئی تو حسب تفصیل ذیل اس کی تعمیری ضروریات کی جانب توجہ مبذول فرماکر یکے بعد دیگرے ان کی تکمیل کا انتظام فرمایا۔

(۱)۔ اس مسجد کے ساتھ ایک چھوٹا سا تنگ و تاریک کہنہ مکان تھا جو بوجہ تنگی و فرسودگی ناقابل سکونت تھا مولانا مرحوم نے ۱۳۱۴ف میں اس کو منہدم کر کے بحصول اراضی مزید تا حد گنجائش زمین وسعت میں اضافہ کر کے بشرکت و امداد احباب دارالتمندان دو منزلہ سکونتی مکان تعمیر کرایا اس مکان کی تعمیر میں جناب ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کی دلچسپی قابل قدر ہے۔

(۲)۔ اندرون مسجد اور صحن میں گچ کا فرش تھا جو بالکل بوسیدہ ہوگیا تھا

مولانا مرحوم نے اپنی جماعت کے ایک معزز رکن سیٹھ حاجی ولی محمد صاحب
اسٹیشنری مرچنٹ چار مینار کے والد ماجد سیٹھ حاجی گل محمد صاحب مرحوم کو
سنگ سیلو کے فرش کیلئے توجہ دلائی اور سیٹھ صاحب مرحوم نے ۱۳۱۵ف
میں ایک سال مسجد کی سالم عمارت میں اور دوسرے سال پورے صحن میں سنگ سیلو کا
فرش بچھوا دیا۔ سیٹھ صاحب مرحوم بڑے خوبیوں کے آدمی تھے شب و روز مسجد کے ضروریات اور مسافروں کی
خبرگیری میں منہمک رہتے تھے بفضلہ تعالیٰ مرحوم کے فرزند ارجمند بھی بفحوائے الولد سر لابیہ مرحوم کے حقیقی جانشین
ہیں اور ذیل کے مضمون سے ان کے بہترین کارنامے واضح رائے عالی ہوں گے۔

(۳) مسجد کے چبوترے پر حصار کی دیوار نہ تھی جناب الحاج مولوی محمد جمشیر خاں صاحب مرحوم مہتمم آبکاری اور جناب
مولوی محمد محسن سعید صاحب مددگار ناظم جمعیت نے پہلے دیوارِ حصار بنوائی پھر پیتل کی ڈھلی ہوئی خوشنما جالی نصب
کرائی جو چند سال کے بعد بوقت تیاری حوض نکالدی گئی لیکن بفحوائے انما الاعمال بالنیات و ان اللہ لا یضیع
اجر المحسنین اس کا اجر و ثواب بدستور باقی اور محفوظ ہے

(۴)۔ جانمازیں رکھنے کے لئے اندرون مسجد ایک مختصر سا سنگ بستہ تہ خانہ بنوایا۔

(۵)۔ موذن کی سکونت کے لئے مسجد کے خارجی صحن کے ایک گوشہ میں ایک پختہ حجرہ بنوایا۔

(۶)۔ مسجد کا بیرونی دروازہ داخلہ اتنا چھوٹا اور پست تھا کہ بلند قامت حضرات کو آنے جانے میں تکلف ہوا کرتا تھا مولانا
مرحوم نے نواب کرامت جنگ بہادر کو اس کی وسعت و رفعت کے لئے توجہ دلائی اور نواب صاحب مرحوم نے حسب نقشہ
مرتبہ مولوی محمد نظام الدین صاحب انجنیر مالک ریاض الاسلام نیکٹری ۱۳۱۸ف میں پانچ چھ سو روپے کے ذاتی صرفہ
سے پختہ کمان و خوشنما دروازہ اور ممبر بنوادیا اور مسجد کے پردوں کی تیاری میں بھی نواب صاحب مرحوم نے معتدبہ
حصہ لیا اور نمازیوں کے جوتوں کی حفاظت کے لئے چھ چوبی صندوق بھی بنوائے (۷) اور جناب مولوی سید ظہور علی صاحب
بی۔ اے۔ بی۔ ٹی مرحوم پرنسپل و مہتمم تعلیمات نے ۱۳۱۷ف میں اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کی یادگار میں انسونیا امریکن کارخانے
کی ایک عمدہ دیواری گھڑی دلوادی۔

(۸) ۱۳۱۸ف میں مسجد کے شمال جانب بحصول اراضی مزید ایک برآمدہ بنوایا۔

(۹) جماعت کثیرہ کے لئے مسجد کی موجودہ عمارت ناکافی ہونے پر بارش و دھوپ میں تکلیف کا سامنا محسوس کرکے الحاج
مولوی محمد عبدالرحیم صاحب مرحوم وکیل و مختار سمستان پالونچہ نے ۱۳۱۹ف میں (۱۲ ہزار) کے صرفہ سے ایک خوشنما سائبان
بنوادیا اس کی تیاری میں نواب احسن یار جنگ بہادر نے بھی امداد فرمائی من بعد نواب صاحب ممدوح نے وضو کرنیوالوں
کی نشست کے لئے خوشنما مربع سنگین چوکیاں اور دروازوں کی تنصیب کے وقت پالش دار و بیز پتھروں وغیرہ کی بھی
سربراہی فرمائی۔

(۱۰) جماعت کی کثرت کے مد نظر وضو میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے نل کی
توسیع ٹوٹیوں کی تعداد میں اضافے اور حمام بیت الخلاء اور طہارت خانجات
کی تجدید و اصطلاحات کے کام انجام پائے۔

(۱۱) صحن کے جس خارجی گوشہ میں حجرہ سکونتی موذن بنایا گیا تھا
وہ گوشہ داخلی صحن میں شریک کرنے کی ضرورت لاحق ہونے پر
اس کو منہدم کر کے مسجد کے جنوبی جانب حمام و طہارت خانجات کے اوپر
ایک پختہ چھت اور اس کے اوپر اس مقصد کے لئے ایک سفالپوش جدید حجرہ بنوایا۔

(۱۲) برقی روشنی کے تار رزیڈنسی کوٹھی میں آتے ہی جملہ مساجد سے پہلے اس مسجد میں برقی طاقت لیکر برقی گولے اور پنکھے نصب کرائے گئے جس میں جناب سیٹھ حاجی ولی محمدؐ صاحب۔ مولوی حاجی محمدؐ نادر شاہ خاں صاحب نواب محمدؐ کریم الدین صاحب مرحوم اور صابر کمپنی نے اس کام میں کافی حصّہ لیا۔ اس طرح مولنٰا مرحوم کی سالہاسال کی مسلسل کوششوں کے بعد یہ مسجد از سر نو آباد ہو کر ضروریات کی تکمیل سے آراستہ و پیراستہ ہوئی۔ اب وہ اسباب عرض کئے جاتے ہیں جو مسبب الاسباب نے اس کی معاش کی اجرائی کا انتظام فرمایا۔ اس کے بعد مزید ترقیات کا سلسلہ عرض کیا جائے گا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ فخر سلاطین دکن مظفر الممالک اعلیٰحضرت قدر قدرت سلطان العلوم السلطان میر عثمان علیخان نظام الملک آصفجاہ بہادر مدظلہ العالی کی تخت نشینی عمل میں آچکی تھی اور مبارک دور عثمانی شروع ہو کر حضرت اقدس و اعلیٰ کی شہرہ آفاق فیاضیوں سے عرب و عجم فیضیاب ہو رہے تھے اُن دنوں عالیجناب محمدؐ اکبر نذر علی حیدری صاحب بی اے (جو اُس وقت سر رشتہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ (امور مذہبی و پٹیہ وغیرہ) کی معتمدی کے منصب جلیلہ پر فائز تھے اور جو اس وقت سر رشتہ فینانس کی وزارت کی کرسی پر متمکن اور منجانب سرکار عالی رائٹ آنریبل نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کے خطابات سے ممتاز و سرفراز ہیں) رمضان شریف میں شریک نماز تراویح ہو کر قرآن کریم اور اس کا خلاصہ سن کر اور اس غیر مسلم محلہ کی شاندار مسجد میں مقامات بعیدہ کے برادران اسلام کی جماعت کثیرہ کو دیکھ کر بیحد محظوظ و مسرور ہوئے اور مولنٰا مرحوم سے ملاقات کے بعد دریافت فرمایا کہ منجانب سرکار اس مسجد کے نام کوئی معاش ہے یا نہیں مولنٰا مرحوم نے فرمایا کہ منجانب سرکار اس مسجد کے نام کوئی معاش نہیں ہے اور اس کے جملہ انتظامات توکل پر مبنی ہیں یہ سُن کر نواب صاحب ممدوح نے فرمایا کہ اس مسجد کی غیر معمولی آبادی و آراستگی اور اس کے محل وقوع کے مدنظر اس کے نام سرکاری معاش کا ہونا ضروری ہے میرے پاس ایک محضر بھیجدیا جائے میں اس کی نسبت سرکار میں تحریک پیش کر دوں گا۔

(۱۳) نواب صاحب ممدوح نے شایان شان معاش کی اجرائی کی نسبت تحریک فرمائی علاوہ بریں نواب حاکم الدولہ مرحوم الحاج نواب نظامت جنگ بہادر اور نواب عسکر نواز جنگ بہادر نے بھی بالمشافہہ و بذریعہ مکتوبات نواب صاحب ممدوح کو معقول معاش کی اجرائی کی کارروائی کے لئے توجہ دلائی منجانب جماعت ایک محضر معہ فوٹو مسجد بحسن توسط استاذ السلطان حضرت مولنٰا الحاج محمدؐ انوار اللہ خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ (جو اس وقت سر رشتہ امور مذہبی کے ناظم و صدر الصدور تھے اور بعد میں سر رشتہ مذکور کی معین المہامی کے عظیم الشان عہدے پر فائز اور نواب فضیلت جنگ بہادر کے خطاب سے مخاطب و ممتاز ہوئے تھے) پیش کیا گیا۔ پھر یہ مسجد بہ منظوری حضرت اقدس و اعلیٰ بنام "مسجد جامع عثمانیہ" موسوم ہو کر ممالک محروسہ سرکار عالی میں مشہور ہوئی تمام معاونین کی مساعی جمیلہ یادآور ہو کر امام۔ موذن۔ فراش وغیرہ خدام مسجد پیشگاہ خسروی سے منظور فرمائے گئے۔ اب مزید ترقیات کا سلسلہ عرض کیا جاتا ہے۔ مسجد کے اندرونی بڑے ہال میں جانمازوں کے نیچے بچھانے کے لئے ایک بڑی شطرنجی کی ضرورت محسوس ہوتے پر مولوی صوفی محمدؐ حسین صاحب ناظم سمستان و نپرتی نے ایک قیمتی بڑی اور دبیز شطرنجی بچھوادی جو اب تک رمضان شریف عیدین اور جاڑوں کے پورے موسم میں نہایت کار آمد و آرام دہ ثابت ہو رہی ہے۔ (۱۴) متذکرۂ بالا توسیعات کے باوجود مسجد کی عمارت بارش کے موقع پر جماعت کثیرہ کے لئے ناکافی محسوس ہوئی آس پاس اس کی توسیع کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے موجودہ عمارت کے اوپر دوسری پختہ منزل بنوانے کی سعی کی گئی سنہ ۱۳۳۲ھ سے سنہ ۱۳۴۲ف تک مسلسل پیروی کے بعد اس کی
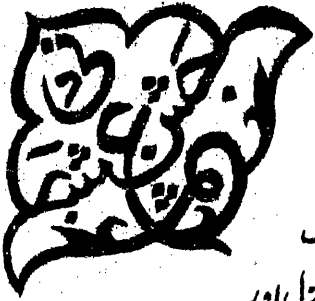
تعمیر کے لئے سرکار سے بدفعات مبلغ (۱۷۵۱) کی منظوری حاصل ہوئی جو باستصواب الحاج نواب سر نظامت جنگ بہادر جناب مسٹر پی۔ آر۔ بھاؤنانی سپرنٹنڈنگ انجینئر، جناب مولوی محمد عبدالصمد صاحب سابق اسسٹنٹ سپرنٹنڈنگ انجینئر حال ڈویژنل انجینئر اور مسٹر چیند ولال ڈویژنل انجینئر آرائش بلدہ کی نگرانی میں فوقانی منزل اور اس کے زینہ کی تعمیر کا کام انجام پایا۔ فوقانی منزل کی تعمیر کے وقت ماہرانِ فن تعمیرات نے تحتانی منزل کے قدیم سقف کو ناکارہ و مخدوش قرار دیکر بگنجایش رقم متذکرۂ بالا از سرِ نو جدید پختہ سقف بنوایا۔ (۱۵) جماعت کثیرہ کے وضو میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے حوض کی شدید ضرورت تھی صحن میں مطلق گنجایش نہ تھی نواب سر نظامت جنگ بہادر کی مساعی جمیلہ سے حوض کی تیاری کے لئے معزز حکام ریذیڈنسی سے سڑک کا حاشیہ حاصل ہوا۔ مولوی محمد عبدالرشید صاحب نے ۱۳۳۸ف میں اپنے محل محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ کی یادگار کے طور پر زیر نگرانی جناب مولوی محمد عبدالصمد صاحب ڈویژنل انجینئر آرائش بلدہ تخمیناً پانچ چھ ہزار کے ذاتی صرفہ سے سڑک کے حاشیہ پر مسجد کے چبوترے کی بلندی کی مناسبت سے بہ تنصیب ہشت پہلو ستونہائے سنگ تراشیدہ سمینٹ کا برآمدہ بنواکر اس پر ایک نہایت خوشنما معلق حوض بنوا دیا جس کے شمال و جنوب ہر دو جانب سنگ مرمر کی تختیاں بہ ثبت کتبۂ ذیل نصب ہیں۔

صدقۂ جاریہ کی ہے یہ بنا یادگارِ محمدی بیگم

۱۳۳۸ ہجری

(۱۶) پارے اور قرآن مجید رکھنے کے لئے مسجد کے اندرونی ہال میں چار طاقچے پرانی وضع قطع کے تھے جن کے دروازے اس ترقی یافتہ اور خوشنما مسجد کے لئے غیر موزوں معلوم ہوتے تھے۔ نواب مسعود جنگ بہادر سابق ناظم سررشتۂ تعلیمات نے اپنے ذاتی صرفہ سے بتوسط دارالضرب علاقۂ سرکار عالی نہایت قیمتی اور خوشنما چوکھٹیں اور دروازے بنوا دئے۔ (۱۷) مسجد کے شمالی جانب آبرو کو منہدم کرکے ۱۳۳۸ف میں بتوسط سررشتۂ تعمیرات ایک چھوٹے سے تہ خانہ کے اضافہ کے ساتھ از سرِ نو جدید پختہ برآمدہ تعمیر کرایا گیا۔ (۱۸) سردیوں میں جاڑے اور دوسرے دنوں میں گرد و غبار سے بچنے کے لئے مسجد کی بیرونی کمانوں میں مولوی محمد عبدالستار صاحب مرحوم مالک گولکنڈہ سگریٹ فیکٹری حیدرآباد نے ۱۳۳۹ف میں ایکہزار روپئے کے ذاتی صرفہ سے نہایت خوشنما دروازے بنوا دئے۔ اس عرصہ دراز میں مولٰنا مرحوم کو اقسام کی پریشان کن انتظامی صعوبتیں پیش آئیں لیکن مولٰنا مرحوم نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور بفحوائے (اَلْحَقُّ یَعْلُو وَلَا یُعْلیٰ) بفضلہ تعالیٰ ہر موقع پر کامیاب رہے۔ بعض انتظامی مہمات سلجھانا بہ تشکیل جماعت ضروری تھا ان کے سلجھانے میں دوامی جماعت کے علاوہ الحاج نواب صدر یار جنگ بہادر نواب اختر یار جنگ بہادر مولوی خان فضل محمد خاں صاحب ناظم تعلیمات الحاج مولوی سید عطا حسین صاحب سابق ناظم تعمیرات مولوی محمد احمد صاحب ناظم ثبتہ الحاج مولوی سید عنایت اللہ صاحب مہتمم کارخانجات صرفخاص مبارک الحاج مولوی سید ظہور الحق صاحب مہتمم دائرۃ المعارف مولوی محمد مظہر اللہ صاحب مددگار مجلس جامعہ عثمانیہ مولوی سید ظہور علی صاحب مرحوم الحاج مولوی محمد علی صاحب عباسی منتظم میشی صدارت جناب رائے سری کشن صاحب بیرسٹر اور مولوی سید عسکری حسن صاحب بیرسٹر وغیرہ حضرات نے قابل قدر دلچسپی لی۔ ان کے انتقال کے بعد اس خدمت کی جانشینی کا مسئلہ زیر غور جماعت ہوا۔ کامل غور و خوض کے بعد مرحوم کے حقیقی بھائی مولوی غلام حسن صاحب چشتی کا انتخاب ہوا۔ مولوی غلام حسن صاحب چشتی نے بھی اپنے بھائی کے نقشِ قدم پر اس مسجد کی خوشنمائی میں معتدبہ اضافہ کیا۔ مسجد کے برقی پنکھوں کے منجملہ اندرونی ہال کے دو بڑے پنکھے جو جماعت کثیرہ کیلئے ناکافی تھے ایک مزید برقی پنکھے کی ضرورت کو جناب مولوی خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی نے اور بطور تکملہ جناب مولوی سید عمر صاحب منتظم ڈویژن ایوانات شاہی نے پورا فرما دیا۔ ۱۳۴۰ف میں مبلغ (۹۹۸) کے صرفہ سے بذریعہ سررشتۂ تعمیرات

تحتانی حصہ میں زمین دوز پختہ سنگ بستہ بڑی بدررو اس کے بازو سنگ بستہ
مضبوط پختہ ہوا کر اس پر آہنی نالیں دلوا کر فوقانی حجرہ نہایت مضبوط و مستحکم بنوایا گیا
سنہ ۱۳۴۱ف میں مبلغ (۱ ۔ ۱۲ ۔ ۲۹۱) کے صرفہ سے بذریعہ سررشتہ تعمیرات تہ خانہ سکونتی
مکان کے ایک ضروری جز اور مسجد کے گودام کے علاوہ مقامات بعیدہ کے سیکل سوار مہاجر مصلیوں کی سیکلوں
کی حفاظت کے کارہائے تعمیر انجام پائے سیٹھ محمد عبدالستار صاحب مرحوم نے مسجد کے بیرونی ہال کمانوں اور سائبان میں
بڑی اور دبیز شطرنجیاں بچھوا کر مسجد کی سالم عمارت میں دوہیرے فرش کی تکمیل کرائی اور ایک مسی ہموار کلاں بہ تعداد وافر جستی لوٹے حسب ضرورت متعدد
اُوگالدان اور نئے جا نمازوں کی سربراہی کا انتظام کر دیا مرحوم نے مسجد کے مناروں کے لئے سنہری کلسوں کی تیاری سنگ مرمر کے فرش اور تین ہزار
روپئے کے صرفہ سے مسجد کے ساتھ ایک دینی مدرسہ کی تعمیر اور مدرسہ کے اخراجات کے لئے بتوضیف جائداد مناسب دوامی انتظام کا وعدہ بھی فرمایا تھا
لیکن ناگہانی رحلت کا وقت آگیا اور وہ ان تمناؤں کو اپنے ساتھ لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے اللہ عزوجل انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کے
پسماندوں کو صحیح و سالم رکھکر مرحوم کے قدم بقدم چلنے اور ان کے نیک وعدوں کے ایفاء کی توفیق عطا فرمائے ۔

حوض پر ایک پختہ جالدار سائبان کی تعمیر کی ضرورت لاحق ہونے پر سررشتہ تعمیرات سے سنہ ۱۳۴۳ف میں مبلغ (سہ صد پنجاہ و ہفت ۳۵۷ روپے) کے صرفہ سے ایک نہایت
خوشنما آرام دہ اور پختہ جالدار سائبان بشمول زینہ وغیرہ تعمیر ہوا سیٹھ حاجی ولی محمد صاحب نے مسجد کے اندرونی اور بیرونی ہر دو ہال میں سنہ ۱۳۵۲ف
میں سنگ مرمر کا نہایت خوشنما فرش بچھوا دیا جس سے متعلق نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل کا حسب ذیل قطعہ نصب ہے ۔

محل حاجی ولی پائیں جناں میں لعل و گوہر کا ۔ بڑھایا حسن جنکی سعی نے اللہ کے گھر کا

جلیل اس حسن خدمت کی لکھو تاریخ ہجری میں ۔ بچھایا اک محمد کے ولی نے فرش مرمر کا

اس کے بعد سیٹھ صاحب موصوف نے مسجد کے سائبان میں پورا فرش اور سامنے کی دیوار کے ساتھ درمیانی کارنس کی حد تک بشمول کارنس کمانوں کے
پلروں اور چھت تک میناروں کے پلروں کے ساتھ بھی سنگ مرمر کی تنصیب کا کام انجام دلوایا اس طرح سیٹھ صاحب موصوف نے ہزارہا روپئے
کے صرفہ سے اس خانۂ خدا کی خوشنمائی میں قابل قدر اضافہ فرمایا ۔ بہرحال عہد عثمانی کی یہ شاندار مسجد نیک بندگان خدا کے کثیر سرمایہ اور حکومت کی
مناسب امداد سے تعمیر پائی ہے جو تاریخی حیثیت سے دور عثمانی کی یادگار رہے گی خدا کی راہ میں دینا ہے گھر کا بھر لینا جن جن لوگوں نے
اس میں حصہ لیا ہے خدا انہیں جزائے خیر دے خدا ایسے نیک کاموں کی توفیق صاحب ثروت مسلمانوں کو بخشے ۔ بمصداق

مردے از غیب بروں آمد و کارے کرد و رفت

فاضل

اقسام خطابات جو دربار آصفی سے سرفراز کئے جاتے ہیں

(۱) والاشان (۲) جاہ (۳) سلطنت (۴) خان دوراں (۵) خانخاناں (۶) امیر الامراء (۷)
امراء (۸) ملک (۹) امیر کبیر (۱۰) دولہ (۱۱) رائے رایاں (۱۲)
جنگ ۔ یار جنگ ۔ نواز جنگ ۔ (۱۳) خان (۱۴) بہادر (۱۵)
علماء (۱۶) حکماء (۱۷) راجہ ۔ راجہ بہادر ۔ مہاراجہ ۔ (۱۸)
ونت (۱۹) پال (۲۰) رانی ۔

سلطنت دکن اور وفاداری

از جناب مولوی محمد عبد الرزاق صاحب ارشد بی اے ایل ایل بی مددگار فینانس سکریٹری

ایک رہ نوردِ حقیقت نے کیا خوب کہا ہے کہ اگر مجھے کشف عطا ہو اور یہ ایمان بالیقین ہو جائے کہ میری ایک دعائے نیم شب بارگاہِ ایزدی میں شرفِ قبول کو پہونچیگی تو میں یہی التجا کروں گا کہ باری تعالیٰ اپنی رحمت سے ہمارے شاہ عادل آقائے ولی نعمت **نواب میر عثمان علی خان بہادر** خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کو تا ابد دکن کا حکمران شادماں اور دودمان آصفی کے گلشن کو سدا بہار رکھے اس وقت بھی جب کہ جمہوریت کا تسلط دنیا کی تمام سلطنتوں پر اثبات واستقامت کو پہونچ گیا ہے۔ اور چہار دانگ عالم میں اسی کی فضیلت وبرتری کی نغمہ سنجی ہو رہی ہے۔ شاہانِ عالم کا ستارۂ اقبال اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جگمگا رہا ہے اور گو اس کی اصلی اور حقیقی روشنی سے ہمارے توہمات کی مبالغہ افروز تاریکی ہٹ گئی ہے تاہم روزمرہ زندگی میں ہم اب بھی بادشاہ ظل اللہ کی پوجا کرتے ہیں اس کی نصفت پسندی کو خدا کی معدلت جانتے ہیں اسی کی کرم گستری کو خدا کی رحمت مانتے ہیں اور اس کے غیظ وغضب کو قہر الٰہی سمجھتے ہیں۔

ہم تو اس کے شیدائیوں میں ہیں ہی مگر غیر ممالک میں بھی ساتوں سمندر پار وہاں جہاں عروج ناچ رہا ہے اور بخت چمک رہا ہے جہاں دولت کھیل رہی ہے اور اقبال ہنس رہا ہے۔ جہاں رنج والم قلیل اور عیش وراحت کثیر ہے وہاں بھی شہنشاہی کا طوطی بول رہا ہے۔

بادشاہ بہرحال بادشاہ ہے وہ خیر وبرکت کا منبع اور عزت ووقار کا سرچشمہ ہے اس کی شان وشوکت قائم ودائم ہے بزمِ قوم کا وہ چراغ ہے انجمنِ ملک کا وہ صدر ہے حکومت اس سے ہے اور اسی کی ہے اور اب بھی بدستور وہ اپنی ایک نہیں سے اساسِ حکومت کو درہم وبرہم کر سکتا ہے۔

بادشاہت کے اقتدار اس کے فرائض اس کے آئین اور اس کے نظریہ کا ماحصل یہ ہے کہ آبادی خوشحال اور ملک مالا مال رہے۔

اقتدارات سلطنت یہی نہیں ہیں کہ جنگ وآویزش کی جائے یا امن وامان قائم کیا جائے دبدبہ وطنطنہ تعمیر کیا جائے یا رعب وہیبت تصنیف کی جائے یا سیاست کے لئے ریاست کا فشار بگاڑ دیا جائے بلکہ آرٹ، سائنس، اخلاق اور ادب کی پرورش بھی سلطنت کی اہم ترین کارپردازی ہے اور اسی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ملک اپنی حکومت کے اصول اور مقاصد سے آگاہ رہے تاکہ ہر شخص موقع سے اس کی مدد کر سکے حکومت کی سب سے بڑی مدد ہم یہی کر سکتے ہیں کہ اس کی طرف سے ہم اپنے دل کو صاف رکھیں اور اپنے طرز معاشرت کو قابل اعتماد بنائیں۔ اپنے تمدن کو اس قدر فروغ دیں کہ دوسری قومیں ہماری تقلید پر مجبور ہو جائیں۔

معاشرت کو اعتماد کے قابل بنانا وفاداری کے مترادف ہے۔

مرتبہ محمد فاضل

وفاداری کے بہت سے اقسام ہیں مگر اس کی تقسیم بالخصوص
دو طرح کی جاتی ہے۔ نمائشی وفا۔ زبانی جمع وخرچ کی وفاداری عموماً
ان لوگوں میں پائی جاتی ہے جو صبح وشام حیران وپریشان مارے مارے
پھرتے ہیں اور ارکانِ حکومت کی بر سبیل شکایت برائیاں بیان کیا کرتے ہیں حتیٰ کہ
وہ تمام بد علتیں جو خود ان میں ہوتی ہیں اپنی حکومت کے سر تھوپتے ہیں۔

مثلاً اگر ملک میں کوئی بیماری پھیلتی ہے تو حکومت پر الزام لگایا جاتا ہے اور جب اس کے تدارک کے لئے عام حفظانِ صحت سے چارہ جوئی کی جاتی ہے تب بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ فلاں تدبیر عمل میں نہیں لائی گئی۔ اگر کوئی شخص کسی عہدہ پر مامور کیا جاتا ہے تو سمجھا جاتا ہے کہ حکومت نے اس کے ساتھ خاص مہربانی کی اگر نئی ریلوے لائین کھولی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس سے ملک کی صنعت کو نقصان پہونچتا ہے اگر کوئی لائن نہیں کھولی جاتی تب بھی باور کیا جاتا ہے کہ تجارت کی ترقی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

ایسی ہی بے شمار مثالیں ہیں جہاں خواہ مخواہ کو شکایات کے طومار باندھ دئیے جاتے ہیں جن کی اصلیت کچھ نہیں ہوتی۔

حقیقی وفا۔ یہ عملی شکل میں نمودار ہوتی ہے۔ قوم اپنی حکومت کو فروغ دینے کے لئے جان توڑ کوشش کرتی ہے۔ اور ہر شخص اپنی بہتری کے لئے حکومت کو ملک رانی میں مدد دیتا ہے۔

جب حکومت ملک کی بھلائی کے لئے کوئی تدبیر نکالتی ہے تو حقیقی وفا شعار لوگ بجائے اس کے کہ اس پر الزام لگائیں اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ صحیح طور پر اس تدبیر کو کارگر بنایا جائے اور لوگوں کو اس کے فوائد بتائیں۔ سچی وفا شعاری یہی ہے کہ حکومت میں اور رعایا میں صفائی اور یک جہتی پیدا کی جائے۔

نظم ونسق کے امور پر بحث کرتے وقت ہمیں بھولنا نہیں چاہئے جو کہ حکومت نے ہمیں بے شمار تعلیمی، مذہبی، اخلاقی، طبی اور تجارتی سہولتیں بہم پہنچائی ہیں۔ علاوہ بریں اُن نقصانات کی تلافی کی ہے۔ جنھیں ہم محسوس کرتے تھے۔

بالعموم دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات ہم ان مفاد کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور ہر چیز کو اپنا حق پیدائش تصور کرتے ہیں ہمارا یہ سلوک نہ صرف اپنی حکومت کے ساتھ ہے بلکہ ہم اکثر وبیشتر اپنے آفریدگار کے ساتھ بھی یہی کرتے ہیں ایک لاابالی شاکی اپنے خدا کو بھی اسی طرح برا بھلا کہتا ہے جس طرح اپنے ہمسایہ اور حکومت کو۔

ہمیں اپنے بادشاہ اور حکومت کو نہ صرف اس امر کا بین ثبوت دینا چاہئے کہ اس کی مہربانیوں کے ہم منت کش ہیں بلکہ ہمارا اور اس کا تعلق اس سے بھی قوی ہے اور ہم میں اور اس میں محبت احترام اور کمال عقیدت کا وہ رشتہ ہے جو وفا کیشی نیازمندی اور اطاعت کے لئے ضروری ہے۔

اور یہ سچی اطاعت ہمیں اپنے بادشاہ اور حکومت کے قدموں پر نثار کرنی چاہئیے۔ جو ہماری اور ہماری آئندہ نسل کی پرورش کرنے کے لئے ہم کو اپنے برکات سے فیضیاب کر رہی ہے۔

اگر آج ہمارے ملک کے امرا مرحوم ومغفور جو شہر خموشاں میں آسودہ ہیں یکایک جاگ اٹھیں
اور چار مینار کی فلک بوس عمارت سے سارے شہر کا جائزہ لیں تو ان کی نظر مشرق
حیران وششدر رہے بغیر نہیں رہ سکتی کیونکہ اب ان کی آنکھوں کے سامنے
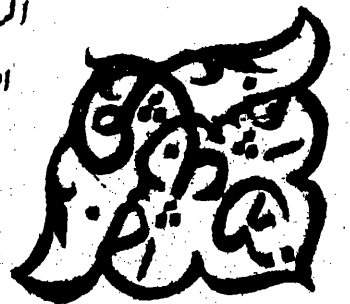
بجائے ویران کھنڈر غیر آباد مقامات اور چند جھونپڑیوں کے ہر طرف آباد ایوانات خوبصورت عمارتیں خوشنما باغ اور نئے طرز کی ہموار سڑکیں ہونگی جن میں اُمنڈتی ہوئی آبادی اُبلتا ہوا تمدن اور اُچھلتی ہوئی معاشرت نظر آئے گی وہ جھاڑیوں کو ڈاکوؤں کی کمین گاہ جنگلوں کو رہزنوں کی رزمگاہ خانقاہ ہو کو اہل کید کی مصیبت گاہ نہیں پائیں گے تلواروں کی جھنکار خنجروں کی صدائے دلفگار ان کی سمع خراشی نہیں کرے گی اور خون کے دریا بہا کر ان کو چار آنسو نہیں رلائے گی۔ کیونکہ اب وہ پرانے خیالات کے گھر ڈھائے گئے ہیں اور قدیم خرخشے مٹادئے گئے ہیں۔ آرام و اطمینان اور امن و امان کے قلعے تعمیر کئے گئے ہیں غفلت کا پردہ اٹھا دیا گیا ہے ملک و قوم کی آنکھیں کھولدی گئی ہیں اور اخلاق و تمدن ہر ایک کی آنکھوں میں سما گیا ہے۔

ذرا پوچھو تو سہی کس کے روشن دل و دماغ کا یہ نتیجہ ہے کس کی عیسٰے نفسی ہے کہ دکن کا خطہ خطہ آبادی، زندگی، سرسبزی اور شادابی سے لہلہا رہا ہے ذرّہ ذرّہ آفتاب عالمتاب بن کر چمک رہا ہے۔ بچہ بچہ کا ذہن و درک گرمیٔ علم سے دہک رہا ہے۔ یہ فیوض و برکاتِ عثمانی ہیں یہ اس شاہ ذیجاہ کی بدولت ہے جس کی عظمت کا ترانہ سمندر کی زبان پر ہے۔ جس کی سطوت کا نغمہ بلبلانِ فرنگ کے لحن سے نکل رہا ہے ہماری سرکار ہم میں ہی سے ہے اور ہماری ہی رہے گی کوئی نہیں جانتا کہ مستقبل میں ہمارے لئے کیا ہوگا مگر ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری عافیت و عاقبت اسی حکومت کے ساتھ وابستہ ہے کچھ حب وطن کا بھی تقاضا ہے کہ ہم دولت آصفیہ کے ہو کر رہیں اور اپنی جان و مال دھن دولت سب ارضِ دکن پر نچھاور کر دیں۔ نفاق کو ہمارا دور ہی سے سلام کیونکہ جو کچھ ہماری دلی تمنا ہو سکتی تھی وہ ہمیں بدرجۂ اتم حاصل ہے باشندگان دکن کا باہمی وفاق ہمارا اصل نظر ہے۔ تمام فرقوں کا اتحاد ہمارے دل کا مدعا ہے، ہماری حکومت محکم و مستقل ہمارا بادشاہ منصف و عادل اور ہم وفاداری و اطاعت میں کامل۔

ہیچمدان راشد تمام رعایائے دکن کے ساتھ دست بدعا ہے کہ۔

جہاں را بسے شادمانی ازوست ۔۔۔ زماں را ہمہ کامرانی ازوست

ازو ملک و ملت ازو تاج و تخت ۔۔۔ ازو فسر گیتی ازو سبز بخت

بجائے کہ مارا رسید است کار ۔۔۔ زہے فیض آں شاہِ عالی وقار

بیاید بجا ہا ہمی سر زنیم ۔۔۔ بصدق و عقیدت دعائے کنیم

کہ یارب تو ایں شاہ را زندہ دار
بہ اقبال و افضال پائندہ دار

شاہ دکن زندہ باد
ملکِ دکن پائندہ باد

ریاستی الیہ سنہ فصلی کے آغاز اور اس کے مختصر تاریخی واقعات

ابتداءً سنہ فصلی کا آغاز اکبر بادشاہ کے عہد میں ہوا رفتہ رفتہ حیدرآباد میں بھی رائج ہوا اس وقت سال سنہ فصلی ماہ مہر سے ختم ماہ شہریور تک تھا۔ ۱۲۷۱ف میں بعہد مدار المہامی نواب سرسالار جنگ بہادر اول ماہ تیر سے ختم ماہِ خورداد تک قرار پایا۔ ۱۲۷۲ و ۱۲۷۳ف میں یہی عمل رہا پھر ۱۲۷۴ف میں بحکم سالار جنگ بہادر ۱۳ ماہ کا سال قرار دیا گیا۔ اور ۱۲۷۵ف سے ماہِ امرداد سے ختم ماہ تیر تک مقرر ہوا۔ ۱۲۷۷ف میں امرداد و شہریور کو مکرر شمار کر کے ۱۴ ماہ کا سال کیا گیا ماہِ مہر سے ختم ماہ شہریور تک اس کا شمار رہا ۱۲۹۳ف میں بعہد سالار جنگ ثانی ماہِ مہر و آبان آغاز و اختتام سال قرار پائے ۱۲۹۴ف میں ماہ آذر تا ماہ آبان سال فصلی قرار پایا۔ پھر ۱۳۱۶ف میں مہینوں کے مقررہ دنوں میں تبدیلی سالِ تاریخی کبیسہ کا ظہور عمل میں آیا جو سنہ فصلی کے نام سے تاحال موسوم ہے جس کے مہینوں کے موجودہ مقررہ ایام یہ ہیں۔ ماہ آذر (۳۰) دن۔ ماہ دی (۲۹) دن۔ ماہ بہمن (۳۰) دن ماہ اسفندار (۳۰) دن ماہ فروردی (۳۱) دن ماہ اردی بہشت (۳۱) دن۔ ماہ خورداد (۳۱) دن۔ ماہ تیر (۳۱) دن۔ ماہِ امرداد (۳۱) دن ماہ شہریور (۳۱) دن۔ ماہ مہر (۳۰) دن (ماہ آبان (۳۰) دن۔

مرتبہ محمد فاضل

ڈرینج
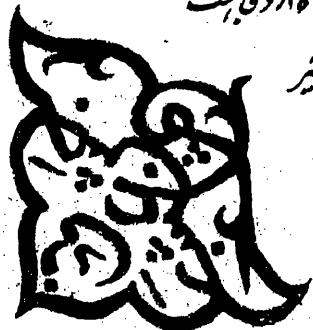
آج سے ۲۵ سال قبل حیدرآباد میں موروم کی سڑکیں تھیں۔ بارش کے موسم میں عام طور پر کیچڑ ہو جاتی تھی جس سے راستہ چلنے والوں کو دقتیں واقع ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ گھروں کا غلیظ پانی کھلی ہوئی نالیوں میں سے بہتا رہتا تھا جس سے بعض مقامات پر کراہیت انگیز عفونت سی پائی جاتی تھی۔ ان تمام کمزوریوں کو رفع کرنے کے لئے ڈرینج کا محکمہ قائم کیا گیا۔ اس محکمہ نے سب سے پہلے بلدہ اور مضافات میں بدررؤں کو پختہ کرنے اور حفظان صحت کے لحاظ سے فضلہ کے اخراج کے لئے ڈرینج اسکیم تیار کی جسے حکومت نے ایک کروڑ ستائیس لاکھ روپیہ کی منظوری عطا فرمائی اور اس اسکیم کے عملی کاروبار ۱۳۳۵ف کے آخر میں آغاز ہوئے۔

شہر میں ایک زبردست زمین دوز بدررو نکال کر ہر محلہ سے اس کی شاخیں ملادی ہیں اور ان شاخوں سے تمام املکنہ شاخ در شاخ الحاق کئے جا رہے ہیں۔ سرکاری مکانات کے علاوہ ہر خانگی مکان جس کی مالیت (سہ) روپیہ ماہانہ سے زائد ہے اس کا سرکاری بدررو سے الحاق لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس قسم کے انتظام کئے جا رہے ہیں کہ عوام کو فلش سسٹم کے جانب رجحان ہو چنانچہ آٹھ نو سال کے اندر اندر صدر بدررو صفائی فضلہ کے حوض اور شہر میں چھوٹی بڑی بدررو کی شاخیں طول میں ۱۲۱ میل تک تکمیل پا چکی ہیں جس پر تقریباً نو لاکھ سے زیادہ صرفہ عائد ہوا ہے۔ شہر کا غلیظ پانی اور فضلہ بدررو کے اخراجی سے بہ کر حوضوں میں جمع ہوتا ہے جو شہر سے تقریباً ۵ میل فاصلہ پر عنبر پیٹھ کے قریب بنائے گئے ہیں یہاں خمیر دیا جاتا ہے جب وہ غلیظ پانی حوضوں میں چکر لگا کر فضلے میں اچھی طرح مل جاتا ہے تو اس میں آب مصفا ملاکر "نیشکر اور دیگر اشیا کی کاشت کے لئے دوسری نہر میں چھوڑ دیتے ہیں یہ پانی کاشت کے لئے مفید ثابت ہوا ہے چنانچہ اس وقت ایک ہزار ایکر سے زیادہ رقبہ زیر کاشت ہے۔ اور اس کی مالگزاری میں تقریباً سہ چند اضافہ ہو گیا ہے۔

عام لوگوں مفلس اور ناداروں کے لئے جگہ جگہ فلیشنگ بیت الخلا۔ اور پیشاب خانے تعمیر کئے گئے ہیں۔ ڈرینج اسکیم کے دوش بدوش بدررو آب باراں کی تعمیر اور اصلاح ہونی بھی نہایت ضروری تھی جس کی تکمیل کے لئے تیس لاکھ روپیہ منظور ہوئے ہیں اس میں سے اب تک تیر اسی ہزار روپیہ خرچ ہوئے اور تقریباً ۲۰ میل سے زائد بدررو آب باراں تعمیر ہو چکی ہیں مردم شماری کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ہندوستان میں شہر حیدرآباد کا چوتھا درجہ ہے۔ اور دیگر متمدن ممالک کی طرح یہاں بھی موٹروں اور تیز رفتار سواریوں کا روزانہ اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے موروم کی سڑکوں پر گرمی اور جاڑے میں گرد و غبار اڑتا رہتا تھا اور بارش میں کیچڑ کا زور رہتا تھا ایک طرف تو راہگیروں کو چلنے پھرنے کی دقتیں ہوتی تھیں اور دوسری طرف گرد و غبار سے صحت عامہ پر مضر اثرات ہو رہے تھے۔

اس وجہ سے شہر کے اہم سڑکوں اور شاہ راہوں کو سمینٹ کانکریٹ سے پختہ کرنے کے لئے اکتیس لاکھ روپیہ کی منظوری عطا فرمائی گئی اس محکمہ نے یہ کام بھی نہایت حسن و خوبی سے انجام دیا چنانچہ اس وقت طول میں تقریباً ۲۰ میل سڑکیں تیار ہو چکی ہیں جس کی تیاری میں (۲۷) لاکھ روپیہ سے زائد صرف ہوا ہے۔ یوں تو فلش سسٹم۔ اور اسی قسم کے دیگر انتظامات مختلف شہروں میں عام طور پر پائے جاتے ہیں۔ مگر بہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان بھر میں صرف حیدرآباد کو یہ امتیاز اور فخر حاصل ہے کہ جہاں اس قدر طویل مسافت و مضافات اور عمدہ سیمنٹ کانکریٹ کی سڑکیں موجود ہیں۔ ان سڑکوں سے نہ صرف شہر کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔ بلکہ گرد و غبار سے پاک رہنے کے سبب سے صحت عامہ پر نہایت اچھا اثر پڑا ہے۔ اور محکمہ حفظان صحت کی رپورٹوں سے واضح ہے کہ یہاں امراض شش وغیرہ میں معتدبہ کمی واقع ہو گئی ہے۔ فقط

نوٹ - تعمیرات و آبپاشی کی مکمل مصور تاریخ جلد دوم جشن عثمانی میں ملاحظہ ہو

مرتبہ محمد فاضل

حیدرآباد اور سول سروس

از جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب آنند آئی سی ایس مددگار معتمد فینانس سرکار عالی

ابتداءً مصنف موصوف نے اس مضمون کو انگریزی زبان میں رقم فرمایا تھا اُس کا ترجمہ یہ ہے

حیدرآباد فرخندہ بنیاد کی تاریخ میں سیول سروس کلاس کا افتتاح نہایت عظیم الشان واقعہ ہے گذشتہ تیس سال کے اندر دکن کے نظم و نسق میں جو اصلاحات نافذ ہوئیں، ان میں سیول سروس کے قیام کا درجہ سب سے بلند ہے کیونکہ اس کے موجودہ کارنامے اور آئندہ توقعات از بس شاندار ہیں۔

۱۸۵۵ء میں جبکہ سر چارج پولین نے برطانیہ عظمے میں مختلف ملازمتوں کے مطلق العنان اور غیر منظم طریق شرکت کے بُرے نتائج کو بتا کر امتحان مقابلہ کی سفارش کی تو وہ دراصل اس طریق کے نفاذ کو صرف برطانیہ عظمیٰ کے واسطے ضروری نہیں سمجھ رہے تھے بلکہ ایسے ممالک میں بھی لازمی جانتے تھے جہاں اس کے وسعت پذیر ہونے کا انہیں بہت کم گمان تھا۔ اس زمانے میں دنیا کے ہر حصہ میں نا اہلوں کی بے محل سرپرستی جاری تھی لیکن اس کے بدترین پہلو کا ظہور کسی دوسرے ملک میں اس قدر نمایاں نہیں ہوا جس قدر کہ ہماری ریاست ابد مدت میں اسلئے کہ یہاں جہالت اور بدنظمی کا چولی دامن کا ساتھ ہونے کے باعث حیدرآباد کے تیسم زیر کشت زار دل و جھومتے ہوئے مزرعوں میں تبدیل ہو گئی تھی اس وقت کے طریق انتخاب نے جہالت کی عمارت کو مزید استحکام پہونچایا۔ اور چونکہ تعلیم کی غایت صرف ملازمت سرکاری تصور کیجاتی تھی اور حصول علم ملازمت کو پیش نظر رکھنے والے اصحاب کیلئے کوئی مزید سہولت بہم پہونچانے سے قاصر تھا اس لئے تعلیم کا چشمہ اپنے منبع پر ہی خشک ہو گیا اور جب جہالت سے پُر اور علم سے معرا اشخاص نے سرکاری ملازمت میں جگہ پائی حرص و آرزو ناجائز حصول دولت کے بے لگام جذبات اُمنڈ پڑے انتظام مملکت میں ابتری نہ صرف ان نامناسب جذبات کے بے نیام مظاہرے سے پھیل گئی بلکہ اس عام میلان اور فقدان قابلیت کے سبب سے بھی جو کہ لاعلمی اور جہالت میں مضمر ہیں چونکہ یہ خرابیاں بہت ہی بری طرح صفحہ عمل پر آگئی تھیں اسلئے سیول سروس کے آغاز کا مسئلہ جاذب نظر ہوا۔ پہلے ۱۸۸۴ء میں جدید سول سروس کلاس کھولی گئی اور ۱۸۹۱ء میں بند کر دی گئی پھر ۱۹۱۳ء میں دوبارہ کھلی اور ۱۹۲۰ء میں بند ہوئی ۱۹۲۶ء میں سہ بارہ قائم کی گئی اور اس وقت تک بحمد اللہ قائم ہے لیکن بہم ان تبدیلی اور بے تعلقی کے ساتھ کام نہیں کی گئی جس طرح کہ اسکے ابتدائی بانیوں نے کی تھی اس کے موجودہ بانی اپنے ایقان و جوش عمل سے اس چشمہ جاریہ کو سیراب کرتے رہے ہیں شکر ہے کہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی بدولت یہ اہم ترین اصلاح عمل میں آئی جو ملک کے حق میں آب حیات کا کام کر رہی ہے اگرچہ اس کا وجود حالیہ اور اسکے لئے مواقع بہت محدود ہیں لیکن میں یہ تصور کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ اس نے باوجود اس امر کے اسکی معیار کارگذاری نے کوئی مستحکم روایات کی شکل بھی اختیار نہیں کی ہے تاہم اس نے میدان عمل میں اپنی یکہ تازی کو ثابت کر دکھایا ہے اور اسکی ترقی کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں ان آثار کو ہر کس و ناکس اس اعتماد کلی میں دیکھ سکتا ہے جس کی بنا پر اس طبقہ کا ہر محکمہ میں خیر مقدم کیا جاتا ہے، یہ نمایاں ہے اس جوش عمل و سرگرمی میں جو کہ اسکے ارکان کی جانب سے ملکی اقتصادی گتھیوں کو سلجھانے میں ظہور پذیر ہوئی ہے یہ طشت از بام ہوتے ہیں اس ایقان و صداقت میں جو کہ رعیت کے دلوں میں اس طبقہ نے پیدا کی ہے درحقیقت ....
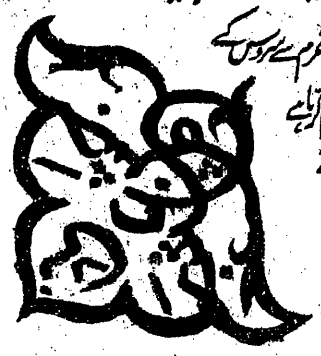
اس طبقہ کو بڑے اختیارات حاصل ہیں لیکن ان کے تحفظ نتائج میں دائمی کچھ کم نہیں ہیں انہیں کا یہ کام ہے کہ اپنی ان تھک کوششوں اور غیر متزلزل عزم سے سروس کے مقصد اور روایات کی تعمیر میں حصہ لیں ان کو آزمائش و طمع کی پُر پیچ اور کڑی منزل سے گزرنا پڑتا ہے ان کے حصہ میں ایسے مقامات پر کام کرنا ہے جہاں کی تہذیب و تمدن نے کہیں پلٹا نہیں لیا ان کو بعض دفعہ ایسے دور افتادہ مقامات پر زندگی بسر کرنا ہے جہاں ضروریات زندگی میسر نہیں آسکتے یہی ہیں ان کی اکثر آزمائش کی تنہا نہ ملکی پرواہ کا مقصد انجام پاتا ہے گرچہ ارکان ان خطرات اور مشکلات سے جوان کی ملازمت کے راستے میں حائل ہوتی ہیں اپنی ہمت مردانہ کو متاثر ہونے دیں یا اپنے جوش عمل کو ماند پڑنے دیں تو شاندار روایات کی تعمیر میں یا حصہ لیں گے جنکو آئندہ آنے والی سول سروس اپنے عزیز ترین اور شریف ترین جذبات کی طرح عزیز جان بنا رکھے گی فقط

مرتبہ محمد فاضل

عہدہ داران سرکار عالی

مولوی قاضی محمد حسین صاحب صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ

مولوی غلام یزدانی صاحب ناظم آثار قدیمہ

سررشتہ کروڑگیری سرکار عالی

ہر ملک میں رشتہ کروڑگیری آمدنی کا نہایت اہم سررشتہ ہوتا ہے ۔ مبارک عہد عثمانی میں جن قدیم سررشتوں میں ترقی و اصلاح عمل میں آئی ہے، ان میں سررشتہ کروڑگیری بھی شامل ہے اس مبارک دور میں اس کی جدید تنظیم عمل میں آئی۔ اور اس کی آمدنی میں معتد بہ اضافہ ہوا۔

حیدرآباد میں قیام سررشتہ کروڑگیری کے بعد اس کا کام راجہ نانک بخش کے سپرد کیا گیا تھا لیکن ۱۲۷۰ھ میں نانک بخش اس کام سے علیحدہ کئے گئے اور سررشتہ مذکور بالمکند کے زیر نگرانی دیا گیا۔ پھر ۱۲۷۱ھ میں یہ سررشتہ نانک بخش کے سپرد ہوا ۱۲۸۲ھ میں کروڑگیری کی آمدنی کا تعہد دیدیا گیا اور تقریباً (۴) سال تک اس کا کام تعہد دار کے زیر نگرانی انجام پاتا رہا لیکن ۱۲۸۵ھ میں کاشتنے پھر اس رشتہ کو امانی میں لے لیا۔ اور افسر سررشتہ کا عہدہ تعلقدار قرار پایا۔

بابو جی پہلے تعلقدار کروڑگیری مقرر ہوئے ان کے بعد وارا ب جی کا تقرر عمل میں آیا ۱۲۹۹ھ میں تعلقدار کا نام بدلکر افسر کروڑگیری کا لقب کمشنر اور مددگار کا عہدہ ڈپٹی کمشنر قرار پایا دارا ب جی کے بعد سپتن جی، نواب عماد نواز جنگ، نواب فخر جنگ، نواب اقتدار جنگ وغیرہ یکے بعد دیگرے کمشنران کروڑگیری مقرر ہوئے اور اپنی خدمات کو عمدگی کے ساتھ انجام دیا ۱۳۲۱ف میں جیجیان بہادر عبدالکریم عرف لعل خان کا تقرر سررشتہ کروڑگیری میں عمل میں آیا تو ۱۳۲۲ف میں اس عہدہ کا نام "ناظم" قرار دیا گیا۔

لعل خان کے بعد آنند کرن بہادر، نواب بہرام نواز جنگ، نواب محی الدین وغیرہ اس سررشتہ کے مشہور ناظم گزرے ہیں اسوقت اس سررشتہ کے ناظم مولوی محی الدین احمد صاحب ہیں۔

آپ اس سررشتہ کے دیرینہ ملازم ہیں اور ربع صدی سے زیادہ اس سررشتہ کے کام کا تجربہ رکھتے ہیں ۱۳۱۵ف میں آپ اس سررشتہ میں ابتداً ملازم ہوئے اور اسوقت سے اب تک درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے ناظم کی معزز خدمت تک پہنچے ہیں آپ نے عالمی سفر کیا ہے۔ اور متمدن ممالک کے کسٹمس کا مشاہدہ کر کے خاص تجربہ حاصل کیا ہے، سرکار میں آپ کی خدمات بنظر قدر دانی دیکھی جاتی ہیں۔

عہد عثمانی میں رشتہ کروڑگیری کے انتظامات دنیا کے متمدن ممالک کی طرح نہایت باقاعدہ و منظم ہیں سرکار عالی کے حقوق صیغہ کروڑگیری پورے طور پر حاصل ہو رہے ہیں نیز رعایا اور ملازمین کی اخلاقی حالت بھی جہاں تک اس سررشتہ کا تعلق ہے۔ درست اور راہ راست پر آگئی ہے۔ سال ۱۳۴۲ف میں اس سررشتہ کی آمدنی ایک کروڑ (۱۲۶) لاکھ روپیہ سے زیادہ رہی۔ آمدنی میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے اس کا حصر ملک کی زرعی و اقتصادی حالت پر ہے۔

اس وقت اس سررشتہ کا کام تین ڈویژن پر منقسم ہے جس کی ذیلی تقسیم حسب ذیل ہے۔

محصول خانجات ریلوے و سرحدی۔	بیٹھہ جات۔	حلقہ جات۔	چوکیات۔	فیصل ناکہ جات
(۱۱)	(۳۱)	(۵۶)	(۱۷۲)	(۲۰۳)

ریلوے ناکہ جات۔	ٹپہ خانجات	ٹیپ ناکہ جات
(۲۱۶)	(۴۵)	(۱۲۵)

جوان ناکہ جات
(۴۹۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہدِ عثمانی میں جدید قایم شدہ دفاتر و محکمہ جات

نمبر	نام دفتر	نمبر	نام دفتر	نمبر	نام دفتر	نمبر	نام دفتر
۱	سررشتہ برقی	۱۱	جامعہ عثمانیہ	۲۱	بیمہ		قیام صوبہ داریاں اسمات
۲	آرایش بلدہ	۱۲	نظامت اعداد شمار	۲۲	بس سرویس ریلوے		بندوبست
۳	زراعت	۱۳	ریلوے	۲۳	ورزش جسمانی		معلومات عامہ
۴	انجمن ہائے امداد باہمی	۱۴	نظامت لوکل فنڈ	۲۴	مہتمی تعلیمات نسوانی		ضلع باغات
۵	کوآپریٹیو کریڈٹ سوسائٹی	۱۵	باب حکومت	۲۵	چیف انسپکٹر کارخانہ جات بائیلرز		نظامت عدالت مطالبات خفیفہ
۶	آثار قدیمہ	۱۶	سررشتہ عطیات	۲۶	دارالضرب		نشرگاہ لاسلکی
۷	رصدگاہ نظامیہ	۱۷	قیام مدرسہ جاگیرداراں	۲۷	نظامت تجارت وحرفت		ہوائی پرواز
۸	صنعت وحرفت	۱۸	ٹیلیفون	۲۸	نظامت علاج حیوانات		تعمیرات عامہ
۹	دارالترجمہ	۱۹	نظامت طباعت	۲۹	نظامت حفظان صحت		معدنیات
۱۰	نظامت ماکولات	۲۰	ڈرینج	۳۰	ایوانات شاہی		نظامت بلدیہ

نوٹ — ان جدید قایم شدہ دفاتر و محکمہ جات میں ذیلی طور پر متعدد دفاتر قائم ہیں اسکے علاوہ سابقہ اور حالیہ تمام سررشتہ جات میں عظیم ترین بیشمار اصلاحات کے مدنظر کئی ذیلی دفاتر وغیرہ کا بھی قیام عمل میں آیا ہے

تختہ تعمیر پل ہائے جدید

نمبر سلسلہ	نام دریا	مقام	اندازہ لاگت
۱	مانیر	کریم نگر	[illegible]
۲	رودِ موسیٰ	سوریا پیٹھ ٹیک مٹلہ برج	[illegible]
۳	مانجرا	بنجر پلی	[illegible]
۴	رود مانجرا	″	[illegible]
۵	رود بھیما	یادگیر	[illegible]
۶	گوداوری	ناندیڑ	[illegible]
۷	کڈم	عادل آباد	[illegible]
۸	شاہ گڑھ گنگا	قریب گیوائی	[illegible]
۹	مانیرو	کھم سرپا پیٹھ روڈ	[illegible]

رعایا برایا کی سہولت و آسایش و حمل و نقل کے لئے مندرجہ بالا پل حسب فرمان خسروی تعمیر کئے گئے ۲ رمضان ۱۳۲۶ھ
رودِ موسیٰ کو طغیانی ہونے کے سبب بلدہ حیدرآباد کے تینوں پلوں کو کم و بیش نقصان پہونچا تھا خصوصاً پل افضل گنج و پل چادر گھاٹ کے چند کمانیں شکست ہوگئی تھیں۔ جن کی تعمیر و ترمیم میں حسب ذیل مصارف عاید ہوئے۔

(۱) پل افضل گنج مع فوٹ پاتھ و کٹہرا آہنی ([illegible])
(۲) پل چادر گھاٹ ″ ″ ″ ([illegible])
(۳) پل مسلم جنگ میں مزید دو کمانوں کا اضافہ کیا گیا ([illegible])

شہر حیدر آباد کے چار پل رود موسیٰ پر

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس

زمرد محل ٹاکیز
پیالیس ٹاکیز

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
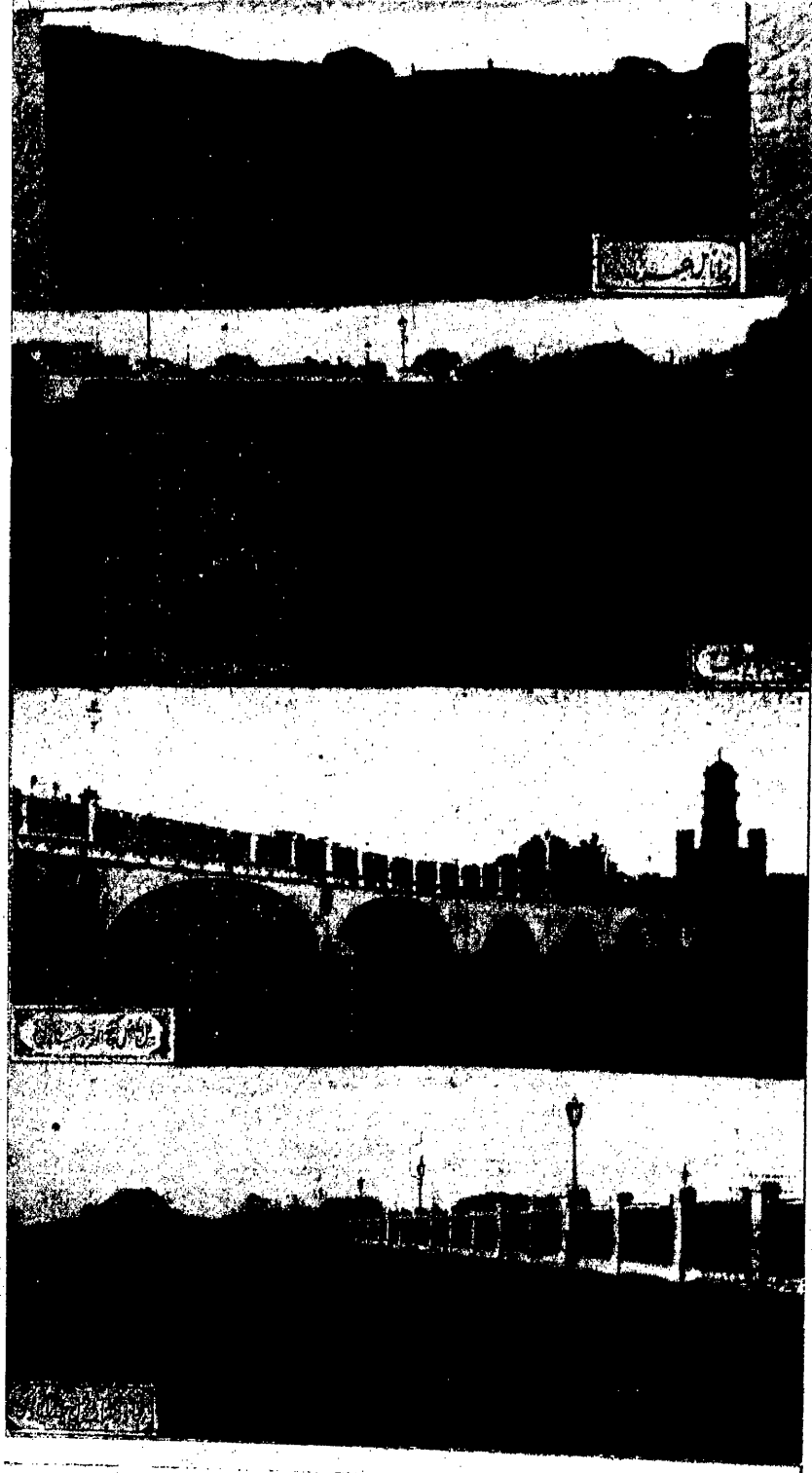
صدر محاسب سرکار عالی

نائب۔ صدر محاسب سرکار عالی

میر مجلس نواب مہدی یار جنگ بہادر اور جمیع ارکان بلدیہ

بلدیہ

از مولوی محمد شاہ عالم خاں صاحب وکیل ہائیکورٹ و رکن مجلس بلدیہ

مجلس بلدیہ

مجلس بلدیہ حیدرآباد کے ۳۶ ارکان ہیں جن میں سے ۱۳ منتخب کردہ ، ۲۳ حکومت کے نامزد کردہ اور اون مختلف علاقہ جات کے نمایندے ہوتے ہیں ۔ یہ ضروری ہے کہ نامزد کردہ ارکین میں سے ایک عیسائی ، ایک پارسی اور ایک پست اقوام کا قائم مقام ہو ۔ وہ علاقہ جات جن میں سے دس ارکان مقرر ہونگے حسب ذیل ہیں ۔ علاقہ صرف خاص مبارک ، علاقہ پائیگاہ علاقہ اسٹیٹ نواب سالار جنگ بہادر ۔ اسٹیٹ پیشکاری ۔ طبقہ جاگیرداں ۔ طبقہ طیلسانین و طبقہ ساہوکاراں و تجار ۔ میر مجلس کا تقرر حکومت کی جانب سے تین سال کے لئے کیا جاتا ہے ۔ اور نائب میر مجلس کو ارکین مجلس بلدیہ ہی ایک سال کے لئے منتخب کرتے ہیں ۔ مجلس بلدیہ کی مدت رکنیت تین سال ہے ۔

طریقہ رائے دہی

انتخاب کے نقطہ نظر سے پورا شہر حیدرآباد تیرہ حلقہ جات انتخاب میں تقسیم کیا گیا ہے ۔ اندرون بلدہ سات اور بیرون بلدہ چھ حلقہ جات انتخاب میں تقسیم ہے ۔ اور حلقہ سے ایک رکن خفیہ رائے دہی کے ذریعہ منتخب کیا جاتا ہے ۔ خفیہ رائے دہی سے مراد یہ ہے کہ طریقہ انتخاب ایسا اختیار کیا گیا ہے کہ کسی دوسرے شخص کو اس امر کا علم نہ ہو کہ رائے دہندہ نے کس امیدوار کے لئے رائے دی ۔ پرچہ جات انتخاب رائے دہی کے مقررہ مقام پر رائے دہندہ کو مہیا کئے جاتے ہیں جس پر امیدوار کا نام مع نشان امتیازی چھپا ہوتا ہے ۔ اور رائے دہندہ کا فرض صرف اس قدر ہے کہ وہ معینہ تنہائی کے مقام پر اس امیدوار کے نام و نشان کے محاذی چلیپہ یا صاد یا کوئی اور مقررہ نشان جس کی ہدایت پرچہ رائے دہی میں درج ہوتی ہے بنادے ۔ جس سے یہ سمجھا جائیگا کہ رائے دہندہ اس شخص کو اپنا نمایندہ بنانا چاہتا ہے ۔ ان پرچہ جات رائے دہی پر نام لکھنے کی ضرورت نہیں اور چونکہ رائے دہندہ نہ کسی قسم کی تحریر ہی لکھتا ہے ۔ اسلئے کسی شخص کیلئے بھی ممکن نہیں کہ وہ اس امر کا علم حاصل کر سکے کہ کسی خاص رائے دہندہ نے کسی امیدوار کیلئے رائے دی ۔ نتیجتاً انتخاب کا آزاد ہونا ممکن ہو جاتا ہے ۔

معیار رائے دہی

حق رائے دہی استعمال کرنے کیلئے دو شرائط ہیں (۱) مقررہ عمر کا حاصل کرلینا اور (۲) مالی یا تعلیمی معیار کی تکمیل یقیناً ایسی پابندیوں کا عائد کرنا قرین عقل ہے تا کہ رائے دہندہ میں بہ لحاظ سن و سال اس قدر پختگی پیدا ہوگئی ہو کہ وہ اپنے عمل کی اہمیت کو سمجھ سکے اور علاوہ بریں شہر کے انتظام میں بلحاظ اپنی ملکیت یا تعلیمی دلچسپی لینے کا اہل ہو آخر الذکر شرط کی حد تک عام طور پر کم سے کم یہ کہ زیادہ سے زیادہ پابندی عائد کی جاتی ہے ۔ موجودہ قانون کے مطابق ہر اس شخص کو حق رائے دہی حاصل ہے جو ۲۱ برس کی عمر کا ہو چکا ہو اور اس حلقۂ انتخاب میں کم از کم ایک سال سے مالک یا کرایہ دار شکمی کرایہ دار کی حیثیت سے کسی ایسی عمارت یا اس کے کسی حصہ پر جداگانہ طور پر قابض ہو جس کا ماہانہ کرایہ ۷ روپیہ سے کم نہ ہو یا کہ وہ کسی مسلمہ جامعہ کا گراجویٹ ہو یا کسی ایسے امتحان میں کامیاب ہو جو بی اے کے مساوی ہو ۔ اس کیساتھ یہ پابندی بھی عائد کردی گئی ہے کہ اگر کسی شخص نے رائے دینے کی ایک سے زیادہ قابلیتیں جمع ہوگئی ہوں تو وہ ایک سے زیادہ رائے نہیں دے سکتا ۔

تدوین رجسٹر انتخاب

قانوناً ناظم بلدیہ کا فرض ہے کہ وہ ہر سال یکم خورداد کو یا اس سے قبل ان اشخاص کی حلقہ واری فہرست مرتب کرے جو بہ حیثیت رائے دہندہ
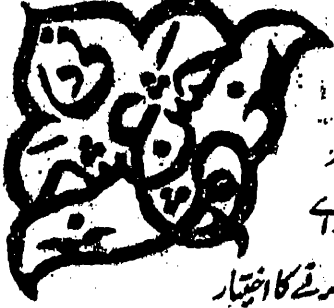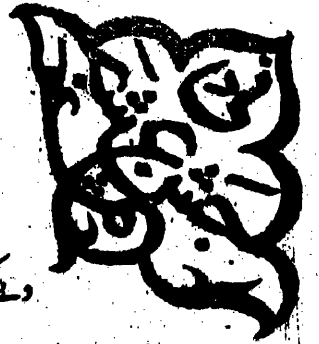
رجسٹر انتخاب میں درج کئے جانیکے قابل ہوں۔ اگر یکم خورداد تک رجسٹر تیار نہ ہوگا تو
جدید رجسٹر کے مرتب ہونے تک وہی رجسٹر نافذ رہے گا جو اس کے عین قبل نافذ تھا اس رجسٹر
یا حلقہ واری فہرست کو اس لئے اہمیت حاصل ہے کہ صرف وہی شخص انتخاب بلدیہ میں رائے
دے سکتا ہے جس کا نام اس رجسٹر میں درج ہے چونکہ حق رائے دہی یعنی اپنا نمایندہ منتخب کرنے کا اختیار
ایک ایسا حق ہے جس کی قدر ہم کو کرنی چاہئے اس لئے ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ اس امر کی نگرانی کرے کہ اگر وہ رائے دینے کا
اہل ہے تو اس کا نام بہ حیثیت رائے دہندہ درج رجسٹر کیا جائے اس مقصد کے تحت قانون نے ایسی گنجایش رکھی ہے کہ اگر سہواً یا عمداً کسی شہری کا
نام درج نہ ہو تو اس کی اصلاح بروقت ہوسکے

چنانچہ ناظم بلدیہ کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ دس خورداد یا اس سے پہلے فہرست رائے دہندگان کی مطبوعہ نقل دفتر بلدیہ کے کسی
منظر عام پر چسپاں کردے اور ماہ خورداد کے بقیہ دنوں تک اس کو اسی طرح چسپاں رہنے دے اور ساتھ ہی مقامی روزناموں میں اس کا اعلان
کردے کہ فہرست مشتہرہ کی نقل کہاں اور کس قیمت پر مل سکتی ہے اگر کسی ایسے شخص کا نام جو اس کا دعویدار ہے کہ اس کا نام فہرست رائے
دہندگان میں ہونا چاہئے تھا نہ ہو یا کہ کسی ایسے شخص کا نام فہرست رائے دہندگان میں ہو جس کا نام درج نہ ہونا چاہئے تھا تو اس شخص کو یہ
اختیار ہے کہ یکم تیر تک ایسے دعوے کی تحریری اطلاع ناظم بلدیہ کو دے اور ناظم بلدیہ کا فرض ہوگا کہ ماہ تیر کے عشرہ ثانی میں فہرست کی نظر ثانی
کرے اور دعوے کی تحریری اطلاع ناظم بلدیہ کو　　اور ناظم بلدیہ کا فرض ہوگا کہ ماہ تیر کے عشرہ ثانی میں فہرست کی نظر ثانی کرے اور
دعاوی و اعتراضات کی سماعت کرے۔ اگر کوئی دعویدار یا اعتراض کنندہ ناظم بلدیہ کے فیصلے سے مطمئن نہ ہو تو وہ تاریخ تا منظوری سے پانچ یوم کے اندر
اس کا مرافعہ کرے۔ ناظم عدالت مطالبات خفیفہ کے روبرو کردے اور اس کا فرض ہوگا کہ بیس یوم کے اندر اس کا فیصلہ کردے جو قطعی اور آخری ہوگا۔

امیدواران بلدیہ کے منتخبہ نشستوں کے لئے ہر وہ شخص خود کو بطور امیدوار پیش کرسکتا ہے جس کا نام کسی حلقہ سے بہ حیثیت
رائے دہندہ رجسٹر انتخاب میں درج ہو البتہ چند اشخاص مستثنیٰ ہیں مثلاً جن کو عدالت سے قید یا تازیانہ کی سزا
ملی ہو اور ایسی سزا عدالت مرافعہ سے منسوخ نہ ہوئی ہو دفتر بلدیہ کا کوئی عہدہ دار یا ملازم یا کوئی اور شخص جو بلدیہ کی اجازت سے بلدیہ کا کوئی
کام اجرت سے کرتا ہو۔ ایسا شخص بھی بطور امیدوار کھڑا نہیں ہوسکتا جو بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی ایسے کنٹراکٹ یا معاملے میں حق یا حصہ رکھتا ہو
جو بلدیہ نے دیا ہو یا اس کی جانب سے دیا گیا ہو۔ ناظم عدالت مطالبات خفیفہ بھی رکن منتخب نہیں ہوسکتا۔

مجلس قائمہ مجلس بلدیہ کا اجلاس معمولاً مہینہ میں ایک مرتبہ ہوتا ہے اسی مجلس کو تمام بلدی اعلیٰ اختیارات حاصل ہیں لیکن
بلدیہ کے تفصیلی کاروبار اور انتظامات کی انجام دہی کیلئے ایک دوسری مجلس بھی قائم کی گئی ہے جو مجلس قائمہ کے نام
سے موسوم ہے۔ مجلس قائمہ گویا ایک عاملانہ جماعت یا مجلس انتظامی ہے۔

مجلس بلدیہ عام انتخاب کے بعد بھی اپنے اجلاس اول منعقدہ ماہ آذر میں مجلس قائمہ کو منتخب کرتی ہے۔ مجلس قائمہ کے ارکین کی
تعداد چھ ہے جن میں سے دو کا سرکاری ملازم ہونا ضروری ہے۔ مجلس قائمہ اپنا صدر نشین اپنے پہلے اجلاس میں منتخب کرلیتی ہے۔ اس کا
نصاب تین ہے اور اس کا اجلاس معمولاً ہفتہ میں اور ضرورتاً دیگر اوقات میں اور ناظم بلدیہ کی تحریری درخواست پر
چوبیس گھنٹہ کے اندر غیر معمولی اجلاس بھی منعقد ہوسکتا ہے۔ ناظم بلدیہ مجلس قائمہ کے اجلاسوں
میں ہوسکتا ہے۔ البتہ رائے نہیں دے سکتا۔ مجلس قائمہ اپنے فرائض کی انجام دہی کیلئے
ہر حلقے میں ذیلی کمیٹی بھی مقرر کرسکتی ہے جو ایک رکن مجلس بلدیہ اور دو دیگر محلہ کا

شبیہ امیر خواجہ بہاؤ الدین

مولوی محمد شاہ عالم خانصاحب معزز رکن بلدیہ سمت چہارم اندرون

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

اعزازیہ پر مشتمل ہوگی۔ مجلس قائمہ کا ہر رکن ہر ایسے اجلاس کی شرکت کی بابتہ جس میں نصاب کامل رہا ہو اور کام انجام دیا گیا ہو جس میں وہ ابتدا سے انتہا تک حاضر رہا ہو دس روپیہ زیادہ پانے کا مستحق ہے گو اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ ایک ہفتہ میں دس روپیہ سے زیادہ معاوضہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ناظم بلدیہ کے تخمینوں اور تجویزوں پر غور کرکے موازنہ بنانا بھی اسی کا کام ہے۔ جو برغرض منظوری بلدیہ میں پیش کیا جائیگا۔

ناظم بلدیہ ناظم بلدیہ سرکار عالی کا مقرر کردہ عہدہ دار ہے وہ پانچ سال کی قابل تجدید مدت کے لئے مقرر کیا جاتا ہے اور کل وقت کا ملازم ہے گو یہ صحیح ہے کہ ۲/۳ اراکین کی رائے کی بنا پر اس کی علحدگی کی نسبت سرکار عالی میں تحریک کی جاسکتی ہے۔ لیکن بہت بڑی حد تک وہ مجلس بلدیہ سے آزاد اور خود مختار عہدہ دار ہے۔ اس کے اختیارات نہایت کثیر اور اعلیٰ ہیں اور یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا۔ کہ وہ بلدیہ حیدر آباد کا مرکز ثقل ہے۔ یہانتک کہ وہ اپنے اختیار تمیزی کی بنا پر کسی مثل مراسلت نقشہ دستاویز تخنہ کیفیت، حساب اور اعداد و شمار کو مجلس بلدیہ میں پیش کرنے سے انکار کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں مجلس بلدیہ زیادہ سے زیادہ ایک معینہ ترکیب کی کمیٹی مقرر کرسکتی ہے۔ جس کے فیصلے کے پابند مجلس بلدیہ و ناظم بلدیہ دونوں ہونگے۔ بہرحال ناظم بلدیہ سب سے بڑا انتظامی عہدہ دار ہے۔ یہ استثنائے معتمد بلدیہ تمام افسران صیغہ مثلاً۔ اگزیکٹیو انجنیر، بلدیہ افسر، اسیسر اور مشیر قانونی بلدیہ اس کے ماتحت ہیں۔ تمام ماتحت عہدہ داران اور ملازمین کے فرائض کا تعین اور نگرانی اسی کا کام ہے۔ انتخاب کا پورا سلسلہ اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔

فرائض مجلس بلدیہ بلدیہ حیدر آباد کے فرائض ۲ دو قسم کے ہیں۔ چند امور ایسے ہیں جن کا مناسب و معقول انتظام کرنا اس پر ضروری ہے۔ مثلاً بدروں نالیوں اور دیگر کارہائے رفاہ عام کی تعمیر نگہداشت و صفائی عام اور خانگی اغراض کے لئے کارہائے آبرسانی تعمیر کرنا اور قائم رکھنا، کثیف مادوں کا صاف کرانا اور ان کو ٹھکانے لگادینا مضر صحت مقامات کی اصلاح ولادت و اموات کا درج رجسٹر کرانا فائر بریگیڈ کا قائم کرانا شوارع عام اور بڑے چھوٹے پلوں اور راستوں کی تعمیر، نگہداشت۔ تبدیلی۔ اصلاح اور ترقی۔

شوارع پر روشنی چھڑکاؤ اور ان کی صفائی کا انتظام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ چند امور ایسے ہیں جن کا انصرام مجلس بلدیہ اپنے صوابدید پر کرسکتی ہے۔ مثلاً ابتدائی تعلیم کے متعلق کارروائی کرنا باغات اور سبزہ زاروں کا قائم کرنا نامی اور معزز اشخاص کے لئے اڈریس تیار کرانا اور پیش کرانا کوئی ایسی تد. بیر کرنا جو بہ گمان غالب عامہ خلائق کی صحت، عافیت، سہولت یا تعلیم کی ترقی دینے والی ہو۔

آمدنی بلدیہ حیدر آباد کو آمدنی کے حصول کے لئے چند ٹیکس بہ منظوری سرکار عالی وصول کرنے کا اختیار حاصل ہے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) جائداد ٹیکس (۲) گاڑیوں اور چوپایوں کا ٹیکس (۳) آبرسانی کا ٹیکس

قابل ادائی ٹیکس جائداد کی قیمت کے مشخص کرنے کے دو طریقے ہیں اگر جائداد کرایہ پر دی گئی ہو تو اس کے سالانہ کرایہ پر یا اگر جائداد کرایہ پر نہ دیگئی ہو لیکن اس کے سال بہ سال کرایہ پر دئے جانے کی معقول توقع ہوسکتی ہو تو رقم متوقع سالانہ پر۔

مگر جو قیمت اس طرح قرار پائیگی اس میں سے فیصدی دس وضعات

بغرض ترمیمات اور دوسرے تمام امور متعلقہ جائیداد کی جائے گی۔
جائیداد کی قیمت قابل ادائی پر دو طرح کے ٹیکس ہوتے ہیں (۱) عام ٹیکس
جو پانچ فیصدی سالانہ کم اور دس فیصدی سالانہ سے زیادہ نہ ہوگا (۲) خاکروبی کا ٹیکس
جو اس شرح سے عاید کیا جائیگا کہ دو فیصدی سالانہ سے زائد نہ ہو آخر الذکر ٹیکس صرف چند شرائط
وحالات کے تحت عائد کیا جاسکتا ہے۔ جائداد کے ٹیکس سے چند مکانات یا عمارات مستثنیٰ بھی ہیں مثلاً وہ عمارات ومکانات
جو کلیتاً خیراتی کاموں کیلئے مخصوص ہوں یا وہ جن کے مجموعی کرایہ کی تعداد چھ بیس روپیہ سالانہ سے کم ہو ان تمام گاڑیوں اور چوپایوں پر
جو حدود بلدیہ کے اندر رکھے جائیں۔ بہ شرح معین جس کا تعین بلحاظ مدت کیا جاتا ہے ٹیکس وصول کیا جاسکتا ہے۔ ان میں بھی چند
مستثنیات ہیں مثلاً ایسا گھوڑا جس کا رکھنا کسی شخص پر بموجب اس کے شرائط ملازمت سرکار عالی کے لازم ہو۔ مجلس بلدیہ ان کے علاوہ دیگر
ٹیکس بھی بہ منظوری سرکار عالی عاید کرسکتی ہے۔

قانوناً مجلس قائمہ پر پابندی عاید کی گئی ہے کہ موازنہ میں ایسی گنجایش رکھے کہ سال کے اختتام پر کم از کم دس ہزار نقد کی بچت
رہے۔ بنابریں مجلس بلدیہ کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ اگر اندرون سال کسی وقت موازنہ کی گنجایش میں باوجود رقوم منظورہ کی ایک مد کی
گنجایش کو کلاً یا جزاً دوسری مد میں منتقل کرنے کے یا کسی بیشی کے اس سال کی آمدنی اس سال کی منظور شدہ رقم کے پورا کرنے اور ختم
سال پر دس ہزار کے پس انداز کرنے کے لئے کافی نہ ہو تو وہ غیر منقضی مدت کے لئے مدت میں اضافہ بھی کرسکتی ہے۔

اختیار قرضہ

بلدیہ کو سرکار عالی یا دوسرے اشخاص سے بہ منظوری سرکار عالی چند شرائط کے تحت قرضہ حاصل کرنے کا
بھی اختیار ہے۔ اور وہ بطریق ضمانت کل ٹیکس یا کوئی خاص ٹیکس یا اپنی مملوکہ جائداد غیر منقولہ بھی رہن کرسکتی ہے

تحت تعمیر تالاب و نہر

نمبر سلسلہ	نام تالاب	ضلع	لاگت	نمبر سلسلہ	نام تالاب	ضلع	لاگت
۱	حمایت ساگر	نواح حیدرآباد	[illegible]	۱۰	نظام ساگر	نظام آباد	[illegible] کروڑ
۲	خزانہ آب پالیر	ورنگل	[illegible]	۱۱	نہر نظام ساگر		
۳	فتح نہر	میدک	[illegible]	۱۲	نہر نظام ساگر مع شاخیں		
۴	محبوب نہر	نظام آباد میدک	[illegible]	۱۳	اجرائی آب نہر نظام ساگر		
۵	تالاب رائن پلی	میدک	[illegible]	۱۴	پینڈلی پاکلہ پراجکٹ	دیو کنڈہ نلگنڈہ	زیر تعمیر
۶	تالاب پائل مرچڈ	رائچور	[illegible]	۱۵	تنگبھدرا پراجکٹ		زیر تجویز
۷	خزانہ آب ڈیرا	ورنگل	[illegible]	۱۶	اتھم پراجکٹ	سرسلہ	
۸	عثمان ساگر	نواح حیدرآباد	یک کروڑ [illegible]	۱۷	پوڈن پلل تالاب	سمت نظام آباد	
۹	تالاب سنگرہیوم	ورنگل	[illegible]				

مرتبہ محمد فاضل

عثمان ساگر بند حیدرآباد دکن

چمن عثمان ساگر

نہر عثمان ساگر (ایک شیدنی)

حمایت ساگر بند حیدرآباد دکن

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

نظام ساگر (حیدرآباد دکن)

کٹہ تالاب حسین ساگر حیدرآباد دکن

مشن و چرچ اضلاع ممالک سرکار عالی

نشان سلسلہ	نام موضع و تعلقہ ضلع	تعداد مشن	اسم مقام مشن	نام مشنری
۱	۲	۳	۴	۵
۱	تعلقہ ہنگولی	۳	اسٹیشن ہنگولی	پریسبٹیرین[1] رومن کیتھلک[2] ہمبری گرینڈ[3]
۲	گلبرگہ	۱	اسٹیشن گلبرگہ	چرچ
۳	تحصیل شاہ آباد	۱	〃 شاہ آباد	قبرستان عیسائی
۴	تعلقہ بیدر	۱	〃 دہارور	امریکن چرچ
۵	ضلع کریم نگر	۲	اسٹیشن قاضی پیٹھ	ویسلین مشن گرجا
۶	〃 رائچور	۱	〃 رائچور	سنٹ فرنس اسٹرلش چرچ
۷	〃	۱	تہم میل	امریکن تہورنسبا مشن
۸	تعلقہ لنگسگور	۱	قصبہ گنگل	پادری گرجا
۹	ضلع نظام آباد	۱	اسٹیشن نظام آباد	مشن
۱۰	دیپیلی	۱	〃 دیپلی	مشن
۱۱	اورنگ آباد چہاونی	۲	〃 اورنگ آباد	دیسی کرستان و یوروپین نو مسیحی یوروپین
۱۲	جالنہ	۲	اسٹیشن جالنہ	رومن کیتھلک
۱۳	موضع کیلی گواہان	۲	〃 بلنا پور	〃 〃
۱۴	〃 ہیٹلم	۲	جالنہ	〃 〃
۱۵	〃 معانی تعلقہ عنبر	۱	〃	دیسی کرستان
۱۶	موضع ... رابٹ گاؤں تعلقہ پٹن	۱	اورنگ آباد	〃 〃
۱۷	گھوگرگاؤں تعلقہ دیجاپور	۱	باسنر ولاسو	رومن کیتھلک
۱۸	مورسر تعلقہ دیجاپور	۱	〃	〃 〃
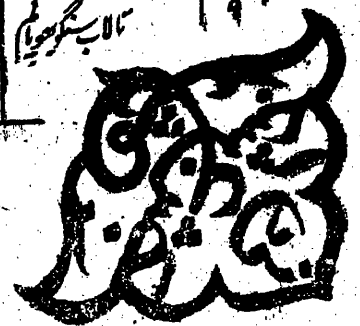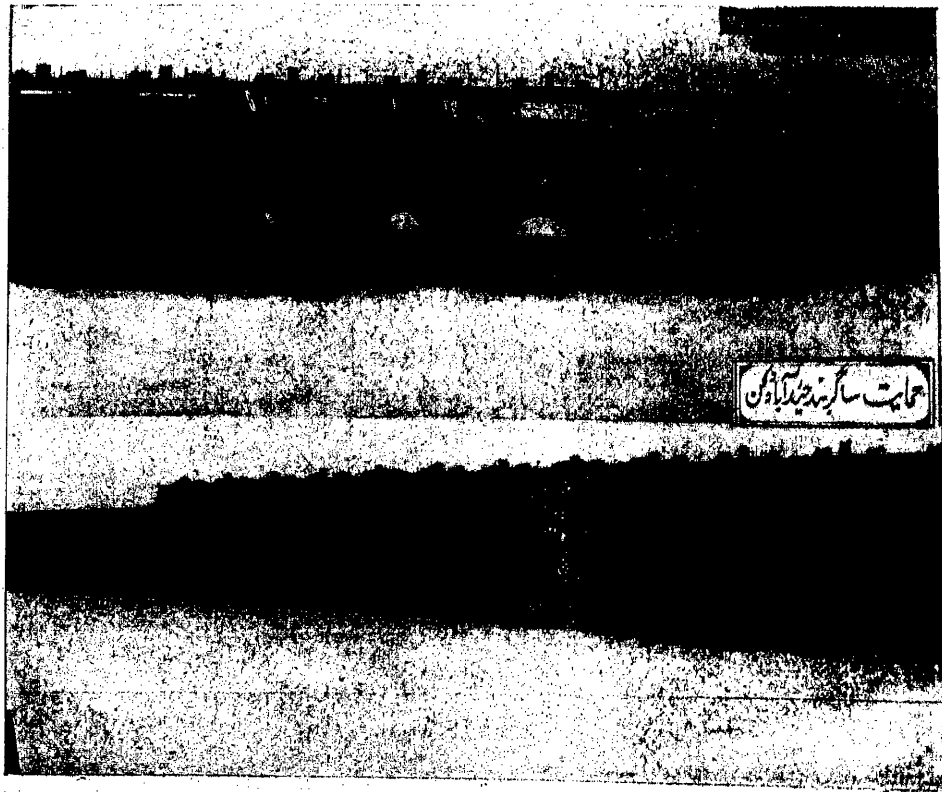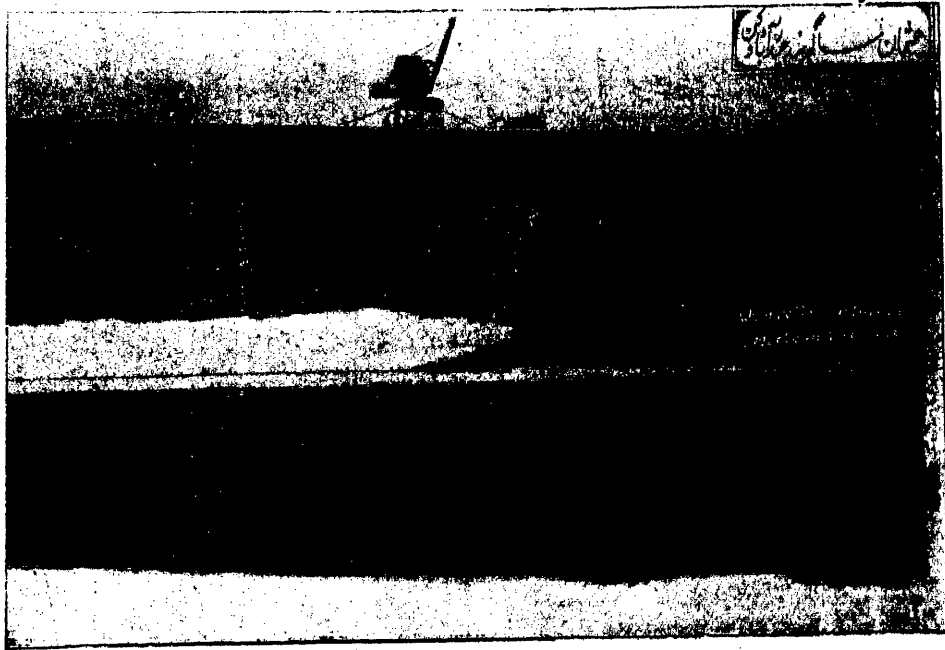
نشان سلسلہ	نام موضع تعلقہ و ضلع	تعداد مشن	اسم مقام مشن	نام مشنری
۱	۲	۳	۴	۵
۱۹	تعلقہ محبوب نگر	۱	محبوب نگر	دیسی کرستان
۲۰	موضع ماناجی پیٹھ تعلقہ محبوبنگر	۱	〃	امریکن بیاٹسٹ مشن
۲۱	نواب پیٹھ تعلقہ محبوبنگر	۱	〃	〃 〃 〃
۲۲	دیورکدرہ 〃	۱	〃	〃 〃 〃
۲۳	ناگرکرنول 〃	۱	ناگرکرنول	امریکن مشن
۲۴	امرآباد 〃	۱		امریکن براٹسٹ
۲۵	قصبہ میدک	۱	اکنا پیٹھ	چرچ و جائے دفن
۲۶	قصبہ راما ئم پیٹھ	۱	〃	〃 〃
۲۷	سنگاریڈی	۱	شنکرپلی	〃 〃
۲۸	موضع مروہنہ	۱	اکنا پیٹھ	〃 〃
۲۹	سدی پیٹھ	۱	آلیر	〃 〃
۳۰	بیر پیٹھ ضلع نلگنڈہ	۲	کہم پیٹھ	چرچ یاٹ سنٹ مشن
۳۱	موضع مشتیال 〃	۲	〃	〃 〃 〃
۳۲	تعلقہ حضورنگر	۱	〃	دیسی گرامی میڈنگ علاقہ اٹلی
۳۳	مرلہ چرڈوشم پلی تعلقہ حضورنگر	۱		〃 〃
۳۴	ڈنڈہ پہاڑ 〃	۱		〃 〃 〃
۳۵	نبگوڈ 〃	۱		〃 〃 〃
۳۶	رگھوناتھہ پالم 〃	۱		〃

مرتبہ محمد فاضل

۳۷	ضلع نلگنڈہ	۲		امریکن بیاپٹسٹ مشن سرکیجینا
۳۸	تعلقہ بھونگیر	۱	آلیر	مشنری جماعت
۳۹	جنگاؤں	۱	جنگاؤں	امریکن مشن
۴۰	موضع نرمٹھہ	۱		گرجا
۴۱	تعلقہ ہمنا باد و اطراف بلدہ	۱	ہمنا باد	الوار نیڈ لوبائی
۴۲	کم ہٹانہ ہمنا باد	۱		شاہ من حب فنا دیبی پادری
۴۳	ہنگنڈہ	۱	قاضی پیٹھ	مسٹر دراسوامی مشن
۴۴	اورنگ آباد	۱	اورنگ آباد	مشن
۴۵	عثمان آباد	۱	عثمان آباد	״
۴۶	وقار آباد	۱	وقار آباد	״
۴۷	سعتان و نپرتی	۱	دینرتی روڈ	״
۴۸	یردی بزرگ	۱	״	״
۴۹	شمس آباد	۱	شمس آباد	مشن
۵۰	رومن کیتھلک اورنگ آباد	۱	اورنگ آباد	״
۵۱	بھیفہ	۱	ناندیر	״
۵۲	ابراہیم پٹن	۱	ابراہیم پٹن	״
۵۳	مکتھل	۱	مکتھل	״
۵۴	کلواکرتی	۱	کلواکرتی	״
۵۵	کھمم	۱	کھمم	״
۵۶	یلندو	۱	یلندو	״
۵۷	مدہرہ	۱	مدہرہ	״

چرچ دارالسلطنت حیدر آباد

نشان سلسلہ	نام چرچ	مقام	ماہوار	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱	رومن کیتھلک	سانچہ توپ		
۲	انڈین چرچ کمیٹی		صمار	
۳	پراٹسٹنٹ چرچ		مار	
۴	میتھوڈیسٹ چرچ	گرامر اسکول	ہما صلحہ	
۵	فرنڈ اینڈ سوسائٹی	نواح باغ عام	ما صہ	
۶	وسلی گرجا	لنگل کنٹہ	للحہ	
۷	سنٹ جارج چرچ	گل باغ سلطان بازار		
۸	چرچ یس۔پی۔جی	نیا بازار ״		
۹	چرچ و قبرستان	حیدر گوڑہ		
۱۰	گرجا	چلکل گوڑہ		

مرتبہ محمد فاضل

حیدر آباد پرنٹنگ ورکس

از جناب مولوی محمد صاحب ایم۔اے لکچرار سٹی کالج حیدرآباد دکن

قوم کے نونہالوں کی تعلیم و تربیت متمدنہ ممالک میں حکومت کا سب سے اہم فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ ہر ملک جہاں کی حکومت قومی کہی جاسکتی ہے۔ اپنی توجہات کا بہترین حصہ نئی پود کے نشو و نما اور تعلیم و تربیت پر صرف کرتا ہے۔ یہی حقیقت میں قوم کو قوم بنانے والا کام ہے۔ اس پر شاندار مستقبل اور آئندہ کے سود و بہبود کا انحصار ہے۔ قومی ضروریات کے تمام شعبوں کی کامیابی اور ترقی کا ضامن یہی گروہ ہے جو آج بغلوں میں کتابیں دبائے دنیا و مافیہا سے بے خبر مدرسوں اور تعلیم گاہوں کو جاتا نظر آتا ہے۔ اس گروہ کی جسمانی، دماغی اور اخلاقی ترقی کیلئے جس قدر بھی کوشش کی جائے کم ہے۔ ہمارے وطنِ مالوف کا مستقبل بھی ہمارے ملک کے ان بے شمار نونہالوں سے وابستہ ہے۔ جو آج مدارس تحتانیہ، وسطانیہ، فوقانیہ اور کالجوں میں زیرِ تعلیم ہیں ہماری یہی مبارک نسلیں اس فخرِ ہندوستان سرزمین کو اپنے کارناموں سے شہرت بخشیں گے۔ ہم اپنی خوش قسمتی پر جس قدر بھی فخر کریں بجا ہے کیونکہ ہمارے ظل اللہ اعلیٰ حضرت **نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع** خلد اللہ ملکہ نے اپنی عزیز رعایا کی فلاح و بہبود کے جلیل اور کام جاری فرمائے اس قوم ساز سررشتے یعنی تعلیمات کی طرف بھی خاص توجہ مبذول فرمائی۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہماری قومی زندگی کے ہر شعبے میں اس وقت جو ترقی کے آثار نظر آرہے ہیں۔ اور تابناک مستقبل کی جو توقعات پیدا ہوگئی ہیں اس کا راز حضرت سلطان العلوم کی تعلیمی مسیحا نفسی میں مضمر ہے تو بیجا نہیں۔ اور بے اختیار مولانا سلیم مرحوم کا ہم نوا ہو کر دل پکار اٹھتا ہے۔ ؎

زندہ کردی چوں مسیحا علم و فن را در دکن ٭ زندہ باش اے حضرتِ عثمان علی خاں زندہ باش۔

اس مختصر مضمون کا مقصد تعلیم و تربیت کے بارے میں مسیحائے علم و فن حضرت سلطان العلوم کے بابرکت دور (خدا تعالیٰ اس کو عرصہ دراز تک قائم رکھے) کی تعلیمی ترقیوں کو اجمالاً پیش کرنا ہے۔

اگرچہ تعلیم کے معاملے میں بھی بہت عرصہ پہلے نواب سر سالار جنگ اول نے انتظام مملکت کے اور شعبوں کی طرف توجہ کی اور ان کی مساعی سے قدیم اور جدید دونوں قسم کی تعلیم کے لئے شہر حیدرآباد میں مدارس کا قیام عمل میں آیا لیکن رفتارِ ترقی بہت ہی دھیمی رہی اور ایک طویل مدت کے بعد بھی حضرت سلطان العلوم کی اورنگ نشینی کے وقت ہمارے ملک میں صرف دو کالج تھے ایک انگریزی تعلیم کا دوسرا مشرقی تعلیم کا۔ مدارس کی تعداد بھی نہایت محدود تھی۔ صنعتی اور فنی تعلیم کی

مرتبہ محمد فاضل
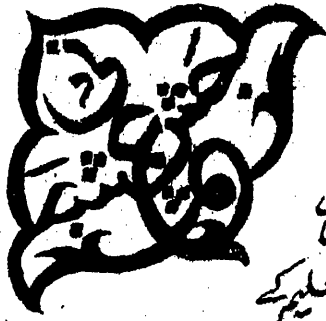
طرف تو بہت ہی کم رجحان تھا اور کار آمد فنون کی تحصیل کے لئے بہت ہی کم تعلیم گاہیں قائم تھیں۔ جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے حضور پر نور نے اپنی تخت نشینی کے ساتھ ہی اس سررشتے کو اپنی شاہانہ توجہات سے بطور خاص مفتخر فرمایا اور سررشتے کی عنانِ نظم و نسق لائق اور کاردان افراد کے سپرد فرما کر تعلیم کے ہر شعبے میں وسعت و ترقی کے سامان بہم پہنچائے۔ قبل ازیں ابتدائی تعلیم جو ہر انسان کے لئے حاصل کرنا ضروری ہے اور جس پر آئندہ کی تعلیمی ترقیوں کا دارومدار ہے نہ صرف محدود بلکہ غیر مستحکم تھی۔ جو مدارس ابتدائی قائم تھے ان میں نصاب کی یکسانیت تھی نہ طریقہ ہائے تعلیم میں جدت۔ زیادہ تر ملاؤں۔ پنتلوں کے خانگی ادارے اس کام کو انجام دیتے تھے۔ جو لوگ بچوں کی فیس ادا کرنے یا خانگی استاد کی خدمات حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے ان کے لئے اس کے دروازے بھی بند تھے۔ اولاً ابتدائی تعلیم عام کردی گئی نہ صرف شہروں اور قصبات بلکہ گاؤں گاؤں میں مدارس تحتانیہ قائم کئے گئے اور ملک کی چاروں زبانوں، اردو، تلنگی، مرہٹی، اور کنڑی میں تحتانی تعلیم کے تمام انتظامات مستحکم طور پر عمل میں لائے گئے نیز قانون کے ذریعہ ابتدائی تعلیم کو مفت کردیا گیا جس سے ملک کی خواندگی میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ ابتدائی تعلیم کی تعمیم کے ساتھ ہی مدارس ثانویہ کی توسیع و استحکام کی ضرورت بھی لاحق ہوئی۔ ثانوی تعلیم کا مسئلہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے طلبہ کی ایک جماعت کثیر اس درجے کی تکمیل کے بعد تعلیم ختم کر کے عملی زندگی میں داخل ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑی جماعت اعلیٰ تعلیم کے درجے میں قدم رکھتی ہے ان دونوں امور کے مدنظر اس درجے کی تعلیم کو خود مکتفی اور اعلیٰ تعلیم کا زینہ بنانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ عہدِ ہمایونی میں وقتاً فوقتاً ان امور کے مدنظر اصلاحات کی جاتی رہی ہیں۔ مدارس وسطانیہ اور فوقانیہ کی تعداد میں نہ صرف غیر معمولی اضافہ ہوا بلکہ کار آمد مضامین کو شریک نصاب کیا گیا۔ اس وقت ریاست حیدرآباد کے تمام شہروں اور مستقر ہائے اضلاع بلکہ بعض بڑے بڑے تعلقات میں بکثرت فوقانیہ مدارس قائم ہیں۔ کچھ دنوں سے حرفتی تعلیم کا بندوبست بھی ہونے لگا ہے۔ دستی مشاغل جو طلبہ کی ذہنی ترقی میں ایک گونہ معاون ہوتے ہیں۔ تقریباً تمام مدارس ثانویہ میں رائج کئے گئے ہیں۔

ابتداءً اعلیٰ تعلیم کے لئے حیدرآباد میں صرف دو کالج قائم تھے ایک دارالعلوم جہاں علوم مشرقیہ سکھائے جاتے تھے اور دوسرا نظام کالج جس میں مغربی علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ یہ دونوں درسگاہیں۔ بیرون ملک کی جامعات سے ملحق تھیں اول الذکر کا الحاق جامعہ پنجاب سے تھا اور آخر الذکر کا جامعہ مدراس سے۔ اعلیٰ تعلیم کی حد تک نہ مقامی ضروریات کسی طرح ملحوظ تھیں نہ ملکی السنہ کا کوئی خاص خیال پیش نظر تھا۔ قومی ترقی کے لئے مشرق و مغرب کے علوم کا باہمی امتزاج اور ملک کی مشترکہ قومی زبان کے ذریعہ علوم و فنون کی تحصیل، جو اس وقت سارے ہندوستان میں صرف اس ریاست ابد مدت کا طرۂ امتیاز ہے، عہدِ عثمانی کی پائیدار برکات میں سے ہے۔ جامعہ عثمانیہ کی تاسیس فرما کر اعلیحضرت بندگانعالی نے نہ صرف یہ کہ حیدرآباد کی تعلیمی ترقی کی رفتار میں صدگونہ اضافہ فرمایا ہے بلکہ سارے ہندوستان کے تعلیمی معاملات میں بے نظیر رہنمائی فرمائی ہے۔ اس جامعہ کے شاندار ثمرات کو دیکھکر آج ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے میں ملکی زبانوں کو تعلیم کا ذریعہ بنانے کا میلان پیدا ہوگیا ہے اگرچہ ابتداً بعض ماہرین تعلیم کو اِس جامعہ کی کامیابی متحمل نظر آتی تھی، لیکن ملکی زبان کے ذریعہ تحصیل علم سے جو ذہنی ارتقاء حیدرآباد کے نوجوانوں میں نظر آیا۔

مولوی خان فضل محمد خانصاحب ناظم تعلیمات

مولوی محمد حسین صاحب نائب ناظم تعلیمات

اس نے نہ صرف اُن کے تمام شبہات رفع کردئے بلکہ اس طریقے کا ان کو بھی گرویدہ بنا دیا۔ حقیقت میں یہ ایک ہی اعجاز تعلیمی عہد عثمانی کو تاریخ میں اپنی نظیر آپ بنانے کے لئے کافی ہے حضور پرنور کی دُور رس طبیعت نے ملک کی ترقی کے لئے اس جامعہ کے ذریعہ وہ راستہ کھول دیا۔ جس پر گامزن ہوکر اقوام یورپ اوج کمال کو پہنچی ہیں اور آج حیدر آباد بھی اس منزل کی طرف تیز قدمی سے گامزن ہے۔

کسی ملکی زبان کو اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنانا آسان کام نہیں۔ انگریزی میں علوم وفنون کا جو بے نظیر ذخیرہ موجود ہے اور ہر علم وفن کی جسقدر کثیر اصطلاحات پائی جاتی ہیں ان کو کسی دیسی زبان میں منتقل کرنا صرف حضرت سلطان العلوم کی شاہانہ ہمت ہی کا کام تھا۔ ذات شاہانہ نے اولاً دار الترجمہ اور مجلس وضع اصطلاحات قایم کرکے اس دشوار گزار مرحلہ کو رفع فرما دیا۔

اس ادارے کی کوشش سے اردو زبان جس میں قدرتاً ترقی کرنے اور اصطلاحات علمیہ کو خوش اسلوبی سے قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔ بہت سی بلند پایہ علمی کتابوں اور ہزاروں علمی اصطلاحات سے مالامال ہوگئی۔

عمومی تعلیم کی اس غیر معمولی توسیع وتعمیم کے ساتھ مخصوص طبقات، خاص خاص گروہوں کے لئے بھی جو سماجی اور معاشی خصوصیات کی بناء پر ایک جداگانہ حیثیت رکھتے تھے۔ تعلیم کا بندوبست نہایت ضروری تھا۔

پست اقوام جو چھوت چھات کے خیالات اور اپنی معاشی اور سماجی پستی کی وجہ سے سابق میں تعلیم سے سراسر محروم تھے وہ بھی اس مبارک عہد میں زیور علم سے آراستہ ہونے لگے۔ اور مختلف اضلاع اور دار السلطنت میں اُن کے لئے خصوصی مدارس قایم کئے گئے ہیں۔ ہندوستان کے اور حصوں میں قومی کارکنوں کی کوششوں کے باوجود اس طبقے کی تعلیمی حالت ابھی اس درجے کو نہیں پہنچی جو ہمارے علم پرور بادشاہ کے مبارک عہد میں یہاں اس وقت نظر آرہی ہے۔ حضور پرنور کی توجہات عالیہ سے جاگیرداروں کے معزز طبقے کے لئے جو تعلیم سے عموماً بھاگتے تھے۔ ایک نہایت شاندار اور ترقی پذیر درسگاہ جاگیر دار کالج کے نام سے قایم ہوئی۔ جس پر اس معزز طبقے کے نونہالوں کو اقامت کے ساتھ اُن کے شایان شان تربیت بھی دی جاتی ہے ملکی صناع۔ گل کاری، برقیات، انجینیری، طب قدیم وجدید اور قانون کی تعلیم کے لئے بھی مختلف درسگاہیں۔ اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ اساتذہ کو جدید طریقہ ہائے تعلیم سے آگاہ کرنے اور پیشہ درانہ کی کارکردگی کو ہمہ وجوہ بہتر بنانے کے لئے ایک کلیہ معلمین اور کئی مدارس تعلیم المعلمین بھی اسی بابرکت دور میں قایم ہوئے ہیں۔

تعلیم نسواں کی طرف زمانہ سابق میں حیدر آباد کی توجہ بہت ہی کم رہی ہے۔ ساری ریاست میں لڑکیوں کی تعلیم کیلئے صرف (۸۰) مدارس تحتانیہ اور (۱۰) مدارس ثانویہ سے زیادہ نہ تھے۔ اُن کی اعلیٰ تعلیم کے لئے سرے سے کوئی انتظام نہیں تھا۔ عہد عثمانی کے پچیس برس کے اندر تعلیم نسواں نے اس قدر حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اب (۶۷۴) مدارس تحتانیہ (۲۵) مدارس ثانویہ اور ایک زنانہ کالج اور چار مدارس تعلیم المعلمات میں معلمات کی تربیت اور ٹرننگ کے پردے کی سواریاں خاطر خواہ انتظام کے ساتھ موجود ہیں۔

اس مبارک دور میں ملک کے چہرے سے جہالت کا بدنما داغ دور کرنے کے لئے تعلیم بالغاں کی بھی ایک وسیع اسکیم کو نافذ فرمایا گیا اور تقریباً پچاس مدرسے ایسے قایم کئے گئے جو پختہ عمر کے لوگوں کو مفت ابتدائی
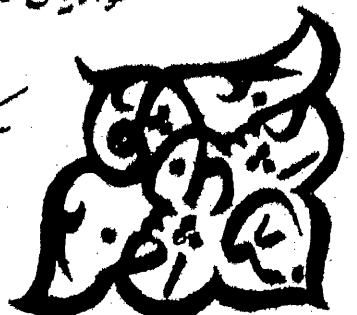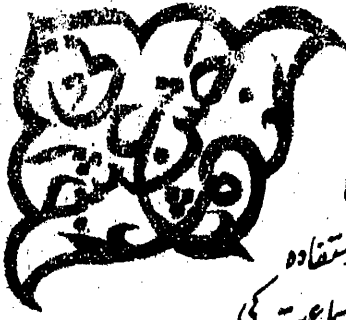
تعلیم دیتے ہیں۔ ان کے اوقات بطور خاص ایسے مقرر کئے گئے کہ ملازمت پیشہ افراد اپنے کاروبار کو نقصان پہنچائے بغیر لکھنا پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ اس وقت کوئی دو ہزار آدمی اس طرح راست علم سے استفادہ کر رہے ہیں۔ وہ بدنصیب بندگانِ خدا جو نابینائی۔ عدم گویائی اور ثقلِ سماعت کی وجہ سے قدرتاً ہر طرح مجبور ہوتے ہیں۔ ہمارے علم نواز بادشاہ کی نظر عنایت سے محروم نہیں رہے۔ اور اندھوں گونگوں اور بہروں کی تعلیم کے لئے بھی ضروری انتظامات فرمائے گئے۔ مجملاً ترقی کا اندازہ لگانے کے لئے یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ مدارس کی تعداد جو ایک ہزار سے کم تھی پانچ ہزار سے زیادہ ہوگئی۔ طلبہ کی تعداد ۶۶ ہزار کی بجائے ساڑھے تین لاکھ تک پہنچ گئی اور مصارف تعلیمی جن کی مقدار سابق میں صرف تیرہ لاکھ تھی تقریباً ایک کروڑ روپے ہوگئے ہیں۔

انعامداران

مدارج	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ
جو ایک روپیہ سے ۵۰ روپیہ تک سالانہ معاش پاتے ہیں	۶۱۸۰۵	۹۱۰۶	۱۴۲۸	۷۲۳۳۹
" ۵۰ " ۱۰۰ " "	۴۸۶۵	۱۰۸۷	۳۶	۵۹۸۸
" ۱۰۰ " ۲۰۰ " "	۲۰۰۲	۶۰۸	۱۲	۲۶۲۲
" ۲۰۰ " ۲۵۰ " "	۴۰۸	۱۶۰	۰	۵۶۸
" ۲۵۰ " ۳۰۰ " "	۲۴۲	۷۴	۰	۳۱۶
" ۳۰۰ " ۴۰۰ " "	۲۳۲	۸۳	۱	۳۱۶
" ۴۰۰ " ۵۰۰ " "	۱۵۵	۶۰	۱	۲۱۶
" ۵۰۰ سے زائد " "	۶۸۳	۱۷۶	۱	۸۶۰
میزان	۷۰۳۸۲	۱۱۳۵۴	۱۴۷۹	۸۳۲۱۵

رسوم داران

مدارج	ہندو	مسلمان	دیگر اقوام	جملہ
جو ایک روپیہ سے ۵۰ تک سالانہ رسوم پاتے ہیں	۱۴۶۶	۱۰۲	۰	۱۵۶۸
" ۵۰ " ۱۰۰ " "	۶۰۸	۳۳	۰	۶۴۱
" ۱۰۰ " ۲۰۰ " "	۵۳۵	۱۹	۰	۵۵۴
" ۲۰۰ " ۲۵۰ " "	۱۲۸	۳		۱۳۱
" ۲۵۰ " ۳۰۰ " "	۱۰۰	۵	۰	۱۰۵
" ۳۰۰ " ۴۰۰ " "	۱۲۸	۷	۰	۱۳۵
" ۴۰۰ " ۵۰۰ " "	۷۵	۴	۰	۷۹
" ۵۰۰ سے زائد " "	۳۱۱	۲۴	۰	۳۳۵
میزان	۳۳۵۱	۱۹۷	۰	۳۵۴۸

مرتبہ محمد فاضل

از جناب میبے لوی مرزا محمد عصمت اللہ بیگ صاحب
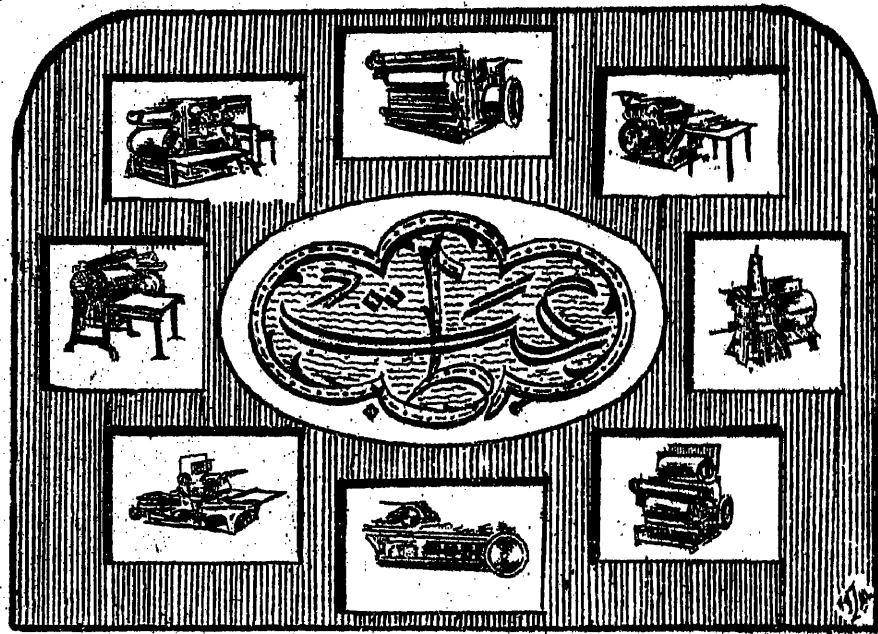
فن طباعت پر ایک طائرانہ نظر اور عہد ہمایونی میں اسکی ترقی

اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے پیش نظر جامعہ عثمانیہ کی تشکیل سے چونکہ ملک کی ذہنی سطح کی بلندی مد نظر تھی۔ لہذا اس کے مستقل قیام اور خوشگوار وجود نے فرزندان جامعہ کی تربیت کے ساتھ ساتھ اہل ملک کے دلوں میں ترقی کی ایک برقی رو دوڑادی۔ جس سے ہر شخص اپنے اپنے فن میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس رفتار ترقی میں جہاں مختلف فنون میں اہل ملک کا ذوق سلیم کامیاب ہونے لگا۔ وہاں فن طباعت میں بھی نہایت چستی اور تیزی کے ساتھ قدم آگے بڑھایا۔ اہل ملک کی ہمدردی اور گورنمنٹ کی سرپرستی رہبر معاون بنے۔ ان دونوں قوتوں نے کچھ ایسی طاقت بخشی کہ یہ فن بھی دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ اب اگر گزشتہ اور موجودہ طباعت کا مقابلہ کیا جائے تو بس ایک فرق عظیم معلوم ہوتا ہے۔

بمقابلہ پہلے کے فن طباعت کے دلدادہ نہ صرف اپنے اپنے کاروبار میں ماہر اور چابکدست نظر آرہے ہیں۔ بلکہ بڑی حد تک طباعت کے ذیلی فنون میں بھی ترقی کرتے جارہے ہیں۔

ایک ماہر فرانسیسی کا قول ہے۔ کہ "ملک کی دماغی پیمایش، خیالات کا ارتقا، علمی چہل پہل، نفیس مذاق، اعلیٰ جذبات اور علوم وفنون کی ترقی کا صحیح اندازہ لوگوں کی زرق برق پوشاکوں اور دھواں دھار تقریروں سے نہیں۔ بلکہ وہاں کی تالیف وتصنیف اعلیٰ درجہ کی طباعت۔ دیدہ زیب اور خوبصورت اشکال سے کیا جاتا ہے۔

متمدنہ ممالک میں روزنامے، مصور ماہ نامے۔ قدیم کتبات وتصاویر۔ علوم جدیدہ کے انکشافات۔ اور علمی تحقیقات پر آئے دن کتابیں بکثرت شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جن کی دیدہ زیب طباعت دیکھکر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہوجاتا ہے پھر لطف یہ ہے کہ ہر تصویر۔ ہر نقشہ۔ اور ہر شکل اپنی نوعیت اور خصوصیت کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف کاغذ پر اور ایک دوسرے سے مختلف طریقے پر چھپی ہوئی ہوتی ہے ہر ایک کا رنگ ایک دوسرے سے جدا ہوتا ہے۔ مگر دیکھو تو
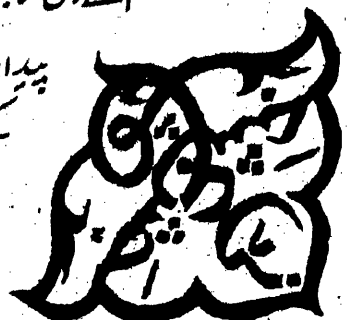
بہ حیثیت مجموعی ان میں کسانی ہم رنگی اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

طباعت کے مختلف طریقے

پیشتر اس کے کہ حیدرآباد کی طباعت کے متعلق کچھ لکھا جائے سب سے پہلے طباعت کے ان مختلف طریقوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا نہایت ضروری ہے جو آج کل متمدنہ ممالک میں رائج ہیں۔ دنیا میں طباعت کے کل تین طریقے ہیں۔

اول (SURFACE METHOD.) یعنی ایسے نقوش کی تیاری یا طباعت جو بالکل مسطح سطح پر ہو۔
دوسرے (RELIEF METHOD.) "ببت کاری" یعنی ایسے نقوش کی تیاری یا طباعت جو سطح سے ابھرے ہوئے ہو
تیسرے (INTIGLIO METHOD.) "تقعر کاری" یعنی ایسے نقوش کی تیاری اور طباعت جو سطح سے نیچے ہو۔
پہلی قسم میں لیتھوگرافی، میٹلوگرافی، وینڈ انک سسٹم ہیلیو زنکو، ٹائپین سسٹم۔ اور کولوٹائپ ہیں۔

لیتھوگرافی

لیتھوگرافی سے مطلب پتھر پر لکھنا یا پتھر کے ذریعے سے چھاپنے کے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول عبارت یا تحریر کاپی کے کاغذ پر کاپی کی سیاہی سے لکھی جاتی ہے۔ پھر "لیتھوگرافک اسٹون" کی جلا کی ہوئی سطح پر اس کاپی کو نم کرکے بچھا دیتے ہیں۔ اور پریس میں کھٹکو کس یا پانچ داب دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں تحریر پتھر کی سطح پر منتقل ہو جاتی ہے۔ اس تحریر پر ذرا ببول کے گوند کا پچارا دیکر اور نم کرکے (لیتھو پرنٹنگ انک) چھاپنے کی سیاہی کا بیلن دیتے ہیں۔ اصولاً جہاں پانی ہے۔ وہاں چربی اثر نہیں کرتی۔ اور جہاں چربی ہے وہاں پانی نہیں ٹکتا۔ اس طرح چربی کی سیاہی صرف حرفوں پر ایک جان دو قالب ہو کر بیٹھ جاتی ہے۔ پھر اس کو مشین پر جما کر طباعت کی جاتی ہے۔ اس طریقہ طباعت کو الائسے سینفیلڈر نے ۱۷۹۸ء میں معلوم کیا۔ یہ جرمنی کا رہنے والا تھا تقریباً ۱۸۲۵ء میں یہ فن ہندوستان میں آیا۔

میٹلوگرافی

"میٹلوگرافی" (METALO GRAPHY.) جس طرح کہ لیتھوگرافی کے معنی پتھر پر لکھنے کے ہیں اسی طرح میٹلوگرافی کے معنی جست یا ایلومنیم کی چادر پر لکھنے یا ان کے ذریعے سے چھاپنے کے ہیں۔ لیتھو کے بعد یہ طریقہ رائج ہوا۔ ۹۸-۱۸۹۱ء میں ان کی خوبیاں پوری طور پر ظاہر ہوگئیں۔ اور لوگ عام طور پر جست اور ایلومنیم کی چادروں کو لیتھوگرافی پر ترجیح دینے لگے۔

جست اور ایلومنیم پر تحریر پتھر سے زیادہ صاف۔ واضح اور کھنچی ہوئی منتقل ہو جاتی ہے۔ یہ نہ تو پھیلتی ہے۔ اور نہ کمزور ہونے پاتی۔ چادریں پتھر سے بہت زیادہ ہلکی اور بہت کم قیمت ہوتی ہیں۔ پتھر کی طرح ٹوٹنے کا خطرہ مطلق نہیں۔ فوٹو اس پر نہایت سہولت سے منتقل ہو جاتا ہے۔ اس پر راست لکھ سکتے ہیں۔ یا نقشہ وغیرہ بنانے کے لئے جہاں چاہیں روانہ کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ طباعت کا وہی طریقہ ہے جو لیتھو اسٹون کا ہے۔ آفسیٹ مشین کی طباعت کے لئے نہایت موزوں ثابت ہوئی ہیں۔ ہزارہا داب دینے پر بھی تحریر خراب نہیں ہونے پاتی۔ اور بہت کم جگہ میں بہت سی پلیٹیں محفوظ کی جا سکتی ہیں۔

ان تمام خوبیوں نے پتھر کو نظروں سے گرا دیا اور اب تقریباً ہر جگہ جست اور ایلومنیم کی چادروں پر طباعت ہونے لگی۔

وینڈ انک سسٹم

جست پر اول تو معمولی طور سے (ٹومرشیر انک یا وینڈ انک انک سے) راست لکھ سکتے ہیں۔ اور آفسیٹ مشین پر جما کر اس سے طباعت کر سکتے ہیں ورنہ زنک (جست) کی سطح پر تحریر منتقل کرنے کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں
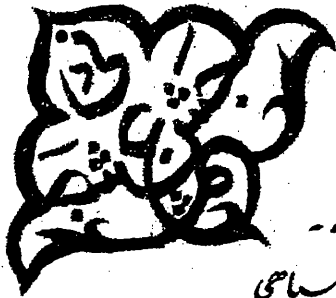
وینڈائک سسٹم یہ طریقہ مسٹر وینڈائک نے ایجاد کیا ہے جو سروے جنرل آفس کلکتہ کے ممبر تھے۔ اگر نقشہ، تصویر یا عبارت کو بجنسہ اسی پیمانہ پر منتقل کرنا ہے۔ تو یہ نسخہ سب سے کم خرچ اور بالانشین ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اول عبارت یا نقشہ ایک سپید کاغذ یا ٹریسنگ کلاتھ پر کالی سیاہی (انڈین۔ چینا یا چن چن انک) سے بنالیا جائے۔ پھر ایک گرین (GRAIN.) کی ہوئی جست کی چادر کی سطح پر البومینم پائی کرومیٹ اور چینا گلو کا سلوشن اسفنج سے کوٹ کریں۔ خشک ہونے پر وہ تحریر جست پر اس طرح جمائیں کہ تحریر کا رخ جست کی کوٹ کی ہوئی سطح پر ہو۔ اور دونوں کو پرنٹنگ فریم میں کس کر دھوپ میں تقریباً دو منٹ اکسپوز کریں۔ اس کے بعد ڈارک روم میں لاکر اس سطح پر پانی بہائیں۔ تھوڑی دیر میں وہ نقشہ یا تحریر چادر کی سطح پر موتی کی طرح نمایاں ہوجائے گی۔ خشک ہونے کے بعد اس پر تھوڑی سی (وینڈائک انک) ڈالیں اور ململ سے اچھی طرح رگڑیں۔ جب پوری سطح سیاہ ہوجائے تو چادر گرم پانی کے حوض میں ڈال دیں۔ ایک گھنٹے کے بعد اسفنج سے آہستہ آہستہ رگڑیں اس عمل سے زمین کی سیاہی نکل جاتی ہے۔ اور منتقل شدہ عبارت پر اس طرح بیٹھ جاتی ہے کہ پھر مٹائے نہیں مٹتی اب یہ پلیٹ طباعت کے لئے تیار ہے۔ جست کی چادروں سے طباعت کا طریقہ حسب ذیل ہے۔

اول اس کی سطح پر ببول کے گوند کا سلوشن مل کر خشک کر لیتے ہیں۔ پھر تارپین لگا کر پوری عبارت اور نقوش مٹادیتے ہیں۔ اس کے بعد پانی سے صاف کر کے بچومن کا سلوشن مل دیتے ہیں جو حرف میں اچھی طرح سے بیٹھ جاتا ہے۔ پھر پانی سے صاف کر کے ہلکا سا پانی کا بخار ادیکر چربی کی سیاہی کا بیلن دیتے ہیں۔ جب حروف اچھی طرح سے سیاہی لے لیں تو پلیٹ کو فلیٹ بڈ مشین کے تختہ پر کسکر طباعت کا کام شروع کر دیتے ہیں۔

ہیلیو زنکو پروسس (HELIO ZINCO PROCESS) اگر نقشہ یا تحریر کا سائز اصل نقشہ یا تحریر سے کم یا زیادہ کرنا ہے تو یہ طریقہ ہے کہ اول فوٹو کے ذریعہ حسب منشا نگیٹو تیار کر لیتے ہیں۔ پھر ایک جست یا ایلیومینیم کی چادر کی سطح پر البومینیم پائی کرومیٹ اور فش گلو اور البومن کا سلوشن اس طرح کوٹ کرتے ہیں کہ سلوشن کی تہ کہیں کم و بیش نہیں ہونے پاتی (یہ عمل عام طور سے جست یا ایلیومینیم کی چادر کو وھرلر پر جما کر کرتے ہیں) خشک ہونے پر کوٹ کئے ہوئے حصے کی جانب نگیٹو کی فلم جماتے ہیں۔ اور فریم میں کسکر دھوپ میں دو چار منٹ اکسپوز دیکر۔ ڈارک روم میں چادر کو کھولتے ہیں۔ پھر اسے ٹیبل پر رکھکر تھوڑی سی چربی کی سیاہی (لیتھو گرافک چاک انک بنزول میں ملاکر) اس کی سطح پر ڈالکر ململ کے کپڑے سے اچھی طرح ملتے ہیں۔ اور سیاہی خشک ہونے پر چادر کو ٹھنڈے پانی کے حوض میں ڈال دیتے ہیں۔ ایک گھنٹہ بعد ہلکے ہاتھ سے اس کی سطح پر روئی پھیرنے پر ان مقامات کی سیاہی بالکل نکل جاتی ہے جہاں روشنی کا اثر نہیں ہوا ہے اور صرف اس تحریر پر سیاھی رہ جاتی ہے۔ جس کو نگیٹو کے ذریعے اکسپوز کیا گیا ہے۔ اب اس چادر کو مشین پر جما کر متذکرہ بالا طریقہ پر طباعت کی جاتی ہے۔

ٹائپین پروسس تیسرا طریقہ ٹائپین پروسس (TYPON PROCESS.) کے نام سے مشہور ہے جو ۱۹۲۵ء میں پرنٹنگ ٹریڈس اگزانشین میں بتایا گیا تھا۔ جس کارخانہ میں کیمرہ وغیرہ کا بندوبست ہے۔ اور چادروں کو آفسٹ مشین پر طبع کرنا مقصود ہے تو یہ طریقہ مستعمل ہے۔

اول عبارت کو سپید کاغذ پر کالی سیاہی (چن چن یا انڈین انک) سے لکھ لی جاتی ہے۔ اور

ـــــــــــــــــــ

لہ۔ جست یا ایلیومینیم کی چادر پر کام کرنے سے پیشتر اھین ریتی اور اس پر بہت سی شیشہ کی گولیاں ڈالکر ہلاتے ہیں۔ اس عمل سے مہین مہین مسامات اور دانے پیدا ہوجاتے ہیں۔ یہ عمل صندوق یا گرینگ مشین میں کرتے ہیں۔
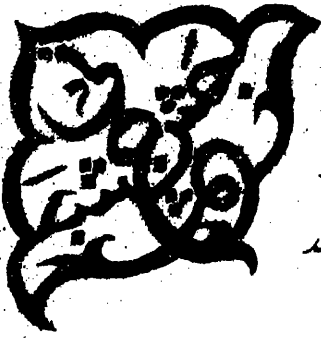
ڈارک روم میں یہ تحریر اور ٹائپین فلم دونوں کو پرنٹنگ فریم میں کسکر بجلی یا کسی دوسری روشنی میں اکسپوز کریں۔ اور اس فلم کو معمولی طور پر ڈولپ کریں۔ ائی پوپر فکس کریں۔ اور پانی میں اچھی طرح سے دھوکر خشک کریں۔ اس کے بعد متذکرہ بالا طریقہ پر زنک یا ایلیومنیم کی سطح پر منتقل کرلیں۔

مگر اس طریقہ کار میں ایک ذرا کمزوری یہ ہے کہ نقشہ اصل پیمانہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اور یہ کمزوری فلم کے سبب سے ہوتی ہے۔ جو خود پانی میں دھلنے کے ذرا بعد بڑھ جاتی ہے۔

کولوٹائپ پروسس سطح پر طباعت کا چوتھا طریقہ کولوٹائپ (COLLOTYPE PROCESS) ہے اس کی ایجاد فوٹو لیتھو کے بعد عمل میں آئی۔ اور وہ طریقہ یہ ہے۔

ایک موٹے شیشہ کی سطح پر پٹاشیم بائی کرومیٹ اور جیلٹین کا ہلکا سا کوٹ کردیتے ہیں۔ جو بہت جلد خشک ہوجاتا ہے اس پر نگیٹو رکھکر اکسپوز کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ہلکا سا عکس سطح پر نمایاں ہوجاتا ہے۔ اسے ڈارک روم میں ٹھنڈے پانی سے دھوتے ہیں جس حصہ پر روشنی کا اثر پہنچا ہے۔ وہ ابھر جاتا ہے۔ خشک ہونے پر گلاس کو سیمنٹ کی تہ پر بٹھاکر ذرا سا پانی سے تر کرکے سیاہی کا بیلن پھیر دیتے ہیں۔ جب تصویر یا تحریر پوری طور پر سیاہی لے لیتی ہے تو معمولی لیتھو کی طرح اُس سے طباعت کی جاتی ہے۔
۱۸۶۱ء میں کرنل سرہنری جیمس نے کولوٹائپ سے تیار کئے ہوئے نقشوں کو زنک پر منتقل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا اور آج کل اسی طریقہ پر ہاف ٹون منتقل کرکے چھاپا جارہا ہے۔

طباعت کی دوسری قسم وہ ہے جس میں نقوش سطح سے ابھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس میں ٹائپ۔ لائن۔ ہاف ٹون۔ ڈولٹک اور سہ رنگی بلاک شامل ہیں۔

ٹائپ سے لوگ عام طور پر واقف ہیں۔ اول حروف تہجی اور اس کے جس قدر جوڑ ہیں باقاعدہ علحدہ ایک کاغذ پر لکھ لئے جاتے ہیں۔ پھر ہر حروف یا جوڑ کو یا تو فوٹو کے ذریعے سے منتقل کردیتے ہیں۔ یا خود انگریور مختلف طریقوں سے ان حروف کو فولاد کی سطح پر الٹا منتقل کرلیتے ہیں۔

اس کے بعد اُس حرف کی موٹائی چھوڑکر بقیہ حصہ کو گریور سے کاٹ ڈالتے ہیں۔ اس کو پنچ کہتے ہیں۔ پھر اس پنچ کو تانبے کے ایک مسطح ٹکڑے کی سطح پر جماکر ہتوڑی سے مارتے ہیں۔ اس عمل سے اس تانبے کے ٹکڑے میں اُس حرف کا سانچا بن جاتا ہے اسے میٹرکس کہتے ہیں۔ اب اس میٹرکس کو ٹائپ کاسٹنگ مشین میں جماکر ٹائپ ڈھالتے ہیں۔ یہی ٹائپ ہے جس سے کہ عام طور پر طباعت کیجاتی ہے

لائن بلاک لائن ورک جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ ایسے نقوش کو کہتے ہیں۔ جو بالکل سیاہ ہوں یا سیاہ زمین پر بالکل سپید تحریر ہو۔ اور اس میں کسی قسم کا ٹون یا شید نہ پایا جائے۔

ابتدا میں انگریور جست یا سیسہ پر نقوش منتقل کرکے ہاتھ سے کھود لیا کرتے تھے۔ یہ بلاک بالکل اسی طرح کے ہوتے تھے جس طرح کہ آج کل لکڑی کی سطح کاٹ کر چھاپے بنائے جاتے ہیں۔
۱۸۵۴ء میں ادویات سے کھود کر بلاک تیار کرنے کا طریقہ ایجاد ہوا۔ اور اب اس قدر ترقی ہوگئی ہے کہ کوئی دست کاروں کا (خصوصاً لائن بلاک کے معاملہ میں) ممنون منت نہیں رہا۔ چنانچہ جس تحریر کا لائن بلاک تیار کرنا ہے۔ اول وہ نقوش
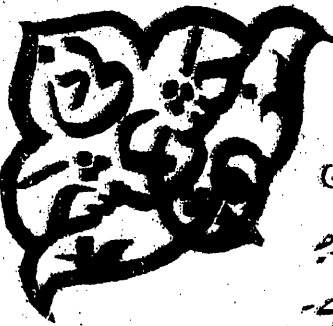
یا تحریر کالی سیاہی سے سپید کاغذ پر بنائی جاتی ہے۔ پھر اس
تحریر کا فوٹو کے ذریعے نگیٹو تیار کر لیتے ہیں۔ چونکہ کیمرہ کے آگے پرزم (Prism)
ہوتا ہے۔ اسلئے تحریر کا عکس آئینہ میں گزرتے ہوئے کیمرہ میں پہنچتا ہے۔ یہی وجہ
ہے کہ معمولی کیمروں کے برخلاف نگیٹو پر وہ عکس اصل تحریر کی طرح بالکل سیدھا ہوتا ہے۔

پھر ایک زنک پلیٹ (جست کا ٹکڑا) کو صاف کر کے اس کی سطح پر فش گلو۔ ایمونیم یا ئی کرومیٹ اور البومن کا
سلوشن وھرلر کے ذریعے کوٹ کرتے ہیں۔ اور اس پر نگیٹو جما کر فریم میں کس کے تین چار منٹ دھوپ میں اکسپوز دیتے ہیں۔ اس کے بعد
ڈارک روم میں لا کر اس کے سطح پر اچھی طرح سے پانی بہاتے ہیں۔ جو حصہ روشنی سے متاثر نہیں ہوا ہے۔ وہ پانی سے دھل جاتا ہے
اور وہ حصہ جسپر روشنی کا اثر ہو چکا ہے۔ وہاں گلو سخت ہو کر مضبوط بیٹھ جاتا ہے اس حالت میں پلیٹ کو انی لین ڈائی (اودے رنگ)
میں ڈالدیتے ہیں۔ متاخرالذکر حصہ پر رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اور تمام نقوش جست کی سپید سطح پر اودے رنگ میں علحدہ رکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

اس پلیٹ کو اسٹو پر جلاتے ہیں جس سے گلو اور مضبوط بیٹھ جاتا ہے۔ بلکہ ان مقامات پر کروسیم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے
پھر پلیٹ کو نائٹرک ایسڈ میں ڈالدیتے ہیں۔ جہاں گلو موجود ہے اسپر نائٹرک ایسڈ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بقیہ حصوں کو نائٹرک ایسڈ
برابر کاٹتا چلا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر میں وہ نقوش ابھر آتے ہیں۔ اب اس پلیٹ کو لکڑی کی کیلیوں سے بٹھا دیتے ہیں سمجھئے
یہ لائن بلاک تیار ہو گیا۔ اس بلاک کو ٹریڈل مشین میں کس کر بٹھا دیتے ہیں۔ اور ٹائپ ایک سے چھاپتے ہیں۔

ہاف ٹون

ایسی تصاویر جن میں شیڈ (سیاہی) اور ہائی لائٹ (سپیدی) کے درمیان مختلف شیڈ اور ٹون (ہلکی اور گہری
سیاہی) موجود ہوں۔ اسے ہاف ٹون کہتے ہیں۔ ابتدا میں اس کیفیت کو آرٹسٹ مختلف طریقوں سے ظاہر کرتے
تھے۔ بعض اس درمیانی کیفیت کو چھوٹے اور بڑے نقطے (STIPPLING) اور بعض موٹے اور مہین خطوط کھینچکر اور بعض لوگ
چاک سے شیڈنگ دیکر نمایاں کرتے تھے۔ مگر ۱۸۶۶ء میں جالی (اسکرین) کی ایجاد نے ان تمام مصیبتوں سے نجات دلادی اور
آرٹسٹ صاحبان کی خوشامد کرنے سے بے نیاز کر دیا۔

اسکرین یا جالی ایک صاف شفاف شیشہ ہوتا ہے۔ جس کی سطح پر نہایت مہین سیدھے اور آڑے خطوط ہیرے کی کنی سے
کھود کر گراف کی سی شکل پیدا کر دی جاتی ہے۔ ان خطوط کا فاصلہ ایک دوسرے سے تقریباً ½ انچ سے لیکر (بلیم) انچ تک ہوتا
ہے گویا ایک مربع انچ میں (۶۰) خطوط سے لیکر (۳۰۰) خطوط تک ہوتے ہیں۔ یہ خطوط نہایت صاف اور شفاف ہوتے ہیں۔

تصویر کا نگیٹو تیار کرتے وقت اس اسکرین کو نگیٹو (NEGATIVE.) کے پاس لگا دیتے ہیں۔ اور ایک مقررہ فاصلہ پر
رکھکر تصویر کا عکس لیتے ہیں۔ اس عمل سے تصویر مہین مہین نقطوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔

اس نگیٹو کو متذکرہ بالا طریقہ پر زنک یا کاپر پر چھاپ لیتے ہیں۔ اور پلیٹ برن (BURN.) کر کے
اگر جست ہے تو نائٹرک ایسڈ میں اور اگر تانبا ہے تو آئرن پر کلورائڈ کے سلوشن میں ڈالدیتے ہیں۔ اس عمل سے نقطوں کا سپید
حصہ ایسڈ کے اثر سے کھد جاتا ہے۔ اور بقیہ نقطے اپنی اپنی جگہ قایم رہتے ہیں۔ اب اس پلیٹ کے کنارے
کاٹ کر تقریباً ایک انچ موٹی لکڑی پر کیلوں سے بٹھا دیتے ہیں۔ اور ٹریڈل مشین پر
ہاف ٹون انک وغیرہ سے چھاپتے ہیں۔

رنگین تصاویر چھاپنے کے لئے سہ رنگی بلاک بنائے جاتے ہیں گویا اصل تصویر کے

بہت سے رنگوں ہیوز اور ٹون (HUES + TONES) کو صرف ابتدائی تین رنگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

اس پروسس (عمل) کو اس موقع پر صراحت سے بتانا مشکل ہے۔ اس لئے کہ خود رنگین کام کرنے والوں کا رنگ فق اور زبان لال رہتی ہے۔ تاہم اس موقعہ پر اس قدر کہدینا کافی ہے۔ کہ تین اسکرینوں کے ذریعہ تین ہاف ٹون بلاک تیار کئے جاتے ہیں۔ تاکہ ہر رنگ کے نقطے ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ رہیں۔ اور طباعت کے وقت ایک دوسرے پر نہ بیٹھنے پائیں۔ اصل تصویر کے مختلف رنگوں کو فلٹرس (رنگین شیشوں) کے ذریعہ صرف تین ابتدائی رنگوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور جب پیلا۔ سرخ اور آسمانی رنگ طباعت کے وقت ایک دوسرے سے ملتا ہے تو نقطوں کی ضخامت کی مناسبت سے ہلکا سبز۔ گہرا سبز۔ اودا۔ بیگنی۔ بنفشی۔ نارنجی۔ سرخ۔ گہرا سرخ۔ غرضیکہ ہر رنگ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ ان بلاکوں کو نارمل تھری کلر انک سے ٹریڈل مشین پر چھاپتے ہیں۔

طباعت کا تیسرا طریقہ

طباعت کا تیسرا طریقہ (INTIGLIO METHOD.) "مقعر کاری" ہے یعنی ایسے نقوش کی تیاری اور طباعت جو اپنی سطح سے نیچے ہوں۔ آپ نے مونو گرام کی ڈائیوں اور وزیٹنگ کارڈ کی پلیٹوں میں کندہ کی ہوئی تحریر ملاحظہ فرمائی ہوگی۔ بس یہی "مقعر کاری" ہے۔

چھاپتے وقت اول اس کی سطح پر سیاہی اچھی طرح ملتے ہیں۔ پھر سطح کو بالکل صاف کر دیتے ہیں۔ اس عمل سے کندہ کئے ہوئے نقوش میں سیاہی بیٹھ جاتی ہے۔ اور سطح بالکل صاف ہو جاتی ہے۔ اس پلیٹ کو مشین کی پلیٹ پر رکھکر اسپر کاغذ رکھتے ہیں۔ اور مشین چلاتے ہیں۔ لوہے کا وزنی سلنڈر اور مشین کا داب پلیٹ پر پڑتا ہے جس سے سیاہی دب کر کاغذ پر بیٹھ جاتی ہے۔ اور سطح نقوش ابھرے ہوئے طبع ہوتے ہیں۔

فوٹو گریور

یہ طریقہ تحریر۔ اور نقشوں کی حد تک بہت کامیاب ثابت ہوا مگر ہاف ٹون بناتے وقت وہی پرانے لکیر کے فقیر رہے۔ کبھی ٹون کو نقطوں اور کبھی خطوط سے ظاہر کرتے رہے۔ ۱۸۹۴ء میں فوٹو گریور کا بہترین طریقہ ایجاد ہوا جو ابتک رائج ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

اول تصویر کا معمولی طریقہ پر نگیٹو تیار کر لیتے ہیں۔ پھر لینٹرن سلائڈ کی طرح اس کا پازیٹو بناتے ہیں۔ اس پازیٹو کو کاربن ٹشو (جیلٹن کے کاغذ) پر چھاپ کر۔ کاپر پلیٹ پر منتقل کر لیتے ہیں۔ اور اسے آئرن پرکلورائڈ میں تقریباً ۷ یا ۸ منٹ تک رکھتے ہیں۔ تمام نقوش کھد جاتے ہیں۔ اور پلیٹ طباعت کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔

طباعت کے متذکرہ بالا طریقوں میں سے بعض بعض طریقے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں رائج ہیں۔ مگر حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ حیدرآباد دکن میں اس پچیس (۲۵) سال کے اندر اندر اس قدر ترقی ہوئی ہے۔ کہ ان تمام طریقوں سے برابر طباعت ہو رہی ہے۔

گورنمنٹ سنٹرل پریس

یہاں سب سے اول قابل الذکر دار الطبع سرکار عالی ہے۔ یہ ۱۲۷۵ف میں گورنمنٹ کی طرف سے سنٹرل جیل میں قایم کیا گیا۔ ابتدا میں رجسٹر۔ نمونے۔ اور ان کے علاوہ جریدۂ معمولی اور غیر معمولی کی طباعت کا کام بھی اس کے سپرد کیا گیا۔ جو ابتک ہو رہا ہے۔ بتدریج اس پریس میں ترقی ہوتی گئی۔ رفتہ رفتہ جملہ دفاتر سرکار عالی کے فارم۔ مراسلات۔ نمونے۔ رجسٹر اور سالانہ رپورٹیں وہیں چھپنے لگیں۔ اول صرف لیتھو گرافی کا کام سر انجام

پاتا تھا۔ اب زنگو گرافی، وینڈائک اور ٹائفن پروسس بھی جاری کر دیا گیا ہے۔ خوبصورت سے خوبصورت وضع کے انگریزی ٹائپ موجود ہیں۔ قیمتی سے قیمتی مشینیں آفسیٹ روٹری پلانٹ۔ فلیٹ بڈ اور دیگر برقی مشینوں سے مطبع برقی بنا ہوا ہے۔ ثلث اور نستعلیق ٹائپ بھی ڈھالا جا رہا ہے۔ مطبع کے ناظم طباعت سرکار عالی کے زیر نگرانی اس کے تمام کاروبار باحسن الوجوہ انجام پا رہے ہیں۔ جو اس کی ترقی کے لئے ہر طرح کوشاں رہتے ہیں۔

مطبع جامعہ عثمانیہ

دوسرا قابل الذکر پریس دارالطبع جامعہ عثمانیہ سرکار عالی ہے جو ۱۳۲۶ف میں دارالترجمہ سرکار عالی کے تحت قایم ہوا۔ اس کی اہمیت اس وجہ سے بہت زیادہ ہے۔ کہ اول تو اس کا تعلق راست یونیورسٹی سے ہے۔ جہاں تاریخ، جغرافیہ۔ سیاسیات۔ معاشیات، منطق، فلسفہ، نفسیات، علم الہندسہ، ریاضیات، کیمیا طبعیات، وغیرہ ان تمام فنون کی کتابیں اردو میں ترجمہ ہو کر طبع ہوتی رہتی ہیں۔ لیتھو رنگین اور سادے نقشہ جات کا کام ہوتا ہے اس کے علاوہ ٹائپ کا کام بھی سرانجام پاتا ہے۔

تقریباً تین سال ہوئے کہ وہاں ایک پروسس اسٹوڈیو کا قیام بھی عمل میں آیا ہے جہاں لائن، ہاف ٹون۔ سہ رنگی تصاویر۔ فوٹو گرویر۔ اور ہیلیو سسٹم پر کام کیا جا رہا ہے۔ تاریخ و جغرافیہ کے رنگین نقشہ جات، طبی کتابوں کی تصویریں۔ انجینیری اور سائنس کی شکلیں تیار اور طبع ہوتی ہیں۔ یہ مطبع اور پروسس اسٹوڈیو مولوی الیاس برنی صاحب ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی نگرانی میں کاروبار انجام دے رہا ہے جن کی یہ کوشش ہے کہ یہاں ہر کام فنی نقطہ نظر سے نفیس اور اعلیٰ طباعت کے اعتبار سے بلند ہو

اس جدید دور میں محکمہ آثار قدیمہ، محکمہ آرائش بلدہ، ڈرینیج، جامعہ عثمانیہ، تعمیرات جامعہ۔ محکمہ زراعت و تجارت محکمہ صنعت و حرفت، توسیع علاج حیوانات، دفاتر انجمن ہائے امداد باہمی، سررشتہ جات پلیگ و ملیریا وغیرہ کا قیام عمل میں آیا۔ چونکہ کام بہ نسبت پہلے کے بہت بڑھ گیا۔ اس لئے اب اکثر محکموں میں ایک ایک پریس سرکاری طور پر قایم ہو گیا ہے تاکہ بعجلت ممکنہ ہر دفتر کی ضروریات آسانی کے ساتھ سرانجام پا سکیں۔ چنانچہ محکمہ بندوبست کا لیتھو پریس بہترین نقشے طبع کر رہا ہے۔ پٹہ خانہ جات۔ محکمہ فوج، عدالت، پولس، اور دیگر محکمہ جات میں پریس قایم ہیں۔ مگر سب سے زیادہ اہم اور قابل الذکر دارالضرب کا مطبع ہے۔ اس میں فوٹو گرویر کے طریقہ پر طباعت نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ حیدرآباد کے ٹکٹ۔ ممہور کے کاغذات اور کرنسی نوٹوں کی سیاہ طباعت یہیں ہوتی ہے۔ اور یہیں ان کی ڈائیاں بھی تیار کی جاتی ہیں۔

خانگی مطابع

یہاں تک تو آپ نے سرکاری کارخانوں کا حال سنا۔ اب غیر سرکاری کارخانوں کا حال بھی سن لیجئے آج سے ۲۵ سال قبل حیدرآباد میں چند اخبار اور معدودے ماہ نامے شائع ہوتے تھے اسی مناسبت سے یہاں آٹھ یا نو طباعت کے کارخانے تھے۔

اور اب اخبارات و ماہ نامے درخشاں ترقی کی مناسبت سے شائع ہوتے ہیں۔ ان کے سالگرہ نمبر اور سالانہ نمبر بڑی آب و تاب سے نکلتے رہتے ہیں۔ پھر نوجوانان ملک کی تالیفات تصنیفات اور تراجم کا سالانہ شمار بیشمار ہو گیا ہے۔ اور ان کے علاوہ ایک معتدبہ تعداد ان قدیم کتابوں کی ہے جن کو زمانہ حال کے ذی حیثیت نوجوان نشر
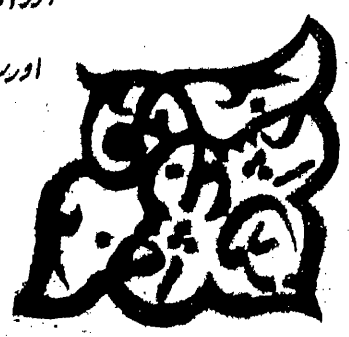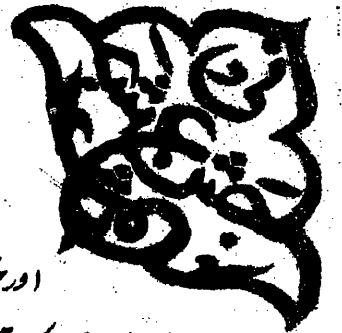
کرتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ تصنیف و تالیف کی اس بڑھتی ہوئی لہر کے مدنظر بیسیوں نئے کارخانے قایم ہوگئے ہیں۔ جن میں لیتھو اور زنکو گرافی کے اصول پر نہایت اچھی طرح سے کام ہو رہا ہے۔ ان کارخانوں میں آرٹسٹ اور خوشنویس برابر کام میں مصروف رہتے ہیں۔ اور روز بروز فنی مہارت اور چابکدستی میں سبقت کرتے نظر آتے ہیں۔

بلاک میکنگ کے متعدد کارخانے شہر حیدرآباد میں مصروف کار ہیں۔ چنانچہ وہ عظیم ہاف ٹون ورکس اچھے طریقہ پر کام انجام دے رہا ہے۔ جسمیں لائن ہاف ٹون اور سہ رنگی بلاک تیار کئے جارہے ہیں۔ مونو گرام کی ڈائیاں۔ وڈ بلاک۔ وزیٹنگ کارڈ کی تیاری اور طباعت اور ربر کی مہریں بنانے کے کارخانے شہر میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ خوبصورت پوسٹرس اور ان کے دیدہ زیب ڈرائن واجبی نرخوں پر مختلف کارخانوں میں تیار ہوتے ہیں۔ بیسیوں کتابیں ایسی طبع ہوئی ہیں۔ جنہیں لوگ دیکھکر دنگ ہوجاتے ہیں۔

جس کا جی چاہے رات کو ان کارخانوں کی سیر کرآئے۔ گھروں میں لوگ خواب راحت میں مصروف ہیں مگر ان کارخانوں میں رت جگا ہو رہا ہے۔ برقی قمقمے روشن ہیں۔ لوگ کاروبار میں مصروف ہیں اور برقی مشینیں اپنی ہیبت ناک آوازمیں۔ اس عہد ہمایونی کی شوکت و عظمت کا نوہا ہر نظارہ کرنے والے سے منوا رہی ہیں۔

تعداد معاش یابان مذہبی

مدارج	ہندو	مسلمان	جملہ
جن کی سالانہ یافت ۵۰ روپیہ سے ۱۰۰ روپیہ تک ہے	۶۳۶	۴۱۴	۱۰۵۰
" " ۱۰۰ " ۲۰۰ " "	۲۸۲	۲۶۸	۵۵۰
" " ۲۰۰ " ۲۵۰ " "	۴۲	۴۱	۸۳
" " ۲۵۰ " ۳۰۰ " "	۳۰	۳۰	۶۰
" " ۳۰۰ " ۴۰۰ " "	۴۰	۴۰	۸۰
" " ۴۰۰ " ۵۰۰ " "	۲۵	۱۷	۴۲
" " ۵۰۰ سے زائد ہے	۱۰۱	۷۶	۱۷۷
میزان	۱۱۵۶	۸۸۶	۲۰۴۲

خدمات شرعیہ اسلامیہ کی معاشیں غیر مسلموں کے نام

صوبۂ گلبرگہ میں	(۲۵)	معاشین
صوبۂ اورنگ آباد میں	(۷۷)	"
صوبۂ ورنگل میں	(۴)	"
صوبۂ میدک میں	(۱۲)	"
جملہ	(۱۱۸)	معاشین

مرتبہ محمد فاضل
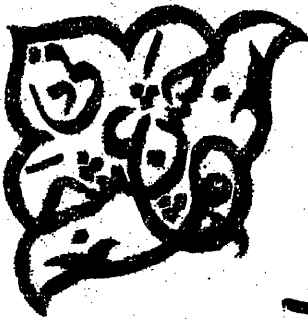
عہد عثمانی کے

مقبول عام اخبارات کا تعارف

(۱) **مشیر دکن روزنامہ** ـ حیدرآباد کا قدیم روزنامہ اخبار ہے۔ جو ۲۱ مارچ ۱۸۹۲ء سے شائع ہو رہا ہے۔ اور اب تک اپنی سلامت روی اور استقلال وضع کا پابند ہے۔ پہلے چھوٹی تقطیع پر نکلتا تھا۔ ۱۹۳۱ء سے بڑی تقطیع کی صورت اختیار کر لی اس کا عمل اسم با مسمیٰ اسکا چلن غیر متزلزل و پائیدار۔ بہ حیثیت قدامت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ صحافتی حیثیت سے ملک کا یہ پہلا اخبار ہے اس کے مالک پنڈت کشن راؤ صاحب کا تین سال قبل انتقال ہوا۔ اب اس کے مالک پنڈت واسدیو راؤ صاحب ایک اچھے جانشین ہیں۔ راؤ صاحب آنجہانی کے نقش قدم پر کار فرما ہیں۔ بہر حال یہ اخبار تجربہ کار دور اندیش لائق کارکنوں کی نگرانی میں نکلتا ہے۔ ملک اس کی دیرینہ نیابت قدمی کا معترف ہے۔

(۲) **صحیفہ روزنامہ** ـ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ سے جاری ہوا۔ جس کے موجودہ مدیر صاحب کو عہد عثمانی کا سب سے پہلا خادم ملک و ملت ہونیکا فخر حاصل ہے۔ پہلے یہ رسالہ کی شکل میں نکلتا تھا۔ جس کی ادارت مشہور استاد سخن حضرت کیفی کے سپرد تھی من بعد کچھ عرصہ بند رہکر ۱۳۳۲ھ سے زیر ادارت مولوی اکبر علی صاحب اخبار کی شکل میں جاری ہوا۔ اب تک پابندی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ مدیر صاحب موصوف چونکہ مذہبی خیال کے پختہ خیال و زمانہ دیدہ اور سختی سے پابند وضع ہیں۔ آپ کی ادارتی صحافت میں بھی مذہبی عنصر کا لگاؤ زیادہ رہتا ہے۔ پابند شرع مدیر صاحب نے اس اخبار کو بھی ممنوعات شرع سے محفوظ رکھا ہے۔ یہ اس اخبار کی خاص خوبی ہے پہلے یہ بھی مشیر دکن کی طرح چھوٹی تقطیع پر نکلتا تھا۔ مگر اب اس نے بھی بڑی تقطیع کی صورت اختیار کر لی۔ اس اخبار کا مشورہ ملک اور اہل ملک کیلئے ہمیشہ مفید و نیک اور دور اندیشی پر مبنی ہوتا ہے۔

(۳) **رہبر دکن روزنامہ** ـ یہ اخبار ۲۶ شہریور ۱۳۳۰ف سے شائع ہو رہا ہے۔ جس کے مدیر مولوی سید احمد محی الدین صاحب ہیں۔ حیدرآباد کا اس وقت یہی ایک کثیر الاشاعت و مقبول عام وقیع روزنامہ ہے۔ اس کی زندگی نام و کام کی یکساں ضمانت کے ساتھ درخشاں و کامراں ہے۔ مراحم خسروی اس اخبار پر بطور خاص مبذول ہیں۔ ملک کی صحیح رہبری و خدمت اس کا لائحہ عمل۔ اور صائب رائے و بالغ نظری کا اظہار اس کا اصول و شعار ہے۔ اس اخبار کی ترقی دوسرے اخبار والوں کیلئے بطور مثال قابل تشویق و تحریص ہے۔ اس اخبار کی کامیابی کا سہرا لائق مدیر صاحب کے سر ہے جو قابل مبارکباد ہیں۔ یاد ہوگا یہ بھی چھوٹی تقطیع پر نکلتا تھا۔ بہت جلد رنگ بدل کر بڑی تقطیع پر زائد صفحات کے ساتھ نکلنے لگا۔ وقت کی پابندی اور اسکے انتظامات نہایت اچھے ہیں۔ موجودہ اخباروں میں ہر نوع یہ کامیاب اخبار ہے۔ اسکے خصوصی نمبر و سالنامے ممتاز و نہایت شاندار ہوتے ہیں

(۴) **صبح دکن روزنامہ** ـ یہ اخبار ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ سے شائع ہو رہا ہے۔ اسکے مدیر مولوی احمد عارف صاحب و مولوی علی اشرف صاحب ہیں۔ نہایت قلیل مدت میں اس اخبار نے بھی یک گونہ مقبولیت حاصل کر لی۔ گول میز کانفرنس (لندن) کے زمانہ میں دن میں دو مرتبہ بھی شائع ہوتا تھا۔ اس کے خصوصی نمبر نہایت مستحسن ہوتے ہیں۔ لائق مدیرین اس اخبار سے ملک کو اسطرح استفادہ بخش رہے ہیں۔ جس طرح خورشید کی کرنیں صبح کیوقت عالم کو بخشتی ہیں۔ ہماری دعا ہے اس علمی ادارے کی فیض بخش کرنیں اور پُر تنویر ہو کر ملک کو رونق و فائدہ بخشیں۔ تاکہ اسکی ترقی اہل ملک کی ترقی کا موجب بنے بفضلہ یہ اخبار بھی الطاف خسروی سے سرفراز ہے

(۵) **منشور وقت روزنامہ** ـ اخبار منشور ۲ آبان ۱۳۳۹ف سے شائع ہو رہا ہے۔ اسکے مدیر مولوی عبدالرحمن صاحب رئیس ہیں۔ ملک کے مفاد کی خاطر سختی سے صائب آزادرائے کا اظہار ہمیشہ اس اخبار کا مسلک رہا ہے۔ مفاد عامہ اور ملکی ماحول کے تحت ضروری تعلیم سے

نوٹ ـ بقیہ حصہ مضمون صفحہ نمبر (۲۶۹) پر سطر ۱۶ سے ملاحظہ ہو ـ

مرتبہ محمد فاضل

عہد عثمانی کے اخبارات

(۱) اخبار مشیر دکن (۲) اخبار صحیفہ (۳) اخبار رہبر دکن (۴) اخبار رعیت (۵) اخبار نظام گزٹ (۶) اخبار دکن پنچ (۷) اخبار الحمایت (۸) اخبار الاعظم (۹) اخبار صبح دکن (۱۰) اخبار منشور (۱۱) اخبار پیام (۱۲) اخبار اخوت (۱۳) اخبار شوکت الاسلام (۱۴) اخبار نظام وجے (۱۵) اخبار گولکنڈہ پتریکا (۱۶) اخبار ویدک ادرش (۱۷) آصفیہ گزٹ (۱۸) عثمان گزٹ (۱۹) پولیس گزٹ (۲۰) دکن گزٹ (۲۱) بلیٹن سکندر آباد ـ

عہد عثمانی کے رسائل

(۱) دکن لا رپورٹ (۲) ادیب الاطفال (۳) گلدستہ نادر (۴) دربار (۵) شاہد سخن (۶) معارف (۷) تاج (۸) تزک عثمانیہ (۹) رہبر مزارعین (۱۰) ذخیرہ (۱۱) امداد باہمی (۱۲) افادہ (۱۳) المعالج (۱۴) نظائر برٹش انڈیا (۱۵) وقائع مالگزاری (۱۶) اتالیق (۱۷) ثمرۃ الادب (۱۸) شعلہ (۱۹) واعظ (۲۰) دولت (۲۱) النساء (۲۲) نونہال (۲۳) نمایش (۲۴) اردو (۲۵) ترقی (۲۶) لسان الملک (۲۷) خادمہ (۲۸) المعلم (۲۹) النور (۳۰) سائیں کی صدا (۳۱) صراط المستقیم (۳۲) دستور آصفی (۳۳) ارتقاء (۳۴) تحفہ (۳۵) نظام کالج میگزین (۳۶) رہبر تعلیم (۳۷) مجلہ عثمانیہ (۳۸) تجلی (۳۹) آئین دکن (۴۰) مجلہ مکتبہ (۴۱) ورزش جسمانی (۴۲) ترجمان القرآن (۴۳) تاریخ (۴۴) سائنس (۴۵) حیدرآباد ٹیچرس (۴۶) مشاعرہ (۴۷) نورس (۴۸) دلگداز (۴۹) حیات سخن (۵۰) ہیجولی (۵۱) الکشافہ (۵۲) شہاب (۵۳) سفینہ (۵۴) حسن کار (۵۵) مجلہ تحقیقات علمیہ (۵۶) الموسیٰ (۵۷) اربعین عندلیب (۵۸) میڈیکل جنرل (۵۹) عطایائے سلطانی (۶۰) صوفی اعظم (۶۱) صوفی (۶۲) المصدق (۶۳) کاشتکار (۶۴) رسالہ محرمان اشتہاری (۶۵) بہاگمیا اودے (۶۶) رسالہ راج ہنس (۶۷) ارشاد (۶۸) نظائر ہند (۶۹) نظائر مال (۷۰) اسٹانلی کریسنٹ (۷۱) عثمانیہ میگزین (۷۲) گلزار سخن (۷۳) بزم وطن (۷۴) آئینہ ادب (۷۵) معلم العلوم (۷۶) رفیق دکن (۷۷) نظائر دکن ـ

عہد عثمانی کے مطابع

موجودۃ الوقت مطابع بلدہ و بیرون بلدہ حدود دار السلطنت حیدرآباد

نوٹ ـ سکندرآباد اور اضلاع کے اسمیں شامل نہیں ہیں ـ

(۱) مطبع نظائر ہند (برقی) (۲) رزاقی مشن پریس (۳) اعظم اسٹیم پریس (برقی) (۴) مطبع منظری (۵) اعظم جاہی پریس (برقی) (۶) شمس الاسلام پریس (۷) تاج پریس (برقی) (۸) عماد پریس (۹) رحیم پریس (۱۰) چشتیہ پریس (۱۱) عثمانیہ المعارف پریس (۱۲) معین دکن پریس (۱۳) جنٹلمن پریس (۱۴) سلطان پریس (۱۵) چشتی القادری پریس (۱۶) مطبع حیدری (۱۷) احمدیہ پریس

مرتبہ محمد فاضل
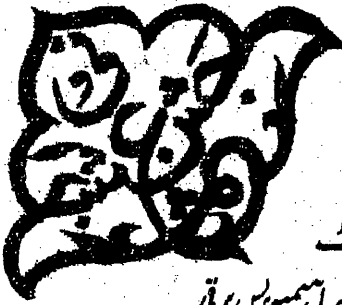
(۱۸) انوار الاسلام پریس (۱۹) نظامیہ پاؤتی پریس (۲۰) برقی پریس
(۲۱) دی دکن پرنٹنگ ورکس (۲۲) خورشید پریس (۲۳) مسعود دکن پریس
(۲۴) افضل برقی پریس (۲۵) سعیدیہ پریس (۲۶) نظام پریس (۲۷) دکن لاپورٹ
(۲۸) عہد آفریں پریس (۲۹) سوہنی پریس (۳۰) گولکنڈہ پتریکا پریس (۳۱) مکتبہ ابراہیمیہ پریس برقی
(۳۲) مقنن پریس (۳۳) مطبع نظام گزٹ (۳۴) مطبع طلسمی (۳۵) انوار المطابع (۳۶) سلطان پریس (۳۷) پنچاکشری پریس
(۳۸) شاردا پریس (۳۹) مارواڑی پریس (۴۰) چندر کانت پریس (۴۱) مطبع نظام وبجئے (۴۲) مطبع دکن پنچ (۴۳) مطبع مشیر دکن
(۴۴) مطبع صبح دکن (۴۵) مطبع پریم ساگر (۴۶) مطبع دار الکتابت (۴۷) شمس المطابع (۴۸) قادریہ پریس (۴۹) دی حیدرآباد پرنٹنگ
پریس (۵۰) مطبع رہبر دکن (برقی) (۵۱) بہارتیا نجومی پریس (۵۲) مطبع معلم العلوم (۵۳) مطبع دائرۃ المعارف (۵۴) صحیفہ پریس
(۵۵) مطبع النظام (۵۶) کرناملک پرنٹنگ ورکس (۵۷) مطبع محمدی (۵۸) سجاد پریس (۵۹) بنسی دھر پریس (۶۰) سچدانند پریس
(۶۱) مانک پربھو پرنٹنگ پریس (۶۲) عالمگیر تحریک قرآن پریس (۶۳) مقبول پریس (۶۴) راجستھان پریس (۶۵) کوہ نور پریس
(۶۶) بھاگیہ نگر پریس (۶۷) سہرا پریس (۶۸) شوکت الاسلام پریس (۶۹) نظام سلور جوبلی پریس (۷۰) نظام دکن پریس (۷۱)
حمایت دکن پریس (۷۲) مطبع انصاری (۷۳) اوی ڈرلویڈر پریس (۷۴) زندہ طلسمات فائن آرٹ پریس (نوٹ ۔ یہ رنگین طباعت کا
پہلا پریس ہے جو بیادگار سلور جوبلی قایم ہوا ہے) (۷۵) حکمت پریس (۷۶) مطبع رسالہ النور (۷۷) محبوب شاہی پریس (۷۷) مطبع حامدی
(۷۸) انبیکا پریس (۷۹) جگدیش پریس ۔ (۸۰) سبحانی پریس (۸۱) نظام المطابع (۸۲) دبدبۂ آصفیہ پریس ۔ (۸۳) مطبع کریمی

نوٹ ۔ یہ تمام پبلک پریس ہیں ۔ دفاتر کے سرکاری پریس کی تعداد اس کے سوا ہے ۔

بقیہ حصہ مضمون صفحہ (۲۶۵) متعلق اسکے اداریہ خاص اہمیت رکھتے ہیں ۔ ماہ دی ۱۳۴۶ف سے پھر یہ اپنا نیا جنم بدلکر اخبار وقت کے نام سے جاری ہے اسوقت اس ادارہ کا مقبول عام کثیر الاشاعت روزنامہ ہے شہریور ۱۳۴۵ف سے بیمہ اخبار کی اسکیم کے تحت شائع ہوکر غیرمعمولی مقبولیت حاصل کیا۔

(۶) پیام روزنامہ | یہ اخبار محرم ۱۳۵۳ھ سے شائع ہورہا ہے اسکے مدیر قاضی مولوی عبدالغفار خانصاحب ہیں بہت تھوڑے ہی عرصہ میں سرعت کیساتھ اس اخبار نے غیرمعمولی ترقی حاصل کی ۔ اس کی ترقی لایق مدیر صاحب کی فراست و قابلیت کا نتیجہ ہے ۔ ملک میں اس اخبار کو بھی کافی مقبولیت و ہردلعزیزی حاصل ہے اسکا مطالعہ بھی مثل رہبر دکن کے وسیع معلومات بہم پہونچا رہا ہے ۔

(۷) نظام گزٹ ہفتہ وار | یکم رجب ۱۳۲۶ھ سے زیر ادارت مولوی وقار احمد صاحب و مولوی حبیب اللہ رشدی صاحب جاری ہوا اب صرف اول الذکر ہی اس کے مدیر ہیں ۔ اس کے خصوصی نمبر بھی بنظر استحسان دیکھے جاتے ہیں ۔ مقامی صحافت میں سب سے پہلے نظام گزٹ ہی نے سالگرہ نمبر نکالا تھا ۔

(۸) رعیت ہفتہ وار | یہ ہفتہ وار اخبار ۲۸ آذر ۱۳۳۷ف سے زیر ادارت مسٹر نرسنگراؤ صاحب جاری ہوا ۔ اس کی ابتدائی زندگی روز بروز ترقی پذیر و خوشگوار رہی کیونکہ اس کے خیالات بالکل بے لوث و آزادانہ کے اظہار کا سبب بنتے تھے ۔ ۹ اردی بہشت ۱۳۳۹ف کو حسب الحکم سرکار بند کردیا گیا ۔ اب پھر شہریور ۱۳۴۲ف سے ہفتہ وار شائع ہورہا ہے ۔ ہماری تمنا ہے کہ پھر ہم اس کو سابق کی طرح نیک نیت و نیک مقصد کے تحت میدان صحافت میں درخشاں و کامران دیکھیں ۔

عہدِ عثمانی میں حیدرآباد کی جدید علمی و ادبی جد و جہد

از جناب ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زورؔ ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (لنڈن)

پروفیسر ادبیات اردو جامعہ عثمانیہ سرکارِ عالی

زمانہ بدلتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ملکوں اور قوموں کے حالات و خیالات بھی تبدیلی حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اہلِ حیدرآباد کی جدید علمی و ادبی کوششیں ان کے اُس ذہنی انقلاب اور قلبی اضطراب کی آئینہ دار ہیں۔ جو گزشتہ ربع صدی میں اعلیحضرت سلطان العلوم کے حیرت انگیز اور انقلاب آفریں دور کا نتیجہ ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین کے رہنے والے اس عہد میں اپنے طویل خواب سے یک بیک چونکتے ہو گئے ہیں اور نہیں چاہتے کہ کسی ترقی یافتہ ملک سے کسی طرح پیچھے رہنے پائیں۔ اس لئے ہمہ جہتی ترقیوں کی دوڑ میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ خاصکر اردو زبان اور ادب کی خدمت کے سلسلہ میں تو اہلِ حیدرآباد ہندوستان کے کسی اور صوبہ سے پیچھے نہیں رہنا چاہتے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ اس ملک نے اردو ادب کی وسعت و استحکام میں شروع ہی سے ناقابلِ فراموش حصہ لیا ہے۔ اور اہلِ ملک کے ادبی انہماک اور مشاغلِ علمی میں تو کسی زمانہ میں بھی فرق نہیں آیا۔ یہ اس سرزمین کی خوش بختی ہے کہ اس میں ہر دور میں صاحبِ احساس، بلند حوصلہ اور بے لاگ علمی و ادبی کام کرنے والے پیدا ہوتے رہے۔ اور خاصکر عہدِ عثمانی میں تو جس جوش و اہتمام کے ساتھ علمی و ادبی خدمات انجام دی جا رہی ہیں اُن کی نظیر تاریخ ادبیات اردو میں نظر سے نہیں گذرتی۔

اس مبارک عہد کی علمی و ادبی خدمات اور مصنفین و مولفین کے متعلق راقم الحروف کے متعدد مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ طیلسانین عثمانیہ کی کانفرنسوں میں اس سے متعلقہ موضوعوں پر تقریریں کی جا چکی ہیں (جو شائع بھی ہو چکیں) مجلہ عثمانیہ کے ہر شمارہ میں "حیدرآباد کی جدید اردو مطبوعات" کے متعلق عنوان کے تحت یہاں کی اردو کتابوں پر تفصیلی نظر ڈالی جاتی رہی ہے۔ نیز "عہدِ عثمانی میں اردو کی ترقی" ایک جداگانہ کتاب بھی شائع ہو چکی ہے۔ تاہم اس مختصر سے مضمون میں اُن علمی و ادبی رجحانات اور تصنیفات و تالیفات کی خصوصیتوں پر اجمال کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی جو اس دور میں عام طور پر رونما ہوئیں اور جن کی واقفیت کے بعد ممکن ہے کہ اہلِ ملک کے لئے مزید ترقی کے راستے نظر آسکیں۔

گذشتہ دس پندرہ سال کے عرصہ میں عہدِ عثمانی میں جو تصنیفات و تالیفات یا تراجم شائع ہوئے وہ کئی قسم کے ہیں۔ لیکن اُن میں اکثر و بیشتر علوم و فنون اور حکمیات ہی کے موضوعوں پر مشتمل ہیں۔ اگر اس زمانہ میں دکن میں ایسی اہم

اور سنجیدہ کتابیں نہ لکھی جاتیں تو غالباً زبانِ اردو کا بقا اور استحکام ہی متزلزل ہو جاتا۔ وہی زبان زندہ رہ سکتی ہے جس کے بولنے اور سمجھنے والے علمی و ادبی خدمات میں مشغول ہیں، اور اُن میں زمانہ کا ساتھ دینے کی صلاحیت اور جدید ترین ضروریاتِ علمی و ادبی کا احساس بھی ہو۔

اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ اردو مصنفین و مولفین اور اردو کے جملہ ادارے متفقہ طور پر زبان کی حفاظت اور اس کو جدید احتیاجوں اور ضرورتوں کے لئے کار آمد ثابت کرنے میں ہمزبان و یکدل ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں یہ امر لازمی ہے کہ ہماری زبان میں ٹھوس علمی، تحقیقی اور مفید کتابوں کا اضافہ ہوتا رہے۔ آج سے پچاس سال پہلے کی اردو کتابوں کا ذخیرہ زیادہ تر شعر و سخن اور فوق فطری افسانوں سے معمور تھا۔ اردو میں علمی کتابوں کا اضافہ در اصل گزشتہ نصف صدی ہی سے شروع ہوا اور یہ اضافہ بھی زیادہ تر تاریخی یا تنقیدی کتابوں پر مشتمل ہے۔ اردو زبان کو صحیح معنوں میں علمی اور حکیماتی بنانے کا سہرا حیدرآباد ہی کے سر رہے گا۔ کیونکہ یہاں جامعہ عثمانیہ کی وجہ سے جدید سے جدید علوم کے متعلق بھی اردو میں کتابیں لکھی گئیں۔

گزشتہ دس پندرہ سال سے حیدرآبادی مصنفین اور خصوصاً جامعہ عثمانیہ کے فیض یافتہ اصحاب نے اس اردو جامعہ کی پیش کردہ اصطلاحوں کو اپنی تصنیفات و تالیفات یا تراجم میں استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ یہ کام اُن کے سوا کسی اور سے اس خوبی کے ساتھ انجام نہ پا سکتا۔ اگر اہلِ حیدرآباد علمی و حکیماتی مضامین کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اپنی تحریروں میں فنی اصطلاحوں کو موقع و محل پر استعمال نہ کرتے تو اندیشہ تھا کہ جامعہ کی بنائی ہوئی اصطلاحیں لغتوں اور دار الترجمہ کی کتابوں ہی میں مدفون ہو جاتیں۔ اہلِ حیدرآباد اور خاصکر متعلقین جامعہ میں مولوی عبد الرحمن خاں صاحب (سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ) مولوی ضیاء الدین صاحب انصاری (پروفیسر کلیہ انجینیری) مولوی محمد علی خاں صاحب (پروفیسر طبعیات و نظام کالج) ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب (پروفیسر فلسفہ جامعہ عثمانیہ) مولوی محمد عبد الرحمن صاحب (لکچرار طبعیات) مولوی محمد احمد صاحب عثمانی و مولوی احمد بن عبد اللہ صاحب (لکچرر س کلیہ بلدہ) مولوی میر حسن الدین صاحب اور مولوی فیض محمد صدیقی صاحب وغیرہ قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اردو زبان میں سائنس و فلسفہ کی کتابیں منتقل کر کے اردو کی وسعت کو ہمہ گیری بخشی اور اس کی بنیاد کو مستحکم کرنے کا بیڑا اٹھایا۔

مختلف علوم و فنون اور خاصکر سائینس و فلسفہ کی کتابوں کے بعد حیدرآباد کے علمی ذخیرہ میں ادبی تحقیق و تنقید اور سوانح و تواریخ سے متعلقہ موضوعوں پر کثیر تعداد میں کتابیں ملتی ہیں۔ اردو ادبیات میں جدید طرز کی سوانح عمریوں اور تاریخوں کی بے حد ضرورت تھی۔ خاصکر تاریخ ہند و دکن کے ازمنہ ماضیہ کے بہت سے دور ابھی تاریکی میں ہیں۔ اور لازم تھا کہ اہلِ حیدرآباد اور خاصکر جامعہ عثمانیہ کے سپوت سب سے پہلے اسی موضوع کی طرف متوجہ ہوتے۔ اپنے ملک کے حالاتِ سابقہ اور عظمتِ ماضی سے کامل آگاہی کے بغیر کوئی قوم شاہراہ ترقی پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ اس خصوص میں مولوی عبد المجید صاحب صدیقی (مددگار پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ) مولوی محمود علی صاحب (مددگار پروفیسر کلیہ بلدہ) مولوی شمس اللہ قادری صاحب (مدیر تاریخ) مولوی سراج الدین صاحب طالب مولوی شمس الدین صاحب مولوی سردار علی صاحب (مدیر تجلی) مولوی محمد غوث صاحب (دفتر دیوانی و مال وغیرہ) اور مولوی معین الدین صاحب رہبر وغیرہ کے نام خاصکر قابل ذکر ہیں۔
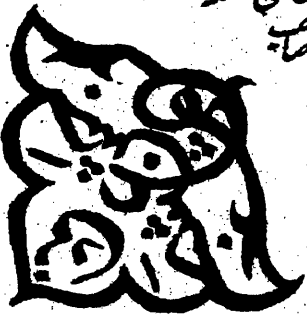
اہلِ حیدرآباد تاریخ سے زیادہ ادبی تحقیق و تنقید کی طرف مائل ہیں اور اس موضوع کے متعلق مولوی عبدالقادر صاحب سروری (مددگار پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ) مولوی شمس اللہ قادری صاحب مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی (مددگار دفتر دیوانی و مال) مولوی سید محمد صاحب (لکچرر سٹی کالج) مولوی عبدالرزاق صاحب مولوی شیخ چاند مرحوم، مولوی سردار علی صاحب مولوی میر حسن صاحب (سٹی کالج) مولوی میر سعادت علی صاحب رضوی۔ وغیرہ کی بعض تحریریں اردو زبان میں مستقل اہمیت حاصل کرلیں گی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ماضی سے حال کی اور حال سے مستقبل کی تعمیر ہوتی ہے۔ اور یہ کہ نام نیک رفتگان ضائع کرنا کفران نعمت ہے۔

دکن کے قدیم سلطنتوں کے زوال کے ساتھ ہی جہاں اُن کے بے نظیر جواہرات کے خزانے سربفلک عمارتیں۔ پرتکلف محلات اور مصوری، خطاطی، اور دیگر اعلیٰ صنعتوں کے ذخیرے تباہ و برباد ہوگئے۔ اُن کی اردو زبان و ادب کی خدمتیں بھی نظروں سے اوجھل ہوگئیں اِن گمشدہ خزائن علم و ادب کی بازیافت اور ان کا تحفظ و اشاعت زبان اور ملک دونوں کی اعلیٰ ترین خدمت گزاری تھی اس لئے ملک کے قدیم لیکن رفیع الشان اساتذۂ سخن کو روشناس کرنے اور اُن کے حالات کی تحقیق و تفتیش کو اہلِ دکن اور خاصکر فرزندان جامعہ عثمانیہ نے اپنا فرض اولین سمجھا۔ یہی فرض شناسی تھی جس نے اکثر فرزندان وطن کو اس اہم کام میں منہمک کردیا۔ انھوں نے نہ صرف گلبرگہ، بیدر۔ بیجاپور، اور گولکنڈہ کے ادیبوں اور شاعروں اور ان کے کلام کو روشناس کیا بلکہ اورنگ آباد اور حیدرآباد کے اُن شعراء و مصنفینِ اردو پر بھی مصروف کار ہیں جن کے کارناموں کی اشاعت سے اردو ادب کے خزانہ میں قابل لحاظ اضافہ ہوگا۔

اہلِ حیدرآباد کی علمی و ادبی جد و جہد میں اگرچہ درس و تدریس کی ضروریات اور تدریسیات سے متعلق تحریریں اور مختلف نصابی کتابیں بھی شامل ہیں لیکن فن تعلیم پر ابھی اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اردو زبان میں فن تدریس کا اور بچوں سے متعلق کتابوں کا فقدان ہے۔ مسرت کا مقام ہے کہ اس کی طرف حیدرآباد کے بعض اصحاب مثلاً مولوی غلام رسول صاحب، مولوی عبدالسلام صاحب ذکی مولوی محسن خاں صاحب متین، مولوی غلام قادر صاحب، مولوی فیض محمد صدیقی صاحب اور سدرشن راج صاحب وغیرہ نے توجہ کی ہے۔

اہلِ حیدرآباد میں گزشتہ دس ۱۰ پندرہ ۱۵ سال میں محض ٹھوس اور خشک علمی کام کرنے والوں کے علاوہ ایسے اہلِ قلم بھی رونما ہوئے ہیں جو شعر و شاعری، افسانہ نویسی، ڈرامہ نگاری، اور عام دلچسپی کے مضامین اور کتابوں کی تصنیف و تالیف میں بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں مولوی فضل الرحمن صاحب۔ مولوی تمکین کاظمی صاحب، مولوی اکبر وفاقانی صاحب، مولوی محشر عابدی صاحب، مولوی مخدوم محی الدین صاحب۔ مولوی بادشاہ حسن صاحب، مولوی میر حسن صاحب، مولوی محمد علی خاں صاحب کش مولوی سکندر علی صاحب وجد۔ مولوی بدر شکیب صاحب، مولوی جلال الدین صاحب اشک، مولوی اشفاق حسین صاحب مولوی ابوالمعظم قاضی عبدالغفار صاحب، مولوی بدر الدین صاحب بدر، مولوی احمد اللہ قادری صاحب نقوی صاحب، مولوی عبدالرزاق صاحب بسمل، کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سبھوں نے اپنی ادبی کاوشوں کے ذریعہ سے حیدرآباد میں اردو ادب کی بڑی خدمت کی ہے اور کئے جارہے ہیں۔

ان انفرادی کوششوں کے علاوہ اجتماعی مساعی کی طرف بھی
توجہ کی جا رہی ہے۔ اگرچہ وہ ابھی کما حقہ کامیاب نہیں ہوئی۔ لیکن اس کی
طرف برابر دھیان لگا ہوا ہے۔ اور جو صاحب ذوق ہیں وہ اس کی ضرورت اور
اہمیت سے ناواقف نہیں ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی اجتماعی کوششوں میں سلسلۂ ادبیات اردو کا نام
پیش پیش ہے جو چند صاحب ایثار علم دوستوں کی توجہ کا نتیجہ ہے اور اس وقت تک کامیابی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اس
ادارہ نے اب تک پانچ کتابیں ورڈ سورتھ اور اس کی شاعری، ٹیگور اور اس کی شاعری، یوسف ہندی قید فرنگ میں، ہوش کے ناخن
اور مرقع سخن شائع کیں جن میں سے ہر ایک نہایت مقبول ہوئی۔ خاصکر آخری کتاب نے تو دکن کی تصنیف و تالیف کی دنیا میں ایک زندگی
اور تازگی پیدا کر دی۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ ادارہ کو بہت جلد اس کا دوسرا حصہ شائع کرنے کی طرف متوجہ ہونا پڑا چنانچہ
وہ اب زیر طبع ہے۔ پہلے حصہ کی طرح اس میں بھی ساٹھ کے قریب دکنی شاعروں اور قدردانان سخن کی تصاویر شامل ہیں اور اس کے
صفحات کی تعداد بھی چار سو کے قریب ہے۔

سلسلۂ ادبیات اردو نے اس امر کا تہیہ کیا ہے کہ دکن کے شاعروں کے حالات اور کلام کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے
نثر نگاروں اور پھر تاریخی شخصیتوں یعنے ملک و مالک کے خدمتگزاروں کے بھی (مرقع سخن ہی کے پیمانے پر) بسوط تذکرے شائع
کئے جائیں۔ جب سلسلہ ادبیات کے یہ تمام تذکرے منظر عام پر آجائیں گے تو دکن کی معاشرتی اور سماجی تاریخ بے نقاب ہو جائے گی اور آیندہ
نسلوں کو اپنے پیشروؤں کے عظیم الشان کارناموں کے مطالعہ سے علم و عمل میں ترقی کرنے کے راستے نظر آئیں گے۔ یہ سب تذکرے
جامعہ عثمانیہ ہی کے فیض یافتوں اور خاصکر نونہال طالب علموں سے لکھوائے جائیں گے تاکہ انہیں کام کرنے اور تحقیق و تفتیش کا ذوق
پیدا ہو اور ملک و مالک کی صحیح خدمتگزاری کے طریقے معلوم ہوں۔ ان نوجوانوں کے کام کی نگرانی سلسلہ ادبیات اردو کے پانچ مؤسسین
کے ذمہ ہے جن میں سے اکثر جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر ہیں اور ادبی تاریخ، اور مذہب تینوں کے لحاظ سے سلسلہ کے مطبوعات پر نظر
رکھتے ہیں۔ اس کی ادارت عمومی راقم الحروف ہی کے سپرد ہے۔ اس کے دوسرے چار مؤسسین حسب ذیل ہیں۔ مولوی عبدالمجید صاحب
صدیقی ایم اے۔ ایل ایل بی (استاد تاریخ جامعہ عثمانیہ) مولوی عبدالقادر صاحب سروری ایم اے ایل ال بی (استاد ادب اردو جامعہ عثمانیہ)
مولوی عبدالقادر صاحب صدیقی ایم اے (استاد دینیات جامعہ عثمانیہ) مولوی نصیرالدین صاحب ہاشمی (مددگار ناظم دفاتر دیوانی
و مال و ملکی و استیفاد مناصب و مواہیر وغیرہ)

سلسلہ ادبیات اردو کے بعد ”سلسلۂ انتخابات شعرائے دکن“ کا تذکرہ ضروری ہے۔ اس سلسلہ کی جانب سے اس وقت تک
چار کتابیں کیف سخن، بادہ سخن، متاع سخن، اور سراج سخن، شائع ہو چکی ہیں اور دو کتابیں ایمان سخن اور فیض سخن چھپ گئی ہیں
اور عنقریب منظر عام پر آئیں گی۔

یہ سلسلہ اس امر کی کوشش کر رہا ہے کہ دکن کے اساتذۂ سخن کے کلام کو جدید طرز پر مرتب و منتخب کر کے اردو دنیا میں پیش کرے
تاکہ اردو ادبیات کے خزانہ پر تہی مایگی کا جو الزام لگایا جا رہا ہے وہ دور ہو جائے اور اردو کے صحیح اور بلند پایہ
خدمتگزاروں اور محسنوں سے اہل اردو ناواقف نہ رہیں۔ فی الحال حسب ذیل چھ شاعروں پر
جو کام کیا گیا ہے وہ پیش کر دیا گیا ہے۔

(۱) شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی (۲) سید محمد خاں ایمان حیدرآبادی

(۳) میر شمس الدین محمد فیض　(۴) ڈاکٹر احمد حسین مائل

(۵) سید رضی الدین حسن کیفی　(۶) نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز

اور توقع ہے کہ آئندہ سال اور چھ شاعروں پر کام پیش کر دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فی الحال حسب ذیل اصحاب کام کر رہے ہیں۔ مولوی عبد القادر صاحب سروری ایم اے ال ال بی۔ مولوی سید محمد صاحب ایم اے و مصنف ارباب نثر اردو وغیرہ) اور راقم الحروف۔ اس ادارہ کے ہمدردوں اور معاونوں میں مولوی سید خورشید علی صاحب (ناظم دفاتر دیوانی و مال و استفاد مناصب وغیرہ) اور نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس اثنا میں مولوی سید خورشید علی صاحب کی دلچسپی اور توجہ سے جدید حیدر آباد اور خانوادۂ آصفی کے متعلق جدید طرز کی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں اور بعض زیر ترتیب ہیں۔ اس سلسلہ میں جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

حیدر آباد کی تعلیمی ترقی (از مولوی عبد القادر سروری صاحب ایم اے) عصر جدید (از جناب جانکی پرشاد صاحب دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ) عہد عثمانی میں اردو کی ترقی (از سید محی الدین قادری زور) حیدر آباد میں اصلاحات (زبان انگریزی از محمد مسیح اللہ خاں صاحب) اس سلسلہ کی زیر طبع کتابوں میں سلاطین آصفی کی مذہبی رواداری (از مولوی عبد المجید صاحب صدیقی ایم اے ال ال بی) خاص کر قابل ذکر ہیں۔

ان سلسلوں کے علاوہ اور بھی ادارے ہیں جو کام کر رہے ہیں۔ اور ان کے متعلق ہم نے اپنی کتاب "عہد عثمانی میں اردو کی ترقی" میں وضاحت سے لکھا ہے۔ ان سب اداروں اور ان کے کاموں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اب اہل حیدر آباد بیدار ہو چکے ہیں۔ عہد عثمانی میں ان کے قلب و دماغ علمی و ادبی قوتوں سے سیراب ہو رہے ہیں۔ ان میں خود اعتمادی پیدا ہو چکی ہے۔ ان میں علم و فضل اور ادبیات کا ایک ایسا ذوق پیدا ہو گیا ہے جو یقین ہے کہ ان کو اردو زبان اور ادبیات کی خدمت میں ہمہ تن منہمک کر دے گا۔ ان کی کاوشوں اور سرگرمیوں سے اُن کی زبان مالا مال ہو جائے گی اور اس کے تحفظ و استحکام کے لئے ان کی کوششیں ہندوستان کے دیگر خدمت گزاران اردو کے لئے نمونہ ثابت ہوں گی۔ فقط

پٹہ داران و اجارہ داران

مدارج	ہندو	مسلمان	دیگر	جملہ
جو ایک روپیہ سے ۵۰ روپیہ تک سالانہ محاصل ادا کرتے ہیں	۶۷۷۵۶	۵۱۱۲۳	۱۵۰۹۷	۱۳۳۹۷۶
۵۰ ، ۲۰۰ ، ،	۱۳۴۳۰۳	۹۸۱۴	۱۲۷۷	۱۴۹۳۹۴
۱۰۰ ، ۲۰۰ ، ،	۶۵۱۸۳	۴۰۱۵	۲۹۵	۶۹۵۹۳
۱۰۰ ، ۲۵۰ ، ،	۱۲۸۲۵	۷۹۷	۷۲	۱۳۶۹۴

مدارج	ہندو	مسلمان	دیگر	جملہ
جو ۲۵۰ روپیہ سے ۳۰۰ روپیہ تک سالانہ محاصل ادا کرتے ہیں	۷۰۷۳	۴۳۸	۳۵	۷۵۴۶
۳۰۰ ، ۴۰۰ ، ،	۶۶۵۸	۴۲۹	۱۸	۷۱۰۵
۴۰۰ ، ۵۰۰ ، ،	۳۲۹۹	۳۲۲	۲۶	۳۶۴۷
۵۰۰ سے زائد ، ،	۴۹۷۸	۳۷۹	۱۸	۵۳۷۵

میزان　۱۰۰۶۳۷۵ + ۶۷۲۱۷　۱۶۹۳۸　۱۰۶۰۴۳۰

عہد عثمانی میں خواتین کی تعلیمی ترقی

ازجناب مولوی سید نصیر الدین صاحب ہاشمی مددگار ناظم دفتر دیوانی فنانس سرکار عالی

یورپ اور امریکہ نے ترقی کے جو بلند مراتب طے کرلئے ہیں اسکی اصلی بنیاد تعلیم ہے پھر تعلیم میں صرف مردوں کی کوئی تخصیص نہیں عورتوں کا بھی اسمیں برابر کا حصہ ہے اور زیادہ تر اسی وجہ سے انکے پاس جہالت اور توہمات کا سحر جلد باطل ہوگیا۔

قلمرو آصفیہ میں بھی اب جو علمی چہل پہل ہے اور تعلیمی ذوق و شوق پھیل رہا ہے وہ ایک تابناک مستقبل کا پیش خیمہ ہے خوشی کی بات ہے کہ مردوں کے دوش بدوش خود خواتین بھی بیدار ہو چکی ہیں گزشتہ پچیس سال میں انھوں نے علم و فن، تمدن و معاشرت میں جو کچھ ترقی کی ہے اس کی پوری تفصیل ہم نے اپنی تالیف "خواتین عہد عثمانی" میں کردی ہے، یہاں جدید معلومات کی بناء پر خواتین کی تعلیمی مزید ترقی کا مختصر حال قلمبند کرتے ہیں امید ہے کہ یہ دلچسپی کا موجب ہوگا۔

تعلیم کے مختلف درجے قرار دئے گئے ہیں، ابتدائی، ثانوی، اور اعلیٰ۔ اور پھر ثانوی کے دو قسم ہیں۔ وسطانی اور فوقانی اسی حیثیت سے موجودہ تعلیمی حالت پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔

ابتدائی خواتین کی ابتدائی تعلیم میں جو ترقی ہوئی ہے اس کے اظہار کے پہلے دور عثمانی کے پہلے کی تعلیمی حالت پر ایک نظر ڈالنی ضروری ہے، تاکہ نسوانی تعلیم کی ترقی کا حقیقی اندازہ ہوسکے،

سلطنت آصفیہ میں سرکاری طور پر سب سے پہلے ۱۲۹۲ف میں تعلیم نسواں پر توجہ کیگئی، اس کے بعد رفتہ رفتہ ترقی ہوتی رہی۔

اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی مسند نشینی کے ایک سال پہلے یعنی ۱۳۱۹ف میں ممالک محروسہ سرکار عالی میں ابتدائی مدارس نسواں کی تعداد صرف (۷۹) تھی جس میں سے (۳۷) سرکاری اور (۴۲) خانگی اور امدادی تھے۔ ان میں تعلیم پانے والی طالبات کی کل تعداد صرف (۵۴۲۹) یہاں اس امر کا خیال رہے کہ یہ تعداد تعلیم نسواں کے آغاز کے ستائیس سال بعد ہوئی تھی۔

مبارک دور عثمانی کے پچیس سال میں ابتدائی مدارس اور ان کے طالبات میں جو اضافہ ہوا ہے وہ درحقیقت حیرت انگیز ہے! ابتدائی مدارس نسواں کی تعداد اب (۶۷۷) ہے جس میں سے (۴۰۲) سرکاری اور (۲۷۵) امدادی اور خانگی ہیں،

ان مدارس کے طالبات کی تعداد (۴۱۹۷۴) ہے گویا پچیس سال میں (۳۶۵۴۵) کا اضافہ ہوا ہے۔

اس موقع پر پرائمری ماڈل اسکول کا ذکر ضروری ہے جو شہر میں ۱۳۳۴ف میں

قایم کیا گیا یہاں مخلوط طور پر چھوٹے بچوں کی تعلیم جدید طرز پر ہوتی ہے جو میڈیم ڈاکٹر مانٹی سری کا اصول کہلاتا ہے۔ اس مدرسہ کی تعلیم کے تین مختلف درجے ہیں ابتدائی، اوسط، اور اعلیٰ،

اس مدرسہ کی تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کو انکی فطرت کیموافق تعلیم دی جائے کھیل کو جو بچوں کا دلچسپ مشغلہ ہے اس لئے ہر مضمون کو کھیل کود کے ذریعہ سکھایا جاتا ہے۔ خشک سے خشک مضامین مثلاً حساب اور جغرافیہ وغیرہ بھی ایسے دلچسپ بنائے جاتے ہیں کہ بچوں کا دل اکتاتا نہیں۔ علاوہ ازیں بچوں پر انفرادی توجہ کی جاتی ہے کیونکہ بچے مختلف ذہنیت اور فراست کے ہوتے ہیں، جو ذہین بچہ اپنی ذہنیت کی وجہ سے اونچی جماعت کے قابل ہو جاتا ہے تو اسکو بلا انتظار ٹرم خاص امتحان کے بعد اعلیٰ تر درجہ میں ترقی دیدی جاتی ہے اسی طرح بچوں کی ذہنیت پست نہیں ہوتی اور عمر ضائع نہیں جاتی۔

اس وقت (۱۷۰) بچے اس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں جن میں (۱۰۵) لڑکے اور (۶۵) لڑکیاں ہیں سب سے چھوٹے بچے کی عمر ڈیڑھ سال ہے، بیگم سید جمال الدین اس مدرسہ کی صدر معلمہ ہیں انہوں نے خود اٹلی جاکر میڈم مانٹی سری کے مدرسہ میں تعلیم پائی ہے اور پھر انگلستان کے مدارس میں بھی عملی تجربہ حاصل کیا ہے۔

وسطانیہ ۱۳۱۹ف میں مدارس وسطانیہ صرف دو تھے وہ بھی بلدہ کی حد تک اضلاع میں کوئی مدرسہ وسطانیہ نہیں تھا، متعلمات کی تعداد (۸۱) تھی،

آج انکی تعداد بیس ہے جن میں سے سات سرکاری اور تیرہ خانگی اور امدادی ہیں طالبات کی تعداد (۳۳۷۸) ہے۔ (۸۱) سے (۳۳۷۸) کا مقابلہ کس قدر تعجب انگیز ہے۔

مدارس فوقانیہ ۱۳۱۹ف میں تین ہائی اسکول تھے جن میں دو سرکاری اور ایک خانگی تھا۔ انکے طالبات کی تعداد (۲۴) تھی۔

اس وقت ہائی اسکولوں کی تعداد (۸) ہے۔ جن میں سے چار سرکاری ہیں اور چار امدادی۔ ان مدارس کے طالبات کی تعداد (۲۶۶۳) چوبیس کے مقابل یہ تعداد بھی مسرت بخش ہے۔

اس موقع پر بعض فوقانیہ مدارس کے مختصر حالات دلچسپی کا موجب ہو سکتے ہیں،

ہائی اسکول نام پلی اس مدرسہ کا قیام اگرچہ ۱۳۰۳ف میں عمل میں آیا تھا مگر انیس سال میں اسکے جملہ لڑکیوں کی تعداد صرف (۶۵) تک پہنچی تھی۔ اگرچہ یہاں مدراس یونیورسٹی کے میٹرک کی تعلیم ہوتی تھی مگر یونیورسٹی نے اس مدرسہ کو تسلیم نہیں کیا تھا اس لئے لڑکیاں غیر سرکاری طور پر شریک ہوتی تھیں، ۱۳۱۶ف میں تین لڑکیاں امتحان میں شریک ہوئیں مگر کسی نے کامیابی حاصل نہیں کی البتہ امتحان مڈل میں تیرہ شریک اور نو کامیاب ہوئی تھیں۔

اعلیحضرت سلطان العلوم کی مسند نشینی کے ایک سال بعد طالبات کی تعداد (۹۵) ہوگئی اور آج انکی تعداد (۶۷۹) ہے اس وقت یہاں دو قسم کی تعلیم ہوتی ہے۔ ایک تو سرکار عالی کے اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ کی اور دوسرے جامعہ عثمانیہ سے متعلق میٹرک کی۔ اول الذکر لڑکیاں یہاں سے فارغ ہو کر نظام کالج میں شریک ہوتی ہیں اور ثانی الذکر کلیہ اناث میں تعلیم کے علاوہ دستکاری اور پکوان سیون کیلئے بھی استانیاں

مامور ہیں۔ ڈاکٹر آمنہ پوپ اس درسگاہ کی صدر ہیں۔ ان کے زمانہ میں اس مدرسہ کو بڑی ترقی ہوی ان کی محنت اور دلچسپی کے باعث کلیہ اناث کا قیام عمل میں آیا۔ ڈاکٹر پوپ کی محنت دلچسپی اور ایثار قابل قدر ہے خواتین دکن کی تعلیمی ترقی میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

محبوبیہ گرلز ہائی اسکول

اس مدرسہ کا قیام مرحوم اعلیحضرت کے زمانہ میں ۱۹۰۷ء میں ہوا تھا۔ مگر دور عثمانی میں اس مدرسہ کو جو ترقی حاصل ہوئی وہ بہت تابناک ہے مدرسہ کے قیام کے بارہ سال بعد ۱۳۱۹ف میں یہاں صرف بائیس لڑکیاں زیر تعلیم تھیں۔

اس وقت اس مدرسہ میں (۳۴۴) لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ اس کے علاوہ چونکہ کنڈر گارٹن میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے اس لئے (۱۶) لڑکے بھی ہیں اسطرح جملہ تعداد (۳۶۰) ہوتی ہے۔

اس مدرسہ کے تین حصے ہیں یعنی کنڈر گارٹن۔ مڈل اسکول اور ہائی اسکول جو سینیر کیمبرج کی تعلیم کے لئے مختص ہے۔ کنڈر گارٹن میں جدید اصول کے تحت ایک یورپین خاتون کی نگرانی میں تعلیم و تربیت ہوتی ہے مڈل اسکول کے نصاب میں حسب ذیل مضامین شامل ہیں انگریزی، اردو، حساب، مطالعہ قدرت، جغرافیہ، تاریخی کہانیاں، مصوری، اور دستکاری۔ ہائی اسکول میں جو مضامین شامل ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ لسانیات (انگریزی، اردو، فارسی) تاریخ (تاریخ ہند) یورپ۔ تاریخ عالم) جغرافیہ۔ ریاضی مع علم ہندسہ و مساحت، نباتیات (ابتدائی سائنس یعنی مطالعہ قدرت) مصوری (عکاسی پھولوں اور مناظر قدرت کی ڈرائنگ، تصاویر، صنعتی تصاویر وغیرہ) امور خانہ داری (علم حفظان صحت، پکوان انگریزی و خانگی، گھریلو دستکاری، سلائی، کشیدہ کاری وغیرہ) موسیقی (یورپین) ان مضامین کے علاوہ دینیات کی تعلیم لازمی ہے اور ظہر کی نماز کا خاص انتظام ہوتا ہے مدرسہ کے ان تینوں حصوں کے علاوہ چند خاص جماعتیں بھی ہیں۔ ان میں سے ایک اسپیشل جماعت امور خانہ داری کی تعلیم کیلئے مختص ہے۔ ان طالبات کو لیڈی ارون کالج دہلی کے امتحان کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ان کو عام اسکول کے مضامین کے علاوہ دہلوائی۔ ہوم نرسنگ۔ بچوں کی نفسیات فن خانہ داری گھریلو انتظام کی تعلیم دیجاتی ہے۔ مصوری کے لئے جو مختص ہوتی ہیں ان کو رائل ڈرائنگ سوسائٹی لندن کے ٹیچرز آرٹس کے امتحان کے لئے تیار کرایا جاتا ہے۔ یہ طالبات اعلیٰ درجہ کی مصوری سے واقف کرائی جاتی ہیں۔ موسیقی کی جو تعلیم پاتی ہیں ان کو ٹرنیٹی کالج آف میوزک لنڈن کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ سردست ہندوستانی موسیقی کا انتظام نہیں ہے کیونکہ تعلیم کے لئے کوئی خاتون دستیاب نہیں ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ جو لڑکیاں ڈاکٹری تعلیم کی متمنی ہوتی ہیں ان کو کیمیا اور طبعیات کی تعلیم بھی بطور خاص دی جاتی ہے۔

ورزش جسمانی کا بھی خاص انتظام ہے جمناسٹک، ڈرل، فٹ بال، بیاڈمنٹن، ٹنی کوریٹ وغیرہ کھیل ہوتے ہیں۔ اداکاری سکھائی جاتی ہے۔ بلو برڈ کی جماعت ہے۔ بزم ادب قائم ہے سہ ماہی رسالہ اردو اور انگریزی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ کھیلوں کے مقابلے مدرسہ میں ہوتے ہیں جغرافیائی تاریخی اور نباتیاتی اشیاء جمع کئے جاتے ہیں۔ امداد اور خیراتی کاموں کے لئے چندہ فراہم کیا جاتا ہے۔

پرنسپل کے علاوہ چھ یورپین اور چار دیسی عیسائی اور ایک مسلمان گزیٹیڈ معلمات اور انیس نان گزیٹیڈ معلمات یہاں مقرر ہیں۔ یورپین معلمات مندرجہ ذیل فنوں کے لئے مختص ہیں
انگریزی ۱ - تاریخ ۱ - ریاضی و نباتیات ۳ - امور خانہ داری ۲ - ڈرل اور گیمس ۱ یورپین خواتین اکسفورڈ، کیمبرج اور لندن کے جامعات کے اسناد رکھتے ہیں۔

طالبات کے دوپہر کے کھانے کے لئے خاص انتظام ہے مدرسہ کے

ایک بڑے حصے میں میز اور بینچ سلیقے سے جمے ہوئے ہیں۔ ہر میز پر طالبات کے نمبر لگے ہوئے ہیں۔ صفائی کا خاص انتظام ہے طالبات کو خود کام کرنے کا عادی بنایا جاتا ہے، ماماؤں اور آیاؤں کو علحدہ رکھا جاتا ہے۔

پکوان کی تعلیم کے لئے جو حصہ مختص ہے وہ بھی صفائی کے لئے خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہاں انگریزی اور مغلائی پکوان کے لئے علحدہ علحدہ باورچی خانہ ہے۔

یہاں عموماً اعلیٰ طبقہ کی خواتین تعلیم پاتی ہیں جو اپنی ذاتی سواری میں آیا کرتی ہیں اس لئے مدرسہ کی جانب سے سواری کے انتظام کی ضرورت نہیں ہے۔

مس لینین اس مدرسہ کی پرنسپل ہیں جو دلچسپی اور مستعدی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ان کے زمانہ میں مدرسہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ مسس جیس نندی نائب صدر ہیں۔ جو ملکی خاتون ہیں انھوں نے یم۔ اے۔ کے امتحان کے علاوہ لنڈن سے ٹیچرس ڈپلوما بھی حاصل کیا ہے۔

اسٹانلی گرلز ہائی اسکول یہ مدرسہ مشن کے زیر انتظام ہے۔ سرکار عالی سے ماہوار دو سو روپیہ امداد دیجاتی ہے (۱۵۲) لڑکیاں اس وقت زیر تعلیم ہیں۔ اسکول لیونگ سرٹیفکیٹ کی تعلیم یہاں ہوتی ہے۔

اگرچہ مدرسہ ایک ہی وسیع مکان میں ہے، مگر مدرسہ کے مختلف حصے، کنڈر گارٹن، ابتدائی، وسطانی، اور فوقانی علحدہ علحدہ حصوں میں ہے، ہر حصہ پر صدر معلمہ مامور ہے، اور تمام مدرسہ پر پرنسپل کی نگرانی ہے، فوقانی حصہ میں سائنس ریاضی اجغرافیہ وغیرہ کے لئے علحدہ علحدہ مخصوص کمرے ہیں۔

موجودہ پرنسپل ایک ملکی خاتون مس آئی ڈی لال ایم اے ہیں جنھوں نے امریکہ سے یم اے کی ڈگری حاصل کی ہے آپکی محنت، دلچسپی، و مستعدی سے مدرسہ ترقی کر رہا ہے۔ چنانچہ اس مدرسہ کی بہترین تعلیم کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اکثر مرتبہ امتحان لیونگ سرٹیفکٹ میں شریک ہونے والیں جملہ لڑکیاں کامیاب ہوجاتی ہیں، یعنی سو فی صد نتیجہ ہوتا ہے۔ گزشتہ دو سال سے تو یہاں کی ہی لڑکی ممالک محروسہ کے امتحان اسکول لیونگ سرٹیفکٹ میں اول ہوکر کھوکلے اسکالرشپ حاصل کررہی ہے۔

مدرسہ کے ساتھ بورڈنگ کا بھی انتظام ہے جس میں فی الوقت (۱۳۴) طالبات مقیم ہیں، مکان کی عدم گنجائش کے باعث ان کے رہنے کے لئے علحدہ علحدہ کمرے نہیں ہیں دو تین ہالوں میں انکی اقامت ہے۔ بورڈنگ کیلئے فرنیچر خصوصاً کھانے کے کمرے کے لئے اس کی بڑی احتیاج ہے، حیدرآباد کے اہل خیر کی دستگیری کی بڑی ضرورت ہے۔ تاکہ بورڈنگ کے لئے معمولی فرنیچر فراہم ہوجائے۔

ہر جمعہ کو ہائی اسکول کے طالبات کا ایک علمی جلسہ ہوا کرتا ہے، ایک ماہواری انگریزی رسالہ بھی شائع ہوتا ہے۔ طالبات کے لانے کے لئے موٹر بس کا انتظام ہے۔ بورڈنگ میں پڑھنے والیں طالبات کو اپنا کام آپ کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔

سینٹ جورجز گرامر ہائی اسکول یہ مدرسہ بھی مشن کے زیر انتظام ہے سرکار عالی سے بھی اسکو امداد ملا کرتی ہے۔ یہاں سینیر کیمبرج تک
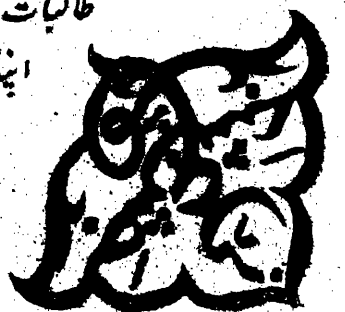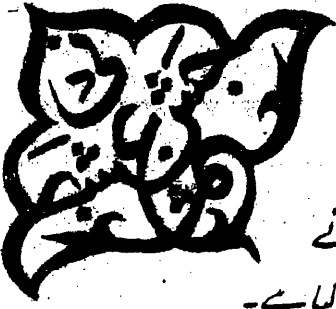
تعلیم ہوتی ہے، تقریباً ایک سو طالبات یہاں زیر تعلیم ہیں۔

اعلیٰ التعلیم دور عثمانی کے پہلے خواتین کی اعلیٰ تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا اور نہ ایک آدہ خاتون کے علاوہ کسی نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ مبارک دور عثمانی میں خواتین کی اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام ہوگیا ہے۔

چنانچہ اسوقت تین کالجوں میں خواتین اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہیں جنکی صراحت ذیل میں کیجاتی ہے۔

کلیۂ اناث یہ کلیہ جامعہ عثمانیہ سے ملحق ہے۔ ۱۳۳۲ف میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ زنانہ ہائی اسکول نام پلی کی عمارت ہی میں اس وقت یہ کلیہ قایم ہے۔ بی۔ اے اور بی۔ یس۔ سی تک تعلیم ہوتی ہے فی الحال حسب ذیل فنون کی تعلیم کا انتظام ہے۔

شعبۂ فنون لسانیات (انگریزی، اردو، عربی، فارسی۔)

تاریخ (تاریخ اسلام، تاریخ ہند، تاریخ انگلستان سیاسیات)

معاشیات، اخلاقیات،

شعبۂ سائنس۔ اس شعبہ میں ریاضی، طبعیات، کیمیا، حیاتیات، اور نباتات کی تعلیم ہوتی ہے۔ کلیہ کی صدر ڈاکٹر آمنہ پوپ ہیں۔ آٹھ خواتین پورے طور پر اور سات خواتین بعطائے الونس چند ساعتوں کے لئے کالج کی جماعتوں کو تعلیم دیا کرتی ہیں۔ مختصر پیمانہ پر سائنس کے آلات بھی موجود ہیں۔

اسوقت جو طالبات زیر تعلیم ہیں انکی تفصیل حسب ذیل ہے

یف اے سال اول (۷) یف سی یس سی سال اول (۶)
یف اے سال دوم (۶) یف سی یس سی سال دوم (۹)
بی۔ اے سال اول (۴) بی یس سی سال اول (۶)
بی اے سال دوم (۲) بی یس سی سال دوم (۲)

کلیۂ اناث کے قیام میں ڈاکٹر آمنہ پوپ کا بڑا حصہ ہے۔ انکی دلچسپی اور محنت سے توقع ہے کہ خواتین کی اعلیٰ تعلیم میں روز افزوں ترقی ہوگی۔ ابتک جن خواتین نے بی اے کا امتحان پاس کیا ہے ان کے اسماء درج ذیل ہیں۔

نام	درجہ	سنہ
نوشابہ خاتون صاحبہ	دوم	سنہ ۱۳۳۳ف
درۃ البیضاء بیگم	دوم	سنہ ۱۳۳۵ف
بشیر النساء بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۰ف
محمدی بیگم	اول	سنہ ۱۳۴۱ف
سراج النساء بیگم	دوم	سنہ ۱۳۴۳ف
سلامت النساء بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۳ف
سیدہ زہرا بیگم	سوم	سنہ ۱۳۴۴ف
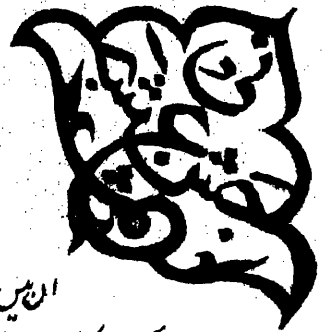
جہاں بانو بیگم	سوم	۱۳۴۴ف
سعدیہ بیگم	سوم	۱۳۴۴ف
نجم النساء بیگم	سوم	۱۳۴۴ف

ان میں نوشابہ خاتون ایسی ہیں جنھوں نے کلیۂ اناث قایم ہونے کے پہلے خانگی طور پر امتحان میں شریک ہو کر کامیابی حاصل کی ہیں۔

نظام کالج نظام کالج میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے جو طالبات اسکول لیونگ سارٹیفکٹ میں کامیابی حاصل کرتی ہیں ان کے لئے کوئی علیحدہ کالج نہ ہونے سے بڑی دقت کا سامنا تھا اسلئے نظام کالج میں مخلوط تعلیم کی اجازت دیدی گئی اس وقت (۲۵) طالبات زیر تعلیم ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

یف اے سال اول (۸) بی اے اول (۴) آنرس (۱) یف اے سال دوم (۱۰) بی اے سال دوم (۲) جملہ (۲۵)

سال حال مس یف بہر دجہ یم اے میں اور مس رشیدہ رپورٹر بی یس سی میں کامیاب ہوئیں ہیں یم اے کی جماعت اس سال سے برخاست کردیگئی ہے۔

میڈیکل کالج جامعہ عثمانیہ سے متعلق میڈیکل کالج میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے یہاں پانچ سال کی تعلیم کا انتظام ہے۔ اس میں چار لڑکیاں بھی زیر تعلیم ہیں جنکے نام حسب ذیل ہیں:۔

خیر النساء بیگم۔ مس آرچیٹو پادیا، مس یم بٹ۔ مس یس بٹ۔

تعلیم المعلمات اسی موقع پر تعلیم المعلمات کا ذکر بھی ضروری ہے حیدرآباد میں ایک اور اضلاع میں دو مدرسے تعلیم المعلمات کے قایم ہیں ان مدارس میں قیام کا بھی انتظام ہے کیونکہ زیر تعلیم معلمات کے لئے قیام کا انتظام ضروری ہے بلدہ کے مدرسہ میں فی الحال میٹرک کے درجہ تک تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے آئندہ اسکو معلمات کے لئے ٹرئینگ کالج بنادیا جائیگا۔ حضور النساء بیگم یم اے بی ٹی اس مدرسہ کی صدر ہیں۔

بیرون ملک سے اعلی تعلیم حاصل کرنا دور عثمانی کے پہلے ایک دو درخواتین کے سوا کسی نے بیرون ملک سے تعلیم حاصل نہیں کی تھیں مگر اب ایسے خواتین کی تعداد بھی کافی ہے جو بیرون ملک جاکر اعلی تعلیم حاصل کرلی ہیں اس وقت تک جنھوں نے اعلی تعلیم حاصل کی ہے انکی فہرست حسب ذیل ہے۔

شمار	نام	کونسا امتحان کامیاب کیا	کہاں سے
(۱)	بادشاہ بیگم صوفی	یم اے	علی گڈھ
(۲)	مس یس چٹوپادیا	بی اے یل ٹی	مدراس
(۳)	مسز سبا ئیشن	"	مدراس
(۴)	حضور النساء بیگم	یم اے بی ٹی	لکھنو
(۵)	نور النساء بیگم	بی اے	لکھنو
(۶)	مس سیلامنی نائیڈو	بی اے	آکسفرڈ
(۷)	مس جیسی نندی	یم اے آنرز ٹیچرس ڈپلوما	لنڈن

(۸) مس سیری نندی — بی ایس سی — لندن
(۹) مس دوارا نندی — فروبل کورس — ″
(۱۰) بیگم سید جمال الدین — ڈپلوما، مانٹی سری کورس — اٹلی لندن
(۱۱) بیگم زین یار جنگ — بی اے — اکسفرڈ
(۱۲) مس ولنکر — ڈپلوما — لندن
(۱۳) مصطفائی بیگم — منشی فاضل — مدراس
(۱۴) خیر النساء بیگم — یم بی بی ایس سی — لکھنؤ
(۱۵) صالحہ بیگم — یم بی بی ایس۔ یم آر سی ایس ایل آر سی پی — لکھنؤ لندن
(۱۶) مسز سوترا بائی سری کھنڈے — یم بی، بی ایس سی — بمبئی
اور (۱۷) حج نقوی صاحبہ بی اے

اس وقت جو خواتین بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ (۱۸) سید زہرہ بیگم بی اے (۱۹) سے مچایا اس سال تعلیم کے لئے لندن گئی ہیں۔

شمار	نام	کہاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں	کونسی تعلیم حاصل کر رہی ہیں
(۱)	مس مہا لکشمی بائی نائیڈو	اڈنبرہ	طب
(۲)	محمدی بیگم	اکسفرڈ	انگلش آنریزپی یچ ڈی
(۳)	ڈاکٹر مس خیر النساء بیگم	لندن	طب
(۴)	سراج النساء بیگم	طہران	فارسی
(۵)	خدیجہ بیگم	لندن	کنڈرگارٹن ڈپلوما نرسری کورس بعد تعلیم واپس آچکی ہیں۔
(۶)	ڈاکٹر مسز سوترا بائی	اڈنبرہ	طب یف آر سی ایس

ان میں سے اول الذکر چار تو سرکار عالی کے وظیفہ سے تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور آخر الذکر دونوں نے سرکار سے قرضۂ تعلیمی حاصل کیا ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور خواتین بھی بیرون ملک میں تعلیم پا رہی ہیں جنکی صراحت عدم معلومات کے باعث دشوار ہے البتہ ایک چند نام کی صراحت کیجاسکتی ہے مثلاً (۱) مس لچھارڈی صاحب (جج ہائیکورٹ) لندن میں ڈاکٹری کی تعلیم پا رہے ہیں۔

انتظام ورزش

موجودہ زمانہ میں طلباء کی صحت جسمانی کے لئے ورزش اور ڈرل ضروری تصور کی گئی ہے۔ تاکہ انکی جسمانی صحت عمدہ رہے اور پڑھنے سے جو دماغی بار پڑتا ہے وہ ورزش اور ڈرل کے باعث کم ہوجائے۔ طالبات کے لئے اس کا کوئی انتظام نہیں تھا بلکہ شکرام اور موٹروں میں بند آنے سے انکی صحت پر اور بُرا اثر ہوتا تھا۔ خان فضل محمد خاں صاحب ناظم تعلیمات نے اس طرف خاص توجہ کی اور طالبات کے ورزش اور ڈرل کے لئے بھی ڈرل اور ورزش کے ذرائع فراہم کئے چنانچہ کالیۂ اناث اور مدرسۂ فوقانیہ نامپلی کے طالبات کے لئے ایک مسلم خاتون نجم النساء بیگم کو (جنکو خاص طور سے لندن سے اسکی تعلیم دلائی گئی) مقرر کیا گیا۔ بلدہ کے دوسرے زنانہ مدارس کے لئے ایک منتظمہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور اسپر مس شاہ کا تقرر ہوا ہے جو دلچسپی و محنت کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں۔

خان فضل محمد خاں صاحب کا یہ کارنامہ ہمیشہ یادگار رہیگا، موجودہ

اور آیندہ نسلیں آپ کی عرصہ دراز تک شکر گزار رہیں گی۔ بہر حال موجودہ زمانہ میں خواتین کی تعلیم کا انتظام اعلی پیمانہ پر قایم ہوچکا ہے۔

مستقبل تعلیم نسواں کا جذوق وشوق اس وقت ملک کے گوشہ گوشہ میں کافی طور سے پیدا ہوچکا ہے وہ ابھی اپنے ابتدائی زینہ پر ہے۔ ضرورت ہے کہ ابھی سے اسکو اس سانچے میں ڈھالا جائے کہ ملک کی حقیقی ضرورتوں کا ارتقاع عمل میں آسکے، ماماگری، آیاگری، مغلانی گری، مالنی، وغیرہ جیسے خالص نسوانی پیشوں کو نظری اور عملی تعلیم کے زیر اثر لایا جائے ہمیں اس امر پہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ تعلیم کا وہ کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیئے کہ جسکی بدولت ہر پیشہ کے مرد کو اس کی شریک زندگی سے اپنے پیشہ کے کاروبار میں حقیقی اعانت حاصل ہوسکے۔ عام قومی صحت اور تنومندی کی خاطر یہ ضروری ہے کہ اتائیں اور آیائیں ابتدائی اصول حفظان صحت اور بچوں کے عام رکھ رکھاو اور انکو بحال وخوش رکھنے کے عملی طریقوں سے واقف ہوں اور انکی روش قابل گرفت نہ ہو، ان ضروریات کو روبراہ لانے کے عوض ہماری کوشش وسعی مخلوط تعلیم اور اعلی تعلیم وغیرہ جیسے بے ثمر مباحث میں محدود نہ ہونی چاہیئے۔

اس سے قطع نظر عام طور سے عورتوں کا مستقبل اُس وقت خوش آیند ہوسکے گا جبکہ تعلیم نسواں کے نصاب کو ملک کی حقیقی ضرورتون کے تحت ترتیب دیا جائے، ہمارے لئے ایک ایسے نصاب کی ضرورت ہے کہ جس سے ہماری بہنیں مشرقی اور مغربی تمدن وتہذیب کی خوبیوں اور برائیوں کو سمجھنے کے قابل ہوجائیں ہماری بہنیں تاریک خیالی توہمات اور جہالت کے گرداب سے نکل آئیں تو اس کے ساتھ ہی ان میں کامل صحت، بدن کی پوری چستی اور دماغ کی تازگی بھی باقی رہے، ایک ایسا نصاب تعلیم ضروری ہے کہ جن سے خواتین کی دماغی اور ذہنی قوی مجلی ہوجائیں تو ساتھ ہی ساتھ ان کے نسوانی جذبات بھی پورے شباب پر قایم رہیں اسکول وکالج میں انکی تربیت کچھ اس ڈھنگ سے ہو کہ ماں بنے کے بعد وہ اپنے بچوں کی اس طرح دیکھ بھال کریں کہ یہی بچے آگے چلکر ایک اعلی تہذیب کی کامل حفاظت کرسکیں، اور لایق شہری بن سکیں، مذہب، اخلاق، معاشیات، امور خانہ داری، تربیت اولاد، حفظان صحت، موسیقی کو عورتوں کے نصاب میں خصوصی درجہ حاصل ہونا چاہیئے، بلاشبہہ یہ مضامین اب بھی ایک حد تک شریک ہیں لیکن انکے متعلق کتب نصاب مرتب کرنے میں عورتوں کے مخصوص ضروریات کا خاص لحاظ ہونا چاہیئے، کتب نصاب کی زبان اسلوب بیان اور استدلال سب میں نسوانیت کے عنصر کو غالب رہنا چاہیئے اگر وہ ایک طرف مغربی تمدن وتہذیب سے واقف ہوکر ملک کے لئے کار آمد ہوجائیں تو دوسری طرف مذہب کے پاکیزہ اصول سے واقف ہوکر اپنی تعلیم یافتگی کو اس طور سے کام میں لائیں کہ قدیم مشرقی عفت وعصمت کو چار چاند لگ جائیں فقط

جشن عثمانی
یادگار سلور جوبلی اعلیٰحضرت
جشن سیمیں بہار شاہ دکن
مبارک ہو شاہ دکن
منظومات
خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
در مدح اعلیٰحضرت سلطان العلوم شہریار دکن و برار
نوٹ جشن عثمانی کے دوسرے خصوصی نمبر یعنی مرقع سلور جوبلی
کے مکمل با تصویر پرشکوہ شاہکار (جلد دوم) میں بلند پایہ نظمیں در مدح
اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
منتخب و خاص ہیں جو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا
تاج پریس حیدرآباد دکن
مرتبہ محمد فاضل
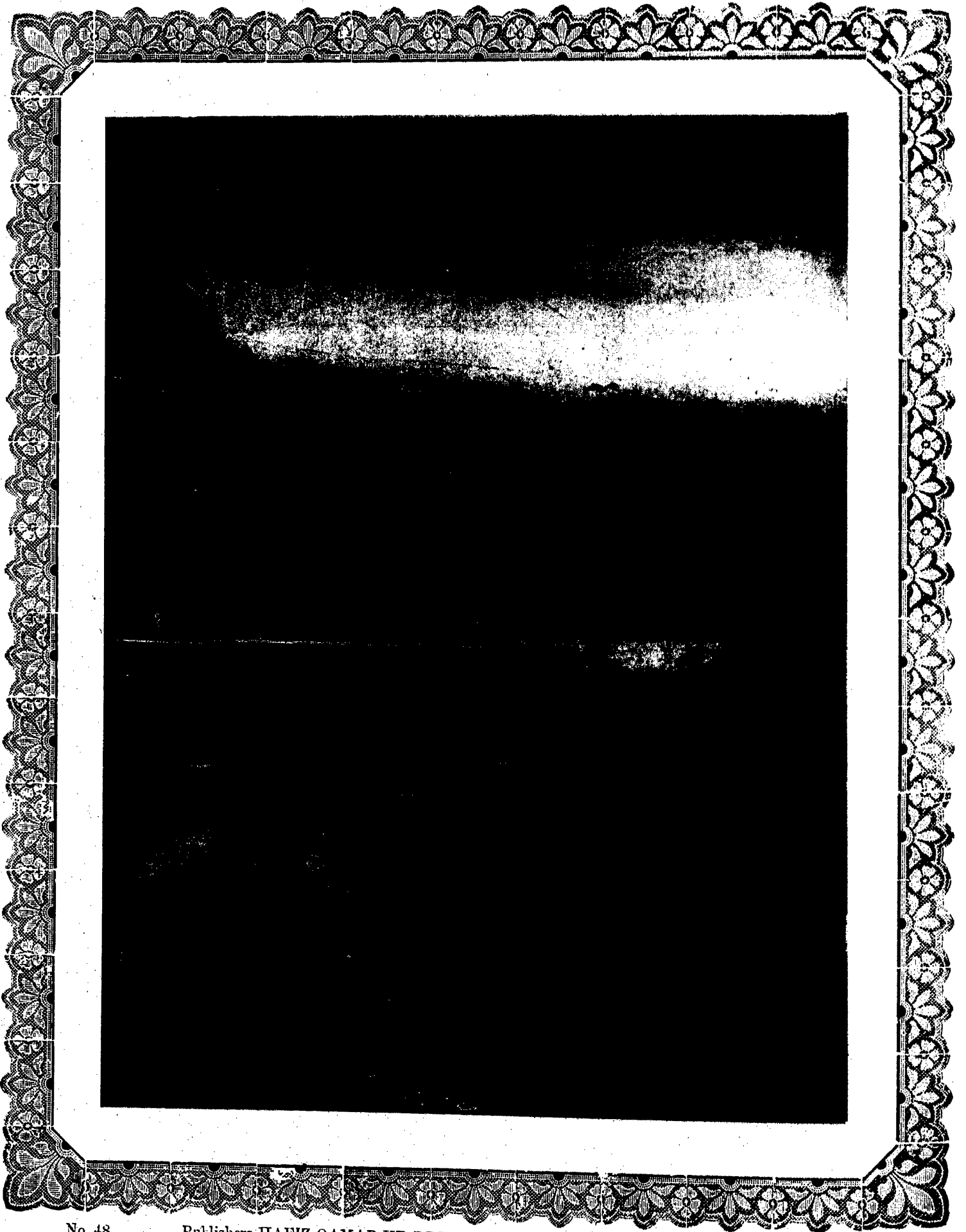
No. 48. Publishers HAFIZ QAMAR-UD-DIN & SONS, BOOKSELLERS, Mochi Gate, Kazi Khana, LAHORE.

"جشن عثمانی" - یادگار سلور جوبلی آصف سابع حیدرآباد دکن

جاں نثار شاہِ عادل محمد فاضل (مؤلف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فی ملك الكلام وسلطانه دليل العلم وبرهانه امير المومنين وظل كرم رب العالمين سلطان العلوم رافعها الى النجوم اعلیحضرت اصفجاه الٰهٰ اللّٰه ہا ئینس مظفر الممالك نظام الدولہ نظام الملك النواب میر عثمان علیخان بہادر جی سی ایس آئی جی سی بی ای سلطان حیدرآباد دکن و مصدر العلم والحلم والعدل والکرم لازال علم اقباله راقیا و راس عدوہ بین یدیه ہاویا
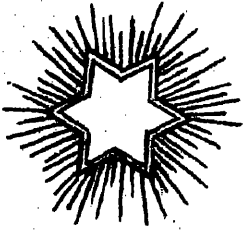
از مولانا مقصود علی صاحب مدرس عربی ـ عثمانیہ کالج اورنگ آباد

فتح الكلام من المطالع بابا ۔۔۔ يشبب البيان لو هو شابا

ملك الكلام وقادر بصروفه ۔۔۔ فمصرف عن الضلال صوابا

فصل الخطاب وقامع لخصومة ۔۔۔ قد اضمرت فی جوفها الاوصابا

هذا لمن لو شاء ان يتامن ۔۔۔ جعل الوهاد كالجبال هضابا

ضرب المخوف بالرؤوس وهيبة ۔۔۔ ضربت على ابصارها ارهابا

ضربوا لها مما لها من حالها ۔۔۔ ضرب النكال نكاية وعذابا

من نصحه نصح عميم شامل ۔۔۔ عم القريب والبعيد حسابا

ما اعرف المعروف فی الكرم الذی ۔۔۔ يجزی المسئی عن الجزاء ثوابا

منع الخطوب عن انابة ثائر ۔۔۔ فاجبن عنه ما اراد خطابا

وايسن عن كل الملم لخطبها

ثم اقتعدن بالحياء حجابا

راحی الكلام لنازح من نبله

فتكلمان من الجعاب غضابا

علین الصفات ظل بعد طلوعها
صبح القریظ لآخرین کذا با
وکفی به متفرد المدیحه
اذا فرد الاعداد والاحسابا

شمس العلوم وانها من عینها — تتنورت وتنور الاقطابا
لبست به الالفاظ زی شعاره — فاشعرت مقصودها ادابا
واصلها السلطان سابع آصف — یعطی العلوم والفنون ثیابا
ادعو له ولابنه وحفیده — حیوا الی یوم القیام شبابا
وهلال اوج تحت لامع نیر — وسراج رایعة تنیر ترابا
لسلیل اعظم جاه والی عهده — قر العیون اعزة وجنابا
ملک اللسان وکل من یتلسن — ککلیمه ملک الزمان رقابا
ومحول عن المجاز حقیقیة — القی علیها الدهر منه حجابا
حذق وماهر یطب جروحها — من صارم شافی الغلیل شرابا
ان الملوک اذا ارادو قریة — جعلوا تحوف رؤوسها اعقابا
ضربا شدیدا منذهلا عن رأیها — ضرب الهیام بالهیام سرابا
فیعز من هو جائه متواضعا — ویذل من هو حاد عنه ورابا
فلا ینزل الثقلاء من عقباتهم — لیزیل عنهم ما یحق عقابا
تلک الصلات والجوائز والعطا — لیقمن صاد الصید والاعجابا
حتی احلن عن غزیرة طبعها — القین عن ظهر الفساد حرابا
صم الطباع یخفضن اطاعة — فما لهم لا یقبلون صوابا
فلک لحلم ان طغی من جانب — جهل لحد من الحد وعتابا
عدل یمثل للعداول اذا نفی — مثلا تجسم للعدول جوابا
والوصف عنوان لمن هو ذاته — علم یعلم عارضا اعرابا
سلطانها المعروف فی المتعارف — فمن اتی فی ملکه فاصابا
فالعرف والمعروف والمعارف — تتعاور الالفاظ والالقابا

حتی تقول اللفظ یسر منطقا
یصف الکلیم والکلام خطابا
بهم قیام سمیتین تشرقا
ن مشرقا ومغربا وشهابا

وطلوع ساطع طالع متهلل
وفرند سیف مهند قرضا با
بن غوا لجامع ملة و بجلة
جمع الکتاب واجمع الکتا با
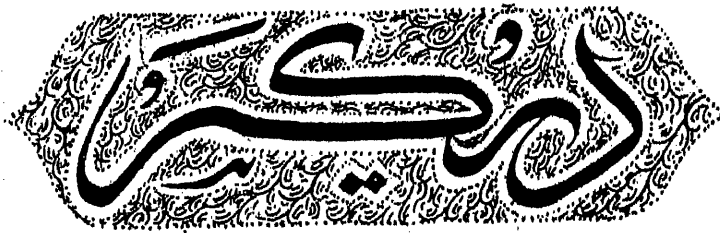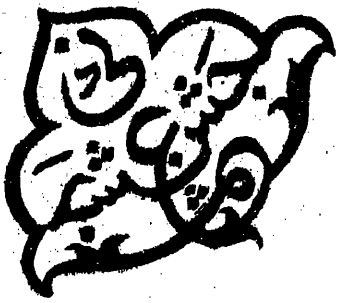
نزل السما فی موکب الغمائم | بالخصب والعمران فی المعالم
وقضارة الریاض والحدائق | وتقلب البیداء فی الخضارم
تحکی بها وبلا ھادر ونرمن | تلك الندی فی بحر لا کعائم
وتقتدی بفعاله فتختدی | منهطلا من راحة المواسم
قامت بما علی الوصیف لازم | من واجب البواب والملازم
فبکرت بوطابها لملئها | باب الامیر غدوة الغنائم
فتظلل الافاق فوق صنعه | وتعم کل قاعة الاقالم
وا وطلت وظیفة لنفسها | بحملها سجیة الکرائم
للہ یا سجیة ورحمة | احسنتما فی قسمة المقاسم
دام السما ودامت المواکب | فی ظله الظلیل ظل دائم
لا تقتبل فی ملحه بعارض | شقان بین عارض ودائم
اخذت بنا ندامة بذکرہ | فجری الرحاض من حیا ونادم
انا عارض عن عارض بعارض | الی فیوض تنتمی بقائم
فغمامة سلیلة من المیا | لا تقهقرت غطمطم القلاذم

فبحرہ وملاؤ ذخرہ
متلاطم الامواج بالنعائم
بل باحر متبحر وفوقه
بحر العلوم جهضم الساطم

مرتبہ محمد فاضل

وضليعة بقدومه تملّلت
من زهرة الانوار بالمباسم
ومنهل من ابحر المعارف
ممدد من منبع المعالم

واحضارة تحاسدت بداوة	قامت له حقاق كناظم
اهلا وسهلا يا نزيل منزل	جر القيام قدامت خير قادم
ظل الاله منزل كذاته	وسماته عن ازمن غواشم
هو آية من آية لكونه	اشهد به صناعة لعالم
رسم الفنون بخبرة وسلطة	حازت رسوم العلم والمراسم
الاثراه على البسيط حاويا	بادارة العلوم والتراجم
ووسامة فيطت به باسم سلطان العلوم سيمة اقماقم	
هو مير عثمان على لجة	وصحيحة لهائم وحائم
ومينارة لبصيرة وبصرها	فتريك منها شرعة العزائم
تتادب الآداب في بيوتاته	فتعلم الاخلاق من مكارم
يارب كن لحياته محافظا	كما حفظت به حياة نائم
ايا حياة عالم تنسى	ابدا فانت زهرة الاناسم

وظفرت بالمقصود في العظائم
مادامت الملوان في الهماهم

هنيئا للملك السلطان الاعظم والخاقان الاكرم ناشر لواء العدل على البلاد والعباد مظفر الملك سلطان العلوم مير عثمان علي خان خلد الله ملكه وسلطنته

از جناب مولوی قاضی عبدالصمد صاحب صارم سیوہاروی

ذا اليوم افضل ايام الزمان لنا	بسر الدهر من البسراء والامم
فالجو من دكن قد صار مزدهرا	ومزنه باللآلى اليوم منجم
وكيف لا وللملك واهب سهم	اقيم محتفل با شاهدت امم
الارض مخضرة من غيب قامله	والبحر من سيل ما اعطاه ملتطم
وهو الذى من بين الملوك يدا	وهو الذى سابق من بينهم علم
يحيى الورى باسديه ومكارمه	محبت فى قلوب الناس مختتم
يارب فاجعل له الايام زاهرة	ودام سلطانه مالالا الاكم
والنشر له حكمه فى كل ناحيه	دان البلاد له والعرب العجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از جناب مولوی حاجی احمد صاحب نخوی

رَوْضُ الْمَقَالَةِ اِنَّمَا تَزْدَانُ بِزُھُوْرِ حَمْدٍ مَنْ ھُوَ الْمَنَّانُ

چمنستان سخن خوشنما نہیں ہوتا بجز پھولوں کے تعریف کے اس خداوند کی جو سب سے بڑا نعمت والا ہے۔

کَمْ نِعْمَةٍ جَامِنْہُ مَعْ عِصْیَانِنَا اَلْعَدُّ یَقْصُرُ عَنْہُ وَ الْمِیْزَانُ

ہماری نافرمانیوں کے باوجود اسکی جانب سے کسقدر نعمتیں بخشی گئی ہیں جنکے شمار کرنے سے گنتی اور ترازو قاصر ہیں

اَلنِّعْمَةُ الْعُظْمٰی رَسُوْلُ رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِیْنَ وَاِرْثُہُ الْقُرْاٰنُ

بہت بڑی نعمت بعثت رسول اکرمؐ ہے جو رحمۃ للعالمین ہو کر مبعوث ہوئے۔ جنکی میراث قرآن کریم ہے۔

صَلّٰی عَلَیْہِ بِقَدْرِ عَظْمَةِ ذَاتِہٖ مَنْ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ذَا الْفُرْقَانُ

اللہ تعالیٰ جس نے قرآن کریم فرقان عظیم سکھلایا آنحضرتؐ پر بے انتہا درود شریف نازل فرمائے۔

وَالنِّعْمَةُ الْعُلْیَا عَلٰی ھٰذَا الزَّمَنْ اِبْدَاعُ مَنْ اِسْمَاہُ اِسْمُ خَانُ

موجودہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی بلند تر نعمت ایک ایسے بے نظیر بادشاہ کا پیدا کرنا ہے جسکے دو نام ایک نام پر جو لحق خطاب ہیں

اَوْ جَنَّتَانِ وَفِیْھِمَا عَیْنَانِ جَارِیَتَانِ یُمْنٰی مِنْھُمَا عُثْمَانُ

یا وہ دونوں نام دو بہشتیں ہیں جن میں دو نہریں جاری ہیں۔ دائیں طرف کی نہر عثمان ہے

یُسْرٰی عَلِیٌّ بَلْ کُلُّ عَیْنٍ مِنْھُمَا رَمْزٌ اِلَی الْعَیْنَیْنِ یَا یَقْظَانُ

بائیں نہر علی ہے۔ بلکہ ہر عین کی شکل دو عین کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ غور کیجئے (جلد ۲)

ھٰذِیْ بِدَایَاتٌ لِاَسْمَا اَرْبَعَہ وَھُوَ عَتِیْقٌ عُمَرٌ عَلِیٌّ عُثْمَانُ

یہ چاروں خلفائے راشدینؓ کے اسمائے گرامی کے ابتدائی حروف ہیں۔

وَھَلُمَّ جَرًّا فَھِیَ اَرْبَعُ اَعْیُنٍ

اور بہ تدریج آگے بڑھو تو عین یعنی چشم

لِلَّذْ بَدَتْ مِنْ نُوْرِہٖ الْاَکْوَانُ

حضور سرورِ کائناتؐ کی چاروں آنکھیں ہیں

مرتبہ محمد فاضل
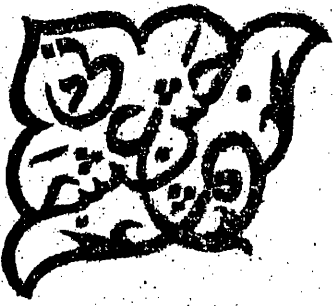
ذَا السِّرُّ یُبْدِی اَنَّ هٰذَا مَجْمَعٌ

یہ راز اس نکتہ کو ظاہر کرتا ہے کہ اعلیٰحضرت سلطان دکن خلد اللہ ملکہ

لِخِصَالِ كُلِّ ذَا لَهُ عُنْوَانٌ

مجمع صفات ان سب کی ہونے پر یہ عنوان ہے

قَدْ فَازَ بِالعَیْنَیْنِ فِی عَرَبٍ عَجَمٍ   فَثَنَاؤُهُمْ وَ دُعَاؤُهُمْ عَیْنَانِ

عرب عجم کے دو عین بھی اسم مبارک میں ہونیسے (جن سبھوں کی فلاح و بہبود پر اس سلطان کی دائمی نظر ہے) ان سبکی تعریفیں اور دعائیں متناہ دو عین غنیمت ہے

لَمَّا اَتَی الْعَیْنَانِ فِی الْعَلَمَیْنِ مِنْ   ذَاكَ اسْمُهُ قَدْ زَانَهُ الْاَعْیَانُ

جبکہ دو عین دو مشہور علموں میں آئی ہیں اس لیئے اس کے اسم گرامی کو اعیانِ قوم نے اور مزین کر دیا۔

بِخِطَابِ سُلْطَانِ الْعُلُومِ یُشِیعُهَا   فَقَدِیمُهَا بِجَدِیدِهَا یَزْدَانُ

ساتھ خطاب سلطان العلوم کے کیونکہ وہ اشاعت علوم فرما رہا ہے پس علوم قدیمہ علوم جدیدہ سے زینت پذیر ہو رہے ہیں

اَلْحُكْمُ وَالتَّنْسِیخُ لَیْسَ لِغَیْرِهٖ   فِی دَكَنٍ لَا غَیْرُهٗ سُلْطَانُ

حکم فرمانا اور اس کا منسوخ فرمانا ان دونوں میں سے کوئی بات دکن میں اس بادشاہ کے سوا کسی اور کو نہیں اور کوئی سلطان ہے

رَاعِی الرَّعَایَا اَیْنَ یُلْفٰی مِثْلُهٗ   بِمَرَاحِمٍ وَعَوَاطِفٍ مَلْاٰنُ

رعیت کا گلہ بان اس کے مانند کہاں پایا جا سکتا ہے جو مراحم خسروانہ اور عواطف شاہانہ سے مملو ہے

تَدْبِیرُهٗ فِی مُلْكِهٖ مِنْ حُسْنِهٖ   تَتَعَجَّبُ الْاَرْكَانُ وَ الْاَقْرَانُ

اس کی تدبیر حکمرانی کی خوبی سے ارا کین سلطنت اور شاہان زمانہ متعجب ہیں۔

اِرْجَاعُ رَزْ دَنْسِی كَذَا اسْتِرْدَادُهٗ   لِبَرَارَ وَ لِمِثْلِهٖ الْبُرْهَانُ

رزڈنسی کا واپس لینا اور برار وغیرہ کا طلب فرمانا اس حسن تدبیر کے لیے بین دلیل ہے۔

یَسْتَاْثِرُ السُّلْطَانُ كُلًّا رُبَّمَا   لِلْجُحْرِ تَاْرِزُ حَیَّةٌ ثُعْبَانُ

سب کو سلطان اس طرح سمیٹ کر واپس لے لیگا جس طرح سانپ اپنے بل میں گھس جاتا ہے۔

اَعْلٰی مَطَامِحِ قَصْدِهٖ عَیْشُ الْوَرٰی   بِمَسَرَّةٍ وَ فَلَاحُهُمْ وَ اَمَانُ

اس سلطان کی بلند تر آرزو یہی ہے کہ لوگ خوشحال رہیں اور ان کو بہبودی اور امن ہو۔

مِنْ ثَمَّ صَارَ یُسِیلُ یَمَّ عَطَائِهٖ   كَیْ یَسْتَفِیدَ بِجُودِهِ الْبُلْدَانُ

اسی لیے وہ اپنی بخشش کی دریا بہا رہا ہے تا کہ جملہ ممالک اس سے مستفید ہوں۔

وَیُهَذِّبُ السُّبُلَ الَّتِی تَرْقٰی بِهَا   نَحْوَ الْعُلٰی الْاَبْدَانُ وَ الْاَذْهَانُ

اور ان راہوں کو مہذب فرما رہا ہے جن کے ذریعہ جسم و عقل اعلیٰ کمال کی طرف ترقی کر سکیں

اِنْ قِیلَ اَیٌّ اَعْدَلُ اَوْ اَشْفَقُ

اگر سوال کیا جائے کہ حکمرانی اور سخاوت میں کون بادشاہ

حُكْمًا وَجُودًا قُلْتُ ۷ اِمْكَانُ

زیادہ منصف مزاج اور زیادہ مہربان ہے

مرتبہ محمد فاضل

اِلَّا الْجَوَابُ عَلَی الْیَقِیْنِ بِاَنَّہٗ
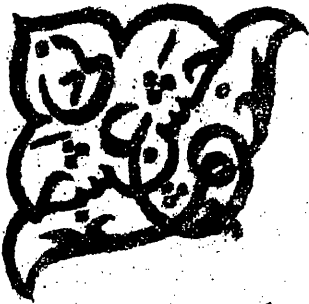
تو میں کہونگا کہ یقیناً ممکن نہیں سوائے اس جواب کے کہ بلاشبہ وہ

سُلْطَانُ عُثْمَانُ عَلِیّ خَانْ

اعلیحضرت سلطان العلوم میر عثمان علی خاں خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

وَاِنْ اشْتَغَلْتُ بِذِکْرِ نَزْرٍ مِنْ بِعَا　　مِدْ ہٖ تَعِبْتُ وَکَلَّ فِیْ لِسَانٗ

اور اگر اس سلطان کی خوبیوں کے تھوڑے سے حصہ کے بیان کرنے میں مشغول ہو جاؤں تو تکلیف میں پڑجاؤنگا اور میری زبان عاجز ہو جائیگی

فَلْنَقِفَنَّ اَکُفَّنَا لِمُجِیْبِ دَا　　عٍ خَاضِعٍ اِذْ قَالَہُ الرَّحْمَانْ

پس چنانچہ خداوند مہربان کا ارشاد ہے چاہیے کہ ہم بارگاہ مجیب الدعوات میں دست بدعا ہوں۔

فَاَدِمْ عَوَافِیَہٗ وَزِدْ ہٗ مَعَالِیًا　　تَخْضَعْ لَھَا الْاَمْلَاکُ یَا حَنَّانْ

پس اے بڑے مہربان خدا! اس سلطان کی عافیت دائمی ہو اور اسکو وہ رفعت مرتبہ عطا فرما جسکے سامنے شاہان زمانہ گردنیں جھکادیں

وَاَذِلَّ اَعْدَاہُ وَخَلِّدْ مُلْکَہٗ　　وَاَصْلِحْ لَہٗ مَنْ ھُمْ لَہٗ وِلْدَانْ

اور اس کے دشمنوں کو خوار کر دے اور اس کی سلطنت برقرار رکھ اور شہزادگان بلند اقبال کو صالح بنا۔

وَکَذَاکَ اَصْلِحْ مَنْ ھُمُ الْوُزَرَا لَہٗ　　غَلِّبْ جُنُوْدًا ھُمْ لَہٗ اَعْوَانْ

اور وزیروں کو بھی نیک بنادے اور ان لشکروں کو غالب بنا جو اس کے مددگار سلطنت ہیں۔

ھٰذَا دُعَا نَحْوِیِ الْحَقِیْرِ تَقَبَّلَنْ　　فَضْلًا وَمَنًّا مِنْکَ یَا مَنَّانْ

یہی حقیر نحوی کی دعا ہے ضرور قبول فرمائیو اپنے فضل و نعمت سے اے بڑے بخشش والے پروردگار!

۱۳　۵۵

مَنْ کَانَ مَانِعَ شُکْرِ النَّاسِ اَدْنَاہٗ　　فَلَیْسَ یَفْعَلُ اَعْلَاہٗ لِمَوْلَاہٗ

جو کوئی لوگوں کے شکریہ ادائی سے باز رہے جو ادنیٰ شکریہ ہے تو وہ اعلیٰ شکریہ نہیں بجالائیگا۔ اپنے مالک حقیقی کیلئے (حدیث شریف کے اس مضمون کی تعمیل میں ہم اپنے پیارے کرم گستر بادشاہ سلامت کی کورنش اور شکریہ بجالاتے ہیں)۔

مَنْ مِثْلُ عُثْمَانَ فِی الْاَقْطَارِ نَھْوَاہٗ

کون ہے مانند عثمان کے جو سلطان دکن ہے گوشہائے زمین میں

سُلْطَانِ دَکَنْ وَالْاَغْیَارُ تَھْوَاہٗ

جس سے ہم محبت رکھتے ہیں اور اغیار بھی

مرتبہ محمد فاضل

سُلطانُ عَقلٍ وَ عِلمٍ فِی جَلالَتِہٖ
وہ اپنی بزرگی کے ساتھ صاحب عقل و علم سلطان ہے
مُفتخرٌ فِی المَلاء تکرار ذِکرَاہٗ
اس کے ذکر خیر کا بار بار دہرانا اہل عالم کے نزدیک بزرگی سمجھا جاتا ہے۔

اَلکَونُ مُمتلیٌ بالجُودِ مِنہُ لِذا ۔۔۔ لِنَ البحرُ مُعترفٌ بُطلانَ دعواہٗ
اس کے جود و سخاوت سے عالم بھرا ہوا ہے اس لیے سمندر کو اپنے دعوے کی بے حقیقتی کا اعتراف ہے۔

مَا لِلسَّمَاءِ سِوَی الاَمطارِ مَوسِمُہٗ ۔۔۔ سُلطَانُنَا مَاطِنٌ دَوماً لِجدواہٗ
آسمان کو نہیں ہے مگر یہ کہ موسم بارش میں مینہ برسائے لیکن سلطان کی بارش سخاوت تو دائمی ہے۔

مَا وَالِدٌ لِبَنِیہٖ نَرٰی سُلطَانَنَا ۔۔۔ فِی شَفقَۃٍ وَ وِدَادٍ فِی رَعَایَاہٗ
اپنی رعایا پر شفقت و محبت میں سلطان کے مانند والد بھی اپنی اولاد کے ساتھ نہیں۔

لَو کَانَ لُقمَانُ مَوجُوداً اَقَرَّ بِلا ۔۔۔ رَیبٍ بِقُصُورِہٖ قُدّامَ عُلیَاہٗ
لقمان حکیم اگر زندہ رہتا تو سلطان کے بلند مرتبہ حکمت کے سامنے بے شبہ اپنی کوتاہی کا اقرار کر لیتا۔

مِن عَدلِہٖ خَجِلاً نَوشِیرَوَانُ وَنٰی ۔۔۔ وَ بُزرجُمہرُ مِن تَدبِیرِہٖ تَاہٗ
سلطان کے عدل و انصاف سے شرمندہ ہو کر نوشیروان ہٹ گیا اور بزرجمہر بھی سلطان کی تدبیر حکمرانی سے وہ سب ششدر رہ گئے۔

شَجَاعَۃٌ مَلَئَت اَرجَاءَ مُقمَّصِہٖ ۔۔۔ رُستَمُ وَ زَالُ زَوَالاً قَد اَقَرّاہٗ
سلطان کے جامۂ تن کی ہر جانب شجاعت اور بہادری سے پُر ہے۔ رستم اور زال اپنے زوال کی صورت سے اس کا اقرار کر چکے ہیں۔

اِسکَندَرُ کَدَراً قَد غَابَ عَن مَلَاءٍ ۔۔۔ مِن نُورِ فِطنَتِہٖ مَن یَختَبِر جَاہٗ
سلطان کی نور دانشمندی سے شرمندہ ہو کر سکندر دنیا سے غائب ہو گیا کوئی آزمانا چاہے تو وہ اس کے پاس جائے

قَد اَنعَمَ اللّٰہُ اِکرَاماً بِدَولَتِہٖ ۔۔۔ عَلَی الاَنَامِ فَنَدعُو اللّٰہَ اَبقَاہٗ
اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتا ہوا سلطان کو معہ اس سلطنت کے بخشش فرمائی ہے ہم اس نعمت کے بقا و دوام کی بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں۔

نَحوِیُّ لَہٗ اَبَداً دَاعٍ بِکُلِّ عُلاً ۔۔۔ وَ وُلدِہٖ شَغفاً اَحیَانَ مَحیَاہٗ
نحوی تو اپنی زندگی کے لحظوں میں سلطان سلامت اور شہزادگان بلند اقبال کے لیے ہر بلندی و رفعت کی غایت محبت کے ساتھ دعا کرتا رہتا ہے۔
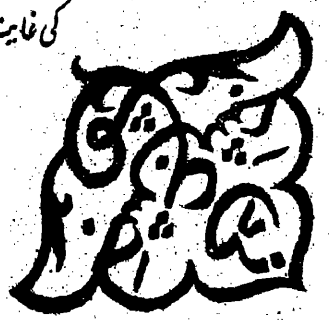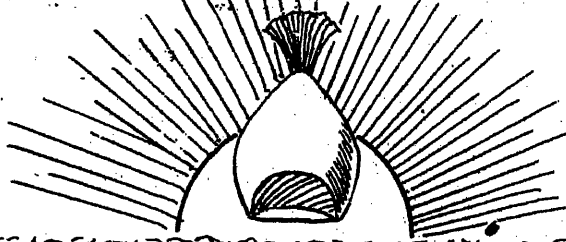
مترجمہ محمد فاضل

کلام فصاحت التیام غبت نظام حضور پر نور سلطان العلوم

تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نجاہ اللہ عن الشرور والفتن

قطعہ

مذہبے ہست ایں نہ جائے لاف بود — مثلِ آئینہ کہ بس شفاف بود
نازم اے عثماں برایں تفضیلِ خویش — آباء اجدادم ہمہ احناف بود

دیگر

نسبِ من بود کہ صدیقی — سلسلہ باشد از سہروردی
ہست در اسم من علی عثماں — طرہ شد بر کلاہِ زردوزی

تاجدار عاشق رسول کے کلام محبت نشان کے دو جلوے

اردو

مصلحت تھی یہی حضرت کے یہاں آنے میں — تیرگی تا نہ رہے دہر کے کاشانہ میں
جب ہوا مہرِ عرب جلوہ نما اے عثماں — سرنگوں بت ہوئے سجدہ ہوئے بتخانہ میں

فارسی

محمد گر نہ بودے کس نہ بودے — نبودے ہر دو عالم را وجودے
بہر لحظہ بہر ساعت بہر دم — بخواں عثماں بنامِ او درودے

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آنریبل الحاج نواب سر نظامت جنگ بہادر کی انگریزی نظم کا اردو منظوم ترجمہ

مترجمہ مولوی محمد مصطفےٰ حسین صاحب آصفی بی اے صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ کنڑ ضلع اورنگ آباد

مناجات بہ بارگاہِ رسالت مدینہ طیبہ

ذات عالی مرتبت! اے پیکرِ صدق و صفا
برگزیدہ حق کے پیغمبر امینِ با خدا

وہ طبیعت منصفانہ وہ کرم طاعت شعار
آزمایش میں صفاتِ حق زیادہ آشکار

یاں عبادت کیلئے جب سر جھکا لیتا ہوں میں
ہر پھڑکنے والی رگ میں تجھ کو پالیتا ہوں میں

سُن رہا ہوں آسماں سے یہ فرشتوں کی نوید
فضلِ حق سے اے گنہگارو نہ ہونا نا امید

ڈھونڈھتے رہنا پناہِ حق عذابِ نار سے
بخشے جائیں گے معاصی رحمتِ غفار سے"

عقل کو میرے کہاں تھی طاقتِ چون و چرا
رہبری تیری ہوئی تو میں سمجھنے بھی لگا

ہے حقیقت میں بہت کمزور تعمیرِ ریا
وہ تقدس کی عمارت خوف ہو جس کی بنا

جب سپاس و شکر کے الفاظ بے معنی ہوئے
طورِ اظہارِ ندامت کے بھی لایعنی ہوئے

تیری طاعت مخلصانہ کیف سے ممتاز تھی
تیری یادِ حق کمالِ ہمتِ پرواز تھی

پھاڑ کر پردے زمیں کے آسمانوں کے حجاب
تو نے دیکھے جلوہ ہائے حق ہمیشہ بے حجاب

تیری شب بیداریاں تھیں اک سکوتِ سخت کوش
آشنائے صوتِ رب تھے تیرے گوشِ حق نیوش
تجھ کو زیبا نوعِ انساں کی ہدایت کا شرف
کفر کی ظلمت سے لے چلنا تجلی کی طرف

دین کے پیچھے مہاجر! اے رسولِ محترم — چھوڑ کر گھر بار اپنے تھے تجھے رنج و الم
پاؤں سے تھے فرشِ زمیں پر عرش پر تیرا خیال — کس طرح آتا مصیبت میں ترے دل پر ملال
کیسے کیسے دن کٹے غربت میں بے لطفِ قیام — حکم رب سے تجھ کو بالآخر ملا خوشتر مقام
دین کا مرکز یہی شہرِ مدینہ بن گیا
یعنے اسلامی ریاست کا نگینہ بن گیا

ہاں حیاتِ دنیوی کے دور صبح و شام میں — جد و جہدِ مستقل میں محنت و آلام میں
پُرسکوں اک زندگانی تھی گلہ ناآشنا — پیکر صبر و تحمل روح تسلیم و رضا
کوئی کیا جانے کہ کیا لذت تھی تیرے ذوق میں — کون سے جلوے تڑپتے تھے دلِ پُرشوق میں
مظہرِ انوارِ حق ہستی تھی تیری سر بسر
دیکھنے میں اک بشر تھا تو بھی اے خیر البشرؐ

اہلِ دنیا پر ہوا اک قالبِ فانی عیاں — دوش لیکن حاملِ بارِ زمین و آسماں
کام پیغمبر کا ہوتا ہے ہدایت۔ رہبری — پر ترے حصہ میں تھی دنیا کی بھی شاہنشہی
بادشاہِ دین و دنیا بن کے تھا مصروفِ کار — اور کسی ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو سمجھا نہ عار
بارگاہِ حق سے یاں چاہا نہ کچھ اپنے لیے
وقف تھیں تیری دعائیں ساری امت کے لیے

یادگار دہر ہے تیری حکومت کی بہار — چپہ چپہ تھا عرب کا تیرے قدموں پر نثار
جب ہوئے چرچے طلوعِ کوکبِ اسلام کے — آئے درشن کے لیے سردار روم و شام کے
تیری عظمت تیری قوت منکشف تھی کس قدر — بادشاہانِ جہاں سے مختلف تھی کس قدر
حق پرستی کی جھلک ہر دم نظر آئی انہیں
خود نمائی کی ادا ہاں کم نظر آئی انہیں

قالبِ انساں میں تھی یوں رحمتِ حق جلوہ گر — ابر کے پردے میں جیسے پرتوِ شمس و قمر
انکساری سے لگا ہے دین کے اتمام میں
حق کے منصوبے نظر آئے ترے ہر کام میں
کفر کی ظلمت مٹی اسلام پھیلا دُور دُور
ہے منور بتکدوں میں وحدت و ایماں کا نور

تیری ہستی ہے نمایاں دہر کے ظلمات میں
چاند روشن ہے رسالت کا اندھیری رات میں
شاہد حق کے نظر آتے ہیں جلوے اس طرح
تیرے ہاتھوں نے سجائے تھے کبھی یاں جس طرح

پیڑ نخلستان کے تازہ نظر آتے ہیں یاں ۔۔۔ دورِ ماضی میں ہوا تعمیر یہ گنبد جہاں
سامنے والی منقش اُن کمانوں کی قطار ۔۔۔ ہے بہت خوش وضع لیکن وہ کہاں اگلی بہار
تیرے خرمے کے درختوں کی فضا کچھ اور تھی
سادگی کی شان ایماں کی ضیاء کچھ اور تھی

تیرا یہ بندہ عقیدت مند سر تا پا نیاز ۔۔۔ جبہ سا ہے آستانے پر ترے اے چارہ ساز
عاجز و افتادہ ہوں لطف و عنایت سے اٹھا ۔۔۔ مجھ کو اب نقشِ قدم پر تیرے اے مولا چلا
از سرِ نو زندگی کا میرے ہو تبدیل رنگ ۔۔۔ روح سے ہٹ جائے اب چھایا ہوا عصیاں کا زنگ
عہد ماضی سے ہو مستقبل زیادہ شاندار
تو مرا ہادی رہے میں بندۂ طاعت گزار

خونِ دل روتی ہیں آنکھیں نورِ ایماں کیلئے ۔۔۔ مانگتا ہوں تجھ سے یہ دولت دل و جاں کیلئے
نور بھی وہ نور جس سے ہوں منور شش جہت ۔۔۔ حق نظر آنے لگے ہر سو وہ نورِ معرفت
روح کے تاریک گوشوں سے سیاہی دور ہو ۔۔۔ ظلمتِ دیجور میں روشن چراغِ طور ہو
چاہتا ہوں پا کبار اُن امنگوں کا بہار
لوٹ لوں ایماں کے گلہائے مسرت کی بہار

ازجناب مولوی سید یوسف حسین صاحب تنہا ٹمالوی حیدرآبادی

نظم

آج دریا پہ ابر نیساں ہے ؛ فرشِ دُردانہ اور مرجاں ہے
شہر کیا گویا باغِ رضواں ہے ؛ جس طرف دیکھو فضلِ یزداں ہے
ہر ایک انساں یہاں کا شاداں ہے ؛ دل سے شاہِ دکن پہ قرباں ہے
بست و پنج سال فضلِ سبحاں ہے ؛ تاج آرائی اور ایواں ہے
ہر بشر خرمی سے خنداں ہے ؛ مہرِ اقبال شہ درخشاں ہے
وجہ اسکی یہ پایۂ تخت دکن ؛ جشن یہ سیمین شاہ عثماں ہے
ہر زن کوچہ ایک گلستاں ہے ؛ جشن سیمین شاہ عثماں ہے
کوئی رستم کوئی نریماں ہے ؛ جشن سیمین شاہ عثماں ہے
زینتِ محل اور دیواں ہے ؛ جشن سیمین شاہ عثماں ہے
تنہا امیدوارِ احساں ہے ؛ جشن سیمین شاہِ عثماں ہے

قطعہ

ازمولوی حافظ سید محمد قاسم صاحب عابدی

شمع ہے نسخۂ حج کعبۂ ایماں کے لئے
خضرِ منزل ہے یہ ہر ایک مسلماں کیلئے
اس کی قیمت ہے یہی کیجئے ہر وقت دعا
میر عثمان علیخان شہِ ذیشاں کیلئے

از ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ و صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی

مملوک ہے اک جہاں مالک ہیں حضور — راہِ کرم و سخا کے سالک ہیں حضور
کیونکر نہ ہوں نصرت و ظفر ان کے غلام — مشہور "مظفر الممالک" ہیں حضور

عالم کے تر و خشک پہ قبضہ ہووے — اقبال دو چند اوج دو بالا ہووے
با صد حشم و تجمل و شان و شکوہ — اعلحضرت ہوں اور دنیا ہووے

جو رتبۂ خاص، مجھ سے عاصی کو ملا — فردوسی و طوسی کو نہ جامی کو ملا
کی نظم، نظام کی صفت، میں نے شادؔ — یہ گنج نہ گنجوی نہ نظامی کو ملا

کیوں سب نہ ہوں با نظام اُمور شاہی — ہے "شاہ نظام" عرف ظل اللّٰہی
کیوں کر نہ کہوں ملک سلیماں اس کو — یہ شہر ہے زیر حکم آصف جاہی

مجموعۂ احسان و کرم ہیں آصف
شاہنشہ اقلیم ہمم ہیں آصف
گبر و ترسا مجوس و مسلم ہیں مطیع
کچھ شک نہیں مقبول امم ہیں آصف

لازم ہے کرم ظل الٰہی کے لئے
واجب ہے سخا خصلت شاہی کے لئے
صد شکر کہ عثمان علی آصف جاہ
ہے فرد جہاں جہاں پناہی کے لئے

کس ملک میں کس دور کرامت میں ہیں
حیدرآباد و عہد حضرت میں ہیں
اہل مذہب ہیں شاد و آزاد اے شادؔ
سب ظل خدا کے ظل رحمت میں ہیں

ہے سارے زمانے سے فزوں شان دکن
رونق سارے جہاں کی، قربان دکن
کیونکر نہ زمانہ پھر فدا ہو ان پہ
ہیں سارے جہاں کی جان سلطان دکن

✤

مرتبہ محمد فاضل

از علامہ نواب ضیا یار جنگ بہادر

تا زمانست زماں تابعِ فرمانِ تو باد — تا جہانست جہاں بندۂ احسانِ تو باد
آصفا روز فزوں فتحِ نمایانِ تو باد — خسروا گوی فلک در خمِ چوگانِ تو باد
ساحتِ کون و مکاں عرصۂ میدانِ تو باد

جدِ سلطانے کرم مسئلہ حکمتِ تست — آنکہ انشای عطارد صفتِ شوکتِ تست
عقلِ کل چاکرِ طغرا کشِ دیوانِ تو باد

آیۂ رحمتِ حق ظلِ خداوندِ عباد — حسنِ تدبیرِ تو کرد ست جہاں را آزاد
از بلائے غمِ ارزانی نیرنگِ فساد — ہمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد
صیتِ خلقِ تو کہ پیوستہ نگہبانِ تو باد

تا پیچید دل از خاطرِ گیسوی تو شد — عشوہ یا غارتِ جاں ساختہ ابروی تو شد
حسن تا شہرۂ آفاق شود روئی تو شد — طرۂ جلوۂ طوبی قیدِ دلجوئے تو شد
غیرتِ خلدِ بریں ساحتِ ایوانِ تو باد

قاتلِ لشکرِ اعدا مژہ برہمِ تست — دامِ صیادِ قضا کاکلِ خم در خمِ تست
چشمِ شیران و غافرش رہ مقدمِ تست — زلفِ خاتونِ ظفر شیفتہ پرچمِ تست
دیدۂ فتح ابد عاشقِ جولانِ تو باد

داورا دادگرا غیرتِ جم رشکِ قباد — تا ابد باد ترا سبز گلستانِ مراد
باہمہ جرعہ کشائیم توئی چشمۂ داد — نہ بہ تنہا حیوانات و نباتات و جماد
ہرچہ در عالم امراست بفرمانِ تو باد

پیکرِ شاہدِ لطف آیۂ ہمتِ تست — طرۂ لیلیٰ احساں بکفِ قدرتِ تست

شکر الحمد ضیا فائز احسانِ تو شد — کامِ دل یافت ہر آشفتہ کہ قربانِ تو شد
نغمہ زن بلبلِ شیدای گلستانِ تو شد — حافظ خستہ باخلاص ثنا خوانِ تو شد
بلطفِ عامِ تو شفا بخش ثنا خوانِ تو باد

مرتبہ محمد فاضل

استاذ السلطان نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل القدر حافظ جلیل حسن صاحب جلیل جانشین حضرت امیر مینائی رح

مآثر ست فخر روزگار علامہ نواب ضیا یار جنگ بہادر ضیا

از کلام گہر بار عالیجناب لطف الدولہ نواب بہادر
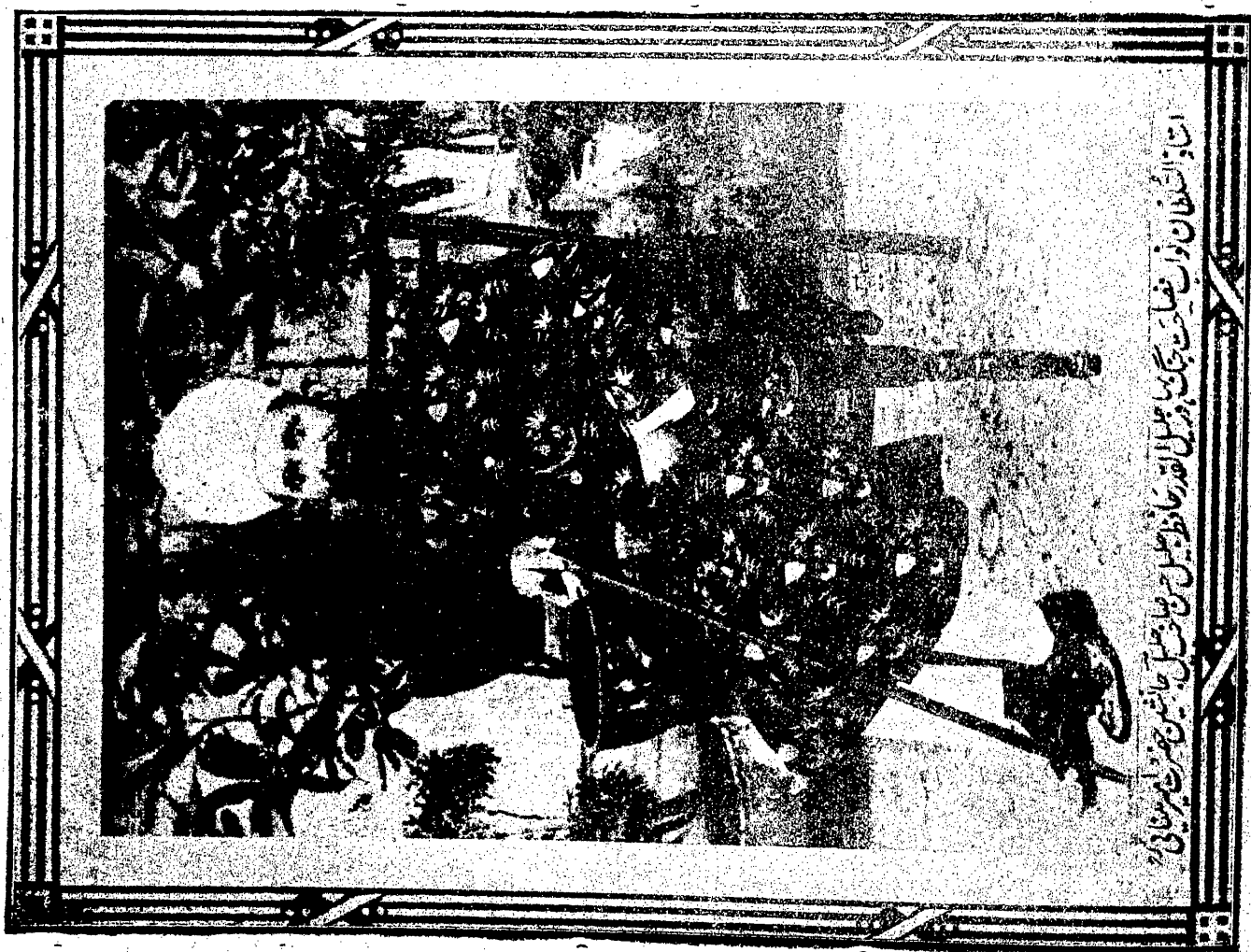
امیر پائیگاہ و صدر المہام عدالت و امور مذہبی و امور عامہ سرکار عالی

جہاں میں اس رُخِ روشن سا آفتاب نہیں مثال روئے منور کی ماہتاب نہیں
وہ کون سی ہے سعادت جو ہمرکاب نہیں وہ کون سی ہے صفت جو کہ انتخاب نہیں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نظر باہ منور ہے رُخ حسینوں کا جواب دیدۂ خوباں ہے نرگس شہلا
کوئی کسی کا مقابل ضرور نکلے گا مگر نظام دکن ہیں جہان میں یکتا

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

زر و جواہر و گنج و خزانہ دولت میں سپاہ و فوج و علم عزّ و شان و شوکت میں
بہادری میں شجاعت میں تاب و طاقت میں صواب دید میں تدبیر و رائے و حکمت میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

بہت ہے ذکر فریدوں و جم فسانوں میں اور اُن کے گنج و گہر آتے ہیں بیانوں میں
جواہرات جو یاں ہیں نہیں ہیں کانوں میں پڑے ہیں سیکڑوں ہی مہر و مہ خزانوں میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نظام مملکت و عدل و حکمرانی میں جہاں پناہی میں عالم کی پاسبانی میں
عطا میں جود میں بخشش میں زرفشانی میں کرم میں لطف و عنایت میں مہربانی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

ملازموں کی غلاموں کی دل نوازی میں غریب و مفلس و بیکس کی کارسازی میں
عطائے خلعت و جاگیر و سرفرازی میں غنائے قلب و طبیعت کی بے نیازی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نگاہ لطف میں اور بندہ پروری میں آج کرم میں رحم میں آئین سروری میں آج
سخا و بذل میں الطاف گستری میں آج ہدایتوں میں شریعت کی رہبری میں آج

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

سخن میں شعر میں انداز خوش بیانی میں زباں میں طرز سخن طبع کی روانی میں
ہنر شناسی میں جوہر کی قدردانی میں بیان علم و ادب قافیہ معانی میں

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

کوئی غلام کرے مدح بادشاہ کی کیا بڑی ہے بات مرا منہ ہے لطف دیں چھوٹا

کہاں سے لاؤں وہ الفاظ جو ہو مدح ادا دعائیں دیکے یہ مصرع پڑھو جو طرح ہوا

مرے حضور کا ثانی نہیں جواب نہیں

نظم در شان فری میسن لاج

از راجہ راجایان کشن پرشاد مہاراجہ یمین السلطنۃ شاد صدر اعظم بہادر باب حکومت سرکار عالی

فری میسن کو اخوت کی انجمن کہیے　　نہ کہیے انجمن اس کو فری میسن کہیے
فری میسن کا ہے مقصد ہر اک کی ہمدردی　　نتیجہ اس کا ہے نوع بشر میں یک جہتی
اصول اس کا غریبوں کی ہے مدد کرنا　　خلاف وضع جو ہو کام اسکو رد کرنا
جو اسکے ہیں سرگروہ ہیں وہ سب یہ مانے ہیں　　نہیں کسیکو کسی پر حسد کا وہم و قیاس
بہم ہر اکسکو محبت کی پاسداری ہے　　دلوں کے راز کی ہر اک کو رازداری ہے
ہے ایک ہیئت ملت ہر ایک کے نزدیک　　ہیں اسمیں ہندو بھی مسلم بھی پارسی بھی شریک
معزز اسکے ہیں ممبر ہر ایک صلح پسند　　خلوص دل سے ہیں حاجت روائے حاجتمند
شریک لاج ہیں ممبر ہر ایک مذہب کے　　خیال ایک ارادے بھی ایک ہیں سب کے
یہ ایک مصلح اخلاق عمدہ صحبت ہے　　بہم ہر اک سے مساوات ہے اخوت ہے
تعلق اس کا نہ مذہب سے ہے نہ ملت سے　　نہ سلطنت سے علاقہ نہ کچھ حکومت سے
سیاست اور ریاست سے اسکو کام نہیں　　نہ ہو جو دہر میں آزاد لاج نام نہیں
کمال نظم تمدن کی ایک منزل ہے　　یہ لاج حق و صداقت کی ایک محفل ہے
شریک لاج یہاں سر کرنس کیز بھی تھے　　صمیم قلب سے جو لاج کے معین ہوئے

شہ دکن نے خوشی سے ہمیشہ کو بخشا　　وہ گھر کہ پہلے سے جس میں یہ لاج قائم تھا
اور اسکے ساتھ زر نقد دیکے بیس ہزار　　شہانہ لطف و عنایات کا کیا اظہار
شہ دکن کو خدا رکھے رہتی دنیا تک　　رہے یہ سلطنت آباد تا بدور فلک
بعہد حضرت عبداللہ قطب شاہی　　بنی تھی گوشہ محل میں یہ خاص بارہ دری
اسی میں ٹھہرے تھے اورنگ زیب کے فرزند　　اسی مکان کو شہزادے نے کیا تھا پسند
ابو الحسن کی تھی شاہی نئی عمارت تھی　　وہ وقت اور تھا کچھ اور شان تھی اسکی
کیا ہے فتح دکن مغفرت مآب نے جب　　مقیم ہو گئے یہاں کی اسی میں بزم طرب
کہ وہ بھی ایک تھے فرمانروائے ملک دکن　　اسی میں فتح محل نام ہو گیا احسن
اسی مکان کو بنایا فری میسن لاج اب　　ہمیں بھی اسکی ترقی سے ہے بس اب مطلب
یہ لاج حیدرآباد دکن میں قائم ہے　　اصول اس کا مساوات ہے جو دائم ہے
ہوا زمانہ میں پیرے سبا انتظام جدید　　تو ممبروں نے پیا ساغر مئے توحید
فقیر شاد کو خلعت ملا صدارت کا　　باتفاق ارکین اس کا صدر بنا
یہ لاج حیدرآباد دکن میں یکتا ہے　　سب ایک ہو کے رہیں یہ اصول اسکا ہے

مکان لاج میں از حد تھی ان کو دلچسپی
شریک ہو کے درستی بھی اس کی فرمائی
بنام گوشہ محل ہے جو ایک بارہ دری
حضور آصف سابع سے اسکی خواہش کی

ہم ایک ہو کے رہیں باہمی اخوت ہو
ہر ایک راہرو منزل محبت ہو
لکھی ہے شاد نے یہ نظم یادگار رہے
فری میسن کا ہر ایک فرد اسکو یاد کرے

مایۂ نازِ جہاں آج ہے شاہی تیری
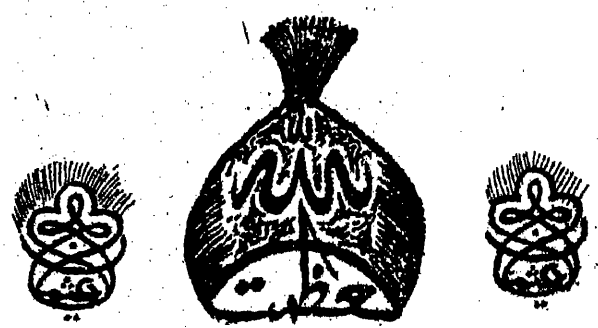
از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

مایۂ نازِ جہاں آج ہے شاہی تیری
واہ کیا شان ہے اے ظلِ الٰہی تیری

ہے یہ حیاتِ ابدی سارے زمانہ کیلئے
اک نگاہِ کرم نامتناہی تیری

کیوں مسلم نہ ہو شاہوں میں تری یکتائی
بخت و اقبال بھی دیتے ہیں گواہی تیری

کیوں نہ حصے میں ترے فتح کا میدان رہے
کہ مدد کرتی ہے تائیدِ الٰہی تیری

دشمنوں کے یہ لب زخم جگر کہتے ہیں
نیچے سے نہیں کم نیم نگاہی تیری

حکمرانی کا یہ انداز کسے آتا ہے
کشورِ دل میں بھی اے شاہ ہے شاہی تیری

یہ بھی سرکار کے قدموں کا تصدق ہے جلیل
خوش نصیبی نے رفاقت جو نباہی تیری

ولہ

انہیں سے باغِ جہاں پھولتا ہے پھلتا ہے
انہیں کے نقشِ قدم پر زمانہ چلتا ہے

یہی ہیں حامیِ دیں ظلِ حق شہِ عثماں
چراغِ ملتِ بیضا انہیں سے جلتا ہے

ولہ

ہیں کچھ عجیب آج نظارے زمین پر
جلوے ہیں لوٹ جوش کے مارے زمین پر

بزمِ شہی کی نورفشانی نہ پوچھیے
چمکے بجائے چرخ ستارے زمین پر

ہز ہائینس پرنس آف برار

در مدح والاشان شہزادہ اعظم جاہ نواب میر حمایت علیخان بہادر

و

والاشان شہزادہ معظم جاہ نواب میر شجاعت علیخان بہادر

از استاذ السلطان جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل مدظلہٗ

شہزادۂ اوّل کو حمایت ہے علیؑ کی　　شہزادۂ ثانی میں شجاعت ہے علیؑ کی
دونوں کو یہ دو وصف خداداد ملے ہیں　　صورت تو ہی عثمانؓ کی سیرت ہے علیؑ کی

از تو باقی سطوتِ دینِ مبین

از رموز بیخودی ڈاکٹر سر محمد اقبال

اے مقامت برتر از چرخ بریں　　از تو باقی سطوتِ دینِ مبیں
جلوۂ صدیق از سیمائے تو　　حافظِ ما تیغ جوشن خائے تو
از تو مارا صبح خنداں شام ہند　　استحانت مرکزِ اسلام ہند

مرتبہ محمد فاضل

دوش ملت زندہ از امروز تو	تاب این قوم کہن از سوز تو
بندگانستیم ما، تو خواجۂ	از پئے فردائے ما دیباچۂ

پیش سلطاں ایں گہر آوردہ ام
قطرۂ خون جگر آوردہ ام

شاہ عثماں کا جودِ بیحساب

از مولانا ظفر علیخاں صاحب

ابر باہنگام اپنے وقت پر آیا کرے
فصل گل کے ساتھ ساتھ آکر برس جایا کرے

جوئباروں کے کناروں پر بچھادے فرش سبز
ارغواں زاروں میں مروارید برسایا کرے

دامن صحرا میں ٹانکے موتیوں کی جھالریں
لالہ و گل سے خیابانوں کو لہکایا کرے

کوہساروں اور بیابانوں پہ برسے جھوم کر
ندیوں کا پاٹ ہر ریلے میں پھیلایا کرے

ابر کا یہ شیوۂ ایثار اچھا ہے۔ اگر
فصل کے جاتے ہی پیاسوں کو نہ ترسایا کرے

جستجو دنیا کو ہے اس ابر بے ہنگام کی
جو سقامت میں بھی ہر کھیتی پہ لہرایا کرے

اٹھ کے ہر موسم میں ہُن برسائے سب پر ایک ساتھ
ابر نیساں کو گہرباری میں شرمایا کرے

اُس کے چھینٹوں سے سوادِ قدس اگر سیراب ہو
خاک دہلی پر بھی اس کا فیض منڈلایا کرے

شیخ کے بے مایہ بٹوے کا اگر رکھے خیال
برہمن کی زر طلب مٹھی بھی گرمایا کرے

آبِ حیواں سے بھرے ساغر سرِ ناکا اگر
ساتھ ہی پونا کی گاگر کو بھی چھلکایا کرے

گر علیگڈھ اس کی فیاضی سے مالامال ہو
سر سے لیکر پاؤں تک کاشی کو بھی مایا کرے

شانتی نکیتن پہ برسے ہو کے یثرب کی گھٹا
اور مہابھارت سے موتی اپنے رُلوایا کرے
رحمتیں اللہ کی شامل ہو آصف جاہ کو
اور زباں میری گُن اس کے رات دن گایا کرے

کہ تو ہی ہند میں ملت کا افتخار ابھی

از مولانا ظفر علیخاں صاحب

دُھلا نہیں ہے گل و لالہ کا غبار ابھی
برس کچھ اور بھی اے ابر نوبہار ابھی

بدل چکا ہے بدلتا ہے اور بدلے گا
بہت سے رنگ پہ چرخ ستیزہ کار ابھی

بہار سر پہ ہے اے پنجۂ جنوں پھر کیوں
کیا نہ تو نے گریباں کو تار تار ابھی

نہیں کرشمۂ ساقی کی اس میں کچھ تقصیر
کچھ اہل بزم جو بیٹھے ہیں ہوشیار ابھی

زمانہ جس کی تجلی سے جگمگا اٹھا
ہے جلوہ ریز وہ خورشید زرنگار ابھی

محمد عربی کے جلال کا پرتو
ہے شکل غازئ اعظم سے آشکار ابھی

خدا بھی زندہ ہے اس کا کلام بھی زندہ
اساس سطوت کبریٰ ہے استوار ابھی

حیات دہر شہادت کے ساتھ ملتی ہے
فنا کی رمز بقا کی ہے۔ رازدار ابھی

دکن کے باغ میں چھائی ہوئی تھی خاموشی
سنا ہے میں نے مگر نغمۂ ہزار ابھی

یہ کہہ رہی ہے پلٹ کر نگاہِ یار ابھی
زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی

خدا کا سایہ ترے سر پہ آصف ہفتم
کہ تو ہے ہند میں ملت کا افتخار ابھی

چھپا سکی نہ زباں تیری رازِ سوز دروں
ہے جس سے سینۂ اسلام داغدار ابھی

مرتبہ محمد فاضل
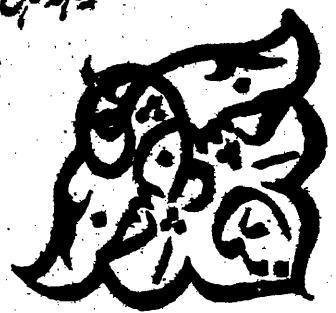
ہے یہ بھی رحمتِ پروردگارِ عالمیاں
کہ ہیں زمانہ میں تجھ جیسے تاجدار ابھی
دکن بھی دولتِ کابل کی طرح ہو آزاد
بڑھے کچھ اور بھی اسلام کا وقار ابھی

شہِ عثمان علیخاں جس پہ اک عالم ہے شیدائی

از جناب نواب قدرت نواز جنگ بہادر قدرت

چلی بادِ سحر لی سبزۂ خفتہ نے انگڑائی
پکارا کھل کے غنچوں نے بہار آئی بہار آئی

دکن کی سرزمیں نے آج ایسے گل کھلائے ہیں
کہ حیرت میں ہے عالم وجد میں ہے چرخِ مینائی

طرب افزا اُدھر مرغانِ گلشن کی نوا سنجی
چمن آرا ادھر ہے شاہدانِ گل کی رعنائی

ہوائیں خوشگوار اب علم کی چلنے لگیں ہر سو
دلِ بیمار کے حق میں ہوئی گویا مسیحائی

زبانِ حال سے ہے جامعہ عثمانیہ گویا
عروسِ علم کی دیکھے کوئی تزئین و زیبائی

یہ برکت بس اسی کی ذات سے ہے نام ہے جس کا
شہِ عثماں علیخاں جس پہ اک عالم ہے شیدائی

جو سلطانُ العلوم اُس نے لقب پایا زمانہ میں
خوشی بیحد ہوئی میری زباں پر یہ دعا آئی

الٰہی خسروِ خاور کا جب تک دور دورہ ہو
رہے قائم یہ مرکز علم کا اور شہ کی دارائی

بلند ایسا ہو قدرت مرتبہ عثمان علیخاں کا
کہ مہر و مہ بھی اس در پر رہیں وقفِ جبیں سائی

دل سے ہوتی ہیں دعائیں شہِ عثماں کیلئے

از جناب نواب اختر یار جنگ بہادر اختر

دل سے ہوتی ہیں دعائیں شہِ عثماں کیلئے
جو ہے لطف و کرم و بخشش و احساں کیلئے

مرتبہ محمد فاضل

ملک کے واسطے رحمت ہے حکومت تیری
جس طرح فصلِ بہاری چمنستاں کے لیے
گلشنِ عیش مبارک ہو ہوا خواہوں کو
دلِ بدخواہ رہے کاوشِ پنہاں کے لئے

ہو سدا گردشِ ایام نصیبِ اعدا — ساغرِ عیش کا دور آصفِ دوراں کے لئے
وصفِ سلطانِ دکن شرح کا محتاج نہیں — حاجتِ غازہ نہیں عارضِ تاباں کے لئے
جس طرح پرتوِ خورشید ہے یکساں سب پر — عام ہے فیض ترا گبر و مسلماں کے لئے

نظرِ مہر سے بن جاتے ہیں ذرّے خورشید
یہ شرف خاص ہے اخترؔ شہِ ذیشاں کے لئے

رباعیات

اخترؔ نواب اختر یار جنگ بہادر مینائی معتمد امور مذہبی سرکار عالی

اجلال و حشم تھا جو سلیماں کے لئے — سطوت بھی جو اسکندر ذیشاں کے لئے
قدرت یہ خدا کی ہے کہ ہیں اخترؔ آج — وہ سارے مراتب شہِ عثماں کے لئے

ہر دل ہے اسیر دام شاہِ عثماں — ہر سینے پہ نقش نام شاہِ عثماں
اخترؔ کا ہے کیا ذکر فلک کہتا ہے — احقر بھی ہے اک غلام شاہِ عثماں

سلطان بھی ہیں ہم پایۂ افلاک بھی ہیں — خاقان بھی ہیں ذی حکمت و ادراک بھی ہیں
اور وجد کے قابل تو یہ ہے وصف کہ شاہ — مستِ مئے حبِ شہِ لولاک بھی ہیں

فرمانِ عطا ہوتے ہیں کیا کیا جاری — ہر سمت سخاوت کا ہے دریا جاری
جود و کرم و ہمت سرکار کا ہے — ہندو عرب و روم میں سکہ جاری

سرکار کا اقبال ہو افزوں یارب
بدخواہ کا دل غم سے ہو پُرخوں یارب
وہ حُسن نظام ہو کہ سارا عالم
لیلائے حکومت کا ہو مجنوں یارب

اختر

دربارِ تاجدارِ دکن کی ایک جھلک

از جناب مولوی سید علی صاحب منظور

دیا مجھ کو ساقی نے جامِ شراب
جہانِ دل و طلعتِ نیرین
چڑھا نشۂ بادۂ ارغوان
مگر کام فی الحال اُدھر سے نہیں
مری طرح کہتے ہیں تاریخ داں
مرے ہاتھ میں ساغرِ لالہ فام
نثار اُس پہ مال و جمال و کمال
عجب شاندار اُس کا دربار ہے
اُدھر شاہ ہیں ماہ منزل وزیر
یہ خوشرو جو عہد وشِ ہے ماہ کا
بہت خوش ہیں نواب سالار جنگ
ادھر خانخاناں کا دلبند ہے
یہ ہیں حیدری اور وہ ناسکر
یہ جملہ امیرانِ ذی اعتبار
ہوا خواہِ شاہِ خردمند ہیں

ہم ہو گئے ماہتاب آفتاب
میسر مجھے حاصلِ نشاتین
کھلے مجھ پہ اسرار ہر دو جہاں
ہیں کی سنو تم یہیں میں یہیں
کہ یہ عہد ہے عہدِ امن و اماں
مرے ورد لب شاہِ عثمان کا نام
ہمایوں خصال و فریدوں شمال
ہر اک رکنِ دربار دربار ہے
اِدھر یادگارِ امیرِ کبیر
جگر بند ہے آسمان جاہ کا
جو ہیں مثلِ اجداد بے ریو و رنگ
اُدھر رائے رایاں کا فرزند ہے
عقیلِ یگاں، مہدیؔ نامور
یہ سب عہدہ دارانِ عالی وقار
اُسی کی عنایت سے خورسند ہیں

دعا گوئے شاہ و ولیعہدِ شاہ
رہیں مثلِ منظور سب خیر خواہ

ناصرِ دیں، حامیٔ قرآں توئی

از مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

(۱)
مرحبا اے راقب شرعِ متیں
مرحبا اے مالکِ فتحِ مبیں
(۲)
مرحبا اے صاحب جاہ و حشم
مرحبا اے نازشِ خیر الامم
(۳)
مرحبا اے خسروِ نازک خیال
مرحبا اے شہریارِ نیک فال
(۴)
مرحبا اے مالکِ جود و کرم
مرحبا اے حافظِ دیر و حرم
(۵)
مرحبا اے تاجدارِ نکتہ داں
مرحبا اے سرورِ اسلامیاں
(۶)
زندگی تازہ از دیدارِ تو
انبساطِ روح از گفتارِ تو
(۷)
سادگی تو چو اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم
سطوتت برتر ز شاہانِ عظام
(۸)
آستانت مرجعِ ہر خاص و عام
سجدہ گاہت درگہِ حق صبح و شام
(۹)
عدلِ تو معروف بر اہلِ عجم
بذلِ تو مذکور در صحنِ حرم
(۱۰)
زورِ بازوئے مسلماناں توئی
ناصرِ دیں حامیٔ قرآں توئی
(۱۱)
ہمت بالاتر از چرخِ بریں
اُمتِ مرحوم را حصنِ حصیں

دُرّۃ التاجِ سلاطیں ہے ہمارا سلطاں

از مولوی سید محمد سعید صاحب ندوی سعیدؔ

حکمت آموزِ سلاطیں ہے ہمارا سلطاں
رہبرِ خضرِ جہاں بیں ہے ہمارا سلطاں

اس کی اکرام سے شاداب گلستانِ دکن
واہ کیا ابرِ بہاریں ہے ہمارا سلطاں

ہوگیا ملکِ دکن نازشِ علم و حکمت
قدرداں اور ہنر بیں ہے ہمارا سلطاں

ہوگئی علم سے، بیمار رعایا، زندہ
کیا مسیحِ صحت آگیں ہے ہمارا سلطاں

جس کی عطریتِ اوصاف سے دنیا مہکی
گویا فردوس ریاحیں ہے ہمارا سلطاں

امن کو ناز ہے خود اس کی جہاں بانی پر
واہ کیا واضعِ آئیں ہے ہمارا سلطاں

اس جہاں بانی کے قرباں کہ عدالت فطرت
کیوں نہ ہو مردِ خدا بیں ہے ہمارا سلطاں

ہے وہ شاہانِ دکن میں شمعِ بزم فروز
یا کہ اک نافۂ مشکیں ہے ہمارا سلطاں

دُرِ شہوار بنا گوشِ عروسِ دولت
یا کہ اک غنچۂ پرویں ہے ہمارا سلطاں

ہوگیا رشکِ دہِ خلدِ بریں یکسر ملک
باعثِ زینتِ تزئیں ہے ہمارا سلطاں

کیوں رعایا کو نہ حاصل ہو خوشی اس کی سعیدؔ
دُرّۃ التاجِ سلاطیں ہے ہمارا سلطاں

مرتبہ محمد فاضل

بحضور شہنشاہ سخن شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از الحاج مولوی محمد عبد اللہ خاں صاحب کامل

زمیں تا سبزہ رویاند تو فیضِ آسماں باشی — زماں تا چرخ گرداند تو خورشیدِ جہاں باشی
سمندِ دہر تا تازد تو دست اندر عناں باشی — الٰہی تا جہاں باشد شہنشاہِ جہاں باشی
خدایت مہرباں و تو بعالم مہرباں باشی (آمین)

زجامِ عشق سرشارم نظر بر خویشتن دارم — ز ہر موئے ز ہر تارم سرود محفل یارم
بہ ہر حال و بہر کارم بہ مسجد یا بہ بیا زارم — نفس تا بر ہمی آرم دعا کردن بود کارم
ہمیں ورد زباں دارم کہ دائم حکمراں باشی (آمین)

بود تا عارض و کاکل بود تا شورش و غلغل — نہد تا دم بجز و کل بہ بحر زندگانی پل
بود تا جوش اندر گل رہد تا شیشۂ قلقل — کند تا زمزمہ بلبل خورد تا پیچ و خم سنبل
زند تا خندۂ خوش گل بہارِ بوستاں باشی (آمین)

بود تا نازِئی نازاں بود تا گوئے در میداں — بود تا مرغ دل پرّاں ببامِ دلکشِ جاناں
بود تا جامِ مے گرداں بود تا شورِ سرمستاں — دمد تا سبزہ و ریحاں بود تا سرو در بستاں
بباغ دہر اے سلطاں بہارِ بیخزاں باشی (آمین)

کلاہِ عزت و فغفور و خاقاں آصفِ سابع
ضیا بخشندۂ خورشید رخشاں آصفِ سابع

رقمہ محمد فاضل

بود کامل شہ فرماں روایاں آصفِ سابع
نظام الملک عثمان علیخاں آصفِ سابع
سراجِ دینِ اسلامی امیرِ مومناں باشی

تضمین

از جناب مضمون صاحب ایزدی

بپا تا جشن نوروزی بماہ فرویں باشد — درخشاں مہر را تا جا بچرخ چارمیں باشد
سخن تا نزد دانشور بہ از دُرِّ ثمیں باشد — مہ و خورشید تا رخشاں سرِ چرخِ بریں باشد
سریر آرا نظام الملک بر روئے زمیں باشد (آمین)

رسید آندم کہ در خمخانہ خم مے بجوش آید — ز وصلِ گل ہزار خستہ جاں اندر خروش آید
ندبس از باغ غلامم ایں ندا در گوشِ ہوش آید — زہر سازِ طرب ایں نغمۂ دلکش بگوش آید
مبارک عیدِ اضحیٰ بر امیر المومنیں باشد (آمین)

عطارد منشی بزم و قمر گوئی بچوگانش — قراول باشدی مریخ و جوزا منیر دربانش
ظفر یار و ہنر کار و فتوح و بخت اعوانش — خدا ناصر نبی حامی شہ مرداں نگہبانش
وقار افزوں دکن آباد و دولت بیقریں باشد (آمین)

بود تا صبحدم خور از فرازِ آسماں لامع
شہاں باشند بر حکم ہمیں عثماں علی خاضع
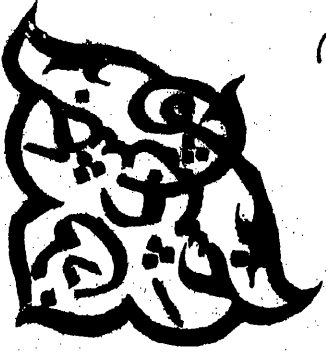
چنیں گویند بر درگاہِ حق جیل ملک خاشع

الٰہی رشتۂ عمر طویل آصف سابع

دراز از شاخ طوبیٰ محکم از حبل المتیں باشد (آمین)

ہمی خواہم زصدقِ دل من از درگاہ یزدانی
کند دستِ خدا از شر اعدایت نگہبانی

چو حضرت عمر باد و چوں سلیمانت جہانبانی
رخت چوں گل شگفتہ از نسیم لطف رحمانی

بد اندیشت پریشاں خاطر و اندوہگیں باشد (آمین)

تو بنمائی غم و درد و مشقت را ز عالم کم
کہ در دورت نباید مضطری را کن بچشم نم

زعدلت شیر نر از آہوئے مسکیں نماید رم
کفیل و چارہ فرما ہم محافظ ہم معاون ہم

تو باشی خلق را ہر دو رب العالمیں باشد (آمین)

شود تا خور عیاں صبح شبت از انظار ما پنہاں
بود تا فصل نوروزی گل اندر بوستاں پنہاں

کند از صدقِ دل مفتوں دعا در حضرتِ منان
فلک تا ہست بالائے زمیں قائم ترا عثماں

ظفر در قبضہ و ملک جہاں زیر نگیں باشد (آمین)
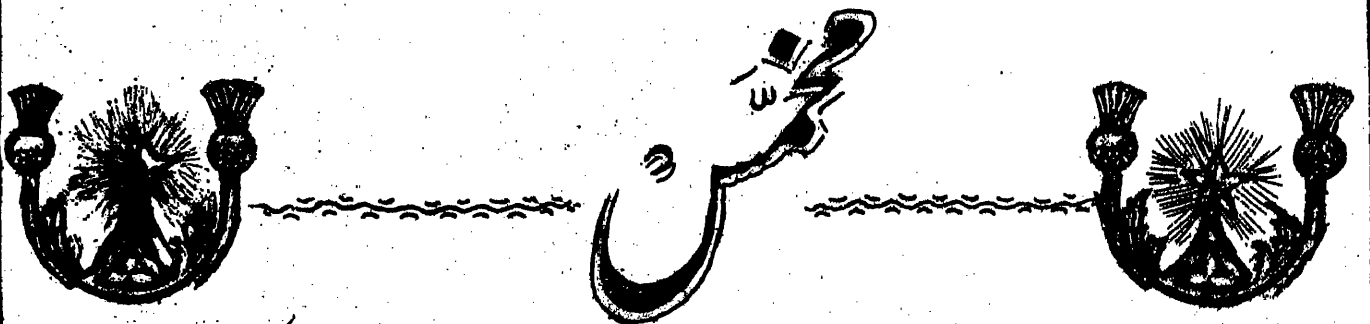
در تہنیت جلسۂ تقرری جوبلی اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم شہریارِ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از مولوی عنایت حسین صاحب وکیل اہلکار محکمۂ نظامت امور مذہبی سرکار عالی

نوازش آصفِ ہفتم کی کیا اعجاز والی ہے
تنِ بیجاں سائل ہیں کہ اس نے جان ڈالی ہے

پھلی پھولی جو گلزارِ دکن کی ڈالی ڈالی ہے
جہاں کا چپہ چپہ کب اثر سے اس کے خالی ہے

خدا رکھے بڑی فیاض یہ سرکارِ عالی ہے

مرقومہ محمد فاضل
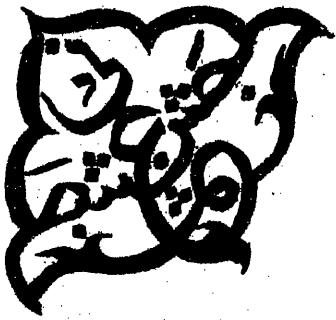
سلاطیں کے تو اکثر کارنامے ہیں سیاست کے
مگر کچھ اور ہی ہیں رنگ عثمانی حکومت کے
نہاں رہتے ہیں ان کے کام میں پہلو فراست کے
ریاست ان کو موزوں ہے یہ موزوں ہیں ریاست کے
طبیعت ان کی شاہانِ زمانہ سے نرالی ہے

رعایا کے پسند ان کے سبھی کار نمایاں ہیں — کئی ہیں رانیاں راجے جو انکے زیر فرماں ہیں
پرستاری ہیں ہر ہر مذہب و ملت کے انساں ہیں — مگر ان کے برابر حال پر ہر ایک احساں ہیں
یہ کیسی سادگی عثمان میں اللہ والی ہے

جہاں کے شہریاروں میں تو اک سے ایک بہتر ہے — کوئی ہے رشک دارا تو کوئی مثل سکندر ہے
کوئی ہے مہر تاباں تو کوئی ماہ منور ہے — مگر ان کا نہ ثانی ہے نہ ان کا کوئی ہمسر ہے
مثالوں میں صفت عثمان کی کب آنیوالی ہے

الٰہ العالمیں مبذول جب تیرا کرم ہوگا — فلک کے کنگرے پر شاہ عثماں کا علم ہوگا
مطیعِ حکم سب ہندو عرب ہوگا عجم ہوگا — ترقی پر جلال و رتبہ و جاہ و حشم ہوگا
تری ہی ذات سے نعمت یہ حاصل ہونیوالی ہے

کہیں تو جشن جمشیدی کا پیش چشم منظر ہے — کہیں زہرہ وشوں کا رقص بھی بہتر سے بہتر ہے
مسرت عید سے بڑھ کر دکن والوں کے گھر گھر ہے — یہ سلور جوبلی کی دھوم کیا اللہ اکبر ہے
سنہری جوبلی کی بھی بہار اب آنیوالی ہے

وکیل ان کو حصول مقصد و ارماں مبارک ہو — دعائے جاں نثاراں ہر گھڑی ہر آن مبارک ہو
یہ بزم عیش اعدیہ عیش کا ساماں مبارک ہو — یہ سلور جوبلی خسرو کیہاں مبارک ہو
"محی الملۃ والدین" مسلمانوں کا والی ہے

از مولوی محمد ممتاز علی مرزا صاحب قیصر دہلوی

زہے سرکار گردوں بارگاہ ہے — زور یائے سخاوت بے بہادر
کریم ابن کریم ابن کریم است — شہ عثمان علیخانِ بہادر

ان اللہ قوی عزیز

قطعات مدحیہ

بحضرت اقدس و اعلیٰ خاقان معظم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ متعالی العالی
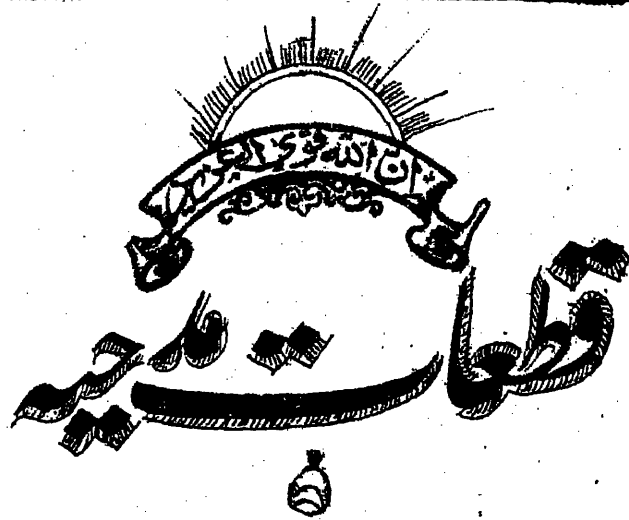
بتقریب پیش کشی سندِ اعزازی سلطان العلوم از جامعہ عثمانیہ بماہ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ بہ پیشگاہ نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

از مولوی رشید صاحب یادگیری

جامع جملہ صفاتِ حسنیٰ عثمان است | خوگرِ حضرتِ عثمانِ غنی عثمان است
بانیِ جامعۂ عثمانیہ سلطانِ دکن | عاشقِ روے رسولِ نبی عثمان است

دیگر

عندلیبِ گلستانِ سخن عثمان است | طوطیِ از شکرستانِ سخن عثمان است
شاہبازیست بمیدانِ تغزل عثماں | شیرِ غراں بہ نیستانِ سخن عثمان است

دیگر

یا الٰہی بجہاں تا خورِ تاباں باشد | در گلستانِ دکن فصلِ بہاراں باشد
عمرِ شہ از صد و سی سال زیادہ بادا | تخت و دیہیم را زینت فزا عثماں باشد

دیگر

تاج سلطان العلومی فرق سلطاں را سزد | کز تبحر شہرتے دارد باوصافِ شہاں
از اشاعت ہا علوم و حرفت و صنع و فنون | چوں خورِ خاور علم افراختہ اندر جہاں

مرتبہ محمد فاضل

در غزل گوئی سخن سنجی ندارد ہمسرے — می سراید در تغزل خسرو جادو بیاں
سرخوشِ خمخانۂ توحید عثماں آمدہ — نا بدہ درد کش و منت کشِ پیر مغاں
کحلِ حبِ مصطفےٰ عثماں کہ در چشماں کشید — دیدہ آں شد کہ دیدار حق را مستحق شد در جہاں

دیگر

سریر آرای بہ باغ عامہ امروز سلطان است — برائے ابر فیضان کرم گوہر نثاری کن
تماشا گاہ عالم گشت در گلشن برخ عثماں — تو اے بادِ بہاران نفحۂ مشکباری کن
بزیر ران شاہم رام شد یکران دورانی
الٰہی پادشہ باش بر ما فیض باری کن

رباعیات

از نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز

پُر نور ضیاء بخش جہانبانی ہے — کیا دَور عزیز دورِ عثمانی ہے
دفتر کے ہیں اوراق طبق گردوں کے — یہ مہرِ فلک بھی مُہرِ سلطانی ہے

دیگر

حکمت میں معدلت میں افضل تم ہو — دانش میں کمالات میں اکمل تم ہو
گو آصفِ سابع ہو جہاں میں لیکن — سب شاہوں کی فہرست میں اوّل تم ہو

سرزمینِ دکن و نظارۂ جشنِ سیمیں
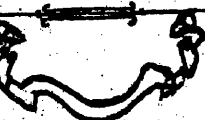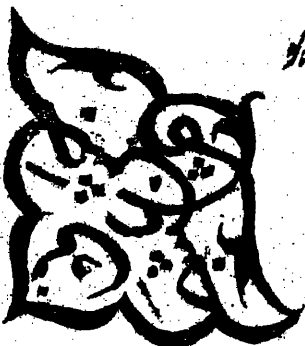
از جناب جمشید جی صاحب آفت کلیانوی (گرگنٹہ)

اے دکن اے کاروانِ رنگ و بو — اے دکن اے داستانِ رنگ و بو
اے دکن اے نازشِ علم و عمل — اے دکن اے سازشِ علم و عمل
اے دکن اے دامِ آئینِ وفا — اے دکن اے جذبۂ صدق و صفا
اے دکن اے جانِ دستورِ نیاز — اے دکن اے رنگِ تہذیبِ حجاز
اے دکن اے بے نیازِ درد و غم — اے دکن اے چارہ سازِ درد و غم
اے دکن اے بربطِ صد نغمہ بار — اے دکن اے صنعتِ پروردگار
اے دکن اے شاہدِ امن و اماں — اے دکن اے نازشِ ہندوستاں
اے کہ تو ہے نغمۂ عشرت نواز — اے کہ تو ہے محوِ تعمیرِ نیاز
اے کہ تو ہے ایک رازِ کائنات — اے کہ تو ہے تارِ سازِ کائنات
اے کہ تو شانِ عروسِ نوبہار — اے کہ تو جانِ عروسِ نوبہار
اے کہ تو ہے یادگارِ عہدِ بود — اے کہ تو ہے پاس دارِ عہدِ بود
اے کہ تو ہے اک ہجومِ انبساط — اے کہ تو ہے ایک دنیائے نشاط
اے کہ تو ہے سازِ خاموشِ سکوں — اے تو کہ ہے ایک آغوشِ سکوں

مرحبا اے "جشنِ سیمیں" مرحبا — حبذا اے "جشنِ سیمیں" حبذا
نو بہارِ عشرتِ جاوید ہے — ہم کنارِ عشرتِ جاوید ہے

ترتیبہ محمد فاضل

اے کہ تو اک انبساطِ عید ہے　　اے کہ دامانِ نشاطِ عید ہے
کیف ساماں ہے گلوں کی انجمن　　نغمہ پرور بلبلوں کی انجمن
باغ میں کلیاں تبسم ریز ہیں　　صد نشاط و انبساط انگیز ہیں
محوِ حیرت ہیں ستارے چرخ پر　　حیرتِ آئینہ ہیں شمس و قمر

ذرہ ذرہ ہے کنارِ زندگی　　پتہ پتہ ہے بہارِ زندگی
ہر طرف ہے مجمعِ وابستگاں　　ایک طوفانِ ہجومِ عاشقاں
آگئی شہ کی سواری آگئی　　آگئی بادِ بہاری آگئی
کھل گئی مخلوق کے دل کی کلی　　ہے پیامِ عید سلور جوبلی
جمع ہیں ہندو، مسلماں، پارسی　　جین، عیسائی، یہودی بدھ بھی
اتحادِ ملک و ملت دیکھنا　　دیکھنا! جوشِ عقیدت دیکھنا
آگے آگے ہے سواری شاہ کی　　پیچھے پیچھے پرنس اعظم جاہ کی
بعد شہزادہ معظم جاہ ہیں　　جلوہ گر رشکِ ضیائے ماہ ہیں
کون ملبوسِ لباسِ سادہ ہیں　　یہ بسالت جاہ مرشد زادہ ہیں
آئے وہ آئے یمین السلطنت　　با وقار و عز و شان و تمکنت
آگے پیچھے ہے سپاہِ جنگ جو　　ہے رگوں میں موجزن جس کی لہو
وہ رسالے توپ خانے آگئے　　آگئے وہ شادیانے آگئے

اے بہارِ خاندانِ آصفی　　ہو مبارک تجھ کو سلور جوبلی
تو ہے اک سرمایۂ ہندوستاں　　تیرے ہی دم سے ہے وابستہ جہاں
روز و شب تیرا بڑھے جاہ و جلال　　درجۂ معراج کو پہنچے کمال
ہو میسر تجھ کو ڈائمنڈ جوبلی
جاہ و اقبال و حیاتِ سرمدی

از جناب جمشید جی صاحب آفت کلیانوی (گرگنہ)

اے کہ تو تہذیبِ مشرق کا علمبردار ہے
اے کہ تو نقشِ جمیلِ حیدر کرار ہے

اے کہ تیرے ملک کی فردوس زا ہے سرزمیں
اے کہ ہر ذرہ میں ہے مستور دنیائے حسیں

اے کہ تیرا خامۂ معنیٰ سیاست بار ہے
اے کہ تو اک یادگارِ جرأتِ تاتار ہے

اے کہ تیری تیغ میں مستور شامِ زندگی
اے کہ تیرا عہدِ زریں ہے پیامِ زندگی

اے کہ تیرا دور ہے وابستۂ امن و اماں
اے کہ تیرا ملک ہے سرمایۂ ہندوستاں

اے کہ تیرے دم سے وابستہ نشانِ علم ہے
اے کہ تیری داستاں اک داستانِ علم ہے

اے کہ تیری سادگی لذت کشِ اسلام ہے
اے کہ تیری زندگی لذت کشِ اسلام ہے

قابلِ تقلید ہے طرزِ جہاں بانی تری
جذبۂ ذوقِ عمل تکمیلِ ذوقِ رہبری

موجزن تیری رگوں میں بادۂ حبِّ وطن
دل ہم آغوشِ نشاطِ نغمۂ سازِ کہن

تو کمالِ ارتقائے شوقِ تعمیرِ نیاز
تیری ہستی ہے مجسم ذوقِ تعمیرِ نیاز

اے خوشا اک یادگارِ عدلِ فاروقی ہے تو
بالیقیں تو بہارِ عدلِ فاروقی ہے تو

گا رہے ہیں تیری مدحت کے ترانے بحر و بر
شام کی جاذب نظر رنگینیاں ” نورِ سحر

سرزمین حیدرآباد سے خطاب

از جناب سید نظام الحق صاحب جامعی (علیگ) اڑوت

اے زمین حیدرآباد اے پناہ و جاہ قوم ۔ اے کہ شمع بزم مسلم اے چراغ راہ قوم
اے کہ تیری گود میں ہے تاجدار و شاہ قوم ۔ حامی دین متیں، عادل منش، وہ ماہ قوم
اے کہ تو مادا و ملجائے سعادت بالیقیں
اے کہ تیرا آج عالم میں کوئی ثانی نہیں

اے کہ قائم تجھ سے ذکر سطوت اسلام ہے ۔ اور روشن امت خیر البشر کا نام ہے
تیرا والی جامع القرآن کا ہمنام ہے ۔ جس سے ربط صفحہائے حکمت ایام ہے
حکمرانی میں تری گو رنگ ہے فغفور کا
حسن افزا ہے مگر وہ چہرۂ جمہور کا

اے کہ تو پشت و پناہ علم و فضل و عدل و دیں ۔ تیرے خادم مجلس اقوام میں بالا نشیں
اے کہ تیری ہر ادا دلکش متین و دلنشیں ۔ جو محاسن تجھ میں ہیں دنیا میں وہ ملتے نہیں
یاد جوئے مولیاں میں مضطرب تھا رود کی
مجھ کو تڑپاتی ہے تیری موج لے گوداوری

تیرے اعداء خلق کی نظروں میں رسوا و ذلیل ۔ تیرے عاشق بزم قدوسی میں نزد جبرئیل
تیرا آئیں عدل فاروقی کی اک روشن دلیل ۔ تیرا ایوان عدالت سب مذاہب کا کفیل
اپنے ہر اک فرد پر تیری حکومت کا عمل
بے مثال و بے نظیر و بے عدیل و بے مثل

کیوں نہ تیری ہر ادا محبوب ہو مقبول ہو ۔ کیوں نہ تیرا ذکر مجروں قلب کا معمول ہو
کیوں نہ تیرے ساکنوں کا ہر سخن معقول ہو ۔ کیوں حدیث دلبری تیری نہ یاں منقول ہو
تجھ میں وہ سب کچھ ہے جو تھا شاہجہاں آباد میں
وہ خزینے بھی ہیں پوشیدہ جو تھے بغداد میں

بات اک کہتا ہوں گو ہے اسکو نسبت دور کی ۔ تیری مٹی میں جھلک پاتا ہوں رنگ طور کی
تجھ سے قائم آج تک ناموس ہے تیمور کی ۔ جو نہ منھ سے بجھ سکے وہ شمع ہے تو نور کی

مرتبہ محمد فاضل

تو زباں کی حامی و تہذیبِ نو کی جان ہے
تیرا ہر ہندو مسلماں پر بڑا احسان ہے
تو مثالِ رنگِ زلفِ لیلئ ایام ہے — یا زمینِ مشک ہے، یا خاکِ عنبر فام ہے
یہ غلط سب تو تو مقصودِ دلِ صد کام ہے — تیری بوئے خوش مشامِ جان کا آرام ہے
چشمِ ظاہر نے تجھے دیکھا تو کیا خوبی ہوئی
دل کو آتی ہے نظر تو نور میں ڈوبی ہوئی
سرزمینِ اندلس کے قصے گو برباد ہیں — تجھ سے ہنگامے مگر مسلم کے اکثر یاد ہیں
دودمان لاتعد تیرے کرم سے شاد ہیں — کتنے انساں ہیں کہ تیرے فیض سے آباد ہیں
اے کہ تجھ سے اندمالِ زخمِ قلبِ ناصبور
اے کہ تجھ سے دیدۂ بینائے ملت میں ہے نور
گرچہ اپنی سرزمیں پر مے بھی ہے اور جام بھی — شغل بھی بیکاریاں بھی کام بھی اور نام بھی
علم بھی دولت بھی ہے آغاز بھی انجام بھی — یہ سبھی کچھ ہے بیادت ہے مگر بدنام بھی
تجھ میں جیسی دلکشی ہے اس جگہ ملتی نہیں
وائے محرومِ صبا! وہ جو کلی کھلتی نہیں
گرچہ ظاہر میں میں تجھ سے دور ہوں مہجور ہوں — تجھ میں ساکن ہو کے خدمت سے تری معذور ہوں
نشۂ الفت سے تیرے مست ہوں مخمور ہوں — دل سے تو نزدیک ہوں آنکھوں سے گو کچھ دور ہوں
آگ ہے پہلو میں میرے یا کوئی تنور ہے
میں تو اتنا جانتا ہوں کچھ یہاں مستور ہے
دیکھ لے ارضِ مقدس وقت ہے یہ کام کا — کام کے انجام کا انجام پر انعام کا
تیرے ہی سر سہرا ہے ملت کے اچھے کام کا — بول بالا کر دے دنیا میں ہمارے نام کا
مے حجازی ہو اگر مینائے نو باقی رہے
تو رہے محفل رہے، پائندہ تر ساقی رہے
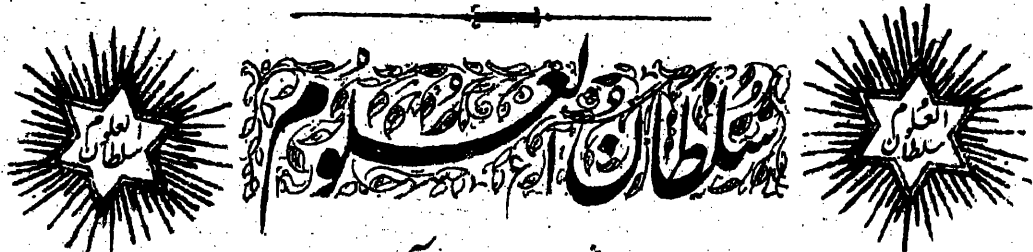
از مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی

ندائے دہر نے یہ راز افشا کر دیا آخر — کہ بیجا ناز تھا دارا و جم کا کجکلاہی پر

جنہوں نے ملک و دولت پر بنا رکھی تھی عظمت کی
زمانہ مضحکہ کرتا تھا اُن کی کم نگاہی پر
ہوا کیا گر کسی نے قصرِ عالی کی بنا ڈالی
رقم ہے کھنگی پر سقف گنبد کی سیاہی پر
مگر شاہا مبارک ہو یہ فخرِ جاوداں تم کو
کہ طرۂ علم کا تم نے سجایا تاجِ شاہی پر

از مولوی شوکت علیخاں صاحب فانی بدایونی بی اے۔ ایل ایل بی

شاہِ عثماں آصفِ سابع امیر المومنیں
سچ تو یہ ہے آبروئے ملک و ملت تجھ سے ہے

تو ہے سلطان المعانی تو ہے سلطان العلوم
علم کی زینت ادب کی قدر و قیمت تجھ سے ہے

غیرتِ بغداد و رشکِ قرطبہ ہے آج کل
وہ دکن سارے جہاں میں جسکی شہرت تجھ سے ہے

تیرے دم سے آج بھی روشن ہے حکمت کا چراغ
آج بھی آباد بزم اہلِ ہمت تجھ سے ہے

گو ہماری پستیاں دنیا میں ہیں ضرب المثل
پھر بھی اپنی پستیوں میں شانِ رفعت تجھ سے ہے

حیف اُن پر جو ترے دامن سے وابستہ نہیں
وہ مبارک قسمتیں ہیں جن کو نسبت تجھ سے ہے

کس کے دل میں درد ہے اربابِ علم و فضل کا
ملک میں اہلِ ہنر کی آج عزت تجھ سے ہے

جو ہوا ہی چاہتی تھی کل حوادث کا شکار
اُس زباں میں اب زباں بننے کی قدرت تجھ سے ہے

اللہ اللہ یہ ترا ایثار بر غمخواریاں
مختصر یہ ہے کہ آج انساں عبارت تجھ سے ہے

تو سراپا فیض ہے عالم ہے دلدادہ ترا
ایک فانی کیا زمانے کو عقیدت تجھ سے ہے

ہو ترا حامی خدا حامی ہے تو مخلوق کا
تو سلامت رہ کہ آن اپنی سلامت تجھ سے ہے

بزمِ سلور جوبلی

از صغریٰ ہمایوں مرزا صاحبہ [illegible]

بہار آئی چمن میں اب تو رنگ ہو تا اِن بدلا
ہے جشنِ نقرئی کا وہ اثر اس باغ ہستی پر
جہاں دیکھو وہاں خوشیاں جدھر دیکھو اُدھر جلسے
ہمارے ملک میں جس سمت دیکھو شادمانی ہے
دکن میں عورتیں کمزور تھیں اور جاہل و ناداں
ہوا روشن خیال ایسا دکن کا طبقۂ نسواں
بتوں کی آشنائی اسے جیسا اچھی نہیں ہرگز

فضا کچھ ایسی بدلی ہے زمیں بدلی آسماں بدلا
زمیں پر گل کھلے عشرت سے رنگِ آسماں بدلا
چمن کا رنگ بدلا بلبلوں نے آشیاں بدلا
دلوں میں آ گئی راحت کہ کلفت کا زماں بدلا
شہِ عثماں نے دی تعلیم نقشہ بیگماں بدلا
روش بدلی چلن بدلا زباں بدلی بیاں بدلا
نظر اس بت کی کیا بدلی کہ مجھ سے اک جہاں بدلا

خوشنویس محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساقی نامہ

زندہ باد شاہ عثمان

زندہ باد اقبال بلند

از مولوی سید محمد غوث الدین صاحب حسینی۔ ناظم عدالت ضلع گنجوئی

جنہیں ہے شوقِ نظارہ متاعِ دل لٹاتے ہیں … اجازت ہو تو ساقی لطفِ نظارہ اٹھاتے ہیں
خمارِ دُردِ دوشینہ بھی ہے دم لیکے جاتے ہیں … کہو یہ کون با جاہ و حشم تشریف لاتے ہیں

شہ عثمان و اعظم جاہ بہادر بے بہا دُر۔ کی
دُرِ شہوار و نیلوفر۔ معظم جاہ بہادر کی

سواری آرہی ہے دیکھنا کس شان و شوکت سے … کہ سہمے جاتے ہیں طائر فضا میں جن کی عظمت سے
عجب سناٹا سڑکوں پر پڑا رعب و جلالت سے … ہیں صف باندھے ہوئے لاکھوں جھکائے سر کو منت سے
اٹھو اے میکشو سرکارِ عالی جاہ آتے ہیں … وہ دیکھو برجِ اخلاق و کرم کے ماہ آتے ہیں
جلو میں جن کے شان و رعب و عزّ و جاہ آتے ہیں … کمر باندھے ہوئے مجرے کو دولت خواہ آتے ہیں

سلامی ہو رہی ہے فوج کی سرکار آ پہنچے
وہ آتے ہیں وہ آئے اب تو ہو ہشیار آ پہنچے

کریں مجرے ادب سے سر جھکائے سارے درباری … رعایا ایک طرف ہو ایک جانب فوجِ سرکاری
برائے نذر وہ جائیں ادب سے جن کی ہو باری … ہو سایہ خسروِ عادل صفت پر رحمتِ باری

بہت شہرت سُنی ہے اس سکندر بخت سرور کی
کریں ہم بھی ثنا خوانی شہِ انصاف پرور کی

دُرِ بحرِ کرامت معدنِ جود و سخا تم ہو … گلِ باغِ لیاقت رونقِ بزمِ عطا تم ہو
مراتب میں کہیں جمشید و دارا سے سوا تم ہو … مریضِ مبتلائے دردِ بیجد کی دوا تم ہو

اسی دستِ کرم سے اہلِ دنیا فیض پاتے ہیں
اسی نقشِ قدم پر سینکڑوں آنکھیں بچھاتے ہیں

مرتبہ محمد فاضل

نہیں علم و کمال و حلم میں جن کا کوئی ثانی
حیس کرتے ہیں جس سرکار کی گہوارہ جنبانی
ہے جس کی ذات میں کامل صفت ظلِ جہانبانی
تمامی اہلِ دنیا کرتے ہیں جس کی ثناخوانی

وہ اہلِ فیض نخلِ باردارِ گلستاں تم ہو
کرم پرور، رحیم و عدل گستر مہرباں تم ہو

ضیائے آفتابِ آسمانِ علم و جودت ہو طبیعت نیک، عادت نیک، خصلت نیک نیت ہو
نسیم گلشن اعزاز و شوکت جاہ و عشمت ہو بہارِ بیخزاں رنگِ چمن بارانِ رحمت ہو
غریبوں کے چمن آرائے باغِ زندگانی ہو
تمھیں چاہِ کرم آبِ حیاتِ جاودانی ہو

ترے دستِ کرم سے ابرِ نیساں کو کہاں نسبت ضیائے مہر سے ماہِ درخشاں کو کہاں نسبت
نگینِ لطف سے لعل بدخشاں کو کہاں نسبت شعاعِ خلق سے خورشیدِ تاباں کو کہاں نسبت
کہاں تشبیہ دل شفاف سے آئینہ کو ہوگی
کہاں نسبت سریرِ علم سے گنجینہ کو ہوگی

شفقت لطف بندہ پروری عادت تمھاری ہے ہر اک سائل کی سننا التجا خصلت تمھاری ہے
اٹھانا فرشیوں کو خاک سے ہمت تمھاری ہے بنانا ذرہ کو خورشید یہ نیت تمھاری ہے
زمانہ میں اسی داد و دہش سے نام بھی ہوگا
ہے جس کی ابتدا اچھی تو خوب انجام بھی ہوگا

الٰہی جب تلک دنیا میں ہوں شمس و قمر قائم ہوں جب تک عالمِ ایجاد میں شام و سحر قائم
رہیں جب تک زمین و آسماں دیوار و در قائم رہیں جب تک چمن میں پھول دریا میں گہر قائم
الٰہی رکھ انہیں قائم فزوں کر جاہ و حشمت کو
سلامت رکھ مرے ممدوح کے اقبال و دولت کو

کھلائے پھول گلشن میں نسیم صبحدم جب تک گھٹا چھائی رہے برسا کرے ابرِ کرم جب تک
گل و بلبل رہیں شاداں گلستاں میں بہم جب تک صبا لیجائے بوئے گل چمن سے دمبدم جب تک
گلِ امید کو دائم تر و تازہ کھلا رکھنا
مرے ممدوح کا یارب چمن پھولا پھلا رکھنا

رہیں خوش دوست، دشمن کی الٰہی پائمالی ہو
گلستانِ جہاں میں بارور اس گل کی ڈالی ہو

میسر بندہ پرور کو مرے فرخندہ حالی ہو
مراتب ان کے اعلیٰ ہوں جہاں میں شان عالی ہو
ہو شہرت باغ عالم میں کرم مہر و مروت کی
فزوں ہو برقِ تاباں سے چمک حسن لیاقت کی

جہاں میں بول بالا ہو ہمیشہ میرے سرور کا — الٰہی میر عثمان علیخاں بندہ پرور کا
عطا عمر مسیحا ہو نصیبہ ہو سکندر کا — رہے سایہ ابابکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و حیدرؓ کا

فزوں کیونکر نہ ہو نوشیرواں سے عدل عثمانی
ارے غافل یہ ظل اللہ ہے یہ ظل سبحانی

قطعۂ تاریخ

از مولانا ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب خیر

ہے خوشی مالک کی جو وہ ملک کی بھی ہے خوشی
ملک ہے وقفِ مسرت آج کیسا، دیکھنا!
خیر سے پوچھا رعایا نے سن ہجری ہے جب
جشن ہو تجھکو مبارک اے رعایا۔ کہہ دیا
۱۳۵۴ھ

قطعۂ تاریخ

از مولانا ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب خیر

وحش اللہ یہ خوشی یہ انبساط و ابتہاج
ہے دکن کے ذرہ ذرہ سے مسرت جلوہ گر
جشن کی تاریخ تو بھی خیر ہو کر با ادب
آصفِ سابع مبارک جشن تجھکو۔ عرض کر
۱۳۵۴ھ

دعا

از مولانا سیفی حیدر آبادی

بتائے بوئے عنبر بیز جب تک سمت بستاں کو — نشانِ بے نشاں جب تک کہیں مہر درخشاں کو
پسند آتی رہے ہے۔ حمد و ثنا جب تک سخنداں کو — منور نام پاک حق سے جب تک پائیں عنواں کو
خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخاں کو (آمین)

معزز ہیں اسی شاہِ معظم کی بدولت ہم — زمانہ بھر میں ہیں مشہور اہل بخت و قسمت ہم
نظر آتے ہیں۔ دنیا کو مجسم عیش و راحت ہم — کہ سو نازوں سے کرتے ہیں حکومت پر حکومت ہم
خدا رکھے سلامت میر عثمانِ علیخاں کو (آمین)

ہمارے حضرتِ اعلیٰ بھی کن وصفوں کے مظہر ہیں — بہارِ گلشن جود و خدیو فیض پرور ہیں
ضیاءِ آفتاب معدلت ہیں رحم گستر ہیں — مددگار فقرا ہیں نبیؐ ہیں ظلِ داور ہیں
خدا رکھے سلامت میر عثمانِ علیخاں کو (آمین)

ارادے میں مصمم ہیں شجاعت اس کو کہتے ہیں
رعایا شاد ہے دل سے۔ عدالت اس کو کہتے ہیں
مشاہیر جہاں ہیں جمع دولت اس کو کہتے ہیں
ہیں یکدل مسلم و ہندو حکومت اس کو کہتے ہیں

مرتبہ محمد فاضل

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

عدالت سے محبت ہے اراکینِ عدالت کو
فروغ مہر حاصل ہے براہینِ وکالت کو
کوئی دیکھے دکن میں آکے آئینِ اطاعت کو
کہ سر آنکھوں پہ رکھتے ہیں فرامین سیاست کو

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

ہنرور یاں ہنر کی داد اور انعام لیتے ہیں | دیانت سے حکومت کے مزے حکام لیتے ہیں
مسرت سے ستم دیدہ بھی شہ کا نام لیتے ہیں | کہ اس اک نام سے دو سو طرح کے کام لیتے ہیں

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

جراحت کی جگہ راحت نے لی ہے عیش نے غم کی | سنا ہے نام اور صورت نہیں دیکھی ہے مرہم کی
سیاست کی روش تصویر ہے دامانِ مریم کی | یہ ساری برکتیں ہیں شاہ آصفجاہ کے دم کی

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

صداقت کا زمانہ ہے نہیں ہے لن ترانی کا | محافظ بن گیا ہے عدل بابِ بدگمانی کا
ثنا خواں کیوں نہ اک عالم ہو علمی قدردانی کا | یہ وصف امتیازی ہے نظامی حکمرانی کا

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین)

گلِ مقصود سے اپنا بھرا پاتے ہیں دامن ہم | گلستانِ خوش اقبالی میں رکھتے ہیں نشیمن ہم
شعاعِ کوکبِ اقبال سے سیفی ہیں روشن ہم | کہ صبح و شام کر لیتے ہیں اپنے شہ کا درشن ہم

خدا رکھے سلامت میر عثمان علیخان کو (آمین ثم آمین)

قطعہ تاریخ

از جناب غلام دستگیر خان صاحب یکتا قائمقانی

دکن کا چپہ چپہ رشکِ جنت بن گیا اب تو
سنائے نغمہ ہائے جوبلی ہر بلبلِ خوش گو
کہا اک مصرعۂ تاریخ یکتا سال شمسی میں
مبارک شاہِ پاک اوصاف کو یہ جشن سیمیں ہو
۱۳ ف ۴۵

نیست چوں شاہِ دکن سلطان دگیر بر زمیں

از مولوی سید ضیاء الدین صاحب عالی

خلق پرور معدلت گستر ظلِ رب العالمیں | نیست چوں شاہ دکن سلطان دگیر بر زمیں
دُرّة التاج سلاطیں رائج ہر علم و فن | فخرِ شاہانِ زمن زینت دہِ تاج و نگیں
خسرو دوراں رفیع المنزلت گردوں سریر | میر عثمان علیخان آفتاب داد و دیں
الحشر دارا لواو آں خسرو جم مرتبت | بر سر تو باد ظلِ نقش ختم المرسلیں
بارک اللہ با ہزاروں انبساط و خرمی | سال بست و پنج شد از فضل رب العالمیں
ایں دعائے جان نثاران دکن یارب قبول | زندہ باد تا صد و سی سال شاہ مسلمیں

زد رقم سال شمسی ۔ عالی فرمان پذیر
جشن سیمیں شہ عثمان امیر مومنیں
۱۳۴۶ ع ۱۹

قطعہ تاریخ

از جناب غلام دستگیر خان صاحب یکتا قائمقانی

اگر کھینچوں میں سلور جوبلی شاہ کا نقشا
اترا آئیں ابھی فردوس سے حوران گلچرا
کہو تاریخ تم اک اور یکتا سال فصلی میں
مبارک شاہ کو یہ جشن سیمیں انبساط افزا
۱ ۳ ف ۴ ۵

مرتبہ محمد فاضل

از مولوی محمد حبیب اللہ صاحب وفاؔ۔ پی۔ ڈی۔ ایچ۔

افق پر چرخ کے جب تک طلوعِ مہر رخشاں ہو — ضیائے مہر سے تا کسب نورِ ماہِ تاباں ہو
جہاں مشعل سے مہر و مہ کے تا بزمِ چراغاں ہو — جہاں ہو اور جہانباں میر عثمان علیخاں ہو

اُسی کے نام سے سکہ کو خطبہ کو بھی وقعت ہو
اُسی کے سر سے تاجِ خسروی کو زیب و زینت ہو

جہاں ہو تا جہاں گیری جہاں میں عزمِ شاہاں ہو — مہیا جنگ کا دنیا میں جب تک ساز و ساماں ہو
پہلوانی میں جب تک شہرتِ سام و نریماں ہو — ارادوں پر اولوالعزموں کے جب تک فتح قرباں ہو

تری شمشیر ہو اور اُس کا جوہر فتح و نصرت ہو
جہاں گیری کا اُس کی ہر طرف چرچا ہو شہرت ہو

امامت کا علیؑ کی معتقد تا ہر مسلماں ہو — ولایت کا علیؑ کی دہر میں جبتک کہ فیضاں ہو
شجاعت کے لئے جب تک کہ نام شاہِ مرداں ہو — ارادوں پر اُولوالعزموں کے جبتک فتح قرباں ہو

تری تیغِ دو پیکر ہو دلوں میں اس کی ہیبت ہو
عدو کا دل دو پارہ ہو کچھ اس کی ایسی دہشت ہو

بخارِ ارض سے جب تک نمودِ ابرِ باراں ہو — صدف میں باعثِ تکوینِ گوہر ابرِ نیساں ہو
مرصع گوہرِ رخشاں سے جب تک تاجِ شاہاں ہو — جہاں میں تاجِ شاہاں باعثِ صد عظمت و شاں ہو

ترے اکلیلِ شاہی میں کہ برتر اس کی عظمت ہو
وہ گوہر ہوں کہ اُن میں آب و تابِ سرمدیت ہو

رعیت کا ہو جب تک نام جب تک نام سلطاں ہو — سلاطینِ جہاں کی تا رعیت زیرِ فرماں ہو
زباں پر تا بیانِ خاتمِ دستِ سلیماں ہو — درفشِ کاویانی تا ظفر آرائے گیہاں ہو

تو حاکم ہو تری محکوم سب دنیا کی خلقت ہو
حکومت کا پھریرا لہلہاتا۔ تا قیامت ہو

حسینانِ جہاں کی زلف جبتک عنبر افشاں ہو — اور ان غنچہ دہانوں کا دہن جبتک کہ خنداں ہو
لبِ گلرنگ اُن کا غیرتِ لعلِ بدخشاں ہو — اور اُن کا روئے رنگیں باعثِ رشکِ گلستاں ہو

بڑے اجلال تیرا روز افزوں تیری شوکت ہو — جہاں پر تا قیامت تیرے سر تا سر حکومت ہو

بڑھے اجلال تیرا اور افزوں تیری شوکت ہو
جہاں میں تا قیامت تیرے سرتاسر حکومت ہو
چمن ہو تا چمن میں مرغ خوش الحاں غزلخواں ہو
بہار باغ ہو تا باغ میں عشرت کا ساماں ہو
بھرا گلہائے گوناگوں سے تا گلچیں کا داماں ہو
نشیمن قمریوں کا سرو رعنائے گلستاں ہو
گل امید خنداں ہو ترا تجھ کو مسرت ہو
ترے باغ تمنا پر دُر افشاں ابر رحمت ہو
فریدوں کے لئے عزت جو تیرا زیر فرماں ہو
سکندر کے لئے عظمت جو تیرے در کا درباں ہو
ہو کسریٰ کے لئے وقعت جو ہمسلک غلاماں ہو
غلامی سے تری حاصل کمال عزت و شاں ہو
تو آصف ہے سلیماں کے برابر تیری شوکت ہو
دعا یہ ہے ابد سے ہم نفس تیری ریاست ہو
ترے اجلال و حشمت کی نہ کوئی حد پایاں ہو
ترقی پر تری شوکت ہو برتر عظمت و شاں ہو
سنین عمر میں تیرے ترقی فراواں ہو
حوادث سے زمانے کے خدا تیرا نگہباں ہو
ہمیشہ اولیاء اللہ کی تجھ پر عنایت ہو
وفا کی ہے دعا تجھ کو محمد کی حمایت ہو

(قطعۂ تاریخ)

از جناب مولوی محمد یوسف صاحب نفیس پھلواری

شور ہے ہر سو مبارکباد کا
ظل یزداں کی ہے سلور جوبلی
کیوں نہ ہو فرق ہما صدقے نفیس
شاہ عثماں کی ہے سلور جوبلی
۱۳۵۴ھ

قطعۂ تاریخ

از جناب حاجی مولوی سید ولایت علی صاحب وفا کرنولی

مبارک جشن سیمیں شاہ عثماں ظل سبحانی
طفیل سرور عالم بحق شیر یزدانی
وفا تاریخ آمد از ندائے ہاتف غیبی
نوید زندگی "دار و ہمایوں جشن عثمانی"
۱۳۴۵ف

نذر سیمیں

از جناب حاجی مولوی محمد جہانگیر صاحب مجید آغائی ابوالعلائی

بہار آئی ہے گلزار دکن میں جانفزا بنکر
کھلے ہیں غنچۂ مقصد طلسم مدعا بن کر
نسیم عیش چلتی ہے نوید دلکشا بن کر
ثنا گستر ہے بلبل مطرب رنگیں نوا بن کر
مئے عشرت سے ہر اک ساغر گل آج رنگیں ہے
مہیا عیش کے ساماں ہیں لاکھوں "جشن سیمیں" ہے
ہی خواہان دولت مست صہبائے ولا نکلے
پرستاران "آصف" واقف رسم وفا نکلے

ہوائے جاں نثاری ہیں بحسب مدعا نکلے
ندیم حق شناس و بندۂ فرض آشنا نکلے
خلوص دل سے کیا کیا "جشن سیمیں" سب مناتے ہیں
جہاں آنکھیں بچھانی ہیں وہاں آنکھیں بچھاتے ہیں

خدا دلشاد رکھے میر عثمان علیخاں کو | خدا آباد رکھے خسرو جمشید ساماں کو
نظام الملک ظل اللہ آصف جاہ دوراں کو | امیر المومنین و تاجدار تاجداراں کو

"الہٰی تا جہاں باشد شہنشاہ جہاں باشی
خدایت مہرباں و تو بعالم مہرباں باشی" (آمین)

کہاں ہو ایسی آرائش کسی کے باغ عشرت میں | ہوئی ہے چار سو جو آئینہ بندی ریاست میں
نمایاں کام جو ہوتے ہیں لاکھوں پائے ثبت میں | ہوئے پچیس سالہ شاہ کے دور حکومت میں

رعایا شاد ہے فیض شہ انصاف پرور سے
بنے ہیں بند بڑھ کر اور بھی عثمان ساگر سے

بنا عہد ہمایوں ہیں ہوئی باب حکومت کی | بدل دی شکل برقی روشنی نے بڑھ کے ظلمت کی
کہیں مدحت سیاست کی کہیں شہرت عدالت کی | کہیں صنعت کا چرچا ہے کہیں ہے دھوم حرفت کی

ترقی پر کہاں ایسا تھا تعمیرات کا عالم
کہ ہے زرپاشیوں سے شاہ کی برسات کا عالم

سپہ سالار اعظم سے ہوئی ہے فوج لاثانی | ملی طیاروں کو پرواز طبع ظل سبحانی
ہوئی واپس رہزیلوے کی زہے اقبال عثمانی | مبارک ہے ہمایوں ہے یہ انداز جہانبانی

سبب راحت کا بنجاتی ہے جو صورت نکلتی ہے
کہیں بس دوڑتی ہے اور کسی جا ریل چلتی ہے

قیام جامعہ شہ کا وہ علمی کارنامہ ہے | جہاں فضل و ہنر کا علم کا دریا اُبلتا ہے
طبیعت نکتہ سنج و نکتہ بین و نکتہ آرا ہے | شہنشاہ سخن کی شاعری کا چرچا ہے

نظیری کی بلندی کیف حافظ، زور عرفی کا
زباں صائب کی، خسرو کا اثر، انداز جامی کا

وہ شاہنشاہ جن کا عہد عہد کامرانی ہے | وہ شاہنشاہ جن کا لطف لطف زندگانی ہے
وہ شاہنشاہ جن سے شہرت معجز بیانی ہے | وہ شاہنشاہ جن سے شان اقلیم معانی ہے

عروس مدح رقصاں ہے یہاں ناز آفریں بنکر
سپہر شاعری نازاں ہے قسمت پر زمیں بنکر
وہ شاہنشاہ جن کے لطف کا گرویدہ عالم ہے
کرم جن کا دل مجروح ناکامی کا مرہم ہے

مرتبہ محمد فاضل

عطا و بذل و احساں سے سر ہر تاجور خم ہے
خدا رکھے سلامت چار سو یہ شور پیہم ہے
اُدھر وارفتہ اہلِ دل اُدھر شیدا نمازی ہیں
دعا گو شاہ کے سارے عراقی ہیں حجازی ہیں
الٰہی خضر کی ہو عمر آصف جاہ دوراں کی ۔ کہ ہے شان و تجمل سے عیاں شوکت سلیماں کی
مجید اپنی دعا ہے آرزو ہندو مسلماں کی ۔ رہے قائم ریاست تا ابد عثمان علیخاں کی

معظم جاہ و اعظم جاہ پر ہو شاہ کا سایہ
مکرم جاہ کے سر پر ہو اعظم جاہ کا سایہ (آمین)

ہو مبارک ظلِّ داور جوبلی

(اردو)

از جناب مولوی سید ضیاء الدین صاحب عالی

ہو مبارک ظلِّ داور جو.بلی ۔ کامراں ہے یہ سراسر جوبلی
اک جہاں کو حسنِ دل آویز سے ۔ آج کرے گی مسخر جو.بلی
ذاتِ شاہانہ سے ہے اس کا فروغ ۔ ہو بلند اختر نہ کیونکر جو.بلی
جاں نثاروں کی یہی ہے آرزو ۔ دل میں آنکھوں میں کرے گھر جو.بلی
بنگئی ہے دشمنِ شہ کے لئے ۔ تیر و نشتر تیغ و خنجر جو.بلی
سارے عالم میں یگانہ ہو گئی ۔ شاہِ عثماں کی فلک فر جوبلی
فرقِ شہ پر آج کرنے کو نثار ۔ بحر و کاں دیتے ہیں گوہر جوبلی
آصفِ سابع ہیں دارا منزلت ۔ اور نصیبے کی سکندر جو.بلی
شاہِ عثماں پر رہے ظلِّ آلہ ۔ نیک ہو بہرہ بہبر جوبلی
دیکھکر دلشاد آصف جاہ کو ۔ ہو گئی جامے سے باہر جوبلی
صولت و جبروت سلطانِ دکن ۔ دیکھتی ہے ہو کے ششدر جوبلی
زندہ باد اے فخرِ شاہانِ جہاں ۔ حق دکھائے تم کو دیگر جو.بلی

دیگر
فخرِ دارا آصفِ ہفتم مبارک سیمیں جوبلی
(فارسی)

(۱)
اے سکندر بخت سلطان فریدوں منزلت
فخرِ دارا آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

(۲)
ظلِّ سبحانی نظام الملک سلطان العلوم
فر ریحان آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

(۳)
سیمیں دوراں سکندر شوکت سیرت ناپیکرہ
شہ دارا آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

(۴)
میر عثمان علیخاں خسروِ عالم پناہ
عدل پیرا آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

(۵)
گفت عالی مصرعِ تاریخ جشنِ نقرئی
شاہِ والا آصفِ ہفتم مبارک جوبلی

۱۳۵۴ ھ

دُر فشاں تاریخ عالی عرض کر
خسروِ عالی کی سلور جو.بلی
۱۳۵۴ ھ

مرتبہ محمد فاضل

قند پارس
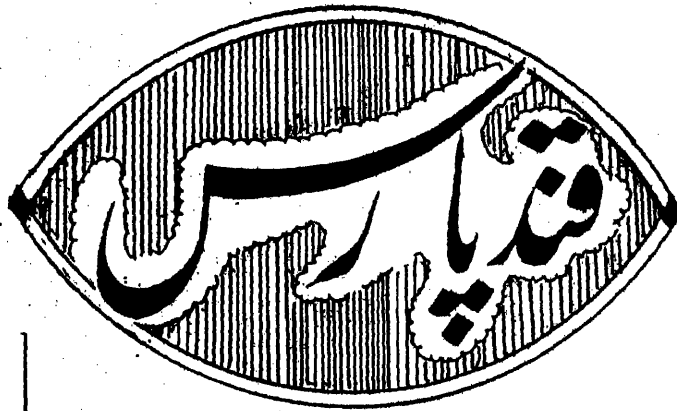
از الحاج مولوی قاضی نیر الدین صاحب قاضی اہلکار عدالت العالیہ

اے گوشہ نشین گوشۂ دل ۔۔۔ اے راحتِ جان و دردِ بسمل
للہ نگہے بحالِ زارے ۔۔۔ تا کے مرضِ طپیدنِ دل
بینیم بسوئے چرخ اخضر ۔۔۔ چوں تشنہ لبانِ بحر کاہل
با شیم نجاکدان، بہ بندش ۔۔۔ مانند درخت ہائے در گل
در قیدِ عناصرِ مخالف ۔۔۔ بینیم طراز کلکِ عاقل
واضح شد و آشکار آمد ۔۔۔ ایمان ز عقدہ انامل
صد نغمہ رسد ز رودِ موسیٰ ۔۔۔ استادہ فغاں کنیم برتل
گمراہ کن است دعوئے ما ۔۔۔ مغرور کند خیالِ باطل
اے شوقِ وصال دور می شو ۔۔۔ شد پردہ بروئے یار حائل
داری ز فیوضِ دستِ قدرت ۔۔۔ صد کاسہ بدستِ خویش و سائل
گیرند شہانِ ملکِ تقویٰ ۔۔۔ از ملکِ نیاز خود محاصل
ارباب عدالت و مروت ۔۔۔ دارند ز عیش و عمر حاصل
بے راہی عقل فیصلہ کن ۔۔۔ امید مروت از اراذل
ہرگز نہ دہند ابلہاں را ۔۔۔ دیوانی خویشتن افاضل
رنجے نہ بریم از حوادث ۔۔۔ دانیم حکیم ہست فاعل
پیکاں بہ جگر گسستہ داریم ۔۔۔ وز تیرِ نظر شدیم بسمل
اربابِ نظر، منِ حزیں را ۔۔۔ گویند کہ جوہریست قابل
شد کحلِ بصیرتِ عزیزاں ۔۔۔ شغلے کہ نمودہ است شاغل

قطعات تاریخ

خیر سا ز مولنا ابو الخیر محمد خیر اللہ صاحب
سنوسی القادری (ورنگل)

جشنِ نظامی

۱۳۵۴ھ

صدقہ تیرے پیارے نبی کا صلی اللہ
جشنِ سیمیں دیکھ لیا ہے اے مولا

ایک تمنا اور ہے دل میں اسے بر لا
جشنِ زرینِ عثمانی اب دکھلا

۱۳۵۴ھ

جوبلی راز مزمہ ہا، لطف ہا
از رہِ اخلاص تو، ہر جا شنو

خیر اگر پرسد کسے تاریخ را
"جشنِ سلورِ آصفِ ہفتم" بگو

۱۳۴۵ف

سلور جوبلی کی یہ خوشی
تجھکو مبارک آصف جاہ

ہے یہہ دعائیہ تاریخ
یا عثمان یا شاہنشاہ

۱۳۴۵ف

نوٹ۔ عثمان اور شہنشاہ کے عدد مساوی ہیں اس مناسبت سے[۴]

[۴] ہمارا عثمان شاہ نہیں شاہنشاہ ہے کیونکہ قدرت نے خود یہ ترکیب و بندش ایسی پنہاں رکھی ہے

قطعۂ تاریخ

از مولوی محمد شبیر بادشاہ صاحب قادری ملتانی جاگیردار

کیا خجستہ کیا ہمایوں کیا سعید
شہ کی ہے الحمد للہ جوبلی
فضل مولا سے کہو تم سال
ہے مبارک شاہ ذیجاہ جوبلی

۱۳۵۴ھ

نگر بروئے تاب شاغل
چوں مہر منیر و بدر کامل
در باغ برنگ گل بہ باشی
تا نالہ شود نالۂ عنادل
در راغ سکوت اہل باطن
در گنج خزینہ ہائے باذل
شد مظہر جلوۂ جلالش
شمشیر جفا و دست قاتل
پیدا است ببین بچشم باطن
در حسن عمل کمال عامل
پالان نہ کشد اسد ز تندی
دارد شترے بہ پشت محمل
چوں قطرۂ بحر ناپدید است
علم علماء و جہل جاہل
راحت نہ شود بغیر سختی
ہر طبع کہ بر جفاست مائل
جاں دادہ گرفتہ ایم اے جاں
در د تو نمی کنیم زائل
از فرط محبت و تعشق
بابار گراں شدیم حامل
ارباب فضائل و مکارم
برخواست نمودہ اند محفل
از نعمت باری است قاضی
آسایش قلب مرد عادل

قطعۂ تاریخ درہنیات

از مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

شہ ملک دکن شاہو نہیں کچھ تاریخ ہے
الٰہی رکھ سلامت میر عثمان علیخاں کو
تو گن کرہنیات تا سال اضافی عرض کر لائق
کرے اور مبارک جشن سیمیں شاہ عثمان کو

۱۳۴۵ ف

از ابو الفضل مولوی سید محمود صاحب قادری بی اے۔ ایل ایل بی (عثمانیہ)

اے امیر مسلمیں اے خوشخصال
بے عدیل و بے نظیر و بے مثال
ہمت تو ہمچو کوہ است استوار
عزم تو عزمے کہ دایم پائیدار
زینت ملک دکن از ذات تو
رونق ایں انجمن از ذات تو
دست تو با دل نمی باشد چرا
نظم تو کامل نمی باشد چرا
در تنے داری دل درد آشنا
صافی و روشن مثال آئینہ
ذہن تو بیدار ہمچو ساعتے
روز و شب اندر کشاد مشکلے

توسکوں راچوں اجل پنداشتی — زندگانی در عمل دریافتی

خدمتِ مخلوق رابستی کمر — ہست آرام جہاں پیشِ نظر

رازِ قدرِ تو مرا معلوم شد — ہرکہ خدمت کرد او مخدوم شد (روحی)

تو زرمزِ زندگانی آگہی — از طریقِ حکمرانی آگہی

زندہ کردی چوں مسیحا علم و فن — در حدودِ حیدر آباد دکن

جامعہ عثمانیہ آں درسگاہ — یادگارِ جشنِ تختِ کجکلاہ

یاکہ شمعِ علم روشن در دکن — مستنیر از وے ہمہ اہلِ زمن

چشمۂ فیض است بہرِ تشنگاں — آبِ حیوانست یا بہرِ جہاں

یا نشانِ عہدِ مسعودِ ترا — یادگارِ دورِ محمودِ ترا

ایں کلامِ واقعی نے شاعری — در بیانم نیست سحرِ سامری

لطفِ تو بر جامعہ موقوف نیست — چوں خمیرے کارِ تو مجذوف نیست

از نوال و بذل تو اندر دکن — ہمچناں فصلِ بہاری در دکن

تو دکن راچوں عروسے ساختی — قدر در چشمِ جہاں افراشتی

زندہ باد اے شاہِ عثماں زندہ باد

عمرِ تو اقبالِ تو پایندہ باد

(آمین)

قطعۂ تاریخ سلور جوبلی مبارک

(فارسی)

از جناب حاجی مولوی شیخ احمد علی صاحب شاب بمبئی

سنہ میسر شاہ را ایں جشنِ سلور جوبلی

از طفیل مصطفےٰ ایں جشنِ سلور جوبلی

شاب تاریخش بگو قربانِ فکرِ تو شوم

رسمِ اربابِ وفا ایں جشنِ سلور جوبلی

۱۳۵۴ ہجری

قطعۂ تاریخ سلور جوبلی مبارک

(اردو)

از حاجی شیخ احمد علی صاحب شاب (بمبئی)

شاہِ عثمان ملک کو محبوب ہے

ملک طالب اور وہ مطلوب ہے

شاب حصہ ہوگئی تاریخ یہ

جشنِ سلور جوبلی کیا خوب ہے

۱۳۵۴ھ

جشنِ عثمانی

از

جناب مولوی محمد علیخاں صاحب قیصر حیدر آبادی
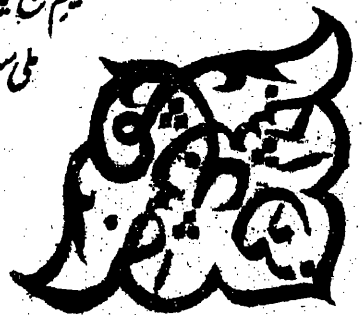
نسیمِ صبح یہ پیغامِ عیشِ جانفزا لائی — مبارک ہو مبارک ہو گھٹا چھائی بہار آئی

ملی سبزہ کو بیداری عروسِ گل کو رعنائی — زباں سوسن نے پائی دیدۂ نرگس نے بینائی

زمیں کا ذرہ ذرہ آج محوِ خود پرستی ہے

چمن کا پتہ پتہ زیرِ بارِ رنگِ ہستی ہے

صبا اٹکھیلیاں کرتی ہوئی پھرتی ہے گلشن میں
چھپا کر لائی ہے دنیائے نکہت اپنے دامن میں
بپا ہے بزمِ عشرت عندلیبوں کے نشیمن میں
نئی جاں فصلِ گل نے ڈال دی ہر ایک کے تن میں

گلوں کی تازگی جنت نشاں معلوم ہوتی ہے
دکن کی سرزمیں اب آسماں معلوم ہوتی ہے

لباسِ نو، جوانانِ دکن کے زیب تن ہے آج
ہلال آسا گریباں گل بداماں پیرہن ہے آج
نقوشِ کہنہ پر بھی سو طرح کا بانکپن ہے آج
غرض، ہر ذرہ میں دریائے عشرت موجزن ہے آج

شہِ عثماں کی "سلور جوبلی" کی یہ مسرت ہے
ہر اک محوِ طرب آئینۂ حسنِ عقیدت ہے

دکن میں ہر طرف امن و اماں کی ہے فراوانی
رفاہِ خلق ہی کی فکر میں ہے طبعِ سلطانی
رعیت شاد، ملک آباد، زیرِ ظلِ سبحانی
الٰہی! رہتی دنیا تک رہے یہ دورِ عثمانی آمین

مبارک والیٔ تختِ دکن کو "جشنِ سمیں" ہو
اسی طرح الٰہی منعقد پھر "بزمِ زریں" ہو

بیاں کیا ہو! دکن والوں نے کیا کیا نعمتیں پائیں
حیاتِ تازہ پائی، تازگی کی لذتیں پائیں
ملے اسبابِ آسائش، جہاں کی عشرتیں پائیں
طفیلِ "آصفِ سابع" ہزاروں راحتیں پائیں

یہ ہے وہ دور، دورِ کامرانی جس کو کہتے ہیں
یہ ہے وہ دور، دورِ شادمانی جس کو کہتے ہیں

بنا ڈالی گئی اس دور میں "بابِ حکومت" کی
نئے سرے سے ہوئی تقسیم پھر ارکانِ دولت کی
اساسِ عدل پر تنظیم کی ہر اک "عدالت" کی
قیامِ انجمن نے کھول دیں راہیں "زراعت" کی

"رزیڈنسی" ہوئی واپس اسی عہدِ درخشاں میں
ملی ہے "ریلوے" کو بھی جگہ اب ظلِ سلطاں میں

قیامِ "جامعہ" ہے شاہکارِ عہدِ عثمانی
کہ جس سے ہو گئی جنسِ گرانمایہ کی ارزانی
ترقی علم کو ہے، صنعتوں کی ہے فراوانی
غرض کیا کیا نہ آسائش ہوئی کیا کیا نہ آسانی

یہ ہے مجمل سا خاکہ، آئینہ بابِ مفصل کا
نمود ہے یہ گویا مختصر نظمِ مکمل کا

نہ دیکھا ہوگا چرخِ پیر نے ایسا کوئی سلطاں
نہیں ممکن کہ ایسی خوبیوں کا ہو کوئی انساں
بجا ہے جس قدر بھی ناز ہو تجھ کو شہِ عثماں خلد اللہ ملکہ
تدبر سے ترے حیرت میں ہیں سارے سیاست داں

مرتبہ محمد فاضل

ضیا پاشی سے تیرے نور کی گھر گھر منور ہو
ترا ہر جشنِ عشرت "جشن جمشیدی" سے بہتر ہو
ترا اقبال ہو ہفت آسماں سے بڑھ کے رفعت میں
زمیں والے تو کیا خورشید خاور بھی ہو خدمت میں
ترا سایہ ہو عالم پر رہے تو ظلِّ رحمت میں
ہزاروں جشن ہوں ایسے ترے دورِ حکومت میں
ترا قبضہ جہاں پر ہو، رہے جب تک جہاں باقی
مسلمانوں کا تیری سلطنت سے ہے نشاں باقی

قطعۂ تاریخ

از پیرزادہ سید محمد ارشاد حسین صاحب ارشاد صابری آنریری کلفندر ضلع بیدر

ریاضِ عیش میں گلہائے رنگیں
نسیم روحِ بستانی مبارک
سن ہجری میں ہے کیا خوب تاریخ
نوائے جشنِ عثمانی مبارک

۱۳۵۴ھ

از جناب مولوی سید علی شبیر صاحب

قطعۂ تاریخ

از پیرزادہ سید محمد ارشاد حسین صاحب ارشاد صابری آنریری کلفندر ضلع بیدر

پیکرِ صد انبساط و عیش ہر اک دل رہا
دورِ عثمانی نشاط و عیش کا مخزن ہوا
کہہ دیا فکرِ سنین جشن تاریخِ شاہ
تیرہ سو چون میں جشنِ گوہرِ روشن ہوا

۱۳۵۴ھ

۱۹۹۲ بکرمی

زینتِ افسر و اورنگ بڑھانے والے
فتنہ و شر کو زمانہ سے مٹانے والے

شعلۂ تیغ سے اعدا کو جلانے والے
جور و ایذا سے رعیت کو بچانے والے

میر عثمان علیخاں شہِ گردوں رفعت
قوم کی شان زمانہ میں بڑھانے والے

تابعِ شرع متیں حامئ دین و ملت
شان اسلام کی وقعت بڑھانے والے

تم نے اصلاحیں وہ فرمائیں کہ خوش ہیں سب لوگ
اس زمانے کے بھی اور اگلے زمانے والے

رعبِ شاہی کا وہ بیٹھا ہے دلوں پر سکہ
سر اٹھا سکتے نہیں فتنہ اٹھانے والے

عہدِ شہ میں کسی ظالم کو نہ ہنستے دیکھا
بیٹھے روتے ہیں غریبوں کو رلانے والے

سینکڑوں کر دیے سرکار نے نافذ اسکیم
عیش اڑانے لگے یاں خاک اڑانے والے

ہوئے عمال ترقی سے شہا مالا مال
زر اٹھانے لگے تکلیف اٹھانے والے

یومیہ منصب و تنخواہ، وظیفہ، انعام
روز و شب پائے چلے جاتے ہیں پانے والے

کرتے کرتے ترے احکامِ سخا کی تعمیل
تھک گئے اہلِ حساب اور خزانے والے

داستانیں ہوئیں شاہانِ سلف کی تازہ
ذاتِ والا سے۔ او لاکھوں کے لٹانے والے

فیض کے تم نے بہائے ہیں جہاں میں دریا
کیوں نہ ممنون تمہارے ہوں نہانے والے

اہلِ مشرق ہوں کوئی یا کہ ہوں اہلِ مغرب
آپ کے دم کے ہیں سب خیر منانے والے

مصر و شام و عرب و ہند و عجم میں شاہا
تم ہو کوسِ لمن الملک بجانے والے

سلطان العلوم محیّ الملّۃ والدّین ہز اکزالٹڈ ہائینس اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر
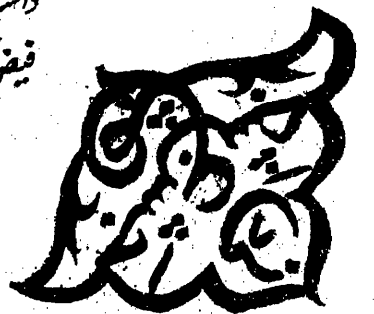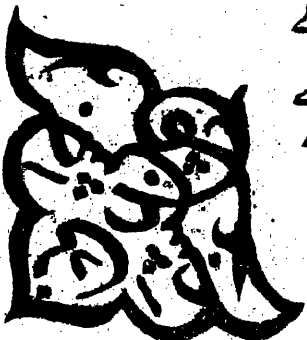
نظام الملک آصفجاہ سابع شہریار دکن خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ

از جناب حکیم برہم صاحب اڈیٹر مشرق

لے اڑی تختِ سلیماں کی طرح سوئے دکن — بن گئی دوش پری موج ہوائے دامن

نہ پہنچا تھا نہ پہنچے وہ مری گرد کو بھی — لاکھ طیارے اڑے تیز ہوا میں سَن سَن

شوق کہتا ہے مری تیزروی کے آگے — شعلۂ برق بنے حلقۂ نعلِ توسن

اِس طرح منزلِ مقصود تک اپنی پہنچوں — جس طرح بُعد کو طے کرتی ہے سورج کی کرن

ساتھ سایہ بھی نہ دے تیزروی میں میرا — مُرغِ وہم آج نظر آئے پرو بال فگن

مجھے جانا ہے کہاں؟ میں نے پلک جھپکاتے — طے کئے طُور کئی اور کئی دشتِ ایمن

بسکہ معمورِ تجلّی تھے ہوا میں ذرّات — نور سے دن کی طرح شب کی فضا تھی روشن

مشعل افروز تھے ذرات ہوا میں اس طرح — ہر طرف عرش کی قندیلیں تھیں گویا روشن

تھیں مرے واسطے سجادہ ہوا کی موجیں — سجدۂ شکر میں ہر وقت جھکی تھی گردن

غیب سے آئی یہ آواز ہوئے سجدے قبول — شاملِ حال ہوا فضل خدائے ذوالمنن

سر اٹھاتے ہی مری آنکھ سے پردہ یہ اٹھا — یا درِ چشم سے اٹھی یہ مژہ کی چلمن

لعبۂ نور نظر آئی زمیں عرش نما

آنکھ کے سامنے تھی تختگہِ ملکِ دکن

مرتفع سطح زمیں بامِ فلک سے بڑھ کر
آسماں سایۂ ایوانِ شہنشاہ زمن

وہ زمیں فرش ہے جس پر فلکِ اطلس کا — وہ زمیں جس کے ہر اک ذرے پہ تارے روشن
وہ زمیں آتشِ گل جس میں شفق کی سرخی — ورق لالہ و گل جس میں شفق کا دامن
چاندنی کا ہے لیے پھول جہاں چاند کی ضو — لیے سورج مکھی کا پھول ہے سورج کی کرن
وہ زمیں جلوہ فزا جس میں بہارِ فردوس — مالنیں حوریں ہیں غلماں ہیں جوانانِ چمن
پھولوں میں صرف ہوا تاروں کے جھرمٹ کا جوبن — کلیوں میں صرف ہوئی عقدِ ثریا کی پھبن
دلربایانہ وہ رفتارِ صبا کا انداز — نوعروسانہ وہ ہر شاہدِ گل کا جوبن
وہ زمیں سبزہ بنا سایۂ طوبیٰ بچھ کر — وہ نمو سبزۂ گسترده بنا سروِ چمن
چوٹی سدرہ کی چھونے بڑھ کے بلندی جس کی — باتیں سدرہ سے کرے سر وہ اٹھا کر گردن
دیکھیے قدرت کا تماشا تو عجب عالم ہو — بلبلِ سدرہ نشیں وجد میں ہو نغمہ زن
اس ترقی کا سبب عرض کروں مطلع میں — بڑھ گئے جو مطلعِ خورشید سے بھی ہو روشن

مطلع

کیوں نہ سرسبز زمانے میں ہو یوں ملکِ دکن — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
قربِ بوبکرؓ و عمرؓ قربِ نبیؐ قربِ خدا — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
اے دکن تیری زمیں کیوں نہ زمرد اگلے — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
کیوں نہ گردش سے سکوں ہو فلکِ نیلی کو — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
کیوں نہ چھائی رہیں رحمت کی گھٹائیں دن رات — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
کیوں نہ دن رات خمِ بادۂ عرفاں چھلکے — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
کیوں نہ سر دلب جو رہے ہیں مینا کے — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
دورِ مینا نے دورِ فلکِ مینائی — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
اے دکن! تیری زمیں کیوں نہ بنے عرش جناب — دور سے گنبدِ خضرا ہے یہاں سایہ فگن
ہے یہ نسبت سبب ناز و تفاخر لاریب — کہ غلامِ شہِ بطحیٰ ہیں سلیمانِ دکن
چشمِ باطن سے جو دیکھو تو حقیقت ہو عیاں — کیا ہے عز و شرف و منزلتِ شاہِ دکن
جو نہ رکھتا ہو خودی نام کو اس کا رتبہ — دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من
حامئ دینِ مبیں، ظلِ نبیؐ، ظلِ خدا — حال سب آئینہ ہے جو دہ طبق میں روشن

عہدِ مسعود مبارک کا یہ ادنیٰ ہے اثر
کہ نئے ہو گئے تاریخ کے اوراقِ کہن
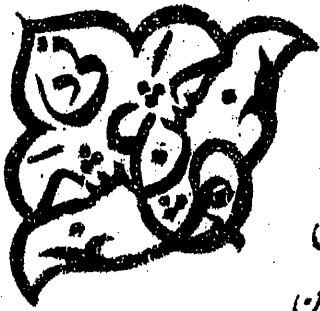
رم نہ وحشی سے نہ برتاؤ سے کافر کو گریز
سادگی وضع کی ساتھ اُس کے وہ اخلاقِ حسن

آنکھ میں رکھیں کعبہ پاکو بنا کر پتلی
ہوں غزالانِ حرم یا ہوں غزالانِ ختن

جلوہ کعبے میں تو ہے دیر میں اُس کا پر تو
دلکش اسلام کے انداز، ادا کفر شکن

دامن آلودہ ہوا زر سے نہ دولت سے کبھی
کم ظرف پارے سے ہر لعل یمن دُرِّ عدن

نام عثمان علی پیرو بوبکرؓ و عمرؓ
وہی خو بو، وہی بلیوں ہی چال چلن

انبساط و طرب بزم جہاں خواب و خیال
جانثار وہر کے عشرتکدے کو دارِ محن

قوم کا، ملک کا دُکھ درد ہمیشہ دل میں
اسی دکھ درد کی پہلو میں خلش دل میں چبھن

ہند بھی ہند کے باہر بھی یہی فیض ہے عام
دَرِ مقصد سے کسی کا نہیں خالی دامن

وقت پڑتے ہی دیا اُس نے بقدرِ حاجت
ہوں وہ ٹرکی کے سلاطین کہ شاہِ لندن

ہیڈلے ہوں کہ نمایندہ فلسطین کا ہو
بیتِ اقدس ہو کہ ہو مسجد شہرِ لندن

سیم و زر لعل و گہر کب نہیں نذرِ حرمین
لاکھ دو لاکھ نہیں بلکہ ہیں معدن معدن

کس سے ممکن کہ گنے بحرِ کرم کی ہر لہر
کس سے ممکن کہ گنے دامنِ دریا کی شکن

مضطرب بحرِ عطا بحرِ کرم کی موجیں
مضطرب بحرِ عطا بحرِ کرم کا دامن

سمتیں سب ایک سی ہیں ہاتھ جدھر اُٹھ جائے
نہ تو پورب ہے نہ پچھم ہے نہ اُتّر نہ دکھن

خاک سے بھی نہیں بھرتا ہے کوئی لاکھ کا منھ
بھر دیئے موتیوں سے شاہ نے لاکھوں کے دہن

ذاتِ والا ہے عجب قبلۂ حاجاتِ جہاں
ہے بجا میں جو کہوں کعبۂ من قبلۂ من

میر عثمان علیخان بہادر ذیجاہ
دین و ایمانِ دکن جانِ دکن شانِ دکن

ہے سلیمانِ دکن گو ہے خطاب آصفجاہ
فخرِ شاہانِ زمن فخرِ سلاطینِ زمن

چترِ رحمت رہے تا حشر سرِ اقدس پر
ابرِ رحمت رہے تا روزِ جزا سایہ فگن

حق کی تائید رہے فضل رہے لطف رہے
عیش و عشرت ہو قرین دور رہے رنج و محن

شش جہت میں ہو شہِ آصفِ سابع کا عروج
ہفت اقلیم میں ہو سکۂ شاہی کا چلن

براہم خستہ جو حاضر ہے درِ والا پر
اک نظر اس پہ بھی ہو جائے مسیحائے زمن

جشن سیمیں ہو مبارک آصفِ والا حشم

(از جناب مولوی سید ضیاء الدین صاحب عالی)

حکمراں یارب رہے ملکِ دکن پر دیر گاہ
میر عثمان علیخاں خسروِ دارا حشم

نقرئی ہے جشن اُس سلطانِ عالیجاہ کا
جس کے شایاں ہے حکومت جس کو ہے زیبا حشم

آصف ہفتم پہ دز دیدہ ہی پڑتی ہے نظر
دیکھ سکتا ہے کوئی کب شاہ والا کا حشم

اے خدیو خلق پرور مالک تاج و نگیں
تجھ پہ ہے قربان دولت اور ہے شیدا حشم

شوکت و شانِ سلیمانی تھی نقش اولیں
نقشِ ثانی ہو گیا شاہ دکن تیرا حشم

جلوہ فرما تختِ شاہی پر ہوئے سرکار جب
اپنی قسمت پر بھی اترا تا ہوا آیا حشم

عہدِ دولت دورِ راحت میں ترے خدام نے
قیصر و فغفور سے بڑھ کر کہیں پایا حشم

عرض کی عالی نے یہ تاریخ بہرِ افتخار
جشنِ سیمیں ہو مبارک آصفِ والا حشم

۱۳۵۵

مرتبہ محمد فاضل

تاریخ درصنعت دائرہ

جس نقطے سے شروع کیجئے مصرع صحیح رہتا ہے

از مولوی قاضی عبدالصمد صاحب صارم سیوہاروی

قطعہ تاریخ

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

(۱)
شہ آصف ما ست ظل الہ
رواں ست اندر جہاں فیض عام
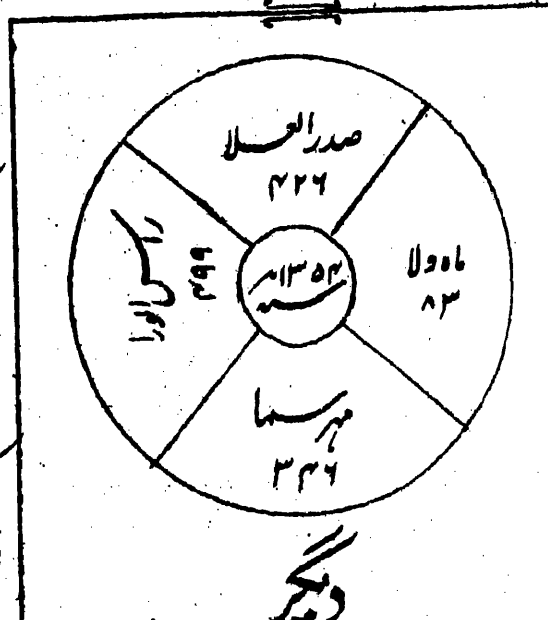
(۲)
چو خضر و مسیحش بکن طول عمر
الٰہی بحق رسول انام

(۳)
بود تا جہاں باد یارب بپاک
زمینش کنیز و سپہرش غلام

(۴)
کند عرض لائق بسال مسیح
ہمایوں شود جشن سیمیں نظام
۱۹۳۶

دیگر

درصنعت معرا لبقید حروف منفصل

عثمان علی دادہ دارد دل آوارہ را — راس و دول و دارع راح و دُرّہ آور
دادہ دل صارم را داورس دارا — دراک و دل آرام و دادار و دُرر داور

سنہ ۱۳۴۵ف

دیگر

راح و راحت کی ہے مظہر جوبلی — ہو گئی ہے عید گھر گھر جوبلی
ہو برآمد جیسے حجلہ سے عروس — آئی ہے یوں بن سنور کر جوبلی
پیچھے پیچھے آرہی ہے دوسری — یہ خبر آئی ہے لے کر جوبلی
مصرع تاریخ ہے کیا لاجواب — خسرو عالی کی سلور جوبلی
۱۳۵۴

دیگر

امیر المومنیں عثمان علیخاں — شہنشاہِ دکن فخرِ زمانہ
ندا آمد چو جشن نقرئی کرد — مبارک باشد ایں جشن شہانہ
۱۳۴۵ ف

دیگر در صنعت نادر

عثماں شہ آصف کی ہے جوبلی ہیں — یہ عہد ہمایوں ہے یہ روز تبارک ہے
تاریخ کی صارم نے کی فکر جو نادر میں — ہاتف نے کہا فوراً - ہنگام مبارک ہے
۱۳۵۴ھ

نقشۂ استخراج صنعتِ نادر

ہنگام مبارک ہے

ھ	ن	گ	ا	م	م	ب	ا	ر	ک	ھ	ی	حروف
پنج	پنجاہ	بست	یک	چہل	چہل	دو	یک	دوصد	بست	پنج	دہ	اعداد حروف لفظوں میں
۵۵	۶۱	۴۶۲	۳۰	۳۸	۳۸	۱۰	۳۰	۱۰۴	۴۶۲	۵۵	۹	اعداد الفاظ اعداد

میزان کل اعداد ۱۳۵۴ھ ہجری

غزل

ہر ایک خطہ جہاں کا ہے فیضیابِ دکن — حضور آصفِ ہفتم ہیں آفتاب دکن
فروغ علم و ہنر کے لیے زمانے میں — کیا ہے داورِ عالم نے انتخابِ دکن
رعایا شاد ہے سلطان عادل و باذل — یہ ایسا عہد ہے کہیے اسے شبابِ دکن
سرور و راحت و امن واماں ہیں اے صارم — نہیں ہے صفحۂ عالم پہ اب جوابِ دکن

رباعیات

میر عثمان علیخان بہادر جم جاہ — زیر فرمان ترے ساری خدائی آئے
جلوہ فرما تو رہے تختِ شہنشاہی پر — جشن سیمیں یہ ہوا جشن طلائی آئے

دیگر

کیا ہی لطف و سرور کا دن ہے — نور کی رات نور کا دن ہے
کیوں نہ چھائے جہاں پہ ابر طرب — کہ یہ جشنِ حضور کا دن ہے

مرتبۂ محمد فاضل

دیگر

امیر المومنیں عثمان علی را — الٰہی ربع مسکوں باد تابع
بماند تا بماند ماہ و ماہی — نظام الملک آصفجاہ سابع

یہ عہد جشن شاہ کا کیا ہی سعید ہے — شب ہے شب برات تو دن روز عید ہے
ساقی ناہوش کے ہے لب پہ صلائے عام — مستوں میں شور نعرۂ ھل من مزید ہے

شاہ عثماں کا ہے جشن سیمیں — آج ہے عید کا دن عید کی رات
نوش کر جام مے تو صارم — ہاتھ آئیگی کہاں آج کی بات

رباعی سودیشی اردو میں

ان داتا دکن کا رہے جب تک ہے پرجا — اور راج بھی بڑھتا رہے گھر بایا سے بھر جا
جیتا رہے سکھ سے رہے دن رات کرے چین — جو بات ہو اس کی مرے داتا وہ سنور جا

تاریخ رسالہ جشن عثمانی

قطعہ در حروف مہملہ

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

مہملہ میں کر شمار اب او رلائق کر دے عرض
فخر دارا و سکندر رہے ہمارا شہریار
کبریا تو عمر کر سرکار آصف کی دراز
شہ کو سلور جوبلی کر سعد تو پروردگار

۱۳۵۴ھ

این رسالہ یادگار جوبلی — گشت چوں مطبوع با حسن و جمال
بہر تاریخ شیوع او بمن — زد ندا ہاتف، پرستانِ خیال

سنہ ۱۳۵۴ء

دیگر

چو جشن جوبلی را این رسالہ — شدہ مطبوع با صد حسن و اجلال
بفضلی فکر تاریخش چو کردم — ندا آمد بمن۔ تاریخ اقبال

سنہ ۱۳۵۴ء

دیگر

گلدستۂ نایاب بجشن شاہی — مطبوع چو گردید ز افضال خدا
صارم پئے تاریخ بفضلی ہاتف — گلدستۂ مخصوص۔ بمن داد ندا

سنہ ۱۳۴۵ف

قطعہ در زبر و بینات

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

شاہ عثماں آپکی ہو طول عمر
ہو مبارک آپکو ہر جوبلی
عرض کر لائق بزبر و بینات
شاہ آصف کی ہے سلور جوبلی

۱۳۵۴ھ

قطعۂ تاریخ در صنعت زبر و بینات غیر منقوط

میر عثمان علیخاں مالکِ ملکِ دکن | سال دہ و دہ سہ دو آورد در داد و داد
سالمہ داد اہ صالم راگر الہام کرد | اسعد احلم سرور اسلام کرار و عماد

۱۳ ۔ ۵۴

نقشہ استخراج تاریخ

اسعد احلم سرور اسلام کرار و عماد

تقسیم صورتِ لفظی حروف مع اعداد — حروف بینات مع اعداد	حروف زبر مع اعداد	اسم حروف بصورتِ لفظی	حرف	لفظ مع اعداد زبر و بینات
لف ۱۱۰	ا ۱	الف	ا	اسعد ۱۳۵ / ۲۶۱
ین ۶۰	س ۶۰	سین	س	
ین ۶۰	ع ۷۰	عین	ع	
ال ۳۱ — ۲۶۱	د ۴ — ۱۳۵	دال	د	
لف ۱۱۰	ا ۱	الف	ا	احلم ۷۹ / ۲۰۲
ا ۱	ح ۸	حا	ح	
ام ۴۱	ل ۳۰	لام	ل	
یم ۵۰ — ۲۰۲	م ۴۰ — ۷۹	میم	م	
ین ۶۰	س ۶۰	سین	س	سرور ۴۶۶ / ۹۶
ا ۱	ر ۲۰۰	را	ر	
او	و ۶	واو	و	
ا ۱ — ۹۶	ر ۲۰۰ — ۴۶۶	را	ر	

مرتبہ محمد فاضل

عدد	حروف	عدد	حرف	نام	حرف	
۱۱۰	لف	۱	ا	الف	ا	
۶۰	ین	۶۰	س	سین	س	
۴۱	ام	۳۰	ل	لام	ل	
۱۱۰	لف	۱	ا	الف	ا	
۵۰/۳۷۱	یم	۴۰/۱۳۲	م	میم	م	اسلام ۱۳۲/۳۷۱
۸۱	اف	۲۰	ک	کاف	ک	
۱	ا	۲۰۰	ر	را	ر	
۱۱۰	لف	۱	ا	الف	ا	
۱/۱۹۳	ا	۲۰۰/۴۲۱	ر	را	ر	کرار ۴۲۱/۱۹۳
۶/۷	او	۶/۶	و	واو	و	و ۶/۷
۶۰	ین	۷۰	ع	عین	ع	
۵۰	یم	۴۰	م	میم	م	
۱۱۰	لف	۱	ا	الف	ا	
۳۱/۲۵۱	ال	۴/۱۱۵	د	دال	د	عماد ۱۱۵/۲۵۱

اسعد + اعلم + سرور + اسلام + کرار + و + عماد

۱۳۵/۲۶۱ + ۷۹/۲۰۲ + ۴۶۶/۶۹ + ۱۳۲/۳۷۱ + ۴۲۱/۱۹۳ + ۶/۷ + ۱۱۵/۲۵۱ = ۱۳۵۴ھ

نوٹ :- اس صنعت پر صاحب موصوف کو مولوی لقاء اللہ صاحب عثمانی چشتی صابری پانی پتی ساکن کٹلمنڈی حیدر آباد نے طلائی تمغہ دیا ہے۔

تاریخ

از مولوی قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی

جشن سیمیں چو شاہِ عثماں را ‏ ‏ ‏ زعنایاتِ کبریا آمد

بہر تاریخ بامن اے ناظم ‏ ‏ ‏ جشن فرخندہ بیں ندا آمد
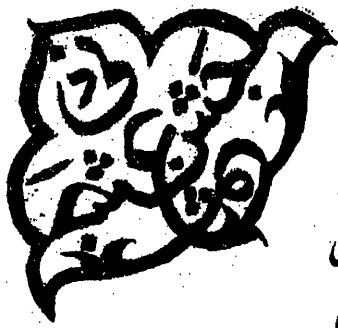
۱۳۵۴ھ

رُباعیات

تا باشد در جہاں مہر منور ضو فگن — تا ماند بر زمیں چوں سقف ایں چرخ کہن
تا بود سرو و لالہ در گلستاں خندہ زن — زندہ ماند آصف سابع شہنشاہِ دکن

پیمبر اس کا حامی ہو خدا اس کا نگہباں ہو — فریدوں فر ہو جم شوکت ہو ثانی سلیماں ہو
ملے عمرِ خضر بختِ سکندر دولت کسریٰ — الٰہی میر عثمان علیخاں شاہِ شاہاں ہو

قطعات تاریخ

در صنعت مہرا

از مولوی عبد البصیر صاحب آزاد عتیقی

ملک عثمان علی امام ہدا — ماہ اکرام و داو مہر علا
سالہ آمدہ مرا الہام — سرورِ عصر امیر الامرا

۱۳۴۵ ف

قطعات تاریخ

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

الٰہی مہر اولاد پیمبر — بود عشرت فزا ایں جشن سیمیں
نمودہ عرض سال نغز لائق — مبارک شاہ را ایں جشن سیمیں

۱۳۵۴ ھ

قطعات تاریخ

در زبر و بینات

از جناب مولوی میر محمود علی صاحب لائق منصبدار

دور عثمانی بود اندر جہاں — ملک آباد ان و مالک بے ملال
گفتم اے لائق بزبر و بینات — جشن سیمینی ہمایوں باد سال

۱۳۵۴ ھ

دیگر

مادہ تاریخ در صنعت حروف منفصل معرا

ہزار شکر کہ عثمان شاہ آصف را — رسید جوبلی از فضل ایزد غفار
چو فکر سال نمودم ندا بمن آمد — کہ دور روح را آوردہ دادرس دادار

دیگر

امیر المومنین عثمان علی خاں — چو جشن جوبلی بنمود دلخواہ
پئے تاریخ ہاتف گفت آزاد — مبارک باد ایں جشن شہنشاہ

۱۳۴۵ ف

دیگر

ہے جشن فروی شاہِ عثماں — یہ وہ دن ہے کہ تھے سب جس کے مشتاق
ہوئی آزاد کو جب فکر تاریخ — لکھا ہاتف نے جشن خیر آفاق

قطعہ منقوط

۱۳۴۵ ف

نظام الملک سابع میر عثمان علیخاں است — شود افزوں خدایا عمر و جاہ آصف ہفتم
بگفتم سال فصلی لائقا در صنعت منقوط — ہمایوں جشن سیمیں باد شاہ آصف ہفتم

۱۳۴۵ ف

مرتبہ محمد فاضل

دیگر در صنعتِ خاص

اس تاریخ میں یہ صنعت ہے کہ آٹھ ارکان کو چونسٹھ خانوں میں اس طرح تقسیم کیا ہے کہ زیر و بالا چپ و راست جدھر سے پڑھیے قافیہ درست رہتا ہے اور تاریخ صحیح برآمد ہوتی ہے۔

سرکار ما جان علا اصل عطا اہل ہدا نیکو ادا عین حیا جوئے ولا ماہ وفا

۱۳۵۴ ف

سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا
جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما
اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا
اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا
نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا
عین حیا	جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا
جوئے ولا	ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا
ماہ وفا	سرکار ما	جان علا	اصل عطا	اہل ہدا	نیکو ادا	عین حیا	جوئے ولا

رباعیات

جب تک کہ سقف ارض پہ یہ چرخ چنبری — جب تک کہ ضو فشاں ہے یہ خورشید خاوری
سرسبز و بارور شجرِ سلطنت رہے — ہر شاخ اس شجر کی ہو یارب ہری بھری

تا ابد رکھے با اجلال و طرب — حق سلامت شاہ آصف جاہ کو
یاالٰہی بہرِ ختم المرسلیں — جشنِ سیمیں ہو مبارک شاہ کو

مرتبۂ محمد فاضل

برطرح
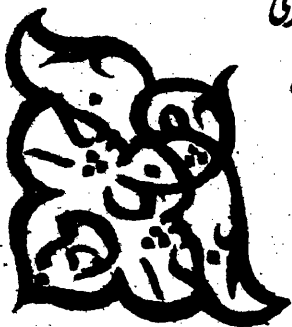
شاہ عثماں ظلِ یزداں ہے — جم قدم ثانی سلیماں ہے
ملک شاداب ہے رعایا شاد — جنس راحت یہاں فراواں ہے
ابر فرحت محیط عالم ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
عید کی رات عید کا دن ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
ہو نہ کیونکر وفور راح و سرور — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
اس لیے موجزن ہے بحر طرب — جشن سیمین شاہ عثماں ہے

کیوں ڈرے دورِ چرخ سے آزاد
زیر ظل حضورِ سلطاں ہے

تاریخ رسالۂ جشن عثمانی

بازیب و زین و زینت جب جشن نقرئی — اقبالِ خسروی سے یہ چھپ گیا رسالہ
تاریخ طبع کی تھی ہجری میں فکر مجھ کو — آئی ندا یہ فوراً ۔ عشرت فزا رسالہ
۱۳۵۴ھ

دیگر

رسالہ جب یہ جشن نقرئی پر — چھپا با صد ہزاراں زیب و زینت
ہوئی آزاد کو بھی فکرِ تاریخ — کہا ہاتف نے سرشار عقیدت
۱۳۵۴ھ

آفتابِ دکن

از جناب مولوی محمد عبد الرزاق صاحب راشد ایچ سی ایس و گامعتمد فینانس سرکار عالی

فروغ مہر سعادت ہے بارِیاب دکن — حضورِ آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن
بروں شمار سے اکرام بے شمار شہی — نزول حساب سے الطاف بے حساب دکن
ریاض دہر اسی فیض سے رہا شاداب — ہمیشہ خلق پہ برسا کیا سحاب دکن
فضا یہاں کی فضائے بہشت ہو گویا — کیا خدا نے خدائی میں انتخاب دکن

دعائے راشد ناچیز ہے یہی یارب
رہے ہمیشہ درخشندہ آفتابِ دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد ترانے رباعیات مبارکبادیاں

درتہنیت جشن عثمانی جلالۃ الملک اعلیحضرت خسرو دکن ادامہ اللہ وابقاہ اللہ

اپنے آقا کیلئے اپنے مسیحا کیلئے

ازپروفیسر ای۔ ای اسپیٹ

مدحت شوکتِ سلطاں کے لئے ہے دستور
کہ ہو آراستہ حسنِ تصور شاعر
عرشِ تخئیل پہ ہر وقت ہو سرگرم خرام
بزم جمشید کے پُر جوش اٹھائے ساغر

جگمگاتے ہوئے تاروں کی درخشانی کو
صبحِ صادق کے اُجالے پہ تصدق کردے
بلبلِ زار کی آشفتہ نوائی کے لئے
بادۂ کیف سے پیمانۂ حیرت بھردے

سنبل و نرگس و ریحاں ہوں ثناخوانِ گلاب
اشک افشانیٔ شبنم میں ہو اک کیفِ شراب
اس طرح حکمِ قضا میں ہو تغیر پیدا
رُخِ خورشید کو شرمائے ضیائے مہتاب

لیکن اے شاہ تمھارے ہیں نرالے انداز
تم کو آزادیٔ تخئیل سے ہے رازونیاز
نوجوانوں کو عطا کیں وہ نگاہیں تم نے
جن پہ قرباں ہے سوجاں سے مذاقِ پرواز

اُن کو دے کر خطِ آزادیٔ دل اور دماغ
علم کی دولتِ عالی سے سرافراز کیا
نقشۂ کذب و تملق کو مٹا کر دل سے
تم نے حق گوئی و تحقیق کا دَر باز کیا

ترجمہ محمد نائل

قفسِ جہل کی تاریک فضا سے نکلی
رُوح آزاد کفِ دستِ قضا سے نکلی
زندگی نے دلِ ایوس سے کیا پائی نجات
کشتیٔ عمرِ رواں ایک بلا سے نکلی

چھوڑ دی مسلم نے اب رسم پرستی اپنی
دی بدل اب عمل و ہوش نے مستی اپنی
نوجوانوں نے سمندر کی طرف رُخ بدلا
ڈال دی گرمیٔ طوفان میں کشتی اپنی

سائلِ علم سے اب ذوقِ نظر لائیں گے
جگمگاتے ہوئے داماں گہر لائیں گے
کامیابی سے جو کٹ جائیگا طوفانِ حیات
قدم شہ کے لئے کاٹ کے سر لائیں گے

عز و تعظیم کے آئین سے واقف ہو گئے
قصرِ اخلاق کی تزئین سے واقف ہو گئے
نورِ ایمان سے ہو گئے دل و سینہ معمور
علمِ دنیا کے سوا دین سے واقف ہو گئے

قصرِ افلاک پہ ہوگی نظر حسن و شباب
شاہدِ راز کے کھل جائینگے سب بند نقاب
نغمۂ شوقِ حیاتِ ابدی سُن سُن کر
ماہ و انجم کے بھی دل ہو گئے فلک پر بیتاب

دورِ ماضی میں نظر آئیں گے جلوے کیا کیا
اپنی آنکھوں سے اٹھائیں گے وہ پردے کیا کیا
ذرۂ خاک کو سمجھیں گے وہ اک اخترِ ناز
دور بینی کے دکھائیں گے تماشے کیا کیا

مقصدِ ہستیٔ صدرنگ سے ہو کر دوچار
جذبۂ صلح و اخوت کو کریں گے بیدار
ایک ہی رشتۂ الفت میں پروئے ہوئے دل
کہیں تسبیح میں ہو گئے کہیں بیت زنار

مشعلِ علم سے توحید کا جلوہ دیکھیں
ایک اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھیں
پردۂ وہم اگر چاک ہو اُن کے آگے
چشمِ ایقان سے ایمان کی دنیا دیکھیں

اسی مستقبلِ خوش رنگ سے ہر آں تم نے
نونہالوں کو کیا دست و گریباں تم نے
کر دیا مُردہ جوانی کو گلستانِ شباب
واہ کیا کام کیا اے شہِ عثماں تم نے

مرسلہ محمد فاضل

شکریے کے لیے اک نعرۂ مستانۂ دل
خدمتوں کے لیے اک ہمت مردانۂ دل
اپنے آقا کے لئے اپنے مسیحا کے لئے
شمع ہستی کی تڑپ سوزشِ پروانۂ دل

علم کے جرعہ کشوں کی، ہے یہ اک نذر حقیر — قدم شاہ کی پابوس ہے جن کی تقدیر
یاد کرتے ہیں تمھیں دل سے دعا دیتے ہیں — یہ گہر لائے ہیں شاہوں کے لئے دستِ فقیر

قطعۂ تاریخ طبع رسالہ جشنِ عثمانی
فارسی
از حاجی مولوی شیخ احمد علی صاحب شاب

زندہ دل ساز و جہاں را ایں کتاب
روح من از فیضِ پرتو شمع شد
شاب تاریخ طباعت خوب گفت
آفتابِ اوجِ ہستی طبع شد
۱۳۵۴ ہجری

ترانۂ جوبلی

احمد - جناب مولوی سید احمد علی صاحب ظہیر آبادی تلمیذ حضرت داغ

قطعۂ تاریخ طبع رسالہ جشنِ عثمانی
اردو
از حاجی مولوی شیخ احمد علی صاحب شاب

برائے یادگار جوبلی ظلِ سبحانی
ہوا ہے طبع وہ نسخہ جو ہے بے مثل و لاثانی
سنہ تاریخ کہہ دو شاب فصلی اور ہجری میں
کتابِ زینتِ گیتی ہو، رنگین جشنِ عثمانی
۱۳۴۵ ف — ۱۳۵۴ ھ

چرخ اجلال کے خورشید درخشاں تم ہو — باعثِ فخرِ سلاطین شہا عثماں تم ہو
جشن سیمیں یہ مبارک ہو بہ عمر و اقبال — عزت و حشمت و اقبال کے شایاں تم ہو
تا ابد تخت رہے ملک رہے تاج رہے — حکمراں ظلِ الٰہ رشکِ سلیماں تم ہو
فیض جاری ہے ہر اک ملک میں کیا قرب و بعید — صاحبِ جود و سخا حاتمِ دوراں تم ہو
دولت و جاہ و حشم عدل و کرم علم و عمل — ہفت اقلیم میں اے خسروِ ذیشاں تم ہو
زاہد و متقی و عابد و سلطانِ علوم — مومن و صاحبِ دل صاحبِ ایماں تم ہو
داد پاتے ہیں سب ہی عدل سے اہلِ فریاد — دردِ دل کے لیے اکسیر ہو درماں تم ہو
قیصرِ ہند کے ہو یار وفادار تمھیں — سارے عالم کے لئے صاحبِ احساں تم ہو
فضلِ یزداں سے برآجائے تمنائے برار — مالکِ ملکِ برار اے شہِ عثماں تم ہو
فضلِ خالق سرِ اقدس پہ رہے سایہ فگن — سرِ اولاد کے دائم شہِ ذیشاں تم ہو
وصفِ مجموع نہ ہو احمد کمتر سے بیاں
دولت و ملک و حشم علم کے سلطاں تم ہو

قطعۂ تاریخ
متعلق رسالہ جشنِ عثمانی
از جناب غلام دستگیر خاں صاحب یکتا قائم خانی

مزین ہے رسالہ یہ جو کارآمد مضامیں سے — ہے مقصد یادگارِ جشن سیمیں اس کی تزئیں سے
مبارکباد دو فاضل کو یکتا اور پھر تاریخ — کہو مضموں لکھے ہیں تو نے آئینِ زریں سے
۱۹۳۶ء

قصیدہ

از آقائے فرخ شیرازی مدرس مدرسۂ فوقانیہ عثمانیہ دارالعلوم بلدہ

بہار آمد و سرسبز شد دیارِ دکن — زمینِ طالعِ مسعودِ شہریارِ دکن
دوبارہ کوہ و در و دشت شد زمردگوں — گرو ز باغِ جناں برد سبزہ زارِ دکن
شبِ فراق بشد روز و وصل گشت حصول — زجشنِ نقرئیِ شاہ با وقارِ دکن
زجشنِ نقرئی ہر ذرہ خاک گشتہ عبیر — زمینِ مقدم آہوئے مشکبارِ دکن
زجشنِ نقرئی ہر نوکِ خار گشتہ چو گل — ندیدہ کس بجہاں ہمچو ایں بہارِ دکن
ہم از طراوتِ ایں جشن انبساطِ بہار — نگشت جنتِ فردوس لالہ زارِ دکن
برائے جشنِ سعیدِ شہِ خجستہ خصال — فلک گرفتہ بکف گل پئے نثارِ دکن
سزد کہ خلقِ دکن سر بر آسماں ساید — بزیرِ سایۂ ایں شاہ کامگارِ دکن
کنوں کہ خسروِ ما ہست پادشاہِ علوم — چرا نہ ثانیِ یوناں بود دیارِ دکن
ز جد و جہد و عنایاتِ آصفِ ہفتم — ہزار مرتبہ افزوں شد اعتبارِ دکن
کسی کہ خسروِ ملکش بود شہِ عثماں — کند نہ از چہ فدا جانِ خود نثارِ دکن
ہزار ہمچو سلیماں وزیر آصفِ ماست — تبارک اللہ ازیں شانِ تاجدارِ دکن
یگانہ خسروِ جم رتبہ حضرتِ عثماں — کہ از وجودِ وے افزودہ افتخارِ دکن
ہزار شکر کہ ماندیم زندہ و دیدیم — بہ چشم جشنِ شہِ معدلت مدارِ دکن
خدا کند کہ بمانیم باز تا بینیم — دوبارہ جشنِ طلائیِ شہریارِ دکن
بزرگوار خدایا بحقِ آلِ نبی — بدار بر سرِ ما شاہ تا مدارِ دکن
مدام کوکبِ بختش بہ اوجِ عزت باد — خدائے یاورِ او باشاہ یارِ دکن
بہ جشنِ نقرئیِ شاہ بلبلِ شیراز — نمود نغمہ سرائی بہ مرغزارِ دکن
بہ شہ فرخ شیرازدہ مبارک باد — صبا اگر گذرے سوئے لالہ زارِ دکن

مرتبہ محمد فاضل

دعا

تقی - محمد تقی الدین احمد صاحب حیدر آبادی

درخشاں اور تاباں آسماں پر جب تک اختر ہو
شہِ عثمان علیخاں یا الہٰی دادگستر ہو

ہوں پورے یا الہٰی جو ہیں دل میں شاہ کے ارماں
جہاں میں والیٔ ملکِ دکن ناصر مظفر ہو

ہو تجھ پر سایۂ لطفِ خدائے احمدِ مرسل
شہا حامی ترے اصحاب اور آلِ پیمبر ہو

ترے عہدِ مبارک میں رعایا خوش و خرم ہے
شہنشاہِ جہاں - تو بادشاہِ عدل پرور ہو

رہے آباد تیری مملکت اے شاہِ فیض آثار
رعیت خوش رہے اور تجھ سے خوش داورِ داور ہو

دعا ہے یہ تقی کی رات دن درگاہِ باری میں
جلو میں فتح و نصرت ہو ترا اقبال یاور ہو

مادہ ہائے تاریخ

از نتیجۂ فکر حکیم مولوی نادر علی صاحب منصبدار

یادگار جشن عثمانی مدام
۱۳۴۵ف

نذر کلک جواہر سلک
۱۳۴۵ف

مبارک پیام جشن عثمانیہ
۱۳۴۵ف

رسالہ انبساط بست و پنج سالہ شاہی
۱۳۵۴ھ

قطعہ تاریخ جشن عثمانی

یہ سلور جوبلی شاہ با تایید ربانی
مرتب شد رسالہ یادگار جشن عثمانی
رسالہ ہست مقبول جہاں اے رعد در ہجری
بگو تاریخ طبعش امر مدح ظل سبحانی
۱۳۵۴ھ

ظل اللہ

رفیق - جناب غلام حسن صاحب قادری

کیوں دعا سے نہ کروں نظم کا اپنی آغاز
بہر آمیں ہیں کھلے لب، درِ تاثیر ہے باز

مدحتِ شاہ میں نکلے جو دعا کی آواز
جا کے وہ عرش پہ ہو جائے اثر سے ممتاز

لہلہاتا رہے اقبال کا تیرے پرچم
میر عثمان علیخاں رہے قائم دائم

فیض جاری رہے در کا ترے شاہِ ذیجاہ
ہفت کشور ہوں ترے زیرِ نگیں ظل اللہ

رحمتِ حق کا ترے سر پہ ہو سایہ ہر گاہ
خرم و شاد رہے دہر میں تو شام و پگاہ

ترے دشمن رہیں ہر وقت ذلیل و رسوا
جاں نثاروں کے رہے سر پہ ترے دستِ عطا

شان یہ ! جھکتے ہیں در پہ ترے ساتوں افلاک
سادگی یہ کہ پہن لیتے ہیں سادہ پوشاک

فہم وادراک سے بالا تری فہم وادراک
ہے سیاست کی تری سارے زمانہ میں دھاک
تجھ سا دنیا میں کوئی صاحب تدبیر نہیں
کون سا علم ہے جس پر تری تسخیر نہیں

چار سو علم نوازی کی ہے تیری اک دھوم — کیوں جہالت نہ زمانے سے ہو بالکل معدوم
کیوں نہ مٹ جائے زمانے سے خرافات رسوم — حکمراں جب کہ زمانے پہ ہو سلطانِ علوم
علم کی نہریں بہائی ہیں وہ تونے شاہا
تشنگی اپنی بجھا لیتا ہے ہر اک پیاسا

عقل و دانائی میں ہے شاہ فلاطونِ زماں — شوقِ تعمیر میں ہے رشک دہ شاہجہاں
عدل میں تجھ کو جو کسریٰ کہوں ہو کسرِ شاں — حکمرانی سے رعیت ہے تری سب شاداں
ہے دلوں پر بھی حکومت تری اے ظلِ خدا
تجھ سا سلطان کسی دور میں ہوگا نہ ہوا

دورِ عثمان کے حالات کا کیا ذکر کروں — ذاتِ اقدس کے فیوضات کا کیا ذکر کروں
شہ کے اکرام و عنایات کا کیا ذکر کروں — سایۂ حق کی کرامات کا کیا ذکر کروں
کوئی دیکھا نہ رفیق آج تک ایسا سلطاں
فخرِ دیں۔ فخرِ زمیں۔ فخرِ زماں فخرِ جہاں

خدا کی خاص یہ رحمت ہے اس دکن کیلئے

شکوہ۔ از جناب حیدر شکوہ صاحب تلمیذ محمد نادر علی صاحب برتر غازی پوری

نوید لائی نسیم سحر دکن کے لئے — بہار جھوم کے آئی ہے اس چمن کے لئے
ہے قدر دانیٔ سلطاں کی چار سو شہرت — یہی ہے ایک جگہ قدر علم و فن کے لئے
ہر ایک ملک کے اہلِ ہنر ہیں جمع یہاں — کرم ہے شاہ کا مشہور اہلِ فن کے لئے
ہر اک گاؤں میں ہیں چشمۂ علوم رواں — یہاں پہ عام ہے تعلیم مرد و زن کے لیے
تدبر اور سیاست میں علم و دانش میں
نظیر آپ ہیں دنیا کی انجمن کے لئے

حقوق میں نہیں ہرگز یہاں کی بیشی
مساوی حصہ ہے مسلم و برہمن کے لیے
مرے حضور کا وہ ہے تجمل و حشمت
کہ جن کا وصف ہے مشکل لب و دہن کے لیے
الٰہی نذر عقیدت قبول ہو میری
یہ ہے یہ مایۂ نازش مرے سخن کے لیے
شکوہ ابر کرم ہے مرا شہ عثمان
خدا کی خاص یہ رحمت ہے اس دکن کیلئے

مادہ ہائے تاریخ

از جناب حکیم مولوی میر نادر علی صاحب منصبدار

(۱) سلیمان فال سلور جوبلی آصف ہفتم (فارسی)
۱۳۴۵ ف
(۲) مبارک حال سلور جوبلی آصف ہفتم
۱۳۴۵ ف
(۳) ہجری سال سلور جوبلی آصف ہفتم
۱۳۵۴ ھ
(۴) جشن شاہانہ سیمین شہ ملک دکن (اردو)
۱۳۵۴ ھ
(۵) یہ سلور جوبلی یا جشن شاہانہ مبارک ہے
۱۳۵۴ ھ
(۶) جشن نظامی
۱۳۵۴ ھ
(۷) جشن شاہانہ فریدوں فر
۱۳۴۵ ف

رُباعیات

شبیر۔ از جناب محمد شبیر بادشاہ صاحب قادری جاگیردار

معنے سے مزین ہو سراپائے سخن
مضمون بندھے عقد ثریائے سخن
اب مدح شہنشاہ دکن میں شبیر
حاصل نہ ہو کیونکر ید طولائے سخن

وَلہٗ

بلبل کے چہچہے بھی ہیں گل کی نوید ہے
ہر شخص شاد شاد ہے یوم سعید ہے
شبیر جس کو چاہو لگا لو اُسے گلے
دن شہ کی جوبلی کا نمایاں روز عید ہے

مادہ تاریخ متعلق رسالہ جشن عثمانی

نتیجۂ از مولوی حسین الدین صاحب فاروقی

(۱) پیش کش جشن نقرئی
۴۲
۱۳۴۵ ف
(۲) اچھا ہے رسالہ جشن عثمانی
۴۴
۱۳۴۵ ف

مسدس

دیر مت کر دے گلابی ساقیا ساغر مجھے
بادۂ رنگیں پلا دے یا مئے احمر مجھے
دیر ہے کس بات کی ہاں جلد دے بھر کر مجھے
گر نہیں تو لا اِدھر دے شیشہ و ساغر مجھے
ہے طرب انگیز عالم یار سارے مست ہیں
میکشوں کا ذکر کیا ہشیار سارے مست ہیں
جا چکی فصل خزاں اب آئے ایام بہار
مژدہ میخوار و صبا لائی ہے لو جام بہار

ہے جوانانِ دکن پر لطفِ ہنگامِ بہار
سن صدائے نغمۂ بلبل میں پیغامِ بہار
حبذا کیا ہے نویدِ جاں فزا سب شاد ہیں
جشنِ سیمیں شاہ کا ہے غم سے دل آزاد ہیں

ایسی فرحت ہے کہ سینہ سے مٹے کلفت کے داغ — تہنیت وہ ہے کہ شادی سے ہوئے دل باغ باغ
شکر ہے اللہ کا غم سے ہوا حاصل فراغ — جوشِ شادی سے نہ کیونکر عرش پر پہنچے دماغ

کس کا جشن نقروی ہے کون ہے وہ شہریار
خسروِ ملکِ دکن ہے آصفِ جم اقتدار

خالقِ ارض و سماں کا ہے بڑا فضل و کرم — مل گیا عثماں علیخاں سا شہِ گردوں حشم
قابل و روشن دماغ و عاقل و عالی ہمم — جس کے افضال و کرم سے ملک ہے رشکِ ارم

لالہ و گل سے شگفتہ ہے گلستانِ دکن
ہے رعایا شاد اور شاداں ہیں ارکانِ دکن

تا ابد قایم الٰہی دورِ عثمانی رہے — حکمراں عثماں علیخاں یوسفِ ثانی رہے
گلشنِ عالم میں جاری فیضِ سلطانی رہے — ظلِ سبحانی پہ دائم ظلِ سبحانی رہے

دامنِ شہ میں کھلا مقصد وری کا پھول ہو
بارگاہِ صمدیت میں یہ دعا مقبول ہو

ہے خدا جب تک مہِ پُر نور زیبِ آسماں — اور جب تک ہے شہِ خاور فلک پر حکمراں
ہے عطار دِ منشیٔ افلاک یارب تا زماں — مشتری جب تک ہے بزمِ چرخ کی روحِ رواں

بزمِ انجم چرخ پر جب تک دلا قائم رہے
جگمگاتا آصفی دربار بھی دائم رہے

قطعہ تاریخ

مرسلہ از جناب حکیم مولوی میر ذوالفقار علی صاحب منصبدار

شاہ عثماں اے نظام الملک سلطان العلوم
آصف سابع وحیدِ عصر یکتائے زمن
آب زر سے قابلِ تحریر ہے تاریخ رعد
جشنِ سیمیں ہو مبارک آصف شاہ دکن
۱۳۵۴ھ

منصبدار حکیم میر ذوالفقار علی رعد
۱۳۵۴ھ

شفاخانۂ ملکی واڑی
۱۳۵۴ھ

ماموہ فتح علا جیتا پور جاگیر
۱۳۵۴ھ

قصیدہ

ہے طرب انگیز عالم گلشن و گلزار کا — بوٹا بوٹا دلکشا ہے اندنوں اشجار کا
جنت الفردوس ہے تختہ مرے اشعار کا — نقطہ نقطہ تل بنا ہے حور کے رخسار کا
گلشنِ عالم میں نکہت مدح کے پھولوں کی ہے — غنچہ غنچہ پر گماں ہے نافۂ تاتار کا
رحمتِ حق سے ہوا سرسبز بستانِ دکن — ہر درختِ خشک بھی دلہا بنا گلزار کا

گا رہی ہیں بلبلیں بھی اب مبارک بادیاں
بزمِ شعرا منعقد ہے لطف ہے اشعار کا

بادۂ رنگیں پلادے ساقیٔ گلگوں قبا
رنگ نا پھیکا نہ پڑجائے مرے اشعار کا
مدح سلطان دکن لکھنا ہے مجھ کو آج کل
مدح خواں بننا ہے مجھ کو آصفی دربار کا

ہے چراغوں سے منور اس قدر شہر دکن
ہے گلی کوچہ میں عالم مہر کے انوار کا
سرخ روئی آسماں کو بھی ہے حاصل آج کل
کب شفق پھولی ہے یہ تختہ ہے لالہ زار کا
کیا نوید جاں فزا کیا مژدۂ جاں بخش ہے
جشن سیمیں منعقد ہے اندنوں سرکار کا
مدح سلطانِ دکن ہے کیا بہارِ بےخزاں
گلشن بے خار ہے کاغذ مرے اشعار کا
اے شہ عثماں علیخاں خسرو ملکِ دکن
کوئی کب پایا ہے پایہ آپ کی سرکار کا
سارے ہندوستان پر احسان ہے تیرا شہا
جان و دل سے ہے ہر اک بندہ تری سرکار کا
تو ہے ظل اللہ ترا سایہ رعایا پر رہے
اور ترے سر پر ہو سایہ احمدِ مختار کا
بیکسوں کو سینکڑوں تنخواہ عند اللہ ہوئی
غلغلہ ہے ان غریبوں میں ترے ایثار کا
بارک اللہ مدحِ سلطانِ دکن کیا خوب ہے
ملکوں ملکوں کیوں نہ ہو چرچا مرے اشعار کا
ہو گیا سرسبز لطفِ شاہ سے ملکِ دکن
فیض دستِ شاہ میں ہے ابر دریا بار کا
مدح سلطانِ دکن میں کس قدر روشن ہے نظم
نقطہ نقطہ مہر تاباں ہے مرے اشعار کا
عندلیب خوش نوا لائی نوید جاں فزا
ہے بہار انگیز عالم گلشن و گلزار کا

صاف ستھرا کس قدر شبیرؔ ہے تیرا کلام
ہے مزا اس میں فصیح الملک کے اشعار کا

مادہ ہائے تاریخ متعلق سالِ جشن عثمانی

از جناب حاجی مولوی عنایت علی صاحب کبل حیدرآبادی

(۱) معیار جشن عثمانی
۱۳۵۴ ف

(۲) مصحف ہمایون جشن عثمانی
۱۳۵۴ ھ

(۳) بہارِ دکن کوکب جشن عثمانی
۱۳۵۴ ھ

ترجیع بند

اندنوں ہے عجب فرحتِ علم
عیش و عشرت کے آگئے ایام
بلبلیں گاتی ہیں مبارکباد
باغ عالم میں صبح سے تا شام
مسکراتی ہیں ناز سے کلیاں
پھول ہنستے ہیں کھل کھلا کے تمام
کیا مسرت کا آج ساماں ہے
پتہ پتہ چمن میں خنداں ہے

عیش و عشرت کی کیا نوید ہے آج
جابجا جشن چشم دید ہے آج
فرطِ شادی سے باغ باغ ہے دل
روز کیا آگیا سعید ہے آج
ساقیا دے مئے بہار افزا
دل کی برآئی سب امید ہے آج

واہ کیا مژدۂ پُر ارماں ہے
دیکھیے جس کو شاد و فرحاں ہے

مئے دلکش دے ساقی خوش کام — نظم کرتا ہوں میں بھی مدح نظام
شہ عثمان آصفِ ذی جاہ — مظہر ذوالجلال والاکرام
شہسوار طریقۂ انصاف — نو بہارِ حدیقۂ اسلام

ہو مبارک کہ ایسا سلطاں ہے
صاحب چتر شاہِ ذی شاں ہے

فصلِ گل ہے عجب بہار آئی — پھر رہی ہے نسیم اترائی
آج گھر گھر دکن میں شادی ہے — رحمتِ حق ہے ملک پر چھائی
روز شبّیر کیا خجستہ ہے — مژدۂ دل کشا صبا لائی

حبذا کیا نوید نوشیاں ہے
جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

قطعۂ تاریخ

اسمٰعیل از جناب مولوی حکیم محمد اسمٰعیل صاحب دہارروی

(۱)

یا الٰہی آصفِ سابع بہ اوجِ جاہ باد
بادِ صرصر دور ترانہ شمع آصفجاہ باد

(۲)

خسروِ ملک دکن این جشنِ سیمیں در زمن
پیشگاہِ جشن ز زینت چو بسم اللہ باد

(۳)

عمرو دولت در تزاید فتح و نصرت در رکاب
حامیِ تو روز و شب آل رسول اللہ باد

(۴)

گفت اسمٰعیل این سالِ عصر تاریخِ جشن
ہر کہ بدخواہِ تو باشد الکن گمراہ باد

۵ ۳ ۹ ۱ ۶

(۵)

انجم اعزازِ عثماں بیکران در اوج باد

۵ ۴ ف ۳ ۱

نیّر اقبالِ عثماں دائما یکراہ باد

۴ ۵ ۳ ۱ ھ

مبارک باد

شاغل - از جناب شیخ حسین صاحب

یہ جشنِ نقروی تم کو شہِ عثماں مبارک ہو — مبارک ہو مبارک ہو مرے سلطاں مبارک ہو
صدا صحنِ چمن میں نغمۂ بلبل سے پیدا ہے — مرے سرکار کو یہ جشن کا ساماں مبارک ہو
ہمیشہ غنچۂ خاطر کو ہم کھلتا ہوا دیکھیں — شہِ عثماں کو سیرِ گلشنِ ارماں مبارک ہو
دعا ہر دم یہی ہے جاں نثاروں کی زبانوں پہ — مرے سرکار کو یہ جلسۂ ذی شان مبارک ہو
مراد آئے ترے قبضہ میں بس اتنی تمنا ہے — مسرت یہ بھی تجھ کو اے شہِ عثماں مبارک ہو
ہری کشتِ تمنا ہو نہالِ آرزو پھولے — یہ سلور جوبلی بھی اے شہِ عثماں مبارک ہو

دعا دیتا ہے ہر دم بس صمیم قلب سے شاغل
یہ جشنِ نقروی اے آصفِ دوراں مبارک ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ

وصفی۔ از جناب محمد سرفراز علی خاں صاحب جاگیردار

بحمد آنکہ دانائے سرو علن — پس از نعتِ پیغمبرِ ذوالمنن
ز توصیفِ آں چار یارِ نبیؐ — پئے آلِ اطہار یثرب وطن
بیا ساقیا بادہ شرابِ عتیق — رقم تا کنم مدح شاہِ دکن
صراحی بیار و بہ ساغر بریز — کہ صوتِ بطِ مئے ربایدِ محن
رسانم بہ تائید یک جرعہ اش — زمینِ سخن را بچرخ کہن
چرا من نہ نازم بہستیٔ خویش — کہ ہستم بعہدِ خدائے سخن
کنم وصف شاہی کہ مانندِ او — نیاورد و نتواند آرد زمن
کدام است آن شاہِ گیتی فروز — کدام است آں شاہ شاہِ دکن
چساں بر زباں نامِ شہ آورم — کہ از رعب لکنت فتد در دہن
نگیرم اگر اسمِ شاہِ دکن — قرارے نیاید دل زار من
برآئے قرارِ دلِ بیقرار — کشایم با اسمِ گرامی دہن
سلیماں وقار است ذاتِ شہی — فلاطونِ فطرت مسیحائے فن
خداوندِ نعمت فلک مرتبت — سخنداں سخن فہم جانِ سخن
کنم شرح اسمِ معلائے شاہ — ز الہامِ ہاتف کنوں من و عن
حروف اند در اسم چوں پنج گنج — شش و پنج را نیست جائے سخن
بعالم عیاں است از عینِ شاہ — عدیلش نہ باشد کسے در زمن
ز ثا ثابت است ایں کہ صبح و مسا — ثنایش بہر مجلس و انجمن
ز میم است برمرو ماں آشکار — کہ محبوب ملک است شاہِ دکن
الف پرچم آصفی تا ابد — برافراشتہ زیرِ چرخِ کہن
زنون است نظم نظامِ آنچناں — دکن شد نظیرِ فتا و ختن
شہ میر عثمان علیخانِ ما — بفرقش خوشا سایۂ پنجتن
شغف چوں گرفتہ بسوئے علوم — باوج ثریاست ہر علم و فن
بفن سخن شد چو عزمش صمیم — عروسانہ آراستہ بزمِ سخن

ہمہ قصر و ایوان در عہد او	مثالِ خیاں شد بچشمک زدن
پُل و چاہ مہماں سرا نہرہا	بناکرد از دانشِ خویشتن
شبِ تار از ضو فشانی برق	شدہ بر شبِ ماہ بیچارہ زن
بآرائشی ہم بزیبائشے	عروس البلاد است شہرِ دکن
ہمہ شاد کام اند لیل و نہار	ز حسن نظامش چہ مرد و چہ زن
ترا عدد چنیں ز اقتضائے کلام	ز وصفی کجا وصفِ شاہِ دکن
سلیماں وقار است ذات شہی	من یک مورِ بے بال و بر خستہ تن
جہاں پرورا داورِ بیکساں	بہ بابِ اجابت رساں عرضِ من
خدیو جہاں تا قیامِ قمر	سلامت بود از شر و رو فتن
ولیعہد و جانِ ولیعہد را	تو داری بظلِ نظامِ دکن
سپس عرض کن از ادب وصفیا	بدربارِ دُربارِ شاہِ دکن
نماید ہمیشہ خدائے جہاں	چنیں نوعِ جشن تو در ہر زمن

قطعہ تاریخ

لائق از جناب مولوی میر محمود علی صاحب

نوشتہ شد بہ دورِ آصف سابع
کتابی ہست اعلا جشنِ عثمانی
سنینِ طبع اش را اے لائق کمتر
بگو شد چاپ زیبا جشنِ عثمانی
۱۳۵۴ھ

مصرع تاریخ

رسالہ جشنِ عثمانی ہے اچھا
۱۳۵۴ ف

حقیقی جشنِ عثمانی کا مطلب
۱۳۵۴ ھ
وصفی

قطعہ تاریخ

حبیب - از مولوی شریف الحسن صاحب مودودی عامل مقیم حیدرآباد دکن

جمع درباری یہیں یا ہے یہ فطوئی نشست
تختِ کاغذ پر ہے مضمون جلوہ گر یا شاہِ حسن
ای حبیب اب اس رسالہ کی لکھو تاریخ طبع
یادگارِ جشنِ سیمیں کا مرقع ماہِ حسن
۱۱۸ ۴۶ ۴۱۰ ۲۱ ۱۷۰ ۳۵۳ ۲۳۶
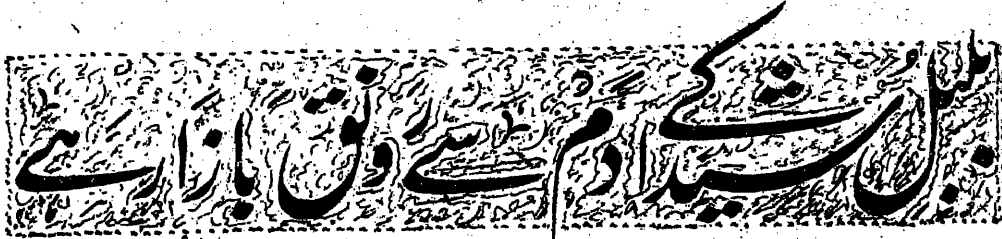
وفا - از جناب صالح بن عمر صاحب مدرس مدرسہ وسطانیہ عادل آباد

آج دل کے ذرہ ذرہ میں جمالِ یار ہے
عرشِ اعلیٰ پر دماغ حسرتِ دیدار ہے
مست ہے، بیخود ہے، پھر بھی طالبِ دیدار ہے
اللہ اللہ تیرا دیوانہ بھی کیا ہشیار ہے

اے شہ ذی مرتبت والا گہر عالی نسب
مدح ناممکن تری اے آفتاب آثار ہے
اے شہ مسلم دکن کے بادشاہ دلق پوش
چرخ چکرائے وہ تیری سلوت دربار ہے

جنبش ابرو ہے تیری کار فرمائے جہاں
یادگار عہدِ بن ادہم تیری سرکار ہے
عہد تیرا عہد فاروقی کی ایک زندہ مثال
دل لرزتے ہیں وہ سادہ شوکتِ دربار ہے
ایک عالم پر تری چھائی ہوئی ہیں ہیبتیں
تیغ ہمت تیری ہر سو بر سرِ پیکار ہے
تیری ہستی کیا ہے اک پیغام لطفِ ایزدی
تیرا سایہ بھی نزولِ رحمتِ غفار ہے
عدل تیرا ایک ہے شیخ و برہمن کیلئے
تیری نظروں میں برابر سبحہ زنار ہے
تیری فیاضی میں ہے قانونِ فطرت کی جھلک
ہے عطا اُس کے لیے جو واقعی حقدار ہے
تو وہ یوسف ہے کہ نادیدہ بھی تیرا مشتری
ہر جگہ تیرے لیے اک مصر کا بازار ہے
ڈوبتوں کو ایک لے دے کر سہارا ہے تیرا
ناخدا اے شاہ گر تو ہے تو بیڑا پار ہے
ہند و ترک، شام و جاپان، مصر و ایران و عرب
الغرض دنیا تری منت کشِ ایثار ہے

تو رہے سر پر دکن کے حشر تک سایہ فگن
بلبلِ شیدا کے دم سے رونقِ بازار ہے

قطعۂ تاریخ

از جناب مولوی خواجہ محمد بو تراب قلندری القادری کہل ایم کے پی

بہار تازہ آئی ہے دکن میں
شہا چار و نظرت ہے باد مشکیں
تراب پُر مسرت نے کہا سن
تسعین و ایم مبارک جشنِ سیمیں
۱۳۴۶ ف

نوٹ: اس سن میں اعلیٰحضرت کی سلور جوبلی منائی گئی۔

قطعۂ تاریخ

احمد از جناب مولوی احمد علی شاہ صاحب

کہاں ہے یادگار جوبلی میں
مشرح ایسی تصنیف معلّےٰ
تو کہا احمد عطا کے قلب سے سال
رسالہ جشن عثمانی ہے اچھا
۱۳۵۴ھ

قصیدہ

وفا۔ از جناب مرزا محمد اسمعیل بیگ صاحب حیدرآبادی

از سرِ نو پھر عروسِ دہر نے بدلا سنگھار
اخترِ تاباں بنا ذرہ زمیں کا زرنگار
آسمانِ پیر کا ہے عرشِ اعلیٰ پر دماغ
سطحِ عارض پر ہوا غازہ شفق کا آشکار
خلعتِ نوروز پہنا ہے شبِ دیجور نے
پرتوِ انوار سے ہم رنگ ہیں لیل و نہار
محوِ گلگشتِ فضا ہے صحنِ گلشن میں نسیم
سنبل و ریحاں خوشی سے ہو رہے ہیں ہمکنار
یا غنیمِ فرطِ مسرت سے ہیں کلیاں باغ باغ
گل نہیں پھولے سماتے دیکھ کر رنگِ بہار

جھومتی ہے عالمِ مستی میں یوں شاخِ شجر
جس طرح انگڑائیاں لیتا ہو کوئی گلعذار

ہے عجب انداز سے جاروب کش بادِ صبا
ہر طرف چھڑکاؤ میں مصروف ہے ابرِ بہار
گا رہے ہیں نغمۂ شادی طیورِ خوش نوا
ہے مبارک باد کی اطرافِ عالم میں پکار

چپہ چپہ گلشنِ اقلیم کا ہے دل فریب — بن گیا ہے نو عروسی ملک یکسر دیار
چاندنی چھٹکی ہے ہر گھر کے در و دیوار پر — روشنی سے جگمگا اٹھے ہیں دشت و کوہسار
قطرۂ آبی کہاں ہیں سبزۂ گلزار پر — شب نے شہ پر سے کیے ہیں گوہرِ شبنم نثار
جاں فزا مسجد میں ہے اللہ اکبر کی صدا — ہے جرس دیر و کلیسہ کا نوائے خوشگوار
ایستادہ ہیں سلامی کو بہر سو نوجواں — زورِ بازو میں ہیں رشکِ رستم و اسفندیار
زیبِ سینہ ہے نشانِ سلطنت ہر شخص کے — شاہ سے حسنِ وفاداری کا ہے آئینہ دار
ہر کسی کا دل عقیدت سے یہاں لبریز ہے — کیا سپاہی، کیا افسر، کیا بشر، کیا اہلکار
ہو نہیں سکتا ہے بیوجہ یہ سامانِ نشاط — کچھ تو ہے باعث جو ہے دورِ زمانہ سازگار
دل مرا محوِ تجسس تھا کہ باغِ دہر سے — یک بیک کانوں میں آئی اک نوائے خوشگوار
ہے جلوسِ شاہ ظلِ اللہ کا صدقہ یہ سب — جشنِ جبلی کے نمایاں ہیں یہ سب نقش و نگار
شاہِ والا کو مبارک ہو نیا دورِ سعید — عہدِ زریں میں قدم رکھا بفضلِ کردگار
شاہ کی توصیف میں وہ مطلعِ رنگیں سنا — سننے والے کہہ اٹھیں صد مرحبا بے اختیار

مطلع

وہ شہنشاہِ معظم ظلِ حق گردوں وقار — جن کے ظلِ عاطفت میں ہیں بہت والا تبار
آفتابِ علم و بینش ماہتابِ عز و جاہ — مالکِ سیف و قلم پشت و پناہِ روزگار
بامروت، باحمیت، باسلیقہ باہنر — ذی اثر، ذی مرتبہ، ذی حوصلہ ذی اقتدار
مقتدائے بزمِ صلح فاتحِ جنگِ عظیم — جنبشِ لب پر ہے جس کے رہنِ عالم کا مدار
ہو گئی بے نور سب تاجِ کیانی کی چمک — تاج پر طرہ ہے کوہِ نور کا وہ تاجدار
سرنگوں ہے رفعتِ جم ہیبتِ شاہنشہی — یاوری سے بخت کی بختِ سکندر شرمسار
صلح کل انداز ہے عقلِ فلاطوں دنگ ہے — دیکھ کر داد و دہش حاتم کو آئے ننگ و عار
بے محل ہے گفتگو انصافِ کسریٰ کی یہاں — عدل سے ایسی بنائے سلطنت ہے استوار
دل تو کیا دکھتا کسی کا آنکھ بھی دکھتی نہیں — ہو گیا سب غم غلط حق نے دیا وہ غمگسار

ان کے عہدِ معدلت میں ہر بشر ذی ہوش ہے
نشۂ دولت سے آ جائے نہیں ممکن خمار

آج تک میں نے تو اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں
اللہ اللہ یہ وقار اور اس پہ ایسا انکسار
اسوۂ حسنہ محمد مصطفیٰؐ کا تھا یہی
جو شہِ گردوں نشیں کی ذات سے ہے آشکار

واہ رے رنگِ طبیعت واہ رے حسنِ سلوک — جس کو دیکھو جان و زر سے مستعد بہرِ نثار
ہے دعا حق سے رہیں دونوں سلامت بامراد — یہ شہ عالی گہر یہ ملکۂ والا تبار
مژدۂ فرحت بنے شہزادیوں کا عمر بھر — اور سدا آنکھوں سے دیکھیں شاہزادوں کی بہار
جاں نثارِ خسرو ملک دکن سب خوش رہیں — حاسدوں کا ہاں رہے نخلِ حسد بے برگ و بار

شاہ کی جبلی کا ہے پہلا وفا دورِ سعید
ہاں قیامت تک یوں ہی آتا رہے یہ بار بار

ترانۂ والا قدر سلور جوبلی

۱۳ ف ۴۵

وفا: از الحاج جناب میر ولایت علی صاحب وکیل

مبارک جشنِ سیمیں شاہ عثمان ظلِ سبحانی — طفیلِ سرورِ عالمؐ بحقِ شبیرِ یزدانی
ترے خلق و مروت کا زمانہ دل سے شیدا ہے — زلیخا ایک ہی تھی حضرتِ یوسف کی دیوانی
فقط عرب و عجم والے نہیں شرمندۂ احساں — تری دولت سے بہرہ ور ہیں ایران و خراسانی
تری داد و دہش کی چار سو شہرت ہے چرچے ہیں — سخاوت پر تری ہوتا ہے حاتم شرم سے پانی
عدالت سے تری کسریٰ بھی درسِ معدلت سیکھے — ترے در پر کرے نوشیرواں بھی آکے دربانی
تری عدل و عدالت کا یہ اک ادنیٰ کرشمہ ہے — کہ پیتے ہیں دکن میں شیر بکری ایک جا پانی
ترے سایہ میں رہ کر چین کی سب نیند لیتے ہیں — پڑے ہیں جیل میں رہزن کئی سارق کئی زانی
سلاطینِ سلف میں آج تو ہے صاحبِ ہمت — ترے رعب و شجاعت سے ہے رستم بھی بہ حیرانی

ترے جاہ و حشم اور سطوت و شانِ امارت کو
سکندر بھی اگر دیکھے ملے دستِ پشیمانی
ترے علم و فضیلت کا زمانہ دل سے قائل ہے
جھکاتے ہیں ادب سے سر کو اپنے فضل و خاقانی

قطعۂ تاریخ

از مولوی محمد سید غوث الدین صاحب قادری بیکس حیدرآبادی

حق نے اپنے فضل سے یہ دن ہمیں دکھلا دیا
شاد ہے ساری رعایا از طفیلِ پنجتن
مصرعۂ تاریخ بیکس نے کہا بیساختہ
ہو مبارک جشنِ سلور جوبلی شاہِ دکن

ہجری ۱۳۵۴

قطعۂ تاریخ

از فضلِ حق بہ عیش و مسرت درین زماں
دلہائے اہلِ ملک چو مانند گل شگفت
تاریخِ جشنِ نقرئی بیکس جناں بمن
"از جوبلیِ آصفِ سابع نظام" گفت

۱۳۵۴ھ

ترے فہم و ذکا کی دھوم ہے لندن میں جرمن میں
سرِ تسلیم اپنا کرتے ہیں خم چین و جاپانی
تری تدبیر و کوشش مشورہ اور رائے صائب ہے
یدِ قدرت سے تجھ کو وہ ملی ہے عقلِ انسانی

ترے باعث ترقی صنعت و حرفت میں افزوں ہے — تری ہی مہربانی سے ہوئی دولت کی ارزانی
ترے احکام کی تعمیل کیا ہے طاعتِ حق ہے — اطاعت کے لیے آئی ہے تیرے نصِ قرآنی
مجل ہوگا اگر دیکھے تجھے لعلِ بدخشاں بھی — لبِ لعلیں نے تیری پائی ہے وہ گوہر افشانی
ترے دورِ حکومت نے کیے دریا کے دو ٹکڑے — قیامت تک تمنا میں رہے آئے نہ طغیانی
تو وہ حاجت روا ہے آج تیرے نام کے صدقے — مرادیں اپنی حاجتمند پاتے ہیں بآسانی
محافظ تیرا وہ حافظ ہے جو عالم کا حافظ ہے — جنابِ خضر کرتے ہیں تری ہر دم نگہبانی
فلک پر حور و غلماں نغمہ زن ہیں شادمانی سے — بہارِ عیش و عشرت لے کے آیا جشنِ عثمانی
خدا لائے وہ دن ہو حکمراں تو ہفت کشور میں — ہو تیری عمر میں دولت میں ہر ساعت فراوانی
زمین و آسماں جب تک رہیں تو بھی رہے قائم — رہے سایہ فگن سر پر ہمیشہ فضلِ ربّانی
چلے سکہ ترا اللہ کرے مشرق سے مغرب تک — ہو دنیا بھر میں تیری شاہ عثماں یہ جہاں بانی
ترے ہر ارادہ میں ہمیشہ کامرانی ہو — رہیں پشت و پناہی پر جناب شبر و شبیرؑ
بحق پنجتن مقبول ہو یا رب دعا میری — شہ عثمان علیخاں ہو "وقوف فیض ربانی"

۱۳۴۵ ف

قطعہ تاریخ متعلق رسالہ جشن عثمانی

وفا روزِ ازل سے ہے وفادارِ شہ عثماں
نمک خوارِ دکن ہے خادمِ دربارِ عثمانی

عاؔلی۔ مولوی سید ضیاء الدین صاحب

(۱) حبذا شد چاپ دلکش تذکرہ
مرحبا ایں فضلِ یزدانی ہمیں
(۲) آفتابِ آسمانِ عز و شاں
ماہتابِ ضعِ انسانی ہمیں
(۳) شاہکارِ دورِ آصف جاہ را
یادگارِ جشنِ سلطانی ہمیں
(۴) پر زور ہائے مضامینِ دانش
منسلک در نظم لاثانی ہمیں
(۵) عدل و انصاف و رعایا پروری
فیض دورِ ظلِ سبحانی ہمیں
(۶) بر کفم از سعیِ فاضل ایں چنیں
بے بہا لعلِ بدخشانی ہمیں
(۷) کلکِ عاؔلی سالِ فصلی زد رقم
جلوہ پیرا جشنِ عثمانی ہمیں

۱۳ ف ۴۵

مبارک باد

نتیجہ از میر حسن علیخاں صاحب حیدرآبادی

تمہیں یہ جشنِ سیمیں اے شہِ والا مبارک ہو — مبارک ہو یہ بزمِ عیش یہ جلسہ مبارک ہو
نسیمِ صبح چلتی ہے تو یہ آواز آتی ہے — گلستانِ دکن کو پھولنا پھلنا مبارک ہو
خوشی سے مسکرا کر ہار پھولوں کے یہ کہتے ہیں — عروسِ سلطنت کو آج یہ گہنا مبارک ہو
چلی آتی ہے کانوں میں صدائے قلقلِ مینا — صراحی کو سبو کو جام کو صہبا مبارک ہو
کرم بخشی خطاپوشی غریبوں کی بھی دلجوئی — یہی ہے شان کے شایاں یہی زیبا مبارک ہو
نتیجہ فرما ہے جیسے زباں پر ہے یہی مصرع — مسلمانوں کی تم کو سلطنت شاہا مبارک ہو

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرقع باب حکومت

از مولوی درویش محی الدین صاحب درویش

اے خوشا باب حکومت شاد صدر اعظم است — خیر خواہ ملک و مالک شہرتش در عالم است

بر عدالتہا ست آں نواب لطف الدینخاں — ظلم را از صیت عدل او بنامش قائم است

از جناب حیدری اصلاح شد کار فنیانس — پُر خزانہ نیز مالامال ہر یک آدم است

من چہ گویم وصف آں انصاف پرور ناسکر — زیر حکمش سال را تنظیم وافی ہر دم است

بر سیاسیات مہدی یار جنگ صدر المہام — دور اندیش و سیاست داں نکوئے حاکم است

بسکہ موزون است بر افواج آں سید عقیل — کو یکے قابل تر و اقبال را ایک پرچم است

صیغہ ہائے جملہ تعمیرات را احشام راج — کرد استحکام زاں شاداب تر ہر موسم است

ایں ہمہ دستور و میر عثماں علیخاں خلد اللہ ملکہ شہریار — خسرو ملک دکن در مرتبہ شاہ جم است

عمر و اقبالش فزون و دولتش پائندہ باد

در جہاں درویش ذاتش ظل رب عالم است

مرتبہ محمد فاضل
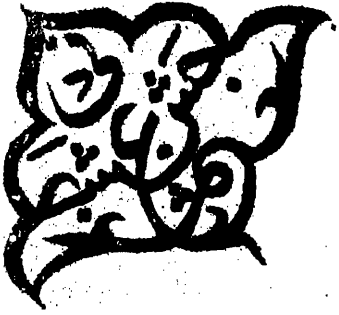
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از جناب ڈاکٹر میر مہدی حسین صاحب اَلَم

ہم نے دیکھی ہے شہنشاہوں کی اکثر جوبلی — اور ہی شے ہے شہِ عثماں کی سلور جوبلی

انتظامِ جشن پر جب پڑ گئی اُس کی نظر — ہوگئی میری طرح حیران و ششدر جوبلی

جاں نثاروں نے اُتارے اس قدر لعل و گہر — ہوگئی ہے شاہ کے صدقے میں توانگر جوبلی

جوبلی ہے آج شاہنشاہ جم اقبال کی
عید کی صورت منائی جائے گھر گھر جوبلی

از حاجی مولوی جمشید علیصاحب جمشید حیدرآبادی

شاہ عثمان علیخاں کی ہے سلور جوبلی — مرحبا رشک سلیماں کی ہے سلور جوبلی

کہہ رہی ہے تاج کے پرنور ہیروں کی چمک — چرخ پر مہرِ درخشاں کی ہے سلور جوبلی

کہہ رہے ہیں جس کو اہلِ علم سلطان العلوم — حبذا اُس ظلِ سبحاں کی ہے سلور جوبلی

ہو رہی ہے فیض سے جس شہ کے دنیا مستفیض — آج اُس ماہِ درخشاں کی ہے سلور جوبلی

کیوں نہ پھر جمشید ہو جائے دکن رشکِ ارم
آج صدرِ عہدِ گلستاں کی ہے سلور جوبلی

جذبۂ بے اختیار

از جناب ماہر القادری صاحب ماہر

اے کہ تیرے دم سے وابستہ حکومت کا فروغ
اے کہ تیری ذات پرکارِ سیاست کا مدار

اے کہ تیری زندگی آئینہ دارِ شانِ فقر
اے کہ تیری سادگی زینت دہ اوجِ وقار

اللہ اللہ! تیرے ذہن و فکر کی پاکیزگی
جیسے کلیوں کی لطافت، چاند تاروں کا نکھار

لوحِ فطرت ملک و ملت کی نہایت سادہ تھی
خامۂ تدبیر نے تیرے کیے نقش و نگار

تیرا چھونا تھا کہ ہر کانٹا گلستاں بن گیا
تیرا آنا تھا کہ بس چلنے لگی بادِ بہار

دور میں تیرے ملا بے تاب روحوں کو سکوں
عہد میں تیرے پڑی بنیادِ تسکین و قرار

تیری آمد کے لئے بے چین موجِ بحرِ ہند
تیری خاطر مضطرب ہر ذرۂ ارضِ سرار

روز و شب تیرے لئے کرتے ہیں سجدے مدعا
چاندنی، ذرے، ستارے، پھول، کلیاں، آبشار

شاہ کی مدحت سرائی کا ہے ماہر کو شرف
نظم کہیے اس کو یا اک جذبۂ بے اختیار

قصیدہ

از مولوی ابو الحامد شیخ ظہور الحق صاحب سکوت صدیقی القادری حیدرآبادی

بارک اللہ نئے انداز کا دربار بھی ہے
اور گہر بارکفِ ہمتِ سرکار بھی ہے

آج کچھ طبعِ رسا کا مری اصرار بھی ہے
آج کچھ طالعِ خفتہ مرا بیدار بھی ہے

میں کہاں اور کہاں مدحتِ سلطانِ علوم
جتنی آسان ہے میرے لیے دشوار بھی ہے

جس کا کھاتے ہیں نہ کیوں راگ ہم اسکا گائیں
بات یہ حق بھی ہے حق بات کا اظہار بھی ہے

کیوں نہ پھر آج لکھوں مدحتِ شاہِ عثماں
میرا آقا بھی ہے سلطاں بھی ہے سرکار بھی ہے

ظل بھی وہ ظل کہ جسے کہتے ہیں ظلِ سبحاں
آج اسی ظل کا جہاں غاشیہ بردار بھی ہے

علم میں فضل میں اخلاق میں دانائی میں
کیا جہاں میں کوئی اس شان کا سردار بھی ہے؟

شاملِ حال ہے افضالِ خدا اور بہم
لطفِ عثمانؓ کرمِ حیدرِ کرار بھی ہے

اس کو کہتے ہیں پسندِ نگہِ حق کی دلیل
کہ یہ محبوبِ حبیب و دلِ اغیار بھی ہے

اے سخی ابنِ سخی عمرِ خضر ہو تیری
کہ ترے دم ہی سے یہ رونقِ بازار بھی ہے

ملک و مالک رہے آباد بصد امن و اماں
شاہِ اسلام بھی ہے خسروِ دیندار بھی ہے

اپنے ممدوح کے اوصافِ حمیدہ پہ سکوت
فخر جتنا میں کروں مجھ کو سزاوار بھی ہے

از مولوی محمد حسین صاحب موحد منور رقم

ہو مبارک شاہ عثماں اس سے بہتر جوبلی — حق تعالیٰ تجھ کو دکھلائے بہتر جوبلی
انبساط و عیش کے سامان لے آئی ہے تو — ہے دکن کی سلطنت میں آج گھر گھر جوبلی
جا رہے ہیں ہوئے باغِ عام خاص و عام آج — دیکھنے جلوہ ترا اے ماہ پیکر جوبلی
گوہر انجم نچھاور کر رہا ہے چرخ بھی — آج کی شب ہے تو ایسی برق پیکر جوبلی
رات پر دن کا گماں کرتے ہیں اہل چرخ بھی — بن کے آئی ہے تو کیا خورشیدِ خاور جوبلی
پتے پتے سے عیاں ہوتا ہے جلوہ طور کا — اوڑھ کر کیا نور کی آئی ہے چادر جوبلی
پھر پا بوسیٔ عثماں بار بار آئے گی تو — ہم نے تاڑا دیکھ کر تیرا یہ تیور جوبلی

حق تعالیٰ سے دعا موحد کی یہ دن رات ہے
ہو مبارک شاہِ عثماں تم کو سلور جوبلی

ترانہ

از مولوی شیخ احمد صاحب شیدا (پربھنی)

بھاتا نہیں ہے کس کو ملکِ دکن ہمارا — چھوٹے نہ ہم سے یارب پیارا وطن ہمارا
پورے ہوں یا الٰہی اُس کے دلی مقاصد — اور خوش رہے ہمیشہ شاہِ دکن ہمارا
اعلیٰ حضور عثماں شاہِ دکن پہ یارب — کیونکر نہ ہووے صدقے یہ جان و تن ہمارا
موجود آدمی ہے ہر ملک کا یہاں پر — آیا پسند اُن کو ملکِ دکن ہمارا
الطافِ خسروی جو دیکھے تو دل سے بولے — اب دور ہو گیا ہے رنج و محن ہمارا

گل ہائے وصفِ عثماں ہر جا کھلے ہوئے ہیں
سرسبز کیوں نہ ہو پھر شیدا چمن ہمارا

مبارک بادی

از جناب سکوت صاحب

عروج بخت و دولت اے شہ ذیشان مبارک ہو	تجھے یہ انجمن آرائیاں ہر آں مبارک ہو
ترے سر پر ہے ظل حق تو محبوب خدا دل میں	اور اس پر طرۂ عشق شہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ مبارک ہو
تجھے ہر دم رسول اللہ کی تائید ہو حاصل	تجھے اے شاہ شاہاں سایۂ یزداں مبارک ہو
یہ علم و فضل و تقویٰ و طہارت یہ جہاں بانی	یہ بزم آرائیاں تیری شہ عثماں خلد اللہ ملکہ مبارک ہو
رعایا شاد، ملک آباد، ہر جا نغمۂ عشرت	لب لعل و چمن زار و گل خنداں مبارک ہو
در میخانہ وا ہے دیر ہا ہے جام مے ساقی	یہ دور بست و پنج سالہ شہ شاہاں مبارک ہو
الٰہی عمر و اقبال میں شہ کے ترقی دے	انہیں ہر دم ترا انعام بے پایاں مبارک ہو

برسنے کو سکوت شادماں کے مزرع دل پر
وہ دیکھو آ گیا ابر گہر افشاں مبارک ہو

قصیدہ دعا

از

جناب محمد امجد علی صاحب امجد حیدرآبادی

مبارک شاہ میر عثماں علی کو تخت و افسر ہو　　دکن زیر حکومت ان کے بلکہ ہفت کشور ہو

قلوب خلق پر ان کی عقیدت کا رہے سکہ
نفوس قدسیہ میں اُن کی دمسازی کا جوہر ہو

تونگر بے نوا ہوں اک نگاہ قہر سے اُن کی
گدا بھی اک نگاہ لطف سے ان کی تونگر ہو

بنا ہے حیدر آباد دکن ان کی توجہ سے
یہاں باغ جنت دیکھ لو خود گر نہ باور ہو
دکن میں ہر طرف آئینہ بندی کی یہ حالت ہے
فلک حیرت زدہ کہتا ہے تم بیشک سکندر ہو

سخاوت اور اولوالعزمی ہے مشہور جہاں اُن کی — الٰہی اُن کے سر پر ظل داماں پیمبر ہو
جہاں زیر نگیں ہو اور عالم بندۂ فرماں — غلام اقبال۔ ہمدم ہو ظفر۔ اور بخت یاور ہو
مطالب ان کے برآئیں مقاصد انکے حاصل ہوں — عدو مقہور ہوں ان کے وہ منصور و مظفر ہو

جو اُن کا دوست ہے انجمؔ وہ دائم شاد و خرم ہو
جو ہو بدخواہ وہ قعرِ مذلت میں نگوں سر ہو

قصیدہ

از جناب مولوی رشید صاحب یادگیری

اے بر سر تو زیبا تاج ہمہ یرداری — یک عالمے باحساں بندو اسیر داری
در راہِ ملک رانی از فرطِ دور بینی — ہر گام بر خیال ملک کبیر داری
در چار دانگِ عالم از لطفِ خسروانی — عثماں بنا مداری خود رانظیر داری
از فیضِ گستر یہا در ملکِ خویش و غیرے — نیکو سگال دولت جسمِ غفیر داری
از یک نگاہ بینی اندر قلمرو خود — باہم ہنود و مسلم چوں قند شیر داری
از التفاتِ شاہی چوں رسم سرپرستاں — دستِ کرم بفرقِ میر و وزیر داری
از خوئے نیکوئے تو بیگانہ یگانہ — باخویش واقربا ہم جذب کثیر داری
در دار و گیرِ دولت باسطوت و قوت — تدبیر و نیک نیت چوں تیغ و تیر داری

زاں علم و فن کہ باید سامان و ساز کردی
بہر رفاہ خلقے گنجِ خطیر داری

شانِ محبِ شافیٔ ہستیٔ تو غریبے

ایں داد حق کہ داری بس دلپذیر داری

ذکرِ جمیل عثماں از ہر مکاں برآمد

ایں شور بر زبانِ برنا و پیر داری

مدّاحِ چار یاری شیدائے پنجتن ہم — از حبِّ مصطفائی روشن ضمیر داری

صد گوہران معنی در سینۂ تو پنہاں — با شانِ خسروانہ رنگِ فقیر داری

بر کارنامہائے عثمان تواں سرایم — کز سرمۂ سیاست چشمِ بصیر داری

از دستِ برد دوراں فرقے بدستگاہت — ناید کہ دستِ ہمت از دستگیر داری

ہر آرزو کہ داری داور کند کرامت — چوں سر بر آستانِ ربِ قدیر داری

آیم بہ بارگاہت تو از سر نوازش — دستِ کرم بفرقِ ایں مردِ پیر داری

ایں جوبلی سلورِ عثماں بہ تو مبارک — صد سال دیگرے ہم تاج و سریر داری

دارد رشید از تو از دیر آرزوئے

یک یادگار باقی در یادگیر داری

قصیدہ

از مولوی محمد عبداللطیف صاحب رشید یادگیری

حبذا رشکِ سلاطینِ جہانی ہستی — مرحبا فخرِ فلاطونِ زمانی ہستی

اے خوشا شاہِ جواں بخت جوانی ہستی — وے بجا بر صفتِ آصفِ ثانی ہستی

شاہدِ حسنِ خیالات و معانی ہستی — محرمِ رازِ خفی رازِ نہانی ہستی

از قرانِ زنظامِ تو دریں ملکِ نظام — بر زباں می رود از سعدِ قرانی ہستی

شہر آراستی از تازہ عماراتِ عظیم

چرخ گفتہ شہ با شوکت و شانی ہستی

نقش و اشکال کہ در دورِ حکومت بستی
خبرے مید ہد از شوکت مکانی ہستی
رونقِ روز فزوں علم و فنوں را از تو
ہمہ دانند بہر فن ہمہ دانی ہستی

عربی، فارسی، ہندی، دکھنی بر تو فدا — بکسے دل شدی بہر یکے جانی ہستی
در قلمرو چہ مسلمان، چہ ہندو، چہ دگر — بر ہمہ یک نگہی فیض رسانی ہستی
سینۂ صافِ تو چوں سینۂ صافی گہراں — آنچہ دل داری۔ ہمانا بزبانی ہستی
بہرِ تسخیرِ دل و حفظِ حقوقِ خلقے — روز دمساز۔ بہ شب ہمچو شبانی ہستی
خوے خوبے تو دہد بوئے زاخلاقِ حسن — خوش کنِ خویش زبیگانہ یگانی ہستی
طوقِ احسانِ تو در گردنِ اہلِ ملکات — در دکن علم و ہنر را تو ئی بانی ہستی
تخت و دیہیم ترا زیب۔ تو زینت دہ آل — ظلِ سبحانی و اعجاز بیانی ہستی
بہ بلاغت سرِ شعرائے عجم میخوانم — بہ فصاحت سرِ فصحائے یمانی ہستی
پشتِ جم پیشِ تو خم۔ فرقِ فریدون پا — افتخارِ ہمہ شاہانِ کیانی ہستی
پنجہ زن۔ زال بزورِ عدلت بارستم — روکشِ معدلت نوشیں روانی ہستی
لرزہ از رعبِ تو پیداست بجرم شرہا — فتنہ تب کردہ کہ از داب طپانی ہستی
یکہ تازی۔ کہ بہ میدانِ تیقن بہ یقیں — پے کن ابلقِ اوہام وگمانی ہستی
از نہی آمدی نافرما و امر آمر — دانمت ناصرِ دین ذاتی ہمانی ہستی
حبِ محبوبِ خدا در دلِ عثماں جا کرد — للہ الحمد کہ محبوب نشانی ہستی
جلسہ جامعہ عثمانیہ فخرے دارد — جلوہ افزاء پئے اعزاز سنانی ہستی
آنکہ اعزازِ تو سلطانِ علوی پیش است — از تبحر نظری۔ برتر از انی ہستی
ہمتے بہرِ تو از بندہ نوازانِ دکن — لے باخلاص بشاں معتقدانی ہستی

در خورِ شانِ تو وصفِ تو نیاید ز رشید
من کہ مورم تو سلیمانِ زمانی ہستی

طالع ہند

از مولوی سالک صاحب مدیر انقلاب

عثمان ہے شاہبازِ سلطانِ شکارِ ہند — قائم اسی کے نام سے ہے اقتدارِ ہند
شان اس کی مایہ دار جہال بانی مغل — ذات اس کی یادگار زمانِ بہارِ ہند
باقی ست رنگِ سطوتِ شاہنشہاں ازو
روشن چراغِ محفلِ ہندوستاں ازو
جب تو ہے دل سے عاشق و مداحِ مصطفےٰ — پھر کیوں نہ تیرے نام کے قرباں جائیں ہم
ہو تیرے ہاتھ سے علمِ اسلام سر بلند — دن رات کر رہے ہیں خدا سے دعائیں ہم
از ہمتِ تو شوکتِ اسلام زندہ باد
برقِ حیات در رگِ ہستی ہند باد

آزاد۔ مولوی سید محمد حسین صاحب حیدرآبادی

شاہ شاہاں جو فخر شاہاں ہے — ملک مالک پہ اپنے نازاں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے — جس کو دیکھو وہ شاد و فرحاں ہے
ہے مسلمانوں کو خوشی دونی — جشن سیمیں ہے عید قرباں ہے
شاہ عثماں ہے آصف سابع — وقت کا اپنے جو سلیماں ہے
اس نے بنیاد جامعہ کی رکھی — یہی علم و ہنر کا سلطاں ہے
وہ زمانہ گیا جہالت کا — اب تو لائق ہر ایک انساں ہے
بچہ بچہ دکن کا ہے "بی اے" — علم و فن کا یہ ساز و ساماں ہے
ہے ترقی ہر ایک شعبہ میں — کیا مبارک یہ دور عثماں ہے
جابجا ہو گئی ہے آبادی — رشک گلشن ہر اک بیاباں ہے
ایک دو کیا؟ بنے کئی تالاب
آبپاشی کا ایک طوفاں ہے
جس طرف دیکھو اُس طرف جاری
چشمۂ فیض ابر نیساں ہے

انڈیا میں ہے آج ملک دکن — جس طرح ایشیا میں جاپاں ہے
جو نہیں دیکھتا وہ ہے اندھا — جو نہیں جانتا وہ ناداں ہے
ہو اسی طرح جشن زریں بھی — دل سے ہر ایک اس کا خواہاں ہے
دل آزاد کیوں پریشاں ہو؟ — کون ہے آج جو پریشاں ہے

امجد۔ محمد اصغر صاحب صدیقی خوشنویس خزانہ معمور

کیا بہار آئی عقل حیراں ہے — غنچۂ دل چمن میں خنداں ہے
کیا دکن رو کش گلستاں ہے — عیش و راحت کا جس میں ساماں ہے
ایک میں کیا ہوں باغ عالم میں — شاہ کا ہر کوئی ثنا خواں ہے
حق نے کی "اولی الامر" کی تعریف — جس پہ شاہد یہ نص قرآں ہے
ہے عجب لطف آصف سابع — مور کو دعوئے سلیماں ہے
بادشاہ اور قدردان سخن
حق تعالیٰ کا سب پہ احساں ہے
خوب تاریخ لکھی امجد نے
آج یہ جشن شاہ عثماں ہے
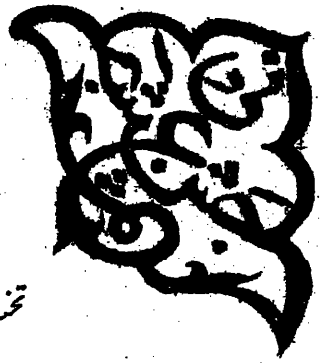
احمد۔ سید احمد صاحب ظہیرآبادی

یہ بھی ساقی کا عین احساں ہے
میکدہ آج وقفِ مستاں ہے
تختِ شاہی ہے آج لمعۂ نور
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

چاہتا ہے ہر ایک جاں سے فزوں
شہ کی الفت بھی عین ایماں ہے
آستاں ہے وہ آستانِ مراد
آسماں کیا ہے ایک درباں ہے
ہم کو پیدا کیا دکن میں ازل
یہ خدا کا بڑا ہی احساں ہے

کیا رعیت ملازم و خوش باش — ہر کوئی آج شاد و فرحاں ہے
شہر یارِ دکن شہ عثماں — چرخ رفعت کا ماہ تاباں ہے
عادل و باذل و سخی و غنی — ہفت کشور میں شاہ عثماں ہے
تاجدارِ دکن شہ عثماں — باعث فخر تاجداراں ہے
نام اسلام کا کیا روشن — موجب فخر ہر سلیماں ہے
فتح و نصرت ہے ساتھ سایہ صفت — رستم دہر مرد میداں ہے
کار دشوار سہل ہو جائے — جب کہ امدادِ شاہِ مرداں ہے
قوم و مذہب کی کچھ نہیں تخصیص — مہر و الطاف سب پہ یکساں ہے
عدل و انصاف کا ہے یہ عالم — شاہ ہندو ہے خوش مسلماں ہے
قیصرِ ہند ہے کرم فرما — پارلیمنٹ بھی ثنا خواں ہے
آئے قبضہ میں جلد ملکِ برار — مالکِ ملک شاہ عثماں ہے
اہل ہند و دکن دعا گو ہیں — سب پہ ظلِ الٰہ کا احساں ہے
خیر خواہانِ شاہ خرم ہیں — اور دشمن ذلیل و حیراں ہے
آل و اولاد پہ ہو سایۂ شاہ — شہ پہ مبذولِ ظل سبحاں ہے
اپنے الطاف سے دکھا یا رب — گولڈن جوبلی کا ارماں ہے
وصف عالی ہو کیا رقم مجھ سے — عقل میری کمال حیراں ہے
مال و دولت نہیں، نہ ہو احمد — شہ پہ قربان یہ دل و جاں ہے

آفت۔ جمشید جی صاحب کلیانوی

حیدرآباد کیف ساماں ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
جوش پر رحمتِ خدا ہے آج — جشنِ سیمین شاہِ عثماں ہے
محوِ حیرت ہیں آسماں والے — جشنِ سیمینِ شاہِ عثماں ہے
دن بھی اپنا ہے رات بھی اپنی — جشن سیمینِ شاہِ عثماں ہے
آج دنیا میں نظر آئی — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
جام ہے، مے ہے، میں ہوں مینا ہے — جشنِ سیمینِ شاہِ عثماں ہے
ذرہ ذرہ ہے مدح خواں آفت — جشن سیمین شاہِ عثماں ہے

اجمل۔ وحید الدین شیخ چاند عرف شیر علیشاہ صاحب

شہ عثماں کا جو ثنا خواں ہے — رشکِ سعدی ہے رشکِ سحباں ہے
گا رہے ہیں ترانہ یہ بلبل — جشنِ سیمینِ شاہِ عثماں ہے
جشن کا جوبلی کے ہے یہ اثر — دل جو شاداں ہے دل جو فرحاں ہے
دل غنی کیوں نہ ہو رعایا کا — شہ عثماں، دکن کا سلطاں ہے
علم میں فرد، عدل میں یکتا — ہے جو کوئی تو شاہ عثماں ہے
شہ عثماں کے رخ کی ہے وہ ضیا — جس سے شرمندہ ماہ تاباں ہے
باریابی بزم عثماں کا — ایک مدت سے دل میں ارماں ہے
مثلِ حاتم جہاں میں عثماں کا — دستِ پُر فیض بحر زر افشاں ہے
انقلاب زمانہ دیکھ اجمل — طفل مکتب بھی اب سخنداں ہے

ازل۔ مولوی حافظ محمد شریف صاحب

ہر صغیر و کبیر شاداں ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
روم ہو ہند ہو عجم کہ عرب — جو ہے وہ زیر بارِ احساں ہے

بانو۔ امۃ الحی عرف شہزادی اہلیہ الحاج محمد عبدالحی صاحب عتیق۔

خلق سب زیر بارِ احساں ہے — شاہِ عثماں کے زیرِ فرماں ہے۔

حیدرآباد رشکِ قرطبہ ہے
یہ دکن ہے کہ ملکِ یوناں ہے
شاہ وہ جس کے آگے اک پرِ کاہ
شانِ جم شوکتِ سلیماں ہے

ہو عرب یا کہ ترک یا ہندی
ساری مخلوق اُن پہ نازاں ہے
سب ہی آباد ہیں ریاست میں
غیر مسلم ہے یا مسلماں ہے

مدح خوانی میں شاہ عثماں کے
یورپ و روس نغمہ خواں ہے
تاج شاہی خدا نے رکھا ہے
شاہ عثماں ظلِ یزداں ہے

ہے رعیت پہ دست شفقت شاہ   اور رعایا بھی ان پہ قرباں ہے
شادمانی سے کامرانی سے   بزم عشرت بھی اک گلستاں ہے
جشن سیمین شاہِ والا ہے   ہر کوئی شاد اور فرحاں ہے
بزم گلشن ہے شادمانی ہے   نغمہ خواں بلبل خوش الحاں ہے
مومنو جس نے خود کو پہچانا   درحقیقت وہ اہلِ عرفاں ہے
ساری دنیا میں دھوم ہے یارو   جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

پہلوان۔ محمد غفار صاحب پروفیسر ورزش جسمانی

چو طرف اب خوشی کا ساماں ہے   سب رعایائے ملک شاداں ہے
لو دکن رشکِ باغ رضواں ہے   آج ملکِ دکن گلستاں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

عید اہلِ دکن مناتے ہیں   آج جامہ میں کب سماتے ہیں
شہ کی مدحت کے گیت گاتے ہیں   آج ملکِ دکن گلستاں ہے
جشن سیمین شاہِ عثماں ہے

بارور ہو گیا ہے نخلِ امید   آج ہر گھر میں ہو رہی ہے عید
لو صبا لا رہی ہے تازہ نوید   آج ملکِ دکن گلستاں ہے
جشن سیمینِ شاہ عثماں ہے

جمع ہیں سب امیر و اہلِ فن   شاہ کی جوبلی کا آیا سن
رشکِ باغ ارم نہ کیوں ہو دکن   آج ملک دکن گلستاں ہے
جشن سیمین شاہِ عثماں ہے

شاہ پر سایہ پنجتن کا ہو   پہلواں اُن کا بول بالا ہو
یہ مبارک خوشی کا جلسہ ہو   آج ملک دکن گلستاں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

توحید۔ سید اللہ بخش صاحب بی اے، بی ٹی

جوش پر موسم بہاراں ہے
انبساط و طرب کا ساماں ہے

گلستاں ہے کہ ارغنوں ہے کوئی
نغمہ زن بلبل خوش الحاں ہے
مترنم بطرزِ نو قمری
آج بالائے سرو بستاں ہے

غنچے مینا ہیں گل ہیں ساغر گل   باغ میں میکشی کا ساماں ہے
رُخ پاکیزہ پر گلِ تر کے   دامنِ صبح گوہر افشاں ہے
آئینہ پر زمردیں ہیں نقوش   لب جو سبزہ اور ریحاں ہے
ذرہ ذرہ نشاط افزا ہے   جشن سیمین شاہِ عثماں ہے
گبرو ترسا ہنود سب خوش ہیں   جس طرح خوش ہر اک مسلماں ہے
حیدرآباد ہے عروس بلاد   برکتِ عہد شاہ عثماں ہے
رشکِ گلزار ہے ہر اک بازار   اور کوچہ ہر اک خیاباں ہے
علم و فن کی ہے گرم بازاری   کوچہ کوچہ میں اک دبستاں ہے
غیرتِ عہد اکبر و ہاروں   دورِ زرّینِ شاہِ عثماں ہے
ثانی قرطبہ کہیں اس کو   مصدرِ علم شہرِ عثماں ہے
جامعہ مرکز علوم و فنون   یادگارِ زمانِ عثماں ہے
الغرض خسرو دکن تو جیک   اپنے اقبال کا سلیماں ہے

جمشید۔ سید جمشید علیخاں صاحب

شاملِ حال فضلِ یزداں ہے   عیش چاروں طرف فراواں ہے
گلشن عیش میں بہار آئی   غنچہ دل ہر اک کا خنداں ہے
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے   رشکِ باغ ارم گلستاں ہے
کر دیا عام علم کا چرچا   حیدرآباد رشکِ یوناں ہے
جب سے دیکھا ہے شہ کا خلق عمیم   خود مروت بھی دل سے قرباں ہے
پورا ہوتا ہے مدعا دل کا   ایسے بندہ پر ایک احساں ہے
شہ کے خوانِ کرم کا ذلہ ربا   عرب و روم مصر و ایران ہے
پوچھو نوشیروان عادل سے   کیسا انصاف شاہ عثماں ہے

دیکھ کر طرزِ زندگی شہ کی
سادگی تمکنت پہ نازاں ہے
عہد راحت ہے عہد عثمانی
کوئی مضطر نہ کوئی حیراں ہے

پلہ سب پر ہ ہے نہ کیوں بھاری | تجھ سے روشن ہے محفلِ دنیا
پشت پر شہ کی شاہِ مرداں ہے | شمع سے رونقِ شبستاں ہے
کیوں نہ جمشید ہو خوشی دل کو | تجھ میں سارے صفات ہیں پنہاں
میرے مالک پہ فضلِ رحماں ہے | تو فرشتہ ہے یا کہ انساں ہے

خلیل۔ سید ابراہیم صاحب خلف شمس مرحوم

واہ کیا عدل دورِ عثماں ہے | شیر بھی بکریوں کا چوپاں ہے
وہ دکن میں ہوئی ہے آرایش | کہ بیاباں بھی اب گلستاں ہے
ہے حکومت کی روشنی ایسی | جس سے شرمندہ ماہِ تاباں ہے
ہے سخاوت کچھ آپ کی ایسی | متحمل نہ جس کا داماں ہے
بحر بے آبرو ہے بخشش سے | ہاتھ تیرا وہ گوہر افشاں ہے
کیں فراہم سہولتیں ایسی | کام دشوار بھی اب آساں ہے
اک زمانہ ہے جو کہ ہے ممنوں | آج کس کس پہ تیرا احساں ہے
بدگماں جو کوئی ہوا تجھ سے | آپ ہی دل میں وہ پشیماں ہے
جہل کا نام ہو گیا عنقا | علم دکن میں یوں درخشاں ہے
وہ تدبر ہے آپ کا شاہا | عقل دنیا کی جس پہ حیراں ہے
مخزنِ خلق تو وہ ہے یعنے | خلق بھی جس کے در کا درباں ہے
مردِ میداں ہے وہ شہِ آصف | کہ شجاعت بھی جس پہ نازاں ہے
ہے رعایا کی فکرِ آسایش | یہ تری آرزو ہے ارماں ہے
رشک کرتے ہیں حضرتِ عیسیٰ | کچھ وہ اعجاز تجھ میں پنہاں ہے
علم وہ جس پہ علم ہے صدقے | حلم وہ جس پہ حلم قرباں ہے
وصف تیرے کمال کا کیا ہو | تو سخن فہم ہے سخنداں ہے
کام تیرا حدیث و فقہ سے | بات تیری دلیلِ برہاں ہے
کچھ وہ احساس کر دیا پیدا | گم جہاں سے خودی کا طوفاں ہے
کیوں نہ تو ہو عزیزِ عالم کو | اُن کے درد و الم کا درماں ہے
شرع پر ہم کو کر دیا پابند | تو کلیدِ ریاضِ رضواں ہے

نقش تیرا ہے خلق کے دل پر
تو شہا ثانی سلیماں ہے
قید مذہب نہیں ہے تیرے پاس
سب کی عزت نظر میں یکساں ہے

کام سب اپنا کرتے ہیں پورا (قطعہ) | ہر اک اپنے عمل پہ نازاں ہے
بزم و عشرت جدا جدا ہیں لفظ | میزباں یہ ہے اور وہ مہماں ہے
سب فراہم ہیں عیش کے اسباب | جشن سیمین شاہِ عثماں ہے
وہ الٰہی یہاں ہو۔ دنیا میں | کچھ جو عشرت کا اور ساماں ہے
تو نمک خوار شاہ کا ہے خلیل | فخر جتنا ہو تجھ کو شایاں ہے

ذبیح۔ سید اسمٰعیل صاحب وکیل ہنابادی

اندنوں خاص فضلِ یزداں ہے | رحمتِ حق قرینِ دوراں ہے
جشن سیمین سراپا بہجت ہیں | ہر دل کا سفیر دوراں ہے
نہ فقط ہند بلکہ سارا جہاں | اس مسرت میں شاد و فرحاں ہے
میر عثماں علی نظامِ دکن | منبعِ فیض و جود و احساں ہے
جن کے عہد سراپا برکت میں | شاد ہر ہندو، و مسلماں ہے
ملک آباد ہے رعیت خوش | کون عالم میں مثلِ عثماں ہے؟
شاہ عثماں کہ "زندہ باد و مدام" | بہ عدل عمرؓ گرچہ عثماں ہے
نزد رعیت توجہ آسایش | ذاتِ سلطاں عزیزِ جاں ہے
نقدِ جاں کے سوا نہیں کچھ بھی | پیش کش اپنی پیش سلطاں ہے
مبتہج کیوں ذبیح نہ ہو عالم | جشن سیمین شاہ عثماں ہے

ذرہ۔ دلاور علی صاحب حیدرآبادی

جلوہ آرا جو شاہِ ذیشاں ہے | رشکِ ماہ ہے کہ مہرِ تاباں ہے
تابشِ حسن شاہ ذی جاہ سے | ذرہ ذرہ مہ درخشاں ہے
پرتو حسن شہ سے ملکِ دکن | رو کش خلد و باغ رضواں ہے
یہ وہ گل ہے کہ جس کی نکہت کیا | جانفزا تازگئ ریحاں ہے

یہ وہ گل ہے کہ آج گلشن میں
جس کی بلبل ہر اک ثنا خواں ہے
اس چمن کی فضا کا ہر جھونکا
روح پرور ہے راحتِ جاں ہے

ہر گھڑی وصف شہ کا ہوتا ہے — جس کا دل سے ہر اک ثنا خواں ہے
جس کی توصیف جزو ایماں ہے — کون ہے ذات شاہ عثماں ہے
محسن قوم مصلح اعظم — ہر گھڑی جاں نثار کرتے ہیں
قطب دکن جو شاہ عثماں ہے — شہ آصف پہ جان قرباں ہے
ہو زلیخائے ہند جس پہ نثار — میرا یوسف وہ ماہ کنعاں ہے
نام ہے جشن جوبلی جس کا — شہ کے ارمان کا اک گلستاں ہے
شوکت و شان شاہ عثماں کی — معترف حشمت سلیماں ہے
اس سے ہندو بھی خوش مسلماں بھی — ایسا منصف مزاج سلطاں ہے
رہے سرسبز شہ کا نخل امید — دل کا گر ہے تو بس یہ ارماں ہے
شہ کے قبضہ میں آئے ملک برار — ایک مدت سے بس یہ ارماں ہے
اے خدا جلد کر اسے پورا — جو مراد دلی عثماں ہے
دیکھ کر تیرا عدل اور انصاف — دل سے عادل ہر اک ثنا خواں ہے
کیا کہوں دل میں ایک مدت سے — کرم شہ کی یاد ہمہ داں ہے
اس پہ برق غضب گرا یارب — جو کہ بدخواہ شاہ عثماں ہے
شہ کی تیغ زباں کے جوہر کا — دل میں قائل ہر اک سخنداں ہے
اس کی توصیف کر تم شاغل — قابل مدح شاہ عثماں ہے

رعد - حکیم میر نادر علی صاحب منصبدار

نیر بخت و عمر تاباں ہے — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے
ہے ہر اک اپنے ملک کا سلطاں — ملک کا علم کا یہ سلطاں ہے
تو نگہبان خلق ہے شاہا — فضل خالق ترا نگہباں ہے
رشک باغ ارم ہے ملک دکن — وہ تو پنہاں ہے یہ نمایاں ہے
رونق ملک روز افزوں ہے — مدح عثماں نہ حد امکاں ہے
جشن جمشید و جشن عثمانی — آب خشک اور آب نیساں ہے
حال ماضی و حال سے ظاہر — وہ ہے جمشید یہ سلیماں ہے
جشن سیمیں ہو جشن زریں بھی — عہد زریں شہ درخشاں ہے
بے تعزاں ہے بہار ملک دکن — جشن شاہ زینت گلستاں ہے
اس کے جد کا ملے خطاب اسکو — جشن سیمیں میں رعد خواہاں ہے

شاب - حاجی شیخ احمد علیصاحب (پربھنی)

واہ کیا شان شہ عثماں ہے — یہ فرشتہ ہے یا کہ انساں ہے
اپنے مالک پہ جان دے دینا — اپنا مذہب ہے اپنا ایماں ہے
خاک پاک دکن کے کیا کہنے — پر ہما کا جہاں مگس راں ہے
ملک و مالک جو شاد ہے مولا — تیرا احسان پر یہ احساں ہے
پرتو فیض آصفی ہے یہ — ذرہ ذرہ جو ماہ تاباں ہے
ملک و مالک میں ربط ہے پیدا — بلکہ دو قالب اور اک جاں ہے
ہے یہی حاصل سخن گوئی — مدح عثماں پہ شاب نازاں ہے

سعید - حکیم سید محی الدین حسینی صاحب (کرمنگر)

ہم پہ کیا کم یہ فضل یزداں ہے — آقا اپنا جو شاہ عثماں ہے
غیر مسلم ہو یا مسلماں ہو — فیض ان کا ہر اک پہ یکساں ہے
فیض جاری ہے ساری دنیا میں — کس پہ ان کا نہ بار احساں ہے
والیان ریاستوں میں شاہ — جیسے تاروں میں ماہ تاباں ہے
جشن سیمیں کا آج گھر گھر میں — عیش و عشرت کا ساز و ساماں ہے
جس طرف دیکھو ہے چمن ہی چمن — حیدرآباد کیا گلستاں ہے
پنجتن پاک کے تصدق سے — ان کی ہر ایک مشکل آساں ہے
جشن صد سالہ بھی الٰہی ہو — آرزو اپنی ہے یہ ارماں ہے
آج ہر اک گھر میں لے سعید — جشن سیمیں شاہ عثماں ہے

حسینی - سید محمد غوث الدین صاحب ناظم عدالت ضلع گنجوٹی

جشن سیمیں شاہ عثماں ہے — جوش پر آج فضل یزداں ہے
زلف و رخ کو میں کیا کہوں ان کے — سورہ واللیل کا ہے قرآں ہے
شوخیوں سے تری نسیم سحر — گیسوئے یار بھی پریشاں ہے

شاغل - شیخ حسین صاحب

اس دکن کا جو شاہ عثماں ہے — اس پہ دن رات فضل یزداں ہے

عرض کرنا یہ میرے آقا سے
جو کہ ملک دکن کا سلطاں ہے
جن کے سایہ میں تو ہے ظل اللہ
حق تو یہ ہے کہ حق نگہباں ہے

جود و بخشش کرم سخاوت سے — ایک عالم ترا ثنا خواں ہے
کون چھوٹا ترے کرم سے حضور — ساری دنیا پہ تیرا احساں ہے
ہو سیاست کی تیری کیا توصیف — تیرا ممنون ترک و ایراں ہے
کیا سکندر کا دبدبہ ہو بھلا — وہ ترے در کا ادنیٰ درباں ہے
تیری پابوسی سے ہے چرخ کو فخر — تیری وہ شان شاہ ذیشاں ہے
چین اس کو کبھی نصیب نہیں — تیرا دشمن سدا پریشاں ہے
ہوں فدا تیرے وصف عالی پر — میں ہی اور میرا دل بھی قرباں ہے
ہو نہ مایوس وصل سے عینی — اب نکلنے کو تیرا ارماں ہے

علم - ڈاکٹر میر مہدی حسین صاحب

آج کیا رنگ بزم امکاں ہے — حیدرآباد باغ رضواں ہے
ہر امیر و فقیر شاداں ہے — بچہ بچہ بھی یوں غزل خواں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے۔

ہنر و فن کو اُس نے اوج دیا — علم کے بھی بہا دیے دریا
شہر کو ثانی بہشت کیا — سال پچیسواں جو ختم ہوا
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

جس طرف میں نے آنکھ اٹھا دیکھا — اُس طرف عیش ہی نظر آیا
نہیں ہند و دکن پہ حصر اس کا — سارے عالم میں ہے یہی چرچا
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

ہے کہیں ساقی پری تمثال — مہ جبیں شوخ چشم حور جمال
مطرب اپنا دکھا رہے ہیں کمال — گا کے یہ مصرع مبارک فال
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

ایسے ساقی کہاں تھے اُس کے گھر
مطرب خوش نوا و رامشگر
روشنی برق کی ہے گھر گھر پر
جشن جمشید سے کہیں بڑھ کر
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

چمکی قسمت وفا شعاروں کی
نکلی حسرت امیدواروں کی
بن گئی بگڑی بھی ہزاروں کی
اے علم عید جاں نثاروں کی
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

عتیق - الحاج محمد عبدالحی صاحب سابق منتظم پولیس

رشک گلزار ہر بیاباں ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے
وقت کا اپنے وہ سلیماں ہے — خلق خوان کرم پہ مہماں ہے
جشن کا ایسا ساز و ساماں ہے — دل جمشید میں بھی ارماں ہے
کوئی ہندو ہے یا مسلماں ہے — شاہ کے فیض کا ثنا خواں ہے
شاہ کے مدح کے کھلے ہیں گل — صفحہ قرطاس کا گلستاں ہے
ہے کلام الملوک سے ظاہر — شاعر بے بدل سخنداں ہے
زینت شہر ہو گئی اُس سے — وجہ آرائش اس کا فرماں ہے
نہریں۔ ساگر۔ عمارتیں سڑکیں — خلق پر شاہ کا یہ احساں ہے
مدرسے مسجدیں۔ شفا خانے — فیض سرکار کا نمایاں ہے
عدل و انصاف کا زمانہ ہے — اُس کے قبضہ میں برج میزاں ہے
غمزدہ تھا جو اک زمانے کا — آج مسرور اور شاداں ہے
اُس کے صدقے میں سب رہا ہو گئے — شادماں آج سارا زنداں ہے
ایسا روشن ہے شاہ کا اقبال — کہ سکندر بھی جس سے حیراں ہے
ہند میں۔ مصر میں۔ عرب میں غرض — ہر جگہ شاہ کا ثنا خواں ہے
حکم حق نے دیا اطاعت کا — اُس کی تعمیل دین و ایماں ہے
شاہ کے سر پہ ظل باری ہے — تاج رحمت ہے چتر قرآں ہے
اے عتیق آرزو بر آئی ہے — جشن سیمین شاہ عثماں ہے

فروغ - سید اختر علی صاحب

آج وہ شان شاہ عثماں ہے — بخت جمشید جس کا درباں ہے
صبح محشر ہے مہر تاباں ہے
بے نقاب آج روئے جاناں ہے
پھر بہار آئی پھر ہوئی وحشت
پھر مرا تار تار داماں ہے

لٹنے والا ہے کاروان ضبط
لب پہ آنے کو راز پنہاں ہے

گم ہوئی ہے بصارت یعقوب
دور آنکھوں سے ماہ کنعاں ہے

یا تو آہٹ ہے انکے آنیکی
یا صدائے شکست پیماں ہے

عمر ہم نے تو کی سفر میں تمام
دور اب تک بھی کوئے جاناں ہے

ہے یہ وسعت نظر میں وحشی کی
دل کا جو ذرہ ہے بیاباں ہے

خاک میں بھی ملانے والوں کا
میرے سر پر فروغ احساں ہے

فوق - میر دُر علیخاں برادر زادہ نواب کرم الدولہ بہادر

جشن سیمین شاہ عثماں ہے
جس کو دیکھو وہ شاد و فرحاں ہے

تن میں بیتاب کیوں مری جاں ہے
کون سا درد اس میں پنہاں ہے

آدمیت نہ ہو جو انساں میں
آدمی وہ نہیں ہے حیواں ہے

میرے شہ کو بدارل جائے
یہ دعا میری حق سے ہر آں ہے

لاکھوں چاہت میں آ کے ڈوب گئے
وہ تمہارا چہ زنخداں ہے

دہن زخم مسکراتے ہیں
ایسا پھیکا ترا نمکداں ہے

جنس سستی ہے کچھ گراں نہیں یہ
دل مرا آپ لے لیں ارزاں ہے

کب تلک جھوٹے وصل کے وعدے
رات دن بس یہی نہیں ہاں ہے

شیشہ دل مرا نہ توڑو تم
اس میں پنہاں تمہارا ارماں ہے

دیکھیے کس پہ گرتی ہے بجلی
آج وہ گل چمن میں خنداں ہے

اگر انصاف سے کوئی دیکھے
میرا اک ایک شعر دیواں ہے

تم نے انگشتری جسے دی تھی
آج وہ ثانی سلیماں ہے

دل دیا اس کو تو نے کیوں اے فوق
اب خدا ہی ترا نگہباں ہے

منظور - سید شہاب الدین صاحب قاضی تعلقہ مانوی

جشن سیمیں نہ کیوں منائیں ہم
شاہ عثماں دکن کا سلطاں ہے

آج پچیس سال حکومت کا
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

بہتا ہے دیکھو علم کا دریا
سب دکن علم سے درخشاں ہے

ادنی اعلی سپاہی اور افسر
شہ کے خوان کرم پہ مہماں ہے

واصفی - مولوی سید عبدالصمد صاحب حیدرآبادی

اس خوشی سے ہر ایک شاداں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

تاجدار دکن وہ سلطاں ہے
بادشاہی بھی جس پہ نازاں ہے

عدل و انصاف سے نمایاں ہے
عہد عثماں بھی عہد عثمانؓ ہے

جوش ہے کچھ نشاط کا ایسا
ایک اک گل چمن میں خنداں ہے

بلبلیں باغ میں ہیں نغمہ سرا
شادمانی کا خوب ساماں ہے

وہ کھلے گل دکن میں عشرت کے
چشم نرگس بھی جس سے حیراں ہے

قدم شہ سے ہے وہ سرسبزی
دکن اب غیرت گلستاں ہے

شہ کے ابر کرم کا ہے یہ اثر
دُر مقصد سے پُر جو داماں ہے

اللہ اللہ رے شہ کا بذل و نوال
اک جہاں زیر بار احساں ہے

نہیں کچھ فرق کافر و مومن
کرم شاہ سب پہ یکساں ہے

عہد شہ میں سکون ہے ایسا
چین کے ساتھ ہر ایک انساں ہے

علم و فضل و کمال میں یکتا
شاہ عثماں سا کوئی سلطاں ہے

کیوں نہ سایہ ہو اس کا عالم پر
شاہ وہ شہ جو ظل سبحاں ہے

شہ کے قبضے میں ہے جہاں گویا
ہاتھ میں خاتم سلیماں ہے

کیا اثر کے دست شاہ وقت نبرد
زور بازوئے شاہ مرداں ہے

وقت غیظ و غضب بھی گر دیکھو
کرم و لطف شہ فراواں ہے

رشک فردوسی و نظامی ہے
شاہ عثماں سا کب سخنداں ہے

یہ اولی الامر ہے ہوا ظاہر
کہ اطاعت پہ شہ کی فرماں ہے

شاہ عثماں کا ہے جواب کہاں
بے نظیر و عدیل سلطاں ہے

رفعت چرخ جس کے آگے پست
شاہ کا وہ بلند ایواں ہے

دور رحمت سے شاہ عثماں کے
بن گیا شہر ماہ تاباں ہے

ہے رعایا دکن کی سب خوشحال
ہر جگہ دیکھو امن و اماں ہے

ہے دکن میں وہ باہمی اخلاص
دوست ہندو کا بھی مسلماں ہے

چشم بد سے عدو کی کیا ہوگا
جب خدا شاہ کا نگہباں ہے

مرتبہ محمد فاضل

یا خدا سلطنت دکن کی رہے
مرتبہ شہ کا کیا بیاں کیجے

یہی اک مامن غریباں ہے
جب اولی الامر حکم قرآں ہے

جسے کہتے ہیں حشن میں لوگ
شاد رکھ شہ کو داور محشر

وہ حکومت کا ایک عنواں ہے
کیونکہ ہر قوم ان سے شاداں ہے

وہ رہے یا خدا قیامت تک
جوبلی کا یہ جس کی ساماں ہے

اے وفا حق اسے کرے پورا
جو خدیو دکن کا ارماں ہے

سارا عالم ہے شاہ کا مداح
واصفی ایک کیا ثنا خواں ہے

وفا۔ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب

اوج اقبال شہ پہ قرباں ہے
شاہ عثماں پہ فضل یزداں ہے

جانے کیا کہہ گئی نسیم سحر
غنچہ غنچہ خوشی سے خنداں ہے

یوں شجر جھومتے ہیں صحرا میں
یہ گماں ہے کہ بزم رنداں ہے

بلبلوں کے کہیں ترانے ہیں
کہیں طاؤس دل سے رقصاں ہے

قمریوں سے بیان سرّ حق
سرو دُن کر خوشی سے شاداں ہے

اس ادا سے چمن میں آئی نسیم
جس ادا پر ادا بھی قرباں ہے

شب نے پہنا ہے خلعت نوروز
رنگ لیل و نہار یکساں ہے

دیکھ کر ذرہ ہائے ملک دکن
آفتاب فلک پشیماں ہے

ارض عالم کا دیکھ کر عالم
محو حیرت دماغ رضواں ہے

مہر تو اور دعوے شاہی
یہ جنوں ہے تجھے کہ خفقاں ہے

وفا۔ حاجی میر ولایت علیصاحب وکیل

مہر سبحاں ہے فضل یزداں ہے
جشن سیمین شاہ عثماں ہے

چین سے زندگی گذرتی ہے
سب پہ شاہ دکن کا احساں ہے

ہووے کسریٰ بھی شرم سے نادم
آج تو وہ عدیل سلطاں ہے

تو سخی پر فقیر دامن تنگ
جود و بخشش سے خلق حیراں ہے

تیرے جود و عطا کے بدلے میں
جان و دل تجھ پہ نذر و قرباں ہے

تو اگر شاد ہے تو حق بھی شاد
پیروی تیری حکم قرآں ہے

تو ہے ہمدرد قوم کا صادق
تجھ سے مسلم کی زینت و شاں ہے

آج سے مشرق سے لیکے مغرب تک
جشن پر ذرہ ذرہ شاداں ہے

تجھ کو دشمن سے خوف ہی کیوں ہو
حق تعالیٰ ترا نگہباں ہے

اک نظر ہو وفا پہ بھی عثماں
دامن آلودہ و پُر زعصیاں ہے

تضمین بر کلام الملوک ملوک الکلام حضور پر نور اعلیٰحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

از مولوی محمد فیض اللہ صاحب کنداں منتظم فتح میدان

بہ بزم تاجداران زمن عظمت نشان باشی
باقبال و حشم ہم صولت صاحبقران باشی
باوج مرتبت تاج سلاطین زمان باشی
الٰہی تا جہاں باشد شہنشاہ جہاں باشی
خدایت مہربان و تو بعالم مہربان باشی

قطعۂ تاریخ

از محمد اصغر صاحب صدیقی انجم خوشنویس محکمۂ دار الضرب سرکار عالی

کیا بہار جاں فزا آئی بفضل ذوالمنن
روکش خلد بریں اب بن گیا باغ دکن

کہدیا ہجری میں یوں انجم نے سال تہنیت
ہو مبارک جشن سلور جوبلی شاہ دکن

۱۳۵۴ھ

جبین بر آستاں دارم فدا ئیم نمک خوارم
فدا بر تو شدم بس آرزوی دل ہمیں دارم
بچشم حق نگر در جلوہ گاہت محو انوارم
نفس تا رہیں آرم دعا کردن بود کارم
ہمیں ورد زبان دارم کہ دائم حکمراں باشی

بود تا بزم عشرت لطف افزا شیشہ از قلقل
شود در قلب تا ہنگامہ آرا ذوق کیف مل
بجوش عیش تا باشند مستان محو شور و غل
کند تا زمزمہ بلبل خورد تا پیچ و خم سنبل
زند تا خندۂ خوش گل بہار بوستاں باشی

ہوا خواہ فضائی دہر تا باشد صبا باران
بود تا ہم آوا ز لف دلبر سنبل پیچان
کند تا تازہ نرگس یاد چشم نرگس فتان
دہد تا سنبل و ریحان بود تا سرو در بستان
بباغ دہر اے سلطان بہار بیخزان باشی

ظفر گوید باین تصدیق ایمان آصف سابع
اولی الامر است بر ذات تو برہان آصف سابع
ز روئیت نور حق ہر سو نمایاں آصف سابع
نظام الملک عثمان علی خان آصف سابع
سراج دین اسلامی امیر مومناں باشی

مرتبہ محمد فاضل

امجد - مولوی محمد اصغر صاحب صدیقی خوشنویس محکمہ دارالضرب سرکار عالی

خدا سے عرض یہ کرتے ہیں شیخ و شاب دکن ۔۔۔ رہے مدام درخشندہ آفتاب دکن
بہار آئی ہے بھر بھر کے جام دے ساقی ۔۔۔ حلال آج ہے زاہد کو بھی شراب دکن
ہوا ہے آصف سابع سے وہ شرف حاصل ۔۔۔ کہ شش جہت میں نہیں ہے کہیں جواب دکن
ہے یاسمیں کی بہار آج جشن سیمیں میں ۔۔۔ تو گلشن میں کھلے اور بھی گلاب دکن
وہ دیکھتے ہیں یہاں آ کے جلوۂ عثماں ۔۔۔ کہ خوش نصیب ہی ہوتے ہیں باریاب دکن
خوشی کا اور بندھا فرق شاہ پر سہرا ۔۔۔ برار آ کے ہوا ہے جو ہمرکاب دکن
جو دل گرفتہ پریشان ہوا زمانے میں ۔۔۔ صدا یہ آئی کشادہ ہے آج باب دکن
ہے عام آج زمانے میں لطف ظل خدا ۔۔۔ ہر ایک سر پہ ہے سایہ فگن سحاب دکن
جبھی تو جھوم کے پڑھتے تھے شعرائے امجد ۔۔۔ ملی تھی میر و ولی کو شراب ناب دکن

یہ سلطنت یہ حکومت یہ شاہ عثماں ہوں ۔۔۔ رہے الٰہی ابد تک یہی مآب دکن
گناہ بد سے ہے محفوظ نام حیدرؑ سے ۔۔۔ ترقیوں پہ ہے ہر روز و شب شباب دکن
رفاہ عام تمدن میں مال و دولت میں ۔۔۔ نہیں ہے ملک کوئی دوسرا جواب دکن
دکن میں علم و ہنر کا ہے موجزن دریا ۔۔۔ نظر میں اہل بصر کے ہے انتخاب دکن
شمار جود و سخا کا ہے گنج بے پایاں ۔۔۔ سمجھ میں آئے کسی کے نہ کچھ حساب دکن
وزیر شاد تو شاداں ہے شادیٔ سلطاں ۔۔۔ کہ منتخب ہے زمانے میں انتخاب دکن
خجل عدالت کسریٰ و جود حاتم سے ۔۔۔ ثنائے شاہ ہے دیباچۂ کتاب دکن
بہار باغ جہاں دیکھ بلبل شیدا ۔۔۔ تمام پھولوں میں ہے سرخرو گلاب دکن
نگاہ مہر سے ذرہ ہو آفتاب احمد ۔۔۔ سیاہ بخت ہے وہ جس پہ ہو عتاب دکن

احمد - مولوی سید احمد صاحب ظہیر آبادی تلمیذ حضرت رعد

فزوں ہے اور ممالک سے آب و تاب دکن
کہ شاہ آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن
فزوں ہو عمر مبارک یہ جشن سیمیں ہو
بجان و دل یہی عرض شیخ و شاب دکن

خاطر - راجہ سورج نارائن صاحب

شہ دکن کا ہے ثانی نہ ہے جواب دکن ۔۔۔ حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن
یہ فیض شہ نے بڑھائی ہے آب و تاب دکن
کہ آج روئے زمیں پر نہیں جواب دکن
خدا کے فضل سے بڑھتی ہی جائیگی رونق
نہ ہوگا مائل پیری کبھی شباب دکن

جہاں بھر میں تو اس کا نہیں کوئی ثانی
اگر ہے کوئی تو فردوس ہے جواب دکن
یہاں کی ذرہ نوازی یہ ہے قدا ایسا
کبھی غروب نہیں ہوگا آفتاب دکن

ہے ملک روکش فردوس رشک باغ ارم
شہ ہے لاجواب جہاں تخت لاجواب دکن
ولی عہد رہیں اور آصف سابع
وہ ماہتاب دکن ہیں یہ آفتاب دکن

شہ دکن کے سحاب کرم کا کیا کہنا　　کہ قطرہ قطرہ ہے اس کا دُرِ خوش آب دکن
وہ کون ہے جو نہیں اس کا بندۂ احساں　　فرنگ و ہند و عرب تک ہیں فیضیاب دکن
یہ جشن جوبلی سرکار شاہ جبلی ہے　　نہ کیسے محو تماشا ہوں شیخ و شاب دکن
میان جشن یہاں تک ہوا ہے جوش نشاط　　کہ اُبلی پڑتی ہے شیشے سے خود شراب دکن
کلام اس میں ذرا بھی نہیں ہے اے خاطر　　حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن

ذرہ۔ مولوی دلدار علی صاحب

حضور آصف سابع ہیں آفتاب دکن　　ضیائے نور سے جن کی ہے آب و تاب دکن
جہاں پہ سایہ فگن رہتے ہیں نسیل و نہار　　جہاں کو کرتے ہیں گلزار یہ سحاب دکن
عرب ہو یا کہ عجم، ترک ہو کہ لندن ہو　　وہ کون ہے کہ نہیں آج فیضیاب دکن
کرم کی دھوم جہاں میں عطا کی شہرت ہے　　جہاں کا تیغ جود و سخا ہے باب دکن
رہے ترقی پہ ہر لحظہ دولت و اقبال　　الٰہی اوج پہ ہر دم رہے شباب دکن
کرم میں علم میں دولت میں اور حکومت میں　　نہیں ہے آج جہاں میں کوئی جواب دکن
دفور جوش مسرت سے جشن سیمیں کے　　ہیں شاد شاد ہر اک آج شیخ و شاب دکن
فلک پہ ہوں مہ و اختر ضوفشاں جب تک　　رہے الٰہی ضیا پاش آفتاب دکن

شاب۔ حاجی احمد علی صاحب (پربھنی)

جہاں میں کوئی نہیں آج فیضیاب دکن　　برس رہا ہے سمندر پہ بھی سحاب دکن
خیال خلد کا آتا نہیں دکن میں کبھی　　نظر پڑیں گے مگر خلد میں بھی خواب دکن
کہیں نہیں ہے سلاطین میں مثال حضور　　نہیں ہے سلطنتوں میں کہیں جواب دکن
نزول رحمت باری کے واسطے پہلے　　ہوا ہے سارے زمانہ میں انتخاب دکن
غلام آصف سابع کا رشک حاتم ہے　　ہے فرد فیض رسانی میں فیضیاب دکن
ہیں لعل آصف سابع کے شاہزادے سب　　جہاں میں شاک مین کیوں نہ ہو خطاب دکن

خیال پہ ناز جوانان خلد کو ہے اگر
ہے مجھ کو ناز دکن پر کہ ہوں میں شاب دکن

شہید مولوی سید عابد حسینی صاحب

ہے رشک گھر ہر شہوار آب و تاب دکن
حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن

ہے روشناس جہاں جو ہے روشناس زمیں　　ہے افتخار جہاں جو ہے ہمارکاب دکن
ہیں آپ ملک کے سلطان اور شاہ علوم　　نہ شہر علم ہو پھر کس لئے خطاب دکن
ہیں شاہ منبع جود و نوال و بخشش و فیض　　ہے فیض عام میں سب ہے جو فیضیاب دکن
ہر ایک ملک میں ہے اس کے فیض کا چرچا　　امیدوار زمانہ ہے کامیاب دکن
سخا و جود سے ہیں شاہ فخر ہفت اقلیم　　دعائے دولت و اقبال مستجاب دکن
شہ دکن کو ہو عمر خضر نصیب شہید　　اسی طرح ہو درخشاں یہ آفتاب دکن

عبرت۔ مولوی محمد عبدالرسول صاحب صدیقی حیدرآبادی

ہمارے شاہ ہیں بے شبہ آفتاب دکن　　جس آفتاب سے روشن ہے ماہتاب دکن
مثال مہ ہے ہر ذرۂ سراب دکن　　حضور آصف ہفتم ہیں آفتاب دکن
کہاں سے لائیگا اے چرخ آب و تاب دکن　　مقابلہ کی ہوس ہے تو لا جواب دکن
خدا دراز کرے عمر شاہ عثماں کی　　اور اُس کے فیض سے قائم رہے شباب دکن
دراز عمر ہو اولاد شاہ کی یارب　　ریاض دہر میں یہ گل ہیں انتخاب دکن
ہرا بھرا رہے پھولا پھلا رہے یہ چمن　　بہار پر رہے یارب یوں ہی شباب دکن
جہاں میں اور ممالک بھی ہیں بہت آباد　　مگر ملے گا نہ اُن میں کوئی جواب دکن
لٹائیں جان نہ کیوں شہ کی جاں نثاری میں　　نصیب اپنا ہے ہم خرما ہم ثواب دکن
رہیں گے سایۂ عثماں میں چین سے عبرت　　ہمارے حصہ میں جب تک ہے آب و تاب دکن

موجد۔ مولوی محمد حسین صاحب متور رقم

عروج پر نہ ہو کیوں مطلع شباب دکن　　حضور آصف سابع ہیں آفتاب دکن
شہ دکن کے ہیں و لیسار دو فرزند　　وہ آفتاب دکن ہیں یہ ماہتاب دکن
بجا ہے اس کو عروس البلاد ہم لکھیں　　جہاں میں نہیں ملتا کہیں جواب دکن
فقیر کا بھی یہاں کے قول ایسا ہے　　جو دیکھے اجنبی کہہ دے کہ ہے نواب دکن
جسے ہو فکر معیشت وطن کو چھوڑتا ہے　　وہ کر کے دل میں نکلتا ہے انتخاب دکن

یہاں جو رہ کے وطن میں چلے گئے اپنے
ہمیشہ دیکھتے ہیں بس وہی تو خواب دکن
نہ دیکھے کیوں فلک پیر جھک کے اے موجد
جہاں میں دید کے قابل ہے اب شباب دکن

نظامِ آصف ماہتاب آفتابِ دکن

ازل ۔ مولوی حافظ محمد اسمٰعیل شریف صاحب مدرس

الٰہی تا بہ ابد باد آب و تاب دکن ۔۔۔ بدل بہ شیب نگردد گہے شباب دکن

بزیر ظل عنایات شاہ عثمان است ۔۔۔ کجا بہ عرصہ عالم بود جواب دکن

دریں زمانہ مسعود جشن سیمین است ۔۔۔ بود سرور فراواں بہ شیخ و شاب دکن

سزد کہ غازۂ رخسار حور می گردد ۔۔۔ تبرک است برائے جناں تراب دکن

طواف ملک دکن می کنند صاحب عقل ۔۔۔ بہ ہر جہت عجب طرفہ انجذاب دکن

ہر آنکہ صاحب علم و ہنر بود بیند ۔۔۔ ہمیشہ در شب و در روز بسکہ خواب دکن

بچار سو شدہ بود چوں ازل درخشندہ ۔۔۔ نظام آصف ماہتاب آفتاب دکن

اسماعیل ۔ حکیم محمد اسماعیل صاحب دعا روری ۔

بیا بیا و بدہ ساقیا شراب کہن ۔۔۔ کہ تازہ نغمہ سرایند شیخ و شاب دکن

خوشا خوشا کہ دریں عہد آصف سابع ۔۔۔ دکن ہر آئینہ امان است از سحاب فتن

بعیش و عشرت امشب کہ جشن سیمین است

صبا بدعوی سبقت ز مشکناب ختن

علو پرچم آصف بہ حسن خلقی

گذشت از سر شاہان انتخاب زمن

بہ صیت دولت و اقبال تو جہاں ممنون ۔۔۔ مطیع شیر زبان است بے طناب و رسن

دفور علم و ہنر یافتہ اصول امدادی ۔۔۔ رواج دادی تو اے غرہ آفتاب دکن

تشکر شہ عثماں شعار اسماعیل ۔۔۔ دگر نہ کیستم و کے مراست تاب سخن

حشمت ۔ محمد حبیب علیخاں صاحب حیدرآبادی

بنور شاہ کہ شد نسبت و پنج باب دکن ۔۔۔ بہ آب زر بنوشتند در کتاب دکن

فروغ دورشہ ما ببیں کہ می نگرد ۔۔۔ فلک بچشم حسد مہر آب و تاب دکن

جہاں پناہ جلالت مآب ذرہ نواز ۔۔۔ نظام آصف ماہتاب آفتاب دکن

بعدل و داد چناں میکند جہانبانی ۔۔۔ خطیب دہر بہ منبر کند خطاب دکن

دلیل نص اولو الامر و معدلت گستر ۔۔۔ حدیث ظل خدا مالک الرقاب دکن

ز ہے سیاست و آئین عدل عثمانی ۔۔۔ کہ گرگ و میش بہم میخورند آب دکن

عطا و جود تو عثماں محیط عالم شد ۔۔۔ کہ ساکنان جہاں گشت فیضیاب دکن

بروم و شام و عراق و عرب کند سیراب

بلطف شاہ گہر بار شد سحاب دکن

بہ اتحاد بہم اہل ملک مربوط اند

بہ بزم شیخ برہمن خورد شراب دکن

مرتبہ محمد فاضل

زمانہ پیش نہ کردہ بایں تگا پویش زمانہ از نگہ دوربیں نہ دید گہے
زہے تمدن و تہذیب لاجواب دکن بحق ہیچ کسے ظلم در کتاب دکن
محب شاہ کہ شد مفتخر بہ عز خطاب بلے بفضل خدا شاہ ذی ہمم آمد
عدوئے شاہ کہ شد مورد عتاب دکن بجرم رستم دورانست عتاب دکن

عدوئے مالک بدخواہ ملک بر افتاد گرفت صاعقہ سانار التہاب دکن
معظم است و مکرم ہم اعظم ذی جاہ ضیائے بزم شہی مہر و ماہتاب دکن
برائے آصف و شہزادگانِ والاشان دعا کنند با خلاص شیخ و شاب دکن
بحق شاہ نجف ہمقرین نصرت باد ہمیشہ فتح و ظفر باد ہمرکاب دکن
بلطفِ عاطفتِ پنجتن مدام شود دکن بہ اہل دکن شاہ مستطاب دکن
خوشا نصیب کہ حشمت بہ جشنِ عثمانی بہ تہنیت گذراند دُرِ خوش آب دکن

وجودِ شاہ و شہزادگان شاہ مرا الٰہی ساختی مسعود با صواب دکن
جوان و پیر دکن را مسرتیت بنیاد کہ جشن جوبلی شاہ شد شباب دکن
مظاہرات صفائی و شہر آرائی نبود پیش ازیں در خیال و خواب دکن
ہزار بار کنم شکر زانکہ آصف ما بشان و شوکت شایاں شدہ نصاب دکن
مشام ملک دکن ہم ممالک دیگر معطر است زبوئے خوش گلاب دکن
بہ جشنِ نقرئی شہ را دہم مبارکباد الٰہی روز فزوں باد آب و تاب دکن
رشید بہر ترقی دولت عثماں بہ یادگیر۔ دعاگوئے فیحتاب دکن

رشید۔ رشید صاحب یادگیری

چہ گفت چرخ چو نگریست آب و تاب دکن نظام آصف ماہست آفتاب دکن
بجا کہ بخت رسا تخت و تاج را زیبا خوشا کہ ہستی شہ ہست جم جناب دکن
ز کارنامۂ زرین دور عثمانی کجا کجاست ببیں فیض بیحساب دکن
بگوشہ ہائے عرب ہم بروم و شامی را رسید حصۂ نان و نمک کباب دکن
بوصف داد و دہش ہم بسیرت ایثار بگو کجاست بملکِ جہاں جواب دکن
ز آبشار کرم کرد می کند سیراب زمین آرزوئے خلق را سحاب دکن
زحسن نظم سیاسی و اقتصادی شاہ عدو عتاب گرفت و محب خطاب دکن
سر غرور کہ سر بزمیں کند دوراں بدور آصف سابع شراب ناب دکن

علم۔ ڈاکٹر میر مہدی حسین صاحب

طلوع کرد چو بخت آفتاب دکن گذشت با فلک ہفتمیں حساب دکن
بعدل و عفت وجود و شجاعت عثماں مزین است بجان خودم کتاب دکن
چو ہست نیر اعظم جناب اعظم جاہ بود معظم زیجاہ ماہتاب دکن
بسے گذشت فلک تا مثل کند پیدا نیافت در ہمہ عالم مگر جواب دکن
سعید تر ز ہما ہست بوم و زاغ اینجا شجیع از اسد چرخ شیر غاب دکن
برون ز حد شمردن محاسن دکن است فزوں ز بیار سرو انگلند آفتاب دکن
علم مبارک و مسعود جشن سیمیں باد بشاہ کجکلہ آسماں جناب دکن

قطعہ تاریخ

از

محمد عبد المعز خاں صاحب خواجہ

خلف

جناب نامی ناظم پائیگاہ ذہبی

جلوس شاہ عثمان علی خاں دکن را کرد یک گلزار زریں
ہر آئینہ دکن را آئینہ کرد ز عدل و فیل و تدبیر و آئیں
چناں "باب حکومت" کرد قائم کہ قلب بیقراراں یافت تسکیں
علوم مشرقی را داد او وجے کتاب مملکت زاں کرد تدویں
بہ ذرات دکن کرد ست ہمچو بنات النعش و مہر و ماہ و پرویں
ز حکمت پست را بالا نمود او
چرا ارض و سما گوید بہ تحسیں
دکن پیدا نہ کردہ مثل عثماں
بعزم و جاہ و ثبات و رائے و تمکیں
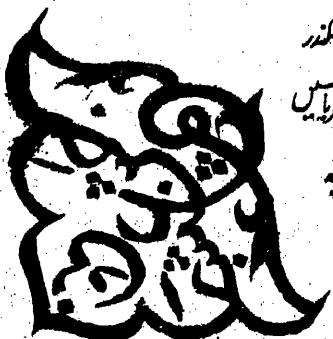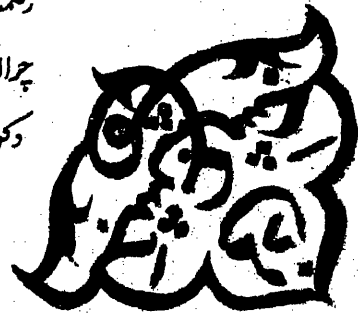
عیاں است از عمارتش امارت عیانست حکمرانی اندر آئیں
نہ بد چشم دکن سیراب سرسبز ندیدہ پیش ازیں تا لاچنیں
چناں ہیبت ببد لیش ہست طاری کبوتر را نگیرد باز و شاہیں
ہمیشہ شاہ عثماں شاد ماند دعا از ما ز خلقت باد آمیں
الٰہی عمر و اقبالش فزوں کن دوامش ملکہ ظل اللہ ہست ایں
بدہ عمر خضر بخت سکندر
ہمہ شہزادگان را بہر پاسیں
بگو ایں مصرع تاریخ خواجہ
مبارک شاہ را ایں جشن سیمیں
۱۳۵۴ھ

مرتبہ محمد فاضل

جشنِ سیمین شاہِ عثمان است
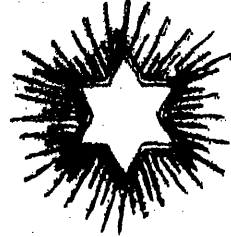
آزاد - سید محمد حسین صاحب (حیدرآبادی)

شادی و خرمی فراوان است — جشن سیمین و عید قربان است
گشت ملک دکن مثالِ چمن — گل عیش و طرب بداماں است
جامعہ را بنا نہاد کدام؟ — علم و فن را کدام سلطان است
نام نامی و اسم سامیش — شاہ عثمان و شاہ ذیشان است
شد ترقی بہ شعبہائے ہمہ — حبذا دورِ شاہ عثمان است
گبر و ترسا مطیع و منقارش — طاعتش فرض بر مسلمان است
پادشاہاں بہ ملک می نازند — ملک بر بادشاہ نازان است
گشت ایں جا ترقی اُردو — بدکن ہر کسے زباندان است
مہر اقبالِ شہ درخشان اند — تا درخشندہ مہر تابان است
جشن زرین شاہ عثمان باد — ایں تمنائے خیر خواہان است
چہ کنی فکر؟ بہ سرت آزاد — سایہ افگن چو ظل سبحان است

حشمت - محمد حبیب علیخاں (حیدرآبادی)

ذرہ ہاے دکن کہ تابان است — پرتو مہر ظلِ سبحان است
اے زہے عہد تابناک دکن — ہمسر نیر درخشان است
اے زہے جودِ آصفِ سابع — ہفت اقلیم زیر فرمان است
نازش نسل دودمانِ شہی — شاہ عثمان فخر شاہان است
شہریار علوم یافت لقب — مصدر علم و فضل و عرفان است
صیت جودش صلائے عام دہد — یک جہاں زیر بار احسان است
ایکہ شان شہی بتو شایاں — تاجدار جلیل و ذی شان است
من اگر مدح میکنم شہ ماست — ایکہ جملہ جہاں ثنا خوان است
شاہ و شہزادگانِ والاشاں — اختر و ماہ و مہر تابان است
قرۃ العین حضرت اعظم — دُرۃ التاج شاہِ عثمان است
شد بعون علیؑ مکرم جاہ — نام او برکتِ علیخاں است
عمر و اقبال و جاہ و حشمت را — شاہ خیبر کشا نگہبان است
در جہاں باش زیر ظلِ خدا — شامل حال فضل یزدان است
دعوئے روز می کند شب تار — جشن سیمیں شاہ عثمان است
بقعۂ نور و لمعۂ انوار — کوشک کاخ و قصر و ایوان است

جوشش انبساط بلبل و گل — برترقی ملک و دولت خویش
در مینائے راج و ریحان است — شاہ جمشید جاہ نادان است
ہمچو حشمت بہ انبساط اہتمام — مصرع سال جشن گفت فلک
بلبل خوش نوا غزلخوان است — جشن سیمیں بدور عثمان است

دیدم باد جوبلی زریں ۱۳۴۵ — این دعائے رشید ہر آن است

رشید ـ رشید صاحب

حبذا وقت شکر یزدان است — اے خوشا شاہ شاہ سلطان است
کیست سلطان شہ دکن عثماں — ہستی او بملک شایان است
از طفیل شہ زمین و زماں — سایۂ حق بہ فرق عثمان است
ہمتے مراورا بہ ہر مشکل — شاہ مرداں شہ شہیداں است
صدق و عدل و غنا و ہمت او — خوگر خوئے چار یاران است
حفظ این ملک را دعا گویاں — نقشبنداں و دستگیران است
جمعے خواجگان گیسو دراز — عمر شہ را دراز خواہان است
شور شادیست این زماں ہر جا — جشن سیمیں شاہ عثمان است
در دکن موسم بہار آمد — بلبلاں در چمن غزلخواں است
قمریاں مدح شاہ را بہ چمن — بر سر سرو سبح سبحان است
از مسرت بہ مرغزار دکن — خوش نوا طوطیان و مرغان است
نرگسان چمن بہ سیمیں جشن — حیرت انگیز و دیدبازان است
بر سر شاہ با مبارک باد — مہوشاں سیم و زر فشاں است
کرد بیگانہ را یگانہ خود — خوئے خوبے بذات عثمان است
در علوم و فنون و شعر و سخن — ہستی شاہ ما بہ ہمہ دا[ن] است
رام اندر رکاب ران شہم — ابلق تند خوئے دوران است
پیش داب شہم سزد گفتن — زال ہوش رستم و نریمان است
در قلمرو بہ پئے نظام دکن — ہیبت شہ چو شیر غران است
اے ہر آں آرزو کہ داشت بدل — دیدہ یا ختی بدست و داماں است
خصم شہ خوار دوست خرم و شاد — در نتیجہ بدور عثمان است

علی ـ سید غلام علیشاہ صاحب حیدرآبادی

آں مسرت کہ راحت جان است — جشن سیمین شاہ عثمان است
حیدرآباد را کہ سلطان است — منصف و عادل و مہربان است
بست و پنجسالہ جوبلی مسعود — میمنت جشن شاہ عثمان است
دی جشن مملکت شاہا — شد مبارک دوام ہر آن است
آں ستر زدند اندر گوش — ہمہ اقوام شاد و خندان است
چہ صفت گویمت شہ عثماں — بہر ما رحمت خدا آن است
زانکہ با نام تست نام علی — ہمہ عالم علی ثناخوان است

فرخ ـ آقائے فرخ شیرازی مدرس مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ دار العلوم

در دکن موسم بہاران است — کہ در و دشت رشک بستان است
یا عیاں گشتہ ماہ فروردیں — کہ جہاں پر ز روح و ریحان است
یا در خلد در دکن شد باز — کہ دکن ہمچو باغ رضوان است
یا کہ جنت شدہ عیاں بہ دکن — کہ دکن سر بسر گلستان است
یا کہ جشن سعید شاہ بپاست — کہ زمین و زماں درخشان است
جشن سیمین شہریار دکن — جلوہ افزائے باغ و بستان است
از چنیں جشن رونق افروزی — در عجب عقل حور و غلمان است
یوسف گل کنوں بباغ دکن — پیرہن چاک تا گریبان است
ملک از بہر دیدن این جشن — متحیر بہ غرفۂ کیوان است
از برائے نثار تارک شہ — مہر از آسماں زر افشان است
اندریں جشن جملہ خلق دکن — گل امید شاں بداماں است

بہ ہمہ وصف آصف سابع — دکن امروز معدن علم است
ہفت اقلیم آفریں خوان است — شاہ علمش یگانہ سلطان است
در تدابیر سلطنت راقی — از عنایات بادشاہ علوم
حکمت آموز شہریاران است — حیدرآباد رشک یونان است

حبذا زین شہ فرشتہ خصال — بر سر خلق فضل یزدان است
کہ با اخلاق فخر شاہان است — شاہ الشیاں کہ شاہ عثمان است
شاہ جمجاہ حضرت عثمان — ذات عثمان کہ ظل سبحان است
آنکہ چرخش مطیع فرمان است — سایہ افگن کہ بر سر شان است

دانکہ امروز در ہمہ عالم — فخر جمعیت مسلمان است
وال خدیوی کہ گاہ بخشش او — حاتم و معن مات و حیران است
پادشاہی کہ پیش رفعت او — سر خم از شرم چرخ کیوان است
این عجب بین کہ نزد آصف ما — در حشم مات صد سلیمان است
تا ابد باد زندۂ جاوید — زانکہ در جسم ملک او جان است
یا الٰہی تو شادمانش دار — کہ ز روے قلب خلق شادان است
ہمچنانکہ این شہ ذیجاہ — حامی شرع و دین قرآن است
حامیش ہست سرور عالم — حافظش ذات پاک سبحان است
شاہ بادا مدام شاہنشاہ — تا بپا آسمان کیہان است
از رہ صدق فتح شیراز — شاہ را روز و شب ثنا خوان است

مجید - عبدالمجید صاحب فاروقی مددگار دار العلوم

ہر گل تازہ رو کہ خندان است — یک گلستان صد بہاران است
دل و جانم فدائے سلطان است — الفت شاہ دین و ایمان است
در چمن زار ہر کہ شادان است — دل بلبل کہ گل بدامان است
موج باد نسیم جاں پرور — از گلستان شاہ عثمان است
آفتاب است آصف سابع — عدل و انصاف برج میزان است
نظر کیمیا اثر عجیب است — شہ شود ہر کہ در غلامان است
روح نوشیرواں ہمی گوید — دور انصاف دور عثمان است
شد امیر و وزیر با تدبیر — ہر کہ در حلقۂ غلامان است
چون نہ گردی شہا بشاہاں — کہ پناہ تو شاہ مردان است
ہر کہ بر خندہ ہائے گل خندد — بلبل خوش نوا خوش الحان است
دست شاہا بگیر و برافراز — کہ مجید از یکے غلامان است

واثق - محمد حامد علیصاحب

خرمی در جہاں فراوان است — جشن سیمین شاہ عثمان است
زیر دستان بعہد او خوشدل — کشور دل بزیر فرمان است
بر کرم ہائے پادشاہ علوم — جان مردم نثار و قربان است
در زمان خلافتش بینم — روی ملک دکن گلستان است
روی صحرا ہمہ منازل شد — جائے ویراں ہمہ خیابان است
بر دکن نیز و بر ہمہ عالم — فیض گستر چو ابر باران است
از عنایات بے نہایتش — ملک آباد و خلق شادان است
حق مہربان بیکسرا و ہست — بر سر خلق او مہربان است
اندریں دور نائب ملک دکن — مرجع کافر و مسلمان است
آنکہ در عہد معدلت مہدش — مورد اہمیت سلطان است
در سخن گوئی بلبل شیراز — یا بگوئی سلیم ہمدان است
در بلاغت فرید و لاثانی — در فصاحت مثیل سحبان است
نور علمش کہ بر جہاں تابد — ہمسر آفتاب تابان است
مختصر این کہ پادشاہ دکن — یک ملائک صفات انسان است
کمترین واثق ثنا خوانش — بندۂ بارگاہ سلطان است

ہاتف - میرزا محمد جعفر علیصاحب

جشن سیمین شاہ عثمان است — نغمہ زن بلبل گلستان است
می وزد شادمان نسیم سحر — باغبان در چمن گل افشان است
بر گشا بلبلان بشاخ گلے — خندہ زن غنچہ گلستان است
چشم بد دور آصف سابع — در سلاطین کہ شاہ ذیشان است
رفعت شاہ خسرو ذیجاہ — برتر از نیر درخشان است
تاجدار دکن نظام الملک — در دل و جان ہر مسلمان است
حشمت او چو حشمت دارا — چون سکندر بشوکت و شان است
در تدبر حکیم افلاطون — در ذکا بو علی لقمان است

چوں نگیرد خراج ہفت اقلیم
در کفش خاتم سلیمان است
چشمۂ فیض او حیات افزا
تشنگاں را چو آب حیوان است

سال سیمین شاہ عثمانی
"در نظر" چوں ہلال پنہان است
۱۳۵۴
یک صد و بست سال عمرش باد
ایں دعا ہاتف از دل و جان است

صورتش می برد ز دل غمہا　　سیرتش سیرت کریمان است
شاہ عثمان کریم ابن کریم　　منبع فیض و جود و احسان است
دل ہمی گویدم کہ بہر شہم　　ہر مجسٹی خطاب شایان است
از سر لطف ایزد منان　　حیدرآباد چوں گلستان است
آفتاب دکن نظام الملک　　میر عثمان علی خاقان است
"مسند آرا امام ضامن" کرد　　سال تاریخ دور عثمان است
۲۹　۱۳
گفتہ ام سال جشن سیمینی　　کہ ز آئین ہوشمندان است
پنج در پنج در شمار آمد　　پنجتن حافظ و نگہبان است
دررہ جشن تاجدار دکن　　"حیدرآباد گوہر افشان است"
۱۳　۵۴

بر سرش باد سایۂ احمد　　کو شہنشاہ انس والجان است
حب شاہ نجف دہد دستش　　کہ ید اللہ و شیر یزدان است
ہر ہش ہشت و چار یا شد و بس　　سہل دشوار و مشکل آسان است
جشن زرین او بہ بیند خلق　　خواہش از بارگاہ یزدان است
شاد یادا ہمیشہ اعظم جاہ　　ہم معظم کہ نور چشمان است
ضامن او و آل و اولادش　　در جہان حمل خراسان است
ماہ ذیحجہ می دہد تعطیل
۵۴　۱۳
کہ ہم جشن و عید قربان است

نظم

از جناب غلام یسین خاں صاحب قائم خوانی جمعدار نظم جمعیت سرکار عالی

تم خسرو ذیشاں ہو تم سرور شاہاں ہو
جو آپ کے در آئے کیونکر نہ شفا پائے
ہے امن و اماں محفوظ مخلوق ہے سب محفوظ
محکوم ہے سب عالم تابع ہے بنی آدم
باوصف زلیخائی مخلوق ہے شیدائی
سکہ نہ ہو نہ کیوں جاری کیوں حکم نہ ہو
نادار جو آ جائے زردار وہ ہو جائے

عثمان علیخاں ہو اسلام کے سلطاں ہو
ہر درد کے درماں ہو اسلام کے سلطاں ہو
عالم کے نگہباں ہو اسلام کے سلطاں ہو
تم رشک سلیماں ہو اسلام کے سلطاں ہو
تم یوسف کنعاں ہو اسلام کے سلطاں ہو
تم صاحب فرماں ہو اسلام کے سلطاں ہو
تم معدن احساں ہو اسلام کے سلطاں ہو

با فخر ہر اک سر پر ہے ظل شہی سب پر
تم سایۂ سبحاں ہو اسلام کے سلطاں ہو
کیا عہد سعادت ہے حاصل سبھی راحت ہے
تم آیۂ رحماں ہو اسلام کے سلطاں ہو
کیا وصف کرے یسین اے منبع ہر تحسیں
ہم جسم ہیں تم جاں ہو اسلام کے سلطاں ہو

لائے جسے بے تابی پائے وہ اماں بیشک
ملجاء غریباں ہو اسلام کے سلطاں ہو
ہوتے ہیں سبھی باخیر اس خوان کرم سے سیر
تم نعمت یزداں ہو اسلام کے سلطاں ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلطان روم محمد المتخلص عونی

کی ایک ترکی غزل کا ترجمہ

از جناب مولوی محمد عبدالرزاق صاحب راشد، مددگار معتمد فینانس سرکار عالی

بزبان ترکی

یوزک مہ عید سر زلفک شب اسرا ہے   غمزک ید موسے لب لعلک دم عیسی
یو حسن خدای کہ خدا ساکہ ور بدر   مانی جہاں بازبدی تصویر کہ ہمتا
النک قمر نیہ یوزک آئینہ مشابہ   یونچہ کو زلہ کوریدی یو چرخِ معلا
شول جام کہ نوش ایلشیم بزم غمسکدہ   برسادہ حبابے دراآنک گنبد خضرا
عونی سنی مدح ایلدی چوں طرز غزلدہ
مطلع ددی یوزکہ واغنز وکہ معا

ترجمۂ اردو

رخ روشن ہے ماہ عید کاکل ہے شب سریٰ   ادا ہاتھ آئی موسیٰ کی ملا تجھ کو دم عیسیٰ
تجھے اللہ نے دی ہے وہ زیبائی و رعنائی   کہ نقشہ خامۂ قدرت نے بھی کھینچا نہ پھر ایسا
جبیں کا ہاتھ میں پرتو قمر میں ہر کا جلوہ   بشر کا حسن ایسا چشم گردوں نے نہیں دیکھا
عطا ساقی نے کی رندانِ عالی ظرف کو جومے   اسی کا ساغر معکوس ہے یہ گنبدِ خضرا
ثنا اس کے دہان و رخ کی عونی نے جو کی راشد
معما اس کو، اس کو مطلعِ نورِ خدا باندھا

قطعۂ تاریخ

از محمد عبد المعز خاں صاحب خواجہ (عثمانیہ)

تو انگر اور مفلس جاں نثاری میں برابر ہیں
وہ زر دیتے ہیں نذروں میں تو یہ اپنے دل و جاں کو
سنائے مصرع تاریخ منقوطہ میں اے خواجہ
مبارک جشن سیمیں شاہ عثمان علیخاں کو
۱۹۳۵ء

قطعۂ تاریخ

سید کریم الدین خاں صاحب علم مدرس

تو نے دیکھا ہے ایسا جشن کبھی
آنکھ مجھ سے انجم - کہہ
پوچھے تاریخ گر کوئی اے علم
جشن سیمیں شاہ ہفتم - کہہ
۱۳۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد و مبارکبادیاں و قطعات

قصیدہ

از الحاج مولوی عبداللہ خانصاحب کامل

اے عقل ببیں صنعتِ دارائے جہاں را ۔ گرد است چساں رشتہ بپا طائرِ جاں را
بلبل چہ سراید بچمن نغمۂ توحید ۔ ہر غنچہ بہ آہنگ کشاد است زباں را
چوں در گرہِ غنچہ نہان است زر اے گل ۔ دل بستہ گزارم چمنِ سود و زیاں را
با طبعِ مشیت نہ شد انصاف موافق ۔ باہم بشمارد ہوس پیر و جواں را
ہر چند قمر دستِ تطاول بکشاید ۔ از جا نتواں برد دمے رنگِ کتاں را
کس جانہ گرفتست بہ منزل گو تحقیق ۔ دیدم بسرِ راہ بسے بوالہوساں را
کے جلوہ دہد صورتِ امید شفائے ۔ چوں دست بسر می نگرم چارہ گراں را
خو کرد بسوز و طپشِ ہجر دلِ من ۔ از آتشِ دوزخ چہ شود سوختہ جاں را

ایں صحبتِ ناراست چساں گشت موافق
کج قامتی و راست روی تیر و کماں را
در بندِ تن آسانی خویش و زن و فرزند
برداشتہ ام ہمچو مغاں رطلِ گراں را
نے پائے بجا افتد و نے دست دہد کار
یارب چہ کنم زندگی آفتِ جاں را
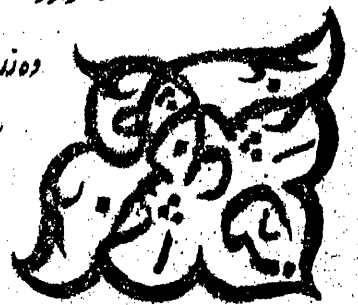
آں کیست کہ از بندِ گرانم کند آزاد ؟
داں کو کہ بہ پرسد ز کسے سوزِ نہاں را
جز خسروِ ذیجاہ کہ محروم نسازد
از لطف و کرم قافلۂ خستہ دلاں را
"عثمانِ علیخاں" شہِ منصور و معظم
کز نصرت و عظمت بکف آورد جہاں را
در حصر نیاید کرم و بذل و نوالش
خوش دورِ "بشاہی" ناست زمین را و زماں را

آں کس کہ جبیں بر درت اے "شاہ" بساید
در چشم نیارد ہمہ شاہانِ جہاں را
گلزار ارم می شود از لطفِ تو گیتی
در باغِ عطائے تو گزر نیست خزاں را

امروز بر اقبالِ تو رشکست فلک را | آں پیر چہ داند کنفِ بخت جواں را
نازم بہ بلندیٔ تو اے کرم تو | کز سایۂ فیضش ہمہ یابند اماں را
برخاکِ درِ تو چہ بود قدرِ سرِ من | چوں قدر نماندست سرِ تاجوراں را
بر ذاتِ تو ثابت ہمہ داتی است بدانم | دانی چہ بدل ہست منِ ہیچمداں را
آں جملہ مراتب کہ ترا دادہ خداوند | تو نیز بدہ مرتبۂ مرتبہ داں را
اعجازِ زبانِ قلمم گشت چو مشہور | یارائے سخن نیست دگر اہلِ زباں را
جز صاحبِ ادراک نہ داند سخنِ من | مفتاح ضرور است درِ گنجِ رواں را
در بارگہِ خویش مرا جائے عطا کن | گر یاد کنی "انوری" سحر بیاں را
تا دور بکامست فلک دستِ تو گردد | پرکارِ بقا دائرۂ دورِ زماں را
در مدحِ تو کامل غزلے طرح نماید | تا تازہ شود ذائقہ گوش و زباں را

غزل

اے از رخت آئینہ بکف تاجوراں را | وے شانۂ گیسو زکفت نظمِ جہاں را
اربابِ سیاست ہمہ بر کلکِ تو نازند | فرمانِ تو طغرائے علم بادشہاں را
تدبیرِ تو آئینۂ تقدیر نمائیست | افگند بہ حیرت ہمہ تصویر کشاں را
باشیر غزالانہ دل آسودہ گذارند | عہدِ تو ضمان است گر خطرۂ جاں را
در دستِ تو امروز کہ ہر بست و کشاد است | بشکست کہ حوصلۂ زلفِ بتاں را
کو برہمن و گبر و کتابی کہ نیاید | در ملکِ تو آرامِ دل و راحتِ جاں را
ہر چند ز دل کاملِ بیچارہ بکوشد | آرد ز کجا در خورِ مدحِ تو زباں را

قصیدۂ دیگر

کوہ و دشت و دمن گلستان است | شاخ ہر نخل گل بداماں است
بر صدائے ترنم لبِ گل | نغمۂ دلکشائے مرغاں است

گل و گلزار آئینہ شدہ است
چشمِ نرگس ز دیدن حیراں است
ذرہ ذرہ بجوشش می نازد
شادانی او فراواں است

زانکہ امروز در جہانِ طرب
جشنِ فیضیِ شاہِ عثماں است
بادشاہے کہ بر ضیائے رخش
نورِ عیدِ سعید قرباں است
حکمرانی او چہ می پرسی؟
در کفش خاتمِ سلیماں است
خاک ہم زر شود بہ یک نظرش
بر سرش لطفِ فضلِ یزداں است
از اشارات و حکمت و دانش
دکن امروز رشکِ یوناں است
مشکل آساں شود ز تو "شاہا"
سرِ تو الطافِ شاہِ مرداں است
ہستیٔ تو زبہرِ اہلِ جہاں
معدنِ فیض و جود و احساں است
بر سرت سایۂ خدا است ہمیں
کہ جہانت بزیرِ فرماں است
خالق از تو چرا نہ شاد شود؟
در زمانِ تو خلق شاداں است
ہر کہ بوسید آستانِ درت
گر فقیر است میر ساماں است

مرتبہ محمد فاضل

قوت خوار از فیوضِ سفرۂ تو
روم و ترک و حجاز و ایران است

دستِ تو برزمین گہر ریزد
آسماں بر تو گوہر افشان است

شرعِ حق را نگاہ می داری — رحمتِ حق ترا نگہبان است
کفر و ایمان ترا دعا گویاں — دشمن و دوست ثنا خوان است
کاملِ نکتہ سنج و نکتہ سرا — یکے از بندگانِ سلطان است

قصیدہ از مولوی محمد عبد الغفور خاں صاحب نامی ناظم امور مذہبی پائیگاہ

مست خواب شکر آلود بت شوخ و شنگ — دہن غنچہ کی ہو قند لبی جس سے تنگ
ہاتھ اور پاؤں کو پھیلائے ہوئے سوتی ہے — ہائے کیا خواب جوانی میں نشہ کی ہے ترنگ
سدھ نہ تن کی ہے اسے اور نہ بدن کی ہے خبر — پیکِ بدمست کوئی جیسے مئے آتش رنگ
سر کہیں تکیہ کہیں ہاتھ کہیں پاؤں کہیں — فرش کمخواب کی ہے روح کہو جان پلنگ
گورے گالوں پہ ہیں بکھری ہوئی کالی زلفیں — روزِ روشن پہ شبِ تار نے لایا ہے رنگ

چونک اٹھی جو لگی میری نظر کی اسے چوٹ — کر گئی کام نہ تھی میری نگہ گرچہ خدنگ
لیکے انگڑائی وہ ملتی ہوئی آنکھیں اٹھی — حسن کو آرسی میں دیکھ کے خود رہ گئی دنگ
دست بستہ یہ کہا میں نے کہ اے ماہ جبیں — میں ترا عاشقِ دلگیر ہوں اور جان سے تنگ
پارہ ہائے دلِ بریاں ہیں مرے حق میں کباب — اشکِ خونی ہے مرے حق میں شرابِ گلرنگ
علم کی شان نہیں جور زمانہ سے گلا — یا انا الدہر کی کانوں میں بسی ہے آہنگ
تو نہیں ہوتی مرے پاس جو اے ماہ جبیں — پھاڑ کھاتا ہے مرا گھر مجھے بن بن کے پلنگ
پہلے تو اتنا بتا دے یہ نشہ تھا کیسا — خواب کی کیسی ادا کیسے یہ بیدار کے ڈھنگ
ہنس کے بولی کہ ارے نامئ مشہور جہاں — کہیں لگ جائے نہ بدنامی کا ماتھے پہ کلنگ
تو نہیں جانتا میں کون حسین ہوں ناداں — واقعی بےخبری ہے کہ ہے تیرا نیرنگ
خفتہ بختوں کو جگاتا ہے مرا خواب نشاط — میری بیداری بدل دیتی ہے عالم کا رنگ
نقرئی جوبلی ہے شاہ کی اب میں سمجھا — صاحبِ فوج و علم صاحبِ علم و فرہنگ

علم کے آگے ترے قلزم عماں قطرہ
علم کے آگے ترے دنگ عقیلانِ فرنگ

ہے فرح بخش ترا ظاہر و باطن ایسا
گل میں بو جیسے نہاں جیسے عیاں پھول میں رنگ

تری تصویر ہے اک عدلِ مجسم کی مثال
دیکھ کر حسن ترا آئینۂ دہر ہے دنگ

کسی مظلوم کے دل سے نہیں اٹھتا ہے دھواں
کسی بیوہ کے جگر میں نہیں درد و آہنگ

امن کا تیرے زمانہ میں یہاں تک ہے سکون
بر سرِ فتنہ زمیں ہے نہ فلک بر سرِ جنگ

وہ دہش دیدۂ اعمیٰ کو بھی حاصل ہے فتوح
وہ کشائش نہیں مفلس بھی کوئی ہاتھ سے تنگ

حشر تک یوں ہی ترے نام کا سکہ بیٹھے
از دکن تا بہ عجم روم سے لیکر تا زنگ

تری باتوں کے جواہر کی کہاں آج مثال
لعل و یاقوت و زمرد تو ہیں اک ریزۂ سنگ

گرم محفل ہو تری بزمِ فلک کے مانند
مشتری گائے اگر زہرہ بجائے مردہنگ

الغرض عیش و طرب ہو تجھے دن رات نصیب
تنگ جینے سے ہوں اعدا ترے اور جان سے تنگ

اے سلیمان حشم بادشہ آصف جاہ
رونق شہر دکن زینتِ تاج و اورنگ

سینہ وہ گنج ترا جس میں ہزاروں ہیں نقود
دل وہ آئینہ ترا جس میں نہیں نام کو زنگ

مرتبہ محمد فاضل

نتیجہ فکر محمد کرم الدین خان علم

مصنف اچھا قاعدہ

انتخاب از قطعہ مدحیہ
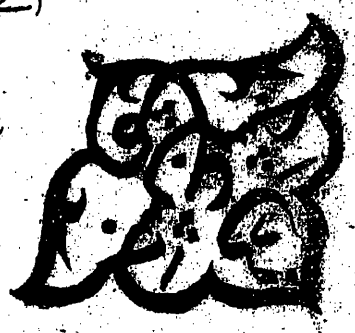
ہزار شکر کہ موسم بہار کا آیا / وہ بوندیں پڑنے لگیں وہ چمن پہ چھائی گھٹا
بدل رہے ہیں جوانان باغ پوشاکیں / بدن پہ گل کے سماتی نہیں خوشی سے قبا
روش روش پہ شگوفہ کھلا رہی ہے نسیم / چمن چمن میں ہوا ریں کھا رہی ہے صبا
جگہ جگہ یہ مسرت قدم قدم پہ خوشی / بہار عالم گلشن کا رنگ کچھ ہے نیا
چمن میں آج ہے آمد یہ کس گل تر کی / گلوں سے کرتی ہے سرگوشیاں جو باد صبا
شنیدنی کہیں ہے نغمہ سنجی بلبل کی / تو دیدنی ہے تماشہ نگاہ نرگس کا
سر نیاز جھکائے ہوئے کہیں شبّو / کھڑی ہوئی ہے ادب سے کسی طرف چمپا
یہ کیسی دھوم ہے یہ سامان عیش کیسے ہیں / لگا ہے کس کی خوشی کا یہ ہر طرف میلا
یہ کس کا یاد وہ اقبال رنگ لایا ہے / کہ جھوم جھوم کے چلتی ہے آج باد صبا
وہ کون ہے شہ عثمان نظام آصفجاہ / کہ جس کی جوبلی نقرئی کا ہے جلسا
رہیں زمانے میں جب تک یہ آسمان و زمین

مٹایا عدل نے جس کے جہاں سے نام جفا / کرم کی اس کے ہر اک سمت چل رہی ہے ہوا
اوسی کے لطف و کرم کی یہ آبیاری ہے / زمین شور میں سبزے کی ہے جو نشو و نما
مدبران جہاں اس سے لے رہے ہیں سبق / دبیر چرخ بھی ہے اس کا ماننا لوہا
حوبات اس کی ہے معمور ہے وہ حکمت سے / نہیں ہے فیض سے خالی جو کام ہے اس کا
قلم میں اس کے یہ تاثیر دی ہے خالق نے / لکھا جو اس نے نوشتہ ہوا وہ قسمت کا
بندھی دکن میں ہے انصاف کی کچھ ایسی ہوا / حسین کر نہیں سکتے ہیں عاشقوں پہ جفا
یہ اس کا خلق کہ مشکور ہے تمام عالم / یہ اس کا حلم کہ ممنون ہے جہاں سارا
نہ اس کا بذل میں ہمسر عدل میں ثانی / ہر ایک بات میں خود ہی جواب ہے اپنا
سوا ہیں حد بیاں سے حضور کے اوصاف / میں ہوں غلام کروں مدح بادشاہی کیا
دعائے دولت و اقبال کر رہے ہیں علم / خدا کے سامنے دامن پسار ہاتھ اٹھا
الٰہی آج میسر ہو شہ کو دن دونا

مطلع حاضر از قصیدہ مدحیہ

نتیجہ فکر مولوی محمد عبد القادر خان حسرت مددگار ناظم امور مذہبی خلف مولانا محمد عبد الغفور صاحب نامی ناظم امور مذہبی پائیگاہ

خلف نواب میر فیض محمد خان بہادر جاگیردار صدر بخشی صدر تعلقدار پائیگاہ شمس الامراء مغفور

شاہ عثمان تو ہے یوں اپنے سلف سے بہتر
جیسے حیدر پس عثمان و ابوبکر و عمر

تجھے شاہان جہاں میں ہے فضیلت ایسی / سبع سیاروں میں خورشید ہے جیسے برتر
مخزن جود و سخا معدن الطاف و عطا / مصدر حلم و حیا منبع علم اور ہنر
نیک رو نیک نظر نیک چلن نیک نہاد / نیک خو نیک نفس نیک شیم نیک سیر

....

ہے تری ذات ہی اک مظہر اوصاف نبیؐ / جس کو ہو سجدہ روا تو ہی کچھ ایسا ہے بشر

مرتبہ محمد محمود فاضل

ایک ہیں سب ہی نظر میں تو ہے ظل خدا — گبر و ترسا و یہودی و مجوس و کافر
یہ ہے بیجا جو کہوں صرف شہ ملک دکن — کہ ترے خلق کا سکہ ہے تمام عالم پر
عدل نے تیرے کیا ایک زمانہ کو مطیع — بذل سے تیرے ہوا ایک زمانہ چاکر
رومی و ترکی و شیرازی حجازی ہندی — رزق پاتے ہیں ترے در سے ہے لیا ترا در
عطر ریزی تری محفل کی کبھی گر دیکھے — مشک تاتار تجھے نذر دے سارا عنبر

وہ فراست ہے تری اور وہ حکمت ہے تری — ہمقدم تیرے فلاطوں ہے نہ لقماں ہمسر
تجھ سے وہ جادو بیاں تیرے سخن سنتے ہیں — یہ نہیں قول بشر بلکہ ہے سحر پو ثر
حرف قرطاس پہ ہیں یا اتر آئے انجم — تری تحریر ہے یا کاہکشاں کا مسطر
کیا کروں علم معانی و بلاغت کا بیاں — نثر ہے کشتی زر نظم ہے اک سلک گہر
ابر نیساں کو ہو کیا دست کرم سے تشبیہ — وہ برستا ہے کبھی اور یہ برسے اکثر
سب کو بخشش سے تری آس بندھی ہے ایسی — کوئی مفلس نظر آتا نہیں با دیدۂ تر
سرزنش عہد نے کی سنگدلوں کی ایسی — جیسے فولاد کو کر دیتا ہے موم آہنگر
کون مظلوم نہ ظالم سے ہو کس طرح نڈر — دستگیری تری کہتی ہے یہ اس سے کہ نہ ڈر
اس قدر تو نے شریروں سے شرارت کی دور — اور تو کیا نہ رہا طبع میں آتش کی شرر
تری انصاف سے پھیلی ہے مساوات ایسی — سر جھکاتے نہیں زردار کے آگے زرگر
ایک جا شیر و غنم کر کے دکھائے تو نے — دشمن و دوست ترے عہد میں ہیں شیر و شکر
رعب بیٹھا ہوا ترا ہے یہ لوں پر اتنا — جور کرتے نہیں معشوق کسی عاشق پر
اس قدر ہو گیا ہے چار طرف امن و سکوں — کسی عاشق کو کبھی اٹھتا نہیں درد جگر
محکموں کی ترے تنظیم کا کیا حال لکھوں — نظم شمسی کے مماثل ہے نظام دفتر
تو رعیت کے کوائف سے ہے ایسا آگاہ — ہو خبر ایسی تو شاید ہو خدا ہی کو خبر

جو ترا حکم حراست پہ کبھی ہو جاری — نہ ہو سیماب کو بھی شعلۂ آتش سے مضر
تجھ کو ہے اپنی رعایا سے محبت جتنی — سب رعایا بھی اسی طرح فدا ہے تجھ پر
چار واسمات دکن میں کیے چن چن کے جمع — اہل دل اہل نظر اہل حکم اہل ہنر
شہر کا تیرے کیا کرتا ہے ہر روز طواف — فلک پیر لگاتا ہے جو ہر دم چکر
آسماں رنگ شفق سے یہ بنا کشتی زر — نذر ہونے کو تری مہر بنا سکۂ زر
زر فشانی ہوئی اس جشن میں تیرا ایسی — دلق سینے کو بنانے لگے سوزن زر
جشن کی روشنی نے ایسی بصارت بخشی — چشمۂ مہر سے خیرہ نہیں چشم شپیر
جشن میں تیرے کچھ اس طور ہوئی ارزانی — کاسۂ مفلس نادار ہے جم کا ساغر
اس کے اوصاف کثیر اور مرا علم قلیل — مدح ہو خسرو ذیجاہ کی مجھ سے کیونکر
چھوٹا منہ میرا بڑی بات ہے حد سے اسکی — ختم کرتا ہوں قصیدہ کو دعائیں دیکر
تا ہے گلشن دہر اور شجر گلشن میں — تا ہے شاخ پہ گل گل سے ہیں تخم و ثمر
تا ہے آمد و شد باد صبا کی جاری — آتے جاتے رہیں تا شمس و قمر شام و سحر
ہفت اقلیم پہ ہو آصف سابع ترا حکم — زیر فرمان رہیں ہفت ملک ہفت اختر

تو سلامت رہے اللہ کرے عمر دراز
بصد اقبال و بصد جاہ و بصد شوکت و فر

قطعۂ تاریخ جشن سیمین ظل سبحانی بہ صنعت توشیح

از علام حسن صاحب قادری رفیق منشی فاضل حیدرآبادی

م — مبارک ہو مبارک جشن سیمین ظل سبحانی — م — مبارک عیش و عشرت اے مظہر الطاف رحمانی
ت — خوشا سالے خوشا ماہے خوشا روزے خوشا وقتے — ز — زہے الطاف یزدانی مبارک جشن عثمانی
ا — اگر شادابی گلشن کو فردوس نظر کہیے — ب — بہشت گوش ہے پھر تو عنادل کی غزلخوانی
ر — ریاض عشرت دل کی فضا کا پوچھنا کیا ہے — ب — بجائے خود ہو جب ہر پھول اس کا باغ رضوانی
د — دکن کا ذرہ ذرہ مہر در آغوش عشرت ہے — ف — فروغ دیدۂ دل ہے نمود صبح نورانی
ف — فدا ہوتی ہیں نظریں مثل بلبل عارض گل پر — و — دلوں پر ہو گئی قابض بہار فصل ربانی

مرتبہ محمد فاضل

سرور انگیز ہے ایسی صدائے نغمہ بہجت | قلوب جان نثاراں پر طاری کیف وجدانی
فضا ایسی منور ہے ضیا باری عشرت سے | ہے شرمندہ مہ و خورشید و اختر کی درخشانی
مبارک اس شہ عالی گہر کا جشن سیمیں ہے | ہے جس کا بستہ دامان دولت بحر عثمانی
وحید عصر یکتائے زمانہ فخر دوراں ہے | سبق آموز عالم ہے مبارک دور عثمانی
میسر ہے ہمیں اس دور میں ہر طرح کی راحت | خوشا طالع زہے قسمت خہے الطاف یزدانی
بفضل کبریا آئیگا وہ دن اور کہیں گے سب | مبارک ہو طلائی جشن آج اے ظل سبحانی
رہے ملک دکن پر سایہ ظل خدا قائم | رہیں مبذول شیر پرور شب الطاف رحمانی
ادھر ہے سال ہجری جلوہ گر اور ادھر فصلی | دقیق اس نظم میں پایا اثر اقبال سلطانی

۱۳ ف ۴۵ — ۱۳ ھ ۵۴

نغمہ دکن

از مولوی محمد بن سعید صاحب باشمیل سالارا

ملک موقعی کے دلیں بھی ہے ارمان دکن | آج ہے ہندوستاں میں اونچی شان دکن
اکتساب علم کی کوشش کرو کوشش کرو | وقت ہے یہ وقت ہے اے نوجوانان دکن
پرورش پاتے ہیں اک ملک کے آکر یہاں | لطف صد آغوش مادر ہے دیاران دکن
بادشہ ہے آپ کا دنیا میں سلطان العلوم | آپ ہوں فوج علوم اے نوجوانان دکن
ہمت اہل دکن روشن ہے مثل آفتاب | آسمان فیض کی تفسیر ہے شان دکن
تیری قدرت کا تماشا ہم بھی دیکھیں یا خدا | یعنے ہو ہندوستاں بھی زیر فرمان دکن
دیکھیو کیسے فنون مشہور ہیں | فن کو شایاں ہے دکن اور فوج شایان دکن
یا الٰہی خوش رہیں یہ اہل ملک شہریار | سبزہ زار بہار ہو یا رب گلستان دکن
دیکھیو اس وقت کو تم ہاتھ سے ہرگز نہ دو | سایہ گستر ہے جو تم پر ظل سبحان دکن
کیوں نہ کام آئیں نظام الملک کے ساتھ ہم | ہاں عرب بھی ہیں یہاں حاضر جاں نثاران دکن

عسے اسمٰعیل حکیم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دوہاری طبیب یونانی تعلقہ پالم ضلع پربھنی

قد فخا مبارک علاصر من

مژدہ باد اے صبا اے پیکر لطف و عطا | طبع گشتہ جشن عثمانی بوضع دل ربا
چیست دانی جشن عثمانی خوشا گلدستہ | مخزن تصویر و منظر نظم و نثر بے بہا
سرپرست او مہاراجہ کشن پرشاد شاد | ہم ضیا پاش اندراں علامۂ نور الضیا
مطلع جشن عثمانی چو بگذشت السما | جشن نو شاید جشن جم گر فتند ار زوا
چیست دانی جشن عثمانی چو زریں آفتاب | جلوہ گر از حیدرآباد دکن شد پر ضیا
آج گیرا شد چو فکرم از پئے تاریخ آں
چیست دانی جشن عثمانی مرصع دفترے | یادگار جشن سیمین دکن بے افترا
سال ہجری عیسوی فصلی شنیدم از خفا

قطعہ

جشن عثمانی ہے مجموعۂ اہل بیاں | جشن عثمانی نگار اعتقاد پاک ما

۵۴ ھ ۱۳ — ۴۵ ع ۱۹

زندہ باد آصف سابع خدایا باحشم | عاصی اسمٰعیل عاروری ہمیں گوید دعا

۴۵ ف ۱۳

ہوا ہے طبع کچھ ایسا مرقّع — جہاں میں ہوم حس کی جا بجا ہے
وہ تصویروں کا ہے ورق میں عالم — دلِ بہزاد و مانی بھی فدا ہے
بنا ہے آئینہ اب تک نہ ایسا — کہ حیرت سے سکندر دیکھتا ہے
رقم ہے اوّل و آخر کی حالت — مقابل ساغرِ جمشید کیا ہے
قسم اللہ کی ایسا رسالہ — نہ لکھے کوئی اب تک بھی لکھا ہے
رسالہ دیکھ کر کہتے ہیں عاشق — عجب انداز اس کا دلربا ہے
نہ دیکھیں آج تک آنکھیں کسی کی — نہ اب تک گوشِ دل نے بھی سنا ہے
اصولِ طب و مستغنی کہ سایوں — مریضِ دردِ الفت کی دوا ہے

صراطِ مستقیم ایسی دکھائی — حقیقت میں یہ خضرِ رہنما ہے
نصیحت کے بھی وہ پہلو دکھائے — عوض آخر برائی کا برا ہے
جزاک اللہ وہ لکھا رسالہ — کہ ہر لب پر صدائے مرحبا ہے
قیامت تک جواب اس کا نہ ہوگا — مرادعوی حقیقت میں بجا ہے
ہوئے سب حاملانِ عرش آگاہ — قبولیت کا وہ ڈنکا بجا ہے
یہاں سحبان کی بھی عقل ہے دنگ — وہ مضموں لکھنے والے نے لکھا ہے
جدھر دیکھو ادھر ہے جلوۂ حق — یہ آئینہ بھی کیا ایسنما ہے
کہی ابجد نے یوں تاریخ فصلی — رسالہ جشنِ عثمانی چھپا ہے

۱۳ ف ۴۶

قصیدہ درنسبت و نہ صفات و خ آیات

از مولوی احمد علی شاہ چشتی القادری احمد

شہ عثماں کا ہم رتبہ نہیں کوئی فراست میں
نہ صورت میں نہ سیرت میں نہ قدرت میں نہ ہمت میں

کیا اللہ نے مستغنی انہیں افرادِ عالم سے
ملاحت میں لطافت میں نزاکت میں سعادت میں

شہنشاہوں میں اک سرکار کی ممتاز ہستی ہے
طہارت میں عبادت میں ریاضت میں سخاوت میں

عجب کیا آپ گر سحبانِ وائل کے مقابل ہوں
لیاقت میں عبارت میں فصاحت میں بلاغت میں

نہیں ہمدِ مقابل آپ کا واللہ کوئی شاہا
محبت میں مروت میں متانت میں فہانت میں

شہِ عثماں ہے شمسِ بازغہ اقطارِ عالم کے
شرافت میں نجابت میں امانت میں دیانت میں

بہت ڈھونڈا نہ پایا ہم نے احمدؔ شہ کا ہم پایا
عدالت میں سیاست میں شجاعت میں جلالت میں

مرتبہ محمد فاضل

غزل

از مولانا حکیم میر اعجاز علی صاحب کمتر

اے تنگیِ دل وسعتِ غم در نظرم ریز
شادیِ ہر اندوہ بذوقِ جگرم ریز

ہر مقصدِ ناکام باچیزے دلم نہ
ہر راحلہ سخت بپائے سفرم ریز

اے صرصرِ غم طرحِ وجودیت براندا
اے دشتِ مصیبت ہمہ کت جا بہ سرم ریز

یک طاقتِ صد بادیہ گردی بہ روانم بخش
یک شوق ہزار آبلہ در پائے سرم ریز

آزادۂ احسانِ الٰہیٔ جہاں ساز
کز دورِ فلک حلقۂ زنجیر و درم ریز

ہاں موجۂ پرواز بہر صاعقہ پر بند
یاران قفس در گذرِ بال و پرم ریز

تا عرصۂ نظارہ شود حشرِ خیالم
صد فتنۂ محلول بخوابِ نظرم ریز

ذکر بس من فاتحہ سفرۂ خالی ست
یارب گلِ رحمت بہ سرِ نوحہ گرم ریز

باشد کہ شود گریہ بہ مقدارِ تمنا
یک دجلۂ خوں موج بہ مژگانِ ترم ریز

از بس بہ ہواداریِ نیروئے خیالم
ویرانیٔ پر کیف بہ دیوار و درم ریز

کمتر طربِ شوق بجز وہم رسا نیست
آبادیٔ یک شہر بہ ویرانۂ ترم ریز

ولہ

ز صیدِ جانِ عاشق زینتِ فتراکِ ارماں کن
کمیتِ عشوہ را در ساحتِ دل گرمِ جولاں کن

بہ جائے وحشتم بازے جہاں را بالِ عنقا دہ
دلِ تنگِ مرا اے وسعتِ مشرب بیاباں کن

وزد ہر سو دریں آشوبگاہ بادِ حوادث ہا
تو جانِ مضطرِ خود را چراغِ زیرِ داماں کن

نماند تا پسِ من در جہاں میلِ ہوس باقی
در آ سیلِ فنا ایں خانہ از بنیاد ویراں کن

بہ تمثالِ جدائی کامِ جاں را پر گہر کردی
ز جوشِ داغ ہم در قصرِ دل لطفِ چراغاں کن

بخاکِ من بیا محشر خرامِ فتنۂ عالم
غبارِ تربتم را سرمۂ رشکِ صفاہاں کن

ز فریاد و فغانم خانۂ صیاد آباد است
تو اے شوقِ اثر اندیشۂ گل را گلستاں کن

ندارد بہرۂ از شاد کامی خاطرِ اعدا
مگر گردِ ہلاکِ من عبیرِ جیب و داماں کن

دلِ صد چاک را مشاطہ شو اے پنجۂ وحشت
تو ہم اے خارشِ ناخن بجانِ خویش احساں کن

تواں بشناختن گر زہر را در انگبیں غافل
نشاطِ خاطرِ خود در سرِ شیریں نوایاں کن

چو طے کردہ زمینِ شعر کمتر اشرفِ کرم
عناں افگندہ بر اوجِ معانی عزمِ طیراں کن

قطعۂ دعائیہ در مدح سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

(از مولوی محمد سراج الدین صاحب سراج رقم سراج)

دورِ حکومت ہو فزوں سکہ ترا چلتا رہے
باغ دکن کے باغباں تو پھولتا پھلتا رہے

فصلِ خزاں ہوتی رہے نذرِ کفِ پائے بہار
زیرِ لوائے عاطفت نخلِ ہنر پلتا رہے

قطعہ

از مولوی سید شعار احمد صاحب ہاشمی

فلک پر جلوہ گر جب تک الٰہی بزمِ انجم ہو
عروجِ نیرِ اقبالِ آصفجاہِ ہفتم ہو

خدا دکھلائے ایسے جشن صد تا ہم کو اے عثماں
یہ مسعود و مبارک جشن سال بست و پنجم ہو

قطعۂ دعائیہ فارسی

از مولوی ابن سعید عبد الباری صاحب اسعد

الٰہی تا زبان اندر دہن وقفِ سخن باشد
سخن تا رونق آرائے دیارِ علم و فن باشد

سلامت با ہمہ شہزادگاں شاہِ دکن باشد
نگہبانش خدا و حق و حقِ پنجتن باشد

قطعہ

مدحِ شہریارِ دکن و برار خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بتقریبِ جشنِ سیمیں

منجانب وفا انصاری حیدرآبادی مہتمم تاج پریس و سابق مدیر رسالۂ تاج

الٰہی! آج کی یہ صبح بھی کیسی مبارک ہے
سہانا وقت ہے مصروف رنگ اپنا جمانے میں

طیورانِ خوش الحان گا رہے ہیں حمد خالق کی
نسیمِ صبح دیتی ہے مزہ چلنے چلانے میں

پھٹا پڑتا ہے جوبن آج کیوں سارے گلستاں کا
شگفتہ گل ہوئے مشغول غنچے کھلکھلانے میں

مسرت دیدنی ہے آج کچھ سارے پرندوں کی
کہ حصہ لے رہے ہیں آج یہ بھی چہچہانے میں

خلائق ساری خوش ہے کیوں دکن کی کیا معمہ ہے
خوشی سے آج ہیں مصروف سب ہنسنے ہنسانے میں

ترانے اور نغمے کیوں مسرت کے یہ گاتے ہیں
صدائے خوش نکلتی کیوں ہے سازوں کے بجانے میں

مجھے حیرت تھی کیا باعث ہے آخر اس مسرت کا
عجب کچھ ہے تعلق آج بیگانے یگانے میں

مبارک وقت بھی ہے، اور کچھ ٹھنڈی ہوائیں بھی
بتا اب دیر کیا ہے ساقیا پینے پلانے میں

وہ ظاہر جام دے ساقی حقیقت سب پہ ظاہر ہو
کرونگا منفعل ہیں گر نہ راز دل بتانے میں

پلا دی جب مجھے ساقی نے زاید کچھ طلب سے بھی
کوئی تھا راز مخفی اس لگی دل کی بجھانے میں

کہا تائید غیبی نے کہ تقریب مبارک ہے
مسرت ہو رہی ہے آجکل شاہی گھرانے میں

منایا جا رہا ہے آصفِ ہفتم کا "سیمین جشن"
مچی ہے دھوم جسکی آجکل سارے زمانے میں

عقیدت نے کہا مجھ سے کہ تو بھی مدحِ شاہی کر
مقدر تیرا جاگ اُٹھے عجب کیا اِس بہانے میں

کہا دل نے کہ جس کی مدح شاہوں کی زباں پر ہو
مزہ کیا آئیگا تجھ ایک مفلس کے ترانے میں

ظفر پائی ہو جسنے دل پہ ملکی غیر ملکی کے
بالتخصیص حصہ سب کا ہے جسکے خزانے میں

سخاوت معدلت میں اس کا شہرہ آج گھر گھر ہے
دھرا ہی کیا ہے کسریٰ اور حاتم کے فسانے میں

فصاحت اور بلاغت جسکی درباری کنیزیں ہوں
جو شاہِ بحر بھی ہو علم کا دریا بہانے میں

قلم کا جو دھنی ہو اور سبقت فرا جسکی زیر مشق
ہو جسکی تیغ حق مصروف باطل کے مٹانے میں

جو سادہ زندگی میں پیروِ ذاتِ رسالت ہو
تو نازاں شان ہوتی ہے لباس ایسا پہنانے میں

نظیر اسکی حکومت کی نہیں ملتی نہیں ملتی
سبھی کچھ یوں تو ملتا ہے خدائی کارخانے میں

غرض ہے مدحِ شاہی سے وفاؔ غیروں سے کیا مطلب
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

۴۸۶
۴۹۲

رباعیات و قصیدۂ فارسیہ

(یادگار پیش سازی ڈگری اعزازی سلطان العلوم)

از جناب مولوی محمد عبدالرحیم صاحب رحیم (منشی فاضل) ہوم آفس حیدرآباد دکن

رباعی

سلطان دکن وہ مرتبہ دیتے ہیں
دیتے ہیں ہیں مشت سحا کھول کے زر

ذرہ ہو تو خورشید بنا دیتے ہیں
ہم بھی جی کھول کر دعا دیتے ہیں

رباعی تاریخی

شاہا بسرت چتر تبارک بادا
اور دہر رحیم یا نقد سال از پے نذر

اعدائے ترا تیغ تبارک بادا
این ڈگری شائستہ مبارک بادا

۱۳۴۲ھ

قصیدۂ فارسیہ

ایا بمعدلت حکم سنجر در تتار
ز استواری رایت زمین گرفته قرار

زمین حضرت فیض تو سجده گاه ملوک
سمے ز یم سخائے تو ابر دریا بار

بگرد چشمه فیض تو مرغ و مردم و مور
نثار قصر بلند تو گنبد دوّار

عنان ملک بدست گرفتن تو چیست
بزیر زین در کاب تو رخش لیل و نہار

ہمائے اوج سعادت ترا بدام افتد
اراده تو چو مائل شود به سیر و شکار

نگاہبان تو عثمان معاون تو علی
حفیظ حق و شفیع تو احمد مختار

نموده صرف عمارات مبلغ ہنگفت
چو گشت خازن عزمت بر اسپ جود سوار

چناں بطرز تو آذین شہر بر بستی
که ہیچ یک به از آن تا در و خرد بشمار

چناں درست طرق بر مسافراں کردی
که ہیچ خطره نه باشد بہیچ راہگزار

بلند امکنه دور و یہ صف کشیده بصف
فگنده سایه درختان و شد قطار قطار

چناں بکفہ عدل امن عالمے سنجی
نه ظلم مار بمور و نه ظلم مور بمار

صدائے نغمه خوش طوطیان ز غرب و شرق
نموده سر بسر احیائے لحن موسیقار

علوم مرا تو بی سلطان و لقب التعظیم
ترا معارف حق گہ بہست آئینه دار

منم معتمدی عدالت شاہا
قسم بہشت سال اطاعت گزار صدق شعار

به پنج آه چو آید به پنجه ام پنجاه
بہ پنج دہر کشد در شکنجه افکار

بسر رم یکی از گیتی ہزار سود آید
تنم چو مور ضعیف است و بار غم خروار

تنم قلیل معاش و کثیر اہل و عیال
بداں مثل که بود یک انار و صد بیمار

نه فخر بنده که منشی فاضلم از خود
بسا حقوق نمک ہا گشت بر من زار

بجو شغلی است مرا دخل و ہم به شعر و سخن
نمونه این حکم و طبع زادم این اشعار

شہا بمرکز درگاه خود پناہم ده
که تا بدہر نه گردم بصورت پرکار

رحیم راکه شد او خاک درگه والا
ز پیشگاه عنایت مرا نیم چو غبار

قطعۂ تاریخ طبع جشن عثمانی

از جناب مولوی سید دلدار حسین صاحب اظہر

جان نثار خاندان آصفی
واقعات عید عثمان جمع کرد

بہر سالش گفت اظہر فی البدیہ
شاہکار جشن سیمین طبع کرد

۱۳۵۵ھ

مرتبہ محمد فاضل

قصيدة

جلالة ملك الملوك وسلطان السلاطين حامي الإسلام والمسلمين سلطان العلوم
والمعارف نواب مير عثمان علي خان بهادر آصف جاه السابع ملك حيدرآباد ورحمة الله وملائكته على سلطنته الى يوم الدين

رفعت الى حيدرآباد سلاما — أحيي به تاج الملوك نظاما
يقصر عن أمثالها باع غيره — ولو أنه سحبان القريحة عاما
كسين من الشمس المنيرة حسنها — ومن أنجم الجوزاء حسن نظاما
وقل منها أسنى هدية شاعر — يؤدي لسلطان العلوم سلاما
يطوف بها الساقي عليه بكأسه — ويسقي أحباء له وندامى
وأمل يسقيني الندى من مقوله — ويتبعه جاما شربت فجاما
هتفت (عظيم الهند) لازلت سالما — تفيض علينا من يديك سلاما
وظلت ملوك الهند من حيث تلتقي — لديك وقوفا للسلام قياما
تناصره في كل شرق ومغرب — وترعى لأهل العلم فيه مقاما
فقد شتت الجهل المفرق شملنا — وفل من الدين الحنيف حساما
ولم يبق للإسلام غيرك مسعفا — كفيلا بنصر المسلمين هماما
وجئت الى حيدرآباد مؤملا — من الله فيكم أن أنال مراما
وأيد رب العرش في الهند عرشكم — وصان نظاما حيث حل وقاما
بها نصب التاريخ في ساحة العلى — لجودك تمثالا للندى وأقاما
فأصبح سلطان العلوم بفضله — على الناس أسمى العالمين مقاما
بجاه علي والشهيد بن عنده — وسائر من صلى وحج وصاما

وأهديه من غر القوافي جواهرا — حسانا تسر الناظرين كراما
يعود ولم تظفر يداه بطائل — فقد بعدت عنه السماء مراما
ومن أدب الأخلاق ثوبا مفصلا — به أقبلت في حسنها تتسامى
أهنئه فيها بفضي عيده — ملابس من الفصحى عليه ملاما
ولما استطاب الكأس سلطان عصره — حباني على ما قلت فيه وساما
ولما تمشت خمرة الجود في دمي — وأصبحت سكرى لا أطيق كلاما
بدولتك العظمى وأنت مؤيد — وجيشك منصور اللواء دواما
ولا زلت للدين الحنيفي ناصرا — ظهيرا لكل المسلمين إماما
تؤسس من جدوى يديك ملاجئا — تهذب أطفالا بها ويتامى
أباح حصون المسلمين عدوهم — وخيم من فوق الرؤوس ظلاما
لقد عز ضيف حل بالهند سائحا — فزارك في حيدرآباد لماما
فادعو لسلطان العلوم وأسرتي — دعاء على مر العصور لزاما
وكانا أبا الحسنى التي تفعلونها — أيادي منكم لا تعد جساما
وخلد في أسمى صحائفه اسمكم — يصون لكم عهد أبيه ذماما
بنور رسول الله عوذت عرشكم — وعوذت بالله الحفيظ نظاما
جعلت عنايات الرسول وسيلة — لحسن عنايات المليك ختاما

أستاذ الأدبيات العربية ورئيس جمعية
الأيتام في طرابلس الشام ،، لبنان ،
السيد جمال الملاح ،

مرتبہ محمد فاضل

ضمیمہ

ترقیاتِ دورِ عثمانی

نوٹ۔ بوجہ قلت وقت جن شعبہ جات کا تذکرہ اس جلد میں درج نہ ہوسکا اس کی تکمیل کے لئے جلد دوم ملاحظہ ہو۔

تاج پریس

مرتبہ

سابق صدرالمہام سیاسیات سرکار عالی وظیفہ یابی کے
بعد سے آپ قوم اور ملک کے قابل فخر کارہائے نمایاں
انجام دیرہے ہیں۔ آپکا فیض بخش وجود ملک اور قوم
کیلئے باعث صد فخر و ناز رہے۔

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

گروپ عہدہ داران پولس بلدہ
درمیان میں صدر اعظم بہادر
بھی متمکن ہیں -

نواب رحمت یار جنگ بہادر کوتوال
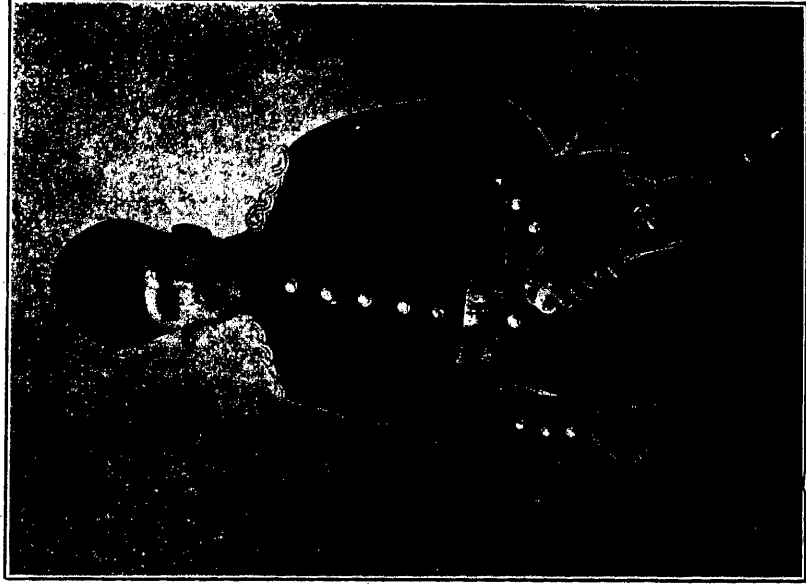
نواب سلطان یار جنگ بہادر سینیر نائب کوتوال

عہدِ عثمانی
میں
سررشتہ پولیس بلدہ و بیرون بلدہ کی تنظیم و ترقی

ہر حکومت و سلطنت کیلئے سررشتہ پولیس کا شعبہ بڑی گہری ضمانت ذمہ داریوں کی اہمیت رکھتا ہے۔ اس کا تعلق ریاست و سیاست سے وابستہ۔ اس کی نسبت راعی، رعایا، و ملک سے ملحق ہوتی ہے۔ اس کا نیکنام وجود دائمی امن و امان کا ضامن۔ اسکی فرائض شناسی حکومت کے عظمت و وقار کی برقراری اور ملک اہل ملک کی فلاح و بہبود کا باعث ہوتی ہے۔ اس کے خدمات بڑے کٹھن واہم ہوتے ہیں۔ کیونکہ آئے دن اسکو خوفناک، مہیب، دلخراش حالات و واقعات اور بڑے بڑے ماہران جرائم۔ ڈاکو، قاتل، چور بدمعاشوں سے بہرحال لا متناہی مقابلے پیش آتے ہیں۔ ایک جانب ریاست و سیاست کی نگہبان تو دوسریطرف شرفا و امن پسندوں کے عزت و جان و مال کی محافظ اور بدمعاش و مردم آزار مفسدین و مجرموں کے حق میں تعزیر کا سبب بنتی ہے یہ ایک۔ مگر اسکے فرائض ہزاروں لاکھوں ہوتے ہیں۔ ہر نشیب و فراز پر اسکی نظر ہوتی ہے۔ جس ملک کی پولیس بیدار ہوشیار اور اس کا نظم و نسق و طریق انتظام اچھا ہوگا۔ بلا شبہ وہ ملک پر امن اور تہذیب کامل کا نمونہ ہوگا۔ جہاں اس میں نقص و فتور و خرابی ہوگی۔ ظاہر ہیکہ وہ ملک طوائف الملوکی کا مرکز اور فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنے گا۔

اس نظریہ کے تحت جب ہم دنیا کے ممالک پر نظر ڈالتے ہیں تو پرامن ممالک کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ہر کون امن و امان کے کھلے اعلام محض اس ملک کی کامیاب پولس کے نیک برتاؤ اور بہترین کارناموں کے ہی نتائج ہوتے ہیں۔

بایں کلیہ بیرون ہند کے قطع نظر جب ہم ہندوستان ہی پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور اپنے ملک حیدرآباد سے علاقہ جات برٹش انڈیا کا تقابل کرتے ہیں تو بے لوث عادلانہ رائے کے تحت خدائے قدیر کے شکریہ کیساتھ فرق عظیم پاتے ہیں۔ مشاہدہ گواہ اور حالات ظاہر ہیں کہ بلادہند ہمیشہ فساد و کشت و خون کا دنگل و میدان لالہ زار رہا ہے۔ برخلاف اس کے حیدرآباد دائماً پرامن۔ بافضال الہی و باقبال خداوندی ریاست حیدرآباد جو ایک پرامن ریاست ہے باوجود اس کے کہ یہاں تمام مذاہب و اقوام کے لوگ رہتے بستے ہیں اور خصوصیات سے یہاں جرائم پیشہ اقوام بھی آباد ہیں۔ یہاں کا دائمی امن و اماں اپنے دیرینہ روایات و تاریخی شہادتوں کیساتھ ہر طرح اس ریاست کی فضیلت تامہ و ترجیح فائقہ کو خوشگوار انسانی منزلِ مراد پر دیکھتا ہے

یہی وجہ ہے کہ یہاں کی رعایا بالکل اطمینان کی زندگی بسر کرتی ہے۔ ملک کے اکثر و بیشتر لوگ اس سررشتہ کی خلق نواز خدمات سے مدتوں غیر مانوس رہے مگر اب اسکی جانب عوام کے احساسات ہیں۔ فرائض شناسی کا

مرتبہ محمد فاضل

رفیقانہ جذبہ پیدا ہو چلا ہے۔ ورنہ پہلے لوگ پولیس کی بلائے بے درماں اور عذاب جان تصور کر کے ڈرتے تھے۔ یہ ایک کھلی حقیقت ہے اس تبصرہ کرنا غیر ضروری ہے۔ خدا رکھے سلامت ہماری ممتاز جلیل القدر ریاست اور اسکے نکتہ رس و دقیقہ سنج بادشاہ ذیجاہ کو جو اپنی ریاست کی مدبرانہ تنظیم و رعایا و برایا کی خوشحالی و فلاح کا واحد ضامن و نگہبان ہے جسکے عہد معدلت مہد میں اس کے متعدد افراد سلطنت کے زیر نگیں ہر شعبہ سرعت کیساتھ شاہراہ ترقی پہ گامزن نظر آتا ہے جہاں تمام شعبہ درخور مدحت ہیں وہاں سر رشتہ پولیس کی تنظیم و ترقی بھی امتیازی خصوصیات سے مملو ہے اگر ہم حیدر آباد کی منظم پولیس کے نمایاں کام اور بہترین نظم و نسق و طریق کار پر اجمالی تبصرہ کرنا چاہیں تو ایک بحر طویل ہو جائے جس کیلئے کافی ضخامت و وقت درکار ہے۔ اس لئے اس طوالت سے ہٹکر عہد عثمانی میں پولس کی ترقی کا مختصر اعداد وار خاکہ پیش کرتے ہیں۔ جو کافی ہوگا۔ ہر ذی علم نظر امتیاز کیلئے۔

حیدر آباد کی پولیس دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک پولس بلدہ۔ دوسری پولس اضلاع۔ پولس اضلاع کا تذکرہ علحدہ باب میں کیا جائیگا۔ مگر اسوقت دار السلطنت پولس بلدہ کی ترقی ہمارا موضوع ہے۔ لہذا ہم اسوقت جو کچھ بھی ظاہر کرینگے وہ پولس بلدہ و بیرون بلدہ کا حال ہوگا۔

رقبہ آبادی حدود پولس اس وقت بلدہ و بیرون بلدہ کا رقبہ بشمول علاقہ سلطان بازار (۴۳) مربع میل ہے اور آبادی اس رقبہ کی (۳۴۶۰۹۲) نفوس پر مشتمل ہے۔

تقابل کلکتہ کا رقبہ (۳۰.۸) بمبئی کا رقبہ (۲۲) اور مدراس کا رقبہ (۲۷) سے حیدر آباد کے زیر اقتدار پولس کا رقبہ ہر طرح زائد ہے۔

تعین حدود اعلحضرت کی تخت نشینی سے قبل کوتوالی بلدہ و اضلاع کے حدود باضابطہ معین نہ تھے جس سے انسداد جرائم اور انتظامی امور میں گوناگوں دشواریاں پیش آتی تھیں۔ عہد عثمانی میں مابین عہدہ داران پولیس بلدہ و اضلاع کئی بار کمیٹیاں ہو کر بالآخر حدود کا باقاعدہ قطعی تعین ہو گیا۔

موٹر کاروں کی تعداد اور لائسنس اسقدر ۱۳۳۶ف سے اجرائی لائسنس کا تعلق سر رشتہ پولس سے ہوا۔ اجرائی لائسنس و موٹروں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

سنہ	تعداد موٹر کار	تعداد موٹر سیکل	تعداد لائسنس	آمدنی
سنہ تخت نشینی اعلحضرت سنہ ۱۳۲۰ف میں۔	(۱۱۸)	(×)	(۱۴۲)	
ر ر سنہ ۱۳۲۶ف میں۔	(۳۵۴)	(۵۸)	(۱۵۴)	[illegible]
ر ر سنہ ۱۳۴۳ف میں	(۵۰۷۹)	(۹۶۹)	(۰)	[illegible]

اطراف بلدہ کے موٹر کاروں کی تعداد (۵۱۵) ہے
سکندر آباد ر ر (۲۴۹۴) ہے
یہ تعداد سنہ ۱۳۴۳ف تک شمار ہے۔

سکندر آباد اور اطراف بلدہ کے موٹروں کا بیشتر حصہ روزآنہ حدود بلدہ میں داخل ہوتا ہے اسی طرح بلدہ و بیرون بلدہ۔ سکندر آباد۔ اطراف بلدہ کے جملہ موٹروں کی تعداد (۱۰۰۵۷) ہے جو روزآنہ دار السلطنت میں گھومتی ہیں۔

نوٹ :- اضلاع ممالک محروسہ سرکار عالی کی تعداد اسمیں شامل نہیں ہے

شہر بمبئی کے موٹروں کی تعداد

شہر بمبئی میں جملہ موٹروں کی تعداد (۱۲۰۰۰) یعنے حیدرآباد سے صرف (۱۹۴۳) زیادہ ہے سنہ ۱۳۴۴ و سنہ ۱۳۴۵ ف ان دو سال میں جو مزید کافی تعداد حیدرآباد میں موٹروں کی بڑھگئی ہے اس کو شامل کرلیا جائے تو بمبئی اور قریب کلکتہ کے مماثل ہوجاتی ہے - اس تعداد سے ہی موٹروں کی ترقی اور حیدرآباد کی ٹرافک کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ۔

ٹرافک (۱)

اس قدر کثیر موٹروں کے باوجود پولس کے حسن انتظامات کے باعث تصادم کی تعداد کسی حیثیت سے قابل لحاظ نہیں بہ نسبت حیدرآباد کے بمبئی - کلکتہ وغیرہ میں حادثات زیادہ وقوع پذیر ہوتے ہیں

۲ پولس کی تقسیم

پولس پانچ حصوں پر منقسم ہے (۱) عام جمعیت - (۲) مسلح پولس - (۳) سواران (۴) پولس محلات (۵) پولس خفیہ -

۳ تعداد پولس

	سپرنٹنڈنٹ و ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ	صدر امینان	امینان	جمعداران	جوانان	مسلح پولیس	عرب	سواران	عملہ	متفرق
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
اعلیحضرت کی تخت نشینی سنہ ۱۳۲۰ ف کے وقت	(۹)	(۹)	(۲۳)	(۹۸)	(۲۴۵۱)	(۲۹۱)	(۱۴۴)	(۷۵)	(۷۸)	(۱۱۷)
سنہ ۱۳۴۳ ف میں	(۱۰)	(۲۳)	(۳۴)	(۱۸۳)	(۲۳۸۴)	(۳۲۲)	(۴۰۰)	(۳۸)	(۶۳)	(۵۰)

پولس کا خرچ

سنہ ۱۳۲۰ ف میں ([illegible] لاکھ) روپیہ تھا اور سنہ ۱۳۴۳ ف میں ([illegible] لاکھ) روپیہ ہوا - اسطرح تمام اصلاحات وترقیوں کے مدنظر اخراجات میں دُونے سے زیادہ اضافہ عمل میں آیا -

عام اصلاحات

نفاذ قواعد - (۱) قواعد موٹررانی کا باضابطہ نفاذ (۲) شوفروں کیلئے فوٹو - ڈریس - بیاج سسٹم کا لزوم (۳) شوفروں کیلئے صحت جسمانی کے صداقتنامہ طبی کی قرارداد (۴) صداقتنامہ بصارت (۵) ذاتی وکرایہ کی موٹروں کے نمبر پلیٹ کی امتیازی شکل -

نفاذ قانون

(۱) خلاف ورزی قانون افیون وگانجہ (۲) خلاف ورزی قانون آبکاری (۳) خلاف ورزی قانون اقوام جرائم پیشہ (۴) قانون قمار بازی (۵) خلاف ورزی قانون بیرحمی جانوران (۶) خلاف ورزی قانون اسلحہ (۷) قانون اوزان وپیمانہ جات (۸) مطابع کی نگرانی (۹) اخبارات ورسائل ومطبوعات کی نگرانی

عام تنظیمات

۱ رقبہ کی تنظیم ۲ فوری اطلاعات کی تنظیم ۳ تحریری تخفیف کار کی تنظیم (۴) تقسیم شدہ جمعیت کی تنظیم (۵) جمعیت محفوظہ کی تنظیم (۶) قواعد جمعیت (۷) تعلیم جمعیت (۸) ڈریس جمعیت (۹) جدید اسلحہ جمعیت (۱۰) تعمیر جدید امکنہ سررشتہ وجمعیت (۱۱) مختلف دفاتر کی تنظیم (۱۲) موثر بہ اخلاقیات کے اصلاحات کی تنظیم (۱۳) اجرائی قواعد مختصہ حفظ امن (۱۴) تدابیر انسداد جرائم (۱۵) قواعد انسداد جرائم (۱۶) قواعد پیروی وتحقیقات مقدمات چالانی عدالتی (۱۷) اموات اتفاقیہ واموات جرائم (۱۸) انجمن امداد باہمی پولس کی تنظیم (۱۹) باغراض امن و عامہ سیاسیات پولس (۲۰) عام انتظامات (۲۱) انتظامات موٹر ٹرافک -

مرتبہ محمد فاضل
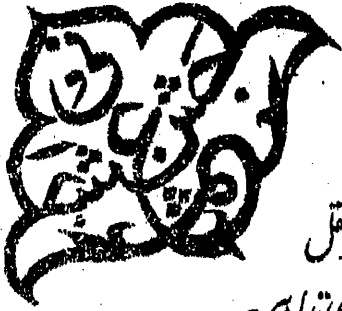
(۲۲) انسداد بے راہ روی (۲۳) پریس نوٹ سسٹم (۲۴) اصلاحات شناخت
(۲۵) روزانہ کوتوال صاحب کے احکام کی فوری تقسیم (۲۶) انسداد جرائم بوقت
شب (۲۷) شب بیدار پہرے (۲۸) ٹرافک کنٹرول سسٹم (۲۹) سہولت حمل و نقل
جمعیت کیلئے موٹر لاریز اور موٹر سیکلوں کی خریدی (۳۰) رعایا کی عام دادرسی کے فوری تدابیر۔
(۳۱) قواعد ٹریننگ پولیس (۳۲) پولیس پریڈ سنٹرس کا قیام (۳۳) پریڈ جمعیت کا باضابطہ لزوم (۳۴) سرسری مقدمات
دست اندازی پولیس کا ۲۴ گھنٹہ میں چالان عدالت میں پیش کردیا جانا وغیرہ۔

انعامات خاص و مڈلس و تمغہ جات کی سرفرازی

شہزادہ پرنس آف ویلز حال ایڈورڈ ہشتم کی رونق افروزی اور وائسرائوں کی آمد کے موقع پر اور دیگر کارہائے نمایاں کے صلہ میں سررشتہ پولیس بلدہ کے قریب تمام عہدہ داروں کو ان کی مستحسن کارگذاری کے نظر کرتے تمغہ جات و مڈلس و انعامات و ترقیاں ملی ہیں۔ اکثروں کو کپ اور شیلڈیں بھی عطا ہوئے ہیں۔ اگر ہم ان کو تفصیلوار ظاہر کریں تو ایک بہت بڑی فہرست ہو جائے۔ اسلئے صرف اسیقدر اظہار پر اکتفا کرتے ہیں۔

عہدۂ کوتوال کی اہمیت

اس جلیل القدر سلطنت حیدرآباد کے کوتوال کا عہدہ نہایت ممتاز۔ پر دبدبہ و عظمت و قیع ہوتا ہے۔ روزانہ بارگاہ خسروی میں پیش رفت رہنا پڑتا ہے۔ کوتوال کو ریاست کے جملہ عہدہ داروں سے راست تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اقتدارات کی وسعت اسباب علل و احوال کیساتھ لاانتہا ہی ہوتی ہے۔

پولیس پریڈ سنٹرس

عہد قدس و اعلیٰ میں پولیس کے باضابطہ پریڈ کا لزوم قرار دیا جا کر حسب ذیل پریڈ سنٹرس مقرر کئے گئے۔ پیٹلہ برج[1]۔ مسجد گاذر[2]۔ مشیر آباد[3]۔ عیدگاہ قدیم[4]۔ فلک نما[5]۔ روزانہ ان پریڈ سنٹرس پر باالتزام قواعد پریڈ ہوتی ہے بفضلہ اب پولیس بلدہ مثل باقاعدہ کے ہوگئی ہے۔

پولیس بلدہ کی مصروفیات

شب و روز کے یہ ۲۴ گھنٹہ کے ملازم یعنی جب موقع آئے تیار رہنا اس متحدہ پولیس کا فریضہ ہے۔ اگرچہ کہ فرائض و کام ڈیوٹی کی سہولت بخش تقسیم ہے۔ مگر فرائض صدر کی پولیس پابند ہے۔

پولیس کا ڈریس

دو قسم کا ہے۔ عام ایک خاص۔ ایک عام ڈریس سہولت بخش برنگ نیلگوں ہے جو عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ خاص ڈریس شاندار و پرتکلف سیاہ و پیلا ہے جو خصوصی موقع پر پہنا جاتا ہے۔

پولیس کی انتظامی سیٹیاں

اعلیحضرت کی سواری مبارک کیلئے ۔ صدر اعظم بہادر کی سواری کیلئے ۔ صدر المہام بہادر پولیس و رزیڈنٹ بہادر کیلئے
۴ سیٹی ۔ ۲ سیٹی ۔ ۲ سیٹی
کوتوال صاحب بہادر کیلئے ایک سیٹی۔

امکنہ سررشتہ کوتوالی بلدہ

کوتوالی کے عمارتوں کیلئے اسٹانڈرڈ پلان منظور ہو ایک خاص تعداد پختہ عمارات کی مہیا ہو چکی ہے۔ صدر محکمہ کوتوالی بلدہ کی عمارت بصرف دو لاکھ پانچہزار تعمیر ہوئی اور جمعیت کیلئے بمقام پیٹلہ برج بارکس تعمیر ہو رہے ہیں جس کی تعمیر قریب الختم ہے۔ اس تعمیر کا دس لاکھ تیس ہزار تخمینہ کیا گیا۔ مگر صرفہ اس سے زائد ہوا ہے (۱۵) ایکر اراضی پر اس کا رقبہ مشتمل ہے۔ یہ تعمیر مذکور عمارات ذیل پر مبنی ہے
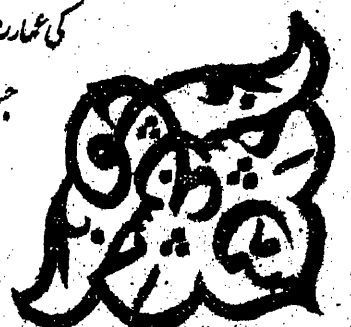
(۱) امکنہ برائے سپاہیان متاہل (۲۶۶) ۲- امکنہ برائے سپاہیان غیر متاہل (۹۶) ۳- امکنہ برائے جمعداران (۳۴) ۴- امکنہ برائے سب انسپکٹر (۲) ۵- انسپکٹر (۱) ۶- گزیٹیڈ افسر (۱) ۷- ہل آف ارس (۲) ۸- کوارٹر گارڈ (۱) ۹- لکچر ہال (۱) ۱۰- کمرہ حوالات (۱) -

عمارت موجودہ کیلئے ضروری فرنیچر و برقی روشنی ذنل ہائے آبرسانی مہیا ہیں

عہدِ عثمانی کے طویل المیعاد کوتوال | راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی صاحب ہیں الطاف شاہانہ ہردم اور ہر وقت آپ پر مبذول حال رہے اور تاحال ہیں۔ جیسا آپکا وسیع دور رہا ویسا ہی کوتوالی کے انتظامات بھی ترقی پذیر رہے - راجہ بہادر کے طویل و کامیاب دور کوتوالی کے اختتام پر جبکہ مکرر سکرر توسیع کے بعد آپکو حسن خدمت کا وظیفہ ملا حضور پرنور نے بنظر قدر دانی آپ کو صرف خاص مبارک کی اسپیشل افسری پر مامور فرمالیا جس پر آپ اس وقت کارگزار ہیں -

دورِ رحمت | ابتداء ۱۳۴۹ف میں نواب رحمت یار جنگ بہادر بحیثیت شریک کوتوال کار فرما رہے - بیدار مغز شاہ ذیجاہ کی وسعت نظری نے جب آپ کو تماموں میں سے کوتوالی کی اہم جلیل القدر خدمت کیلئے منتخب فرمالیا - ہر طرف سے مرحبا اور آفریں کی صدائیں گونجنے لگیں - آپ کی ابتدائی آمد کے موقع پر مولوی سید عزیز احمد صاحب عزیز نے ایک بہترین قطعہ تاریخ برآمد فرمایا تھا جو مقبول عام ہوا - اس لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

نظرِ انتخاب کے صدقے ؛ آفریں بندگان عالی پر
آئے نواب رحمت اللہ کیا ؛ رحمت آئی ہے کوتوالی پر

واقعی اس عہدہ پر آپ کا بے نظیر انتخاب نام کی رعایت و فضیلت کیساتھ کام میں رعایا کے لئے رحمت ثابت ہوا - کچھ عرصہ کار فرمائی کے بعد پھر آپ نظامت عطیات پر عود فرما ہوئے - من بعد سرکار عالی کی جانب سے بغرض ٹریننگ بمبئی بھیجے گئے بعد فراغ ٹریننگ واپس آکر آپ نے راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی صاحب سے ۲۶ امرداد ۱۳۴۳ف کو باضابطہ خدمت کوتوالی کا جائزہ حاصل فرمایا - تمام کوتوالوں میں آپ ہی ایک ٹریننگ کامیاب کوتوال ہیں - اللہ نے آپ میں اصلاح کار کی جدت اور انتظامی امور کا فطری جذبہ ودیعت کر رکھا ہے جو آپ کا جوہر خاص ہے - جب سے آپ نے اس اہم خدمت کا جائزہ حاصل فرمایا ہے کافی و شافی اصلاحات کے ذریعہ پولس کو اور بہتر و منظم فرمادیا - اسوقت پولس بلدہ کی حالت و ترقی دیگر ممالک کیلئے قابل رشک ہے - ایک ریاست کے امن و اماں کیلئے پولس کو جس قدر رعب و وقار کی ضرورت ہے بفضلہ صحیح معنوں میں پولس بلدہ اب اسکی حامل ہے - بلا کھٹکے ہر طرف سونا اوچھالتے جائیے خوف و خطر اس عنقا ہے - شعر

رعب پولس کا وہ بیٹھا ہے لوہر سکہ ؛ سر اٹھا سکتے نہیں فتنہ اٹھانیوالے

برقراری انتظامات کیلئے باہیں رعب داب پولس کے تعلقات عام طور پر ہمدردانہ و دوستانہ ہیں - ادھر پولس - رعایا کی دادرسی و دستگیری کیلئے ہر لمحہ و ہر آن ریفشا مستعد و تیار رہتی ہے تو ادھر رعایا - اخلاقی نقطۂ نظر سے پولس کے ہر نازک وقت میں مدد کرنا اپنا شعار سمجھتی ہے - اس طرح حکومت و رعایا کے بہترین مفاد - دائمی امن و اماں - اور باہمی حقوق کے تحفظات کا شیرازہ بفضلہ اور مستحکم و خوشگوار ہوتا جارہا ہے - جو ایک متمدنہ حکومت کا مسلک و اشتراک عمل کا دستور اساسی ہونا چاہیئے - فقط

تعداد پیشوایان مذہبی

قضاۃ ملک سرکار عالی

(۱) دار السلطنت میں (۵) ہیں - (۲) اورنگ آباد میں (۲۶) ہیں -
(۳) ضلع بیڑ میں (۱۷) ہیں - (۴) پربھنی میں (۲۶) ہیں -
(۵) ضلع ناندیڑ میں (۱۴) ہیں - (۶) ضلع گلبرگہ شریف میں (۱۹) ہیں -

مرتبۂ محمد فاضل

عہد عثمانی کے کوتوال

(از تخت نشینی مبارک تا سلور جوبلی ہمایونی)

(مرتبہ مولف)

نمبر شمار	اسماء کوتوال صاحبان	تاریخ جائزہ	تاریخ علیحدگی	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵
۱	نواب سلطان یاور جنگ بہادر	۵ ہر خورداد ۱۳۱۴ ف	۲۰ ہر خورداد ۱۳۲۱ ف	آپ اعلیحضرت کی تخت نشینی کے زمانہ کے کوتوال ہیں
۲	خان بہادر محمد عبدالکریم عرف لعل خاں	۲۱ ہر خورداد ۱۳۲۱ ف	۱۱ ہر آبان ۱۳۲۱ ف	.
۳	مسٹر ٹگے	۱۲ ہر آبان ۱۳۲۱ ف	۳ ہر دی ۱۳۲۲ ف	.
۴	خان بہادر میر مبارک علیخاں	.		.
۵	نواب عماد جنگ بہادر	۴ ہر دی ۱۳۲۲ ف	۱۸ ہر اردی بہشت ۱۳۲۹ ف	.
۶	راجہ بہادر وینکٹ راما ریڈی	۱۹ ہر اردی بہشت ۱۳۲۹ ف	۲۵ ہر امرداد ۱۳۴۳ ف	آپ عہد عثمانی کے طویل المیعاد کوتوال ہیں۔
۷	نواب رحمت یار جنگ بہادر	۲۶ ہر امرداد ۱۳۴۳ ف	تا حال مامور کارگزار	آپ ہی ایک وہ کوتوال ہیں جنھیں حکومت کیجانب سے بغرض ٹریننگ بمبئی روانہ کیا گیا تھا۔ بعد فراغ ٹریننگ آپ نے اس جلیل القدر خدمت کا جائزہ حاصل فرمایا۔

خفیہ پولس

جس طرح انتظامی پولس کے دو قسم ہیں اسی طرح خفیہ پولس بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک خفیہ پولس دار السلطنت جس کے افسر مولوی محمود علی صاحب نائب کوتوال ہیں۔ کوتوال صاحب بہادر کے زیر اقتدار ہے۔ دوسری خفیہ پولس اضلاع جو ایک مہتمم خفیہ پولس اضلاع کے ماتحت ہے جس کا تعلق صدر ناظم صاحب کوتوالی اضلاع سے ہے باوجود اسکے کہ سیاسی مصالحت کی بناء پر ہم اس کا تفصیلوار خاکہ اور مکمل مواد و کارناموں پر جیسا کہ چاہیئے تبصرہ کرنے یا حالات پیش کرنے سے ہر طرح عاجز و معذور ہیں۔ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہمارے ملک کی خفیہ پولس بلدہ و اضلاع ہر دو کے کارنامے نہایت مستحسن و خاص ہیں نہ صرف ہندوستان کی پولس بلکہ بڑے بڑے متمدن آزاد ممالک و دول ہائے مغرب کی خفیہ پولس پر بھی اس کو افضلیت و ترجیح فائقہ حاصل ہے۔ اس شعبہ کے پر اسرار جاسوسی قابل فخر کارنامے نہایت حیرت افزا و لاینحل ہوتے ہیں اکثر
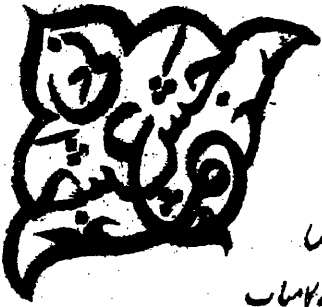
عہدہ داران برٹش انڈیا نے بھی اسکے خدمات مستعار لیکر کامیاب سراغرسانی کے ظہور پر اکثر سرٹیفکیٹ و تمغہ جات وغیرہ دیئے ہیں۔ ایک ریاست کی سیاسی نگرانی اور پراسرار واقعات کی فوری سراغرسانی کیلئے جیسا کہ ضرورت ہے ملک سرکار عالی کی خفیہ پولیس بدرجہ اتم اس میں کامیاب نظر آتی ہے۔ بطور خاص اسکے افراد کو اس باب میں مہارت دلائی جاتی ہے اسکے کامیاب نتائج پر وقتاً فوقتاً انکی قدر دانی و حوصلہ افزائی کیجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کے باشندے نہایت امن و سکون کیساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔ زہریلی فضا و پھیل سکتی نہ مفسدانہ پروپگنڈے جنم لینے پاتے ہیں اور نہ قاتل ڈاکو۔ ظالم چور غلط پروپگنڈہ باز روپوش رہ سکتے ہیں جنھیں فوراً کیفر کردار کو پہونچایا جاتا ہے۔

بہر حال عہد ہمایوں میں خفیہ پولس بلدہ کی تعداد و خرچ تنظیمات وغیرہ میں بھی حسب ضروریات ملک کافی اضافہ عمل میں آیا ہے اور یہ اپنے پراسرار کارناموں کی کامیاب ترقی میں شہرت عامہ رکھتی ہے۔ فقط

اضلاع پولس سرکار عالی

اضلاع پولس کا انتظام بھی نہایت مستحسن و اعلیٰ معیار پر قائم ہے۔ پولس بلدہ کے زیر اقتدار رقبہ کو منہا کرنے کے بعد باقی جملہ ملک سرکار عالی کا رقبہ اس پولس کے زیر انتظام و نگین ہے۔ اس سررشتہ کا ایک وسیع محکمہ جو صدر ناظم صاحب کوتوالی اضلاع کے ماتحت ہے۔ زیر اقتدار پولس کے رقبہ و تعداد اور انتظامی وسعت کے لحاظ سے نہایت شاندار ہے۔ ہر ضلع پر ایک مہتمم پولس اور ہر اس افسر کے تحت کئی کئی تعلیمان پولس اور سرکل انسپکٹر اور ہزاروں کی تعداد میں جوانان و ضروری عملہ وغیرہ کارگذار ہیں۔ اضلاع پولس کے اخراجات جو سالانہ نصف کروڑ سے زیادہ ہیں۔ حکومت سرکار عالی برداشت کرتی ہے۔ عہد عثمانی میں اس پولس نے بھی غیر معمولی ترقی حاصل کی بہترین نظم و نسق و انگنت اصلاحات و تنظیمات سے پولس اضلاع کو بہتر سے بہتر اور مستعد و کارگذار بنا دیا گیا ہے۔ اضلاعوں پر آباد مقام و جنگلوں میں اس پولس کو بڑے کٹھن اور اہم خدمات انجام دینے پڑتے ہیں۔ باشندگان اضلاع کے خوشگوار حالات اور اضلاع کا عام امن و اماں واقعی اس پولس کو لائق ستائش قرار دیتے ہیں۔ عہد ہمایوں میں اس پولس نے دوگنی ترقی حاصل کی۔ اور اخراجات میں بھی اسیطرح دوچند اضافہ عمل میں آیا۔

محابس

حیدرآباد میں محابس کا انتظام قابل نمونہ ہے اور حقیقی معنوں میں یہ معاشی اخلاقی تادیب خانے ہیں۔ ان محابس میں مردوں و عورتوں اور مجانین و زیر دریافت کو علیحدہ علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ بہ تعمیل حکم سزاء بمشقت و بلا مشقت کی ذمہ داریوں کیساتھ جو قیدی جس فن میں ماہر ہوتا ہے۔ اُس سے وہی کام لیا جاتا ہے محابس میں نماز و پوجا پاٹ کا بھی انتظام ہے تاکہ قیدیاں اپنی میعاد سزا تک اپنے مذہبی فرائض سے بے اعتنا نہ ہو جائیں۔ یہاں ان کی اخلاقی نگرانی کا بھی معقول انتظام ہے یہ محابس کیا ہیں۔ عبرت خانہ ہیں۔ ان کے کارناموں کو سنکر اور وہاں ان کی بیکسی و بے بسی کو دیکھکر دل کو ٹھیس لگتی ہے۔ اور خدا کی قدرت یاد آتی ہے جس کا بدیہی نتیجہ ہے کہ ختم سزا پر رہائی کے بعد قیدیوں کی اخلاقی حالت میں نمایاں اصلاحی فرق پایا جاتا ہے۔ محابس میں قیدیوں کی نگہداشت اور خورد و نوش کا جیسا کہ چاہیئے قابل افسروں کی نگرانی میں بہترین انتظام ہے۔ علاج و معالجہ کیلئے ڈاکٹر متقرر ہیں۔ قیدیوں کے مذہبی احترام کا کافی لحاظ ہے ان محابس پر حکومت سرکار عالی سالانہ تقریباً ۱۲ لاکھ روپیہ صرف کرتی ہے۔ صدر محبس دارالسلطنت کے علاوہ اورنگ آباد، گلبرگہ، ورنگل میں تین بڑے محبس ہیں اس کے علاوہ اضلاع کے ہر اوسط اور تعلقات پر چھوٹے چھوٹے محبس بنا دیئے گئے ہیں۔ جہاں ان اضلاع
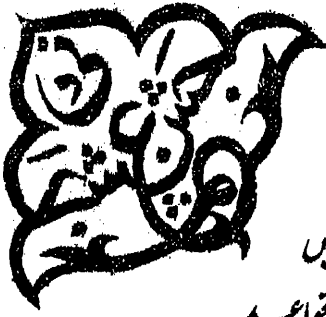
زیر دریافت و خفیف المیعاد قیدیوں کو رکھا جاتا ہے ۔طویل المیعاد و دائم الحبس قیدیوں کو صدر محابس میں منتقل کیا جاتا ہے

بہر حال حکومت سرکار عالی کے بہترین حسن انتظام اور آئین کار کا عمل ان محابس پر جاری وساری ہے جس کو عقول انسانی مسلمہ طور پر مناسب سمجھتے ہیں ۔عہد عثمانی میں محابس کے قواعد و نظم و نسق میں بہت کچھ اصلاحیں عمل میں آئیں ۔اب ایک بہترین اصول پر ان محابس کا انتظام مدون ہے ۔ فقط ۔

قیدیوں کی رہائی ہر سال اعلحضرت کی سالگرہ مبارک کے موقع پر ایک مناسب تعداد میں دائم الحبس طویل المیعاد قیدیوں کو رہا کیا جاتا ہے جس میں تمام مذاہب کے مرد ۔عورت بچے شامل ہیں ۔یوم رہائی ان قیدیوں کی عمدہ طعام سے تواضع کیجاتی ہے اور ہر قیدی کو پارچہ ، شیرنی اور فی کس صہ روپیہ بھی دئیے جاتے ہیں ۔

قیدیوں کی ضیافت اعلحضرت کے سالگرہ کی میمنت تقریب کی شادمانی میں جیل کے تمام قیدیوں کی پر تکلف لوازمات سے ضیافت کیجاتی ہے جنمیں سزایاب کے علاوہ زیر دریافت و مجانین وغیرہ بھی شامل ہیں ۔اہل ہنود کو جس میں سکھ وغیرہ بھی داخل ہیں عمدہ کھانے کیساتھ شیرینی حلوا پوریا اور ترکاریاں مسلمان قیدیوں کو بریانی ۔مزعفر اور گوشت و دالچہ وغیرہ دیا جاتا ہے ۔

ذرائع معاش

ترتیب ذرائع معاش	ہندو	مسلمان	مجموعی تعداد کارکنان
متعلق بہ سطح زمین	۷۴۳۸۹۵۳	۶۶۶۱۱۰	۸۳۸۹۷۱۸
" بہ معدنیات	۱۶۹۷۶	۱۱۰۲	۱۸۴۷۴
صنعت و حرفت	۱۷۶۱۶۶۹	۱۰۲۲۷۱	۱۸۷۲۷۴۳
حمل و نقل	۱۰۲۸۱۸	۲۱۸۸۳	۱۳۹۵۱
تجارت	۱۰۱۰۸۵۸	۱۰۱۹۷۶	۱۱۳۴۳۶۸
افواج سرکاری	۹۳۳۸۵	۶۶۹۸۹	۱۶۴۳۹۸
انتظام ریاست	۲۴۹۲۷۲	۹۲۴۶۱	۳۴۶۱۸۴
دوسرے پیشے اور فنون لطیفہ	۱۶۸۵۳۱	۳۵۳۲۱	۲۰۹۰۳۹
ذاتی آمدنی	۱۶۳۵۰	۱۱۵۵۱	۲۸۳۷۷
خانگی نوکری	۲۲۲۵۵۷	۱۹۰۳۸۷	۴۲۱۱۴۷
غیر مقررہ نوعیت کے پیشے	۳۱۹۵۸۷	۴۵۰۷۷	۳۸۰۱۴۸
بے منفعت کے پیشے	۲۲۵۱۶۳	۴۵۸۶۲	۲۷۶۱۳۹
(جن میں سرمایہ اور انتظام کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے منصبداری دعویٰ)			

مرتبہ محمد فاضل
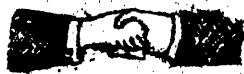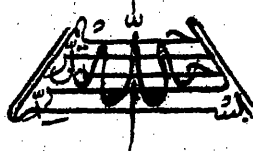
امورِ مذہبی

سررشتہ مذہبی کی اہمیت غالباً اس امر کا اظہار بے موقع نہ ہوگا کہ سرکار عالی کے نظم و نسق میں سررشتہ امور مذہبی ایک اہم سررشتہ ہے اور علی العموم ہر مہذب سلطنت اس کی اہمیت اور ضرورت کو تسلیم کرتی ہے ۔

ہندوستان کی اسلامی سلطنتوں میں بھی ہمیشہ ایک ایسا محکمہ موجود رہا اور ترکی سلاطین عثمانیہ کے عہد میں وزارت اوقاف کے یہی فرائض تھے جو سرکار عالی کا سررشتہ امور مذہبی انجام دے رہا ہے

مصر میں بھی وزارت اوقاف کے یہی فرائض ہیں ۔ ہندوستان میں بھی کلیسا کے مختلف شعبوں اور انتظام کے علاوہ اکلیزیاسٹکل ( ) اور چیرٹی ( ) کمشنروں کے محکمے قائم ہیں ۔ اُن کے فرائض صیانت اوقاف وغیرہ کے متعلق وہی ہیں جو سررشتہ امور مذہبی سرکار عالی کے ہیں ۔ برٹش انڈیا میں بھی کلیسائے انگلستان کے متعلقہ معابد و مقابر اور مذہبی امور کے نظم و نسق کے لئے محکمے وسیع پیمانہ پر موجود ہیں ۔

سررشتہ مذہبی کی موجودہ تشکیل سرکار عالی میں زمانہ قدیم سے دفتر صدارت العالیہ امور مذہبی اور اوقاف سے متعلق فرائض انجام دیتا تھا ۔ بہت سے تغیرات کے بعد بالآخر صدارت العالیہ سے امور مذہبی اور اوقاف کا شعبہ علیحدہ ہو کر سررشتہ امور مذہبی قائم ہوا ۔ اور موجودہ عہدِ معدلت مہد میں بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی کی توجہات شاہانہ سے ضروری اور مناسب اصلاحات ہونے کے بعد محکمہ امور مذہبی کی موجودہ صورت قائم ہوئی جسے ایک طرف مسلمانوں کی مذہبی اصلاح اور مساجد کا انتظام اور اہلِ ہنود کے معابد کا اہتمام ۔ اہلِ خدمات مذہبی کے کام کی نگرانی اور ان کی اصلاح اور دیگر مذہبی امور کا انصرام ۔ اوقاف کا تحفظ اور معاشہائے مشروط کا انضباط و انتظام کرنا ہوتا ہے ۔ اور دوسری طرف مختلف المذاہب رعایائے سرکار عالی میں خوش گوار تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کرنی پڑتی ہے ۔ بالخصوص ایسے زمانہ میں جبکہ بیرون ملک سرکار عالی باہمی اختلافات و فسادات کی ہوا پھیلی ہوئی ہے ۔ ہر وقت اس کو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے ۔ کہ مختلف المذاہب افراد میں باہم تصادم نہ ہونے پائے جو اس محکمہ کا ایک غیر معمولی اور اہم کام ہے

سررشتہ مذہبی سرکار عالی کے فرائض متذکرۂ صدر امور کے اعتبار سے اصولی طور پر سررشتہ امور مذہبی کے فرائض حسب ذیل شعبوں پر تقسیم کئے جاسکتے ہیں ۔

(۱) تحقیقات و انتظام و صیانت جائدادہائے موقوفہ و اماکن مذہبی ۔

(۲) انتظام و نگرانی معاشہائے مشروط ۔

(۳) انتظام و نگرانی فرائض اہلِ خدمات مذہبی ۔

(۴) تعمیر و ترمیم اماکن مذہبی۔
(۵) انتظام تقاریب مذہبی۔
(۶) انتظام اصلاح مذہبی اہلِ اسلام۔
(۷) انتظام و نگرانی مدارس و کتب خانہ جات متعلق سررشتہ امور مذہبی جہاں لوگ مطالعہ کتب سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔
(۸) انتظام روانگی قافلہ حجاج۔
(۹) رفع نزاعات مذہبی اور مختلف المذاہب رعایا سرکار عالی میں خوشگوار تعلقات کا قیام۔

موازنہ سررشتہ امور مذہبی

سررشتہ امور مذہبی کے صدر مد مصارف میں تقریباً ([illegible]) شریک موازنہ ہیں لیکن حسب ذیل رقوم خارج از اقتدار سررشتہ ہیں۔ اور ان کا صرفہ بھی بلا توسط سررشتہ ہوتا ہے۔

(۱) رقم خیرات و مبرات جو ذریعہ توشک خانہ سرکار عالی صرف ہوتی ہے ([illegible])
(۲) رقم مصارف وکٹوریہ میموریل ارفنیج واقع سرور نگر بیرون شہر حیدر آباد جس کے انتظام کیلئے سررشتہ مذہبی سے غیر متعلق ایک مستقل کمیٹی ہے ([illegible])
(۳) رقوم یومیہ و معمولات جن کا معتد بہ حصہ مشروط الخدمت ہے جن کی وراثت کی تحقیقات صدر محاسبی میں اور اجرائی بمنظوری محکمہ فینانس ہوتی ہے۔ ([illegible])
(۴) رقم مصارف بیت المعذورین بلدہ حیدر آباد جس کے لئے ایک مستقل کمیٹی مقرر ہے۔ .... ([illegible])
(۵) معمولات باقصواب توشک خانہ عامرہ .... ([illegible])
(۶) مصارف مشاہرہ وغیرہ عہدہ داران و عملہ صدارت العالیہ ... ([illegible])

[illegible]

ان رقوم کی منہائی کے بعد جو رقم زیر اقتدار سررشتہ مذہبی صرف ہوتی ہے اس کی جملہ مقدار کم و بیش ([illegible]) رہ جاتی ہے۔ سررشتہ امور مذہبی کی تمام اصلاحی جدوجہد کا مدار اسی رقم پر ہے۔

اقسام اماکن مذہبی	معاش نقدی	معاش بصورت اراضی	کیفیت
اماکن مذہبی اہلِ اسلام	[illegible]	۹۷۸۸۶ یکر	
معابد اہلِ ہنود	[illegible]	۲۰۱۹۵۷ یکر	
میزان	[illegible]	۲۹۹۸۴۳ یکر	

امداد مختلف اماکن مذہبی ماہانہ و سالانہ

نمبر شمار	نام اماکن مذہبی	امداد ماہانہ	امداد سالانہ	نمبر شمار	نام اماکن مذہبی	امداد ماہانہ	امداد سالانہ
۱	پروٹسٹنٹ چرچ بلدہ حیدرآباد	[illegible]	.	۹	دیول بالاجی بادنا پیٹھ	.	[illegible]
۲	رومن کتھالک چرچ بلدہ حیدرآباد	[illegible]	.	۱۰	دیول اونکار متصل پل مسلم جنگ	.	[illegible]
۳	میتھوڈسٹ چرچ	[illegible]	.	۱۱	دیول گوبی پورہ	.	[illegible]
۴	انڈین چرچ	[illegible]	.	۱۲	درگاہ مولوی شجاع الدین صاحب رح	.	[illegible]
۵	آتشکدہ پارسیاں	[illegible]		۱۳	درگاہ حضرت سکین شاہ صاحب رح	.	[illegible]
۶	دیول گوکل ناتھ	.	[illegible]	۱۴	درگاہ سید ناصر رح	.	[illegible]
۷	دیول الیسری پرشاد	.	[illegible]	۱۵	نبی خانہ مولوی محمد اکبر مرحوم	.	[illegible]
۸	دیول شنکر باغ	.	[illegible]		——		

سرکار عالی کی اجرا کردہ مشروط معاشیں جنکے محل شرط بیرون ممالک محروسہ سرکار عالی یعنی علاقہ انگریزی میں واقع ہیں

نمبر شمار	نام معابد	تفصیل معاش
۱	دیول بھدرا چلم لب دریائے گوداوری	([illegible]) کلدار سالانہ ضلع ورنگل سے جاری ہے۔
۲	دیول ترو پلور واقع چنگل پیٹھ صوبہ مدراس	([illegible]) سالانہ محکمہ امور مذہبی سے دئے جاتے ہیں۔
۳	دیول پنڈہر پور واقع شولاپور	موضع علی آباد جاگیر کی سالم آمدنی ۔
۴	دیول بالاجی ترپتی مدراس	([illegible]) سالانہ مقرر ہیں ۔
۵	دیول وینکٹیشن بالاجی واقع دیول گاؤں برار	([illegible]) مقرر ہیں ۔

انتظام و نگرانی تعمیر و ترمیم امکنہ مذہبی

اس شعبہ کی کارگزاری تحریر کرنے سے قبل یہ ظاہر کرنا مناسب ہے کہ جدید امکنہ مذہبی کی تعمیر خواہ اضلاع میں ہو یا بلدہ میں اس کے لئے لازم ہے کہ
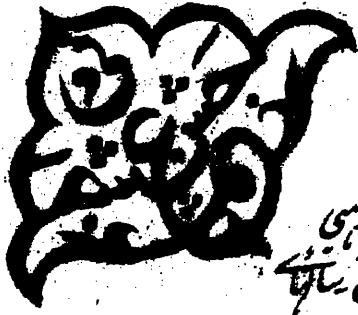
تعمیر سے قبل بتوسط محکمہ امور مذہبی سرکار کی اجازت حاصل کیجائے۔ اس حکیمانہ حکم کا نتیجہ یہ ہے کہ مختلف المذاہب رعایائے سرکار عالی کے درمیان خوشگوار تعلقات قایم رہتے ہیں اور جدید امکنہ مذہبی کی تعمیر کی بناء پر باہم یک دیگر تصادم اور جھگڑوں کی نوبت نہیں آنے پاتی سالہائے زیر رپورٹ میں حسب ذیل جدید امکنہ مذہبی کی تعمیر کی اجازت دی گئی۔

نام سال	امکنہ مذہبی اہل اسلام	امکنہ مذہبی اہل ہنود
۱۳۳۴ف	۲	۹
۱۳۳۵ف	۷	۹
۱۳۳۶ف	۷	۴
۱۳۳۷ف	۷	۲۰
۱۳۳۸ف	۷	۲۷
۱۳۳۹ف	۶	۱۹
۱۳۴۰ف	۹	۱۴
۱۳۴۱ف	۱۰	۲۲
۱۳۴۲ف	۲	۱۳
۱۳۴۳ف	۳	۱۱
۱۳۴۴ف	۱۳	۱۳
میزان	۷۳	۱۶۱

اور حسب ذیل امکنہ مذہبی کی ترمیم و توسیع تحت احکام ونگرانی سررشتہ ہوئی۔

نام سال	امکنہ مذہبی اہل اسلام	امکنہ مذہبی اہل ہنود
۱۳۳۴ف	۵۱	۵۹
۱۳۳۵ف	۶۷	۵۸
۱۳۳۶ف	۷۶	۳۴
۱۳۳۷ف	۷۳	۴۳
۱۳۳۸ف	۶۶	۷۲
۱۳۳۹ف	۲۵	۹۹
۱۳۴۰ف	۴۰	۱۴۸
۱۳۴۱ف	۲۶	۱۲۱
۱۳۴۲ف	۷۲	۸۱
۱۳۴۳ف	۲۰	۹۲
۱۳۴۴ف	۳۹	۴۵
میزان	۵۴۵	۸۵۲

انتظام ونگرانی مدارس وکتب خانہ جات

جو مدارس اور کتب خانہ جات زیر نگرانی سررشتہ ہیں ان میں سے بعض سرکاری صرف سے اور بعض اوقاف کی آمدنی سے جاری ہیں۔

مدرسہ دینیہ متصل کتب خانہ عامرہ یہ مدرسہ سرکاری صرفہ سے جاری ہے۔ اس مدرسہ میں ایک صدر مدرس ماہوار (ماصہ تا مارو) اور ایک مددگار (مامہ تا ماصہ) مامور ہے دینیات کی تعلیم ہوتی ہے۔ متفرق طلباء جن میں کاروباری اشخاص اور ملازمین بھی تعلیم پاتے ہیں۔ اسی مدرسہ میں چار اشخاص جن کی علمی قابلیت پہلے ہی سے اچھی تھی شامل رہے۔ ان کو اصلاحی کام کے لئے تیار کیا گیا اور علمی معلومات کے ساتھ تقریر اور وعظ کی مہارت کرائی گئی اور (۳) سال کی تعلیم کے بعد ان چاروں کا واعظین میں تقرر ہو گیا۔ متفرق طلباء میں بی پڑھنے والے (۲۷)
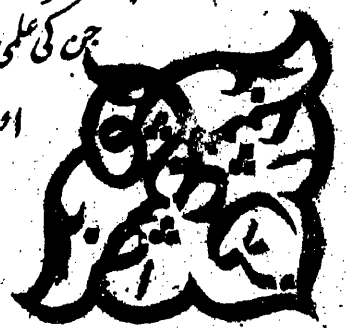
اور جماعت تفسیر القرآن میں (۵) طلبہ ہیں۔ مدرسہ میں ایک دار المطالعہ بھی ہے جس میں (۱۳۸۹) کتابیں ہیں ۱۳۴۲ف میں مطالعہ کنندگان کی تعداد (۱۶۳۲) تھی۔

مدرسہ حفاظ واقع مکہ مسجد حفظ قرآن مجید کے لئے مکہ مسجد میں ایک مدرسہ حسب فرمان خسروی قایم ہے۔ جس میں تقریباً (۵۵) طلبہ کی روزانہ حاضری کا اوسط ہے (۲۰) طلبہ کو فی کس پانچ روپیہ ماہانہ وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ فارغ الحفظ طلباء کو خلعت سلطانی عطا ہوتا ہے ۱۳۳۴ف سے ۱۳۴۴ف تک (۲۶) طلباء فارغ الحفظ ہوئے ہیں۔

مدرسہ مسجد میاں مشک مسجد میاں مشک کی آمدنی سے ایک مدرسہ دینیہ مسجد مذکور میں قایم ہے۔ جس میں عربی فارسی اور اردو کی تعلیم ہوتی ہے۔ علاوہ صغیر سن طلبہ کے بعض کاروباری اشخاص بھی فقہ اور دینیات کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اوسط حاضری روزانہ تقریباً (۲۵) رہتی ہے۔

مدرسہ کالی مسجد یہ مدرسہ بھی آمدنی وقف سے قایم ہے جس میں تقریباً (۴۰) طلباء دینیات کی ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

مدرسہ شاہ علی بنڈہ یہ مدرسہ چندہ سے قایم ہے۔ آمدنی وقف مسجد میاں مشک سے اس کو چھتیس روپیہ ماہانہ امداد دیجاتی ہے۔ قرآن مجید۔ دینیات۔ اردو۔ فارسی۔ اور حساب کی تعلیم اس مدرسہ میں دیجاتی ہے۔ تقریباً (۶۶) طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔

دار المطالعہ مسجد چوک یہ دار المطالعہ ۱۳۳۱ف سے قایم ہے۔ مختلف علوم و فنون کی (۳۷۰۳) کتابیں ہیں اور خاص فن ادب کی (۱۰۰۰) کتابیں ہیں (۱۲) اخبار اور (۲۱) رسالے آتے ہیں۔ ۱۳۴۴ف میں اس دار المطالعہ میں مطالعہ کنندگان کی تعداد (۱۴۹۰۰) تھی اور (۲۱۳۰) اصحاب نے مکان پر کتب منگا کر مطالعہ کیا۔

دار المطالعہ مکہ مسجد اس دار المطالعہ میں (۲۰۹۰) کتابیں ہیں (۴۰) اخبار اور (۵) رسالے آتے ہیں ۱۳۴۴ف میں مطالعہ کنندگان کی تعداد (۳۴۰۰) تھی۔

ان کے علاوہ اضلاع میں درگاہوں اور مساجد کی آمدنی موقوفہ سے روضہ بڑا اڑہ تعلقہ انبڑ ضلع اورنگ آباد۔ خلد آباد ضلع اورنگ آباد۔ بسمت تعلقہ پربھنی۔ پورنا تعلقہ پربھنی۔ رائچور۔ گلبرگہ اور جڑچرلہ ضلع محبوب نگر میں مدارس دینیات قایم ہیں جن میں حفظ قرآن مجید اور دینیات کی تعلیم ہوتی ہے۔ ایک مدرسہ خاص ناندیڑ میں مدرسہ عیدروسیہ کے نام سے بصرفہ سرکار قائم ہے۔ جس میں جماعت چہارم تک دینیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور حفظ قرآن مجید کی بھی جماعت اس مدرسہ میں ہے۔ چار مدرس دینیات کی تعلیم کے لئے اور دو مدرس حفظ قرآن مجید کے لئے مامور ہیں۔

یازدہ سالہ تعداد حجاج و رقم اعانت سرکار عالی کی تفصیل
معہ قافلہ سالار

سلسلہ نشان	نام سال	تعداد حجاج جنکو امداد کرایہ جہاز کی دی جاتی ہے	کل رقم صرف شدہ	تعداد حجاج جو کل اپنے خرچ سے ہمراہ قافلہ گئے	نام قافلہ سالار	کیفیت
۱	سنہ ۱۳۳۴ف	۰	۰	۰	۰	اس سال بوجہ تغیر حکومت قافلہ روانہ نہیں ہوا
۲	سنہ ۱۳۳۵ف	۱۰۲	[illegible] کلدار	۵۳	مولوی عبد القیوم صاحب وکیل	
۳	سنہ ۱۳۳۶ف	۱۰۶	[illegible] کلدار	۷۸	مولوی احمد محی الدین صاحب	
۴	سنہ ۱۳۳۷ف	۷۳	[illegible] ,,	۲۰	ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب	
۵	سنہ ۱۳۳۸ف	۱۴۶	[illegible] کلدار [illegible] عثمانیہ	۳۲	مولوی فیض الدین صاحب وکیل	
۶	سنہ ۱۳۳۹ف	۱۵۹	[illegible]	۶۱	سید قادر محی الدین صاحب	(ماء) سکہ عثمانیہ خریدی ادویہ کیلئے
۷	سنہ ۱۳۴۰ف	۱۲۶	[illegible]	۱۴۷	محمد عمر خانصاحب	(ماء) سکہ عثمانیہ خریدی ادویہ کیلئے
۸	سنہ ۱۳۴۱ف	۱۶۲	[illegible]	۷۶	مولوی ولی اللہ حسینی صاحب	
۹	سنہ ۱۳۴۲ف	۱۸۳	[illegible]	۸۲	ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب	(مار [illegible]) سکہ عثمانیہ خریدی ادویہ کیلئے
۱۰	سنہ ۱۳۴۳ف	۲۵۵	[illegible] کلدار [illegible] عثمانیہ	۱۰۷	مولوی مسعود علیصاحب	
۱۱	سنہ ۱۳۴۴ف	۳۰۷	[illegible] کلدار [illegible] عثمانیہ	۲۲۳	کرنل محی الدین علی خانصاحب	

عہد عثمانی میں رفع نزاعات مذہبی اور مختلف المذاہب رعایائے سرکار عالی میں خوشگوار تعلقات کا قیام

سلطنت آصفیہ اپنی مختلف المذاہب رعایا کے مابین خوشگوار تعلقات برقرار رکھنے میں ہمیشہ ضرب المثل رہی ہے۔ حدود سلطنت کے اندر علاوہ مختلف اسلامی فرقوں کے ہندوؤں کے تمام مذہبی فرقے آباد اور اطمینان اور خوشحالی کی زندگی گزار رہے ہیں عیسائیوں۔ پارسیوں اور یہودیوں کی آبادی بھی ہے۔ ملک سرکار عالی میں تمام فرقوں کے مذہبی عقائد اور احساسات کا خیال رکھا جاتا ہے تاکہ انہیں باہم کوئی مذہبی تصادم واقع نہونے پائے۔ لہذا سررشتہ مذہبی ان مراسم مذہبی کے متعلق ایسے انتظامات عمل میں لاتا ہے کہ بلا تخصیص و امتیاز کسی فرقے پر دوسرے فرقے کی جانب سے کوئی ایسی قید عاید نہو سکے کہ وہ اپنے مذہبی فرائض انجام دینے سے محروم ہو جائے۔ سررشتہ مذہبی کا یہ کام درحقیقت ایک نہایت اہم اور ذمہ داری کا کام ہے اور اس لحاظ سے سررشتہ امور مذہبی کے فرائض سررشتہ جات عدالت و پولیس کے نقطہ نظر سے کچھ علحدہ نہیں ہیں۔

فساد گلبرگہ شریف اس ضمن میں فساد گلبرگہ کا ذکر انتظامی نقطہ نظر سے اہمیت رکھتا ہے۔ سواری پالکی بشرن بسپا اور سواری علم مبارک کے متعلق اہل اسلام اور ہنود میں بدمزگی پیدا ہوئی۔ ہر دو گروہ کے ناعاقبت اندیش اشخاص کی جہالت نے خفیف معاملہ کو اہم بنادیا جس کی وجہ سے ہنگامہ برپا ہوگیا متعدد اشخاص زخمی ہوے ایک عہدہ دار پولیس کی ہلاکت

مرتبہ محمد فاضل

واقع ہوی۔ مساجد و منادر کو ضرر پہنچا۔ فوراً پولیس اور فوج کا انتظام کیا گیا۔ اور امن و امان قایم ہوگیا۔ پیشگاہ خسروی سے تحقیقات کیلئے ایک ہندو اور ایک مسلمان عہدہ دار کا مشترکہ کمیشن مقرر فرمایا گیا۔ اور مسٹر کرانو ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس کو کمیشن میں پیروی کیلئے بھیجا گیا۔ نیز از راہ رعایا نوازی یہ حکم صادر ہوا کہ اس فتنہ کی وجہ سے اہل اسلام و ہنود کے اماکن مذہبی کو جو نقصان پہنچا ہے۔ انکی تعمیر و ترمیم منجانب سرکار کرادیجائے۔ چنانچہ مساجد و معابد کی تعمیر و ترمیم کرائی گئی۔ اور اس کام کیلئے (۲۰۰۰۰) روپیہ سرکار سے دئے گئے۔

اس ہنگامہ کے بعد بارگاہ خسروی سے ذریعہ فرمان مبارک مترشحہ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ حکم محکم شرف صدور لایا کہ۔

مذہبی تقاریب پر ممالک محروسہ میں مابین ہنود و اہل اسلام کشیدگی پیدا ہورہی ہے اور بعض وقت فتنہ و فساد تک نوبت پہنچی ہے لہذا اسکے انسداد کیلئے ایک کمیشن مقرر کیا جاتا جس میں متعلقہ امور مذہبی نواب اختر یار جنگ۔ منجانب عدالت راے بالمکند (رکن ہائیکورٹ وظیفہ یاب) اور منجانب مال مولوی سید احمد صاحب قادری (اول تعلقدار کریم نگر) شریک رہیں گے۔ جو مقامات کا معائنہ کرکے اپنی رپورٹ پیش کریں گے کہ کس حد تک ہنود کو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت بغیر کسی قسم کے مزاحمت کے منجانب گورنمنٹ دیجانی چاہئے۔ اور اسکے تمام حدود بھی قایم کر دینگے تاکہ اس سے تجاوز نہو اور جن ایام میں اہم ادا ہوتے ہیں انکی تاریخیں مقرر کردیجائیں تاکہ ہر وقت کسی قسم کی پیچیدگی نہ پیدا ہو۔ البتہ بعض اوقات اہل اسلام کے تقاریب مل جائیں گے تو اوس وقت خاص حالات کے لحاظ سے موقتی احکام کی اشاعت بذریعہ جریدہ غیر معمولی عمل میں آیا کرے گی۔

بہ تعمیل ارشاد خسروی کمیشن تقاریب مذہبی نے اضلاع کا دورہ شروع کیا اضلاع اورنگ آباد۔ بیڑ۔ ناندیڑ۔ نظام آباد محبوب نگر۔ نلگنڈہ کا کام ختم ہوا تھا کہ دفعتہً قلب کی حرکت بند ہونے سے راے بالمکند صاحب کا انتقال ہوگیا۔ انکی جگہ راجہ بہادر پنڈت گرراو صاحب کا تقرر عمل میں آیا۔ اضلاع ورنگل۔ بیدر۔ عثمان آباد کا کام ختم ہونیکے بعد انکا تقرر عدالت العالیہ کی رکنیت پر ہوگیا کمیشن کی رکنیت پر راے اروڑ لال صاحب (وظیفہ یاب ناظم عدالت مقرر ہوے) ضلع گلبرگہ میں تاامر جنیہ جیطول روقار آباد کے دورہ میں شریک ہے۔ بعد ازاں انکا بھی انتقال ہوگیا۔ انکی جگہ راجہ نرسنگ راج بہادر کا تقرر عمل میں آیا جنہوں نے ضلع کریم نگر و اندور ضلع گلبرگہ شریف کے دورہ میں شرکت کی۔ اس طرح ۲۶ اسفندار ۱۳۳۶ ف تک یہ کمیشن اضلاع کا دورہ کرتا رہا (۲۲۵) مقامات اضلاع و بلدہ کا معائنہ کیا گیا۔ امکنہ مذہبی اور ان کے جلوس کے راستے دیکھے گئے۔ دفاتر سرکاری تحصیل و ضلع کے کاغذات ملاحظہ ہوے۔ پٹیل و پٹواری سے دریافت کی گئی معززین سربرآوردہ مقامی اشخاص سے تصدیق کرنے کے بعد ہر ایک جلوس کی تاریخ و ماہ اور راستہ کے متعلق روداد قلمبند کیگئی۔ راستہ جلوس کے نقشے مرتب کئے گئے۔ جس مقام پر فریقین میں کشیدگی پیدا ہوگئی تھی۔ وہاں تفہیم کرکے کشیدگی رفع کیگئی۔ کمیشن نے زمانہ تحقیقات میں جن اہم نزاعات کا تصفیہ کیا ہے اُن کے مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

(۱) دیول سری ویجناتھ سوامی واقع قطعہ پرلی تعلقہ مومن آباد ضلع بیڑ رسم رودر ابھیشک کی کارروائی جو فرقہ لنگایت و برہمنان سے متعلق تھی دفاتر مال۔ عدالت اور امور مذہبی میں عرصہ تک زیر تصفیہ رہی۔ بالآخر یہ مقدمہ کمیشن تقاریب مذہبی میں پیش ہوا۔ فریقین کے عذرات سماعت کرنے کے بعد کمیشن نے رپورٹ پیش کی جس میں لنگایتوں کو رسم رودر ابھیشک ادا کرنے کا مجاز قرار دیا۔ باب حکومت نے اس سے اتفاق فرمایا اور بذریعہ فرمان خسروی مورخہ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۴۸ھ حکم شرف صدور لایا کہ لنگایت اس امر کے مجاز ہیں کہ کل اقسام کے ابھیشک دیول میں بطور خود ادا کریں۔ برہمنوں کو اس میں مداخلت کا حق نہیں ہے۔ گو یہ مقدمہ ایک دیول سے متعلق تھا لیکن بلحاظ قومیت اس مقدمہ کا تعلق ممالک محروسہ سرکار عالی کے (۲۴۷۱۲۶) برہمنوں اور (۶۸۷۵۳۹) لنگایتوں سے تھا۔

(۲) قصبہ الند جاگیر علاقہ پائیگاہ نواب سر وقار الامرا مرحوم میں ۱۲۹۴ ف سے مابین ہنود و اہل اسلام رتھ کشی اور دیگر مراسم مذہبی کے متعلق نزاع تھی۔ محکمہ جات پائیگاہ میں دریافت عمل میں آئی اور کمیشن کا تقرر ہوا۔ لیکن فریقین مطمین نہ ہوسکے۔ بالآخر صدر المہام بہادر پائیگاہ نے یہ معاملہ کمیشن تقاریب مذہبی کے سپرد ہونے کی نسبت تحریک کی جو سرکار سے منظور ہوی اور کمیشن نے قصبۂ الند پہنچکر تقاریب مذکور کے مقامات نزاعی کا معائنہ اور مکمل دریافت کرنے کے بعد اپنی رائے بتوسط باب حکومت پیشگاہ خسروی میں عرض کی اور حسب رائے کمیشن ہنود قصبۂ الند کو رتھ کشی اور دیگر مراسم کی ادائی کی اجازت دی گئی۔

(۳) قصبہ ارگل تعلقہ آرمور ضلع نظام آباد میں تعمیر مٹھ کی نسبت ہندو مسلمانوں میں نزاع تھی۔ صاحب ضلع نے اطلاع دی کہ اس کارروائی کا ضلع سے تصفیہ پانا دشوار ہے۔ کمیشن نے قصبۂ ارگل پہنچکر مقامات نزاعی کا معائنہ کیا۔ ہندو مسلمانوں کے عذرات سماعت کرنے کے بعد فریقین کے تعلقات میں خوشگواری پیدا کرنے اور اس کا تصفیہ باہمی مصالحت سے کرلینے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ فریقین میں سمجھوتہ ہوگیا۔ اس طرح یہ دیرینہ نزاع ختم ہوگئی۔

(۴) وقار آباد جاگیر علاقہ پائیگاہ نواب سر وقار الامرا مرحوم میں ہنود بطور جدید رتھ کشی کی اجازت کے خواہاں تھے اور مسلمانوں کو اعتراض تھا۔ یہ مقدمہ بھی پائیگاہ میں دریافت ہونے کے بعد کمیشن کے سپرد ہوا۔ کمیشن نے بعد معائنہ مقام و تحقیقات اجازت رتھ کشی کی رائے ظاہر کی اور حسب رائے کمیشن رتھ کشی کی اجازت باب حکومت سے صادر ہوئی۔

ہمارے ہر مرض کے واسطے ہے شفاء و درماں تم ہو ❖ مسیحا کے مسیحا اور لقماں کے بھی لقماں ہو

اطبائے یونانی شفاخانہ جات بلدۂ فرخندہ بنیاد سرکار عالی

نمبر شمار	اسمائے گرامی اطبا	عہدہ	موقوعہ شفاخانہ
۱	۲	۳	۴
۱	جناب مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب	صدر مہتمم طبابت یونانی سرکار عالی	صدر شفاخانہ نظامیہ سرکار عالی
۲	جناب مولوی حکیم قاضی محمد عبد القادر صاحب	اول مددگار ״ ״	״
۳	جناب مولوی حکیم مرزا واحد علی بیگ صاحب	مددگار صدر شفاخانہ	״
۴	جناب مولوی حکیم محمد محمود علی صاحب	مددگار صدر شفاخانہ	״
۵	جناب مولوی حکیم ظفر الدین صاحب	مہتمم صدر مخزن الادویہ سرکار عالی	״
۶	جناب مولوی حکیم شرف الدین صاحب	مددگار ״	״
۷	جناب مولوی حکیم ابو البرکات فتح الدین احمد صاحب	مہتمم شفاخانہ	بیرون بلدہ سرکار عالی
۸	جناب مولوی حکیم محمد تقی صاحب	مددگار ״	״
۹	جناب مولوی حکیم سرفراز حسین صاحب	مہتمم شفاخانہ	حسینی علم
۱۰	جناب مولوی حکیم محبوب علی خاں صاحب	مددگار ״	״
۱۱	جناب مولوی حکیم نواب فخر الدین خان صاحب	مہتمم شفاخانہ	ہری باؤلی
۱۲	جناب مولوی حکیم محبوب علی خان صاحب	مددگار	״
۱۳	جناب مولوی حکیم مرزا قاسم علی بیگ صاحب	مہتمم شفاخانہ	احمد محلہ
۱۴	جناب مولوی حکیم نظام الدین صاحب	مددگار	״
۱۵	جناب مولوی حکیم محمد یوسف علی صاحب	مہتمم شفاخانہ	چنچل گوڑہ
۱۶	جناب مولوی حکیم معین الدین صاحب	مددگار	״
۱۷	جناب مولوی حکیم سبط احمد صاحب	مہتمم شفاخانہ	فتح دروازہ
۱۸	جناب مولوی حکیم محمد حنیف صاحب	مددگار	״
۱۹	جناب مولوی حکیم ابو الخیر سر محمد صاحب	مہتمم شفاخانہ	کاچیگوڑہ
۲۰	جناب مولوی حکیم جمایوں حسین صاحب	مددگار	״
۲۱	جناب مولوی حکیم سید محمد عابد صاحب	مہتمم شفاخانہ	مستعد پورہ
۲۲	جناب مولوی حکیم مرزا محمود بیگ صاحب	مددگار	״
۲۳	جناب مولوی حکیم سید علی حسین صاحب	مہتمم شفاخانہ	میسرم
۲۴	جناب مولوی حکیم عبد القادر صاحب	مددگار	״

مرتبہ محمد فاضل
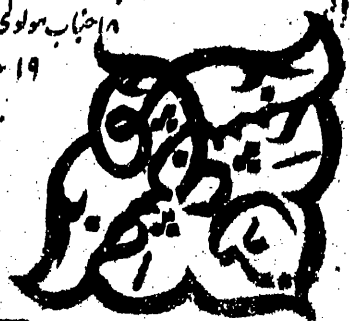
تختہ شفاخانہ جات یونانی اضلاع ممالک محروسہ سرکار عالی

علاقہ بوکلفنڈ - دیوانی صرف خاص مبارک

نشان سلسلہ	نام ضلع	مدارج دواخانہ جات: درجہ اول	درجہ دوم	درجہ سوم	میزان
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱	ضلع اورنگ آباد	اورنگ آباد	جالنہ	بھوکردن - شفیع پور، کنڑ - گنگا پور	۶
۲	ضلع بیڑ	بیڑ	.	آشٹی - گیورائی، مومن آباد - منجلیگاؤں	۶
۳	ضلع پربھنی	پربھنی	ہنگولی	مانوز، بسمت نگر - پاتھری، کلمنوری - ہانوٹ	۶
۴	ضلع ناندیڑ	ناندیڑ	بجگنده	عمری - مدکھیڑ، بکھیڑ - عثمان نگر، تامسہ - نائیگاؤں	۸
۵	صوبہ گلبرگہ شریف	گلبرگہ	.	یادگیر - کوڑنگل، جیورگی - شوراپور، شاہ پور (ص) گوگی شریف	۶
۶	ضلع رائچور	رائچور	.	تاورگرہ دونڈگل	۸
				ستہ میوز - عالم پور، گنگا پور - مدگل	
۷	ضلع بیدر شریف	بیدر	.	کوہیر	۲
۷	ضلع عثمان آباد	.	عثمان آباد	اوسہ - ہومنم، کلم (ص)، واشی (ص)	۵
۹	صوبہ میدک	سنگاریڈی		ٹیکمال - سدی پیٹ، میدک - راماین پیٹ، یلا ریڈی	۶
۱۰	ضلع محبوب نگر	محبوب نگر		کلواکرتی	۲
۱۱	ضلع نظام آباد	نظام آباد	آرمور، بودھن	کاماریڈی	۴
۱۲	ضلع نلگنڈہ	نلگنڈہ	مریال گوڑہ	بھونگیر	۳
۳	صوبہ ورنگل	ہنمکنڈہ	کھمم، مشہور آباد	اٹو ناگارم	۴

نوٹ: عہد عثمانی میں طب یونانی کی ترقی معلوم کرنے کے لئے جشن عثمانی کی جلد دوم ملاحظہ ہو

مرتبہ محمد فاضل
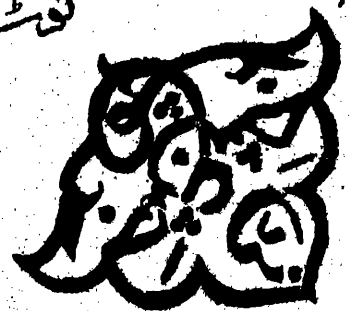
صوبہ برار جس کا احاطہ ڈنمارک سے ایک ہزار تین سو چھیانوے (۱۳۹۶) میل مربع اور بلجیم سے چھے ہزار دو سو اڑتالیس (۶۲۴۸) میل مربع زیادہ ہے زمانۂ قدیم سے دکن کا زرخیز ترین حصہ خیال کیا جاتا ہے نہ صرف آئین اکبری میں اس کی شادابی اور سیاسی اہمیت کا ذکر ہے بلکہ تھیونو مشہور سیاح نے بھی اس کی زرخیزی کی شہادت دی ہے ۔ اکبری جغرافیہ دانوں نے اس صوبہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا ۔ بالا گھاٹ ۔ پائیں گھاٹ اور میل گھاٹ ۔ یہاں کی کالی زمین کپاس جیسی قیمتی فصل کی کاشت کے لئے بہت ہی موزوں ہے حتیٰ کہ جو ایک کروڑ سولہ لاکھ پینسٹھ ہزار (۱۱۶۶۵۰۰۰) ایکڑ زمین ہندوستان میں کپاس کے زیر کاشت ہے اس میں سے قریب قریب چوتھا حصہ صرف برار کا ہے ۔

اور یہی وجہ ہے کہ مقابلتہً دوسرے صوبوں کے یہاں کی کاشتکار بدرجہا زیادہ فارغ البال ہیں گذشتہ بیس (۲۰) سال میں اس صوبہ کی آمدنی بھی قریب قریب دگنی ہوگئی ہے اور روز افزوں ترقی پر ہے ۔ اس کے مقابلہ میں پچیس (۲۵) لاکھ سالانہ پٹے کی رقم عشر عشیر بھی نہیں ۔ معدنیات کی بھی یہی حالت ہے ۔ سر ٹامس ہالینڈ کا تخمینہ ہے کہ دو ارب دس کروڑ (۲۱۰۰۰۰۰۰۰۰) ٹن کوئلہ صرف ضلع ایوت محل سے دستیاب ہو سکتا ہے ۔ مگر اس قدیم صوبہ کی ۱۸۶۰ء کے قبل کی مستند تاریخ کا پتہ نہیں لگتا ۔ ویدک زمانہ میں اس صوبہ کو "وداربھ" (مرہٹی نام وراڈ غالباً وداربھ سے نکلا ہے) کہتے تھے اور اسی نام سے مہابھارت میں اسکا تذکرہ ہے ۔ ہندوؤں کی اس مذہبی کتاب میں راجہ رکمیں فرمانروائے وداربھ اور ہندوؤں کے مشہور اوتار سری کرشن جی کے درمیان ایک سخت جنگ کے مفصل حالات موجود ہیں ۔ راجہ نل اور دمینتی کے شہرہ آفاق فسانہ سے جسکی دلفریبیوں کو مسٹر چیل بھی گذشتہ کونسل صوبہ متوسط کے موقع پر اپنی تقریر میں فراموش نہ کر سکے تھے ، معلوم ہوتا ہے کہ فرمانروائے "وداربھ" کی سلطنت قریب قریب تمام دکن میں پھیلی ہوئی تھی اور اسکا دارالحکومت مقام بدر تھا مگر اس کے متعلق قابل وثوق تاریخی معلومات مہیا نہیں ہو سکتیں ۔ سب سے پہلی باقاعدہ اور بانظام سلطنت جسکا تاریخ سے پتہ لگتا ہے حکومت اندھرا تھی ۔ مگر وہ گوناگوں سیاسی پیچیدگیوں کی وجہ سے عرصہ تک قائم نہ رہ سکی اور قریب قریب نصف صدی کے دور کے بعد ہی ۲۳۰ء میں نیست و نابود ہوگئی ۔ اسکے بعد راجگان خاندان واکاٹک اور اہیروں اس صوبہ پر تسلط قائم کیا ۔ گاولی گڑھ (صوبہ خاندیش) اسیر گڑھ یا آسا اہیر گڑھ (صوبہ متوسط) اور گاول گڑھ (صوبہ برار) جیسے مستحکم اور سربفلک قلعہ جات اہیروں کی سلطنت کی یادگار ہیں ۔ اہیروں کی تباہی کے بعد خاندانہائے چالوکیا اور راشٹر کوٹہ ترقی پذیر ہوئے ۔ اور ۱۱۹۰ء تک ان خاندانوں کے راجہ برسر حکومت رہے ۔ خاندان چالوکیا کے اخیر فرمانروا راجہ سومیسور ا چہارم کے انتقال کے بعد برار سلطنت دیوگیری (دولت آباد) کا ایک صوبہ قرار دیا گیا ۔ راجہ بھیلم اول نے یہ سلطنت دیوگری انتہا درجہ کی جانفشانی اور خونریزی کے بعد ۱۱۸۷ء میں قائم کی تھی ۔ اور اسکا خاندان ایک صدی تک برسر حکومت رہا سلطنت دیوگری کے چھٹویں بادشاہ راجہ رام چندر کے عہد میں (۱۲۹۴ء) فیروز شاہ کے مشہور بھتیجے شہزادہ علاؤالدین نے چندیری اور ایلچپور کے راستہ سے دکن پر حملہ کیا ۔

راجہ دیوگری کو شکست فاش ہوئی اور ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ
اسلام کا پرچم فتح و نصرت دکن کی پہاڑیوں پر پوری آب و تاب کے ساتھ لہرانے لگا۔
اپنی مہتم بالشان اور معرکۃ الآرا فتوحات کے تھوڑے عرصہ کے بعد شہزادہ علاؤالدین دکن
سے واپس ہوا اور دہلی میں اپنے چچا فیروز شاہ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ ۱۳۱۶ء میں علاؤالدین کے اچانک
انتقال کی خبر پاکر ہرپال دیو نے دکن میں علم بغاوت بلند کیا۔ ہرپال دیو کی شورش ناکامیاب ہوئی اور ایک سال کے بعد ہی قطب الدین
مبارک شاہ اول نے اس فتنہ پرداز دکن کی فوجوں کو تباہ کر کر دکن کے ان صوبجات کا جنمیں برار بھی شامل تہا سلطنت دہلی کیساتھ
الحاق کرلیا۔
چونکہ محمد تغلق نے ۱۳۲۶ء میں اپنا پایہ تخت دہلی سے دولت آباد (دیوگری) تبدیل کردیا تہا۔ اسلئے اس بادشاہ کے عہد میں
صوبہ برار کو بہت اہمیت حاصل ہوگئی تہی۔ شمالی ہند کے کئی معزز خاندان اس صوبہ میں آکر بس گئے۔ دکن کے بہت سے امراء کو جاگیریں عطا
ہوئیں۔ مگر محمد بن تغلق کے اخیر دور میں دکن کے کئی تعلقدار سلطنت دہلی سے منحرف ہوگئے حتی کہ حسن گنگو بانی خاندان بہمنی علاؤالدین بہمن شاہ
کے لقب سے سلطان دکن قرار دیا گیا اور تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔
علاؤالدین بہمنی نے سریر آرائے سلطنت ہوتے ہی دکن کو چار صوبوں میں تقسیم کردیا۔ ان صوبوں میں سے ایک صوبہ برار تہا۔
شاہان بہمن۔ راجگان بیجانگر۔ تلنگانہ۔ اڑیسہ۔ کوکن اور سلاطین گجرات۔ مالوہ اور خاندیش کی باہم لڑائیوں کی تاریخ بتلاتی ہے کہ برار کے
باشندے اُس زمانہ میں بہت جنگجو سمجھے جاتے تھے۔ اور دکن کی افواج میں براریوں کا ایک معتدبہ حصہ شریک و شامل تہا۔ علاقہائے ماہور
رام گڑھ اور پاتھری اسی صوبہ کی تقسیمیں تہیں۔
سلاطین بہمنی نے اپنے صوبیداروں کو بہت وسیع اختیارات دے رکھے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چودھویں بہمنی سلطان محمود شاہ دوم
کے زمانہ میں مختلف صوبیدار مطلق العنان ہوگئے اور عماد الملک نے جو صوبہ برار کا گورنر تہا اور گاول کا قلعہ دار بھی رہ چکا تہا ۱۴۹۰ء میں
اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ بادشاہ عماد الملک نے جو اصل میں ایک کھتری ہندو تہا اور بچپنے ہی کی لڑائی میں گرفتار ہوا تہا۔ چودہ سالہ دور حکومت
کے بعد ۱۵۰۴ء میں قضا کی۔ اور اسکا لڑکا علاؤالدین عماد شاہ جسکا دارالخلافت قلعہ گاول گڑھ تہا صرف ۱۵۲۹ء تک سلطنت کرسکا۔ ۱۵۲۹ء میں
علاؤالدین عماد شاہ کے انتقال کے بعد دریا عماد شاہ اور برہان عماد شاہ اکتیس ۳۱ سال تک برسرحکومت رہے۔ سنہ ۱۵۶۰ء میں برہان عماد شاہ کے
نمک حرام وزیر طفل خاں نے اپنے آقا کو قلعہ نرنالہ (ضلع اکولہ) میں جو آجکل صاحب لوگوں کا شکارگاہ ہے مقید کردیا۔ بادشاہ احمد نگر
کو یہ خبر پہنچتے ہی وہ ایک فوج کثیر لیکر برار میں داخل ہوا۔ اور طفل خان پر فتحیاب ہوکر غدار وزیر۔ اُسکے لڑکے اور خود برہان عماد شاہ کو
قتل کر ڈالا۔ اور برہان عماد شاہ کے قتل کے ساتھ عماد شاہی خاندان کا جسنے سچاسی برس تک حکومت کی ہمیشہ کیلئے اختتام ہوگیا۔
احمد نگر کا نظام شاہی خاندان اندرونی تنازعات کیوجہ سے زیادہ عرصہ تک اس صوبہ پر برسراقتدار نہ رہ سکا۔ بیجانگر کی مشہور
جنگجو ملکہ چاند بی بی بھی اس خاندان کو تباہی سے نہ بچاسکی۔ شہنشاہ اکبر کی توجہ دکن پر مبذول ہوچکی تہی اور شہنشاہ موصوف اپنے امرائے
ملک دکن کی زرخیزی اور شادابی کے قصے سن چکا تہا۔ ۱۵۹۵ء میں شہزادہ مراد ایک کثیر فوج کیساتھ دکن میں داخل ہوا۔
اور احمد نگر کا محاصرہ کیا۔ اب متواتر ایک سال کے محاصرہ کے بعد نظام شاہی خاندان سے صوبہ برار
حاصل کرسکا۔ سلطنت مغلیہ سے برار کے الحاق کے بعد شہزادہ مراد نے بالاپور (ضلع اکولہ)
سے چھ میل کے فاصلہ پر مستقل اقامت کے ارادہ سے ایک چھوٹا سا شہر آباد کیا

مرتبہ محمد فاضل
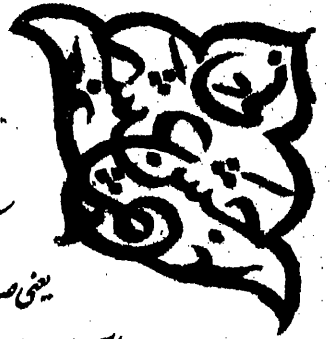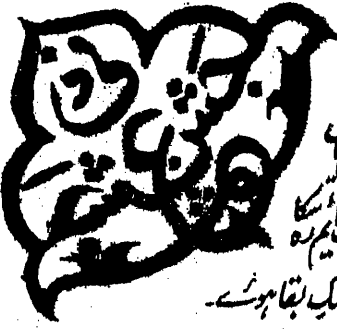
اور اُسکا نام شاہ پور رکھا۔ مگر دو سال کے بعد ہی ۱۵۹۸ء میں شہزادہ مراد نے وفات پائی۔ اسی سال شہنشاہ اکبر نے احمد نگر کو فتح کرکے اپنے پانچویں لڑکے شہزادہ دانیال کو احمد نگر۔ خاندیش اور برار کا صوبہ دار مقرر کیا۔ دور دانیالی بھی بہت تھوڑے عرصہ تک قائم رہ سکا یعنی صرف سات سال کے بعد ہی ۱۶۰۵ء میں شہنشاہ اکبر اور شہزادہ دانیال دونوں راہی ملک بقا ہوئے۔ اور سلطنت مغلیہ کے اثر میں کمزوری واقع ہوگئی۔ دور جہانگیری میں صوبہ برار احمد نگر کے مشہور حبشی غلام بادشاہ ملک عنبر کے تصرف میں رہا۔ شاہجہان کے تخت نشین ہوتے ہی تخت دہلی کا اقتدار دکن میں پھر سے بڑھ گیا اور ۱۶۳۶ء میں شاہجہان نے برار کو ایک علحدہ خود اختیار صوبہ قرار دیکر اسکی دار الحکومت ایلچپور مقرر کی عالمگیر اورنگ زیب دکن کے تمام صوبجات کا وائسرائے مقرر ہوا ۱۶۶۰ء تک سیواجی کے بیٹے سمبھاجی نے اس صوبہ پر فوج کشی کی اور ۱۶۹۸ء میں راجہ رام (برادر سنبھاجی) دیوگڑھ کے گونڈ راجہ بخت بلند کی اعانت سے اس صوبہ کو اپنے تصرف میں لے آیا۔ سلطنت مغلیہ کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاکر مرہٹوں نے بیدریغ اس صوبہ میں چوتھ وصول کرنی شروع کی اور نام نہاد شہنشاہ فرخ سیر کے دوران حکومت میں سلطنت دہلی کیطرف سے بذریعہ فرمان شاہی اسکی باقاعدہ اجازت بھی دیدی گئی ۱۷۱۹ء میں چین قلیچ خان ایک بہادر تورانی سردار جسنے اورنگ زیب کے آخیر دور میں کارہائے نمایاں کئے تھے دکن کا صوبہ دار مقرر ہوا اور آصف جاہ اول کے نام سے موسوم ہوا۔ آصف جاہ کے مخالفین نے مبارز خان صوبہ دار خاندیش کو ورغلایا کہ آصف جاہ کا مقابلہ کرے۔ ان خفیہ سازشوں کی بدولت ۱۷۲۴ء میں شکر کھیڑہ کے میدان میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی اور مبارز خان اور اسکی کثیر فوج کو شکست فاش ہوئی۔ اس روز سے خاندان آصفجاہی کا دکن پر پورا پورا تسلط قائم ہوگیا اور ہمیشہ کیلئے برار آصف جاہ نظام الملک کی حکومت کا جز لاینفک بنگیا۔ جنگ شکر کھیڑہ کے بعد بھونسلہ راجگان ناگپور نے جنھیں انحطاط سلطنت مغلیہ کیوجہ سے بہت قوت حاصل ہوگئی تھی اپنی ریشہ دوانیاں شروع کیں اور بہت کچھ محاصل مالگذاری بھی وصول کرنے لگے۔ مگر چند پرگنہ جات کے علاوہ اس صوبہ کو نظام الملک کی حکومت سے علحدہ نہ کرسکے۔ آخرکار ۱۸۰۳ء کی تاریخی معرکہ آرائیوں کے بعد جنمیں مرہٹوں کو آسائی اور اڑگاؤں میں سخت شکست ہوئی تھی اور جنرل ویلزلی نے قلعہ گاول گڑھ پر قبضہ حاصل کرلیا تھا بھونسلہ راجہ نے عہد نامہ دیوگاؤں پر دستخط کرکے ہمیشہ کے لئے اس صوبہ سے دست برداری اختیار کی۔

۱۸۰۴ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے نظام الملک کا صوبہ برار پر پورا پورا حق تسلیم کرلیا مگر یہ زمانہ سلطنت مغلیہ کی تباہی کے باعث تمام ہندوستان میں عموماً اور دکن میں خصوصاً ایک بہت ہی بے امنی کا دور تھا۔ عرصہ دراز کی جنگ وجدال کی بدولت حیدرآباد کا خزانہ خالی ہوگیا تھا اور افواج قلیل وکمزور ہوگئیں تھیں۔ پنڈاری اور بھیلوں کے حملوں نے ذرایع آمدنی محدود ومخدوش کردیئے تھے اور سلطنت کے مالیہ کو معرض خطر میں ڈالدیا تھا۔ پورن مل ساہوکار اور پامر کمپنی کا اس صوبہ کے اکثر حصہ جات کے محاصل کی وصولی کا ٹھیکہ ملکی مالیات کی ابتری کی بہترین مثال ہے۔ نظام الملک کو امن عامہ قائم رکھنے اور بغاوت پسند زمینداروں کی سرکوبی کیلئے غیروں کی فوجی اعانت کا دست نگر ہونا پڑا۔ اغیار نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ افواج کے اخراجات کا کثیر بار نکمی امرا وزراء کی فضولخرچیوں کی بدولت کئی چند بڑھ گیا اور آخرکار برار کے دوامی پٹہ کی شکل میں ظہور پذیر ہوا جسکی کیفیت آئندہ باب میں مفصل درج ہے۔ (ماخوذ از مراۃ البرار ۱۹۱۳ء)

مرتبہ محمد فاضل
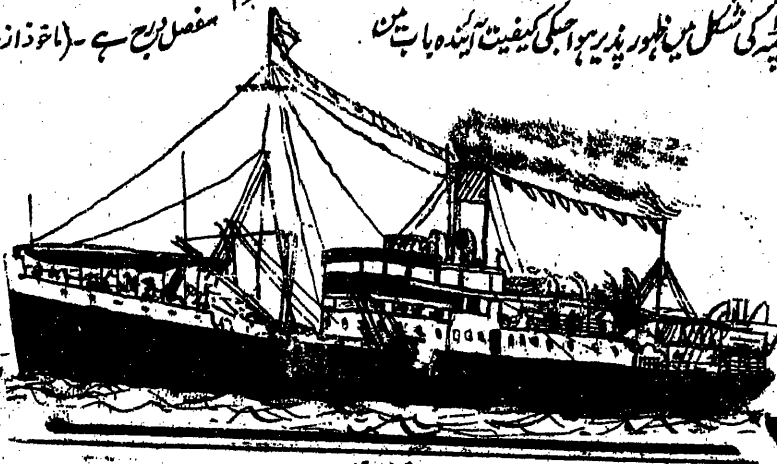
بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکتوب اعلیحضرت حضور نظام بنام موسیو لارڈ ریڈنگ متعلق استرداد برار

کنگ کوٹھی
حیدرآباد دکن

مائی ڈیر لارڈ ریڈنگ
۲۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء

آپ آگاہ ہیں کہ صوبۂ برار جو میرے ممالک محروسہ کا ایک جزو لاینفک ہے بعض شرائط پر ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء کے ایک معاہدے کے ذریعہ حکومت برطانیہ کو دوامی پٹہ پر دیدیا گیا تھا یہ اس ملاقات کا نتیجہ تھا جو لارڈ کرزن وائسرائے ہند اور میرے والد مرحوم میر محبوب علیخان کے مابین حیدرآباد میں اسی سال ۳۰ مارچ کو واقع ہوئی تھی۔

۲- ۱۹۱۱ء میں میرے اپنے آبائی تخت پر بیٹھنے کے بعد میں نے ان حالات کی بہت غور و خوض سے جانچ پڑتال کی۔ جنکے تحت یہ معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ اگر ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کا آغاز نہ ہو جاتا، تو میں اس سے بہت ہی قبل معاہدہ مذکورہ کے غور مکرر کی درخواست کرتا لیکن حکومت برطانیہ کے ایک حلیف کی حیثیت سے میں نے اسکو اپنا فرض خیال کیا کہ اپنے مملکت کی ساری قوتیں جنگ میں لگادوں اور ایسے زمانہ میں اس سیاسی مسئلہ کو اٹھانے سے باز رہوں جبکہ امپائر ایک رزم حیات و ممات کی صعوبتوں میں پھنسی ہوئی ہے اور مقابلہ پر ایک زبردست دشمن ہے۔ تاہم میرا ارادہ تھا کہ اختتام جنگ پر اسکے متعلق کارروائی کروں لیکن برطانوی ہند میں سیاسی خیمہ جبینی ایسی شدید ہو گئی کہ ۱۹۱۹ء سے لیکر ۱۹۲۲ء کے آخر مہینوں تک مجھے بہر حالت انتظار رہنا پڑا تاکہ حکومت ہند کو اسکی وجہ سے جو مزید پریشانی لاحق ہو گی اسکو اس سے بچالوں۔ خوش قسمتی سے فتح نصیب برطانوی شہنشاہیت اثرات جنگ سے اب جلد جلد صحت پذیر ہو رہی ہے اور یور اکسلنسی کی حکومت برطانوی ہند میں ایک پرسکون فضا کے بحال کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔ اندریں حالات مجھکو اب اس مکتوب کے آپکے نام اس کامل اعتماد کیساتھ ارسال کرنے میں کوئی اشتباہ نہیں معلوم ہوتا کہ "برطانوی حکومت کے یار وفادار" کے دعاوی کو وائسرائے ہند اور برطانوی حکومت کے ہاتھوں وہ ہمدردانہ توجہ ملجائے گی جسکا مقدمہ ہذا کی نصفت طلبی اور فریقین کے تعلقات باہمی مطالبہ کرتے ہیں۔

۳- میرے آباو اجداد کے ہاتھوں سے نکلکر کسطرح برار حکومت برطانیہ کے قبضہ میں گیا اسکا اظہار اس تحریری دعوے میں کیا گیا ہے جسکو میں ایک یادداشت کی صورت میں اسکے ساتھ منسلک کر رہا ہوں جو متعلقہ واقعات معاہدات اور دیگر دستاویزات کی مکمل تاریخی ساحت پر مشتمل ہے۔ یور اکسلنسی دیکھینگے کہ ۱۷۶۶ء میں ممالک محروسہ کے شرقی اضلاع موسومہ "شمالی سرکار" کو میرے آباو اجداد میں سے ایک نے حکومت برطانیہ کو دواماً اندرونی امن و امان میں برطانوی افواج کی اعانت کے حق کے عوض میں دیدیا تھا۔ لارڈ کارنوالس نے مادی فوجی امداد کے فراہم کرنیکے معاہدہ کی مزید ضمانت بھی دی تھی۔ البتہ انڈیا کمپنی نے ذمہ داری لی تھی کہ "جب کبھی یور ہائینس درخواست فرمائینگے" فوجی امداد دیجائے گی اور بلا کسی قید کے الا اینکہ "اس کو کسی طاقت کے خلاف نہ استعمال کیا جائے جو کمپنی سے اتحاد رکھتی ہو"

۴- ۱۷۹۸ء میں فوجی امداد ۶۰۰۰ سپاہیوں کی "اعانتی فوج" تک بڑھادی گئی اور اسکی مناسب تعداد میدانی توپوں کی تھی جو نظام کی خدمت کیلئے ممالک محروسہ حیدرآباد میں رکھی گئی تھیں اور اعلان کیا گیا تھا کہ اس ... جس روز کہ سرحدات کو عبور کرلیں نظام کے تنخواہ یاب متصور ہونگے۔ امن و امان داخلی کے تحفظ کی نسبت معاہدہ کی دفعہ پنجم میں ہے کہ:-

"مذکورہ بالا اعانتی فوج ہر وقت اہم خدمات کی انجام دہی کیلئے تیار رہیگی" مثلاً
ہز ہائینس انکے ورثاء اور جانشینوں کی نسلاً بعد نسلٍ ذاتی حفاظت اور اس سلطنت کے
ممالک محروسہ میں باغیوں اور فساد برپا کرنیوالوں کی گوشمالی لیکن معمولی موقعوں پر اس سے کام نہلیا جائیگا
اور نہ "سہ بندی" کیطرح انکو اضلاع پر رکھکر تحصیل مداخل کا کام لیا جاسکیگا"

"نظام وقت نے یہ اقرار فرمایا تھا کہ ۲۴ لاکھ، ۱۰ ہزار ایکسو روپیہ سالانہ اس "اعانتی فوج" کے اخراجات کیلئے دیا کرینگے"

۵۔ اسکے بعد سنہ ۱۸۰۰ء میں ایک معاہدہ ہوا جسکی رو سے اضلاع بلاری و کڑپا کو جنکی سالانہ آمدنی ۶۳ لاکھ روپیہ قرار دیگئی تھی نظام نے برطانوی حکومت کو ۴۲ لاکھ، ۱۰ ہزار ایکسو روپے سالانہ امداد کے عوض دیدیئے۔ ازاں بعد یہ "اعانتی افواج" "ریاست حیدرآباد کے ہر قسم کے داخلی و خارجی امن و سکون پر حملوں کے خلاف اسکے محافظت کی ذمہ دار ہوگئی اور اسکا یہ بھی فریضہ ہوگیا کہ "نظام کی رعایا اور انکے ماتحتین کو جو بغاوت یا شورش پیدا کریں یا سرکار کے ان عادلانہ مطالبوں کی ادائیگی سے انکار کردیں جو انکے ذمہ واجب الادا ہوں سرکار کی عظمت یا کسی اور چیز کا حیلہ کئے بغیر زیر کرے"

۶۔ سنہ ۱۷۹۸ء اور سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدات کا جنکے منعقد کرنیوالے ارل آف مانگٹن تھے (جو بعد میں مارکوئیس آف ولزلی ہوئے) یہ نتیجہ نکلا کہ نظام کو ایک طرف تو بلاری و کڑپا کو دواماً حوالہ کردینا اور ریمانڈ اور دیگر فرانسیسی افسروں کے تحت جو فوجی کور تیار کئے گئے تھے انہیں نکالدینا پڑا اور دوسری طرف معاہدہ سنہ ۱۸۰۰ء کی سترھویں دفعہ کی بموجب یہ دعوی کرنا پڑا۔

"اگر آئندہ شولاپور یا گدوال کے زمیندار ہز ہائینس کی حکومت کی کوئی اور رعایا یا ماتحتین اپنے ذمہ کے سرکاری منصفانہ دعوی کی ادائیگی سے باز رہیں یا بغاوت و شورش پیدا کریں تو امدادی فوج یا اسکا وہ حصہ جسکی ضرورت ہو حقیقت جرم کی بخوبی تحقیقات کے بعد ہز ہائینس کی افواج خاص کی معیت میں ایسے سارے خاطیوں کو مجبور کر دیگا"

۷۔ یور اکسلنسی دیکھینگے کہ ان دونوں معاہدات مختصرۂ بالا نے جو ذمہ داریاں پیدا کردی ہیں ان امور طے شدہ نے انیں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش ہی نہیں رہنے دی ہے اور یہ کہ داخلی فسادات اور خارجی اقدام کے مقابلہ میں نظام کو فوجی امداد کے حصول کا حق ناقابل حجت طور پر حاصل ہے۔ لیکن اسکے صرف گیارہ ماہ بعد ہی جبکہ زمیندار شولاپور نے نظام کو واجب الادا خراج کی ادائیگی سے انکار کردیا اگر گستاخیاں سرکشیاں کیں، چھ مہینوں تک "اعانتی فوج" کے حصے کی خدمات پیش کرنیکی شرط نہیں پوری کیگئی۔ اور یہ محض بعض ان دیگر شرائط کی تکمیل کے بعد پوری کیگئی جنکا ان معاہدات میں کہیں ذکر نہیں تھا جسکی وجہ سے ماتحتین پر نظام کے اقتدار کی قوت کو بڑا ہرج پہنچا۔

۸۔ "اعانتی فوج" کی خدمات کاملہ سے جو معاہدہ کے ذریعہ حاصل کیگئی تھیں انکار کے بعد سنہ ۱۸۰۴ء میں گورنر جنرل نے یہ اصرار شروع کردیا کہ نظام اپنے مداخل سے سوار صلہ داروں کی ایک فوج تیار کریں جو در اصل وہی خدمت انجام دے جو اعانتی فوج شرائط معاہدہ کے تحت انجام دیتی۔ اور جسکے مد نظر اضلاع بلاری و کڑپا محض کچھ ہی قبل دیدیئے گئے تھے۔ اولاً تو نظام نے اس تجویز کی مقاومت کی لیکن انکے حقوق معاہدہ سے صاف صاف انکار اور "اعانتی فوج" کی امداد سے جسکے وہ مستحق تھے دیگر اسباب بے بسی کیساتھ بلکہ ایک نئی فوج کی تنظیم کی جانب رہبری کی جو حیدرآباد کنٹجنٹ کے نام سے موسوم ہوئی اور اسکے اخراجات نظام کو برداشت کرنے پڑے۔ اس عہد کے کاغذات سے ظاہر ہوگا کہ ابتدا میں کنٹجنٹ "اعانتی فوج" کو زحمت و مشقت سے بچانے اور سرکش زمینداروں کو اطاعت کیشی پر مجبور کرنے کی غرض سے قائم کیگئی تھی۔ یہ وہی فریضہ ہے جسکا انہیں الفاظ میں سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی سترھویں دفعہ میں "اعانتی فوج" کیلئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اسطرح سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی رو سے نظام کو جن خدمات کے حاصل کرنے کا حق پیدا ہوگیا تھا ان کیلئے وہ دوھرے گراں اخراجات ادا کرتے رہے۔ نیز یہ بات افسوس کیساتھ نوٹ کیجاتی ہے کہ

اگرچہ کنٹنجنٹ اسلئے تیار کیگئی کہ نظام کو داخلی اغراض کیلئے فوجی امداد حاصل رہے اور اسکے اخراجات نظام کے خزانہ پہ ایک بار عظیم تھے، اسپر بھی جبکہ نظام کے مفاد نے انکے استعمال کا مطالبہ کیا انکی خدمات کے دینے سے بارہا انکار کردیا گیا۔

۹۔ کنٹنجنٹ کا ظہور ایسے وقت میں ہوا تھا جبکہ نظام کو اپنے ملک کے نظم و نسق میں کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس نئی فوج کو بھی برطانوی نگرانی میں رکھا گیا۔ اور سالانہ ۴۰ لاکھ روپیہ اسکے خزانہ سے قیام کیلئے نظام کے مداخل سے ادا ہوتا رہا۔ نظام کی تاریخ کا یہ عہد ہندوستان کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے یکے بعد دیگرے بیوفا غدار لوگ مدار المہام ہوتے گئے اور اس موضوع کے متعلقہ دستاویزات کا مطالعہ مجھے یقین ہے یور اکسلنسی کو یقین دلادیگا کہ کنٹنجنٹ کو نظام کی آزادانہ مرضی کے خلاف تیار کیا گیا نہ کہیں ظاہر ہے نہ کوئی ایسا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔ اس امر کی برطانوی شہادت بہ کثرت موجود ہے کہ سب سے زیادہ غدار مدار المہام چندو لال نے محض اپنے ذاتی اغراض کیلئے تشکیل کنٹنجنٹ پر رضامندی ظاہر کردی تھی اور جسنے مداخل پر سے بعض اضلاع کو اس نئی فوج کے ایک حصے کے اخراجات کی ادائگی کیلئے دیدیا وہ بھی یہی تھا۔ لارڈ مٹکاف نے ایک یادداشت مورخہ ۱۱ مارچ ۱۸۳۲ء میں کنٹنجنٹ فوج کی نسبت لکھا ہے کہ "یہ دراصل راجہ چندو لال کا اور ہمارا ایک مشترکہ معاملہ ہے۔ سر الیف کری نے جو لارڈ ڈلہوزی کی حکومت کے ایک رکن تھے اپنی یادداشت ۲۰ اپریل ۱۸۵۳ء میں ہی نہایت سچی بات لکھی ہے کہ کنٹنجنٹ مسٹر رسل رزیڈنٹ اور اُس وقت کے مدار المہام چندو لال کی چال معلوم ہوتی ہے" اور اسنے یہ بھی لکھا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کنٹنجنٹ کے لئے حکومت ہند یا نظام کی کوئی منظوری نہیں لیگئی۔

۱۰۔ مدار المہام کی حیثیت سے چندو لال کا سارا دور کار فرمائی اپنے ملک کے مفاد کی ضمیر فروشانہ قربانی ریاست کے مالیہ کی اندھا دھند بربادی اور اپنے شخصی اقتدار کے قیام کیلئے ریاست کے ذرایع کے بے غل و غش اسراف کی دستاویز ہے۔ کنٹنجنٹ پر نہایت مسرفانہ اخراجات ہوئے اور یہ سارا انتظام اس طرح ہوا کہ نظام کے ذرائع پر جو زبردست بار عائد ہو رہا تھا اس کا بالکل خیال نہیں کیا گیا۔ مدار المہام کی حیثیت سے چندو لال رزیڈنٹ اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا بالکل غلام بنا رہا۔

۱۱۔ حالات فوق الذکر ۱۸۰۲ء کے معاہدہ کا باعث ہوئے جسکی رو سے اضلاع برار مخصوص شرائط و حالات کے تحت ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام کنٹنجنٹ کی عارضی ضمانت کے طور پر حوالے کردیئے گئے۔ اب یہ فوج پچاس برس تک رہی اور ۴۳ لاکھ روپیہ کلدار کا نظام سے کمپنی نے مطالبہ کیا۔ لیکن یہاں یہ اہم بات قابل ذکر ہے کہ کوئی رقم مجرا نہیں دیگئی۔ نہ شہر سکندرآباد میں نظام کی رعایا سے جو محاصل وصول کئے جاتے تھے انکے متعلق آبکاری رقومات مجرا دیگئیں اور نہ برطانوی حکومت نے ایک طویل عرصہ تک بالتحقیق ۴۱ برس تک جو اعانتی فوج کو بہت ہی کم تعداد میں رکھا تھا۔ اسکی بچت مجرا کی۔ تقریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آبکاری کی آمدنی اسوقت کی حکومت ہند (بلا استحقاق) وصول کرتی رہی اگر اس ضبطی محاصل کو تسلیم کرلیا جاتا اور یہ رقومات واپس ملتیں تو اس سے حکومت ہند پر نظام کی ۴۱ لاکھ کی رقم بغیر شمول سود کے نکلتی اور اسطرح نہایت ہی مسرفانہ نامحمود اساس پر کنٹنجنٹ کے قیام کے اخراجات کا بقایا بالکل ادا ہو جاتا۔ علی ہذا لقیاس تقریباً ۳۰ سال سے زیادہ عرصہ تک اعانتی فوج کی قوت اُس تعداد سے از روئے معاہدہ ہونی چاہیئے تھی ۵۰ فیصدی کم رہی جس کیلئے لڑا یا اور کرنلوں کی دوامی تحویل سے پیشگی اخراجات ادا کردیئے گئے تھے۔

۱۲۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسوقت کنٹنجنٹ کے قیام کیلئے نظام پر حکومت ہند کی کوئی رقم واجب الادا نہ تھی اور ۴۲ لاکھ روپیہ کا دعویٰ بلا کسی مادی بنیاد کے تھا۔

باایں ہمہ اس دعویٰ نے ۱۸۵۳ء کا معاہدہ زبردستی نظام کے گلے منڈھ دیا۔ ۱۸۶۰ء کے رزیڈنٹ کرنل ڈیوڈسن کی شہادت کے معائنہ سے جو ۱۸۵۳ء کے معاملے کے عینی شاہد تھے

یور اکسلنسی اس بات کو اچھی طرح سمجھ جائینگے۔ ۱۲ اکتوبر ۱۸۶۰ء کو لکھتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ
قرض کو نظام نے ۱۸۵۳ء کے معاہدہ کے ذریعہ جبر کے تحت تسلیم کر لیا اور اسکو انھوں نے کبھی
اپنے ذمہ واجبی طور پر قابل ادائی نہیں تصور کیا۔" نیز انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ انکی رائے میں "اگر مالی مطالبات
پر غیر جنبہ دارانہ نظر ڈالی جائے تو پھر اس موجودہ قرض کیلئے نظام پر بقایا کوئی منصفانہ دعویٰ نہیں ہے۔

۱۳۔ جس دباؤ کا اشارہ کرنل ڈیوڈسن نے کیا ہے وہ یہ تھا کہ فی الفور فوجی قبضہ کی دھمکی دیگئی تھی۔ اولین تجویز
یہ تھی کہ اس علاقہ کو ہمیشہ کے لئے دیدیا جائے۔ نظام نے اس سے انکار کر دیا۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ دوامی حوالہ کر دیا جائے
البتہ برائے نام اس علاقہ پر نظام کی شاہی تسلیم کی جائے۔ انھوں (نظام) نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ پچاس دنوں تک انھیں (نظام کو) مجبور کیا گیا۔ لیکن
انھوں نے اسکو قبول نہیں کیا تو پھر تیسری تجویز پیش کیگئی کہ یہ علاقہ برطانوی حکومت کو محض اس عرصہ تک کیلئے کنٹجنٹ کے قیام کیلئے دیا جائے جبتک کہ
نظام اس فوج کی ضرورت محسوس کریں" الزامات لگائے گئے اور دھمکیاں دیگئیں "لیکن اور پندرہ روز تک نظام غیر متزلزل رہے اسکے بعد میجر ڈیوڈسن
(جو بعد میں کرنل ہوئے) اسسٹنٹ رزیڈنٹ کا ایک خط نظام کے مدار المہام کے نام آیا جسکی جابرانہ سیرت کا حال ذیل کے اقتباس سے واضح ہوگا:-
"میں باور کرتا ہوں کہ رزیڈنٹ کو آج شام آپکی حضوری درکار ہے تاکہ آپکو اطلاع دیں کہ نظام سے انکی گفت وشنید ختم ہو چکی ہے اور وہ آج کی ڈاک سے
گورنر جنرل سے درخواست کرینگے کہ افواج کو حرکت دیں ...... سچ یہ ہے کہ مجھے اپنے بھتیجے کا ایک خط ملا ہے جو پونا میں رہتا ہے اسمیں درج ہے کہ ہر میجسٹی کی
۷۸ ویں ہائی لینڈرز اور ۸۶ ویں رجمنٹ ایچ ایم افواج کو حیدرآباد پر پیشقدمی کیلئے تیار رہنے کے احکام ملگئے ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ فوجی کارروائی صرف اضلاع تک محدود رہیگی۔ اور اگر آپ ہز ہائینس
کے دوست ہیں تو انسے درخواست کیجئے کہ اپنے آپکو اور اپنے وقار کو اس امر کو قبول کر کے بچالیں جسکے قبول کرنے پر گورنر جنرل یقیناً انھیں مجبور کرینگے۔"

اس خط کے وصول ہونے کے دوسرے روز مدار المہام نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ آخر کار نظام اس معاہدہ پر رضامند ہو گئے ہیں اسپر تنقید لاحاصل
ہے۔ اب اس امر کا تصفیہ یور اکسلنسی پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ یہ منظوری رضامندی سے تھی یا جبر کے تحت دیگئی تھی۔

۱۴۔ منسلکہ یادداشت میں تفصیلاً وضاحت کیساتھ اس انتہائی بنیاد کا حال درج ہے جس پر ۱۸۵۳ء کے معاہدہ کی گفت وشنید ختم ہوئی کرنل لو
(جو بعد میں جنرل سر جان) ہوئے جو اسوقت رزیڈنٹ تھے نظام سے تحکمانہ اعلان کیا کہ "اگر ہز ہائینس کی خواہش ہے تو کنٹجنٹ کے قیام کیلئے جب تک اس کی
ضرورت محسوس ہو اسوقت تک کیلئے یہ اضلاع حوالے کئے جاسکتے ہیں" اس موضوع کے متعلقہ مسئلہ وکاغذات کا سرسری مطالعہ مجھے یقین ہے کہ یور اکسلنسی کو
اس بات کا یقین دلادیگا کہ نظام دوامی حوالگی کے تصفیہ کی تجویز کو شدت سے ناپسند کرتے تھے اور یہ کہ انھوں نے ۱۸۵۳ء کے معاہدہ پر اس بیداغ
اطمینان کیساتھ دستخط کئے تھے۔ "انتقال قبضہ برار ایک غرض خاص کے لئے تفویض اعتمادی ہے جو محض اسوقت تک رہیگا جب تک کہ اس مقصد کے
قیام کی ضرورت داعی ہے"۔

۱۵۔ نظام کا یہ پہلے سے تحصیلہ موروثی حق کہ جب جی چاہے کنٹجنٹ کو توڑ دیں اور جو معاہدہ کی کسی دفعہ کا پابند نہ تھا ۱۸۵۳ء کے معاہدے سے
غیر متاثر رہا ۱۸۵۳ء اور ۱۸۶۰ء کے مابین کاغذات میں چھ ایسے مختلف موقعے پائے جاتے ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ نظام نے متواتر اپنے آپکو مفوضہ
اضلاع برار کے استرداد کا مستحق قرار دیا ہے اس کے بعد ۱۸۶۰ء کا معاہدہ قرار پایا جو معاہدہ قائم ہے اور اس سے ریاست حیدرآباد کو ان اضلاع کے
متعاقب اور کامل استرداد کے دعاوی پر جنھیں میرے جد بزرگوار نظام افضل الدولہ اور میرے جد امجد اس درجہ عزیز رکھتے تھے نہ ضرب پہنچ سکتا ہے
اور نہ انکا دائرہ تنگ کیا جاسکتا ہے برخلاف اس اس معاہدہ کی دفعہ ششم میں ۱۸۵۳ء کے معاہدہ کے
تحت مفوضہ کا صاف صاف اسطرح حوالہ دیا گیا ہے۔

"حیدرآباد کنٹجنٹ کی افواج کے ادائے اخراجات کیلئے حکومت برطانیہ کے

پاس امانت ہے اور دیگر چھوٹے چھوٹے اخراجات کیلئے بھی۔ حکومت ہند کی ۵ ستمبر ۱۸۹۰ء کی اس کارروائی کا یہ نتیجہ تھا جنکی رو سے رزیڈنٹ کو سرکاری طور پر مجاز گردانا گیا تھا کہ نظام کو لکھے کہ ہ... بیچے ممالک محروسہ کے اس حصہ کی علحدگی محض عارضی ہے اور ایک خاص غرض کیلئے یہ خاص کر ریاست حیدرآباد کی سلامتی اور اسکی سرحدات کے اندر امن و امان کے تحفظ کی موثر دوامی ہے۔ ۔۔۔ اضلاع ذیحیثیت نظام کو واپس کئے جائینگے ہز ہائینس آیندہ ان منافع سے استفادہ کرتے رہینگے جو اس اصلاح و ترقی سے پیدا ہونگی جنکا ظہور برطانوی عہدہ داروں کے انتظام کے تحت ہوا ہو۔

۱۶۔ اس تاریخی ساحت سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ ان حالات سے جنکے تحت ۱۸۵۳ء و ۱۸۶۰ء کے معاہدات منعقد ہوئے اس نظریہ کی تائید میں کوئی ٹھیک نتیجہ نہیں متخرج ہوسکتا کہ نظام یا حکومت ہند نے کبھی اسکا خیال کیا یا کسی زمانہ مستقبل میں کنٹجنٹ کے توڑنے کے حق کو ساقط کرنے پر رضا مندی ظاہر کی ہو میرے خیال میں یور اکسلنسی ایک اعلیٰ پایہ کے حاکم عدالت و قانون پیشہ کی حیثیت سے میرے اس خیال سے متفق ہوگئے میرے آباو اجداد نے میرے جد والا نظام افضل الدولہ کے عہد حکمرانی تک کسی ایسے تصفیہ پر رضامندی کا نہیں ظاہر کی جس سے انکے اس حق پر ذرا بھی شبہہ گذر سکے کہ وہ اپنے علاقہ برار کے مسترد کرانے میں اپنے اختیار تمیزی کو ہر اُس وقت کام میں لاسکینگے جبکہ سارے دعاوی کا تصفیہ ہوجائے اور انکے نزدیک قیام کنٹجنٹ کی ضرورت باقی نہ رہے۔

۱۷۔ میرے دادا نظام افضل الدولہ نے ۱۸۶۹ء میں انتقال فرمایا اور آپکی جگہ میرے والد نظام محبوب علیخان تخت نشین ہوئے جو تخت نشینی کے وقت محض ایک طفل سہ سالہ تھے۔ فرمانروا کی طفلی کیوجہ سے سر سالار جنگ نائب اور امیر کبیر شریک نائب مقرر ہوئے بسنہ ۱۸۷۰ء میں ان نائب السلطنت مدار المہاموں نے حکومت ہند کے آگے یہ تجویز پیش کی کہ ۱۸۵۳ء کے معاہدہ میں جن اغراض و مقاصد کا ذکر ہے انھیں کی بنیاد پر کنٹجنٹ فوج کے قیام کے اخراجات کے لئے ایک نقد رقم دیا جایا کرے اور اضلاع مفوضہ نظام کے نظم و نسق اور حکومت کو مسترد کردیئے جائیں اس تجویز سے انکار کردیا گیا۔ انکار کی بنیادوں میں ایک یہ بھی تھی کہ اس نوعیت کے مسائل پر بحث و تحیص وقت طلب ہے جبکہ خود نظام جنکی جانب سے یہ مسائل اٹھائے جارہے ہیں نابالغ ہیں!

۱۸۔ سنہ ۱۸۸۴ء میں کامل اختیارات حکومت میرے والد کے ہاتھوں میں آئے جبکہ وہ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچے۔ سنہ ۱۹۰۲ء میں لارڈ کرزن نے جو اسوقت وائسرائے تھے مسئلہ برار کو اپنی جانب سے اٹھایا۔ اسکے بعد جو معاملات ہوئے انکی میں جسقدر زیادہ جانچ کرتا ہوں اتنا ہی اسکے ناروا ہونے کا مجھے یقین ہوتا جاتا ہے۔ میرے والد بھی تفویض دوامی کی تجویز سے اس سے کم متنفر نہ تھے جتنے کہ انکے آباو اجداد تھے۔ حکومت ہند کے پیام و سلام مجوزات کی صورت میں کرنل بارد (جو بعد میں سرڈیوڈ ہوئے) رزیڈنٹ حیدرآباد وقت کے توسط سے میرے والد کو تقریباً ختم جنوری ۱۹۰۲ء سے پہنچنے شروع ہوئے اسکے آٹھ ہفتوں کے اندر ہی حیدرآباد میں لارڈ کرزن کا تاریخی ورود ہوا جسکا انجام یہ ہوا کہ برطانوی حکومت کو اضلاع برار دوامی پٹہ پر ملگئے۔

۱۹۔ یادداشت منسلکہ سے ظاہر ہوگا کہ میرے والد دوامی پٹہ کی تجویز کو کس درجہ ناپسند فرماتے تھے۔ کسطرح آپ برابر رزیڈنٹ کے پیام و سلام کی مقاومت کرتے رہے اور کس شد و مد کیساتھ آپکی مجلس امرا نے جو خاصکر اسی معاملہ میں غور و خوض کرنے کیلئے منعقد ہوئی تھی اس تجویز کی مخالفت کی تھی بلا شبہہ اس مجلس نے ایک خط کا مسودہ تیار کیا تھا جو نظام کی جانب سے وائسرائے کو بھیجا جانیوالا تھا اور اسمیں ہز ہائینس کو مشورہ دیا گیا تھا کہ اس خط کو خود اس بحث کی گفتگو میں وائسرائے کو دیجئے وائسرائے کو حیدرآباد آنے پر رزیڈنسی میں بحث نے والی تھی۔ میری نظر میں یہ خط ایک داستان درد و الم ہے نہ صرف اسلئے کہ اسکی عبارت ایسی درد آمیز ہے بلکہ اس لئے کہ یہ ملاقات ایسی اچانک ہوئی کہ میرے والد اس خط کو وائسرائے کے ہاتھوں تک نہ پہنچا سکے۔ یہ خط جو ۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۲ء کا لکھا ہوا ہے حسب ذیل ہے:۔

یور اکسلنسی۔ میں نہیں چاہتا کہ استرداد برار کے متعلق اپنے حق کے قدیم
رکھوں یا اُسکے متعلقہ معاہدات و دیگر رسمی مصروفیتوں کے مفہوم و مقصد کی بحث کو تازہ
کروں۔ میں اعتماد کیا تہہ ان معاملات کو یور اکسلنسی کے کرمفرما لطف آمیز غور و نظر پر چھوڑتا ہوں
میں محض آپکے توسط سے ملک معظم سے اپیل کرونگا کہ الطاف و عنایات کی ایک خاص علامت کے طور پر
برار مستردکریں اور میں آپ سے اتنی اجازت پانے کی درخواست کرتا ہوں کہ کہوں کہ یور لارڈشپ اس معاملہ میں میری وکالت فرمادیں
مجھے اس بات کا کامل یقین ہے اور میں پورا پورا بھروسہ رکھتا ہوں کہ میری یہ اپیل ملک معظم کی تاجپوشی کے مبارک موقع پر بیکار نہ جائگی۔
(میں ہوں یور اکسلنسی کا مخلص دوست)

۲۰۔ منسلکہ یادداشت کے مندرجہ ذیل مکمل حالات ملاقات سے یہ بات بالکل صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ وائسرائے نے اس امید کیلئے نظام کی حوصلہ افزائی نہیں کی کہ ہز اکسلنسی ملک معظم کے آگے ہز ہائینس کی وکالت فرمائینگے۔ اگرچہ رزیڈنٹ کرنل بار وائسرائے کے ہمراہ تھے لیکن اس غایت درجہ اہم مسئلہ کی بحث کے دوران میں بدبختی سے میرے والد مرحوم کو اپنے مدارالمہام یا ریاست کے کسی اعلیٰ عہدہ دار کی اعانت حاصل کرنیکا موقع نہیں دیا گیا وائسرائے اور نظام کی یادداشتیں جنہیں اس ملاقات کا حال علیحدہ علیحدہ درج ہے دونوں کی دلی کیفیات کے اظہار کیلئے میمورنڈم میں ایکساتھ درج کیگئی ہیں۔

۲۱۔ لارڈ کرزن کے نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ برار کی بحث چھیڑنے سے قبل ہز اکسلنسی نے دو غیر متعلقہ مسائل اٹھاتے ہوئے آپ نے وائسرائے کی حیثیت سے اپنے اختیارات کے تحکمانہ پہلو کا بھی اظہار فرمایا۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ تہا کہ نئے مدارالمہام سرکشن پرشاد کے مدارالمہامی کی منظوری دیجائے۔ میرے والد کی یہ خواہش تھی کہ انکے مدارالمہامی کی منظوری دیجائے۔ لیکن ہز ہائینس کو یاد دلایا گیا کہ یہ ہز اکسلنسی کی مرضی پر منحصر ہے۔ دوسرا مسئلہ حکومت ہند سے ریاست حیدرآباد کے مالی مشیر کی حیثیت سے مستعار لئے ہوئے ایک افسر کے عہدہ اور اسکے اختیارات سے متعلق تہا۔ اسکے متعلق اپنے نظریات کو پیش کرتے ہوئے ہز اکسلنسی اس حد تک بڑھ گئے کہ آپنے کہا کہ اگر آپکے مجوزات پر عمل نہ ہوگا کہ آپ اس افسر کو واپس بلالینگے اور وائسرائے نے اپنے اس اعلان سے اپنے اصرار کا مزید اظہار فرمایا کہ نئے مدارالمہام کے تقرر کی منظوری عہدہ دار مستعار کے متعلق ہز اکسلنسی کی تجویزات کی قبولیت پر منحصر ہے۔

۲۲۔ میں اس کو ایک بدبختانہ حالت کے سوا اور کچھ نہیں سمجھ سکتا کہ میرے والد کے ہمراہ جو طبیعت کے تیز ہیلے اور کمزور مشہور تھے کمرۂ ملاقات میں کوئی نہ تہا۔ مسئلہ برار کے زیر بحث آنے سے قبل جن ابتدائی امور پر مکالمہ ہوا وہ جو اس کو منتشر کرنیوالا تہا۔

۲۳۔ واجبات معاہدہ کا وہ منظر جو میرے والد کے آگے بہ جبر پیش کیا گیا وائسرائے کے خاص نوٹ کے حسب ذیل اقتباس سے واضح ہے۔
"میں نے بتایا (نظام کو) کہ برطانوی حکومت کے پاس کوئی ایسی وجہ نہیں ہے کہ معاہدہ کے ذریعہ فی الحال اسکو جو پوزیشن اور حقوق حاصل ہیں اُنسے غیر مطمئن ہوجائے۔ مفوضہ اضلاع پر اسکو جو حقوق حاصل ہے اسمیں کسی قسم کا بال (استعارتاً یعنی خرابی) نہیں ہے نہ تو میعاد تفویض ہی کی کوئی تحدید کیگئی ہے اور نہ اختیارات نظم و نسق کی حدبندی کیگئی ہے جو اسکے ذریعہ سے حاصل ہوئے ہیں۔
حیدرآباد کنٹنجنٹ جیسی کہ وہ اس وقت ہے اور معاہدہ کے تحت رکھی گئی ہے ایک مسرفانہ اور غیر اطمینان بخش انتظام تہا۔ علاقہ حیدرآباد میں جو فوجیں مقیم ہیں وہ اسکے موجودہ احتیاجات سے بہت زیادہ ہیں۔ اور انکے اس منصب کا باقی رکہنا ایک تو نظام کیلئے غضب انگیز ہے اور دوسرے نامناسب وقت"

"اور یہ کہ برار کی دوامی تفویض موجودہ کے بجائے پٹہ دوامی ہوجائے۔"

"جب میں نے یہ سنا تو مجھے بڑی مایوسی ہوئی کہ ایسے مناسب و موافق شرائط

کو ہزہائینس نے پسند نہیں کیا ہے۔ اگر نفی انکار کر دیا جاتا تو حکومت ہند لازماً موجودہ پوزیشن کی جانب راجع ہوتی جس میں میعاد معین نہیں ہے اور جس کے تحت پچاس سال سے بہت کم مالی اخراجات کیساتھ وہ اس جائداد سے فائدہ اُٹھاتے آرہے ہیں جنکی انہیں تمنا تھی"

لیکن اسکے علاوہ ایک اور سبب بھی تھا جسکی بناء پر موجودہ تجویزات کی ناکامی پر مجھے افسوس ہوتا۔ مجھے یہ بات نہ ممکن تھی کہ بعد میں جانشین ہونیوالا کوئی وائسرائے اس مسئلہ کو دوبارہ اٹھاتا یا یہ کہ کوئی کسی برطانوی حکومت کسی تازہ پس افتادگی کی حجت کا دم بھریگی۔

"لہذا ہزہائینس کو واقف ہونا چاہیئے کہ اب ایک سمجھوتہ کا جو موقع دیگیا ہے وہ پھر نہیں عود کریگا اور یہ کہ موقت کے طے شدہ امور ایک دوامی شکل میں ڈھل جائینگے"

"لیکن وہ (نظام) یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ نئے سمجھوتہ کے تحت آیا انہیں اس بات کی آزادی حاصل رہیگی کہ وہ مستقبل میں کبھی استرداد برار کی درخواست کر سکیں میں نے جواب دیا کہ اگر صوبہ برار دوامی پٹہ برطانوی حکومت کو دیدیا گیا تو پھر ہزہائینس ایسی کوئی درخواست نہیں کر سکینگے اس لئے کہ اس صوبہ کی قسمت کا فیصلہ ہو جائیگا"

اسکے بعد ہزہائینس نے سوال کیا آیا حالات حاضرہ کے تحت برار کے انہیں واپس ملجانے کی کوئی توقع ہے کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ معاہدات میں ایسی بات نہیں جس سے حیدرآباد اسکے استرداد کا کوئی دعوی کر سکے۔ میں نے اپنے جواب میں ہزہائینس کو اس جواب کا حوالہ دیا گیا۔ جو سر سالار جنگ کو جبکہ یہ معاملہ ۵۰ سال قبل قرار پایا تھا دیا گیا تھا اور ۱۸۷۸ء میں برطانوی حکومت کی جانب سے لارڈ سالبری نے جو جواب دیا تھا اسکا یہ تذکرہ کیا۔ گذشتہ پنجاہ سالہ واقعات نے موجودہ صورت حال کے متعلق ایک اور گمان غالب پیدا کر دیا جائے جس سے قطع نظر ناممکن ہے۔ ان معاملات میں مسلسل حکومتوں کے مابین خواہ وہ قدامت پسندیوں کہ حریت پسندی پالیسی جاری رہی ہے اور میں ہزہائینس کو کوئی امید نہیں دلا سکتا کہ آئندہ کوئی دبرطانوی حکومت انہیں (نظام کو) ایسے شرائط دینے پر تیار ہو جائے گی جنھیں کسی گذشتہ حکومت نے قبول نہیں کیا خصوصاً اگر مستقل اصول پر اس معاملہ کو طے کرنے کی موجودہ سعی بیکار جائے برطانوی حکومت کیلئے اسکے سوا کوئی اور چارہ کار نہیں رہیگا کہ **معاہدات** کے ذریعہ **محصلہ دوامی تفویض** کا بند رہے"

اس کے بعد ہزہائینس نے کہا کہ چونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر موجودہ تصفیہ سے انکار کر دیا جائے تو انہیں استرداد برار کا موقع حاصل نہیں ہے لہذا انہیں دوامی پٹہ کی تجویز منظور کرنے میں پس و پیش نہیں ہے کہ اب اسی میں ریاست کا زیادہ فائدہ معلوم ہوتا ہے آپ نے اُس وقت تک اس سے اسلئے انکار کیا تھا کہ آپ کو اسکی خبر نہیں تھی کہ زمانہ مستقبل میں آپ کو برار کے واپس ملنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

۲۴۔ اس غیر مساوی مباحثہ کا جو اثر میرے والد مرحوم کے دل پر بیٹھا تھا یور اکسلنسی کو اسکے اندازہ کرنے کے قابل بنانے کیلئے چاہتا ہوں کہ یہاں اس اہم معاملہ کے متعلق نظام کے نوٹ سے ایک مختصر اقتباس درج ذیل کروں۔

"وائسرائے نے مجھے دو بار تین بار (متعدد بار) کہا کہ برار کبھی مسترد نہیں کیا جا سکتا ہز اکسلنسی نے کہا کہ "میں نہیں چاہتا کہ یور ہائینس کو کسی جھوٹی امیدمیں رکھوں میں نہایت صاف صاف کہہ دیتا ہوں کہ نہ صرف میری یہی پالیسی ہوگی بلکہ میرے بعد آنیوالے وائسرائے کی بھی یہی ہوگی اور انگلستان کی حکومت کی بھی یہی ہوگی۔ یعنی برار کسی زمانہ میں بھی واپس نہ دیا جائیگا۔ وائسرائے کی گفتگو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ گذشتہ ۵۰ سال سے واپسی برار کی کوئی درخواست نہیں پیش کیگئی (ہمارے لئے اب یہ ناممکن ہے کہ اسکو واپس لیں اور یہ کہ ہمیں اسکی واپسی کی کوئی امید بھی نہیں رکھنی چاہیئے۔ ہز اکسلنسی نے سمجھایا کہ اگر موجودہ حالات تسلسل قائم رہے تو اس سے مجھکو کوئی
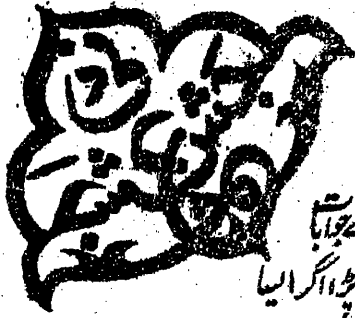
نفع نہ ہوگا جب برار کا واپس ملنا نا ممکن ہے تو موجودہ حالت کو قائم رکھنا عقلمندی نہیں ہے۔ یہ بہتر ہوگا کہ پٹہ پر دیدیا جائے اور سال بسال روپیہ (محاصل) لے لیا جائے"

"لیکن جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے اصرار کیا واسترداد برار پر لیکن وائسرائے کے جوابات کے ہیچ سے مجھے یقین ہوگیا کہ وہ ہمیں اس صوبہ سے ہاتھ دھو بیٹھنا پڑا ہے تب مجھے مجبوراً کہنا پڑا اگر ایسا ہی ہے تو اسکو پٹہ پر لیجئے"

"کل جس ڈھنگ سے وائسرائے نے مجھسے گفتگو کی تھی اس سے مجھے پورا یقین ہوگیا کہ اگر میں پٹہ پر دینے سے یہ کہکر انکار کرتا کہ حالات موجودہ ہی جاری رہ سکتے ہیں تو ہز اکسلنسی میری نہ سنتے اگر سنتے ہی تو ٹال مٹول کے جوابات دیتے اور اگر میں مجبور کرتا کہ میری درخواست کا معین جواب دیں تو پہلے کی طرح صاف کہہ دیتے کہ میری درخواست دربارے استرداد قبول نہیں کیجا سکتی"

۲۵۔ سر سالار جنگ نے اس مسئلہ کو جو ۱۸۷۶ء میں پیش کیا تھا اور لارڈ سالبری نے اسکا جو جواب دیا تھا اسکے حوالہ کو میں بنظر بخیتی تعلقات لکھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس نے بلاشبہہ میرے والد کو متاثر کردیا اور کوئی کلام نہیں کہ اس ذکر کا منشا ربھی یہی تھا کہ یہ خیال والد کے دل میں پیدا ہوجائے کہ اس معاملہ کا پہلے ہی فیصلہ ہوچکا ہے۔ انکا نتیجہ غلط تھا لیکن متذکرہ صدر اقتباس سے یہ بات صاف واضح ہے کہ یہی نتیجہ انکے ذہن میں مرتب کردیا گیا تھا۔ لارڈ سالبری نے اپنے جواب میں جسکا اوپر ذکر ہے محض یہ بتایا تھا کہ تفویض برار کے تعین کیلئے ۱۸۵۳ء کے معاہدہ میں کوئی میعاد درج نہیں ہے اور اگر نظام بلوغت کو پہنچنے کے بعد یہ چاہیں کہ اس صوبہ کے متعلقہ معاہدہ کے شرائط کی ایک عام نظر ثانی ہوجائے تو حکومت انگلیشیہ انکی خواہشات پر غور کریگی ما فوق الذکر عبارت میں کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی جس سے اس دعوی کی تصدیق ہوسکے کہ برار دواماً دیدیا گیا ہے یا یہ کہ فیصلہ کی نوعیت کوئی قطعی ہے"

۲۶۔ لارڈ کرزن اور والد مرحوم کی ملاقات کے نمایاں خط و خال یہ ہیں کہ وائسرائے ہند کے اعلیٰ تحکم کی بنا پر متابعتہً ایکم قوت حلیف کو معین طور پر اور بڑے شد و مد سے تین تیقنات ماضیہ اور شرائط معاہدہ کے خلاف یہ سمجھا گیا کہ کسی ڈھب سے اور کسی حالت کے تحت اسوقت کی یا زمانہ مستقبل کی کوئی برطانوی حکومت صوبہ برار اسکے مالک جائز کو واپس نہ دیگی۔ برار کی دوامی علٰحدگی کے متعلق انکے جو اعتراضات تھے انھیں ایسی بنیادوں سے کاٹا گیا جو حکومت برطانیہ کے ۱۸۵۳ء کے ان مواعید سے بالکل نا مناسبت نہیں رکھتے جنکا ۱۸۶۰ء میں پھر اعادہ کیا گیا تھا کہ اسوقت کے فرمانروائے حیدرآباد لکھا گیا تھا کہ "جب کبھی اضلاع زیر بحث نظام کو واپس دیئے جائینگے برطانوی عہدہ داروں کے انتظام میں رہنے سے وہاں جو ترقی ہوگی اس سے حاصل شدنی نفع آئندہ نظام ہی حاصل کرینگے" ہز لارڈشپ نے اس حقیقت کو بھی بھلا دیا کہ برار کی تفویض "امانتاً" ایک خاص غرض کیلئے تھی اور محض اس عرصہ تک کیلئے جب تک کہ اس غرض کا قائم رکھنا مطلوب ہو۔ اور ۱۸۶۰ء کی دفعہ ششم کی صاف صاف غیر ذو معنی عبارت سے بالکل چشم پوشی کرلی ہے جسمیں اسکے بطور امانت ہونے کی تصدیق ہے۔

"حکومت ہند کے محکمہ خارجہ کے ایک مراسلہ کی حسب ذیل عبارت پر میں اظہار حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا جو ۱۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو خدیو ہند کے نام لکھا گیا"

"ہز ہائینس نظام کی جانب سے تغیر کی تمنا کا اظہار ہوا خصوصاً اُن فاضلات کی خطرناک اور تغیر پذیر حالت کی وجہ سے جو شرائط معاہدات کے تحت انہیں واجب ادا رہتے تھے اور جنکی بیقاعدہ حالت کی وجہ سے ریاست کے مالیہ میں عدم یقین کا ایک افسوسناک عنصر راہ پا گیا تھا۔ جانبین نے اس امر کو محسوس کرلیا تھا کہ گذشتہ برار مسلسل برطانوی نظم و نسق کے تحت رہ چکے ہیں ایک ایسا حق بر بنائے تصرف قدیم

پیدا کر دیا ہے جس سے علٰحدگی تو نا ممکن ہے اور نہ علٰحدگی کی تمنا ہے اور بنا بر آں
حالیہ گفت و شنید میں فریقین کی مساعی یہی رہیں کہ ایک ایسا حل نکال لیا جائے جو ان
متعدد خوبیوں کا حامل ہو کہ نظم و نسق کی وہ بیضابطگیاں دور ہو جائیں جنکا ہم نے ذکر کیا ہے
اور نظام کو انکے علاقہ کے اس حصہ سے ایک معین رقم ملجائے اور برار کی آبادی کو جواب ۳½ ملین نفوس تک
پہنچگئی ہے اس امر کی ضمانت ملجائے کہ انہیں حالات اور معیارات کا تسلسل قائم رہیگا جسکے تحت وہ بہ فضل تعالیٰ کے ایک بلند زینہ تک پہنچگئی ہے۔

۲۸۔ سکرٹری آف اسٹیٹ کے نام ارسال شدہ مراسلہ کے آخری فقرہ میں یہ لکھا گیا تھا کہ "اسلیے دلی طور پر خود اپنی ہی رضا و رغبت سے قبول کر لیا جیسی صاف باطنی اور خلوص کیساتھ ہم نے اسکو انکے پیش کیا تھا" یقیناً یہ زبان متجاوز الحقیقت ہے۔ اس ملاقات کے بعد لارڈ کرزن کے دل پر چاہے کوئی اثر کیوں نہ ہو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں اور بڑے افسوس کیساتھ کہ جو شرائط وائسرائے ہند اور انکی شخصیت کے مدبرنے ایسے شد و مد اور اصرار کیساتھ میرے والد کے سامنے پیش کئے تھے جیسا کہ آپکے اس نوٹ سے بخوبی واضح ہوتا ہے جو اسیوقت لکھا گیا تھا وہ نہ تو خود اپنی ہی رضا و رغبت اور "دلی طور" سے قبول کئے گئے تھے ایسی بیچوئی پر انکی (نظام) کی رضا مندی حاصل کرنے کیلئے جو راہ عمل اختیار کیگئی جسکو مسلسل نظامان دکن نے ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھا اور جسکو ہمیشہ زمانۂ سابق میں بار بار مسترد کر دیا گیا اسکو اس جملہ کے دعوی سے کہ خود اپنی ہی رضا و رغبت سے تصفیہ قبول کیا عریاں اور اس مباحثہ کو ایک آزادانہ مکالمہ کی سیرت سے محروم کر دیتی ہے اس امر کے مدنظر کہ ایک اہم معاملہ تصفیہ طلب تھا یہ بہتر ہوتا کہ بہ تقاضائے راست حاملگی غور و خوض کیلئے کچھ وقت دیا جاتا اور انہیں اپنے مشیروں سے مشورت کا موقع ملتا۔ لیکن انہیں اب کوئی موقع نہیں ملا۔"

۲۹۔ اگر یہ بات فرض ہی کر لیجائے کہ میرے والد نے ۱۹۰۲ء کے سمجھوتہ کو برضا و رغبت قبول کیا تھا تو بھی میں اپنے اس حق کا مدعی ہوں کہ اسکے جواز پر حرف گیری کروں کہ (ایسا کرنا) انکے ذاتی حقوق سے باہر تھا اسلئے کہ ان حالات میں انہیں اسکا کوئی اختیار نہ تھا کہ وہ اپنے ان ممالک محروسہ کے کسی حصہ کو علٰحدہ کر دیں جو انکے قبضہ میں اپنی رعایا اور اپنے جانشینوں کی امانت کے طور پر تھے ہمارے آبا و اجداد نے ریاست حیدرآباد کی حفاظت یا نا نوادہ شاہی کے نفع کی غرض سے جو علاقہ تفویض کئے ہیں وہ بالکل ایک جداگانہ سطح پر ہیں۔

۳۰۔ یہ بات خود لارڈ کرزن کے نوٹ سے صاف واضح ہے کہ میرے والد نے ہرگز ایک لمحہ کیلئے بھی کسی "حق قدامت" کو تسلیم نہیں کیا اور نہ وہ کسی ایسی سعی میں بحیثیت فریق شریک رہے "جو کسی حل کے دریافت کیلئے کیگئی ہو" ایک ایسے معاملہ میں جنھیں حکومت برطانیہ کی نیک نیتی کو دخل ہے مسئلہ قدامت ایک غیر متعلقہ شئے ہے علاوہ ازیں ریاست حیدرآباد کے اس حق کا بار بار تسلیم کیا جانا جبکہ برار کے قبضہ میں رکھنے کی ضرورت اٹھ جائیگی تو اسکو واپس ملجائیگا اس مسئلہ کو مصطلحات کی قلمرو سے باہر کر دیتا ہے جب برطانوی حکومت نے ۱۸۸۱ء میں ریاست میسور کو ہندی حکمران کے ہاتھوں میں منتقل کر دیا تو یہ ثابت ہو گیا کہ میزان عدل و انصاف میں "قدامت قبضہ" کوئی چیز نہیں ہے ریاست میسور نصف صدی تک برطانوی قبضہ میں رہی انتقال دمیوں کے متعلقہ پارلیمنٹی کاغذات (مئی ۲۶۔ ۱۸۸۱ء) سے واضح ہے کہ ہندوستان کا یہ حصہ کسطرح کامل برطانوی نظم و نسق سے مانوس ہو گیا تھا استرداد میسور جو مارکوئیس آف ہارٹنگٹن (بعد میں آٹھویں ڈیوک آف ڈیونشائر ہوئے) اور مارکوئیس آف رپن کے ہاتھوں عمل میں آیا اس کو تاریخ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے تحت بہترین عمال تدبر و سیاست دانی پر مشتمل کہا جاتا ہے۔

۳۱۔ برطانوی ہند کے حالیہ سیاسی نظم و نسقی تغیرات نے اس صوبہ کی مرتبت پر ۱۹۰۲ء کے ٹھیکے کے بعد سے مادیاً اثر کیا ہے ایک بات واضح ہے کہ معاملہ زیر بحث ٹھیکہ پر دیئے ہوئے علاقوں کو جو تاحال ریاست حیدرآباد کا ایک اہم حصہ ہیں ہندوستان کے سیاسی
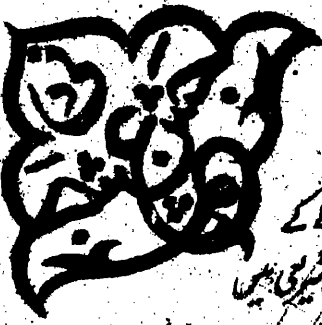
نظم و نسق طریقہ میں شامل کرنے کی اجازت نہیں دیتا خصوصاً وہاں کے باشندوں کی
مرضی کے خلاف۔ اسطرح نہ صرف برار کے مالی ذرائع سے غیر براریوں کو استفادہ کا موقع
ملا ہے بلکہ اصلاحات جدید کی وجہ سے میری رعایا اکثر معاملات میں بیرونی اشخاص کے تسلط کے
تحت رکھی گئی ہے مثلاً نا موافقت تعداد کے باعث جیسے کہ مجھے اطلاع ملی ہے صوبجات متحدہ کی مجلس تشریعی میں
انہیں ادنیٰ جگہ ملی ہے۔ یعنی ۱۹۰۲ء کے بعد سے صورت حال کچھ ایسی بدل گئی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس درخواست میں اپنے حقوق کے اندر
ہر پہلو پر غور کرتے ہوئے اسوقت کے منعقدہ سمجھوتہ پر نظر ثانی کیجائے۔

۳۲۔ میں اس کیلئے بے چین ہوں کہ میری برار کی رعایا اپنی قسمتوں کی صورتگری اپنے ہاتھوں میں لیلے اور اسی بنا پر میں استرداد صوبہ کے
بعد انہیں نظم و نسق صوبہ میں ایسے وسیع پیمانے پر اشتراک عمل کی اجازت دینا چاہتا ہوں جو برطانوی ہند میں اسوقت کہیں کی رعایا کو حاصل نہیں ہے۔
اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے صوبہ کو واپس لینے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں وثیقہ استرداد" یا کسی اور ریاستی دستاویز
میں جو لکھی جائے گی براریوں کو ایک ایسی ذمہ دار حکومت کے دستور کے عطا کئے جانے کے متعلق معین دفعات درج کروں گا جسکی رو سے ایک ایگزیکٹو گورنر
کے تحت جو میری جانب سے میرے نمائندے کی حیثیت سے مقرر ہوگا معاملات داخلہ اور نظم و نسق میں کامل انتظامی اختیارات کیلئے اقتدار عامہ مطلقہ
حاصل ہو جائیگا باستثنار ان معاملات کے جو حکومت برطانیہ اور میرے محکمہ افواج سے متعلق ہوں۔

۳۳۔ ان مباحث خالیہ کو بضمن سن ۱۹۰۲ء کی گفت و شنید میں بڑی اہمیت دیگئی تھی استرداد کی راہ میں حائل ہونے کی ضرورت نہیں ہے
یہ سارا معاملہ جس کو میں اہمیت دیتا ہوں مالی منفعت کا نہیں بلکہ حق و انصاف کا ہے۔ آخری وصولباقی (تصفیہ حسابات) کے متعلق میں ایک
منصفانہ سمجھوتہ سے زیادہ اور کسی چیز کی درخواست نہیں کرتا۔

۳۴۔ برطانوی شہنشاہیت کی پائداری کیلئے میرے آباو اجداد نے اور خود میں نے جو کچھ کیا اور دیا ہے وہ تاریخی معاملات
ہیں۔ میں نے انکا ذکر بھی نہیں کیا اسلئے کہ یور اکسلنسی کے نام میں نے جو یہ مراسلہ لکھا ہے اس سے یہ منشا نہیں ہے کہ ایک "یار وفادار" نے جو
کام اپنی محبت سے انجام دیئے ہیں انکا کوئی انعام طلب کیا جائے بلکہ یہ کہ میرے دعوے کا اظہار کرے اور ملک معظم کے حکومت کے ہاتھوں
انصاف پائے۔ آپ کا مخلص۔ شرحہ دستخط مبارک اعلیحضرت میر عثمان علیخان بہادر (ماخوذ مراۃ البرار)

حیدرآباد میں سلطنت بیجاپور کے عادل شاہوں کی علمی یادگار کا بیمثل کتب خانہ

(ﷲ)

اسلامی ریاست حیدرآباد میں عظیم الشان کتبخانہ آصفیہ کے علاوہ بھی اور بہت سے کتب خانے عمائدین سلطنت، امراء عظام اور محکمہ جات سرکاری کے موجود ہیں۔ وہاں ایک ایسا کتب خانہ بھی
موجود ہے۔ جو بیشمار قلمی کتب اور علمی سربستہ اسرار قدیم و نوادرات عالم کا ایسا قابل قدر و مخزن معدن ہے جس کو دیکھکر عقل انسانی متحیر ہو جاتی ہے۔
دنیا کے اکثر سیاحوں نے اس کا معائنہ کیا ہے۔ یہ کتب خانہ عادل شاہی خاندان کے علمی تحفظات کا مایہ ناز و بیمثل مخزن ہے۔ جس کے
مالک جناب ڈاکٹر سید محمد قاسم صاحب ہیں۔ جو اس وقت تک سرکار عالی کے ماہر سمیات ڈاکٹر ہیں۔ آپ کا دواخانہ و کتب خانہ بمقام پتھر گٹی واقع ہے۔
ڈاکٹر صاحب موصوف کے اجداد چونکہ سلطنت بیجاپور کی وزارت پر فائز رہ چکے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ گرانقدر اور انمول ذخیرہ
اس وقت آپ کی ملک ہے۔ بوجہ عدم گنجایش اس کتب خانہ پر اجمالی تبصرہ نا ممکن ہے۔ مختصر یہ کہ
قابل دید ہے۔ جس کے دیکھنے کے بعد صدیوں قبل کا زمانہ آنکھوں کے سامنے
آجاتا ہے۔

مرتبہ محمد فاضل

نواب سید جلال الدین حسن صاحب
اسپیشل آفسر صدر نظامت جنگلات

ڈاکٹر سید محی الدین صاحب قادری زور پروفیسر
جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس۔

نواب سید محمود عالم صاحب انجنیر ریلوے سرکار عالی
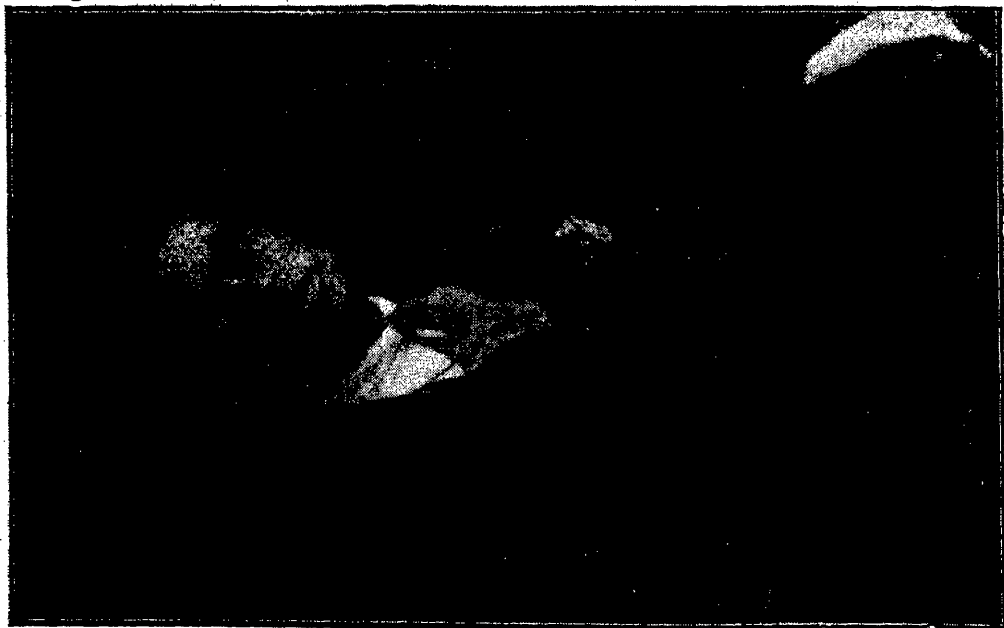
نواب سید قاضی معین الدین صاحب پروفیسر نظام کالج

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس

ریلویز

از نواب سید محمود عالم صاحب انجنیئر ریلوے سرکار عالی

افسانۂ انجنیئرنگ

شاید بعض حضرات کا یہ خیال ہو کہ انجنیئرنگ ایک ایسا خشک اور ٹھوس مضمون ہے کہ اس میں ذرا بھی افسانہ اور نازک خیالی نہیں۔ ممکن ہے کہ فیکٹریوں کی دھواں دھار چمنیوں اور فاؤنڈریوں کے تیل آلود کپڑوں کو دیکھکر شاعرانہ طبائع کو انجنیئرنگ سے کچھ نفرت سی ہوجائے مگر ذرا گہری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انجنیئرنگ کے صدہا کرشمے خالی از افسانہ اور دلچسپی نہیں۔ فورتھ کا پل، سویز کی نہر، سمندر میں چلنے والے بڑے بڑے محل جن کو ایک بیجا لفظ "جہاز" سے موسوم کیا جاتا ہے، ہوائی جہاز اور لاسلکی غرضکہ بے شمار انجنیئرنگ کے مظاہر ہیں جنکو دیکھکر کون شخص ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ فن خالی از افسانہ ہے۔ اگر آپ اس زمانہ کے کسی بڑے جہاز میں سفر کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ واقعی جہاز کیا ہے۔ ایک شاہی محل ہے۔ بڑے بڑے ڈرائنگ اور ڈائننگ کمرے ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کے مخملی پردے لٹک رہے ہیں۔ فرش پر دبیز قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اچھے سے اچھا فرنیچر ہے۔ اوپر جائیے تو نہایت آرام دہ خواب گاہیں ہیں جن میں زمانہ حال کی ہر آسایش کا سامان ہے۔ اس سے اوپر چلئے تو ڈک کا صاف ستھرا صحن ہے اور جدھر نظر ڈالئے اُدھر نیلی موجوں کا تلاطم کس قدر دلکش معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی آبی محل سے آپ افق پر آسمان اور سمندر کے یک رنگ ہوکر ایک دوسرے سے ہم آغوش ہونے کا سین دیکھتے ہیں۔ ڈک پر شاید چار پانچ سو مرد اور عورتیں مختلف کھیلوں اور مشغلوں میں مصروف ہیں مگر بہت کم ایسے ہونگے جنھوں نے اس پر اسرار آبی محل کی تعمیر اور اسکے تعمیر کرنے والے انجنیئروں اور آرکیٹکٹس کی قابلیت پر غور کیا ہو۔ اسی طرح لاسلکی پر غور کیجئے کہ کس قدر حیرت انگیز اور افسانہ وار چیز ہے۔ آپ اپنے ڈرائنگ روم میں ریڈیو سٹ کے سامنے بیٹھے ہوے لندن کے مشہور ہوٹلوں کا آرکسٹرا سن رہے ہیں۔ اگر آپ کا خیال ہوا کہ پیارس میں جو اس وقت ایک عورت گارہی ہے اس کا گانا سنا جائے تو اپنے سٹ کے موجی طول کو بڑھانے یا گھٹانے کی جو گنڈی ہے اس کو حسب ضرورت پھرا کر آپ پیارس کا گانا سننے لگے۔ اگر آپ کو معلوم ہوا کہ مسٹر بالڈون شام میں ساڑھے چار بجے کوئی اہم تقریر کرنے والے ہیں تو پھر موجی طول بدل کر شب کے دس بجے وزیراعظم برطانیہ کی تقریر اپنے گھر میں سننے لگے۔ اس طرح انجنیئرنگ کے کرشموں کے متعلق ایک ایسی داستان لکھی جاسکتی ہے جس کی دلچسپی کسی ناول سے کم نہ ہو۔ ایک مشہور انگریزی سیاسی دان۔ جان برائٹ سے جب کسی نے دارالعوام میں پوچھا تھا "اس زمانہ کا سب سے بڑا آدمی کون ہے" تو اس کا جواب تھا "نہ وہ آپ کے فوجی افسر ہیں نہ مدبرین بلکہ آپ کے انجنیئر ہیں" غرضکہ انجنیئرنگ کو زمانہ حال کی تہذیب و تمدن کی جڑ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

مرتبہ محمد فاضل

بھاپی انجن
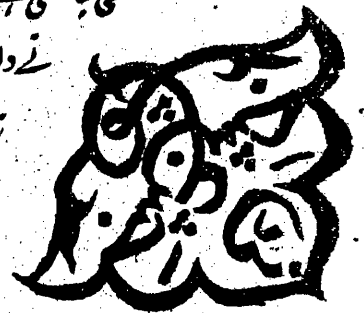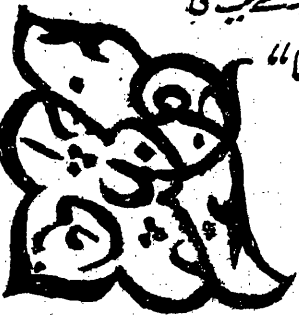
انجینیرنگ کی ایک نہایت اہم شاخ ریلوے ہے جو اس وقت ہمارا موضوع ہے۔ ریلوے پر بحث کرنے سے قبل ہم بھاپی انجن (اسٹیم انجن) کی ایجاد پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔

بھاپ کے خواص سے دنیا ایک عرصہ دراز سے واقف رہی ہے۔ یہاں تک کہ قدیم یونانی بھی ان خواص سے آگاہ تھے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ایک کیتلی میں تھوڑا پانی ڈالکر اس کو آگ پر رکھ دیا جائے تو پانی بھاپ بننا شروع ہوگا اور اگر ٹونٹی یا ڈھکن کے سوراخ میں سے بھاپ کو باہر نکلنے کا موقع نہ ملے اور ڈھکن مضبوطی سے کیتلی کے منہ پر لگا ہوا ہو تو اس کے اندر بھاپ جمع ہو کر اس میں اتنی قوت پیدا ہوجائے گی کہ کیتلی کا ڈھکن باوجود مضبوطی سے لگا ہوا ہونے کے دہاکہ سے اچھل کر گر پڑے گا۔ اور آگ جلتا جاری رہے تو سارے کا سارا پانی بھاپ بن کر اڑجائے گا۔ اگر کیتلی کا ڈھکن کچھ اس طرح بند کیا جاتا کہ اس کا نکلنا ممکن نہ ہوتا اور نیز اس میں ٹونٹی بھی نہ ہوتی اور آگ برابر جلائی جاتی تو کچھ دیر بعد مقید بھاپ کے زور سے کیتلی پھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتی۔ تو ہم نے دیکھا کہ پانی کو حرارت پہونچانے سے پانی بھاپ میں تبدیل ہوجاتا ہے اور اس بھاپ کو قید کرکے کسی راستہ سے اسے لیجاکر کسی ڈھکن یا فشارہ پر اسے عمل کرنے دیا جائے تو وہ اسی ڈھکن یا فشارہ کو باہر ہٹا دیتی ہے یعنی حرکت پیدا کرتی ہے۔ اور اگر فشارہ کا تعلق کسی اور سلاخ یا پہیہ سے کردیا جائے تو یہ ممکن ہے کہ فشارہ کے ساتھ اسی سلاخ یا پہیہ میں بھی حرکت پیدا ہوجائے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے سب سے پہلا شخص جس نے حرارت کو حرکت میں تبدیل کیا وہ یونانی ریاضی داں "ہیرو" تھا جو ایک یا دوصدی قبل مسیح گزرا ہے۔ اس کو چیلی کھلونے بنانے کا بہت شوق تھا اور اس نے گولہ کا کھلونا بنایا جو دراصل ایک صحیح بھاپی انجن کے اصول پر مبنی تھا۔ آگ جلانے پر ایک گولہ میں بھاپ بھرتی تھی اس میں کے نصب شدہ دو نلیوں میں سے بھاپ زور سے نکلکر ہوا پر تصادم کرکے مخالف سمت میں قوت پیدا کرتی جو گولہ کو اس کے محور کے گرد گھما دیتی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ گولہ کے اندر کی کسی زندہ قوت نے گولہ کو گھما دیا! ہیرو نے اس طرح ردّ عمل کی بھاپی ٹربین کا بیج بو دیا۔ اور یہ ایک یا دوصدی قبل مسیح! اس وقت سے اب تک سینکڑوں آدمیوں نے بھاپی انجن کو مکمل کرنے میں حصہ لیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت جیمس واٹ کو ہوئی۔ اس زمانہ میں جیسا کہ ہم جانتے ہیں بے شمار طریقوں سے بھاپی انجن سے کام لیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے جہاز بھاپی انجنوں ہی سے چلتے ہیں۔ فیکٹریوں کی مشینیں بھاپی انجن سے چلائی جاتی ہیں۔ ڈائنمو، جن سے برق بنتی ہے۔ بھاپی ٹربینوں سے چلائے جاتے ہیں۔ غرضکہ ہماری زندگی میں جتنی چیزیں مشین سے بنی ہوئی ہم دیکھتے ہیں۔ تقریباً ان سب کی تیاری کے کسی نہ کسی حصہ میں بھاپی انجن سے کام لیا گیا ہے۔ بھاپی انجن جب گاڑی چلانے کے لئے استعمال ہوا تو اسے لوکوموٹیو یعنی حرّاکہ کہا گیا جسے عام زبان میں ریل کا انجن کہتے ہیں۔

ریلوے انجن یا حرّاکہ

شاید کسی اور چیز کی ایجاد سے دنیا میں ایسا انقلاب نہیں پیدا ہوا جیسے حرّاکہ کی ایجاد سے اس کی وجہ سے نہ صرف یہ ہوا کہ سفر سرعت سے طے ہونے لگا بلکہ تجارت و بیوپار میں حیرت انگیز ترقی ہوئی اور زندگی کی ضروری چیزوں کی پیداوار اور تقسیم عمل میں آسکی۔

سنہ ۱۶۳۰ء میں ایک فرانسیسی نے دعویٰ کیا کہ اس نے ایک ایسی چیز معلوم کی کہ اگر اس کو موقع دیا جائے تو وہ بتائے گا کہ بھاپ کے ذریعہ انسان تیز سے تیز گھوڑے سے زیادہ تیز رفتاری سے سفر طے کرسکتا ہے۔ چونکہ آدمی غریب تھا اس نے
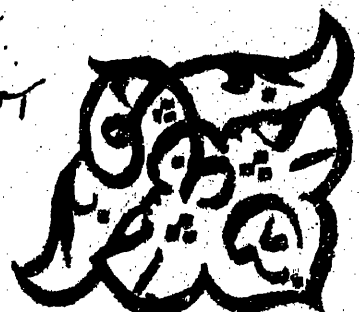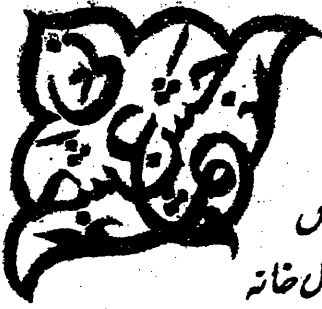
فرانسیسی حکومت سے درخواست کی کہ اس کے خیال کو عملی جامہ پہنانے
کے لئے مدد کی جائے ۔ حکومت نے اس کو احمقانہ درخواست خیال کر کے
اس پر کچھ غور نہ کیا مگر اس شخص نے حکومت کا بہت پیچھا کیا اور یقین دلانے کی کوشش
کی اس کا خیال سائنس کے اصول پر مبنی ہے ۔ حکومت نے تنگ آ کر اس کو پاگل خانہ
میں ڈلوا دیا ۔ اور اگرچہ کہ وہ شخص بہت چیخا اور پکارا کہ وہ دیوانہ نہیں ہے بلکہ ایسی ایجاد کرنے کے قابل ہے کہ تمام دنیا
اس کا احسان مانیگی ۔ مگر حکومت نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کی عمر کا بقیہ حصہ اسی پاگل خانہ میں گزرا ۔ پہلا شخص جس نے حرّاکہ کی
گاڑی تیار کی وہ ایک دوسرا فرانسیسی کیونو تھا جس نے ۱۷۶۹ء میں ایک ایسی گاڑی بنائی جو بھاپ کے ذریعہ چلتی تھی ۔ اس
گاڑی کا جو شارہ اتنا چھوٹا تھا کہ ایک وقت میں گاڑی ۱/۲ ۲ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ۱۵ منٹ سے زیادہ نہیں چل سکتی تھی ۔ پیرس کی
سڑک پر جب یہ گاڑی چل رہی تھی تو ایک موڑ پر وہ الٹ گئی اور حکومت نے اس کو خطرناک خیال کر کے اس کے استعمال کو ممنوع قرار دیا ۔
اس کے بعد اور بہت سے لوگ مختلف ممالک میں حرّاکہ کو مکمل کرنے کی جستجو میں لگے رہے ۔ اس زمانہ میں انگلستان میں کوئلہ کی کانوں
سے بندر گاہوں تک کوئلہ تیز رفتاری سے پہونچانے کے لئے مختلف طریقے نکالے گئے تھے ۔ اور ان کو ترقی دیجا رہی تھی ۔ پہلے تو
گھوڑوں کی پیٹ پر تھیلوں میں کوئلہ لے جایا جاتا تھا ۔ پھر بنڈیوں میں لیجانے لگے اور جب دیکھا گیا کہ راستہ کی خرابی کی وجہ
سے بنڈیوں کی رفتار بہت دھیمی رہنے لگی تو سڑک کے اس حصہ پر جس پر پہیے چلتے تھے پتھر کی سلیں ڈالی گئیں تاکہ پہیے کیچڑ میں
نہ پھنسیں ۔ اس کے بعد لکڑی کی پٹریاں ڈالی گئیں تاکہ بنڈی جس کو اب جار جاک لگا کر وہ یاگن کہا جانے لگا ، تیز رفتاری سے ان
پٹریوں پر دوڑ سکے ۔ اس طرح پہلی ریلوے لائن کا پایہ ڈالا گیا ۔ دوسری کوئلہ کی کانوں میں بھی یہ طریقہ اختیار کیا کیونکہ رگڑ کے
کم ہوجانے کی وجہ سے رفتار میں معتدبہ اضافہ ہو جاتا تھا ۔ اس کے بعد جب دیکھا گیا کہ لکڑی کی پٹریاں سرعت سے گھسنے
لگیں تو ان پر لوہے کی پتلی پتیاں جڑ دی گئیں ۔ پھر دیکھا گیا کہ لکڑی کی پٹریاں بارش وغیرہ سے خراب ہو جاتی تھیں ۔ تب ڈھلے لوہے کی
تختیاں استعمال کرنے لگے اور اس راستہ کا نام تختی کا راستہ (پلیٹ وے) رکھا گیا ۔ اور باوجود صدہا تغیرات کے تختی بچھانے
کی اصطلاح (پلیٹ لے ئنگ) اس وقت تک جاری ہے ۔ اس تختی کا ایک کنارہ اونچا کر دیا جاتا تھا تاکہ پہیہ پٹری سے اترنے نہ پائے
دنیا کی سب سے پہلی ریلوے جس پر حرّاکہ کی انجن استعمال کیا گیا وہ اسٹاکٹن اور ڈارلنگٹن ریلوے تھی جس کا افتتاح
۱۸۲۵ء میں ہوا ۔ اس ریلوے کو جارج اسٹیفنسن نے بنایا تھا اور اسی کو بجا طور پر حرّاکہ کا باپ کہا جاتا ہے ۔ ابتدا میں حرّاکہ کا
مصرف صرف کوئلہ کو کانوں سے بندر گاہوں تک پہونچانا تھا ۔ اور اسٹاکٹن اور ڈارلنگ ریلوے بھی اس کام کے لئے بنائی گئی تھی
سب سے پہلی ریلوے لائن جو خاص طور پر مسافروں اور مال کی آمد و رفت کے لئے بنائی گئی وہ لیور پول اور منچسٹر ریلوے تھی ۔ اس
لائن کے ڈائرکٹروں نے اپنی لائن کے لئے سب سے اچھا حرّاکہ (ریلوے انجن) بنانے والے کے لئے ۔ پانچ سو پونڈ انعام مقرر کیا
آزمائش کے لئے ایک شرط مقرر ہوئی اور مقام رین ہل میں پانچ اشخاص کے حراکہ جن میں اسٹیفن سن کا حراکہ " راکٹ " شامل تھا
دوڑ کے لئے لائے گئے ۔ شرط یہ تھی کہ دو میل کی پتھری کی سڑک پر ۱۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حراکہ ۲۰ چکر
لگائے ۔ چنانچہ دوڑ شروع ہوی اور ایک کے بعد ایک حراکہ خارج ہوتا گیا ۔ اور راکٹ
نے شرط جیت لی ان میں ایک حراکہ خارج ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ حراکہ نما ایک
ڈبہ بنا کر اس کے اندر موجد ایک تیز گھوڑا چھپا کر لایا تھا جو پکڑی گئی اور
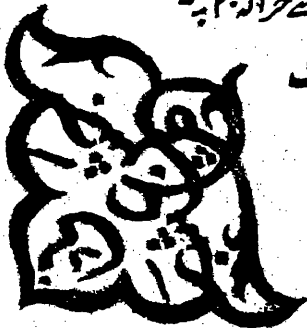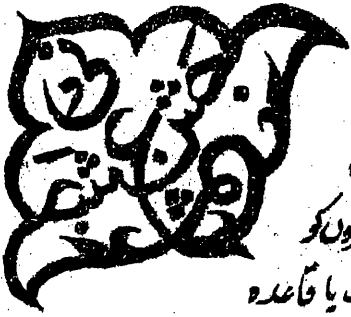
حرّاکہ شرط سے خارج کیا گیا - اس کامیابی کے بعد اسٹیفن سن نے اور
کئی حرّاکے بنائے - ۱۸۳۰ء میں لیورپول اور مینچسٹر ریلوے کا افتتاح عمل میں
آیا اور اس قومی کامیابی کی بڑی شہرت ہوئی - اس کے بعد بڑے بڑے شہروں کو
ایک دوسرے سے ریلوے لائن کے ذریعہ جوڑ دیا گیا اور مسافروں اور مال کی آمدرفت باقاعدہ
طور پر شروع ہوگئی - دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی ریلویز سرعت سے پھیلتی گئیں یہاں تک کہ اس زمانہ میں بہت ہی کم
ایسے ممالک ہونگے جن میں ایک سرے سے دوسرے تک ریلوے لائنس نہ دوڑتی ہوں اور جن کے نہ صرف بڑے بڑے شہر بلکہ
چھوٹے چھوٹے قصبات بھی ایک دوسرے سے ریلوے کے ذریعہ نہ جوڑ دئے گئے ہوں - شاید یہاں یہ بتا دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا
کہ راکٹ جب اسٹیفن سن نے بنایا تو انگلستان کی عام پبلک اس کو کچھ اچھی نظر سے نہ دیکھتی تھی اور بہت سے لوگ ایسے تھے جو
دعا کر رہے تھے کہ لیورپول اور مینچسٹر ریلوے کے افتتاح کے دن انجن پھوٹ جائے اور یہ مہم ناکام رہے - انجن کی سیٹی کی آواز
سے جو گھوڑے بدک جاتے تھے وہ عوام کی دشمنی کا باعث ہوتے تھے - اور لوگ کہتے تھے کہ اس انجن کی وجہ سے ان کی گائیں جنگل
میں چر نہ سکیں گی - اور اُن کی مرغیاں انڈے دینے سے قاصر رہیں گی - ریلوے لائن کی پیمائش کرنے جو انجنیئر جایا کرتے انکو پبلک
بہت دق کرتی اور ان پر اُنکے پیمائشی آلات پر پتھر برسائے جاتے تھے - اکثروں کا خیال تھا کہ انجن اپنے آب و آتش کے ذریعہ اُن کے
مُلک میں خدا کا قہر نازل کر رہا تھا - ادہر عوام کا یہ خیال تھا اور اُدہر دار العوام میں جب لیورپول اور مینچسٹر ریلوے کا بل پیش ہوا
تو اُس کی سخت مخالفت کی گئی - بڑے بڑے زمیندار اور اسٹیج کوچوں کے مالک اور نہر کی کمپنیوں کے نمائندوں نے بل نہ پاس ہونے
دینے میں - پوری سعی کی چونکہ اندیشہ تھا کہ ریلویز کے پھیلنے کی وجہ سے اُن کو سخت مالی نقصان پہونچیگا - مخالفت کی تائید میں کہا جاتا
تھا کہ انجن کے جوشارے (بائلر) پھوٹ کر مسافروں کے جسم کے ٹکڑے اڑا دیں گے - اور یہ کہ انجن کی چمنی سے چنگاریاں نکلکر غریبوں کے
گھر جل جائیں گے وغیرہ وغیرہ - غرضکہ مخالفت میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا گیا مگر باوجود اس تمام جد و جہد کے بل پاس ہی ہوا اور انگلستان
میں ریلوے لائنس سرعت سے پھیل گئیں -

ریلوے ہندوستان میں

جب ریلویز کو دنیا میں فروغ ہوا تو ہندوستان میں بھی اس کی بنیاد پڑی - چنانچہ ۱۸۵۰ء سے
پہلی ریلوے لائن کی تعمیر ہمارے ملک میں شروع ہوئی - دو انگریزی کمپنیاں قائم ہوئیں - جی - آئی - پی
ریلوے کمپنی اور - ای - آئی - ریلوے کمپنی - اول الذکر نے بمبئی سے دکن کی طرف ریلوے لائن ڈالنا شروع کیا اور موخر الذکر نے
کلکتہ سے الہ آباد کی طرف - کام شروع ہونے کے قبل وزیر ہند اور ان کمپنیوں کے درمیان اقرارنامے منضبط ہوئے جن کے اہم شرائط
یہ تھے کہ حکومت ۹۹ سال کے لئے زمین کمپنیوں کو پٹہ پر دے ، جو کچھ کام کئے جائیں وہ حکومت کی منظوری سے ہوں اور یہ حکومت
۵ فیصدی منافع کا ذمہ لے جس سے منشا یہ تھا کہ اگر کمپنی کو اپنے ابتدائی سرمایہ پر ۵ فی صدی سے کم منافع ہو تو حکومت اس کمی
کو پورا کرے اور اگر ۵ فی صدی سے زائد منافع ملے تو اس زائد حصہ کا نصف کمپنی لے اور دوسرا نصف حکومت کو اس رقم کی ادائی میں
دیا جائے ، جو اس نے فقرۂ متذکرۂ بالا کے تحت کمپنی کو دیا تھا - اس طرح جب حکومت کو اپنا پورا روپیہ واپس ملجائے تو
اس کے بعد پورے کا پورا منافع کمپنی خود لیتی ایسی ریلوے کمپنیوں کو گارنٹیڈ ریلوے کمپنی کہا
جاتا ہے - حکومت کو یہ بھی اختیار تھا کہ ۲۵ یا ۵۰ سال کے بعد لائنوں کو خرید لے
اس طرح متذکرۂ بالا دو کمپنیاں قائم ہوئیں اور ریلوے کی تعمیر کا کام ہندوستان میں
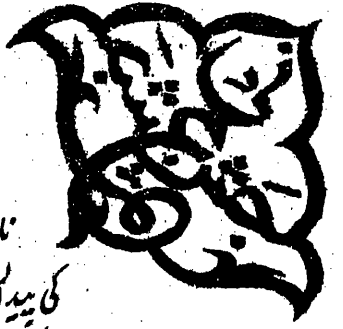
شروع ہوگیا۔ جی۔ آئی۔ پی۔ ریلوے کمپنی نے بمبئی سے تھانہ تک جو ۲۱ میل کا فاصلہ ہے۔ ریلوے لائن ڈالی اور اس پر ۱۸۵۳ء میں "فاکلینڈ" نامی پہلا انجن دوڑا۔ اس طرح اس سال ہندوستان میں اسٹیم لوکوموشن (بھاپی حرکت) کی پیدائش ہوئی۔ یہ چونکہ ہندوستان میں ایک بالکل نئی چیز تھی اس لئے ریل گاڑی دیکھنے عوام کا ہجوم رہا کرتا تھا۔ یہاں بھی بعض ضعیف الاعتقاد لوگ اس آگ و پانی سے چلنے والے انجن کو دیو اور خدا کا قہر تصور کرتے تھے۔ اس کے بعد کئی اور ریلوے کمپنیاں قائم ہوئیں اور ریلوے کی لائنیں سرعت کے ساتھ ملک کے ہر حصہ میں پھیلنے لگیں۔ ساتھ ہی ساتھ دیسی ریاستوں میں بھی ریلوے کی لائنیں پڑ گئیں اور باقاعدہ آمد و رفت شروع ہو گئی۔ ۱۸۷۰ء تک ہندوستان میں تقریباً (۵۰۰۰) میل ریلوے لائن ڈالے گئے۔ اور پھر ان میں مزید اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ ۱۹۳۳ء تک ہمارے ملک میں تقریباً (۴۲۵۰۰) میل ریلوے لائن پڑ چکی تھی اور اس میں اور ترقی ہوتی جارہی ہے۔ ان تمام ریلویز کا ابتدائی سرمایہ آٹھ سو کروڑ روپیہ سے کچھ اونچا ہی ہے۔ ۱۹۲۹ء میں یہ ریلویز نے ۶۲ کروڑ مسافروں کا سفر طے کرایا اور نیز ۸½ کروڑ ٹن مال کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہونچایا اور سال مذکور میں ان ریلویز کے ملازمین کی تعداد ۸ لاکھ آدمیوں پر مشتمل تھی ان اعداد سے آپ کو ریلویز کی تنظیم کا کچھ اندازہ ہوگا حال میں حکومت ہند کی یہ تدبیر رہی ہے کہ گارنٹیڈ ریلویز کو خرید کر خود ان کا انتظام کرے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں حکومت ہند نے جی۔ آئی۔ پی۔ اور ای۔ آئی۔ ریلویز کو خرید لے کر خود ان کو چلانا شروع کیا۔ لہذا اب یہ اسٹیٹ ریلویز کہلاتی ہیں۔

ہماری حکومت حیدرآباد نے بھی۔ این۔ جی۔ ایس۔ ریلوے کمپنی سے ۱۹۳۰ء میں اپنی اسٹیٹ کی تمام ریلویز خرید لیں۔ ہماری اس ریلوے کی پوری قیمت تقریباً تیرہ کروڑ مشخص ہوئی تھی۔

ہماری ریلوے کی سب سے پرانی لائن واڑی سے سکندرآباد تک کی ہے۔ اس لائن کا افتتاح ۱۸۷۴ء میں ہوا تھا۔ اس کے بعد سکندرآباد سے ورنگل تک کی لائن ۱۸۸۶ء میں ڈالی گئی اور بتدریج لائنیں ہمارے ممالک محروسہ میں پھیلتی گئیں۔ کمپنی کی لائنوں کے علاوہ حکومت نے اپنے خرچ سے چند لائنیں تیار کرائی تھیں جیسے ہنگولی لائن اور قاضی پیٹھ بلہارشاہ لائن۔ موخرالذکر کا افتتاح خود اعلیحضرت قدر قدرت نے اپنی ذات شاہانہ سے ۵ ار نومبر ۱۹۲۸ء کو فرما کر ریلوے کو عزت بخشی۔ چنانچہ اس عزت افزائی کی یادگار میں ریلوے نے آصف آباد اسٹیشن کے پلاٹ فارم پر ایک موریل پلیٹ بھی نصب کیا ہے۔

ہماری بڑی لائن جسے چوڑی گیج کی لائن (براڈ گیج) کہا جاتا ہے۔ اب تقریباً ۷۰۰ میل پر مشتمل ہے۔ اور چھوٹی لائن جسے میٹر گیج کی لائن (میٹر گیج) کہتے ہیں، تقریباً ۶۵۰ میل لمبی ہے۔ اس طرح ہماری ریلوے کا جملہ طول تقریباً ۱۳۵۰ میل ہے۔ واڑی سے بجواڑہ تک اور قاضی پیٹھ سے بلہارشاہ و نیز وقارآباد سے پرلی چوڑی گیج ہے اور ڈورناچلم سے منماڑ تک اور پورنا سے ہنگولی اور پربھنی سے پرلی تک میٹر گیج ہے۔ اسی لحاظ سے ناپلی کا اسٹیشن "حیدرآباد۔ چوڑی گیج" کہلاتا ہے۔ اور کاچی گوڑہ کا "حیدرآباد۔ میٹر گیج"۔

ریلوے انجینیرنگ کے دو حصے ہیں۔ سیول اور میکانکل۔ سول انجینیرنگ کا تعلق ریلوے لائن (جسے ریل کی سڑک یا مستقل راستہ بھی کہتے ہیں) کی تعمیر اور اس کی نگہداشت سے ہے و نیز ریلوے کے پل۔ اسٹیشن کی عمارتیں اور ریلوے ملازمین کے مکانات وغیرہ ریلوے کے محکمہ انجینیرنگ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بالفاظ دیگر ریلوے کا انجینیرنگ محکمہ حکومت کے محکمہ تعمیرات و امور عامہ کے مماثل ہے۔ ریلوے کے انجن اور ڈبوں کی تعمیر و نگہداشت میکانیکل انجینیروں کے تحت ہوتی ہے۔ ان کا محکمہ "لوکو" کہلاتا ہے۔
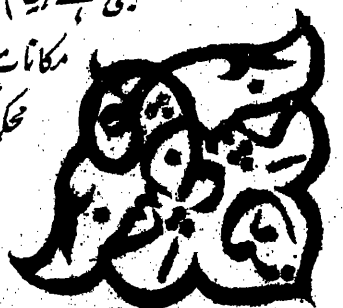
ان میکانیکل انجینیروں کو لوکو سوپرنٹنڈنٹ یا لوکو افسر کہتے ہیں اور لفظ "انجینیر" صرف محکمۂ انجینیرنگ کے افسروں کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے ۔ انجینیرنگ اور لوکو کے علاوہ ایک تیسرا اہم محکمہ ٹرافک کا ہے اور ان تینوں محکموں کے باہم اتفاق سے کام کرنے کا نتیجہ ہے کہ ریلوے کی گاڑیاں وقت پر اور تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتی ہیں ۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، لوکو کے محکمہ کا کام یہ ہے کہ وہ انجن اور ڈبے مہیا کرے اور انکی نگہداشت کرے ۔ انجن کے ڈرائیور، ٹرین کا امتحان کرنے والے وفٹر وغیرہ لوکو کے ملازمین ہوتے ہیں ۔ لالہ گوڑہ میں جو ریلوے ورکشاپ ہیں ان میں نہایت اعلیٰ درجہ کا کام ہوتا ہے ۔ اچھے سے اچھے ڈبے اور سیلون یہیں تیار ہوتے ہیں ۔ البتہ انجن انگلستان سے منگوائے جاتے ہیں چونکہ ان کو تیار کرنے کی قیمتی مشنری ہمارے یہاں نہیں ہے اور ان کو اس قیمت پر تیار کرنا بھی ممکن نہیں جس قیمت پر کہ یورپ میں دستیاب ہوتے ہیں ۔ ٹرافک کے محکمہ کا کام ہے کہ گاڑیوں کے وقت پر دوڑنے کا بندوبست کرے ۔ اسٹیشن ماسٹر ۔ گارڈ ٹکٹ کلکٹر وغیرہ ٹرافک کے تحت ہوتے ہیں ۔ ٹرافک کا محکمہ ہی مالگزاری کی طرح سے آمدنی کا محکمہ ہے ۔ ورنہ انجینیرنگ اور لوکو تعمیرات کی طرح سے خرچ ہی خرچ کرنے والے محکمے ہوتے ہیں ۔ محکمۂ ٹرافک میں سب سے بڑھ کر اس بات کا انتظام کرنا پڑتا ہے کہ حادثے نہ ہونے پائیں ۔ اس کے لئے خاص خاص برقی و میکانی طریقے استعمال کئے جاتے ہیں ۔ مثلاً یہ ممکن نہیں کہ اگر ایک اسٹیشن میں کسی ایک لائن پر گاڑی کھڑی ہوئی ہو تو دوسری طرف سے اسی لائن پر دوسری گاڑی آسکے اسی طرح اگر ا اور ب دو اسٹیشن اور ا سے ب کو ایک گاڑی روانہ ہوچکی ہے تو یہ ممکن نہیں ہوتا کہ اسوقت ب سے ا کو دوسری گاڑی روانہ کیجاسکے ۔ (الّا اس کے کہ دوہری لائن ہو یعنی ایک آنے کی اور دوسرے جانے کی) اور نہ یہ ممکن ہے کہ ا ایک گاڑی ب کو روانہ کرنے کے بعد اس کے ب پر پہونچنے کے قبل دوسری اور ایک گاڑی ا سے ب کو روانہ ہوسکے ۔ غرضکہ پبلک کی حفاظت کی ممکنہ طور پر پوری کوشش کیجاتی ہے ۔ جس کا نتیجہ ہے کہ باوجود سینکڑوں گاڑیاں دوڑنے کے حادثوں کی تعداد تقریباً صفر ہوتی ہے ۔ انجینیرنگ کے محکمہ کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ایک ایسی اچھی لائن یا مستقل راستہ تیار کرے جس پر گاڑیاں تیز رفتاری اور تحفظ کے ساتھ دوڑ سکیں ۔ ممکن ہے کہ بادی النظر میں یہ امر آسان معلوم ہو مگر مستقل راستہ کی نوعیت پر ذرا غور کرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ اس کی نگہداشت کتنا اہم کام ہے ۔ پہلے تو یہ دیکھئے کہ معمولی مٹی کے کٹہ پر مستقل راستہ یعنی ریلوے لائن ڈالی جاتی ہے ۔ پتھر کی بندش کا کوئی پایہ نہیں ہوتا ۔ اور پھر ایسے ایسے بھاری انجن تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتے ہیں جنکا وزن تقریباً دو سو ٹن ہوتا ہے ۔ اور مستقل راستہ کی نگہداشت اس حد تک کی جاتی ہے کہ اس کی دونوں پٹریوں کے لیول کا فرق $\frac{1}{8}$ انچ تک نہیں ہوسکتا یعنے دونوں پٹریاں بالکل ایک ہی لیول میں برقرار رکھی جاتی ہیں ۔ مستقل راستہ کے نیچے پتھر کا بیالسٹ دیکر اس کو اس قدر مضبوط کیا جاتا ہے کہ لائن کا کوئی حصہ اتنا نہیں دب سکتا کہ گاڑی الٹ جائے ۔ بارش کے زمانہ میں لائن کی حفاظت کا زیادہ انتظام کرنا پڑتا ہے ورنہ ممکن ہے کہ رات میں زوردار بارش ہو اور لائن کا کچھ حصہ بہہ جائے اور جب مسافروں کی گاڑی تیز رفتاری سے گزرے تو سخت حادثہ عمل میں آئے اور سینکڑوں مسافروں کی جان تلف ہو ۔ اس اندیشہ کے مدنظر رات بھر لائن کا چپہ چپہ دیکھنے کے لئے آدمی مقرر ہیں جنھیں پٹرول مین کہتے ہیں ۔ ان آدمیوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ ہر دو اسٹیشنوں کے درمیان ہاتھ کی قندیل لیکر رات بھر لائن کی پہ چکر لگائیں اگر ذرا بھی لائن غیر محفوظ حالت میں نظر آئے تو اس کی اطلاع گینگ کے مقدم کو دیں ۔ (ہر تین میل پر ایک گینگ ہوتی ہے) مقدم فوراً
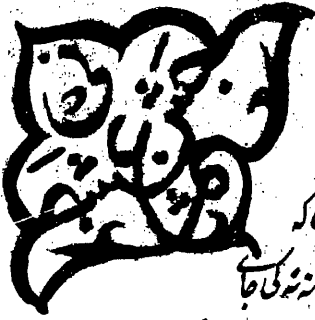
اپنے آدمیوں کو لیکر موقع پر پہونچیگا اور لائن کو ٹھیک کریگا۔ اگر لائن
اتنی خراب ہوگئی ہو کہ اس کا درست کرنا اس کے بس سے باہر ہو تو وہ فوراً
ہر دو جانب کے اسٹیشنوں کو آدمی روانہ کرے گا کہ اسٹیشن ماسٹر کو خبردار کریں کہ
لائن گاڑیوں کے لئے محفوظ نہیں ہے۔ کوئی گاڑی تا حکم ثانی سکشن مذکور پر روانہ نہ کی جائے
پھر اس کی اطلاع فوراً مستقل راستہ کے انسپکٹر (پر مینٹ وے انسپکٹر) کو کیجائے گی جو جلد سے جلد موقع پر پہونچکر
اور بہت سے گیا نگ والوں کو جمع کرکے لائن کو ٹھیک کریگا۔ اگر لائن اتنی بہہ گئی ہو کہ وہ مقامی آدمیوں کے ذریعہ ٹھیک نہیں ہوسکتی تو
انسپکٹر مذکور بذریعہ تار اپنے اسسٹنٹ انجینیر اور ڈسٹرکٹ انجینیر کو مقامی حالات سے مطلع کریگا اور پھر ان افسروں کا فرض ہوگا کہ
بیالسٹ ٹرین کے ذریعہ مٹی وغیرہ لاکر لائن کو درست کرنے کا انتظام کریں۔ غرضکہ ریلوے انجینیروں کا نہ صرف یہ کام ہے کہ ریلوے لائن کو
ہمیشہ محفوظ حالت میں برقرار رکھیں بلکہ یہ بھی کہ لائن خراب ہوجائے یا بہہ جائے تو اس کی درستی کا جلد سے جلد انتظام کریں تاکہ ادھر
مسافرین کو تکلیف نہ ہو اور ادھر ریلوے کو نقصان نہ برداشت کرنا پڑے۔

اس طرح آپنے دیکھا کہ انجینیرنگ۔ لوکو اور ٹرافک کے تین محکموں کے متفقہ طور پر کام کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ریلوے کی
گاڑیاں وقت پر اور تیز رفتاری سے محفوظ حالت میں دوڑنے کے قابل ہوتی ہیں۔

حکومت ہند کی حال میں یہ تدبیر رہی ہے کہ ملکی ریلویز کو خود خرید کر ان کا انتظام کرے اور اس پالیسی کے تحت
ہماری حکومت نے بھی اپنی ریلوے کو خرید کر اُسے ایک قومی ادارہ بنا دیا۔ اور ممالک نے بھی ریلویز کو نیشنلائز کرنا چاہا یعنی
بجائے مختلف کمپنیاں ریلوے کے مالک ہونے کے حکومت نے ان کو خرید کر قوم کو اس کا مالک بنایا مگر بدقسمتی سے اسٹریلیا اور دوسرے
ایسے ممالک میں جن میں کہ ریلویز کو حکومت نے خرید لیا ریلویز میں نقصان آیا اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے صرف ہندوستان ہی
وہ ملک ہے جس میں کہ ریلویز باوجود سرکاری ریلویز ہونے کہ فائدہ سے کام کر رہی ہیں۔ اور یہ معلوم کرکے ہمارے ناظرین کو خوشی
ہوگی کہ جتنا فائدہ ہماری این۔ جی۔ ایس۔ ریلوے میں ہو رہا ہے اتنا فائدہ بہت ہی کم برطانوی ہند کی سرکاری ریلویز کو نصیب ہے
موخر الذکر کی ایک دو ریلویز میں تو اتنا سخت نقصان آرہا تھا کہ وہاں کے عہدہ داروں اور عمال کی تنخواہیں کم کرنے کی ضرورت
پڑی۔ ہماری ریلوے کی گذشتہ سال کی سرمائی قیمت تقریباً ساڑھے چودہ (۱۴½) کروڑ پر مشتمل تھی اور جملہ آمدنی اس
سال کی دو کروڑ اور چودہ لاکھ ہوئی جس میں سے جملہ خرچ جاتے باقی اصل فائدہ تقریباً (۸۹½) لاکھ ہوا یعنی منافع ۶ فیصدی سے
بھی کچھ زائد ہی ہوا جبکہ اس زمانہ میں بنک کا نرخ مشکل سے ۳½ فیصدی ہے اور تجارت میں ہر طرف نقصان ہی نقصان آرہا ہے
جس کی وجہہ سے تمام ہندوستان کی ریلویز کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اس کے نظر کرتے ہمارا یہ کہنا کہ ہماری ریلوے کی
فینانس کی حالت نہایت تشفی بخش ہے بے جا نہ ہوگا۔

جس طرح اعلیحضرت بندگان عالی کے ۲۵ سالہ عہد ہمایونی میں حکومت کے ہر محکمہ میں حیرت انگیز ترقی ہوئی ہے اسی طرح
ہماری ریلوے نے بھی شاندار ترقی کرکے اپنا ایسا بلند معیار قائم کیا ہے کہ جس کی نسبت اس وقت حکومت
ہند کے اعلیٰ ریلوے افسروں کی یہ رائے ہے کہ نہ صرف ہندوستان کی اچھی سے اچھی ریلویز
میں ہز اکزالٹیڈ ہائینس دی نظام اسٹیٹ ریلوے کا شمار ہے۔ بلکہ دنیا کی
فہرست میں نظام ریلوے بہ اعتبار اپنی تنظیم اور فائدہ کے ایک ممتاز حیثیت
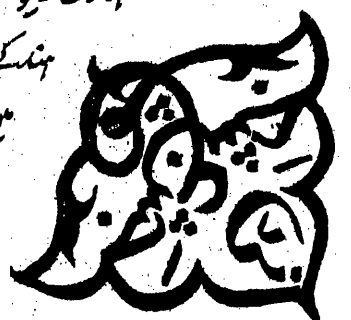
رکھتی ہے" بہت کم ہندوستانی ریلوے لائنس ایسی ہیں جو ہماری ریلوے لائنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ ہر سال حکومت ہند کی جانب سے انکا ایک اعلیٰ افسر جیسے۔ ٹس ۔جی آئی۔ کہا جاتا ہے۔ ہر ریلوے کا معائنہ اور لائن کی تنقیح کرتا ہے چنانچہ دیرینہ تجربہ کار افسر کی رائے ہماری ریلوے کے متعلق عموماً دوسری ریلویز کے لئے باعث مثال ہوتی ہے

ہمارے پاس بہت سے نئے اور اعلیٰ درجہ کے انجن اس پایہ کے ہیں کہ دوسری اچھی اچھی ہندی ریلویز کے انجنوں سے کسی طرح پیچھے نہیں۔ اسیطرح یہاں کے ریلوے افسر اپنی قابلیت اور تجربہ میں دوسرے ریلوے افسروں سے کسیطرح کم نہیں۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری ریلوے میں عہدہ داروں کی تنخواہیں اتنی معقول ہیں کہ ہر عہدہ دار نہ صرف محنت اور ایمانداری سے کام کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ بلکہ اپنی معقول تنخواہ کے مدنظر حتی الامکان محنت کرنے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتا۔ بالفاظ دیگر ہماری ریلوے کا اصول معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تنخواہ دیجائے اور ہر افسر سے زیادہ سے زیادہ کام لیا جائے اور شاید ہماری ریلوے کی ممتاز حیثیت ہونے کی ایک وجہ۔ اعظم تنخواہ اور اعظم کام کا اصول ہے۔

دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور پر آسائش ریلویز امریکہ میں ہیں۔ فرانس اطلانٹک ریلوے جو بحر اطلانتک سے بحر پاسفک تک دوڑتی ہے ریلوے انجینیرز کی قابلیت اور قوت ایجاد کا بہترین نمونہ ہے۔ نہ صرف اس ریلوے پر گاڑی کی رفتار (۸۰، ۹۰) میل فی گھنٹہ ہوتی ہے بلکہ اس رفتار پر گاڑی کے اندر بیٹھنے والے مسافروں کو ذرا بھی اس تیز رفتاری کی وجہ سے تکلیف نہیں ہوتی۔ اس ٹرین میں کھانے کے لئے ڈائننگ کارس کے علاوہ کتب خانہ کا ڈبہ بھی ہوتا ہے۔ اور پھر دوسرے ڈبہ میں لاسلکی نصب ہوتی ہے جس کے ذریعہ نہ صرف موسیقی کا لطف آتا ہے بلکہ دنیا کی تازہ ترین خبریں سنائی دیتی ہیں۔ ایک تیسرے ڈبہ میں حجام کی دوکان ہوتی ہے۔ اور چوتھے میں تاش اور شطرنج وغیرہ کے کھیلنے کا انتظام ہوتا ہے۔ سب سے پیچھے کا ڈبہ جس کے تین رخ کھلے ہوتے ہیں منظر دیکھنے کا مقام ہوتا ہے۔ انکے علاوہ گاڑی میں بیشمار بیڈروم بنے ہوتے ہیں جن میں مسافروں کے آرام و آسائش کا پورا انتظام ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسی ٹرین کو ہم ایک متحرک محل کہیں تو بیجا نہ ہوگا ہماری ریلوے اگرچہ کہ مذکرہ بالا امریکن ریلوے کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ اس سے کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ نہ اتنا لمبا سفر کرنا ہے اور نہ مقامی حالات اس قسم کی ٹرین دوڑانے کے متقاضی ہیں تاہم بھی ہماری ریلوے میں اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے سیلون ہیں کہ انکی ایک اسپشل ٹرین بنائی جائے تو ایک پرتکلف مکان کا نمونہ ہے۔ ہماری ریلوے کی صرف ایک ٹورسٹ کار نمبر ۱۱ کو ہی لیجئے اس میں ڈائیننگ سیلون کے علاوہ منظر دیکھنے کا مقام ہے جس میں رات کو مسافرین استراحت بھی کر سکتے ہیں۔ اعلیٰ درجہ کا حمام ہے۔ باورچیخانہ اور پیانٹری بھی ہے۔ اور بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں ایسی بنی ہوئی ہیں جن سے سفر میں بہت آرام پہونچتا ہے۔ کوئی شخص بھی اس سیلون کو معینہ کرایہ پر لیجا سکتا ہے۔ ان کے نرخ سکندرآباد کے اسٹیشن سوپرنٹنڈنٹ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ یا چیف کمرشیل منیجر کے دفتر سے بذریعہ خط معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

ہم اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ خدائے پاک جس نے ہم کو ہمارے بادشاہ ذیجاہ کی پچیس سالہ حکومت بابرکات کے تحت اس طرح رکھا کہ ہمارے ملک میں ہمارا بادشاہ ہم پر حکمراں ہے۔ ہمارے ہی افسر ہمارے ملک میں انتظام مملکت کے چلانے میں مالک کی وفاداری کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں ہمارا اسکہ رواں ہے ہمارے ہی ٹکٹ ہمارے اسٹیٹ میں چلتے ہیں اور ہماری ہی ریلوے میں ہم سینکڑوں میل کا سفر کرتے ہیں ایسے بادشاہ کی عمر دراز کرے اور خدا ہمیں اپنے شاہ کی گولڈن جوبلی منانے کی مسرت عطا کرے اور اسوقت تک ملک کے ہر محکمہ میں اور زیادہ ترقی ہو۔

مرتبہ محمد فاضل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صوبہ برار علاقہ نظام کی دلچسپ کہانی

جریدۂ اسٹیٹسمین (لندن) کی زبانی

مترجمۂ ایڈیٹر صاحب صبح دکن

برار کو ہضم کرنے کی کہانی ایک شرمناک واقعہ ہے، اس سلسلہ میں حکومت ہند نے جن جن ناجائز افعال کا ارتکاب کیا ہے اور تاج برطانیہ کے سب سے بڑے وفادار دوست کے ساتھ جو ہتک آمیز برتاؤ کیا ہے وہ ہماری قوم کے دامن پر ایک ایسا بدنما دھبہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں بہت کم ملے گی۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان میں اپنے مقبوضات بڑھانے کا ایسا ہوکا ہوگیا تھا کہ اس نے کبھی اس امر کی پروا نہیں کی کہ یہ مقبوضات جائز طریقہ سے حاصل کئے جارہے ہیں یا ناجائز طریقہ سے چنانچہ ۱۸۵۱ء تک الحاق کا بازار گرم رہا اور جس قدر دیسی ریاستیں تھیں ان کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کرلیا گیا تھا۔ اس کے ثبوت میں ہم ولیم سلیمن کا وہ بیان پیش کرسکتے ہیں جو اس نے اودھ کے بارے میں دیا تھا کہ اگرچہ ریاست کی انتظامی حالت خراب ہے لیکن حکومت ہند کو چاہیئے کہ اس کے انتظام کو درست کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اصلاح کی صلاحیت پوری طرح موجود ہے اور یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ ریاست جب تک ملحق نہ کرلی جائے گی اس کی حالت درست نہ ہوسکے گی لیکن ڈلہوزی نے ہمیشہ اصلاحات کے نفاذ سے انکار کیا اور بالآخر اس کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضات میں شامل کرلیا گیا۔ اسی طرح حیدرآباد پر بھی دانت تھے۔ کیونکہ اس کے بعض اضلاع بہت زیادہ زرخیز اور آمدنی کو بڑھا دینے والے موجود تھے اور اس مقصد کو پورا کرنے کی وقتاً فوقتاً کوششیں کی گئیں اور ایسے مواقع پیدا کئے گئے کہ جس سے حکومت کو الحاق کا ایک بہانہ ہاتھ آجائے۔ بدنظمی اور والی ملک کا پوری قابلیت کے ساتھ ریاست کا انتظام نہ کرسکنا کمپنی کا ایک سالہا سال کا آزمودہ حیلہ تھا۔ چنانچہ اسی بنا پر حیدرآباد کے رزیڈنٹ کے اس مطالبہ پر کہ حکومت ہند کو اصلاح ریاست کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ کلکتہ کے ارکان حکومت نے بہت کچھ لے دے کی اور فریزر پر یہ الزام لگایا کہ فریزر کی یہ تجویز محض اقتدار پسندی کی طمع پر مبنی ہے۔ چنانچہ تنگ آکر خود فریزر نے یہ الفاظ لکھے کہ میں یہاں نہ بھیجا جاتا تو زیادہ اچھا تھا اور ۱۸۵۳ء میں استعفا دیدیا۔ پھر جب سالار جنگ جیسا قابل آدمی حیدرآباد کی وزارت پر ممتاز ہوا تو اس کی راہ میں بھی روڑے اٹکائے گئے کہ کسی طرح ریاست میں اتنی قوت نہ پیدا ہوجائے کہ پھر ہم اس کو آسانی سے اپنی من مانی تجاویز نہ منوا سکیں۔

ڈلہوزی نے اس خیال کا اظہار کیا کہ حکومت کا منشا یہ ہے کہ جس سرزمین سے مالی منافع نہ ہو۔ وہاں اصلاحات جاری نہ کیے جائیں اور یہی خیال کہ صرف الحاق ہی میں ہمارا مالی فائدہ ہے اس کو اس بات سے روکتا رہا کہ حیدرآباد میں اصلاحات نافذ کرتا یا کم سے کم اس کو اس تباہ کن خرچ سے ہی خلاصی بخش دیتا جو کنٹنجنٹ افواج کے لئے اسے برداشت کرنے پڑتے تھے اور پھر لطف یہ کہ جب حیدرآباد کا خزانہ ان بیجا مصارف کو برداشت کرتے کرتے خالی ہوگیا اور رعایا اس طرح سے خون چوسے جانے کی متحمل نہ ہوسکی تو نظام سے کہا گیا کہ اپنی فوج کو برطرف کرکے یہ خرچ پورا کرو نہیں تو جو باپ دادا کا جمع شدہ ذخیرہ ہے اس میں سے ادا کرو اور اگر ان ذرائع میں بھی اس قدر گنجائش نہ ہو تو ان اخراجات کے برداشت کرنیکے لئے
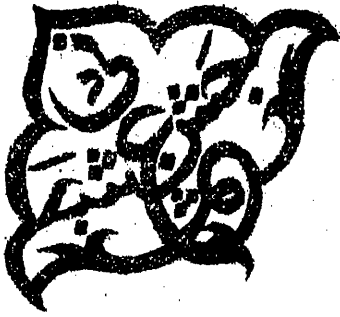
اپنے ملک کا سب سے زیادہ زرخیز حصہ کمپنی کو دے ڈالو۔ پھر جب نظام نے اپنی تباہی اپنے سامنے دیکھکر یہ خواہش ظاہر کی کہ کنٹنجنٹ فوج کو موقوف کر دیا جائے تو اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دے دیکر خاموش کر دیا گیا اور اس سے زبردستی تجویز شدہ ملک لے لیا گیا پھر اگر یہ برتاؤ کسی دشمن کے ساتھ ہوتا تو ممکن تھا کہ اہل سیاست کی نظروں میں جائز سمجھا جاتا لیکن اس سے زیادہ افسوس کی اور کیا بات ہوگی کہ یہ برتاؤ نظام حیدرآباد کے ساتھ کیا گیا جس نے ہمیشہ مشکل کے وقت ہمارا ساتھ دیا اور اگر اس کی مدد شامل حال نہ ہوتی تو ہندوستان میں انگریزی حکومت کا جمنا محال تھا۔

جب تک ہمیں نظام کی مدد کی ضرورت ہے ہم نے ان معاہدات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کی جو اس کے اور ہمارے درمیان ہوتے رہے لیکن جوں ہی ہم نے یہ محسوس کیا کہ اب نظام کی مدد کی ضرورت نہیں رہی ہم نے ان معاہدات کو پس پشت ڈالدیا اور انتہائی سیاسی بداخلاقی کا ثبوت اس طرح دیا کہ جب اس کو بیرونی دشمن سے لڑنا پڑا تو اس کو ایک آدمی یا ایک روپیہ سے بھی مدد نہ دی اور جب اندرونی بغاوت نے امن عامہ میں خلل ڈالا تو صاف انکار کر دیا گیا کہ امدادی فوج اس مقصد کے لیے نہیں رکھی گئی ہے (حالانکہ وہ خود اسی کے خرچ پر رکھی گئی تھی)

ایک وہ زمانہ تھا کہ فرانس سے جنگ کے خاتمہ پر جب پیرس میں عہدنامہ ہوا تو اس کی دفعہ گیارہ یہ تھی کہ نظام اپنی ریاست میں مستقل اور آزاد ہے۔ یہ ۱۷۶۳ء کی بات ہے۔ اس کے بعد ۱۷۶۶ء میں جب پھر لڑائی شروع ہوئی تو ہم نے نظام کو اپنا دوست بنا لیا اور ان سے پانچ اضلاع (شمالی سرکار) کے لیے جس کے عوض میں نوے ہزار پونڈ پیش کش دینا قبول کیا۔ نظام دراصل اس سے زیادہ بہتر چیز حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یعنی فوج کی امداد تاکہ ان کو اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے یک لخت اطمینان حاصل ہو جائے چنانچہ یہ فوج امدادی مقرر کی گئی جس کا مقصد یہ قرار پایا کہ وہ نظام کی ہر موقعہ پر مدد کرے۔ ۱۷۶۸ء میں جب ایک مرتبہ پھر لڑائی ہوئی تو معاہدوں کی تجدید کی گئی اور اس مرتبہ یہ طے ہوا کہ پیش کش گھٹا کر ستر ہزار کر دی جائے اور امدادی فوج کے اخراجات نظام اُٹھائیں۔ نظام نے منظور کر لیا کیونکہ ان کو فوج کی موجودگی پر بہت بڑا بھروسہ تھا۔ لیکن ضرورت کے وقت نہ تو امدادی فوج نے کوئی مدد کی اور نہ پیش کش ہی ادا کیا گیا۔

بہت دنوں تک معاملات اس حال پر نہ چھوڑے جا سکے کیونکہ نظام کی مدد کی ضرورت پھر پیش آئی ٹیپو سلطان سے پھر لڑائی شروع ہوگئی اور ضرورت اس بات کی ہوئی کہ نظام کو بہلا پھسلا کر ان سے معاہدہ کر لیا جائے چنانچہ حسب دلخواہ شرائط طے پائے۔ نظام اور انگریزی فوجیں ساتھ ساتھ لڑیں اور بالآخر میسور کی قوت کو بہت بڑی شکست ہوئی اس لڑائی کا اثر نظام پر بہت خراب پڑا ان کا خزانہ خالی ہوگیا اور فوج بھی کچھ بے ترتیب سی ہوگئی بیرونی دشمنوں کے لیے اس سے بہتر کوئی موقع نہ ہو سکتا تھا لیکن نظام بجائے فکرمند ہونے کے نہایت مطمئن تھا کہ اگر ضرورت پیش آئے تو انگریزی فوج جس کے وہ اخراجات برابر برداشت کر رہا تھا ضرور مدد کرے گی لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ نظام کی مدد کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھایا گیا۔ ۱۷۹۵ء میں نظام کی حالت کا اندازہ کر کے مرہٹوں نے حیدرآباد پر چڑھائی کر دی۔ نظام کی فوج تنہا جا کر لڑی اور نتیجہ وہی ہوا جو ایسی صورت میں ممکن تھا۔

نظام کو شکست فاش ہوئی اور انتہائی ذلت آمیز شرائط پر راضی ہونا پڑا۔ مرہٹوں نے چلتے چلتے یہ معاہدہ بھی لے لیا کہ انگریزی امدادی فوج موقوف کر دی جائے۔ حکومت ہند اپنے دوست کا یہ حال ٹھنڈے دل سے دیکھتی رہی اور اس نے اس کا بالکل خیال نہ کیا کہ اخلاقی اور سیاسی حیثیت سے اس وقت ان کے کیا فرائض تھے۔

ٹیپو والئی میسور کا خطرہ پھر نمودار ہوا اور اس مرتبہ پھر ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس بات کو محسوس کیا کہ اگر نظام کی مدد نہ کی گئی تو کم سے کم جنوبی ہند سے ان کی بے دخلی یقینی ہے اور پیش بینی کے طور پر یکم ستمبر ۱۷۹۸ء کو پھر ایک معاہدہ کیا گیا۔ اس معاہدہ کی رو سے نظام کی فرانسیسی فوج برطرف کر دی گئی اور اس کے بجائے امدادی فوج انگریزی رکھی گئی اور نظام نے اس کے اخراجات برداشت کرنا قبول کیا۔ ۱۷۹۹ء میں معاہدہ کے پانچ ماہ بعد ٹیپو سے لڑائی شروع ہوئی اور اس مرتبہ انگریزوں اور نظام کے متفقہ فوجیں ٹیپو کو ختم کرنے اور اس کی قوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے میں کامیاب ہو گئیں اب چونکہ ہماری حکومت کا مطلب نکل گیا تھا لہذا اس نے پھر آنکھیں پھیر لیں اور ممالک مفتوحہ کا نصف از روئے معاہدہ نظام کو دینے سے انکار کر دیا بلکہ وہ علاقے بھی مانگ لیے جو ۱۷۹۲ء کی لڑائی میں نظام کو دیئے گئے تھے اور امدادی فوج کا خرچ جو اب بڑھا کر ساڑھے نو ہزار کر دیا گیا تھا نظام کے سر رکھا۔ اس خرچ کی تعداد ۱۶ لاکھ ۳۰ ہزار پونڈ سالانہ تھی۔ نظام ان حرکتوں کے مقصد سے خوب واقف تھا اور سب کچھ جاننے کے باوجود وہ اس حفاظت کی ہر ممکن قیمت دینے کے لئے تیار تھا جسکی اسے انگریزی فوج کی طرف سے امید تھی لیکن اس قدر زبردست قیمت وصول کر لینے پر بھی اس کو اس حفاظت سے محروم رکھا گیا یہاں تک کہ جب خود اس کی سلطنت میں بعض لوگوں نے بغاوت کی تو فوجی امداد کے دینے سے انکار کر دیا گیا اور یہ عذر پیش کیا گیا کہ امدادی فوج اندرونی بغاوتوں کے فرد کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ اگر نظام کو ایسی ہی ضرورت ہے تو ایک اور فوج جو انگریز افسروں کے ماتحت ہو رکھی جائے جس کا مقصد اس قسم کی بغاوتوں کو فرو کرنا ہو اور اس فوج کا خرچ بھی نظام برداشت کریں۔

یہ تھی ابتدا اس فوج کی جس کو حکومت ہند کے ارکان نے اپنی مرضی سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو معقول فوجی عہدوں پر سرفراز کرنے کے لئے قایم کروایا تھا۔ ان کے اس مقصد کی تائید میں وہ رپورٹیں پیش کی جاسکتی ہیں جو اس کے اخراجات کے متعلق سرکاری طور پر مرتب ہوئیں اور جو عوام اور خواص کی زبانوں پر چڑھی ہوئی تھیں۔ اس فوج کی کل تعداد آٹھ ہزار تھی اور اس کا سالانہ خرچ قریب قریب چالیس لاکھ تھا جنرل لو نے ایک زمانہ میں سفارش کی تھی کہ اس کا خرچ کم کر دیا جائے لیکن اس کی شنوائی نہ ہوئی اور اگرچہ کلکتہ کے ارکان حکومت نے ایک مرتبہ اس امر کا وعدہ بھی کیا کہ جو جگہیں خالی ہونگی وہ بھری نہ جائیں گی اور اس طرح فوج کا خرچ کم کر دیا جائے گا لیکن اس وعدے کے ایفا کا موقعہ کبھی نہ آیا بلکہ ۱۸۵۳ء میں ڈلہوزی نے اس میں سے ایک آدمی بھی کرنے سے انکار کر دیا۔ جب نوبت یہاں تک پہونچی کہ نظام خرچ ادا کرنے کے قابل نہ رہا تو اخراجات برداشت کرنے کے لیے زمین کا مطالبہ پیش کر دیا۔ ان امور سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فوج کے قیام کا اصل مطلب اور اس کے اس قدر مسرفانہ مصارف کا حقیقی مقصد یہی تھا کہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بڑی بڑی فوجی نوکریاں دی جائیں اور جب نظام فوج کے اخراجات برداشت کرنے سے قاصر ہو جائے تو ان کا ملک یا اس کا ایک حصہ ہضم کر لیا جائے۔

نظام کچھ نہ تھا کہ وہ ان باتوں کو نہ سمجھے اس نے اس فوج کو

مقرر کرنے سے بالکل انکار کر دیا لیکن یہاں تو اس کا فیصلہ ہو چکا تھا کہ حکومت ہند اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لیے مختلف ترکیبیں سوچنے لگی چنانچہ پہلے اپنی مرضی کے مطابق وزیر مقرر کیے ان سے حسب دلخواہ کام نہ نکلا تو بالآخر چندو لال کو جو دفتر مال میں کارکن تھا پیشکار بنا کر جزو کل کا مختار بنا دیا۔ اب چونکہ وزیر..

انگریزوں کی مرضی کا تھا اس لیے بہت جلد اس مجوزہ فوج کے قیام کی منظوری لے لی گئی حالانکہ نظام نے ہمیشہ اس سے اختلاف کیا اور ناراضی کا اظہار کرتے رہے خود برطانوی حکام کی تحریروں سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ لارڈ مٹکاف ۱۶ مارچ ۱۸۳۲ء کی یادداشت میں لکھتا ہے کہ کنٹجنٹ فوج درحقیقت ہمارے اور راجہ چندو لال کے درمیان ایک مشترکہ کاروبار ہے اور سرفریڈرک کری نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اگر نظام ہم سے معاہدوں کی رو سے مطالبہ کرے کہ یہ فوج جس کا اس قدر خرچ ہے کس بناء پر رکھی گئی ہے تو ہم اس کا جواب نہیں دے سکتے۔" یہ خیال جو حکومت کی رپورٹوں کے ذریعہ سے پھیلایا گیا ہے کہ فوج نظام کی خواہش کی بناء پر رکھی گئی تھی بالکل غلط ہے کیونکہ جنرل فریزر ۲۶ جولائی ۱۸۴۲ء کی ایک تحریر میں لکھتا ہے کہ اگر نظام کو یہ خبر ہو جائے کہ وہ خود مختار ہیں تو سب سے بڑی خرابی یہ ہوگی کہ وہ کنٹجنٹ فوج کی موقوفی کا مطالبہ کریں گے کیونکہ وہ اس سے ناراض ہیں اور ہم کسی معاہدہ کی بناء پر ان کو فوج کے رکھنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔"

بہرحال بورڈ آف ڈائرکٹرز کی مرضی کے خلاف اور خود نظام والی حیدرآباد کے اختلاف کے باوجود آٹھ ہزار آدمیوں کی ایک فوج جو حالات زمانہ کے لحاظ سے بالکل فضول تھی کھڑی کر دی گئی جس نے نظام کا خون چوسنا شروع کر دیا اور پھر طرہ یہ کہ نظام کو ضرورت کے وقت اس فوج نے کبھی مدد نہ دی۔ افسروں نے اپنی طبیعت سے ایک قانون گڑھ لیا تھا جب تک یہ فوج انگریزی افسران کے تحت میں ہے اس وقت تک محض نظام کے حکم سے وہ ایک قدم بھی نہ بڑھائیگی جب تک رزیڈنٹ کی اجازت نہ ہو اور وہ اس بات کی تصدیق نہ کر دے کہ واقعی یہ موقعہ ایسا ہے جہاں اس فوج کی ضرورت ہے۔ اس طرح نظام کے پردے میں رزیڈنٹ اس فوج پر حکومت کرتا رہا لیکن اخراجات کا ناقابل برداشت بوجھ کمزور نظام پر پڑتا رہا۔ حالانکہ نظام ایک مرتبہ بھی اس فوج سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

حیدرآباد کی ریاست اس خرچ کو آخر کو آخر کہاں تک برداشت کرتی۔ اس کا خزانہ خالی ہو گیا۔ کرنل لو نے ۱۸۴۸ء میں یہ شکایت لکھکر بھیجی کہ اگر فوج کا خرچ ۴ لاکھ سے دو لاکھ پونڈ نہ کر دیا گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ پھر کام بالکل نہ چل سکے گا ۱۸۴۹ء میں ایک وزیر کا بیان ہے کہ "ایسی حالت میں جیسی کہ اب حیدرآباد میں ہے اگر آسمان سے کوئی فرشتہ بھی اتر آئے تو کچھ نہیں کر سکتا" جب کسی طرح خرچ نکلنے کی امید نہ رہی تو نظام کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی بے قاعدہ فوج کو موقوف کر دے چنانچہ تین ہزار آدمی برطرف کر دے گئے نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں بدامنی پھیل گئی اس لئے یہ اسکیم موقوف کر دی گئی لیکن فوج کا خرچ اٹل تھا۔ نظام کو قرض لینا پڑا اور یہ خرچ ۲۴ فی صدی پر ملا ایسی صورت میں ریاست بالکل دیوالیہ ہو گئی اور ساتھ ساتھ اس کی ساکھ میں بھی کمی آ گئی۔ قرض نہ ملنے کی صورت میں نظام نے اپنے جواہرات کے ذریعہ کام نکالا لیکن اس طرح بھی بہت دنوں تک کام نہیں نکالا جا سکتا تھا آخر ۱۸۵۱ء میں سراج الملک نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ سکندرآباد اور جالنہ کی جو آبکاری کی آمدنی ہے اور برٹش گورنمنٹ نے چالیس سال سے ہمیں نہیں دی ہے وہ اس طرف محسوب کر لی جائے لیکن ڈلہوزی نے اس تجویز کو نہ مانا اور رزیڈنٹ کو یہ ہدایت بھیجی گئی کہ رزیڈنسی کے خزانہ سے فوج کی تنخواہیں ادا کی جائیں۔

اور کل رقم نظام کے حساب میں لکھی جائے اس طرح نظام کے اوپر قرضہ بڑھتا گیا اور جب تنگ آکر حسابات کا مطالبہ کیا گیا تو ڈلہوزی نے ایک مراسلہ براہ راست نظام کے نام بھیجا جو ہرگز اس کے شایان شان نہ تھا بلکہ حد درجہ ذلت آمیز فقروں سے لبریز تھا چنانچہ اس کے مراسلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ "تم گورنمنٹ کو ناراض نہ کرو ورنہ وہ تم کو پائمال کر دے گی اور اگر تم فوج کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے تو اپنی عرب فوج کو موقوف کر دو نہیں تو شمالی صوبجات ہمارے سپرد کر دو تاکہ فوج کے اخراجات کی کفالت ہو سکے" حالانکہ خود ڈلہوزی نے بعد میں یہ اقرار کیا کہ سنہ ۱۸۰۰ء کے معاہدہ کی بنا پر نہیں از روے الفاظِ معاہدہ اور از روے مطلب معاہدہ اس امر کا کوئی حق نہیں ہے کہ نظام سے اس قسم کی کوئی فوج رکھوائیں"۔

بہر حال سنہ ۱۸۵۳ء میں وہ موقعہ آگیا جس کی تلاش مدت سے تھی۔ نظام کے سامنے قرضہ کا بل پیش کیا گیا اور عدم ادائیگی کی صورت میں ایک معاہدہ کا سودہ پیش کیا گیا جس کی رو سے نظام سے برار کے اضلاع کا مطالبہ کیا گیا۔ اب اس قرضہ کی اصلیت بھی سن لیجیے۔ کرنل ڈیوڈسن رزیڈنٹ حیدرآباد نے لکھا کہ "میری رائے میں اگر باقاعدہ حساب کیا جائے تو کوئی رقم نظام کے ذمہ نہیں نکلتی جس رقم کا مطالبہ کیا گیا تھا اس میں ۳/۴ وہ رقم تھی جو کنٹنجنٹ فوج کو دی گئی تھی اور تقریباً ۱/۴ اس رقم کا محض سود تھا۔ حالانکہ ہمارے اوپر نظام کا اصل روپیہ اس سے زائد تھا"۔ لیکن نظام کے اس مطالبہ کو کہ ہماری رقم جو نکلتی ہے وہ وضع کر دی جائے نہایت ٹھنڈے دل سے مسترد کر دیا گیا۔ اس معاہدہ کی گفت و شنید کے دوران میں نظام نے خواہش ظاہر کی کہ فوج مذکور موقوف کر دی جائے تو لو نے جواب دیا کہ "پھر آپ کو عربوں، بچوں اور روہیلوں کی شرارت سے کیونکر محفوظ رکھا جا سکے گا کیونکہ امدادی فوج یہ کام نہیں کر سکتی وہ بقول ڈلہوزی کے صرف اہم مواقع کیلئے ہے اور معمولی موقعوں کا سکتے یہ فوج ہے"۔ پھر ایک موقع پر نظام نے کہا کہ "فرض کرو کہ میں فوج کو موقوف کر دوں اور اس رقم کا انتظام کر دوں" تو لو نے جواب دیا "کہ تب بھی علاقہ مجوزہ کے تفویض سے آپ کو کوئی مفر نہیں"۔ اس سے ان تمام غلط بیانیوں پر روشنی پڑتی ہے جو حکومت نے سنہ ۱۸۵۴ء میں پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیں کہ نظام کے ذمہ ایک بہت بڑی رقم ہو گئی تھی اور نظام فوج کو علیحدہ کرنا نہیں چاہتے تھے اس سے ان کو بہت فائدہ تھا اور برار کو تفویض کر دینا ہی ایک معقول انتظام ہو سکتا تھا اور یہ تفویض نظام کی عین رضامندی سے ہوئی ہم نے ان کے اوپر بالکل زور نہیں ڈالا اور سالار جنگ کے اعتراض کا جو جواب حکومت نے دیا اس کی پول بھی کھل گئی کہ نظام کے سامنے جب دو صورتیں پیش کی گئیں تو انہوں نے زمیں دینا قبول کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ نظام اس معاہدہ سے بالکل خوش نہ تھے بلکہ ان کو مختلف قسم کی دھمکیاں دی گئیں تھیں۔ اگرچہ لو نے ان کی صراحت نہیں کی تاہم ۱۹ مئی سنہ ۱۸۵۳ء کو جو نوٹ اس نے کلکتہ بھیجا اور جس میں یہ لکھا تھا کہ بالآخر نظام معاہدہ پر دستخط کرنے پر راضی ہو گئے تاہم۔ اس میں ایک اور نوٹ مورخہ ۱۴ مئی کا ذکر کیا ہے جو اسسٹنٹ رزیڈنٹ کی طرف سے سراج الملک کو لکھا گیا تھا اس کا مضمون ذیل میں درج ہے۔

"نواب صاحب! رزیڈنٹ آج آپ سے ملنا چاہتے ہیں اس بات کی اطلاع دینے کے لیے کہ آپ نظام سے کہہ دیجیے کہ آج ہی کی ڈاک سے۔ رزیڈنٹ نے کلکتہ سے فوجی کارروائی کے لئے حکم منگوایا ہے اور میرا ایک بھتیجہ جو پونا میں ہے اس نے لکھا ہے نمبر ۷۸ ہائی لینڈر اور نمبر ۸۶ ہر میجسٹی رجمنٹ کو احکام مل چکے ہیں کہ وہ حیدرآباد کی طرف روانہ ہونے کے لیے تیار رہیں اور یہ واضح رہے کہ یہ فوجی کارروائی

علاقہ جات مجوزہ تک ہی محدود نہ رہیگی"

اس سے قبل خود رزیڈنٹ نے بھی ایک پوشیدہ خط کے ذریعہ نظام کو مطلع کیا تہا کہ اگر آپ معاہدہ کو منظور نہ کرین گے تو انگریزی فوجیں آپکے دارالسلطنت میں ہونگی کیا اس کو رضامندی کہا جاسکتا ہے ؟ انتہا درجہ کی دنائت کے ساتھ فوجی دھمکی دیکر ایک کمزور خیر خواہ سے معاہدہ کے اوپر دستخط لیے گئے۔ بہرحال نظام نے یہ دیکھکر کہ اب کوئی مفر نہیں کہ یا تو برار حوالہ کردو یا کل ریاست سے ہاتھ دھو بیٹھو اس نے بادل ناخواستہ معاہدہ پر دستخط کردیے ! اب کلکتہ کی حکومت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ سب سے زیادہ زرخیر حصہ لینے کے بعد بھی سیری نہ ہوئی اور لگی اس تفویض پر ہمیشگی کا جامہ پہنانے ۔ حالانکہ معاہدہ کی کسی دفعہ سے یہ نہیں نکلتا کہ برار ہمیشہ کے لئے انگریزی حکومت کو دیدیا گیا۔ لوکا بیان ہے کہ "جب نظام نے یہ سنا کہ ہمیشہ کے لیے برار مانگا جاتا ہے تو انہوں نے سختی کے ساتھ مخالفت کی اور میں نے یہ دیکھکر کہ کہیں اس لفظ کی وجہ سے تمام گفت وشنید ہی ناکام ہو جائے ، نظام سے کہا کہ مجھے معاہدہ کے اس حصہ کی نسبت اجازت دی گئی ہے کہ حسب ضرورت ترمیم کردون اور اگر آپ نہیں چاہتے کہ یہ علاقہ جات ہمیشہ کے لیے دیے جائیں تو آپ اتنے عرصہ کے لیے دیدیں جب تک آپ قیام فوج کی ضرورت سمجہیں "

برار ہمیشہ حیدرآباد کا حصہ سمجہا گیا اور اسی بنار پر وہ تجویز مسترد کردی گئی جس کی رو سے برار کمشنر ناگپور کے تحت میں چلا جاتا۔ مزید ثبوت کے لیے حکومت کا وہ خط ہے جو رزیڈنٹ کو ۵ ستمبر ۱۸۶۰ء کے معاہدہ کے دوران میں لکھا گیا تہا کہ" ان علاقہ جات میں ہم بطور خود مختار بادشاہ کے نہیں ہیں بلکہ والی حیدرآباد کی طرف سے انتظامی امور کو انجام دے رہے ہیں اور ان امور کی انجام دہی اسی وقت تک ہے جب تک کنٹجنٹ رکھی جائے گی اس کے بعد نہیں" اسی مراسلہ میں آگے چلکر لکھا گیا ہے کہ" ان علاقہ جات کی حیدرآباد سے علیحدگی بالکل عارضی ہے اور ایک خاص مقصد کے لئے ہے یعنی فوج کے اخراجات برداشت کرنے کے لئے جو امن قائم کرنیکے لئے رکھی گئی ہے ۔ اور حقیقتاً یہ علاقہ اب بھی حیدرآباد ہی کا حصہ ہے اور حیدرآباد کو اس وقت واپس کردیا جائے گا ۔ جب کہ فریقین اس عہد کی منوخی پر اتفاق کرین گے جس کی بنار پر یہ فوج رکھی گئی ہے "چونکہ یہ بات اظہر من الشمس تہی کہ یہ علاقہ عارضی طور پر لیا گیا ہے اس لئے جب سالار جنگ کے زمانہ میں ریاست کی حالت درست ہوگئی اور وہ اس قابل ہوگئی کہ وہ فوج کے اخراجات خود برداشت کرسکے تو اس نے یہ تجویز پیش کی اب حسب دفعات معاہدہ برار واپس کردیا جائے اور فوج کے اخراجات بدستور ریاست حیدرآباد دکن سے وصول کئے جائیں ۔

جب برار کے متعلق متعدد اپیلین کی گئیں تو تہوڑے دنون کے لئے خاموش کرنے کے واسطے ۱۸۶۰ء کا نیا معاہدہ کیا گیا اور تہوڑا سا حصہ واپس کردیا گیا اور باقی حصہ کے لئے یہی ظاہر کیا گیا وہ بھی عارضی طور پر حکومت ہند کے پاس رہیگا۔

دفعہ ۸ معاہدہ ۱۸۵۳ء کی رو سے حکومت کا فرض قرار دیا گیا تہا کہ وہ برار کے حسابات .... پیش کرے اور جو رقم زائد نکلے وہ نظام کو دیدے لیکن اس پر عمل نہیں کیا گیا چنانچہ سالار جنگ کی طرف سے واپسی برار اور حسابات کے متعلق جب اپیلین کی گئیں تو اون کو نہایت سخت الفاظ میں جواب دیا گیا کہ سالار جنگ کو چاہیے کہ اپنے خط وکتابت میں وہ زیادہ سنجیدگی اور ہوشمندی سے کام لیا کریں ۔

اس کے بعد شمس الامرا کو اتفاق سے سالار جنگ نے ۱۹ ستمبر ۱۸۶۲ء کو پھر واپسی برار کے لئے لکھا کہ .... بیورکے الحاق
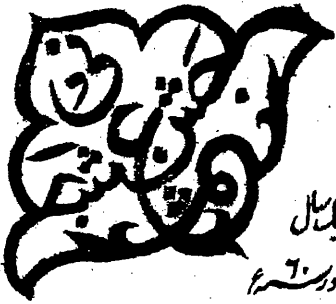
کی تجویز پر جو میں نے مطالبات کئے تھے وہ منظور نہیں ہوئے اور وہ دھبہ اسی طرح قائم رہا۔ اب تجویز یہ ہے کہ فوج کے اخراجات کے لئے نقد رقم کسی بنک میں جمع کردی جائے اور اس کے سود سے فوج کا خرچ اٹھایا جائے۔ اس خط کا جواب پورے ایک سال کے بعد یہ دیدیا گیا کہ ہم اس تجویز کو بوجوہ منظور نہیں کرسکتے اور اس کے علاوہ معاہدات ۱۸۵۳ء اور ۱۸۶۰ء کا اصل مقصد ارضی ضمانت لینا تہا اسپران دونوں مختاران ریاست نے پھر ۲۴ نومبر ۱۸۷۳ء کو ایک زبردست مراسلہ بھیجا اور اس میں یہہ لکہا کہ ہم نے بہت اچہی تجویز کی تہی لیکن جسمیں یہ بتایا گیا کہ ارضی ضمانت کے بجائے نقد مالی ضمانت قبول کرنے میں کیا قباحت ہے۔

اس خط کے سات ماہ کے بعد لندن سے جون ۱۸۷۴ء کو لارڈ سالسبری کا جواب آیا کہ ہم آپ کی تجویز منظور نہیں کرسکتے۔ لیکن چونکہ اس خط میں ۲۴ نومبر ۱۸۷۳ء کے خط کا حوالہ نہ تہا اسلئے وہ دبالیا گیا اور ویسے ہی اطلاع بھیجدی گئی وزیر ہند نے فیصلہ کرلیا ہے کہ آپ کی تجویز منظور نہ ہوگی۔ دوسری طرف مسٹر ایچیسن کو ۲۴ نومبر ۱۸۷۳ء کے خط کے ساتھ لندن بھیجا گیا۔ اور اس کے ساتہہ وہ تمام مواد بھی بھیجا گیا جو سالار جنگ کی مخالفت میں کام آسکتا تہا۔ مسٹر ایچیسن اس میں کامیاب ہوگئے اور سالسبری نے ۱۱ نومبر ۱۸۷۴ء کو خط لکھا جسمیں تجویز کے نامنظور کرنے کا ذکر تہا یہاں مختاران ریاست نے یہہ دیکھکر کہ ہمارے ۲۴ نومبر ۱۸۷۳ء کے جواب میں کوئی مدلل جواب نہیں آیا ایک اور مراسلہ مورخہ ۴ جولائی ۱۸۷۵ء سالسبری کو لکھا۔ یہ خط بہت طویل تہا اور اس میں گذشتہ دلائل کو دہرایا تہا۔ اس میں یہ بہی لکھا تہا کہ لونے کس طرح لفظ ودآتا کو بدلا اور ہم نے جو یہ تجویز پیش کی تہی کہ فوج کا ہم نقد انتظام کرتے ہیں وہ محض اس وجہ سے کی تہی کہ ہمیں یہہ خیال تہا کہ حکومت ہند کی مرضی اسکے رکہنے کی ہے ورنہ اگر ہماری تجویز منظور نہ ہوئی تو ہم حسب معاہدہ ۱۸۵۳ء فوج کو موقوف کردیں گے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو ریذیڈنٹ نے لکھدیا کہ آئندہ سے برار کے متعلق خط لندن نہ بھیجے جائیں۔ چنانچہ ان کے خط کلکتہ ہی میں روک لئے جاتے تھے۔ وزیر ہند کے پاس سالار جنگ کے دلائل جو وہ واپسی کے متعلق پیش کرتے تھے، پہنچتے ہی نہ تھے بلکہ ارکان حکومت کی رائیں جو اس مسئلہ کے مخالف ہیں پہنچ جاتی تہیں۔

آخر کار مختاران ریاست نے ۲۹ ستمبر ۱۸۷۵ء کو پھر ایک خط لکھا جسمیں یہ بیان کیا کہ یہ امر بہت ہی سخت ہے کہ برار کے معاملہ پر حکومت نے کوئی بحث ہی نہیں کی اور کوئی مدلل جواب بھی نہ دیا اور جو ہمارا خاص خط تہا جس میں تفصیل سے معاملہ سمجہا دیا گیا تہا اُسے لارڈ سالسبری نے پڑھا یا نہیں۔ یہ خط اس درخواست کے ساتہہ بھیجا گیا کہ رزیڈنٹ اوسکو کلکتہ بھیجدے۔ لیکن رزیڈنٹ نے اس خط کو واپس کردیا۔ دوبارہ اسی درخواست کے ساتہہ وہ خط رزیڈنٹ کو بھیجا گیا کہ بھیجدے لیکن رزیڈنٹ نے یہ لکھکر واپس کردیا کہ بہتری اسی میں ہے کہ اس پر خاموش ہوجاؤ ورنہ حیدرآباد اور حکومت ہند کے تعلقات خراب ہوجائیں گے۔

مختاران ریاست نے جب یہہ دیکہا کہ یہ راستہ بند کردیا گیا ہے تو انہوں نے ۱۷ اکتوبر کو براہ راست سکریٹری آف اسٹیٹ کو خط لکھا۔ اس کے پہنچنے پر حکومت ہند سے معاملہ کی تفصیل طلب کی گئی۔ یہ تفصیل اس طرح سے بھیجی گئی کہ اسکا پڑہنا مشکل ہوگیا۔ اور علاوہ اس تفصیل کے ساتہہ ایک خط مورخہ یکم جنوری ۱۸۷۵ء بھی بھیجا گیا۔ جس میں ہر ممکن طریقہ سے واقعات کو غلط روشنی میں پیش کیا گیا اور اس اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا کہ برار عارضی طور پر لیا گیا تہا۔ صرف اس قدر لکھا کہ ایک گذشتہ مراسلہ میں اس امر پر روشنی ڈالی جاچکی ہے کہ برار کی تفویض عارضی سمجھنا بالکل بے بنیاد اور غلط ہے چنانچہ یہ کارروائی بہی بار آور نہ ہوسکی اس لئے جو آخری صورت ممکن تہی وہ اختیار کی گئی کہ سالار جنگ نے خود لندن کے سفر کی تیاری کی تاکہ وہاں اصل واقعات کو پیش کرکے کوئی مفید مطلب نتیجہ حاصل کرنے کی کوشش کریں لیکن کلکتہ سے ایک خط لکہا گیا کہ سالار جنگ کو سیاسی معاملات پر گفتگو کا موقعہ نہ دیا جائے۔

چنانچہ یہ ترکیب بھی ناکام رہی۔ اتنا ضرور ہوا کہ چلتے وقت لارڈ سالسبری نے سالارجنگ سے یہ کہا کہ حیدرآباد جاکر برار کے مسئلہ کے متعلق ایک جدید بیان لکھکر بھیجو جس میں گذشتہ خط وکتابت کا بالکل حوالہ نہ ہو چنانچہ یہ بیان ڈسمبر ۱۸۷۶ء میں لکھا گیا لیکن رزیڈنٹ نے اس کے لینے سے انکار کردیا چونکہ اس زمانہ میں شاہی دربار ہونے والا تھا اس لئے رزیڈنٹ، سالارجنگ اور نظام (جو ابھی بچہ تھے) دہلی گئے۔ وہاں دفتر خارجیہ والوں نے نظام کی توہین کرنے کی کوشش کی لیکن یہ بات دبادی گئی۔ بہرحال سالارجنگ کا موخرالذکر بیان لارڈ لٹن کے سامنے پیش ہوا۔ یہ بیان چار ماہ تک وائسرائے کے پاس پڑا رہا۔ چار ماہ کے بعد وہ لندن بھیجا گیا لیکن اس کے ساتھ ایک خط کی نقل نتھی تھی جس کی نسبت یہ لکھا گیا تھا کہ اس بیان کے جواب میں حیدرآباد کو یہ خط لکھا گیا ہے لیکن وہ خط آج تک نہیں بھیجا گیا۔ اس لیے یہ معاملہ پھر کھٹائی میں پڑگیا۔ اس دوران میں امیر کبیر شمس الامراء کا انتقال ہوگیا۔

رزیڈنٹ اور حکومت ہند پر برار کے متعلق جو تقاضے ہو رہے تھے ان سے وہ تنگ آگئے تھے اس لیے یہ تجویز پیش کی گئی کہ ایسی کارروائی کی جائے کہ برار کے متعلق مطالبہ کیا ہی نہ جائے چنانچہ رزیڈنٹ اور حکومت ہند کی سازش سے وقارالامراء کو سالارجنگ کا شریک مختار بنادیا گیا۔ سالارجنگ نے اول اول مخالفت کی لیکن انکو یہ دھمکی دی گئی کہ اگر تم حکومت کی اس تجویز سے اتفاق نہ کروگے تو تم قید کرکے ملک بدر کردیا جائیگا مجبوراً سالارجنگ کو اتفاق کرنا پڑا اور سکندرآباد میں برطانی افواج کے حلقہ میں ۱۹ ستمبر ۱۸۷۷ء کو دربار کیا گیا اور اس میں وقارالامراء کے شریک مختار ہونے کا اعلان کردیا گیا۔ ہم لارڈ لٹن اور اس کے دفتر خارجیہ پر اس بات کا الزام رکھتے ہیں کہ اس نے کیوں ایسے اشخاص کو وزیر بنایا جس میں اس عہدہ کی اہلیت بالکل نہ تھی اور جس نے رزیڈنٹ کی بیوی کو رشوت دینے کی جرات کی تھی اور اس کی پاداش میں اس کو ایک عرصہ تک پبلک زندگی سے محروم کردیا گیا تھا۔ یہ شخص سالارجنگ کی اصلاحات کے بالکل مخالف تھا۔ ایسے شخص کو مقرر کرکے حکومت ہند نے اپنے وفادار دوست کو بہت بڑا نقصان پہونچایا۔

وقارالامراء کے تقرر کے بعد ہی حکومت ہند کے منشا کے مطابق کام ہونے لگا۔ سالارجنگ کے اوپر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ برار کا مطالبہ محض اپنے اعزاز کو بڑھانے کے لیے کرتے ہیں۔ چونکہ وہ اپنی اصلاحات کی وجہ سے امراء میں مقبول نہیں ہیں اور نظام بھی انکو نہیں چاہتے، اس لیے وہ چاہتے ہیں کہ برار کی واپسی کا سہرا انہیں کے سر رہے اور اس طرح وہ نظام اور امراء سلطنت کی نظروں میں معزز ہوجائیں۔ وقارالامراء نے یہ مشہور کرنا شروع کردیا کہ امیر کبیر شمس الامراء ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ برار واپس کردیا جائے وہ تو محض ضابطہ کی کارروائی پوری کرنے کے لیے اپیلوں پر دستخط کردیا کرتے تھے۔

جب رزیڈنٹ نے وقارالامراء کو سالارجنگ کے راستہ میں کھڑا کردیا تو اس نے مسٹر آلیفینٹ کو جو سالارجنگ کا سکریٹری تھا زبردستی الگ کروادیا اور اس طرح سالارجنگ سے ایک بہت بڑا ہتھیار چھین لیا۔ جب سالارجنگ ہر طرح ہمت کر دے گئے تو وزیر ہند کے پاس سے ۲۸ مارچ ۱۸۷۸ء کو یہ جواب آیا کہ جب تک نظام نابالغ ہیں اس وقت تک برار کے مسئلہ کو نہ چھیڑا جائے۔

یہ ہے مختصر سی کیفیت اس واقعہ کی جس کی نظیر کسی تاریخ میں نہیں مل سکتی اور کسی قوم کے افراد نے اور کسی حکومت کے ارکان نے اپنے فائدہ کی غرض سے کمزوروں پر اسقدر زیادتی نہیں کی لیکن نظام سے ایک ملک لیکر فوج رکھی اور ضرورت کے وقت مدد نہ دی۔ پھر اندرونی بغاوت کے وقت اس کے ایک وزیر کو ملاکر اس سے دوسری فوج رکھوائی جس کے مصارف اس قدر رکھے کہ وہ دیتے دیتے عاجز آگیا جب یہ صورت ہوئی تو زبردستی برباد کر ڈالنے اور فنا کر دینے کی دھمکی دیکر ایک ملک اور لیا اور اطمینان دلایا کہ محض عارضی طور پر لیا جارہا ہے پھر جب اس ملک کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تو مطالبہ کرنے والوں کو ہر طرح کی دھمکیاں دیں اور جب وہ اس سے بھی باز نہ آئے تو ان کے راستے اسطرح مسدود کر دیے کہ وہ مطالبہ کر ہی نہ سکیں اور ریاست میں اسقدر بدانتظامی پھیلائے جا جس سے دنیا والوں کے سامنے یہ کہا جاسکے کہ ہمارے ماتحت رعایا کو امن کی عادت ہوگئی ہے۔ ایسی بدنظم ریاست میں ہم ان کو کیسے واپس دیدیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عہد عثمانی میں سررشتہ کوتوالی اضلاع کی تنظیم و ترقی

از مولوی سید مبارک صاحب بی۔ اے۔ ناظم معلومات عامہ

اعلیحضرت بندگانعالی کا مبارک دور حکومت جس کے (۲۵) سال گزر جانے کے بعد اب ہم جشن سیمین منا رہے ہیں اصلاحات اور ترقیوں کا ایک درخشاں زمانہ رہا ہے اس دور میں رعایائے ملک سرکار عالی کی فلاح و بہبود کے تمام سررشتوں میں غیر معمولی اصلاح و ترقی ہوئی سررشتہ کوتوالی بھی ترقی کی برکتوں سے محروم نہ رہا۔ ان تمام ترقیوں میں ہم سر اکبر حیدری کی ذہانت اور دوربینی سے بھی انکار نہیں کر سکتے جو ہماری ریاست کے آمد و خرچ کا ایسا عمدہ موازنہ تیار کرتے رہے کہ سررشتہ جات میں اصلاح و ترقی کے لئے مالی گنجائش نکل آتی رہی اور اس کے گزشتہ چند سالوں سے جو عالمگیر تجارتی کساد بازاری کا دور شروع ہوا ہے ریاست کے مالیہ کی کشتی کسی نہ کسی طرح سر اکبر حیدری کی کارروائی تجربہ اور حکمت عملی کیوجہ سے خسارہ کی چٹانوں سے بچکر نکل آئی سررشتہ جات کی ترقی اور اصلاح کے لئے جو مالی تدابیر درحقیقت وجود میں آئیں وہ سر اکبر حیدری کی اس تجویز کا نتیجہ ہیں جس کو اصطلاحاً مالیات کی سبیل بندی کہا جاتا ہے جس کی رو سے ہر محکمہ کے لئے چند سالوں کی رقم معین کر دی جاتی ہے اور اس رقم کے اندر سررشتہ کو اصلاح و ترقی کی وسیع گنجائش چھوڑ دی جاتی ہے۔ مالیات کی اس مستحکم حکمت عملی سے سررشتہ کوتوالی نے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔

سررشتہ کوتوالی اضلاع اب جو ایک منظم باضابطہ اور رعایا کی خدمت گزار جماعت کی شکل میں نظر آتا ہے یہ کوئی ایک دن کا کام نہ تھا۔ اس سررشتہ کی تنظیم آہستہ آہستہ اور اچھی طرح سے غور کئے ہوئے اصلاحات سے ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں مسٹر ہنکن آنجہانی کا نام ہمیشہ درخشاں رہیگا کہ انہوں نے جمعیت پولیس کو منظم کر دیا۔ مسٹر ہنکن سے پہلے جمعیت کوتوالی ایک غیر منظم ہیولی تھا جس میں ضبط اور باقاعدگی کا فقدان تھا۔ مسٹر ہنکن پیدائشی کوتوال تھے انہوں نے اس ہیولے کو آہستہ آہستہ تشکیل دیتے ہوئے اپنے زمانہ میں بہترین جمعیت پولیس کی صورت میں ڈھال دیا۔ یہ ان کے فطری شغف اور انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آج تک ہنکن صاحب کا نام عمدہ کارگزاری کے لئے قریہ قریہ میں زبان زد خلایق ہے جس زمانہ میں ہنکن صاحب نے سررشتہ کوتوالی کی باگ سنبھالی تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں جرائم کی کثرت تھی۔ کوتوالی کچہریوں کے لئے کوئی سرکاری عمارت نہ تھی اور سررشتہ کے حسابات مایوس کن الجھنوں میں تھے۔ عہدہ داروں کی وردیاں رنگ برنگ اور مختلف الوضع تھیں۔ جن میں سے اکثر نمایاں ہراجوں میں سے خریدی گئی تھیں بیٹ (چابک دورہ) اور بیٹرول (طلایہ) خود مختار جمعداروں کی مرضی اور خوشی پر منحصر تھا۔ رشوت ستانی اور استحصال بالجبر کا بازار گرم تھا ان تمام نقائص کی اصلاح مسٹر ہنکن نے کی جمعیت کوتوالی کی معیاری تعدادیں مقرر کیں جرائم کی
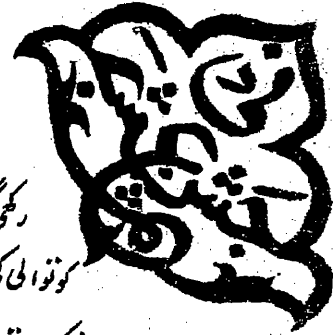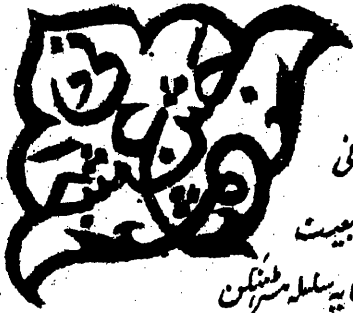
سراغرسانی اور انسداد کے لئے مناسب تدابیر اختیار کیں۔ ڈاکوؤں کو دبوچا گیا جرائم پیشہ فرقوں کو گرفتار کیا گیا۔ باقاعدہ بیٹ اور پٹرول مقرر ہوئے۔ بدکردار اشخاص پر نگرانی رکھی گئی ان تمام انتظامات سے رعایا نے امن اور سرسبزی کا مسرت بخش دن دیکھا اور جمعیت کوتوالی کی حفاظت میں وہ اطمینان اور بے فکری کی زندگی بسر کرنے لگے ترقی اور اصلاح کا یہ سلسلہ مسٹر ٹنکن کے وظیفہ پر جانے کی وجہ تھوڑے سے وقفہ کے بعد پھر مسٹر آرم اسٹرانگ کے اعلیٰ کردار کی طاقت اور عزم کی مضبوطی نے، کوتوالی اضلاع میں بلند اخلاق کی ایک نئی روح پھونک دی انہوں نے بھی سررشتہ کے داخلی انتظامات میں بہت سے تغیرات کئے جس کی وجہ سے سررشتہ ایک کل کی طرح کام کرنے لگا۔ مسٹر آرم اسٹرانگ کے بعد اس سررشتہ کی قیادت مسٹر ہالنس کے ہاتھ میں آئی جن کا وسیع تجربہ جوش عمل، حکمت عملی اور جوہر قیادت کی وجہ سے اس سررشتہ میں تازہ جان پڑ گئی۔ عہدہ داروں اور جمعیت کی اصلاح کے لئے انہوں نے ذاتی طور پر جدوجہد شروع کی اور انھیں رعایا کے خادم کی حیثیت سے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو جتایا جس کے بہت اچھے نتائج جرائم کے انسداد و تفتیش تحقیقات اور مقدمات کے چالانوں میں صاف نمایاں ہو رہے ہیں سررشتہ کے عہدہ داروں اور جمعیت کے لئے قیصر اکنہ کا ایک بڑا پیش نامہ مرتب کیا گیا ہے جس کا کام آغاز ہو چکا ہے اس سے بہت ضروری آسانیاں مہیا ہو جائیں گی۔ اور نہ صرف جمعیت میں خودداری کا احساس پیدا ہوگا بلکہ جمعیت کو بہ حیثیت جمعیت کے اپنی طاقت کا خاص احساس اور اعتماد پیدا ہو جائے گا اس کے ساتھ ساتھ کارکردگی اور سررشتہ کے وقار میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت بندگان عالی کے دور حکومت کا یہ کارنامہ بھی جمعیت کوتوالی کی دعاؤں کا باعث ہوا کہ اس روشن دور میں جوانان کوتوالی کی تنخواہ آٹھ اور نو روپیہ سے بڑھ کر گیارہ، بارہ، تیرہ، چودہ روپیہ مقرر ہوئی۔ اور پھر اس پر اضافہ کر کے پندرہ، سولہ ساڑھے سولہ اور سترہ روپیہ ماہوار مقرر ہوئی۔ تنخواہ میں اس اضافہ سے جمعیت کے کم مواجب ملازمین بہت سی ترغیبوں سے محفوظ ہے جن کا قلیل تنخواہ کی جمعیت میں بڑا اندیشہ رہتا ہے۔

ایک دوسری تجویز کے مطابق عہدہ داروں کی تنخواہ میں بھی اضافہ ہوا جس سے اب ان کی حالت پہلے کی بہ نسبت بہت بہتر ہو گئی ایک اور اصلاح اس امر سے بھی ہوئی کہ گزٹیڈ درجے کی ۵۰ فی صد ملازمتیں حیدرآباد سول سروس کے کامیاب امیدواروں کے لئے محفوظ کر دی گئیں اس تجویز سے بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور عمدہ کردار کے نوجوان اس سررشتہ میں مددگار مہتمم کی حیثیت سے شریک ہوں گے۔

اس شاندار دور حکومت میں جمعیت کوتوالی کے سکھ ملازمین کے لڑکوں کے لئے ایک مدرسہ کھولا گیا۔ کوتوالی کے سکھوں کے شعبہ میں ملازمتیں موروثی ہیں اس لئے سکھوں کے بچوں کو جو آئندہ چل کر سررشتہ کی ملازمت کریں گے تشفی بخش تعلیم، قواعد کی مشق اور ضبط کا احساس جتنا اہم ہے ظاہر ہے اس اصلاح کے فوائد نمایاں ہونے لگے ہیں کہ سکھوں کا وہ پہلا سا غیر منظم جتھا اب جمعیت کوتوالی کا ایک مفید و عمدہ تربیت یافتہ شعبہ ہے۔

پولیس ٹریننگ اسکول کی جدید ترین طریقہ پر بالکلیہ جدید تنظیم کی گئی۔ اساتذہ کی تعداد کافی بڑھا دی گئی۔ اس کو اور ترقی دینے کے تدابیر زیر غور ہیں۔ اس اسکول میں کوتوالی اضلاع کے عہدہ دار اور اشخاص کے علاوہ کوتوالی بلدہ کے عہدہ دار بھی زیر تعلیم رہتے ہیں۔
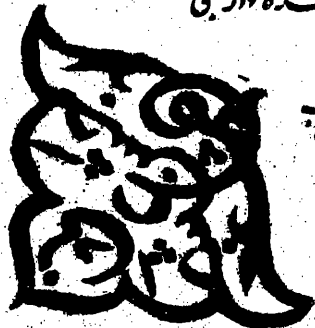
جرائم پیشہ فرقوں کے بہت سے افراد آزادی کے ساتھ ملک میں جرائم کا ارتکاب کرتے پھرتے تھے، قانون جرائم پیشہ کی تحت ان پریشان کن افراد کو لگام میں

پابند کردیا گیا اور بہت سے آوارہ گرد فرقوں کو بڑے آبپاشی کے کاموں میں
لگادیا گیا بنگال کی جرائم پیشہ آبادی کو مختلف پیشوں سے روشناس کیا گیا جہاں
اب تین ہزار کے قریب خطرناک مجرم کاشتکاری کرکے حلال روزی کمارہے ہیں اور امید ہے کہ
مستقبل میں یہ ایک اچھے شہری بن جائیں گے۔

ہر ضلع کے مستقر پر مسلح محفوظ دستوں کی بالکلیہ تنظیم جدید کی گئی وہ اب اپنے قواعد اور احساس و ضبط سے فوج باقاعدہ کا ایک جز نظر آتے ہیں اور ضرورت کے وقت ان سے فوجی کام لیا جاسکتا ہے اور دستہ کی قواعد کا کام فوج کے تجربہ کار نان کمشنڈ عہدہ داروں سے لیا جاتا ہے جن کی خدمات سررشتہ کوتوالی میں منتقل کرلی گئی ہیں۔

پولیس کی سوارہ فوج کی تنظیم ۱۹۳۵ء میں اعلیحضرت بندگان عالی کی منظوری سے شروع ہوئی اور اس نئی تجویز کی رو سے پرانا سلحداری کا طریقہ مسدود کردیا گیا جو پہلے سواروں کے بے قاعدہ جتھے کی صورت میں تھا اور وہ اپنی تنخواہ لینے کی سوا اور کوئی خدمت نہیں انجام دیتے تھے لیکن اب سوارہ پولیس پوری طرح سے تربیت یافتہ اور تمام مقاصد کے لئے مسلح ہے۔

سررشتہ کوتوالی میں "نشان انگشت" کا ایک شعبہ قائم ہے جو بہت مفید کام کررہا ہے۔ نشان انگشت کے نمونے نہ صرف ریاست ہی کے مختلف مقامات سے بلکہ برطانی ہند سے بھی وصول ہوتے ہیں جن کی تحقیقات اور تجسس کے بعد عادی مجرمین کی شناخت کی جاتی ہے محکمہ خفیہ پولیس مسٹر گیبر، مسٹر گوڈ، مسٹر ہنٹ اور مسٹر اینڈرسن جیسے قابل افراد کے ہاتھوں میں رہا اپنی اعلی کارگزاری کی وجہ سے اس محکمہ نے بڑی شہرت حاصل کی ہے اور مختلف نوعیت کی وارداتوں میں کامیاب نتائج حاصل کرنے میں اس نے غیر معمولی جدوجہد کی ہے۔

اعلیحضرت کے اس شاندار دور حکومت میں جمعیت ۱۲ ہزار ۵۲ سے ۱۳ ہزار ۷۵۹ ہوگئی یعنی اس میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کا اضافہ ہوا اور سررشتہ کے مصارف جو ۱۹۱۱ء میں ۲۶ لاکھ تھے ۱۹۳۶ء میں ۵۲ لاکھ ہوگئے جو پہلے کی بہ نسبت دوگنے ہیں۔ پولیس کی کیمپوں کی تعداد میں تگنا اضافہ ہوا جس سے رعایا کو پولیس کے عہدہ داروں تک آسانی سے رسائی ہوسکتی ہے۔ تفتیش کا کام کم درجے کے عہدہ داروں سے نکال لیا گیا اور زیادہ ذمہ دار عہدہ داروں کے سپرد کیا گیا اب ایک منتظم کوتوالی کا حلقہ بہ نسبت پہلے کے بہت چھوٹا ہے اور چند منتظموں کے اوپر سرکل انسپکٹر مقرر کئے گئے جو منتظمین کے کاموں کو جانچتے اور مشکلات میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ سرکل انسپکٹروں کی طرح مددگار مہتمم کا عہدہ بھی جدید طور پر قائم کیا گیا ہے جو ایک گزیٹیڈ عہدہ ہے اس سے مہتمم کے بے شمار فرائض میں نہ صرف مدد ملتی ہے بلکہ نگرانی اور امداد میں یہ عہدہ اور بھی مفید ثابت ہوا اس طرح سررشتہ کوتوالی اضلاع کے ہر شعبہ میں دور عثمانی کے برکات اصلاح اور ترقی کی شکل میں نمایاں اور موثر ہیں۔

نمایش گاہ باغ عام

بارگاہ خسروی سے حکم ہوا کہ ملکی صنعت و حرفت کی حفاظت کے لئے ایک لاکھ روپیہ کے صرفہ سے نمایش گاہ تعمیر کی جائے (جریدۂ اعلامیہ مورخہ ۳۱ فروردی ۱۳۳۲ف)۔ ۱۳۳۳ف میں اس کی تعمیر مکمل ہوگئی اور اس کا نام نمایش گاہ عثمانیہ رکھا گیا۔ ۱۰ شہریور ۱۳۲۷ف مصنوعات ملکی کی نمایش کا افتتاح ہوا اور ۲۲ شوال ۱۳۳۷ھ کو اس عجائب خانہ کا افتتاح حضرت اقدس و اعلی مدظلہ العالی نے فرمایا۔

نظام پیالیس دہلی

حسب فرمان خسروی ۱۳۳۶ف میں نئی دہلی میں نظام پیالیس تیار کیا گیا جس کے مصارف (۔۔۔ لاکھ) ہوئے ہیں۔

قیام مدرسہ و دارالاقامہ جاگیرداراں

حسب فرمان خسروی مرقومہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۴۱ھ کو بیگم پیٹھ میں جاگیرداروں کے لڑکوں کے لئے جاگیردار کالج اور دارالاقامہ کا قیام عمل میں آیا۔

لاسلکی نشر اور حیدرآباد
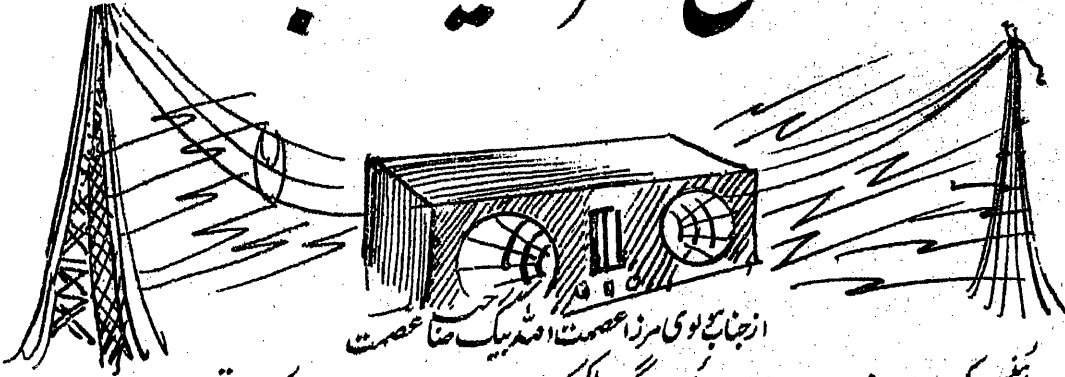
از جناب مولوی مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب عصمت

دنیا میں سائنس کی بدولت ہزاروں ایجادیں ہوئیں۔ مگر لاسلکی کی ایجاد سب سے زیادہ حیرت ناک اور تعجب خیز ہے پیشتر اس کے کہ لاسلکی کے متعلق کچھ بیان کیا جائے۔ یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ جب ہم آپس میں بات چیت کرتے ہیں یا جو آواز ہمارے منہ سے نکلتی ہے۔ اس سے ہوا میں موجیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو سامعین کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر سماعت کے اعصاب کو متاثر کرتی ہیں جس سے ہم وہ آواز سنتے ہیں۔

ہماری آواز کی موجیں تھوڑی دور تک تو طاقت کے ساتھ جا سکتی ہیں۔ مگر جوں جوں فاصلہ بڑھتا جاتا ہے۔ وہ موجیں کمزور پڑتی جاتی ہیں۔ اور تھوڑی دور جانے کے بعد وہ زائل ہو جاتی ہیں۔ اس طرح ہم صرف دو سو یا تین سو فٹ فاصلہ کی آواز اچھی طرح سن سکتے ہیں اور اگر بہت زیادہ فاصلہ ہو تو وہ آواز ہمارے کان تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس کے علاوہ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر بہت سے آدمی ایک جگہ تقریر کر رہے ہوں یا گا رہے ہوں تو یہ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ ہم جس تقریر یا گانے کو سننا چاہیں اس کو منتخب کریں۔ اور دوسری تقریروں یا گانوں کو نہ سنیں۔ اسلئے کہ ہماری سماعت میں یہ "انتخابی وصف" نہیں ہے۔ کہ ایک کو سنیں اور دوسرے کو نہ سنیں۔

ان کمزوریوں کو رفع کرنے کے لئے ماہرین سائنس نے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا۔ کہ بات کرنے والا ہزاروں میل فاصلے پر کیوں نہ ہو۔ مگر چشم زدن میں اس کی آواز ہمارے کانوں تک بغیر کسی دقت کے پہنچ جاتی ہے۔ پھر مختلف مقامات پر تقریریں ہو رہی ہوں۔ گانے گائے جا رہے ہوں۔ ہم جس تقریر کو چاہیں۔ یا جو گانا سننا پسند کریں انتخاب کر کے نہایت سہولت سے سن سکتے ہیں۔ اور وہ آوازیں ایک دوسرے سے ملکر کبھی غلط ملط نہیں ہونے پاتیں۔

یہ سہولت "برق" کے استعمال سے حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ ماہرین سائنس نے برقی مقناطیسی موجوں کا ذریعہ اختیار کیا ہے جنکی رفتار تقریباً دو لاکھ میل فی ثانیہ ہے۔ موجوں کی اس تیز رفتاری نے وقت اور فاصلے کی دقتوں کو رفع کر دیا۔ اور دنیا کے عرض و طول یا چاروں سمتوں کو سمیٹ کر مختصر کر دیا ہے۔

دنیا کا قطر تقریباً (۸۰۰۰) آٹھ ہزار میل ہے۔ اسلئے اس کی گولائی کا دور (۲۵۰۰۰) پچیس ہزار میل سے کچھ زائد ہوتا ہے۔ اگر ہم زمین کے اس دور کو موجوں کی رفتار سے تقسیم کریں (۲۵۰۰۰/۲۰۰۰۰۰) تو معلوم ہوگا کہ صرف ایک سیکنڈ کے ⅛ حصہ میں ہماری آواز سطح عالم پر گردش کر جاتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص طیارہ یعنی ہوائی جہاز میں بیٹھکر اسی رفتار سے دنیا کے گرد چکر لگائے تو وہ ایک سیکنڈ میں دنیا کے ۸ چکر لگا سکتا ہے۔

لاسلکی کے ذریعے جو آواز ہمارے کانوں میں پہنچتی ہے۔ وہ بولنے والے کی اصلی آواز

نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح برقی رو بجلی کی روشنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
اور جبابوں میں روشنی پیدا کر دیتی ہے۔ اسی طرح آواز بھی برقی رو میں تبدیل ہو جاتی
ہے پھر اُس کے گرد برقی مقناطیسی موجیں پیدا ہو جاتی ہیں جو تیز رفتاری سے فضا میں ہر طرف
پھیل جاتی ہیں۔ اور جب یہ موجیں کسی تنے ہوئے تار سے ٹکراتی ہیں تو اس میں بھی اُسی قسم کی برقی رو پیدا
کر دیتی ہیں۔ اب اس رو کو ایک خاص ذریعہ سے پھر آواز میں منتقل کر لیتے ہیں۔ جسے ہم ریڈیو کے ذریعے عام طور پر سنتے رہتے ہیں۔
جہاں آواز کو اس قسم کی موجوں میں تبدیل کرنے کا انتظام ہے۔ اُس مقام کو نشرگاہ کہتے ہیں نشرگاہ میں تقریر کرنے والا شخص
میکروفون (MICROPHONE) کے آگے کھڑا ہو کر ایک ایسے کمرہ میں تقریر کرتا ہے جسکے چھت۔ دیواروں اور دروازوں میں بلوٹنگس
لگا ہوا ہوتا ہے تاکہ جو آواز منہ سے نکلے وہ کمرہ میں گونجنے نہ پائے۔ یہ میکروفون آواز کی موجوں کو برقی رو میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پھر یہ برقی رو نشرگاہ کے
متبادل رو پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اور ایریل (AERIAL) میں سے گذر کر فضا میں اُسی تعداد کی برقی موجیں پیدا کرتی ہوئی چشم زدن میں
دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل جاتی ہے۔ اب اس رو کو پھر آواز میں منتقل کر کے وصولی آلوں کے ذریعے عام طور پر سنتے رہتے ہیں۔ سنہ ۱۸۶۳ء میں سب سے
پہلے کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر میکویل (MAXWELL) نے یہ خیال پیش کیا تھا کہ نور کی شعاعیں بھی برقی مقناطیسی موجوں کی ایک قسم ہیں۔
اُس کے بیس سال بعد پروفیسر ہرٹز (HERTZ) نے برقی مقناطیسی امواج کو پیدا کر کے میکویل کے اس نظریہ کو ثابت کر دیا۔ اُس کا تجربہ
نشرگاہ کا ایک بنیادی پتھر تھا۔ جس نے برقی موجیں پیدا کرنے۔ اور اُن کے وصول کرنے میں ایک کامیاب شکل پیدا کر دی۔
ہرٹز کے اس تجربہ نے متعدد مراحل طے کرنے کے بعد اس قدر ترقی کی کہ بالآخر نشریات کامیاب ہوئیں۔ اور اس کامیابی کا
سہرا اطالوی سائنس دان مارکونی کے سر رہا۔ مارکونی نے اس میں بہت کچھ ترمیم اور اضافہ کیا ہے۔ اُسنے دیکھا کہ اگر پرانے طریقہ پر کاربند
ہوں تو پیام رسانی نہایت ہی کم فاصلہ تک کی جاسکتی ہے۔ اسلئے اُسنے نشرگاہ پر ایریل لگانا کا طریقہ ایجاد کیا جس سے پیام رسانی دور
دور تک ہونے لگی۔ چنانچہ اس کے ہی مدد سے ۱۹ ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء کو ممالک متحدہ امریکہ کے صدر جمہوریہ مسٹر روزلٹ نے امریکہ سے ایک
لاسلکی پیام شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم کے نام روانہ کیا پھر سنہ ۱۹۰۸ء میں برطانوی جزائر اور کنیڈا کے درمیان بے تار کی پیام رسانی کے اسٹیشن
قائم کئے گئے۔ اور سنہ ۱۹۲۰ء میں سب سے پہلے جیمسفورڈ کا گانا نشر ہوا۔ اس کے بعد تو پھر ہر مقام پر نشرگاہیں قائم ہونا شروع ہو گئیں۔
ان کے عام مقبولیت اور ترقیوں کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ سنہ ۱۹۲۵ء میں یورپ میں صرف ۵۰ نشرگاہیں تھیں جن کی
طاقت ۶۰ کلوواٹ تھی۔ اور اب تقریباً (۳۱۰) نشرگاہیں ہیں اور انکی طاقت تقریباً پانچ ہزار کلوواٹ ہے۔
آج سے تقریباً دس بارہ سال پیشتر ہندوستان میں بھی لاسلکی جانب توجہ کی گئی۔ اور بمبئی میں انڈین براڈکاسٹنگ کے نام سے
ایک نشرگاہ قائم کیگئی۔ جس کے اخراجات ایک کمپنی برداشت کرتی تھی مگر چندروز نشریات وغیرہ کے اخراجات کا بار اس قدر پڑا کہ کمپنی اس کے
برداشت کرنے کی متحمل نہ ہوسکی آخرکار اُسنے اعلان کرنا پڑا کہ ۲۸ فروری سنہ ۱۹۳۰ء سے یہ نشرگاہ بند کر دی جائیگی مگر گورنمنٹ نے اسے وقت
مدد دی۔ اور حکومت ہند نے بر موقعہ دستگیری کر کے اس قسم کی تدابیر اختیار کیں کہ آج ہم دہلی بمبئی۔ مدراس۔ کلکتہ اور دیگر مقامات پر لاسلکی
نشرگاہوں کا ایک زبردست جال پھیلا ہوا دیکھ رہے ہیں۔
حیدرآباد دکن میں لاسلکی مصروفیات کی ابتدا تقریباً سنہ ۱۹۳۲ء سے ہوتی ہے۔ چنانچہ مولوی
محبوب علی صاحب نے اپنے ذاتی صرفہ سے ایک خانگی نشرگاہ قائم کی جسکی حیثیت آزمائشی تھی
الیسٹ انڈیا ایسوسیشن میں انجمن بہبودی دیہات کے مشترکہ اجلاس میں
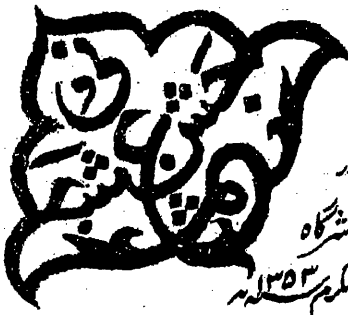
رائٹ آنریبل نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر نے تقریر کرتے ہوئے حیدرآباد مین لاسلکی کا تذکرہ کیا اور لندن سے واپسی کے بعد جہان دوسرے سائنٹفک ایجادات اور اس قسم کے دوسرے محکمہ جات قائم کرکے ملک کی رونق بڑھائی ہے وہان اس آزمایشی نشرگاہ کو بھی خرید کر ایک ضروری اور نادر محکمہ کا اضافہ فرمایا ہے چنانچہ حسب فرمان خسروی مرقومہ ۱۷ ماہ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ

یکم فروری ۱۳۴۲ف سے محکمہ لاسلکی سرکار عالی کا قیام عمل میں آیا۔
موجودہ اسکیم کے تحت لاسلکی کا ایک زبردست اسٹیشن زیر تعمیر ہے جو قریب مین بہت جلد تیار ہوجائیگا۔ اور چند ہی روز میں ممالک محروسہ سرکار عالی میں لاسلکی کا ایک جال سا پھیلا ہوا نظر آئیگا۔

موجودہ نشرگاہ کے پروگرام کا ایک حصہ ادبیات اور دوسرا موسیقی پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ادبیات مین خبرین۔ اعلانات۔ تقاریر سائنٹیفک اور ادبی مضامین منتخب کلام۔ ڈرامے۔ مباحثے۔ اور مناظرے شامل ہیں جو روزآنہ نشر کئے جاتے ہین۔

پروگرام کے دوسرے حصے میں تفریحی موسیقی (LIGHT MUSIC) قدیم معیاری موسیقی (CLASSICAL MUSIC) اور سازی موسیقی (INSTRUMENTAL MUSIC) شامل ہین اس طرح مرہٹہ موسیقی۔ کرناٹک اور ہندوستانی موسیقی۔ خیال دادرے ٹھمریان۔ قوالی۔ مشہور و معروف غزلین۔ ستار۔ وائلن۔ سارنگی۔ ہارمونیم۔ بین۔ پیانو۔ اور اسٹوڈیو آرکیسٹرا روزانہ کام کرتا رہتا ہے۔ اسکے علاوہ بچون کا پروگرام علٰحدہ ہے جو قابل ستائش اقدام ہے۔

حیدرآباد میں آجکل ریڈیو سے دلچسپی اور لاسلکی پروگرام سننے کا شوق بڑھتا جارہا ہے۔ جدھر دیکھو چھتون پر ایریل سربلند کئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہر ہوٹل اور ہر کلب میں عموماً اور اکثر شوقین گھرون مین خصوصاً ریڈیو کے سیٹ دکھائی دیتے ہین۔ ایک فائدہ یہ علانیہ نظر آتا ہے کہ عوام الناس کا ذوق موسیقی کا معیار بلند۔ خیالات مین وسعت اور قوت تمیز متحرک ہوگئی ہے۔ الغرض جہاں شام کے چھ بجے کہ ریڈیو نے نشرگاہ سے ہمنوا ہو کر اپنا پروگرام شروع کیا۔ بچون کا پروگرام مشہور معروف ریکارڈ دلچسپ تقریرین۔ مزید ارگانے۔ رباب۔ طاؤس وائیلن اور ستار کی گتین اور مختلف باجون کے دلکش نغمون سے ایک خاص کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ دس بجے کے قریب آرکیسٹرا کی مقررہ گت جو دعائے عمر و اقبال۔ بادشاہی شکرانہ صحت ظل الٰہی پر مشتمل ہے چھیڑی جاتی ہے۔ مدہم۔ پنچم نکھد اور گندھار سرون کے میل سے ایک صدائے دلکش فضا مین بلند ہو کر جب سامعین کے دل و دماغ پر چھا جاتی ہے تو ہر شخص کی زبان پر بے ساختہ سلطان العلوم کے ترانہ کا یہ مطلع آجاتا ہے کہ

تا ابد خالق عالم یہ ریاست رکھے ؛ تجھکو عثمان بصد اجلال سلامت رکھے

معظم جاہی مارکٹ

اس مارکٹ کی تعمیر کا آغاز ماہ تیر ۱۳۴۲ف میں ہوا۔ اس کے لئے حصول اراضی کا معاوضہ یہ خریدی امکنہ وغیرہ (۔۔۔) ادا کیا گیا بعد تیاری مارکٹ اس پر سات ہزار کی گھڑی نصب کی گئی۔ اسکا افتتاح ۔۔ شوال المکرم ۱۳۵۳ھ کو حضرت اقدس و اعلیٰ نے فرمایا

معظم جاہی مارکٹ کی تعمیری لاگت (۔۔۔) ۔ برائے نگہداشت (۔۔۔) ۔ ماہانہ چالو اخراجات (۔۔۔)

دوکانوں کی تعداد (۱۶۰) بعض دوکانین ڈبل ہیں۔ انہیں الگ الگ شمار کیا جائے تو پونے دوسو تعداد ہوتی ہے یہ

حیدرآباد پرنٹنگ ورکس
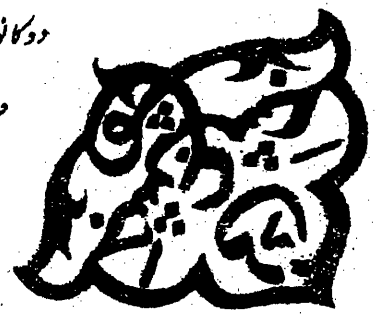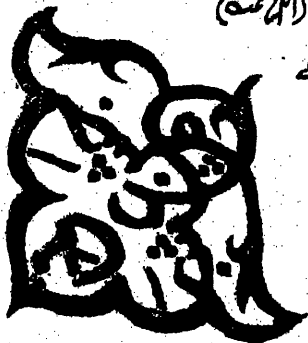
اِلتماس

جوبلی ہمایونی کے دو مرتبہ التوا کے قبل ہی اس خیال کے مدنظر کہ اس خصوصی نمبر کو آغاز جشن کے پہلے دن شایع کیا جائے اسکے وسیع انتظامات بہت سرعت کیساتھ طے پاکر مکمل ہو چکے تھے۔ التواء جوبلی کے باعث ادارہ ہذا کو غیر معمولی نقصانات بھی برداشت کرنے پڑے باین ہمہ بعض اہل معاملہ حضرات کی آزار رسانی بد عہدی اور کارخانۂ عظیم ہاف ٹون کی بد معاملگی کا سانحہ لئے ہوئے تھوڑی سی تاخیر سے اس ضخیم باتصویر خصوصی نمبر کو پیش کیا گیا ہے۔ اگر عجلت میں کوئی فروگزاشت یا غلطی محسوس فرمائی جائے تو اس سے چشم پوشی فرما کر ادارہ کو دوسرے اڈیشن میں اسکی اصلاح کا موقع مرحمت فرمایا جائے اگر اس غلطی یا فروگزاشت سے ادارہ کو متنبہ فرمادیا جائے تو مزید باعث تشکر۔ ناظرین کرام سے قوی توقع ہے کہ اس نمبر کو بنظر غائر شرف ملاحظہ بخشنے کے بعد اگر ادارۂ ہذا کی اس ہلکی ناچیز خدمت کو جو بالکل قلیل مدت میں انجام دیگئی ہے اس خصوصی نمبر سے متعلق اپنے قیمتی و صائب آرا کے اظہار سے دریغ نہ فرمائیں تا کہ اسکی افادیت و معنویت میں اضافہ ہو سکے

احقر العباد
محمد فاضل مدیر

مرتبۂ محمد فاضل

جشنِ عثمانی
یادگار سلور جوبلی آصف سابع
مسرّت افزا پیام
ناظرین کے نام
ضیائے نورِ عثماں ہے بہا جشنِ عثمانی
ہزاروں سینکڑوں دیکھا نیا جشنِ عثمانی
جشنِ عثمانی کا دوسرا خصوصی نمبر
رُوداد جوبلی کا مکمل تاریخی مصوّر شاہکار
ناظرین مکرم!
بفضلہٖ اس ادارہ کا مرتبہ پہلا نمبر "دورِ عثمانی کے زریں کارنامے" کا باتصویر مرقع آپکے ملاحظہ میں پیش ہے اسکے بعد "جشنِ عثمانی" کا دوسرا نمبر "رُوداد جوبلی کا مکمل باتصویر شاہکار" اس سے زیادہ تزک واحتشام اور گوناگوں دلفریبیوں کیساتھ اشاعت پارہا ہے جس میں سلور جوبلی مبارک کے تفصیلی حالات ایڈریس سپاسنامے جوابات شاہانہ، پبلک صدائے جوبلی کی جملہ یادگاروں کا تذکرہ نظام العمل جشنِ عثمانی نمبر پیچھے ہوئے دیگر مفید اور ضروری ابواب وغیرہ الغرض مکمل واقعات کو تاریخ کی روشنی میں پیش کیا جارہا ہے۔ نیز اس موقع کے کیف آور دلفریب مناظر مسرت بخش نیرنگ نظارے، شاہانہ دلاویز جلوے جوبلی کی جملہ مبارک یادگاریں پبلک مظاہرات رسوم شاہی کے بیشمار تصاویر سے اسکو زینت دیجارہی ہے جو اپنی نوعیت وجدت کا قابل فخر و یگانہ روزگار نمبر ہوگا جسکے حسن کو دوبالا کرنے اور چارچاند لگانے میں مضمون نام کے شایانِ شان تمام تر کوشش عمل میں لائی جارہی ہیں شائقین کرام فوراً آج ہی پیشگی قیمت ادارہ ہذا پر ارسال فرماکر اس دوسرے خصوصی نمبر کو بھی محفوظ فرمالیں ورنہ عدم دستیابی کیوجہ سے کف افسوس ملنا پڑیگا۔ چنانچہ یہ نمبر اس وقت تک ناکمل متصور ہوگا جبتک کے آپ جوبلی جاپونی کا صوری و معنوی حقیقی شاہکار جشنِ عثمانی کا دوسرا خصوصی نمبر بھی خرید کر محفوظ نہ فرمائیں گے۔
قیمت جلد دوم قسم عام عہ قسم خاص للعہ مجلد سنہری قسم خاص صہ روپیہ۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ کاغذ نفیس مختلف ایشیائی و نمائشی کاغذات سے مزین۔ ف (۱) پیشگی خریداروں سے خرچہ ڈاک و پیکنگ معاف۔ ملک سے سکہ حالی اور غیر ممالک سے سکہ کلدار میں قیمت لی جائیگی
ف ۲ اس ادارہ کی تحریک کے باوجود جن امراء وعہدہ داروں کی تصاویر انکی عدم التفاقی کی وجہ یہ نمبر محروم رہگئے امید کہ وہ دوسرے خصوصی نمبر میں فوری شرکت کیجانب توجہ فرمائیں گے تاکہ ملک کے ریکارڈ کی یک گونہ تکمیل ان دونوں نمبروں سے ہو سکے
مدیر محمد فاضل۔ پتہ دفتر جشنِ عثمانی دیوڑھی راجہ حیدرآباد دکن
محمد فاضل